إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهٗ

سوانح قدوۃ العلماء زبدۃ الفقہاء فخر المحدثین قطب العالم
حضرت اقدس مولانا الحاج الحافظ رشید احمد قدس سرہ العزیز

تذکرۃ الرشید

عکسی

تالیف

حضرت الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ

باہتمام تصحیح ناشر

ZAHIR 1977

ناظم کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

فہرست مضامین تذکرۃ الرشید جلد اوّل

فہرست تذکرۃ الرشید جلد ثانی

تمت بالخیر

ملنے کے پتے

کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

کتب خانہ یحیوی متصل مظاہر علوم سہارنپور

مکتبہ امدادیہ باب العمرہ۔ مکۃ المکرمہ (سعودی عرب)

۷۸۶

إِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَاءَ ذَكَرَهٗ

سوانح قدوۃ العلما زبدۃ الفقہا فخر المحدثین قطب العالم
حضرت اقدس مولانا الحاج الحافظ رشید احمد قدس سرہ العزیز

تذکرۃ الرشید

عکسی

تالیف

حضرت الحاج مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب میرٹھی نور اللہ مرقدہ

باہتمام تصحیح ناشر

ZAHIR

1977

ناظم کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور

مطبوعہ: جے کے آفسیٹ پرنٹرز دہلی ۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأت اعمالنا من یہدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ ونشہد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشہد ان سیدنا ومولنا وشفیعنا محمدا عبدہ ورسولہ۔ اما بعد

بندہ سراپا تقصیر عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ جملہ اہل اسلام کی خدمت میں عموماً اور برادران طریقت کی بارگاہ میں خصوصاً کمال ادب کے ساتھ عرض رساں ہے کہ قطب العالم قدوۃ العلماء غوث الاعظم اسوۃ الفقہاء جامع الفضائل والفواضل العلیۃ مجمع الصفات والخصائل البہیۃ السنیۃ حامی دین مبین مجدد زمان وسیلتنا الی اللہ الصمد الذی لم یلد ولم یولد شیخ المشائخ مولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کی وفات ایسی وفات نہ تھی جسکا صدمہ کسی خاص حصۂ ملک یا مخص جماعت باشندگان تک قاصر رہا ہو چونکہ اس جانکاہ واقعہ اور روح فرسا سانحہ نے حسب مدارج تعلق دین ومحبت سنت نبویہ تمام مسلمانان ہند ودیگر بلاد کے دلوں کو ٹکرایا اور رنج پہونچایا تھا اسلئے اس دلگداز صدمے سے خدام کے قلوب نے ابھی قرار بھی نہیں پکڑا تھا کہ چہار طرف سے معدن کمال کی سوانح مرتب کرنے کی خواہش وتمنا بلکہ اصرار والحاح کی آوازیں گونجیں اور تقاضے شروع ہوگئے۔ اس مبارک صدا کا بلند ہونا حقیقت میں ایک طبعی وفطرتی بات تھی جسپر قدرت نے دلوں اور زبانوں کو اس جانب متوجہ کیا تھا مگر بوجوہات چندان شوق بھری درخواستوں کی تعمیل یعنی گنگوہی بارگاہ علیہ وآستانہ قدسیہ کے حالات کی تسطیر میں کچھ دشواریاں اور دقتیں ایسی تھیں جنکا انخلال بشری قوت سے باہر تھا۔

اس زمانہ نے ایک جگہ کی دوسری جگہ بلکہ ایک ملک کی دوسرے ملک میں خبریں معلوم ہوجانیکے وسائل اس کثرت سے مہیا کردئے ہیں کہ سطح زمین کا ہر آباد حصہ دنیا بھر کے بھلے برے حالات گھر بیٹھے

معلوم کر سکتا ہے اور انہیں ذرایع نے ہندوستان کے گوشہ گوشہ اور دیگر ممالک کے مشاہیر بلاد میں یہ مضمون صاف کر دیا تھا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کا توکل میں صبر و قناعت میں ریاضت و عبادت میں تقویٰ و طہارت میں مجاہدہ میں استقامت میں استغنا میں حب فی اللہ و بغض فی اللہ میں جسطرح کوئی مثل نہیں اسی طرح تبحر علمی میں وسعت نظر میں تفقہ میں تحدیث میں عدالت و ثقاہت میں حفظ و اتقان میں فہم و فراست میں اور روایت و درایت میں بھی کوئی نظیر نہ تھا پس بے نظیر شیخ وقت اور بے عدیل قطب زماں کی سوانح کوئی لکھے تو کیا لکھے بھلا جس مجسم نور اور سرتاپا کمال کا عضو عضو اور رواں رواں ایسا حسین ہو کہ عمر بھر ٹکٹکی باندہ کر دیکھنے سے بھی سیری نہو سکے اسکے کوئی محاسن بیان کرے تو کیا بیان کرے ؎

فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر ادائیں لاکھ اور بیتاب دل ایک

ہمارے معزز مخدوم مولانا المولوی محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی زید فضلہ سے جب کبھی کسی مخلص دوست نے عرض کیا کہ اس مہتم بالشان کام کی تکمیل آپ ہی کے مبارک ہاتوں ہو سکتی ہے کیونکہ حضرت قدس سرہ کا آپکے ساتھ پدرانہ شفقت پر برتاؤ آپ کا قرب اور ہر وقت کی حاضر باشی حالات و معمولات کی یادداشت اور حضرتؒ کی مزاج شناسی اور مزاج دانی وغیرہا امور کا قابل قدر ذخیرہ قدرت نے آپ ہی کے لئے مخصوص کر رکھا تھا پس آپ کا مخلوق پر یہی احسان سے تساہل گویا بے مروتی و بے پروائی ظاہر کرنا ہے" مگر مولانا کے پاس اس درخواست کا سوائے سکوت کوئی جواب نہ تھا اور نطق میں کوئی جواب تھا تو صرف یہ کہ "میاں مجھے کچھ یاد نہیں مجھسے کیا لکھواتے اور کیا چاہتے ہو حضرت قدس سرہ کی ساری سوانح یہ ہے کہ "خود جس ذات پاک پر مر مٹے اُسی پر مر مٹنے کی دوسروں کو تعلیم دی اور فرمایا کہ تم بھی مرمٹو" اسکے علاوہ مجھے کچھ یاد نہیں۔

حضرتؒ کے خاص متوسلین جنکی جانب نظر جاتی اور اُمید ہوتی تھی کہ ان حضرات سے سوانح حاصل ہونگے اول تو ابتدا ہی سے مشاغل میں مشغول اور اب تو ظاہری سنبھال کے ساتھ باطنی دیکھ بھال اور روک تھام کا بوجھ بھی سر آپڑا بنظر انصاف دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ واللہ العظیم انہیں حضرات کی عالی ہمتوں کے استقلال ہیں کہ اس بارگراں کے متحمل ہو رہے ہیں نہ رات کی خبر نہ دن کی پروا صبح ہو یا شام دوپہر ہو یا سہ پہر تحصیل معاش کے طرق بالائے طاق رکھکر متوکلانہ گزران پر تصنیف تالیف درس تدریس وعظ نصیحت ارشاد تلقین۔ فتاویٰ نویسی و دیگر ضروریات کی مراسلت و جوابات۔ مہمانوں کی خاطر و مدارات۔ اصلاح ناس کی تدابیر میں غور و فکر اور اُس کا تہیہ و انصرام غرض ایک خدمت ہو تو اُسپر نظر ڈالی جائے جہاں چھوٹی چھوٹی راتوں

اور چھوٹے چھوٹے دنوں میں سیکڑوں مشاغل کا ہجوم ہو اُنپر یہ تقاضہ "کہ شیخ کی سوانح بھی آپ ہی مرتب فرمادیں" کس بے حیا منہ اور گستاخ زبان سے کیا جائے تاہم پھر بھی خود ہی ان مقدس حضرات نے توجہ فرمائی اور اُسی عالی ہمتی و استقلال سے کام لیا جو قدرت نے انکو عطا فرمایا ہے مگر چونکہ یہ کمال استقلال اُسی مقدس ذات کی محبت و محویت جمال کا ثمرہ تھا اور اُس حالت میں جبکہ یادداشت کی ضرورت تھی گویا انکو خبر ہی نہیں تھی کہ وہ وقت بھی آنے والا ہے جس میں کسی جان سے زیادہ عزیز محبوب کے حالات زندگی لوگونکو سنانے پڑینگے اِس لئے اب ہمت بھی کی تو دماغ و قلب اور حافظہ و خیال نے جواب دیدیا اور کہا کہ "میاں کیا لکھتے ہو کچھ یاد بھی ہے کہ کیا ہوا تھا؟ چھُپ جانیوالے آفتاب اور غروب ہو جانے والے ماہتاب کی موجودگی میں عاشقانہ محویت نے خط و خال کی دیکھ بھال اور واقعات و حوادثات عارضہ کی یادداشت کے قابل ہی کہاں رکھا تھا کہ اب کچھ قلم سے نکلے؟

اللہ اللہ! مجھے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کا وہ مقولہ خوب یاد ہے جو میری اِس سوانح کی متعلق درخواست پر تھا کہ "تیری تحریر کے بعد کئی دن تو یہی تحیر تھا کہ کیا لکھوں ہزارہا مضامین کا ہجوم اُمڈا چلا آتا تھا اور جس روش یا جس انداز پر نظر ڈالتا تھا گویا ہر حال پکار رہا تھا کہ مجھے لکھو پس حیران تھا کہ سب حالات کیونکر لکھوں اور سب نہ لکھوں تو ایک کو دوسرے پر ترجیح کسطرح دوں اسی خلجان میں کئی دن مبتلا رہا آخر اس خیال سے کہ اس مقدس یادگار میں کچھ حصہ میرا بھی شامل ہوکر ذریعہ سعادت اخروی بنجائے بنام خدا لکھنا شروع کیا حضرت ممدوح ہی کا ایک مقولہ یہ بھی تھا کہ اس مہتم بالشان کام کی سرانجامی زیادہ تر اسوجہ سے مشکل ہے کہ حضرت قدس سرہ السامی کی حیات میں کبھی خیال بھی نہ گزرتا تھا کہ خدام کو یہ وقت دیکھنا نصیب ہوگا جس میں حضرت مخدوم العالم دارالنعیم کو مسکن بنائینگے اور خدام کو سوانح لکھنی پڑیگی۔ یہ سانحہ اپنے وقوع سے پیشتر متیقن ضرور تھا کیونکہ خدا کے سوائے ہر چیز کی فنا پر سب مسلمانوں کا ایمان ہے مگر اس تیقن کی یادداشت نہ تھی اِس پیش آنے والے وقت کا علم و اذعان ایسا تھا جیسا کہ ہر شخص کو اپنی موت کا علم و اذعان ہے کہ یقینی ہونے میں کوئی شک نہیں مگر ذہول اور غفلت اُسکی جانب سے اسقدر بڑھا ہوا ہے کہ اُسکا کبھی دہیان بھی نہیں آتا۔" اور ایسا حال ہو رہا ہے گویا موت آنے والی ہی نہیں۔

اب رہے وہ اصحاب کہ جنکو گاہے ماہے آستانہ بوسی کا شرف حاصل ہو جاتا تھا اُنکی نسبت تو یہ خیال بھی نہیں ہوسکتا تھا کہ جسکا نام سوانح ہے اُسکا تکملہ اُن اصحاب میں کسی صاحب کے ہاتھوں ہوسکیگا ولادت و طفولیت سے لیکر

وصال و وفات تک کے ضروری و مستند حالات کی تسطیر کے لیے جس واقفیت و آگاہی کی حاجت ہے آخرا سکے لئے کثرت آمد و رفت و وابستگی تعلقات محبت و مودت شیخ و اخوان طریقت اور چھان بین یعنی تفتیش و تلاش کی عادت و قابلیت کے علاوہ فکر و دلبستگی کی بھی تو ضرورت ہے اور ان میں سے ہر مضمون کو گنجائش وقت و وسعت معلومات کی حاجت پس یہ اصحاب بھی قلت بضاعت و ضیق استطاعت کے باعث اول تو معذور دوسرے اپنے درجہ کے موافق یہ بھی شکستہ دل اور محزون بلکہ شکستگی خاطر میں اپنے مافوق حضرات سے ایک درجہ بڑھے ہوئے اسلئے کہ انکی کم نصیبی نے غنچہ امید کی شگفتگی سے پہلے انکو موسم خزاں دکھایا اور دل کی بڑھی چڑھی آرزو بچو اس سے قبل کہ مراد پوری ہو دل ہی دل میں دبا یا - اگر دوسرے حضرات اُس جوان اولاد جیسے تھے جن کے باپ نے اُسوقت انتقال کیا ہو جبکہ وہ اپنی معاش حاصل اور گزران کرنے کے قابل ہو گئے تو ان اصحاب کی مثال ایسی سمجھئے جیسے وہ طفل سہ ماہہ جسکی مادر شفقہ نے عین ایام رضاعت میں دنیا سے رحلت کی اور شیر خوار بچہ کو بنام خدا دوسروں کے حوالہ کر کے عالم آخرت کا طویل سفر اختیار کیا ہو اس یتیم بچہ کی یتیمی یعنی باپ کے سایۂ عاطفت کا سر سے اُٹھنا یا دودھ پلانے والی شفیق ماں کی گود سے علیحدہ ہو جانا دیکھنے والوں کو بھی آٹھ آٹھ آنسو رولا دیتا ہے - دینی باپ کے ظاہری سایہ عاطفت سے محروم رہجانے والے بیچاروں کی زبان حال کہہ رہی ہے اگر یوں تو حضرت قدس سرہ کے سارے ہی خدام جسوقت نظر اُٹھا کر دیکھتے ہیں اندھیرا چھایا ہوا معلوم ہوتا ہے مگر بقول شاعر ؎

حسرت پہ اُس مسافر بیکس کی رویئے　　　جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

آخر اسی حالت میں کامل ایک سال گزر گیا اور مقدس سوانح کی تمہید بھی مرتب نہ ہوئی مگر چونکہ حق تعالیٰ شانہ کو اس پایدار یادگار کے ضمن میں بندۂ ناکارہ کو دینی و دنیوی نفع پہونچانا منظور تھا اور قلوب صافیہ میں چھپے ہوئے مضامین کو صفحہ قرطاس پر موتیوں کی طرح بکھیرنا مقصود اسلئے قدوۃ العارفین زبدۃ السالکین مہبط انوار رشیدیہ سیدی مولائی مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب و حضرت مولانا محمود حسن صاحب و حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب کا اس بے بضاعت و کم مایہ کو ارشاد ہوا کہ توکلاً علی اللہ کام شروع کر اور جو کچھ تدابیر مناسبہ عمل میں لا سکے انکو عالم اسباب کا سبب ظاہری بنا - وما ذلک علی اللہ بعزیز -

حق تعالیٰ علام الغیوب شاہد ہے کہ ایسے بڑے مہتم بالشان کام کا خیال کرتے بھی مجھکو گھبراہٹ آتی اور تھرتھری و کپکپاہٹ پیدا ہو جاتی تھی واللہ العظیم کسی درجہ میں کبھی یہ وسوسہ ہی نہیں گزرتا تھا کہ میں اس عظیم القدر خدمت

کی سرانجامی کے قابل ہوں بلکہ اگر آپ حضرات یقین کریں تو ایماناً عرض کرتا ہوں کہ بعض وقت نہایت درجہ حیران ومتعجب ہوکر سوچا کرتا تھا کہ جن حضرات نے مجھکو اس لایق سمجھکر کام لینا چاہا انکو محض میری ظاہری عقیدت سے دھوکہ ہوا اسلئے کہ سوائے پانچ یا چھہ مرتبہ کے جسکی مجموعی تعداد ایک ماہ سے غالباً زیادہ نہوگی مجھے حضرت قدس سرہ کی خدمت میں شرف حضوری کا فخر حاصل نہیں ہوا۔ حضرت کے متوسلین سے رسوخ تو کیا معنی پورا تعارف بھی نہیں۔ پھر تصوف کی حقیقت سے ناواقف ولایت کی ماہیت سے ناآشنا آداب مریدین کی معلومات نہیں۔ نکات ومعارف مشایخ سے آگاہ نہیں بالطبع ضعیف القلب اور محنت وجانکاہی سے گھبرا جانے والا تہذیب نفس سے عاری اصلاح حال سے کورا اور بے بہرا بجز اسکے کہ حیا کیئے یا بات کا نباہ کہ جسکا دامن پکڑا اُسکے عقاید پر مرنے کا تمنی اور بلا محنت وکسب جنت میں جانے کا آرزومند اور بوالہوس بھلا ایسے خود غرض زود رنج غصیارے ناکارہ ہیچمدان سے سوانح کا اتمام وَاعَجَبًا ویالَلعَجَب خدا میری اس بدگمانی اور نسبت خطا الی الاکابر کی خطا کو معاف فرمائے جو میری سچی اور واقعی حالت کے علم کی بناء پر مجھسے صادر ہوئی میں بچہ نادان کچھ نہ سمجھا کہ نفوس قدسیہ کی روحانی قوتوں نے اِس مٹی میں ملجانے والے قلم دہاتھ کو صرف کالبد خاکی اور آلہ ظہور بنانا چاہا ہے ورنہ سوانح رشیدیہ لکھنے والی دماغی وروحانی طاقت تو کوئی اور ہی ہے فوقع المحظور بالبال وظہر المستور من الحال۔

چھہ ماہ کامل اس فکر وحیرانی اور ظن وبدگمانی میں گزرے مگر چونکہ کسی درجہ میں قطب عالم کے آستانہ علیہ کی جبہ سائی حاصل تھی اسلئے الحمدللہ تادب ملحوظ تھا زبان سے سوائے بہت اچھا کے کبھی کچھ نہ نکلا آخر ہمت باندھ کر اور یہ سوچکر کہ بمقتضائے قبل از مرگ واویلا یہ تأنی ودرنگ کیوں کرتا ہے۔ قلم کو ہاتھ میں تھام اور بنام خدا کام شروع تو کر دیکھ پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا اور تن مُردہ وجسم بیجان میں کیونکر روح پھونکی جاتی ہے کاغذ قلم دوات لیکر بیٹھا اور خطبہ مسنونہ لکھکر افتتاح کیا پھر کیا تھا حقیقت میں صرف اپنا ہی ہیچ پن اور ضعیف الاعتقادی تھی ورنہ خزانہ عامرہ میں کچھ بھی کمی نہ تھی تحدیث نعمت رب کی بناء پر میں کہتا ہوں کہ خطبہ لکھنے کے بعد مضامین گویا سوکھے پتھر سے چشمۂ حیات کی طرح اُبلتے اور فوارے کی طرح جوش مارکر قلم سے نکلتے تھے طبیعت تھی کہ بڑھتی چلی جاتی تھی اور ہمت تھی کہ زیادہ ہوتی جاتی تھی رات کو سوتا تو یہی خواب نظر آتا کہ سوانح لکھ رہا ہوں اور بضرورت شدیدہ چلتا پھرتا تو یہی دھیان رہتا تھا کہ وقایع درج کتاب کر رہا ہوں اُمنگ تھی کہ اُچک اُچک کر آتی اور عبارات کی گھنگھور گھٹائیں تھیں کہ اُمنڈ اُمنڈ کر دل پر چھائی جاتی تھیں۔ یہ تو تھی

امانت تھی جس میں واسطہ کو دخل نہونے کے باعث کسی بندۂ مقبول خدا کی کرامت سمجھنا چاہیے اور اسکے ساتھ ہی دوسری صوری مدد تھی جسکو عالم اسباب کا سبب ہونے کی وجہ سے قدرت ونظم عالم کہنا چاہیے یعنی یہ کہ احباب واخوان طریقت کی خدمتوں میں معمولی خواہش ظاہر کرنے والے مضمون کا چھپا ہوا ایک کارڈ بھیجنا تھا کہ چاروں طرف سے صدائے لبیک کا نعرہ بلند ہوا اور گنگوہی آستانہ کے شیدائی بادہ مست عشاق نے جو کچھ بن پڑا تھوڑی ہو یا بہت اپنی یادداشت کو قلمبند کر کرکے بذریعہ ڈاک بھیجنا شروع کر دیا۔

اے میرے بھرپور خزانے والے پاک خدا اُن پیارے دینی بھائیوں کو اس دینی محبت کا دارین میں ایسا فرحت بخش صلہ عطا فرمائیو جسکی سدابہار خوشبو اور پایدار لذت سے اُنکی عمر کا لحظہ لحظہ اُنکی اور تیری رضا کا سبب بہاں وہ ترقی پائیں جس تک اُن کا خیال بھی نہ گزرا ہو اور وہاں ایسی رفعت ومنزلت حاصل کریں جہاں پونہچ سکنے کی انکو اُمید نہو وانت علیٰ ذلک لقدیر۔

الغرض دو ماہ چند روز میں مجھے اپنے مبلغ علم وسعی پر پونہچکر تھمنا پڑا اور جو کچھ ہو سکا تھا اُسکو دیوبند وسہارنپور وگنگوہ حاضر ہو کر اپنے حضرات کی خدمت میں پیش کر آیا کہ اب جسکو چاہیں عطا فرمائیں کہ طبع کرا کے دنیا کا نفع حاصل کرے۔ چونکہ طبیعت میں یہ وسوسہ پیدا ہو گیا تھا کہ لوگ کہینگے کہ سوانح کا لکھنا دنیا کمانے اور شہرت حاصل کرنے کی غرض سے تھا اور بس اِس وہمہ نے اسپر آمادہ کیا کہ میری تالیف دوسرے کے نام سے طبع ہو۔

گنگوہ میں آخری دربار یعنی صاحبزادہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب دام اللّٰہ ظلہ کی خدمت میں جسوقت یہ اوراق بندہ نے پیش کئے حق یہ ہے کہ جو مسرت افزا صلہ غلام آستانہ کو عطا ہوا اُسکی لذت عمر بھر نہ بھولیگا۔ آقا اور آقازادے کی شیریں زبان سے مرحبا اور شاباشی کے ساتھ دعائیہ کلمات نکلے جنکے مقبول وبارآور ہونیکا مجھے وثوق واعتقاد ہے اور ساتھ ہی یہ بھی ارشاد ہوا کہ تیرے سوائے اسکو کوئی طبع نہیں کر سکتا میرا انکو مشورہ نہیں بلکہ امر ہے کہ اسکا دنیاوی مفاد بھی کسی دوسرے کو نہ دیا جائے اور اسمیں کوئی عیب نہیں کیونکہ خوش نصیب وہی ہے جو اپنے شیخ کی جوتیوں کے طفیل میں دین حاصل کرے اور دین کے ساتھ دنیا بھی کمائے اگر شرع دنیا کمانے کے لئے دینی خدمتیں معیوب ہیں تو کیا معاش حاصل کرنے کے لئے کفار کی ملازمتیں اور اہل دنیا کی سوانح مستحسن ہیں؟ جاؤ اس الزام کا مطلق خیال نہ کرو اور اگر کوئی الزام دے تو آخری جواب یہ دیدو کہ یہ بھی مسعود احمد کے حکم کی تعمیل ہے جو دنیا نہیں بلکہ دین ہے کماؤ اور خوب کماؤ"۔

یہ میں نہیں کہتا کہ مجھ میں دنیا طلبی نہیں آہ یہ ناکارہ روزگار سرتاپا بوالہوس اور بندۂ درہم ودینار بنا

ہوا ہے مگر الحمد للہ کہ خواہش نفس کو آقازادے نے اس عزت کے لباس میں چھپالیا" اور اس آستانہ سے ہی پرورش کی ہے" پس شاداں و فرحاں واپس ہوا اور طبع کا انتظام شروع کیا۔

اس قصہ کے بعد پھر موانع سدراہ ہوئے اور کچھ ایسے افکار پیش آئے کہ باوجود احباب کے بیسیوں تقاضوں اور تحریری استفسار کے اوراق مسطورہ کو ہاتھ لگانے کا بھی اتفاق نہ ہوا۔ آخر جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے کئی مرتبہ بایں الفاظ میٹھے تقاضے ہوئے کہ "سوانح کے چھپنے میں کیا دیر ہے؟" تو شرم کے سبب پسینہ آگیا اور مظاہر العلوم کے جلسہ سے واپس آتے ہی ۲۔ محرم ۱۳۲۶ھ ہجری مطابق ۵۔ فروری ۱۹۰۸ء عیسوی یوم چہارشنبہ مسودہ نکالا اور معمولی ترمیم و ترتیب اور نظر ثانی کی بقدر ضرورت تغیر و تبدل کے بعد طبع شروع کر دیا۔

اثناء کتابت میں ایک صاحبدل دیندار شخص کا جنکی صورت میں نے کبھی نہیں دیکھی بسبیل ڈاک لفافہ پونہچا کہ میں نے خواب دیکھا ہے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی جارہی ہے اور ایک بزرگ نے اُسکی تعبیر دی ہے کہ معلوم ہوتا ہے شریعت کے کسی کامل متبع کی سوانح کا اہتمام ہو رہا ہے۔

پس مبارک ہو کہ یہ منامی بشارت تیرے ہاتھوں پوری ہو رہی ہے۔ میں نے حق تعالیٰ کی اس رحمت کا شکر ادا کیا اور بعد میں پے در پے خود بھی چند خواب عجیب و غریب دیکھے۔ اپنے حضرت صاحب سوانح کی زیارت سے بھی خواب میں مشرف ہوا کہ مسکرا کر دریافت فرماتے ہیں کیا میری سوانح لکھ رہے ہو؟ میں پاس کھڑا ہوا اپنی بے بضاعتی اور احباب کا کچھ دوستانہ شکوہ کر رہا ہوں اور حضرت قدس سرہ جواب میں اپنے حالات خود بیان فرمار ہے ہیں کہ "یہ بھی لکھیو مگر افسوس کہ بیدار ہونے پر یاد نہ رہے"

اللہ تعالیٰ کا بے شمار احسان ہے کہ ان بشارتوں نے مُردہ قوت میں روح پھونک دی اور اسکا موقع ملا کہ بُرے بھلے جس طرز عبارت میں اس یادگار کو ہدیۂ ناظرین کر سکا پیش کیا۔ تاہم اتنا افسوس اب بھی ہے کہ جن نفیس مباحث اور عجیب مضامین کی جستجو تھی کافی طور پر نہ ملے۔ ہاں خدا کی ذات سے اُمید ہے کہ آیندہ طبع میں یا جدا جدا مکاتیب و مباحث و فقہیات کے عنوانات سے رسائل کی صورت میں طبع کی نوبت آئیگی اور یہ سلسلہ اللہ کو منظور ہے تو سالہاسال جاری رہے گا۔ والسلام نعم الختام۔

طالب فیوض نامتناہی
احقر العباد عاشق الٰہی عفی عنہ میرٹھی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایسے نازک وقت میں جبکہ عالم کے آخری پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور دنیا کے سچے راہبر و ہادی احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم کو دنیا والوں سے اپنا جسمانی تعلق منقطع کئے ہوئے ساڑھے بارہ سو برس ہو چکے ہوں پاک مذہب اسلام کے سچے قانون اور ستھرے عقیدوں پر مخالفین کیطرف سے جو بھی حملے ہوں چنداں قابل تعجب نہیں۔

۱۲۴۴ھ ہجری نبوی جو ہماری تالیف کا مبدا ہے وہ زمانہ تھا جسمیں معصیت و بد دینی کی گھنگھور گھٹائیں امنڈ امنڈ کر عالم کو محیط ہوئی جاتی تھیں نطیجائی پیغمبر کے لگائے ہوئے باغیچہ کو ویران کرنے کی کوشش میں صرف دشمن ہی نہیں بلکہ دوست نما اصحاب بھی لگے ہوئے تھے۔ بھولے بھالے مسلمان زمانہ کی روش کے ایسے غلام بنچکے تھے کہ قومی رسم اور برادرانہ رواج اُنکو جس کروٹ لٹاتا وہ لیٹتے اور جس پہلو بٹھاتا وہ بیٹھتے تھے دین کی بیخبری جسکو جہالت کہا جاتا ہے اکثر ایمان لائے ہوئے دلوں اور اسلام کا کلمہ پڑھی ہوئی زبانوں پر بھی اسقدر چھائی ہوئی تھی جسطرح برسات کے موسم میں سیاہ اور گنجان بادل آفتاب پر چھا جاتے اور دن کو رات بنا چھوڑتے ہیں۔ تمدن و سیاست اور معاملات و طرز معاشرت اسدرجہ بگڑ گیا تھا کہ عام خیالات اور اکثر زبانیں متفق اللفظ اسکی قائل تھیں کہ اسلام صرف نماز روزہ اور چند غیبی خبروں یعنی بہشت کی حوروں اور دوزخ کے سانپ بچھو یا قبر کے کیڑے مکوڑوں کے تذکرے کا نام ہے اُسکو انسان کی معاش و گزران حیات یا دیگر حالات ظاہری و باطنی سے کوئی علاقہ نہیں ہے جسطرح چاہو تجارت کرو اور جو چاہو کھاؤ پیو جو چاہو پہنو اور جسطرح چاہو نشست و برخاست اور ملاقات و معاشرت کے طریقے اختیار کرو غرض ہر امر میں آزاد ہو اور اگر کبھی پابندی کا خیال آیا تو اصول تجارت میں اُن اقوام کی تقلید اختیار کی جنکو اسلام سے عداوت اور بانی اسلام سے طبعی عناد تھا۔ طرز معاشرت و انداز نشست و برخاست میں اتباع کیا تو اُن قدیم یا جدید فلاسفروں کا جو اصلاح کے پردہ میں تخریب کے درپے تھے۔ شادی و غمی کے حوادث اور موت و حیات کے لابد پیش آنے والے واقعات میں اطاعت بھی کی تو اُن پرانی پڑی ہوئی رسوم کی جنکو شرع تو شرع عقل بھی کسی طرح قبول نہ کرے اور اگر کوئی صاحب حضرت تہذیب و اصلاح نفس کیجانب متوجہ ہوئے تو اُن جہالت کے پتلوں اور اَن پڑھ لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے جنکو خدائی کے دعوے میں بھی شرم نہ آئے۔ غرض کچھ ایسی کایا پلٹی اور ظلمت برسی ہوئی تھی کہ بد دینی کا نام دین تھا اور بربادی کا نام شادی جہل کا نام علم تھا اور خرافات و شعبدہ بازی کا نام کشف و کرامت نہ معاملات کی

تعلیم نہ اخلاق کی تفہیم نہ الوہیت و رسالت کی تعظیم نہ آداب و مقامات نفس کی تتمیم ایک طوفان ضلالت تھا کہ لہراتا ٹکراتا اور گمراہی کا ایک سیلاب عظیم تھا کہ بڑھتا اور شور مچاتا چلا آتا تھا جسکے مہلک و تباہ کن نتائج کا خلاصہ یہ تھا کہ علم شریعت مصطفیہ کی تحقیر اور طرز تمدن نبویہ کی تذلیل و توہین بڑھتی جاتی تھی عوام اپنے آپکو علماء سے مستغنی و بے نیاز سمجھتے تھے اور نام کے علماء تہذیب نفس سے محرومیت کے باعث اُن کے خوشامدی غلام اور تنخواہ دار ملازم بنتے اور دین فروشی کے ذریعہ سے رہی سہی علمی عزت کو دھکے دے رہے تھے۔

جسطرح کسی زمانہ میں اہل عرب نے بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً کو ایام سال کی مقدار پر بتوں سے سجایا اور نیکوکاری سمجھا تھا اسی طرح ہندوستان میں بددینی و بدعقیدگی کے گویا روزانہ نے مخترعہ خیالات جزو اسلام بنائے جاتے اور تائید دین متین سمجھی جاتی تھی۔ کسی طرف نیچریت کا غلبہ تھا اور کسی جانب اعتزال و دہریت کا۔ کہیں رفض و تشیع کا زور تھا اور کہیں خروج کا۔ ایک جانب عدم تقلید پھیل رہی تھی تو دوسری طرف قرآنیت و مرزائیت کا بیج پڑ رہا تھا۔ یہاں ڈھولک و ستار کھڑک رہے تھے تو وہاں بازاری عورتوں کے گانے پر وجد و حال گرم تھا۔ یہاں گورپرستی و تعزیہ پرستی ہو رہی ہے تو وہاں اولیاء اللہ کی توہین اور بدزبانی غرض افراط و تفریط نے وہ مٹی خراب کر رکھی تھی کہ الامان اور اعتدال سے محرومیت نے وہ ناس مار رکھا تھا کہ الحفیظ۔ سب پر طرہ علماء کا اختلافِ رائے کہ جسکو دیکھئے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد جدا بنانے کی فکر و تدبیر۔ حب جاہ و حب مال اور طمع نفسانی و حرص حیوانی جہاں دوسرے مسلمانوں میں سرایت کیئے ہوئے تھی اسی طرح بلکہ کچھ زیادہ ان اصحاب میں بھی گھسی ہوئی تھی جو پیشوا و مقتدا سمجھے جاتے تھے۔ آٹھ آنے پیسوں پر جس مضمون کا چاہو انسے وعظ کہلوالو اور پچیس ٹکوں پر جس فتوے اور جس مسئلہ پر چاہو دستخط کرالو اور منشا کے موافق لکھوالو۔ گویا سخت پتھر بنے ہوئے سرچشمۂ اسلام کے دہانہ پر اڑے ہوئے تھے کہ شیریں و خوشگوار پانی سے نہ خود سیراب ہوتے تھے نہ وہاں سے ہٹتے اور دہانہ کھولتے تھے کہ خدا کے دوسرے بندے ہی سیراب ہو جائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اس تاریک زمانہ میں بطحائی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی پیشگوئی کے موافق علماء امت میں ایک ایسے زبردست عالم کی ضرورت تھی جو من کل الوجوہ قابل اعتماد مصلح اور سرتاپا سنت نبویہ کے زیور سے آراستہ کامل اتباع شریعت کاملہ میں مخلوق کے لئے نمونہ اور عالم کے لئے حجت بنے جسکی روحانی قوت ایسی زبردست ہو جس میں متکبر و مغرور مولویوں کو کھینچ لینے کی قابلیت ہو۔ جسطرح علماء میں ہر عالم اپنے خاص گروہ کا سردار بنتا اور اُن کے اختلافی امور سلجھاتا ہے اسی طرح یہ مقدس ذات مرجع علماءِ ہند بنے اور مولویوں میں اُلجھے پڑے

مسائل اور مختلف و متنازع فیہ امور کا تصفیہ کرے غرض نیابت رسالت کا عمامہ سر پر باندھے اور اس مہتم بالشان وعظیم خدمت کو انجام دے جسکی تکمیل قوم بنی اسرائیل میں انبیا علیہم السلام کے ذمہ ہوئی تھی شریعت کی شاہراہ کا ہادی و مجدد مذہب قرار پائے اور طریقت کی دشوار گزار سڑک کا راہبر و قطب الارشاد۔

میرے پیارے دینی بھائیو! ذرا غور کرو اور دیکھو کہ اس مسند پر بیٹھنے والے حامی دین اور مصلح قوم بزرگ کے لئے کن کن اوصاف کی ضرورت ہے۔ کیا ہاشمی پیغمبر کے جاوید فیضان نبوت کے بحر ذخار سے شاداب ہوئے بغیر اس منصب جلیلہ کے فرائض ادا ہو سکتے ہیں؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ اس پاکباز جانشین کو نماز و روزہ صدقہ و زکوٰۃ حج و تلاوت قرآن ذکر الٰہی و طلب حلال وغیرہ ضروری امور کے علاوہ چونکہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر یعنی وعظ و نصائح اور اصلاح غیر کے تمام مقدمات و وسائل کی بڑی ضرورت ہے اسلئے وہ استقلال و صبر اور پختگی و استقامت چاہیے جو پہاڑوں کو زائل کر دینے والے مکر و فریب کا مقابلہ کر سکے اور وہ صبر و تحمل ہو جو کوہ شکن مصائب و آلام اور گھبرا دینے والی طعن و تشنیع کے تیروں کی بوچھار کو برداشت کر سکے۔ حرص و ہوس۔ غیظ و غضب حسد و بغض۔ بخل و حب مال۔ رعونت و حب جاہ۔ تکبر و نخوت۔ خود پسندی و عجب۔ ریاء و سمع۔ درشتی و سختی پاس بھی نہ پھٹکی ہو عبادات کے علاوہ عادات و امور مباحہ مثلاً حرکات و سکنات تک میں سنت مصطفویہ کے اتباع و تقلید کا نور جگمگا رہا ہو۔ توبہ و خوف زہد و اتقا۔ صبر و شکر۔ اخلاص و صدق۔ توکل و محبت الٰہی اور رضا بر قضا کی دشوار گزار گھاٹیوں کو زبانی نہیں بلکہ عبور کر کے اور آگے آگے چلکر دکھلاوے۔ صوری وجاہت۔ معنوی ہیبت کریمانہ اخلاق حکیمانہ اشفاق۔ مادرانہ ترحم۔ پدرانہ تادیب لطافت طبع نزاکت و طہارت نفس حسبی شرافت نسبی نجابت میں شہرۂ آفاق ہو۔ فصیح و بلیغ شجاع و بہادر کریم النفس و سخی خاشع و خاضع مہمان نواز و متواضع اور اپنے زمانہ میں کیفیات روحانیہ کی قوت و طاقت میں فرد اور یکتا ہو۔

تیرھویں صدی کا یہ گوہر شہوار و دُر فرید جس نے مادر گیتی کی گود کے محترم حصہ اور بزرگ خطہ یعنی گنگوہ کے قصبہ میں جلوہ افزائی فرمائی تھی کئی لاکھ مسلمانوں کے دینی باپ اور کئی سو علماء کے سردار و پیشوا ہندوستان کے مایۂ فخر و ناز حضرت قطب عالم مرشد برحق مولانا الحافظ الحاج الشیخ مولوی رشید احمد صاحب قدس سرہ العزیز محدث گنگوہی ہیں اطاب اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ حق تعالیٰ اس پاک ذات کے طفیل میں ہم سیاہکاروں کی مغفرت فرمائے اور اس مقدس تذکرہ کو جو حضرت ممدوح کے نام نامی کا شرف پائے ہوئے ہے قبول فرما کر مجھ ناکارہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے آمین ثم آمین۔

حضرات ناظرین سے درخواست ہے کہ اِس تحریر میں جو غلطی پائیں اِس فقیر کی زلت پر محمول فرماکر بنظر کریمانہ اصلاح فرمادیں تاکہ آیندہ جب طبع ہو صحیح طبع ہو۔ یہ کم مایہ حقیر بدنام کنندۂ نکو نامان جو کچھ اِس سے ہوسکا اپنے شیخ کا شیوِ مذکرہ سمجھکر سب سے پہلے اپنے حضرت مولانا المولوی خلیل احمد صاحب و مولانا مولوی محمود حسن صاحب و مولانا مولوی عبد الرحیم صاحب کی نذر گزرانتا ہے اور من بعد تمام اخوان طریقت کو ہدیۃً پیش کرکے ستدعی ہے کہ مؤلف کے حق میں بھی دعائے خیر فرمادیں کہ رضائے حق نصیب ہو اور خاتمہ بالخیر۔ اسکے بعد یہ بھی درخواست ہے کہ آپ صاحبوں کو سوانح کا مطالعہ کرنے میں جسوقت جو بھی مضمون نیا یا کوئی مستند قصہ یاد آتا جائے اُسکو اسی کتاب کے حاشیہ پر لکھتے جائیں تاکہ طبع ثانی میں وہ زیادتی آپ کے نام پر درج ہو اور آپ کے لئے ذریعہ ترقی مراتب دین بنے حق تعالیٰ اِس یادگار ذکر کو تا ابد الآباد قایم رکھے اور دن دونی رات چوگنی ترقی مرحمت فرماکر اہل عرفان و محبّان سنّت و اہل سنّت کی لذّت کا سبب بنائے آمین وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ٭

اطلاع

اِس مبارک تذکرہ کا نام **تذکرۃ الرشید** رکھا گیا ہے۔ چونکہ اپنے دینی بھائیوں کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہے اسلئے گو برائے نام قیمت رکھدی گئی ہے مگر غربا کی غربت اور اُمراء کی تونگری کا لحاظ ضرور قائم ہے اسمیں سے سو نسخہ وقتاً فوقتاً ضرورت ثابت ہونے پر مفت نذر ہوں گے اور استطاعت و مقدرت والے اہل ہال اصحاب سے جو کچھ بھی وہ قیمت دیں قبول کیجائیگی اور یہ اُنکی توفیق پر موقوف ہے کہ کچھ نسخہ خرید فرماکر غیر مستطیع یا کم استطاعت اصحاب کی رعایت کے لئے دفتر ہی میں چھوڑ دیں کہ عند الحاجت اُنکی توکیل نافذ ہو اور وہ مستحق ثواب بنیں۔ چونکہ اسکی طیاری واہتمام میں مبشرات منامیہ نے مقبولیت کا غالب گمان دلایا ہے اِس لئے اُمید ہے کہ انشاء اللہ اطراف عالم میں پہونچے گی اور کسی وقت کوئی چیز ہوگی۔ جو صاحب بھی اسکو ملاحظہ فرمادیں کسی زمانہ اور کسی ملک میں کیوں نہ ہوں مؤلف اور اُسکے اکابر و اعوان کے لئے ضرور دعائے خیر فرمادیں فقط ٭

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ولادت

شاد باش ای خستۂ ہجرانِ بلا	گر پے دردِ تو درمان میرسد	تازہ باش ای تشنۂ وادیٔ غم	گر برایت آبِ حیواں میرسد
در دلِ افسردہ روحے میدمد	مژدہ حق را مژدۂ جاں میرسد	دور شو ای ظلمتِ شامِ فراق	کآفتابِ وصلِ تاباں میرسد
شوق کن ای بلبلِ گلزارِ عشق	کاں گُلِ نو از گلستاں میرسد	بہرِ ارشادِ خلق مے آید رشید	قطبِ عالم بحرِ عرفاں میرسد

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ۶- ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ہجری نبوی کو یوم دوشنبہ چاشت کے وقت اس گہوارۂ عالم فانی میں قدم رکھا یعنی قصبۂ گنگوہ ضلع سہارنپور محلہ سرائے میں خانقاہ شیخ المشائخ مولانا عبد القدوس گنگوہی کے متصل اُس جدی مکان میں باوان مسعود و زمان محمود آپ کی ولادت شریفہ ہوئی جو درگاہ حضرت شیخ کے شرقی سمت میں تخمیناً پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر واقع اور ابتک قایم ہے گویا دوشنبہ کی ولادت میں غیر اختیاری سنت نبویہ کا شرف حاصل فرما کر بخبر کانوں میں یہ مژدہ پہونچایا کہ اے بطحائی پیغمبر کی طرز معاشرت و تحصیل معاد سے غافل ہوجانے والو ہوشیار ہوجاؤ" خواب غفلت سے جاگو" اور اُس تعلیم صادق کے اُمیدوار و منتظر ہو جو مُردہ سُنتوں کی احیاء اور متروکہ طرق نبویہ کے رائج و نافذ ہونے کے متعلق خالق جل و علیٰ شانہٗ کو میرے ہاتھوں لینی اور مجھے نائب رسول بنا کر شنبہ کر دینے والا مئی سنت محمدیہ قرار دینا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ماں اور باپ دونوں سلسلوں سے شریف النسب یعنی نجیب الطرفین شیخ زادہ انصاری اور ایوبی النسل تھے چنانچہ باپ کیجانب سے خاندانی سلسلہ جسکو حضرت نے خود بیان فرمایا تھا اسطرح ہے مولٰنا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر بن قاضی محمد اسلم الانصاری الایوبی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

اور ماں کیجانب سے سلسلہ نسب جسکو حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب نے خاندانی شجرہ محفوظہ سے نقل کرایا یوں ہے مولانا رشید احمد صاحب بن سماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد بن فتح محمد بن تقی محمد بن صالح محمد بن قاضی محمد کبیر الانصاری بن قاضی امین الدین عرف قاضی امین بن خواجہ فرید بن خواجہ شاہ بن خواجہ محمد فاضل بن خواجہ ہاشم بن خواجہ علاؤ الدین بن خواجہ رکن الدین بن خواجہ نجم الدین بن خواجہ شرف الدین بن خواجہ بڈھا بن خواجہ عبد المجید بن خواجہ کبیر بن خواجہ رکن الدین

بن خواجہ شرف الدین بن خواجہ تاج الدین بن خواجہ منہاج الدین بن خواجہ ہاشم بزرگ بن اسمٰعیل بن خواجہ عبداللہ ہراتی بن خواجہ ابو محمد منصور بن خواجہ علی بن خواجہ محمد بن خواجہ احمد بن خواجہ جعفر بن ابی منصور بن ایوب بن الشیخ ابی ایوب الانصاری کہ اصل نام پاک آں صحابی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم خالد بود رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نسبی سلسلہ جدہ کی طرف سے گیارہویں پُشت پر حضرت امام ربانی غوث صمدانی قطب العالم شیخ المشائخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے جا ملا ہے اسلئے کہ حضرت کے جد بزرگوار یعنی جناب قاضی پیر بخش مرحوم کی والدہ ماجدہ شیخ محمد صلاح کی صاحبزادی تھیں جنکا نام مسماۃ بُولی تھا اور شیخ محمد صلاح کے جد سابع حضرت شیخ الشیوخ عبدالقدوس گنگوہی ہیں چنانچہ سلسلہ اس طرح ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن مسماۃ بُولی بنت محمد صلاح بن محمد صالح بن الشیخ عبدالاحد بن محمد طاہر بن فتح اللہ بن عبدالصمد بن عبدالحمید بن الشیخ الامام الہمام الاکمل عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد یعنی سلسلہ نسب سے معلوم ہونے والی پاک اصلاب کا جدا جدا تذکرہ معلوم ہونا گو چنداں دشوار نہیں ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اصل مقصد یعنی سوانح رشیدی سے بُعد ہو جائیگا اسلئے چھوڑا جاتا ہے ہاں اس مقدس تذکرہ کو وضاحت کے لئے جن مبادی کی ضرورت ہے اُنکا ذکر چونکہ لازمی ہے اس لئے سب سے اوّل یہ جتلا دینا ضروری ہے کہ حضرت مولانا کے شریف النسب اور نجیب الطرفین ہونے کے لئے بلکہ محبت وعظمت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث بننے کے لئے یہ جلالت نسبی کافی ہے کہ آپ کے جد امجد حضرت مولانا ابو ایوب انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مہاجر ماہتاب رسالت کو مدینہ منورہ میں اپنے مبارک مکان کے اندر جگہہ دی اور اُس نعمت خداوندی کے بھرپور خزانہ کی تقسیم کا شرف اپنے میمون منزل کے دامنوں میں حاصل کیا جسکو اہل مکہ نے نا قدردان بنکر اپنے سے علیحدہ کیا تھا اُس جاں نثار میزبانِ رسولؐ کے شیریں تذکرہ اور لذت والے نام سے کون مسلمان ہے جو ناواقف ہو اور اس خوش نصیب حامی وناصر دین شیخ کی قابل فخر عزت اور تا قیامت مشہور رہنے والی خدمت سے کونسا کان ہے جو آشنا نہیں ؎

مبارک منزلے کان خانہ را ماہے چنیں باشد ہمایوں کشورے کان عرصہ را شاہے چنیں باشد

اس لازوال دینی دولت سے مالامال ہونے والے اور سلطان دین کی اَن گنت بخششوں سے گودیں بھرنے والے صحابی کی نسل میں اگر ایسے دُرِ فرید اور بے بہا لعل پیدا ہوں جو ضعف ایمانی کے وقت سب سے پہلے اپنے قدم ٹھہرا دیں اور تلف ہونے والی دینی نعمتوں سے گود بھریں مُردہ سنتوں کو زندہ کریں اور غفلت کی نیند سوئے ہوؤں کو جگائیں،

تو تعجب ہی کیا ہے آخر سلطانی میزبانی کا صلہ وانعام اور سلطان دین کے قدموں کی برکت کا اثر کچھ تو قیامت تک ضرور قایم رہے اور وہ یہی ہے کہ جس گلاب کے تختہ پر سلطانی تخت اوّل جلوہ افروز ہوا وہ قیامت تک کے لئے سدا بہار بنگیا اور کبھی نہ کبھی آخری زمانہ کو پہلی بہار کی جھلک دکھلانے کے لئے ضرور قابل حیرت روش پر پھیلا اور پھولا کھلا اور مہکا ادھر دسویں صدی میں عالم کے دماغ معطر کرنیوالا شاداب پھول یعنی شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا وجود باجود ارض ہندوستان کے لئے مایۂ ناز اور نسل نعمانی و ذریت بوحنیفہ کوفی میں وہ آفتاب ہدایت تھا جس نے دنیا میں چھائی ہوئی ظلمت و تاریکی پر نور عرفان وضیاء ایقان کی چمکدار شعاعیں ڈالیں اور دل آویز مہک سے عالم کے دل موہ لئے پس نسل ایوبی و ذریت نعمانی میں اُس خلف الصدق کی ضرورت تھی جو ہر دو اجداد کے ظاہری و باطنی فیضان سے مستفیض اور شریعت و حقیقت کے شمس و قمر کی نورانی شعاعوں سے بہرہ یاب ہو کر گمراہ ہونے والی مخلوق کا ہادی و راہبر قرار پائے اور نیابت رسالت کا حق ادا کرے۔

شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳-جمادی الآخر ۹۴۵؁ ہجری کو اِس عالم سے جسمانی انقطاع فرمایا اور تیسری صدی کا آخری سال ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ اس خاندان ایوبی کا نام باقی رکھنے والے اور قدوسی مسند کی عزت سنبھالنے والے نونہال نے اپنے وجود مسعود سے خانہ عالم معمور اور وہی قصبہ گنگوہ آباد کیا جس میں قدوسی خانقاہ اپنے شیخ کے سچے جانشین کی تلاش میں تین سو برس سے پریشان حال و ویران پڑی ہوئی تھی یعنی تیسری صدی کے پورے اختتام پر شیخ عبدالقدوس کے وصال کا سال اور مہینہ اور دن یعنی ۲۳-جمادی الآخر ۱۲۴۵؁ ہجری کا روز جب آیا ہے تو ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ پورے سات ماہ اور سات دن کی عمر پا چکے تھے فالحمد للہ علیٰ احسانہ۔

حضرت مولنا رحمۃ اللہ علیہ کی دادھیال در اصل قصبہ رامپور ضلع سہارنپور ہے مگر چونکہ حضرت کے دادا جناب قاضی پیربخش صاحب مرحوم نے گنگوہ کو وطن بنا لیا اِسلئے آیندہ نسل کا انتساب گنگوہ کیجانب ہوا اور تبدیل وطن کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب قاضی پیربخش صاحب مرحوم کے ماموں زاد بھائی شاہ قطب علی صاحب مرحوم گنگوہ کے باشندے تھے شاہ صاحب پر بعض بنی اعمام اور کنبہ کی طرف سے مخالفانہ حملے ہوتے رہتے تھے یہانتک کہ بعض معاملات میں مخالفت و عناد حد کو پہونچ گیا اور اجتماعی قوت سے صرف یورش ہی نہیں بلکہ شاہ قطب علی صاحب کے قتل کے منصوبے اور جان سے مار ڈالنے کی تدابیر سوچی جانے لگیں۔ شاہ صاحب اوّل تو یکہ و تنہا سینہ سپر بنے ہوئے مردانہ وار ایذائیں سہتے رہے آخر قتل کے منصوبوں کی خبر نے جب پریشان کر دیا تو شاہ صاحب نے چار طرف

نظر اٹھا کر دیکھا اور سوائے اپنے پھوپی زاد بھائی جناب قاضی پیر بخش صاحب مرحوم یا انہیں کے دیگر رشتہ داروں کے اور کسیکو اپنا نہ پایا چنانچہ اپنی نازک حالت اور معرض خطر میں پڑی ہوئی جان کی مصیبتیں بھائی کو لکھ بھیجیں اور خواہش کی کہ جسطرح ممکن ہو تم معہ دیگر اقارب کے گنگوہ چلے آؤ تاکہ ادہر میری ڈہارس بندھے اور کمر مضبوط ہو اور ادہر مخالفین پر دباؤ پڑے اور ہیبت چھائے۔ یہ رامپوری خاندان ایوبی بڑے دل جگر کے لوگ تھے خصوصاً قاضی پیر بخش صاحب مرحوم تو دلیری و بہادری اور جرأت و شجاعت میں کئی قصبوں کے اندر مشہور تھے گولی لگانے اور تیر چلانے میں نہایت مشاق تھے آخر عمر میں نابینا ہو گئے تھے مگر نشانہ اندازی کی مشق و مہارت کا یہ عالم تھا کہ محض حرکت محسوس کر کے بلا نظر آئے شکار کی صرف آواز پر گولی چلا دیتے اور ٹھیک نشانہ پر جا کر بیٹھتی تھی چنانچہ ایکمرتبہ درخت پر بیٹھے ہوئے بندر کی آہٹ پا کر بندوق کو سیدہا کر لیا اور لوگوں سے کہا کہ بندر کو بھگاؤ اور درخت کی شاخوں کو ہلاؤ چنانچہ ادہر حرکت ہوئی اور اُدہر دھم سے بندر زمین پر آگرا۔ پتوں کی کھڑکھڑاہٹ نے بندر کو جگہہ سے حرکت دی ہی تھی کہ ادہر گولی چلی اور اُدہر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غرض قاضی صاحب مرحوم چونکہ انصاری النسل تھے اسلئے اپنے مظلوم بھائی کی نصرت سے باز نہ رہ سکے گو وطن مالوف چھوڑنا پڑا مگر درخواست کا رد کرنا شان مروت و اصالت شرافت کے خلاف سمجھکر اُٹھ کھڑے ہوئے اور چند دوسرے کنبہ داروں اور خاص اقارب کو ہمراہ لیکر گنگوہ آ آباد ہوئے اسوقت قاضی صاحب کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ اِس نوعمری میں جبکہ عام طور پر یگانہ اور بیگانے میں تمیز بھی دشوار ہے کنبہ کو کنبہ سمجھنا قرابت داری کے حقوق کی نگہداشت ننہیال کا پاس و لحاظ معاونت و برادرداری وطن کا ہجران اور ایثار و نفع رسانی۔ مروت و وفا شجاعت و عالی حوصلگی وغیرہا خصائل محمودہ کے بیش بہا جواہرات اُسی پاک نفس صحابی اور جد بزرگوار خادم رسول اُمی کے حاصل کئے ہوئے شمائل تھے جو ودیعۃً یکے بعد دیگرے ارحام و اصلاب میں منتقل ہوتے چلے آتے تھے ورنہ کہاں رامپور اور کہاں گنگوہ کیسے ماموں زاد بھائی اور کیسی معاونت جسکو آجکل عام خیالات نے دوسرے کی بلا کا اپنے سر دھرنا اور کسی کی پھٹی چادر میں پاؤں ڈالنا سمجھ رکھا ہے قاضی پیر بخش صاحب مرحوم اس تقریب سے گنگوہ میں مدعو ہوئے اور یہیں قیام فرمایا شریف خاندان میں شادی ہوئی اور یہیں مولوی ہدایت احمد صاحب تولد ہوئے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔

مولانا ہدایت احمد صاحب کا قصبہ گنگوہ جسطرح مولد تھا اسی طرح تربیت کا گہوارا اور نشو و نما کا مسکن و ماوا بھی تھا کیونکہ مولانا مرحوم یہیں رہے سہے یہیں بڑھے اور جوان ہوئے اِسی قصبہ میں پہلے پھولے اور یہیں انصاری

خاندان میں مولانا محمد تقی صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ شادی ہوئی۔ مولانا محمد تقی صاحب مرحوم مولوی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے بڑے بھائی تھے جو ایام غدر میں شہید ہوئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مولانا محمد تقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قدس سرہ کے خسر بھی ہیں اور ماموں بھی کیونکہ آپکی صاحبزادی بی بی خدیجہ حضرت مولانا قدس سرہٗ سے بیاہی تھیں۔ یہی عفت مآب خاتون جنکو قطب عالم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا صاحبزادگان جناب حکیم مولانا مولوی مسعود احمد صاحب اور مرحوم ومغفور مولانا مولوی محمود احمد صاحب ونیز صاحبزادی صاحبہ صفیہ خاتون سلمہا زوجہ محمد ابراہیم صاحب کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں مقدس عالم اور دینی مقتدا بزرگ تھے اپنے علم پر عامل اور ریاضت کیش صاحب دل شیخ تھے علم ظاہری یعنی شریعت میں علماء اہل خانقاہ خاندان حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا اور علم باطنی یعنی طریقت میں شاہ غلام علی صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے توسل وتعلق ارادت قائم تھا چونکہ مولانا مرحوم اپنے شیخ کے مخلص عقیدتمند اور منظور نظر مرید تھے اسلئے مولویت وعلم شریعت بیضاء کے ساتھ اصلاح نفس اور سلوک وتصوف کے دریائے مواج کا بھی وافر حصہ لئے ہوئے تھے۔ زود نویسی اور خوشخطی میں اسقدر مشاق تھے کہ کتابیں کی کتابیں لکھ ڈالیں اور قلمبرداشتہ بھی لکھیں تو ایسی صاف اور خوشخط گویا ہار میں موتی پرودئے چنانچہ مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی متعدد کتابیں ابتک موجود اور قلمی نسخوں میں صاحبزادہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب کے صندوق میں رکھی ہوئی ہیں۔ جناب مولوی ہدایت احمد صاحب کو عملیات اور تعویذ گنڈوں سے بھی مناسبت تھی۔ حُب وبغض اور تسخیر وغیرہ اعمال کا فی الجملہ شوق تھا۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ مولانا اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیطرف سے مجاز یعنی خلیفہ طریقت بھی تھے

مولانا مرحوم نے ساڑھے پینتیس سال کی عمر میں بماہ جمادی ۱۲۵۲ھ ہجری بمرض ماشرہ گورکھپور میں انتقال فرمایا۔ جسوقت یہ باپ کا سایہ عاطفت حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے سر سے اُٹھا ہے اُسوقت حضرت کی عمر صرف سات برس کی تھی اور اِس یتیم نونہال کی پدرانہ پرداخت آپکے جدامجد قاضی پیر بخش صاحب کے حوالہ ہوئی مولوی ہدایت احمد صاحب کے دو صاحبزادے اور تھے جنمیں ایک حضرت مولانا سے چند سال بڑے اور فارسی کی ابتدائی کتابوں میں حضرت مولانا کے اُستاد بھی تھے جنکا نام مولوی عنایت احمد تھا اور دوسرے حضرت مولانا سے چھوٹے جنکا نام سعید احمد تھا انہوں نے والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد بعمر نو سال وفات پائی۔ تینوں حقیقی بھائیوں کی دو بہنیں تھیں جنمیں ایک بہن حقیقی سب میں بڑی مسماۃ فصیحا ہیں اور دوسری بہن علاتی تھیں جنکا نام امۃ الحق تھا ؞

طفولیت

بچپن کے مفصل واقعات کا معلوم ہونا کوئی آسان بات نہیں ہے اور سبب یہ ہے کہ کوئی شخص دینی یا دنیاوی حیثیت سے کیسا ہی بڑا کیوں نہو اُسکے زمانہ طفولیت میں کسی کو کیا خبر ہے کہ آگے چلکر اس نونہال خوبی کی کہاں کہاں شاخیں پھیلیں اور کس کس مقام تک اسکی تازگی و شادابی اپنا اثر پہونچائیگی۔ باغ کا وہ پھلدار درخت جسکو آج نظر بد سے بچانے کی تدبیریں کیجاتی ہوں اگر باغبان سے اُسکے ابتدائی نشو و نما کے ہر لحظہ و ہر حال کی کیفیت دریافت کیجائے تو شاید اس حد تک نہ بتا سکے جیسا کہ اُسکی موجودہ ترقی معلوم کرنا چاہتی ہے کیونکہ ابتدائی حالت میں اس درخت کی پیشانی پر یہ لکھا ہوا نہ تھا کہ کسی زمانہ میں باغیچہ کا سرمایۂ ناز بنے گا ہاں اجمالی کیفیت کے درجہ میں صرف اتنا کہا جا سکتا ہے کہ "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات"۔ بزرگانِ دین و مشاہیر سلف کی سوانح کے ورق اُلٹئے اور صفحات پر نظر ڈالئے تو اس مضمون کی سچائی ظاہر ہو جائیگی کیونکہ نکونامانِ عالم اور صفحہ ہستی پر آب زر سے لکھے ہوئے نام والے حضرات کے تمام حالات مصنفین نے شرح و بسط سے لکھے مگر جسوقت ماں کی گود میں شفیق ہاتھوں کی تھپکیاں کھا کھا کر سونے کے وقت کی حرکات کا حال اُنہیں مصنفین سے پوچھا جائے تو سوائے خاموشی کے اُن کے پاس کوئی جواب نہوگا۔ اِس بات خیالی کی جھلک حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک کے سوانح میں نظر آتی ہے کیونکہ آپکی جلالت شان و رفعت مکان اور علو مرتبت و بلندی منزلت آپ کے حالات طفولیت کو جس بسط و تفصیل کے ساتھ مقتضی ہے مصنفین و سیاحان احوال اُسکا عشر بلکہ ہزارواں حصہ بھی پورا نہ کر سکے اور اگر نیچے اُتر کر خواص صحابہ اور نیچے اُتر کر خاص اصحاب اور پھر نیچے اُتر کر عام خدام و جاں نثاران رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات طفولیت دریافت کیجئے تو بالکل ہی مطلع صاف ہوا جاتا ہے۔ غرض مشیت ایزدی اور عادت اللہ کا مقتضے و منشا اپنے مقبولین کے لئے سدا یہی قایم رہا ہے کہ اُنکا بچپن کا زمانہ آنے والے زمانہ کے مقابلہ پر ایسا گُم صُم گزرے کہ نہ دشمنوں کو دشمنی و ایذا رسانی کا موقع ملے اور نہ شفقت و خدمت کرنے والوں کو قبل از وقت اعانت و ہمدردی کا بس یہ نا و یہ خمول کی گزران اور غیر مشہور حال کے ساتھ نشو و نما ہمعصر و ہم عمر احباب بلکہ مربی و سرپرست بزرگوں کو بھی اسطرف توجہ نہیں دلاتی کہ وہ اس زمانہ کے حرکات و سکنات کو قصص و حکایات کے طور پر یاد رکھیں اور کسی زمانہ میں دریافت کرنے والے مشتاق خادموں کو بتلا سکیں۔

بدیں وجہ حضرت مولانا قدس سرہ کے حالات طفولیت کما ہی حقہا مجھے باوجود کوشش معلوم نہو سکے ہاں مقتضائے

پوت کے پاؤں گہوارے میں معلوم ہوتے ہیں" یہ ضرور معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ شانہ نے علماء زمانہ کے مقتدا بننے والے امام کو ابتداء ہی سے عادات حمیدہ اور خصائل پسندیدہ کے ساتھ سنوارا اور آراستہ فرمایا تھا بچپن ہی میں آپ خدا ترس و رحمدل عابد خوش خلق متین و سنجیدہ غیور و باحیا صابر و مستقل مزاج حلیم و بُردبار مہذب و باادب اور بہایت درجہ سلیم الطبع ثابت ہوچکے تھے۔ آپکو ضد اور اصرار ہٹ دہرمی و شرارت چھچھورا پن اور بے تہذیب و غیر تربیت یافتہ بچوں کی عادتوں سے طبعاً نفرت تھی۔ آپ کا یہ سات سالہ عمر تک ناز پروردگی اور لاڈ پیار کا زمانہ اور آٹھویں سال یتیمی یعنی سرپرست و مربی کا سایہ سر سے اٹھ جانا جن عادات کو مقتضی ہے اُن بدخصلتوں کا آپ میں نام بھی نہ تھا۔ آپ نے جسوقت اپنے سب سے پہلے اُستاد میانجی قطب بخش صاحب گنگوہی مرحوم کے سامنے کتاب رکھی ہے تو چند ہی روز میں اُستاد کی زبان سے ذہانت و ذکاوت اور قوت حافظہ و یادداشت کے متعلق تعریفی الفاظ سُن لئے۔ میانجی مرحوم چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ننہیال کی طرف سے قریبی رشتہ دار بھی ہوتے تھے اسلئے مہربانی زیادہ فرماتے تھے مگر اسکے ساتھ ہی اُس تشدد سے غافل نہ ہوتے تھے جو اُستادانہ حیثیت سے کرنیکی ضرورت ہوتی تھی۔ میانجی صاحب مرحوم کی خدانخواستہ بدی نہیں کیجاتی ضمناً و تبعاً اسکے اظہار کی حاجت ہوئی کہ پدرانہ شفقت و بزرگانہ عاطفت کی بنا پر بے تکلفانہ اپنے شاگردوں کے مُنہ سونگھکر معلوم فرماتے کہ کچھ کھا کر آئے ہیں تو دریافت فرماتے کہ کیا کھا کر آیا ہے اور جب شاگرد بتاتا کہ فلاں چیز پکی تھی وہ کھا کر آیا ہوں تو سادگی کے ساتھ فرماتے کہ "واہ میاں خود کھا کر چلے آئے ہمارے لئے لیکر نہ آئے" حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس قصہ کے بعد سے یہ معمول ٹھیرا لیا تھا کہ جو چیز بھی گھر سے اپنے آپکو ملتی وہ خود نہ کھاتے بلکہ جیب یا دامن میں رکھ لیتے اور مکتب میں آتے ہی اُستاد یعنی میانجی صاحب کی نذر کر دیا کرتے تھے۔" اِس معمولی قصہ سے اُستاد کی وقعت و عزت اور ایثار و قلت حرص خدمت و رضاجوئی اساتذہ اور اشارہ پاکر گہرے مضمون کے سمجھنے کی فراست و استعداد اور اُسپر عمل کی توفیق و رہبری کے وہ عالی مضامین نکلتے ہیں جنکی بچوں کو تو کیا معنی سمجھدار جوانوں کو بھی پروا نہیں ہوتی اور سب پر طرہ یہ کہ کئی دن تک گھر والوں کو اسکی اطلاع بھی نہوئی کہ صاحبزادے اپنا حصہ اپنے اُستاد کی نذر گزرانتے ہیں مگر چونکہ اس حصہ کے لیجانے کو جیب یا دامن کے علاوہ تیسرا ظرف نہیں تھا اسلئے کئی دن کے بعد چکنے کپڑے پاکر متعلقین نے دھمکایا اور سبب پوچھا تب قصہ معلوم اور سربند راز آشکارا ہوا۔

ایکمرتبہ کسی واقعہ سے سبق حاصل کرلینا اور آئندہ اُسکا خیال و لحاظ رکھنا آپکی ابتداء ہی سے عادت ہوگئی تھی آپکی عمر کا چوتھا یا پانچواں سال تھا کہ آپکی والدہ ماجدہ نے آپکو اور آپ کے بڑے بھائی مولوی عنایت احمد

صاحب کو پینے کے لئے کچھ دودھ بانٹ دیا جس پر حضرت نے بتقاضائے عمر کچھ حجت فرمائی اور زیادتی کے متعلق اصرار کیا آپ کے بڑے بھائی مولوی عنایت احمد صاحب نے چھوٹے بھائی کی اس حجت و اصرار کو بزرگانہ شفقت کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنا حصہ پینے کے بعد حضرت کا حصہ بھی نوش جاں فرما گئے۔ حصہ کا قصہ تو ختم ہو لیا مگر حضرت مولٰنا نے اسی عمر میں یہ سبق پالیا کہ حجت و اصرار اور ہٹ یا ضد کرنے کا ثمرہ اپنا نقصان اور حق کا ضائع کر دینا ہے چنانچہ پھر مدت العمر کسی چیز پر ضد نہیں کی جو چیز جتنی بھی ملگئی بخوشی لیلی اور راضی ہو کر قبول فرمالی بلکہ خود یوں فرمایا بھی کرتے تھے کہ مجھے دودھ کے قصے سے یہ تجربہ حاصل ہو چکا ہے کہ ضد کرنے کا نتیجہ اپنے اصل حصہ سے بھی محروم بنجانا ہے ؎

ایک متغائے جوانمردی ہے ناسخ ترک حرص عمر بھر میں ہے دم آب اکتفا تلوار کو

آیام طفولیت میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ بخار میں مبتلا ہوئے اور مرض کو اسقدر امتداد ہوا کہ کامل چار سال تک بخار نے پیچھا نہ چھوڑا۔ آیام مرض اور اثناء معالجہ میں طبیب نے صرف مونگ کو غذا بنا دیا اور تمام اشیاء سے پرہیز کرا رکھا تھا چنانچہ حضرت نے اس طویل مدت تک مونگ ہی پر اکتفا فرمایا اور متواتر چار سال مونگ کی دال اور مونگ کی روٹی یا مونگ کی کھچڑی تناول فرمائی نہ کبھی اکتائے نہ گھبرائے نہ شکایت کی نہ رونی صورت بنائی نہ دوسری چیز کی خواہش کی اور نہ اس ایک قسم کے کھانے سے جی پر میل لائے قصہ تو معمولی ہے مگر حضرت کی استقامت و پختگی اور زہد و قناعت صبر و تحمل اور علو ہمت و استقلال کے اُن بیش قیمت جواہرات کا پتہ لگتا ہے جو حق سبحانہ نے آپکے اُس جسم خاکی میں ودیعت رکھ چھوڑے تھے جسکو ترویج شریعت نبویہ اور احیاءِ سُننِ مصطفویہ کی شاقہ محنتوں میں استقامت و پختگی اور صبر و تحمل برت برت کر فنافی الاسلام ہو جانا تھا ورنہ ایک طعام پر گزران کیسا ہی لذیذ طعام کیوں نہ ہو جوان بلکہ بوڑھے تجربہ کار مردوں کی ہمت سے بھی خارج ہے مسلمانان بنی اسرائیل کا غیبی لذیذ غذا یعنی من و سلویٰ پر بھی اکتفا نہ کر سکنا اور آیت مقدسہ وَاِذْ قُلْتُمْ یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّکَ یُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا اس مضمون کو اچھی طرح واضح کر رہی ہے۔

چار سال بخار میں مونگ پر گزران اور قناعت

آپکی عمر شریف کو چھٹا یا ساتواں سال تھا کہ آپکو آپکے چچازاد بھائی جناب عبد اللہ اور محمد حسن صاحبان کھیلتے کھیلتے اپنے ہمراہ قصبہ انبہٹہ لیکر جا پہونچے۔ چچازاد بھائیوں کی ہمراہی اور طفولیت میں کھیل کود کی رغبت نے پانچ چھ میل کی مسافت تو ہنستے بولتے قطع کرادی بچپن کی اُمنگ اور ہمجولیوں کی معاشرت نے پاؤں کو پتہ بھی نہ لگنے دیا کہ کب گنگوہ گیا اور کسوقت انبہٹہ آیا۔ مگر انبہٹہ پہونچکر حضرت مولانا کے انقباض اور شرم و غیرت میں ڈوب

راستبازی و فرزندی

ڈوب جانیکی جو کیفیت ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔ حیا کے باعث پیشانی ہی پر پسینہ نہ تھا بلکہ تمام جسم گویا نہایا ہوا تھا نظریں جھکی ہوئی اور آنکھیں جھپی ہوئی اُس اندرونی حالت کا پتہ دے رہی تھیں جو غیر تمند دل میں چکر لگا رہی تھی آپ متحیر و سرگرداں قدم اُٹھاتے عزیز بھائیوں کے ساتھ چلے جاتے تھے مگر اس فکر میں مستغرق تھے کہ یہ دونوں صاحب تو اپنی خالہ کے یہاں جا ٹھیرینگے مگر اے طفیلی مہمان تو کسی کے گھر ٹھیر کر کس غیرت کے تقاضہ سے روٹی کھائے اور رات گزارے گا" مگر چونکہ وقت ناوقت ہو چکا تھا اسلئے واپس بھی نہ ہو سکتے تھے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن عجیب شش و پنج میں گرفتار تھے آخر تنہا رات کو لوٹ جانے کی ہمت نہ پاکر "قہر درویش بجان درویش" چچازاد بھائیوں کے ساتھ شب گزاری اور صبح ہی مکان واپس ہوئے۔ بلا اطلاع گھر سے باہر رات گزارنے کی وجہ سے گھر والوں کی جس پریشانی میں رات کٹی ہوگی وہ ظاہر ہے آخر دن نکلنے پر ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک نے جب مراجعت کی اور آپ سے حال پوچھا گیا تو آپنے بالکل صحیح صحیح قصہ کہہ سنایا اور بیان کر دیا کہ "میں تو جاتا نہ تھا بھائی عبداللہ ضد کر کے ساتھ لے گئے اور مجھے دوسرے گھر روٹی کھلائی۔ بلا تعلق مجھے اجنبی جگہہ روٹی کھاتے جیسی شرم آئی ہے میرا ہی دل خوب جانتا ہے میں نے روٹی کیا کھائی روٹی نے مجھے کھایا"

ساڑھے چھ سال کی آپکی عمر تھی یعنی ساتواں سال کم و بیش آدھا گزر چکا تھا کہ ایک عجیب قصہ پیش آیا جس میں استقلال و توکل کی کرامت معنویہ کے ساتھ بچپن کے زمانہ کی کرامت حسیہ اور مقبولیت بارگاہ احدیت کا پتہ چلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ حضرت ابتدا سے نماز کے شوقین اور اس درجہ پابند تھے کہ کیسے ہی کھیل یا بچپن کے کسی تفریحی شغلہ میں کیوں نہ مشغول ہوں نماز کے وقت فوراً ترک کرتے اور مسجد میں آکر اکثر باجماعت نماز پڑھا کرتے تھے۔ گویا آپ لہو و لعب کے موسم ہی میں یہ مضمون سمجھ چکے تھے کہ ہ فکر فردا روز اول ہی سے رکھنا چاہئے پیش و پس جس شخص نے سمجھا وہ آخر میں ہوا ✦ آپ قصبہ سے باہر ٹہلتے ٹہلتے جنگل کیجانب تشریف لے گئے شام کا سہانا وقت تھا ٹھنڈی ٹھنڈی ہواؤں کے جھونکے دل کی بند کلیاں کھلا رہے تھے یہاں تک کہ عالم کو منور کرنے والے آفتاب نے افق مغرب کے قریب پہونچکر حق تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے بندوں کے دروازۂ دل پر دستک دی اور کہا کہ چلو مسجد کی جانب لپکو کیونکہ مغرب کا وقت قریب ہے، " حضرت مولانا گو طفل شش سالہ تھے مگر اپنے مولیٰ کی یاد میں گویا شیخ عبادت گزار تھے اسلئے فوراً گھر کیجانب پلٹے عباسی کے پھولوں کی دو چھڑیاں ہاتھ میں تھیں اور مسجد کیجانب جلد جلد قدم اُٹھ رہے تھے اول گھر پہونچے اور ماں سے یہ کہکر کہ " اماں جلدی لوان چھڑیوں کو رکھو میں نماز پڑھنے جاتا ہوں " جھپٹے ہوئے مسجد میں آداخل ہوئے۔ باوجود اس عجلت کے یہاں

جماعت کھڑی ہو چکی تھی وضو کے لئے پانی لینے کنوئیں پر آئے تو لوٹے خالی پائے دیر میں دیا اور ہوئی غرض گھبرا کر پانی کھینچنے کے لئے ڈول کنوئیں میں ڈالا دل نماز میں تھا اور ہاتھ ڈول رسی پر دھیان شرکت جماعت میں تھا اور نگاہ کنوئیں کی من پر ایک پریشان حالت تھی جس میں ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے کہ رسی پاؤں میں الجھی اور حضرت مولانا دھم سے کنوئیں میں گر گئے۔

کنوئیں کی من کے اوپر سے گہرے کنوئیں میں گر نیکا دھیان کیجئے اور حق تعالیٰ کی محافظت و نگہبانی کو دیکھئے کہ اس یوسف ثانی کا بال بھی بیکا نہوا کیونکہ آپ کنوئیں میں جسوقت گرے ہیں پانی نے اپنی گود پھیلا کر آپکو لیا اور نہایت آہستہ سے جکولا دیکر نیب کی اُس جڑ پر بٹھا دیا تھا جو تہ میں جمی اور سطح پر اُبھری ہوئی تھی۔

حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب کا یہ بیان ہے کہ چونکہ ڈول رسی آپ کے ساتھ ہی کنوئیں میں گئی تھی اسلئے قدرت نے ڈول کو اُلٹا کر کے آپکو اوپر بٹھا دیا اور آپ بآرام اسطرح تیرتے رہے جسطرح کسی چھوٹی سی ڈونگی کے ملائم گدے پر کوئی شخص بیٹھکر پانی کی سیر کرے بہرحال اختلاف روایت ہمارے اصل مطلب کے لئے مضر نہیں ہے کیونکہ نتیجہ ہر دو صورت میں یہی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے قدرتی حفاظت کے گہوارہ میں آپکو جگہ دی اور ظاہری اسباب کے توسط بغیر آپ کے بدن پر مطلق آنچ نہیں آنے دی۔ جسوقت آپکے گرنے کی آواز اور دھما کا ہوا ہے مغرب کی ایک رکعت ہو چکی تھی۔ نمازیوں کو دو رکعت کا پورا کرنا دشوار ہو گیا آخر سلام پھیر کر لوگ کنوئیں کیجانب لپکے اور حضرت کے دادی صاحبہ کے بھائی سید فیض علی صاحب نے کہا کہ "یہ گرنے والا تو رشید احمد معلوم ہوتا ہے"۔

نماز کے بعد کنوئیں کی من پر ایک بھیڑ لگ گئی اور مجمع ہو گیا لیکن سب ایک دوسرے کا منہ تکتے اور پریشان حال بیکار کھڑے کنوئیں کو جھانک رہے تھے کہ اندر سے آواز آئی "گھبراؤ نہیں میں بہت آرام سے بیٹھا ہوں" غرض پیڑ ہا ڈالکر آپکو جسوقت باہر نکالا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ پاؤں کی چھوٹی انگلی میں خفیف سی خراش کے علاوہ کسی حصہ بدن پر مطلق چوٹ نہیں آئی۔ اِس قصہ سے استقامت و استقلال اور مصیبت سے نہ گھبرانا۔ اطمینان سے بیٹھا رہنا جماعت کے ختم ہونے اور نمازیوں کے سلام پھیرنے کا منتظر رہنا۔ کشائش و فرج من اللہ کا انتظار دوسروں کو اطمینان دلانا خدا پر توکل و اعتماد۔ اور مقدمات عبادت میں تکالیف کا ایسا تحمل کہ کلمہ شکایت زبان پر نہ آئے وغیرہ وغیرہ اُمور آفتاب روشن کی طرح ظاہر ہو رہے ہیں جنکا علٰحدہ علٰحدہ پایا جانا بھی مستقل خوش قسمتی پر دال ہے یہی ہیں معنی "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" کے اور یہ مطلب ہے "پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آنے کا"۔

اِس قصہ کے بعد جب حضرت مولانا کے والد جناب مولوی ہدایت احمد صاحب بتقریب رخصت آٹھ ماہ کلکتہ سے تشریف لائے تو مکتب کے سب بچوں کا امتحان لیا جن میں حضرت مولانا بھی شامل تھے چونکہ یہ سارے بچے ایک میانجی کے شاگرد اور نماز کا قاعدہ سیکھتے تھے اِس لئے اسی میں امتحان ہوا اتفاق سے اَلتَّحِیَّات خود میانجی صاحب کو غلط یاد تھی اسلئے بچوں میں جس بچہ نے بھی سُنائی بَرَکَاتُہ کو بہ تشدید رائے بَرَّکَاتُہٗ پڑھا مولانا ہدایت احمد صاحب نے اسکی تصحیح فرمائی اور کہا کہ بَرَکَاتُہٗ پڑھو سوائے حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے باقی سارے بچوں نے بہ تردد انکار کر دیا اور جواب دیا کہ ہم تو وہی پڑھیں گے جو ہمارے استاد نے پڑھایا ہے ہاں حضرت مولانا نے گردن جھکالی اور فرمایا کہ ”جو صحیح ہے ہمیں وہی ماننا چاہئے کوئی کیوں نہ بتلائے۔“

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سراپا ارشاد الحکمۃ ضالۃ المومن اخذھا حیث وجدھا کا معنی خیز مفہوم حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی گویا سرشت میں داخل اور گھٹی میں پلایا گیا تھا جسکا نتیجہ یعنی اتباع حق اور تردد وضد سے انکار آپکی طبیعت میں عمر بھر ہمیشہ قائم رہا یعنی تا زیست سچ کی تلاش و جستجو رہی اور جو مضمون ہدایت جسوقت اور جسطرح منکشف ہوا اوسکو سر پر رکھ لینے میں کبھی عار نہ آئی۔ مولانا ہدایت احمد صاحب کا یہ سفر دنیا کا آخری سفر اور وطن کا پھیرا زندگی کا آخری پھیرا تھا اِس ہشت ماہہ رخصت کے چھ ماہ وطن مالوف یعنی قصبہ گنگوہ میں گزار کر جب مولانا روانہ گورکھپور ہوئے تو صرف چند ہفتہ حیات رہکر عالم آخرت کی جانب راہی ہوئے گویا عارضی و ناپائدار وطن دنیاوی سے مراجعت فرماتے ہی آخرت کے لمبے سفر کی طیاری فرمادی اور رخصت کے ختم ہونے سے قبل پہنچے اور پائدار گھر اور ہمیشہ ہمیشہ کے اخروی وطن کی جانب متوجہ ہوئے اور وارالخلد کو مسکن بنا کر گورکھپور ہی میں دفن کئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؕ

حضرت مولانا قدس سرہ کی والدہ ماجدہ بھی نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ ولیہ خدا تھیں باوجود عورت ذات ہونے کے عورتوں جیسی ضعیف الاعتقادی بال اور بچوں پر دین و ایمان کی بربادی کو پاس بھی نہیں آنے دیا عقاید اسلام میں مضبوط ٹونے ٹوٹکوں سے طبعاً متنفر و خائف دیندار و پرہیزگار عورت تھیں اور کیوں نہ ہوتیں آخر ایسے قطب وقت کی حاملہ و مرضعہ بننے والی تھیں جس سے لکھوکھا مخلوق کو ہدایت اور پارسائی اور دین میں استحکام و مضبوطی کی تعلیم حاصل ہونی مقدر ہو چکی تھی۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے ایکمرتبہ اپنی طفولیت کا یہ واقعہ خود بیان کیا تھا کہ میری والدہ مرحومہ بیان فرمایا کرتی تھیں کہ رشید احمد! جب تو بچہ تھا تو مجکو اللہ بخش جن نظر آیا تھا میں نے دیکھا کہ وہ تیری

چارپائی کے پاس آکر کھڑا ہوگیا اور مجھ سے کہا کہ تو فلاں مزار پر عطر کے پھوئے چڑھا ورنہ میں تیرے لڑکے کو مار ڈالونگا "والدہ فرماتی تھیں کہ میں نے اُس سے کہا کہ اچھا مار ڈال تیرے سامنے لیٹا تو ہے" گنگوہ میں شاہ داؤد و شاہ صادق صاحب کا مزار ہے وہاں ایک طاق پر الٰہ بخش کے نام کے چڑھاوے چڑھتے اور عطر کے پھوئے رکھے جاتے ہیں والدہ فرماتی تھیں کہ جب کبھی الٰہ بخش نظر آتا اور یہ دھمکیاں دیتا اور ڈراوے دکھاتا تھا میں تو اسکو یہی جواب دیتی تھی کہ میں تو ہرگز بھی نہ چڑھاؤنگی اگر تجھ سے مارا جائے تو مار ڈال اس کو رے اور صاف جواب پر بھی تیرا بال بیکا نہ کرسکا اور مارنا تو مارنا تجھے کبھی ڈرا بھی نہ سکا۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ چونکہ بچپن ہی سے بالطبع سلیم القلب اور شیدائے سنت تھے اسلئے کبھی آپ نے اپنے مکان میں کوئی تصویر نہیں رہنے دی حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ساڑھے چار برس چھوٹی آپکی صرف باپ شالی علاتی بہن امۃ الحق بچپن میں گڑیاں کھیلتی تھیں حضرت قدس سرہ جسوقت باہر سے تشریف لاتے تو گڑیوں کو توڑ مروڑ کر پھینک دیا کرتے تھے۔

غرض حضرت مولانا قدس سرہٗ آخر عمر میں جس درجہ پر پہونچنے والے تھے اُسکے آثار ابتداہی سے ایسے واضح تھے کہ صاحب فراست شخص اُسی زمانہ میں بہتیرا کچھ سمجھ سکتا تھا حضرت نے ایک مرتبہ خود ہی اثناء مواعظ حسنہ میں ارشاد فرمایا کہ میں اپنے آپکو کہتا ہوں حق تعالیٰ نے طفولیت ہی میں مجھے وہ یقین عطا فرمایا تھا کہ لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتا اور جمعہ کا وقت آجاتا تو کھیل کو چھوڑ کر چلا آتا اور لڑکوں سے کہدیتا تھا کہ ہمنے اپنے ماموں صاحب سے سُنا ہے کہ تین جمعہ کا چھوڑنے والا (جہاں جمعہ فرض ہو) منافق لکھا جاتا ہے لوگوں کو کہتا ہوں آخر مسلمان ہیں خدا رسول پر تو یقین ہوہی گا پھر ایسے غافل کیوں ہیں؟ مجمع میں سے کسی شخص نے کہا کہ حضرت یہ بدعتی لوگ فرمایا کہ نہیں دنیادار آدمیوں کا ذکر ہے" اِس مضمون سے اُس قلبی صلاحیت اور نسبت کی استعداد و قابلیت کا اندازہ کیجئے جسپر بہتیری مخلوق سلطنت لٹانا چاہتی ہے اور پھر حاصل نہیں ہوتی

سات سال کی عمر میں سب سے پہلا صدمہ آپکو اپنے والد ماجد کا اٹھانا پڑا اور چند ہی سال بعد چھوٹے بھائی سعید احمد مرحوم کا آپ نے نکر اور ہاتھ دونوں کی شکستگی کو مردانہ وار برداشت کیا اور بالکلیہ ماں کی اطاعت میں ہر وقت لگے رہے ادھر دادا کو مربی اور سرپرست سمجھا اُدھر غمخوار ماموں مولوی عبدالغنی کو باپ کی جگہ تصور کیا۔ تعلیم میں ہمت صرف کی اور طبعی شوق سے بلا کسی کے سمجھائے بُجھائے ڈانٹے ڈپٹے تہذیب نفس اور اصلاح حال میں مشغول رہے +

تربیت و تکمیل شریعت

حضرت مولانا قدس سرہ کے والد ماجد جناب مولانا ہدایت احمد صاحب مرحوم کا جسوقت گورکھپور میں انتقال ہوا اُسوقت حضرتؒ کی عمر چند ماہ اوپر سات برس کی تھی۔ باپ کا سایۂ عاطفت وظل تربیت سر سے اُٹھنے کے بعد آپ کے دادا جناب قاضی پیر بخش صاحب نے آپکی پرداخت کی۔ آپکے چار حقیقی ماموں تھے جن میں سب سے بڑے جناب مولانا محمد نقی صاحب جو حضرت کے خسر بھی ہیں اور منجھلے مولوی محمد تقی صاحب اور سنجھلے جناب مولوی عبد الغنی صاحب یعنی مولوی ابو النصر صاحب کے والد اور سب سے چھوٹے مولوی محمد شفیع صاحب جو حضرتؒ سے آٹھ سال بڑے ہیں۔ اِن چاروں ماموؤں میں مولوی عبد الغنی صاحب کو اپنے یتیم بھانجہ کے ساتھ بہت ہی محبت تھی گویا یوں سمجھئے کہ مولوی عبد الغنی صاحب کے نزدیک مولوی ابو النصر اور مولانا رشید احمد صاحب میں کوئی فرق نہ تھا۔ اِسی تعلق یگانگت نے مولانا مولوی ابو النصر صاحب کے تعلق کو حضرت قدس سرہٗ کے ساتھ اُسی زنجیروں میں جکڑا تھا کیونکہ ان کے والد نے جو حضرت کے باپ کے قائم مقام تھے اپنے شکستہ دل یتیم بھانجہ کی خاطر عاطر پر کبھی میل نہیں آنے دیا۔ مولوی ابو النصر صاحب جنکو ماموں زاد بھائی ہونے کے علاوہ حضرت کی اہلیہ یعنی حکیم مسعود احمد صاحب کی والدہ مرحومہ کے دودھ شریک بھائی ہونے کا رشتہ بھی تھا حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت زیادہ اتحاد تھا۔ گو عمر میں مولوی ابو النصر صاحب حضرتؒ سے صرف دو سال چھوٹے ہیں مگر ہر وقت کے انیس وجلیس اور بچپن کے کھیل کود میں رفیق وشفیق یار غار رہے۔ یہ بات مسلم ہے کہ حضرتؒ بچپن کے زمانہ میں بھی اُسی کھیل کے شوقین تھے جس میں شجاعت و مردانگی پائی جائے لہو ولعب سے طبعًا متنفر تھے۔

محمد ابراہیم صاحب مرحوم جو اُس زمانہ طفولیت میں حضرتؒ کے یار تھے فرمایا کرتے تھے کہ "میاں مولانا رشید احمد اب جو کچھ ہیں اُسکے لئے تو چشم بصیرت درکار ہے ابتداءِ عمر میں بھی انکی یہ کیفیت تھی کہ جو کلام کہتے وہ متانت و سنجیدگی کے ساتھ کہتے تھے اور مجھے کبھی یاد نہیں پڑتا کہ مولوی صاحب کسی کھیل یا تماشہ میں شریک ہوئے ہوں اور اگر ہمجولیوں کے اصرار سے کبھی ساتھ بھی ہو لئے تو ایک طرف بیٹھ جاتے اور یوں کہدیا کرتے تھے کہ "بھئی تم سب کھیلو میں تمہارے کپڑوں کی حفاظت کروں گا" علاوہ ازیں ہم نے کبھی نہیں دیکھا کہ بچوں کی طرح کبھی کھل کھلا کر ہنسے ہوں یا قہقہہ مارا ہو اگرچہ مولوی صاحب ہمارے ہم سن تھے مگر ہم سب اہل جلسہ پر اُنکا رُعب تھا جیسا کسی حاکم کا اپنے ماتحتوں پر ہوتا ہے یہانتک کہ اگر ہم کبھی کسی واہیات یا بیہودہ کھیل میں

مصروف ہوتے اور مولانا آجاتے تھے تو سارے جلسہ کو وہ شغلہ چھوڑ کر مؤدب ہو بیٹھنا پڑتا تھا۔"

آپ بچپن میں بھی نہایت خوش الحان تھے مگر واہیات اشعار کے پڑھنے یا بچوں کی طرح گلی کوچوں میں گاتے پھرنے کے کبھی روادار نہیں ہوئے آپکی خوش الحانی کی وجہ سے آپ کے رفقا و احباب کی آپ سے فرمائشیں ہوا کرتی تھیں کہ کچھ پڑھکر سنادو مگر آپ اکثر گریز فرماتے تھے ہاں جب اصرار زیادہ ہوتا تو کوئی نظم خصوصاً قصۂ ابراہیم بن ادہم خوش الحانی کے ساتھ پڑھتے اور جلسہ کو محظوظ فرمایا کرتے تھے۔ آپکے اِن اشعار پڑھنے پر اہل جلسہ کی حالت غیر ہو ہو جاتی اور رقت طاری ہو کر بیخود اور گریہ کے غلبہ سے مدہوش و بیتاب بن بن جاتے تھے۔

اس نو عمری ہی کے زمانہ میں حضرت قدس سرہٗ نے فارسی کرنال میں اپنے منجھلے ماموں مولوی محمد تقی صاحب مرحوم سے پڑھی جو فارسی میں مسلم الثبوت اُستاد تھے۔ پس مولوی محمد تقی صاحب ماموں ہونے کے علاوہ چونکہ اُستاد بھی تھے اسلئے حضرت انکا بہت ہی لحاظ و ادب ملحوظ رکھتے تھے ادہر مولانا محمد تقی صاحب حضرت کی ذہانت و ذکاوت کی تعریف اور فطانت و فہم کی توصیف میں رطب اللسان رہتے تھے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے فارسی کا کچھ حصہ مولوی محمد غوث صاحب سے بھی پڑھا ہے۔

علم فارسی سے فارغ ہونے کے بعد آپکو عربی کا شوق ہوا اور آپ نے ابتدائی صرف و نحو کی کتابیں جناب مولوی محمد بخش صاحب رامپوری سے پڑھیں۔

رامپور چونکہ حضرت قدس سرہٗ کی دادھیال اور آپ کے دادا قاضی پیر بخش صاحب کا اصل مسکن تھا اسلئے روحانی تربیت کا سلسلہ اُدھر منتقل ہوا۔ مولوی محمد بخش صاحب رامپوری حضرت کے نہایت ہی شفیق اُستاد تھے حضرت کو حزب البحر کی اجازت اقرب طرق سے یقیناً اور دلائل الخیرات کی غالباً ان ہی مولوی محمد بخش صاحب سے ملی ہے۔ ابتدائی کتب نحو و صرف پڑھانے کے بعد مولوی محمد بخش صاحب نے حضرت کو ترغیب دی کہ علم عربی کا تکملہ اور دینیات کی تحصیل کے لئے چونکہ وطن سے مہاجرت ضروری ہے اسلئے بسم اللہ کر کے دہلی چلئے اور وہاں درسیات پوری کیجئے یہ قصہ ۱۲۶۱ھ ہجری کا ہے جبکہ حضرت کو دنیا میں تشریف لائے سترہواں سال تھا اُسوقت آپ ہدایۃ النحو پڑھتے تھے چنانچہ آپ نے دہلی کا سفر کیا اور مولوی قاضی احمد الدین صاحب پنجابی جہلمی سے سبق شروع کیا۔ ہندوستان کا دار الخلافت شہر دہلی اُس زمانہ میں معدن علم و کمال تھا حجت اللہ البالغہ حضرت شیخ الشیوخ شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے لگائے ہوئے شاداب بار آور درخت اپنی بہار پر تھے حضرت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہ العزیز کے سچے جانشین

اور نواسے یعنی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولوی محمد اسحٰق صاحب مرجع خلائق بنے ہوئے تھے کہ یکایک دونوں حضرات نے ۱۲۵۸ھ ہجری میں ہجرت کا عزم فرمایا اور غالباً ماہ ذی قعدہ میں روانہ ہو گئے دہلی میں اندھیرا چھا گیا اور آپ صاحبوں کے ساتھ ایک بہت بڑا قافلہ عرب کو روانہ ہوا۔

اب اِس دہلوی خانقاہ کی یادگار میں شاہ عبد الغنی صاحب و شاہ احمد سعید صاحب کے علاوہ صرف ایک شخص یعنی جناب مولانا مملوک العلی صاحب کا دم رہگیا جو اجمیری دروازہ عربک ہائی اسکول کے مدرس اول تھے۔ مولانا مملوک العلی صاحب کو اِن مہاجرین کا ساتھ چھوڑنا نہایت شاق تھا چنانچہ خفیہ بڑی کوشش سے ایک سال کی رخصت حاصل کی گر معیت نہ ہو سکی آخر رجب ۱۲۵۹ھ ہجری میں وطن سے روانہ ہوئے اور یکم ذی الحجہ کو مکہ میں داخل ہوئے زیارت حرمین شریفین سے فارغ ہو کر برس دن میں پھر دہلی پونہچے اُسوقت یہ سفر جلد طے ہونے میں عجیب سمجھا گیا۔ مولانا شاہ مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یہ رخصت یکسال بوضع نصف تنخواہ حاصل ہوئی اور تا زیست اسی مدرسہ میں درس دیا۔

مولانا مملوک العلی صاحب کی حجاز سے واپسی ایسے تنت پر ہوئی کہ رخصت کے دن پورے ہو چکے تھے اسلئے وطن نہ آسکے سیدھے دہلی پونہچے جب سالانہ چھٹی ماہ ذی حجہ میں ہوئی تو وطن یعنی نانوتہ ضلع سہارنپور میں تشریف لائے اور ایام تعطیل ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو پڑھانے کے لئے اپنے ہمراہ دہلی لے گئے۔ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کے مشہور اُستاد یہی اُستاد الکل حضرت مولانا مملوک العلی صاحب ہیں جنکی خدمت میں ہر دو شمس و قمر کو ایک زمانہ میں مدت تک حاضر رہنے اور نخلستان علم کی خوشہ چینی کا اتفاق رہا۔ حضرت مولانا قاسم العلوم تو ۱۲۶۰ھ ہجری ہی میں اُستاد الکل رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ دہلی آئے تھے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ۱۲۶۱ھ ہجری میں دہلی پونہچنے کا اتفاق پیش آیا۔ آپ اول اِدہر اُدہر چند علماء کے درس میں جاتے اور طبیعت کا اطمینان فرماتے رہے کہ کہاں تسکین بخش جواب ملتے ہیں اور کس جگہہ دل کو تسلی و اطمینان حاصل ہوتا ہے مگر چونکہ قدرت کو یک جان دو قالب بزرگوں کو عمر بھر کا زندگی میں اور غیر متناہی زمانہ کا آخرت میں رفیق بنانا منظور تھا اِسلئے کہیں آپ کا دل نہ لگا۔ کسی اُستاد کی تقریر میں اختصار مخل پایا اور کہیں تطویل ممل۔ کسی جگہہ شبہات کے جوابات کافی نہ ملے اور کہیں اپنا ہی دل نہ لگا اور خود بخود طبیعت اُچاٹ ہوئی آخر اسی ردوبدل اور دیکھ بھال میں آپکو مولانا مملوک العلی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا اور آپ سبق میں شریک ہوئے۔ یہاں پونہچنا تھا اور دل کا لگنا اِسلئے کہ آپکی تیز طبیعت اور خداداد

سمجھ جس درجہ کے قابل اُستاد کی متمنی تھی وہ آپ کے ہاتھ لگ گئے۔ قابل اُستاد کا قاعدہ ہے کہ ذکی طالبعلم کو ڈھونڈھتا ہے اور سمجھدار طالبعلم کا دستور ہے کہ قابل اُستاد کی ٹوہ لگاتا ہے اِسلئے ہر دو جانب سے دلی راحت کے سامان پیدا ہو گئے اور مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا رشید احمد صاحب رضی اللہ عنہما چندروز کے بعد ایسے ہم سبق بنے کہ آخرت میں بھی ساتھ نہ چھوڑا۔

اُس زمانہ کے دیکھنے والے متفق اللسان اِس بات کے قائل ہیں کہ حق تعالیٰ نے فلک علم کے نیرین کو وہ ذکاوت عطا فرمائی تھی کہ میر زاہد۔ قاضی۔ صدرا شمس بازغہ ایسا پڑھا کرتے تھے جیسے حافظ منزل سناتا ہے کہیں کوئی لفظ دریافت کرنا ہوتا تو دریافت کر لیتے تھے باقی ترجمہ تک بھی نہیں کرتے تھے۔ مولانا کے دوسرے شاگردوں کو یوں خیال ہوتا تھا کہ کچھ سمجھتے سمجھاتے نہیں یوں ہی ورق گردانی کرتے اور کتابوں کے ختم کر لینے کا نام چاہتے ہیں چنانچہ کسی نے حضرت مولانا سے کہہ بھی دیا مگر مولانا مملوک العلی صاحب نے یہ جواب دیا کہ "میاں میرے سامنے طالب علم بے سمجھے چل نہیں سکتا" اور واقعی اُستاد الکل حضرت مولانا مرحوم کے سامنے بے سمجھے طالب علم کا چلنا مشکل بھی تھا کیونکہ مولانا طرز عبارت سے سمجھ لیتے تھے کہ یہ مطلب سمجھا ہوا ہے یا نہیں؟

حضرت قدس سرہ اپنے ہم عمروں اور ہم سبقوں میں ہمیشہ سب سے زیادہ ممتاز اور سربرآوردہ رہے آپکی ذہانت و صلاحیت خداداد کے باعث ہر اُستاد کی آپ پر نظر عنایت و شفقت رہی یہانتک کہ اگر کبھی کسی عذر کے باعث آپ درس میں تشریف نہ لاتے تو شفیق اُستاد قیام گاہ پر جاتے اور بیمار ہوتے تو عیادت فرمایا کرتے تھے۔ غرض چند سال دہلی میں رہکر آپنے سب علوم درسیہ کی تکمیل بوجہ احسن کی دہلی میں علوم عقلیہ کے اندر آپکے دوسرے اُستاد جناب مفتی صدر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ البتہ حدیث آپنے قدوۃ العلماء زبدۃ الصلحاء حضرت مولانا المولوی شاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ العزیز سے پڑھی۔ شاہ صاحبؒ بڑے پایہ کے شخص تھے علم ظاہری و باطنی میں شہرۂ آفاق۔ علماء و صلحاء میں زبدہ و خلاصہ مشہور فقیہ اور معروف محدث تھے۔ صحاح میں ابن ماجہ کا حاشیہ بنام انجاح الحاجہ شاہ صاحب ممدوح ہی کا ہے آپ نے وصال سے چند سال قبل غدر کے قصہ میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر مدینۃ الغراء کو جائے قیام بنایا اور اکثر حرم اطہر میں مستغرق و مراقب رہتے تھے تادبًا خائف و ترساں روضۂ اطہر سے کچھ فاصلہ پر بیٹھتے اور زائرین کے شور و غل مچانے پر یکدم کانپ اُٹھتے اور نہایت آہستہ آواز میں یوں فرمایا کرتے "صاحبو شور نہ کرو دیکھو رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں" مدینۃ الغراء میں آپ درس بھی دیتے اور حدیث پڑھاتے تھے حجازی علماء اور اطراف عالم کے محدثین نے آپکے علمی پایہ اور فن حدیث کے تبحر و علو مرتبت کو مان لیا تھا آخر جوار رسول میں بتاریخ ۶- محرم الحرام ۱۲۹۵ھ بعمر ساٹھ سال وصال فرمایا اور جنت البقیع میں قبہ عثمانی کے متصل مدفون ہوئے رحمۃ اللہ علیہ

شاہ عبد الغنی صاحب قدس سرہٗ سلسلۂ طریقت میں اپنے جد بزرگوار مجدد الف ثانی حضرت سید احمد سرہندی قدس سرہ کے طریقۂ نقشبندیہ مجددیہ کے متمسک اور اپنے والد ماجد حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہ سے مجاز تھے- آپکا سلسلۂ نسب اور اسناد سلوک و اخذ طریقت آٹھویں پشت پر حضرت مجدد الف ثانی سے ملتا ہے شیخ عبد الغنی بن ابی سعید بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن محمد معصوم بن احمد العمری السرہندی قدس اللہ اسرارہم اور سلسلۂ نسب مختصر حضرت امام الطریقۃ المجددیہ رحمۃ اللہ علیہ کا یوں ہے شیخ احمد بن عبد الاحد بن زین العابدین بن الشیخ عبد الحی بن الشیخ محمد- الیٰ ناصر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم پس شاہ صاحب کو اس نجابت و شرافت نسبی پر کہ عمری فاروقی ہیں جو کچھ بھی ابناء زمان پر شرف حاصل تھا وہ ظاہر ہے-

حدیث بھی آپنے زیادہ تر اپنے والد ماجد روحانی مربی پیر طریقت شیخ وقت حضرت ابو سعید دہلوی قدس سرہ سے پڑھی ہے آپکی اسناد متعدد طرق سے بالتفصیل یانع الجنی میں درج ہے مختصراً عرض کرتا ہوں- موطا امام مالک مسلم- ابو داود- ترمذی- نسائی- ابن ماجہ بالاستیعاب والد ماجد سے پڑھی اور بخاری شریف قرأۃً و سماعاً شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے شاہ اسحاق صاحب اور آپ کے والد شاہ ابو سعید صاحب دونوں شاگرد ہیں شاہ عبد العزیز بن الشاہ ولی اللہ بن الشاہ عبد الرحیم العمری قدس اللہ اسرارہم کے ہر دو سلسلہ سے آپکی اسناد حدیث تیسری پشت پر حجۃ اللہ البالغہ پر جا ملی ہے-

مشکوٰۃ آپ نے شاہ رفیع الدین صاحب بن الشاہ ولی اللہ کے صاحبزادہ حضرت مخصوص اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھکر سنائی تھی- مدینۃ الغراء میں آپنے بخاری شریف کا کچھ حصہ تبرکاً الشیخ الحافظ الحاج محمد عابد الانصاری السندی ثم المدنی کو پڑھکر سنایا اور حافظ صاحب نے جملہ صحاح کی اجازت آپکو عطا فرمائی اور اپنے ہاتھ سے سند لکھکر دی تھی- مقدس مدینۃ الرسول ہی میں شیخ اسمٰعیل بن ادریس الرومی نے آپکو اپنی طرف سے روایت احادیث صحاح کی اجازت کلیہ عطا کی- پس معلوم ہوا کہ علم حدیث میں آپکے اساتذہ و مشائخ پانچ حضرات ہیں یعنی آپ کے والد حضرت ابو سعید شاہ عبد العزیز کے نواسے شاہ اسحٰق و شاہ رفیع الدین صاحب کے صاحبزادہ شاہ مخصوص اللہ- انصاری النسل مہاجر حافظ محمد عابد اور پانچویں شیخ اسمٰعیل بن ادریس

رومی جو مقدونیہ کے باشندے اپنے زمانہ کے علامہ تھے رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اسی سلسلہ اسناد میں حضرت امام ربانی کا واسطہ ڈال لیا جائے اور شاہ ولی اللہ فاروقی قدس سرہ کی اسناد الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جو مشہور و معروف اور ہندوستان کے ہر مولوی کو معلوم ہے شامل کر لیجائے تو حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے تلامذہ کی اسناد حدیث مکمل ہو جائیگی۔

شاہ صاحب کے درس میں بھی ذکاوت طبع کے اندر یہی دونوں نونہال چمنستان دین خلاصہ جماعت تھے۔ یہ بات مشہور ہے کہ شاہ صاحب کو اپنے شاگردوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت مولانا گنگوہی اور حضرت مولانا نانوتوی کے ساتھ تھی اور مریدوں میں مورد عنایات خاصہ حضرت مولانا المولوی شاہ رفیع الدین صاحب دیوبندی مہتمم مدرسہ عالیہ اسلامیہ تھے رحمۃ اللہ علیہم۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا قدس سرہ سخت خارش میں مبتلا ہوئے یہانتک کہ دو تین روز سبق میں بھی نہ جا سکے شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ خبر پاکر عیادت کو تشریف لائے اور آپکی تکلیف دیکھکر رونے لگے۔ اس قصہ سے اساتذہ کی اُس مہربانی و محبت کا اندازہ ہو سکتا ہے جو انکو حضرت مولانا کے ساتھ زمانہ طالبعلمی میں تھی۔ یہ طالبعلمی کا سارا زمانہ گنگوہی و نانوتوی آفتاب و ماہتاب کا قریب قریب یکجا اور ایک جہتی کے ساتھ گزرا کبھی کسی مسئلہ میں دونوں حضرات کی باہم بحث بھی ہو جاتی اور گھنٹوں تک رہا کرتی تھی ان دونوں مشہور طالبعلموں کا مباحثہ کچھ ایسا نہ ہوتا تھا جسکو دلچسپی کی نظر سے نہ دیکھا جاتا اساتذہ بڑے شوق اور تعجب سے اُس بحث کو سُنتے اور سرتاپا کان ہو کر اس جانب متوجہ ہو جاتے تھے کبھی لوگوں کے ٹھٹ لگ جاتے اور خاص و عام کا مجمع ہو جایا کرتا تھا۔ جانبین سے وہ وہ نکتہ سنجیاں اور باریک بینیاں ہوتی تھیں کہ باید و شاید ایک بار ایک اُستاد نے دونوں کی گفتگو سنکر یوں فیصلہ فرمایا کہ قاسم ذہین آدمی ہر اپنی ذہانت سے قابو میں نہیں آتا ورنہ اس مسئلہ میں رشید احمد حق پر ہے۔

حضرت مولانا قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ ابتداءً ہم دہلی میں دوسرے اساتذہ سے پڑھتے تھے لیکن تسکین نہیں ہوتی تھی کہیں سبق تھوڑا ہوتا تھا کہیں شبہات کا جواب نہ ملتا تھا مگر جب مولانا مملوک العلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پونچے تو اطمینان ہو گیا اور بہت تھوڑے عرصہ میں کتابیں ختم کر لیں گویا اُستاد نے گھولکر پلادیا فرمایا کرتے تھے کہ اُس زمانہ میں اچھے اچھے اُستاد دہلی میں موجود تھے مگر ایسے اُستاد کہ مطلب پوری طرح اُن کے قابو میں ہو اور انواع مختلفہ سے تقریر کرکے شاگرد کے ذہن نشین کر دیں

ایک ہمارے اُستاد مولانا مملوک العلی صاحب اور دوسرے ہمارے اُستاد مفتی صدر الدین صاحب تھے رحمۃ اللہ علیہما۔

حضرت مولانا قدس سرہ کو حضرت شاہ احمد سعید صاحب قدس سرہ سے بھی تلمذ کا شرف حاصل تھا چنانچہ حضرت اکثر دہلی کے قصے بیان فرماتے اور بارہا متعدد تذکروں سے حاضرین جلسہ کو محظوظ فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ مولوی ولایت علی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت شاہ احمد سعید صاحب نے مائۃ مسائل مولانا اسحٰق صاحب کا رد لکھا ہے اور وہ چھپ گیا ہے اسپر حضرت نے فرمایا کہ شاہ صاحب سے تو بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواب لکھیں ہاں یہ ممکن ہے کہ مائۃ مسائل کے دو چار مسئلوں سے انکو خلاف ہو مگر یہ کہ سب سے خلاف ہو اور رد لکھیں سمجھ میں نہیں آتا انکو حلقہ وغیرہ سے کب فرصت تھی اسی لئے سبق بھی اُن کے یہاں کم ہوتے تھے۔ استغراق کا یہ حال تھا کہ ایک شخص ماشاء اللہ خاں نامی بوڑھا آدمی ہمیشہ سے اُن کے ساتھ رہا اور انکی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا مگر داڑھی منڈی رکھتا تھا کسی شخص نے حضرت شاہ صاحب سے عرض کیا کہ ماشاء اللہ خاں داڑھی منڈواتا ہے اور برابر آپکی مجلس میں آیا کرتا ہے شاہ صاحب نے تعجب سے فرمایا کہ "اچھا وہ ایسا کرتے ہیں اب آئیں گے تو منع کرونگا" تھوڑی دیر کے بعد خانصاحب جو حاضر ہوئے تو شاہ صاحب نے اُن سے پوچھا کہ کیا خانصاحب تم داڑھی منڈاتے ہو؟ خانصاحب نے جواب دیا کہ حضرت میری داڑھی ابھی نکلی کہاں ہے؟ شاہ صاحب کو فوراً یقین آگیا اور فرمایا ہاں سچ ہے اور شکایت کرنے والوں سے کہا کہ میاں ابھی اُسکے داڑھی نکلی ہی کہاں ہے۔" ایکمرتبہ کسی بدعتی نے بادشاہ سے جاکر کہا کہ ان وہابیوں کو قلعہ میں آنے نہ دیجئے دیکھیئے ہم ان لوگوں کو بلاکر حضور کے سامنے مناظرہ کراتے ہیں آپ خود سُن لینگے کہ یہ لوگ کیسی کیسی واہیات باتیں کرتے ہیں اسکے بعد وہ شخص شاہ احمد سعید صاحبؒ اور چند دیگر علما مخالف و موافق کے پاس آیا اور وقت مقررہ پر قلعہ میں چلنے کو کہہ گیا شاہ صاحب نے بھی چلنے کا وعدہ کرلیا اور اس قصہ کی آپکے چھوٹے بھائی حضرت شاہ عبد الغنی صاحب کو کچھ خبر نہیں الغرض جب شاہ احمد سعید صاحب کے لینے کو سواری آئی تو اُسوقت شاہ عبد الغنی صاحب نے فرمایا کہ حضرت آپ کیا قلعہ میں تشریف لئے جاتے ہیں؟ قلعہ میں تو ابتک اِس خانقاہ سے کوئی صاحب نہیں تشریف لے گئے بلکہ خود سلاطین حاضر ہوتے رہے ہیں" حضرت احمد سعید صاحب نے فرمایا اچھا نہ جاؤنگا اور سواری واپس کردی۔

اُس زمانہ میں دہلی کے اندر مولود کے بڑے جھگڑے پڑ رہے تھے اِن ہی دنوں جناب مفتی صدر الدین صاحب مرحوم ایک مضمون جواز قیام کا لکھکر شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں لائے اور پڑھکر سُنایا

از مولوی ولایت حسین صاحب

شاہ صاحب نے فرمایا ہاں ٹھیک ہے اتفاق سے جلسہ میں شاہ عبدالغنی صاحب بھی موجود تھے مفتی صاحب انکی طرف بھی مخاطب ہوئے گویا ان سے بھی داد لیا چاہتے تھے تب شاہ عبدالغنی صاحب نے فرمایا کہ "ان باتوں کو کون منع کرتا ہے کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر نہیں جایز۔ انکار تو اسپر ہے کہ اگر قیام سے تعظیم منظور ہے تو پھر اسکی کیا وجہ کہ فقط ذکر ولادت شریف کے وقت قیام ہو اور وقت نہو بلکہ ذکر ولادت شریف بھی اگر مجلس مولود کے علاوہ دوسری جگہہ ہو تو کوئی کھڑا نہو آپ اِن باتوں کی دلیل لکھیں جنکا انکار ہے" اس تقریر پر بھی شاہ احمد سعید صاحب نے یہی فرمایا کہ ہاں ٹھیک تو کہتے ہیں آخر مفتی صاحب ہکّا بکّا رہ گئے اور اپنی تحریر لیکر چلے گئے اسکے بعد حضرت مولانا قدس سرہٗ نے فرمایا کہ میں دونوں صاحبوں شاہ احمد سعید صاحب اور مفتی صاحب کا شاگرد ہوں مفتی صاحب نے اُس تحریر کو ایسا بند کر کے رکھا کہ پھر کبھی نہیں ظاہر کیا۔

اساتذہ کی حضرت مولانا قدس سرہ پر جس درجہ عنایات اور شفقتیں تھیں اُسکے ظاہر کرنیکو ایک قصہ نقل کرتا ہوں غدر کے بعد حضرتؒ کو دہلی تشریف لانے کا اتفاق ہوا تو مفتی صدرالدین صاحبؒ سے ملنے تشریف لیگئے مفتی صاحب نہایت ہی شفقت و محبت سے ملے اور سب حالات پوچھنے لگے چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو پوچھا کہ میاں قاسم کیا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ مطبع میں تصحیح کرتے ہیں آٹھ یا دس روپے تنخواہ ہے تو مفتی صاحب رح، نہایت تعجب کے ساتھ ران پر ہاتھ مار مار کر فرمانے لگے کہ "قاسم ایسا سستا قاسم ایسا سستا" پھر فرمایا کہ "فقیر ہو گئے فقیر ہو گئے" اِن باتوں کے بعد نہایت محبّت سے فرمانے لگے کہ "میاں رشید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم اور تم کھانا ایک جگہہ کھاویں" حضرت مولانا نے مناسب طرز پر جواب دیا اور آخر مفتی صاحب کے اصرار سے کھانا وہیں تناول فرمایا۔ مفتی صاحب فرمانے لگے کہ "میاں رشید تم ہی اچھے ہو کہ تارک دنیا ہو گئے ہماری نوکری جایز نہیں تھی اور ہم خوب سمجھتے تھے کہ جایز نہیں مگر بزور علم اُس کو جایز کہتے تھے"۔

ایک مرتبہ مولانا عبدالرحیم صاحب نے حضرت شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ کی بابت دریافت کیا تو وہی سابق قصہ مفتی صاحب کا بیان فرمایا اور یہ بھی کہا کہ ایک بار شاہ صاحب نے مولود کیا تھا میں بھی اُس میں شریک ہو گیا تھا اُسکی حقیقت یہ تھی کہ مسجد میں اُسی بوریہ پر بیٹھے تھے جو ہمیشہ بچھتا تھا نہ فرش تھا نہ مٹھائی نہ خوشبو نہ اور تکلفات پھر کوئی کتاب کھولکر کچھ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑھا اور اُٹھ کھڑے ہوئے یہ تو مولود کی حقیقت تھی مگر اس میں بھی شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہیں شریک

ہوئے جنکی نسبت آجکل لوگ کہتے ہیں کہ شاہ عبدالغنی صاحب مولود کیا کرتے تھے۔

ایک شخص شاہ احمد سعید صاحب کی خدمت میں حدیث کی اجازت لینے گئے اور اطراف سنانے بیٹھے تھے یہ شخص قاری تھے اور قاریوں کا دستور ہے کہ ہلکی آواز سے پڑھتے ہیں کیونکہ اس میں حروف اچھی طرح ادا ہوتے ہیں اُسوقت اِن قاری صاحب کے پاس میں بھی بیٹھا ہوا تھا مگر وہ اسقدر آہستہ آواز سے پڑھتے تھے کہ میری بھی کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا شاہ احمد سعید صاحب تو کیا سنتے ہونگے اِدھر یہ صاحب اپنے پڑھنے میں مشغول تھے اُدھر شاہ صاحب بھی کوئی دوسری کتاب کھولکر دیکھنے لگے یہ بھی نفر مایا کہ اطراف سنانے آئے ہو اور پڑھتے ایسا ہو کہ خود ہی سنتے ہوگے غرض یہ تو اطراف پڑھکر روانہ ہو گئے اور شاہ صاحب نے کچھ نہ کہا۔

شاہ صاحب کا حکم ایسا تھا کہ ایک مرتبہ آپ سے ایک شخص نے جلالین کی اجازت چاہی اسکے بعد انکو وسوسہ ہوا کہ نہ معلوم شاہ صاحب کو خود بھی اجازت ہے یا نہیں پس رقعہ لکھکر شاہ صاحب سے اس بات کو دریافت کیا شاہ صاحب نے لکھ بھیجا کہ فقیر نے جلالین شاہ اسحٰق صاحب سے پڑھی ہے اور اُن ہی سے اجازت ہے۔

ایک دفعہ نواب قطب الدین خاں صاحب کے پاس شاہ صاحب کا لکھا ہوا کوئی مسئلہ گیا نواب صاحب نے اُسکو شاہ صاحب کے پاس لوٹا دیا اور لکھا کہ یہ مسئلہ غلط لکھا گیا ہے میں تو ادب کی وجہ سے اسکو قلمزد کر نہیں سکتا آپ خود ہی اسکو مٹا دیں غرض جب وہ مسئلہ اور رقعہ شاہ صاحب کے یہاں پونہچا تو شاہ صاحب نے بے چون و چرا اُسکو چاٹ لیا اِن قصوں کے بعد حضرت مولانا قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بڑے مقدس لوگ تھے اب جسکا جی چاہے انہیں بدعتی کہے یا وہابی شاہ احمد سعید صاحب تو کسی کو رنجیدہ کرنا جانتے ہی نہ تھے جو کسی نے کہا ہاں "سوا گر کسی نے کچھ لکھکر پیش کیا ہو اور آپ کا نام اُسپر درج کرنے کو کہا ہو اور آپ نے ہاں کر لیا ہو اور پھر تحریر حضرت کے نام سے مشہور کر دی گئی ہو تو عجب نہیں ہے۔

حضرت قطب العالم قدس سرہٗ کو اپنے جملہ اساتذہ کے ساتھ ایک خاص اُنس اور تادب ملحوظ تھا۔ اکثر اپنے اساتذہ کے مناقب اور محاسن بیان فرمایا کرتے اور آنکھوں میں آنسو بھر لایا کرتے تھے۔ شاہ احمد سعید صاحبؒ پر ایک حالت کا غلبہ تھا جس میں شاہ صاحب معذور تھے۔ حسن ظن۔ دلدہی۔ مروت اور سب سے زیادہ استغراق و محویت اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مبتدعین کو بھی فی الجملہ اپنی کاربراری کا موقع ملجاتا تھا البتہ شاہ عبدالغنی صاحبؒ کمال درجہ محتاط و رع متقی اور متین و سنجیدہ غیر مغلوب الحال شیخ تھے اسی وجہ سے شاہ عبدالغنی صاحبؒ کے ساتھ حضرت مولانا کو بہت ہی زیادہ تعلق تھا اور اتباع و ارادت میں شاہ صاحب ممدوح

ہی کے حرکات و سکنات آپکو زیادہ پسند تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب کے یہاں جیسا کہ صوفیوں کا حال ہے کچی پکی سب طرح کی باتیں تھیں مگر شاہ عبدالغنی صاحب کا طریقہ نہایت صاف تھا۔ شاہ احمد سعید صاحب کے یہاں ختم تراویح میں حیل بنا ہوتی تھی اسلئے شاہ عبدالغنی صاحب آخر کی دو رکعتوں میں شریک نہیں ہوتے تھے۔ ایک بار حرام وحلال کا کچھ تذکرہ تھا حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ "شاہ عبدالغنی صاحب حالانکہ بڑے ہی محتاط شخص تھے مگر اسپر بھی یوں فرمایا کرتے تھے کہ بچا نہیں جاتا" حضرت شاہ صاحب کے احتیاط وتقوی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ مفتی صدرالدین صاحب نے ایک کتاب شاہ صاحب کے یہاں سے منگوائی اور چونکہ اُس کتاب کی جلد کہنگی کے باعث خراب ہو گئی تھی اسلئے مفتی صاحب نے اسکی نئی جلد بندھوا کر شاہ صاحب کے پاس کتاب کو واپس کیا اور لیجانے والے سے کہدیا کہ شاہ صاحب سے عرض کر دینا کہ موروثی دو کانوں کے کرایہ سے جلد بندی کی اجرت دی گئی ہے تنخواہ میں سے نہیں دی گئی (مفتی صدرالدین صاحب سرکاری ملازم بعہدہ صدرالصدور مامور تھے اور اُنکی تنخواہ فقہ سے ناجائز ہے) اُسوقت تو شاہ عبدالغنی صاحب نے کتاب رکھ لی مگر دوسرے دن جلد توڑ کر علیحدہ کر دی۔ ایک دن حضرت مولانا نے مفتی صدرالدین صاحب کا تذکرہ فرمایا کہ مرض الموت میں جب مفتی صاحب پر فالج گرا تو خوف الٰہی اسقدر غالب ہوا کہ برابر رویا کرتے اور جب کوئی شخص عیادت کیلئے پاس جاتا تو فرمایا کرتے تھے کہ "بھائی تمام عمر میری حرام خوری میں گزری اگرچہ میں علم کے زور سے لوگوں کو منوا دیتا تھا بھلا پھر نجات کی صورت کہاں؟" یہ الفاظ فرماتے اور بے اختیار روتے تھے اگر کوئی شخص تسکین وتشفی کی غرض سے کوئی آیت بشارت سُناتا تو فرماتے کہ ہاں یہ میں بھی جانتا ہوں مگر اسکے مقابلہ پر آیات وعید بھی تو بہت ہیں۔"

چونکہ اس مقام پر حضرت کے اساتذہ رحمہم اللہ کی سوانح لکھنی مقصود نہیں صرف سوانح رشیدیہ کا جزو بنانے کے لئے حضرت کا طالبعلمانہ زمانہ دکھانا مطلوب ہے سو اِس سے نظر آچکا کہ آپ نے اپنی ذکاوت طبعی وسعادت قلبی کے باعث تمام اساتذہ کو اپنا والہ وعاشق بنا لیا تھا اور قدرت نے خود انتخاب فرما کر آپکو ایسے پاک نفوس کی خدمتوں میں پہونچا دیا تھا جنکا علم وہنر اور فضل وکمال میں کوئی ہمسر نہ تھا ہر ایک جُدا جُدا اپنے فن میں چیدۂ روزگار اور زہد واتقا میں یکتائے زمانہ تھا آپنے کم وبیش چار سال دارالخلافہ دہلی میں دینیات شرعیہ اور درسیات نظامیہ کی تکمیل کی اور مشائخ زمانہ کی خدمت کا شرف حاصل فرمایا معقول کے ہر فن میں پوری

دستگاہ پاکر لاثانی اور منقول کے ہر علم میں کامل رسوخ حاصل فرماکر بے نظیر عالم بنے۔ چونکہ آپکا صفا منزل دل اور خدا طلب وحق جو قلب فطری طور پر تحصیل طریقت کا شایق تھا اس لئے آپ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب نقشبندی مجددی قدس سرہ کی طرف زیادہ جھکتے اور بیعت کا بڑا بھاری شوق پورا فرمانا چاہتے تھے مگر کاتب ازل نے آپ کا حظ وافر دوسری جگہہ تجویز فرمایا تھا اسلئے آپکو کامیابی ہو سکی اور قدرتی موانع آپکے اس قصد اور اسکی کامیابی میں آڑے بنگئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ صحاح ستہ کے علاوہ معقول میں منطق و فلسفہ۔ ادب و ہیئت و ریاضی اور منقول میں تفسیر و اصول و فقہ و معانی وغیرہا کی اکثر کتابیں آپ نے مولانا الشیخ مملوک العلی صاحب سے پڑھیں اور صحاح ستہ قریب قریب کل حرفاً حرفاً حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا باقی کتابوں میں کلاً یا جزءً آپکو دیگر علماء سے تلمذ رہا انہیں علماء اخرمیں مولانا مفتی صدر الدین صاحب اور قاضی احمد الدین صاحب پنجابی ہیں رحمہم اللہ والطاب ثراہم اجمعین۔

آخر اُسوقت جبکہ آپکی عمر شریف تخمیناً اکیس سال کی تھی آپ کا زمانہ طالبعلمی ختم ہو لیا اور آپ نے اپنے وطن مالوف کی جانب مراجعت فرمائی۔

دہلی میں بزمانہ طالبعلمی جتنا بھی آپکو قیام کرنا پڑا اُسکی مدت کو دیکھئے کہ بمشکل چار سال ہوتی ہے دور اُس مبلغ علم واستعداد کو ملاحظہ فرمایئے جسکا مخالفین کو بھی اعتراف کئے بغیر چارہ نہیں دونوں پر نظر ڈالکر بہت ہی تعجب ہوتا ہے کہ اتنے تھوڑے ایام میں یہ سمندر کیونکر بلایا گیا۔ اسمیں شک نہیں کہ آپ اعلیٰ درجہ کے ذکی اور مغلق مضمون کے جلد سمجھنے والے طالبعلم تھے اور اسکے ساتھ ہی شوقین اور محنتی اس درجہ کہ شب وروز کے چوبیس گھنٹوں میں شاید سات آٹھ گھنٹہ بمشکل سونے کھانے اور دیگر ضروریات شرعیہ وطبعیہ میں خرچ ہوتے ہونگے اور اسکے علاوہ سارا وقت ایسی حالت سے گزرتا تھا کہ کتاب نظر کے سامنے ہے اور خیال مضمون کی تہ میں ڈوبا جاتا ہے۔ مطالعہ میں آپ اس درجہ محو ہوتے تھے کہ پاس رکھا ہوا کھانا کوئی اُٹھا کر لیجاتا تو آپکو خبر نہوتی۔ بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ کتاب دیکھتے دیکھتے آپ سو گئے اور صبح کو معلوم ہوا کہ رات کھانا نہیں کھایا تھا۔ مدرسہ کو آتے جاتے آپ کبھی اِدھر اُدھر نہ دیکھتے تھے لپکے ہوئے جاتے اور جھپٹے ہوئے آتے تھے ایک مرتبہ خود ہی ارشاد فرماتے تھے کہ مدرسہ کے راستہ میں ایک مجذوب بیٹھا رہتا اور آتے جاتے ہمیں تاکا کرتا تھا۔ ہم دور سے سلام تو کر لیتے تھے مگر پاس نہ جاتے تھے بیچارے بہت محبت کی نظر سے ہمیں دیکھتے اور پاس بُلایا کرتے تھے مگر ہمیں اپنے کام سے کہاں فرصت تھی اور یہ بھی ڈر لگتا تھا کہ کہیں مجذوب

ہو جائیں - نہ پڑھنے کے رہیں نہ لکھنے کے - ایک مرتبہ اُنہوں نے ہمیں دو امرود دیئے ہمنے ڈرتے ڈرتے لے تو لئے مگر کھائے نہیں اُنہوں نے کئی مرتبہ کہا بھی کہ کھالے بچہ مگر ہمنے اپنے اپنے ہاتھ میں دبا لئے اور وہاں سے چلدیئے گھر آکر طاق میں ڈالدیئے اُن میں سے ایک امرود ایک شخص نے کھالیا تھا وہ تو مجذوب ہو گیا دوسرا یوں ہی سوکھ گیا اسکے بعد ہم نے وہ راستہ ہی چھوڑ دیا گو پھیر پڑتا مگر دوسری گلی سے نکل جاتے تھے -

ایام طالبعلمی میں آپنے اپنی خورد ونوش کا دہلی میں کسی پر بار نہ ڈالا تین روپے ماہوار آپکے ماموں بھیجا کرتے تھے اُسی میں روکھی سوکھی روٹی اور دال ترکاری وقت پر جو کچھ آسانی سے ملگیا آپنے کھائی اور اُسی میں روپے میں کپڑے دھلائی اصلاح خط یا جو کچھ بھی ضرورت پیش آئی رفع کی دہلی میں آپکو کئی کیمیاگر اور دھونیں بھی ملے اور اُنہوں نے آپکی روش اور انداز کو دیکھکر بہ نیت محبت بتانا اور آپکو کیمیا کا بنانا سکھانا بھی چاہا مگر آپکی زاہدانہ اور قناعت پسند طبیعت نے خود طمع یا حرص کرنی تو درکنار اسکا سیکھنا بھی گوارا نہ فرمایا - آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں کئی شخص کیمیا بنانے والے ملے دہلی میں ایک شخص نے بنا کر دکھلا بھی دی - ایک شخص نے ہمیں اُسکا نسخہ دیا وہ میری ترمذی میں پڑا ہے مگر میں نے کبھی دھیان بھی نہیں کیا طالبعلمی میں تو کیا بعد میں بھی کبھی وسوسہ نہ آیا کہ لاؤ دیکھوں تو سہی بنتی ہے یا نہیں - گنگوہ میں جب آیا اتفاق سے کتاب میں وہ نسخہ نکل آیا ایک شخص کا نام لیکر فرمایا وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اُنہوں نے نسخہ کی نقل مانگی ہمیں بخل کی ضرورت کیا تھی اُنکو نقل کرادیا اور اصل کو اُسی وقت پھاڑ ڈالا اسکے بعد غالباً حضرت نے یہ بھی فرمایا کہ اُس سے بنگیا تھا -

طالبعلمی کے زمانہ میں جمعہ کے دن اگر وعظ ہوتا تو آپ اُسکو سُنتے بھی تھے لیکن اگر خلاف شرع یا بُرا اثر ڈالنے والا ہوتا تو فوراً کھڑے ہو جاتے اور ہمیشہ کے لئے اُس وعظ سے متنفر اور واعظ سے خائف ویکسو بنجاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ آپنے فرمایا کہ طالبعلمی کے زمانہ میں مولوی فضل الرسول دہلی آئے اُن کے وعظ میں ہم بھی گئے وہ بیان کر رہے تھے کہ " لوگ بزرگوں کے نام کے جانوروں کو حرام کہتے ہیں بھلا اِس فعل سے اُس جانور کی جنس یا فصل کونسی چیز بدلگئی جسکی وجہ سے اُسکی ماہیت میں فرق آگیا اور حرام ہو گیا - اور سنو جب لغیر اللہ کے نام سے نامزد ہونے سے حرام ہوتا ہے تو جسکی عبادت کیجائے وہ تو بدرجہ اولیٰ حرام ہونا چاہئے سو اب گنگا کا پانی بھی حرام ہونا چاہیئے " حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ ہمیں تو یہ باتیں اور عجیب دلیلیں سُنکر اُنکی تقریر سے نفرت ہو گئی اُٹھکر چلے آئے اور پھر کبھی اُن کے پاس نہیں گئے ہاں ہمارے ہم سبق ایک قاضی صاحب تھے وہ اُن کے معتقد ہو گئے مگر تھے بیچارے بہت بھولے بے وقوف ایک مرتبہ شاہ عبد الغنی صاحب

درس میں فرمایا کہ لوگ زیرناف کے بال غسلخانوں میں لیا کرتے ہیں اور سامنے چھوڑ دیتے ہیں۔ بُرا کرتے ہیں جس جگہ کے بال کا بحالت اتصال جسد دیکھنا حرام ہے بعد انفصال بھی دیکھنا حرام ہوگا" اسپر قاضی صاحب بولے "مگر بزرگوں کا" انکی بات پر سب لوگ حتی کہ شاہ صاحب بھی ہنس پڑے۔

زمانہ طالبعلمی میں حضرت مولانا اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے پڑھانے کی طرف بھی شوق ظاہر فرمایا کرتے تھے مگر اُسوقت جبکہ اپنے کام سے فارغ ہو جائیں اور کچھ حرج واقع نہو چنانچہ سب سے پہلی جماعت جنکو حضرت نے دہلی میں سبق شروع کرایا وہ ہے جس میں ملّا محمود دیوبندی شامل تھے اور ان کے بعد آپکی شاگردی کا فخر آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابوالنصر اور دوسرے ماموں زاد بھائی یعنی حکیم مسعود احمد صاحب کے حقیقی ماموں مولوی ابوالقاسم صاحب کو حاصل ہوا جو بعد میں بعہدہ انسپکٹری پولیس لودہیانہ مامور ہوئے۔ گنگوہ میں اول التلامذہ جناب سید مومن علی صاحب ہیں +

نکاح

ناظرین کو معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت قدس سرّہٗ کے چار حقیقی ماموں تھے جن میں بڑے ماموں مولانا محمد نقی صاحب کی صاحبزادی مسماۃ خدیجہ خاتون سے آپکا رشتہ قرار پایا تھا۔ مولوی محمد نقی صاحب خاندان قادریہ میں شاہ سیف اللہ صاحب نارنولی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت اور مجاز تھے۔ نہایت پابند شرع اور عاشق سنت شیخ تھے حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے عبادات میں اتباع کرنے کا تو کیا پوچھنا عادات میں متابعت کا اس درجہ خیال تھا کہ رفتار و گفتار میں بھی نبوی طرز کی آپکو تُوہ رہتی تھی۔ مولوی محمد نقی صاحبؒ کی یہ بات مشہور ہے کہ آپکو جس چیز کے متعلق یہ معلوم ہو گیا کہ بطحائی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس چیز کی طرف رغبت تھی حضرت مولانا بلا تامّل اُس چیز کا تناول اپنا معمول ٹھیرا لیتے اور چاہے مضر ہی کیوں نہ پڑے مگر اُسی پر مداومت فرمایا کرتے تھے مولانا ممدوح جھجر کی ریاست میں فوجی ملازم تھے اور آقا کے جان نثار خیر خواہ۔ ایام غدر میں آپ مفسدین کے ساتھ نہ تھے بلکہ اُس جماعت میں تھے جسکے غنیم سے لڑنے کی غرض سے دو حصہ کر دیئے گئے تھے کہ ایک دستہ آج میدان جنگ میں جائے تو کل کو دوسرا۔ آپ بلحاظ تقسیم ایک گروہ میں منقسم ہوئے تھے مگر شوق شہادت اور سرکار کی جان نثاری میں مقتول ہو جانیکی تمنا آپ پر اس درجہ غالب تھی کہ ہر دو گروہ میں شریک ہوتے اور روزانہ میدان جنگ میں چلے آیا

کرتے تھے۔ دل اشتیاق وصال میں بیتاب ہوتا تھا اور قلب انتظار حصول لقا میں بے چین۔ دن بھر اسی جستجو میں تلوار کے قبضہ پر قبضہ کئے گھوڑے پر سوار بھاگتے دوڑتے باغیوں کو مارتے گزر جاتا اور شام کو بے نیل مرام خیمہ گاہ پر واپس آتے تو افسوس کرتے اور بعض وقت رو بھی دیتے تھے کہ ہائے یہ ناکارہ جان منظوری محبوب کے قابل نہیں ہے آخر جس دن جنگ کا خاتمہ اور قصہ نوابی کا آخری فیصلہ تھا اُس روز مولانا محمد تقی صاحب نے فوجی لباس پہنا ہتیار زیب تن کئے اور غمزدہ آواز سے فرمایا کہ "آہ ایک وہ خوش قسمت بندگان خدا ہیں جو اپنے آقا کی نذر ہو رہے اور حیوٰۃ اخروی حاصل کر رہے ہیں اور ایک ہم حسرت زدہ ہیں کہ بدن پر ایک زخم بھی نہ آیا" اِس کلام کے بعد جب میدان کی طرف رُخ کیا اور لڑائی میں جانے لگے تو اپنے وفادار نوکر کو بلایا جسکا نام بندو تھا (یہ شخص گنگوہ کا رہنے والا اور مولانا کا قدیمی نمکخوار پرانا ہمراہی تھا) کہ "میاں بندو اول تو مجھے اُمید نہیں کہ یہ عزت مجھے حاصل ہوگی مگر شاید میں آج کی لڑائی میں مارا جاؤں پس اگر مرنے سے پہلے میں کچھ بولوں اور بات کروں تو مجھے غسل دینا اور نعش کو نہلا کر دفن کر دینا اور اگر فوراً میرا دم نکلجائے تو انہیں خون آلودہ کپڑوں میں مجھے دفنا دینا جس میں میرا دم نکلے" یہ آخری وصیت فرما کر مولانا رحمۃ اللہ علیہ دولھا بنے ہوئے جنگ کے ہولناک منظر کیطرف لپکے اور وار پر وار شروع کئے۔ چہرہ پر بجائے گھبراہٹ و سراسیمگی کے سکون و طمانیت اور بجائے وحشت و پریشانی کے مُسکراہٹ و بشاشت تھی بجلی کی طرح کوندتے اور پھرتی کے ساتھ اِدہر سے اُدہر اور اُدہر سے اِدہر نکل جاتے تھے یکے بعد دیگرے دو[۲] باغیوں کو قتل کیا اور تیسرے کے چہرہ پر چہرہ کا نشانہ لگایا۔ بندوق کا فیر ہونا اور گولی کا نکلکر چلنا تھا کہ خود بھی چلا اُٹھے اور سفر آخرت کا تتمہ کر دیا۔

بُندو کا بیان ہے کہ میاں کی آواز پر جسوقت میں لپکا اور میدان جنگ سے اُٹھا کر لایا ہوں تو بدن سے خون کے فوارے جاری تھے اور جوش کے ساتھ اُبل اُبل کر زخم سے بہہ رہا تھا مگر میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ خون تھا یا مُشک کیونکہ جیسی خوشبو میں نے اُس روز خون میں سونگھی آج تک ایسی خوشبو سونگھنے کا مجھے اتفاق نہیں ہوا۔ مولانا شہید کا مزار دہلی میں پیش قلعہ پرانی سُنہری مسجد کے شمالی جانب میں ہے۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی عمر شریف اکیس[۲۱] سال کی تھی کہ آپ کے دادا جو بجائے مرحوم باپ کے اپکی تربیت و سرپرستی فرماتے تھے اور والدہ ماجدہ جنکا سایہ عاطفت آپ کے سر پر قائم تھا ماموؤں کا تقاضہ ہوا کہ نکاح ہو جائے پس چونکہ خطبہ یعنی منگنی اور نسبت کی تجویز پہلے ہی پختہ ہو چکی تھی اسلئے دہلی سے واپس

آنے پر آپ کے نکاح کی تاریخ مقرر ہوگئی۔

نکاح کے دن جسوقت حضرت مولانا شادی کے شروع کپڑے پہناکر گھر میں لائے گئے تو اتفاق سے ایک میراسن آنکھوں سے نابینا مجمع میں موجود تھی جسکا نام چندیا تھا۔ اُس بیچاری نے دنیا کی رسم کے موافق اپنی بھونڈی آواز میں گیت گانے کا ارادہ کیا اور بے تکا مصرعہ "گوندہ لاری مالن سہرا" زبان سے نکالا اس واہیات فقرہ کو سُننے کی حضرتؒ میں کہاں تاب تھی بے اختیار آپنے اُسکے ایک دھول رسید فرمائی۔

میراسن پر دھول کا لگنا تھا کہ اُسکا تو مُنہ بند ہوگیا گویا سانپ سونگھ گیا ہے اور گھر کے چھوٹے بڑے سب دولھا کو بھولکر پٹنے والی چندیا کی طرف جھک پڑے اور لگے پیسوں کی نچھاور کرنے اور مینھ برسانے چندیا پر ٹکوں پر ٹکے پڑتے اور چاروں طرف سے خوشامدیں ہورہی تھیں کہ خدا کے واسطے تو دولھا کو کوسیو مت جو ہونا تھا سو ہوا اب بدشگونی کا کوئی لفظ زبان سے نہ نکلے۔

مردانہ جلسۂ نکاح میں جب تشریف لائے تو نکاح خواں نے خطبہ پڑھا اور پانچہزار سکہ مہر شاہی کی تعداد کا تذکرہ ہوا حضرتؒ نے اُس مجمع میں جہاں دولھا بنے بیٹھے تھے صاف انکار فرمادیا اور کہہ دیا کہ میں اسقدر بوجھ کا متحمل نہ ہوسکوں گا۔

حضرتؒ کے خسر جناب مولوی محمد تقی صاحب اتفاق سے وقت نکاح موجود نہ تھے رشتہ داروں کیطرف سے ردوکد ہوئی آخر بڑے بوڑھوں کے اصرار پر آپکو ماننا پڑا اور پانچہزار مہر پر بساعت سعید نکاح ہوگیا۔

نکاح کے بعد متصل ہی حضرت مولاناؒ کی اہلیہ نے جب دَین مہر برضا و رغبت خود معاف فرمادیا اُس وقت آپکے صفا کیش قلب کو کلی راحت حاصل ہوئی۔ حضرت قدس سرہ کی اہلیہ حکیم صاحب کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا کی عمر نکاح کے وقت پندرہ سال کی تھی کیونکہ حضرتؒ سے چھ سال چھوٹی تھیں۔

نکاح کے بعد حضرت مولانا قدس سرہ کو کلام مجید حفظ کرنے کا شوق ہوا اور اس درجہ بڑھا کہ آپنے بلا کسی کے اُستاد بنائے خود حفظ کرنا شروع کر دیا اور اُس زمانہ میں جسکو اہل دنیا یوں کہہ دیتے ہیں کہ پڑھنا بالائے طاق رکھدیا جاتا ہے آپ حافظ قرآن ہوئے۔

حضرتؒ کے جدی مکان میں جس جگہہ اسوقت باورچیخانہ اور زینہ ہے (غرب رویہ) اُسوقت جنوب رویہ ایک کوٹھری تھی جسکے آگے ایک مختصر سا چھپر پڑا ہوا تھا اُسی میں تمام دن آپ بیٹھے قرآن شریف پڑھتے رہتے تھے نماز کے وقت کلام مجید پر رومال ڈالکر اُٹھ کھڑے ہوتے اور مسجد میں آکر باجماعت نماز

ادا فرماتے تھے اور فارغ ہوتے ہی چھپر میں بیٹھکر کلام اللہ یاد کرنا شروع کر دیتے تھے آخر اس لازوال دولت سے مالامال ہوئے اور مبارک ماہ رمضان کی تراویح میں امام جماعت بنکر محراب سنائی۔

چونکہ خدا طلبی کا شوق ازلی قلب مبارک میں جوش مارتا تھا اسلئے آپکو بیعت ہونے کے لئے شیخ کامل کی تلاش ہوئی اور قلوب کو نور کی طرف لانے والے پاک خدا نے آپکی رہبری فرمائی۔ اس غیبی نصرت اور خدائی امداد سے آپ نے تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کیجانب رخ کیا اور اُس پائدار نعمت سے دامنوں کو بھرپور کیا جسکی طلب میں سلاطین دنیا کو تخت و تاج چھوڑنا اور ملک و مال کو خیرباد کہنا آسان معلوم ہوا ہے۔

سلوک و تحصیل طریقت

بازار عشق و شوقِ محبت کے جاں فروش ٭ لیکیں کہ چل چلاؤ ہے دنیائے دُون کا
سیکھیں طریق وصل و لقاءِ خدائے پاک ٭ دل بیچکر خرید لیں سودا جنون کا

حضرت امام ربانی مولانا گنگوہی قدس سرہ کو قاسم العلوم زبدۃ الافاضل مولانا المولوی محمد قاسم صاحبؒ نانوتوی کے ساتھ طالبعلمی کے زمانہ میں چار سال تک مرافقت و معیت اور ہمسبقی و یک جہتی کے سبب اس درجہ تعلق بڑھ گیا تھا کہ فلک علم کے دونوں شمس و قمر گویا جسم و روح یا گل و بو کا علاقہ رکھتے اور یک جان دو قالب کا مظہر بنے ہوئے تھے۔ حضرت مولانا قاسم العلوم کو جناب شیخ المشائخ قدوۃ العارفین حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ربط نسب بھی تھا کیونکہ اعلیحضرت کی نانہال قصبہ نانوتہ اور مولانا مرحوم کے خاندان میں تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی بہن بھی نانوتہ ہی میں بیاہی تھیں اسلئے حضرت اکثر نانوتہ تشریف لاتے اور مولانا محمد قاسم صاحب و مولانا محمد یعقوب صاحب دونوں حضرات حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اعلیحضرت کا اِن دونوں نونہالان چمنستان علم و فضل کے ساتھ بچپن ہی میں غایت شفقت اور نہایت محبت و اخلاص کا برتاؤ تھا۔ کتاب کی جز بندی دونوں حضرات کو اعلیحضرت ہی نے سکھائی تھی جسکے بعد دونوں صاحبوں نے اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں خود ہی باندھیں اس تعلق یگانگت اور ازلی ارتباط قلبی کے باعث حضرت مولانا قاسم العلوم نے وطن سے دہلی آتے اور دہلی سے وطن جاتے تھانہ بھون کی حاضری اور اعلیحضرت کی زیارت کو اپنا معمول بنا رکھا تھا اعلیحضرت بھی جب دہلی تشریف لاتے تو حضرت مولانا مملوک العلی

صاحب کے پاس قیام فرماتے اور اُستاذ الکل کے رشید شاگرد بھی زیارت سے بہرہ یاب ہوتے تھے حضرت مولانا قاسم العلوم اپنے ہمجاعت طلبہ میں اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات علمیہ و عملیہ کا تذکرہ فرماتے اور خوارق و کرامات کے اظہار و بیان سے آستانہ علیہ کی طرف ترغیب دلایا کرتے تھے خصوصًا امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ سے چونکہ جلوت وخلوت کی شرکت تھی بہت ہی خصوصیت کا ذکر ہوتا بلکہ انکی کوشش تھی کہ حضرت مولانا بھی اُسی مقدس ہاتھ پر بیعت ہوں۔

امام ربانی قدس سرہ چونکہ پیدا ہی اسلئے ہوئے تھے کہ قطب وقت اور شیخ زمن بنیں اسلئے شروع ہی سے خدا طلبی اور اصلاح نفس یعنی تصوف و سلوک کے حاصل کرنے کا شوق آپ کے قلب میں جاگزیں تھا اور آپ چاہتے تھے کہ کسی صاحب قلب سلیم راہبر کا دامن پکڑیں مگر چونکہ آپکی فطرتی استقامت و استقلال نے آپکو شوق میں اس درجہ مغلوب نہ ہونے دیا تھا کہ طبع کے اطمینان کلی حاصل ہوئے بغیر کسی کے ہاتھ بیع ہو جاتے اس لئے آپ اعلیحضرت کے محامد و اوصاف اور مناقب و فضائل سنکر خاموش ہو جاتے اور قلب کو ٹٹولا کرتے تھے کہ اندرون کسطرف میلان کرتا ہے۔

اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے پہلی زیارت جو حضرت مولانا کو حاصل ہوئی اُسکا تذکرہ خود حضرت امام ربانی نے بارہا فرمایا کہ جب میں اور مولوی محمد قاسم صاحب دہلی میں اُستاد رحمہ اللہ سے پڑھتے تھے ہمارا ارادہ مسلم شروع کرنے کا ہوا لیکن مولانا کو فرصت نہ تھی اسلئے انکار فرماتے تھے بالآخر میں نے عرض کیا کہ حضرت ہفتہ میں دو بار صرف پیر اور جمعرات (یا جمعہ) کو پڑھا دیا کیجئے خیر یہ منظور ہو گیا اور ہفتہ میں دو سبق ہونے لگے تو اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی ایک روز یہی سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور اُنکو دیکھکر حضرت مولوی صاحب معہ تمام مجمع کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لو بھائی حاجی صاحب آگئے حاجی صاحب آگئے اور حضرت مولانا نے مجھسے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہوگا۔" مجھے سبق کا بہت افسوس ہوا اور میں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا کہ "بھئی یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی گیا" مولوی محمد قاسم صاحب نے کہا ہا ہا ایسا مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں ایسے ہیں" ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈینگے۔" اول زیارت مجھے اُس وقت ہوئی تھی اسکے بعد سے حضرت حاجی صاحب ہم دونوں کا حال دریافت فرمایا کرتے اور یوں کہا کرتے تھے کہ سارے طالبعلموں میں وہ دو طالبعلم (مولانا گنگوہی اور مولانا نانوتوی رحمہما اللہ) ہوشیار معلوم ہوتے ہیں اور بس۔

الحق کو حضرت مولانا اعلیحضرت کی زیارت کر چکے تھے مگر چونکہ شیخ المسند حضرت حاجی شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت امام ربانی نے صحاح بھی پڑھی اور علم شریعت کا تکملہ کیا تھا آپکو حاضری کا بھی اس گھر بار دربار میں زیادہ اتفاق رہا اسلئے آپ کا دل بیعت کے لئے بھی ادھر ہی جھکتا اور یوں ہی راضی ہوتا تھا کہ طریقت میں بھی اسی شفیق اُستاذ کا دامن پکڑا جائے جسکے جامع بین الشریعت والطریقت ہونے میں شبہ نہیں ہے لیکن چونکہ مشیت ازلی آپ کے لئے دوسری تجویز قرار دے چکی تھی اس لئے آپ مجبور تھے چنانچہ آپکو اس ارادہ میں اس درجہ پختگی ہی نہ آئی کہ درخواست وسعی تک نوبت پہونچ پاتی البتہ اسکا سبب یہ ہوا کہ ایک مرتبہ آپکو اُسی زمانہ طالبعلمی میں مولانا قاسم العلوم اور چند دیگر احباب کے ساتھ تھانہ بھون جانے کا اتفاق ہوا اور سارے مجمع نے مسجد میں قیام کیا اتفاق سے آپکا جوتہ بدلا گیا اور کوئی صاحب اپنا جوتہ چھوڑ کر آپ کے نعلین پہن گئے۔ عشا کا وقت تھا آپ اور آپ کے احباب جوتہ ہی کی تلاش میں تھے کہ اعلیحضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور فرمایا کہ "بدلا ہوا جوتہ ہمیں دکھاؤ" چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی خود ہی اُس جوتہ کو اُٹھا کر اعلیحضرت کے پاس لے گئے اعلیحضرت نے چراغ کے سامنے دیکھکر فرمایا "یہ تو حبیب حسن کا ہے" حبیب حسن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ساتھیوں میں ایک لڑکا تھا لیکن اس درجہ اجنبی تھا کہ اعلیحضرت کو اُس سے مطلق کبھی تعارف نہ ہوا تھا۔ یہ اعلیحضرت کی پہلی کرامت تھی جسکو مولانا نے اول مرتبہ دیکھا اور عقیدت کے ساتھ دلکی کشش کا باعث ہوا گویا ساٹھ سال تک تعمیر ہونے والے ایک محل کی اسوقت بنیاد رکھی گئی اور عمر بھر کی بیع وشرا کا اِس رات میں سودا شروع ہوا

یہ اور اس قسم کے دیگر خوارق عادات اور کشف وکرامات کے دیکھنے سُننے سے حضرت مولانا کی عقیدت ومحبت اور ارادت اعلیحضرت کے ساتھ بڑھتی گئی مگر آپ کے تجسس قلب اور بصر ونقاد نظر نے فارغ التحصیل ہونے اور شریعت وعلم دین کے تکملہ تک کوئی فیصلہ نہ کیا کہ کہاں جانا اور کسکی غلامی اختیار کرنی چاہئے یہانتک کہ آپ گنگوہ تشریف لائے اور حق تعالیٰ شانہ کیطرف سے ظفر وحصول مقصود کے اسباب خود بخود مہیا ہونے کے متمنی ومنتظر رہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ایکمرتبہ خود یہ تذکرہ فرمایا کہ جب میں دہلی سے پڑھ کر فارغ ہو آیا ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور میرے پاس ہی آ کھڑے ہوئے میں نے لکھتے لکھتے نظر اوپر اُٹھائی تو ایک نورانی صورت پر نگاہ پڑی۔ قلم تو ہاتھ سے رکھ دیا اور دریافت کیا کہ

حضرت آپ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ میں ہوں امداد اللہ۔ میں یہ سنکر (چونکہ اخلاق حمیدہ سُن چکا اور دہلی میں پہلی مرتبہ اور تھانہ میں شب کے وقت دوسری دفعہ سرسری زیارت بھی کر چکا تھا گو صورت ذھن میں منقش نہ تھی) اُسی وقت اُٹھا اور مصافحہ کیا۔ جیسا میں ادب اور تعظیم سے پیش آیا اُس سے زیادہ اعلیحضرت خلق وکرم اور تواضع و محبت سے ملے۔

امام ربانی قدس سرہ کی غالبًا اعلیحضرت سے تیسری ملاقات تھی اس زمانہ میں اعلیحضرت جب گنگوہ بالقصد آتے یا نانوتہ جاتے ہوئے راستہ میں قیام فرماتے تو شہر میں مولوی سراج الدین صاحب کے مکان پر قیام فرمایا کرتے جو حضرت امام ربانی کے سمدھی یعنی آپکی صاحبزادی والدہ حافظ محمد یعقوب کے خسر تھے۔ مولوی سراج الدین صاحب نہایت نیک اور متقی وبار ساشخص تھے جنکی یہ بات مشہور ہے کہ ابتداء ملازمت سے انتہا عمر تک کبھی ایک پیسہ رشوت کا نہیں لیا اور ہمیشہ نیک چلنی و میانہ روی کے ساتھ حلال کمائی سے گزران کی مولانا ممدوح کو حضرت امام ربانی کے ساتھ نہایت درجہ محبت تھی اور ہمیشہ سے عقیدت کے ساتھ ملا کرتے اور باوجود عمر میں بڑے ہونے کے حضرت قدس سرہ کی تعظیم کیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا قدس سرہ تعلم سے فارغ ہونے کے بعد تعلیم و تدریس کے شایق ہوئے خالی بیٹھے آپکا جی گھبراتا اور گو خود کتابیں دیکھتے یا تحریر میں مصروف رہتے تھے مگر جی چاہتا تھا پڑھانے کو اس لئے قدرت نے آپ کے پاس طالبعلم بھیجا اور آپ نے دروازہ تدریس کھولا۔ مولوی سید مومن علی صاحب ایک شخص نکوڑ کی تحصیل میں ملازم تھے انکو ابتدا ہی سے دینیات کی تحصیل اور عربی پڑھنے کا شوق تھا مگر زمانہ نے مہلت نہ دی اور ارادہ پورا نہ کر سکے اب جبکہ حضرت قدس سرہ کا دہلی سے فارغ ہو کر گنگوہ واپس آنا مشہور ہوا تو اُنکے دل میں پھر پُرانا دبا ہوا خیال اُبھرا اور وہ نوکری چھوڑ چھاڑ گنگوہ حضرت کی خدمت میں پونہچے۔ دونوں جانب حصول تمنا کا یہ غیبی سامان چونکہ دونوں کے لئے انعام خداوندی تھا اس لئے حضرت مولانا نے سبق شروع کرانے میں کچھ بھی تامل نہیں فرمایا اور مولوی مومن علی صاحب کو شرح جامی پڑھانے لگے۔

اِنہیں ایام میں یہ اتفاق پیش آیا کہ کسی بحث میں مولانا شیخ محمد صاحب کی ایک تحریر حضرت کے پاس کسی شخص نے بھیجی جس میں مولانا شیخ محمد صاحب نے اسپر زور دیا تھا کہ روضہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں جو جگہ ایک قبر کے لئے چھوٹی ہوئی ہے اُس میں حضرت عیسیٰ علیہ السّلام مدفون ہونگے اور یہ امر قطعی ہے اسکا منکر ایسا ہے اور ویسا ہے۔ حضرت مولانا نے اُسپر بجائے تصدیق و تصویب کے تحریر فرما دیا کہ سر اثبوت باحادیث و

اخبار آحاد ہے اسلئے علم ظنی حاصل ہوگا قطعیت کا ثبوت دشوار ہے" حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نظر سے جو یہ تحریر گزری تو جوش غضب میں بیتاب ہوگئے کہ طفل مکتب نے میرا رد کرنا چاہا اُس حالت غیظ میں اپنے مطلب کی تائید میں ایک رسالہ کا رسالہ لکھ دیا اور حضرت مولانا کے پاس بھیجدیا۔ مولانا نے اُسکو اچھی طرح دیکھا مگر چونکہ سوائے اُن احادیث و آثار کے ذکر اور اسناد کی تفصیل کے جن میں یہ مضمون وارد ہے اور کچھ بھی نہ تھا حالانکہ مولانا خود ہی تحریر فرما چکے تھے کہ یہ احادیث اخبار آحاد ہیں۔ اسلئے مثبت علم ظنی ہیں پس اُس رسالہ کی پُشت پر تحریر فرما دیا کہ" میں نے نہ احادیث کا انکار کیا نہ اسکا دعویٰ کہ یہ مضمون ثابت نہیں ہاں میں نے یہ لکھا ہے اور اب بھی کہتا ہوں کہ اِس بحث کی جملہ اخبار وارده آحاد ہیں ان سے مضمون کی قطعیت کیونکر ثابت ہو جائیگی جو میرا شبہہ ہے اُسکا رسالہ میں جواب نہیں اور جو احادیث مذکور ہیں اُن کا میں منکر نہیں اِس کے بعد یہ شعر تھا ؎

گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گرے کہ جو گھٹنوں کے بل چلے

حضرت مولانا شیخ محمد صاحب اپنے زمانہ کے بزرگ و صالح شخص اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کے پیر بھائی یعنی میانجی صاحب طاب اللہ ثراہ کے خلیفہ مجاز تھے مگر علم کا غلبہ تھا اور علم کے لئے تفقہ لازم نہیں غلطی وخطا سے معصومیت ضروری نہیں اسلئے حقیقت میں اس مسئلہ کے اندر چوکے اور لغزش کھائی اُدھر حضرت مولانا قدس سرہ ذکی الطبع۔ فطن۔ فارغ التحصیل اور علامہ ہونے کے علاوہ صاف گو تحریر و تقریر میں بیباک جوان طبیعت تازہ علم اور سب پر طرّہ یہ کہ حق بات کے اندر مناظرہ و مباحثہ میں مرد دلیر اور نڈر اسلئے آپ کا قلم نہ رکا اور جو لکھنا تھا صاف صاف لکھدیا حضرت مولانا شیخ محمد صاحبؒ اصل مسئلہ کا تو جواب چونکہ حق کے خلاف تھا اسلئے نہ دیسکے مگر مولانا کا لکھا ہوا شعر چونکہ زیادہ ناگوار گزرا اسلئے خفا ہوئے اور جو کچھ زبان پر آیا کہا چند جگہ پر شکایت بھی کی کہ" میرے سامنے کا پیدا ہوا بچہ مجھے طفل لکھتا ہے" حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مولانا کی یہ تقریر سُنکر جواب دیا بھی کہ میں نے آپکو طفل نہیں لکھا بلکہ اپنے آپکو لکھا ہے آپکی تو شعر میں تعریف ہے کہ شہسوار ہیں جن سے لغزش ہو گئی گستاخی کا الزام تو مجھپر عاید نہیں ہاں اصل مسئلہ میں آپکے ساتھ میں موافق نہیں ہوا اسپر آپ جو کچھ بھی فرمادیں وہ سر آنکھوں پر" لیکن مولانا شیخ محمد صاحب کا دل میں بیٹھا ہوا غصہ رفع نہوا آخر حضرت امام ربانی کا ابتدائی عالمانہ جوش اور وہ مولویانہ علمی زور جسکو حمیت دین کہئے یا اصلاح نفس کا مقدمہ اسکا محرک ہوا کہ آپ خود تھانہ جائیں اور مسئلہ کی زبانی تقریر سے فیصلہ فرمادیں

اتفاق سے کسی برات کی شرکت میں آپکو رامپور جانا تھا اسی سفر کو سفر مباحثہ بنانیکی نیت سے آپ سالہمراہ لے رامپور آئے اور وہاں سے فارغ ہوکر مکان واپس ہوئے بلکہ اطلاع تک دئے بغیر تھانہ بھون روانہ ہوگئے اور چونکہ چند گھنٹہ کا کام سمجھے ہوئے تھے اسلئے جو کپڑے پہنے ہوئے تھے بس وہی سامان سفر تھا باقی ایک جوڑہ پارچہ بھی ہمراہ نہ تھا۔

چونکہ دین کے اخذ اور رضائے حق تعالیٰ کے حاصل کرنے میں فرمان بردار ضعیف بندہ مسلم کو جتنی کوشش کرنی چاہئے حضرت مولانا گنگوہی نے اُس سے غفلت نہیں فرمائی تھی غور وخوض بھی کیا تھا قوت فکریہ سے بھی کام لیا تھا گھنٹوں تفکر وتدبیر میں مستغرق رہے طبیعت کو جانچا پرتالا دلکو ٹٹولا اور دیکھا بھالا تھا آخر متعدد مرتبہ مسنون استخارہ فرمانے کے بعد تھانہ بھون کو کاربرآری کی جگہہ سمجھ چکے تھے اس لئے اس سفر مناظرہ میں یہ بھی دھیان تھا کہ اعلیحضرت کی زیارت بھی ہو جائیگی اور موقع ہوا تو غلامی کا شوق ظاہر کروں گا ع۔ گر قبول اُفتد زہے عز وشرف +

اعلیحضرت فاروقی نسب حنفی المذہب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حافظ کتاب اللہ سید السادات العظام افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخاص والعوام منبع البرکات القدسیہ مظہر الفیوضات المرضیہ معدن المعارف الالٰہیہ مخزن الحقائق مجمع الدقائق سراج اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین سلاسل اربعہ میں مشائخ اعلام سے بیعت چمنستان حب الٰہی کے پھول گو ظاہری علم شریعت میں علامہ دوراں اور مشہور زماں مولوی نہ تھے مگر علم لدنی کے جامہ عنبر شمامہ سے آراستہ اور نور عرفان وایقان کے زیورات سے سرتاپا پیراستہ شیخ وقت قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفرنگر کو مہبط انوار وبرکات اور مطلع فیوض وتجلیات بنائے ہوئے تھے۔ خلقۃً ضعیف ونحیف خفیف اللحم اسپر مجاہدات وریاضات اور تقلیل طعام ومنام اور سب سے بڑھکر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ہے جسکے باعث آخر میں کروٹ تک بدلنا دشوار تھا آپ کا دل عشق منزل ہر وقت نشہ لقا میں سرشار تھا ایام غدر میں قصہ فساد والزام بغاوت کے زمانہ میں مکہ معظمہ ہجرت فرما ہوئے اور کل چوراسی سال تین مہینہ بیس روز گوشہائے عالم دنیا کو منور فرماکر بارہ[۱۲] یا تیرہ[۱۳] جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ ہجری بروز چارشنبہ بوقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ (مقبرہ مکہ معظمہ) میں مولوی رحمت اللہ کی قبر کے متصل مدفون ہوئے۔ اطاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ۔

اعلیحضرت گھر سے خوشحال اور موروثی جائداد کا معقول حصہ پائے ہوئے تھے جو بظاہر الحال گزران

معیشت کے لئے کافی ووافی سامان تھا مگر آپ کا قلب سلیم چونکہ بالطبع زہد و توکل کا شیدا تھا اِس لئے آپ نے اپنی ساری جائداد سکنی وزرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کردی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنالیا تھا۔

اعلیحضرت چونکہ زاویہ خمول کی زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گزاری کی جانب بہت راغب تھے اسلئے ہمیشہ اپنے آپکو چھپایا اور علیحدگی و یکسوئی کو اخفار وکتمان حال کا سبب بنایا مگر "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید" اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے خدائی مخلوق نے جبہ سائی کو فخر سمجھا اور جیساکہ دین کا اپنے زمانہ ولادت سے حال رہا ہے غربا و مساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی مجبوراً امتثالاً للامر آپ طالبین کو بیعت فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کیلئے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے۔ آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اُسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے یہانتک کہ آپکی بھاوج نے آپکے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائداد آپ منتقل فرما چکے خود توکل پر بعسرت و فقر گزران ہے پھر اُسپر مہمانوں کی کثرت اور نوواردِ مسافروں کی زیادتی گو آپکو بار نہ معلوم ہو مگر میری غیرت تقاضہ نہیں کرتی کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں۔ اسلئے آج سے جتنے مہمان آئیں اُنکی اطلاع غریب خانہ پر فرمادیں اُنکا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئیگا۔ اول تو اعلیحضرت نے انکار فرمایا کہ نہیں میرے مہمان ہیں انکی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے مگر آخر بھابی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے ساتھ تھا آپ نے قبول فرمالیا اور اُس روز سے مہمانوں کا کھانا دونوں وقت وہاں سے آنے لگا۔

اعلیحضرت کی بھاوج کا حُسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگدل نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن اعلیحضرت نے خواب دیکھا کہ آپکی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکارہی ہیں کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپکی بھاوج سے فرمایا کہ "اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اُس کے مہمان علماء ہیں اُسکے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔"

اعلیحضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی اسلئے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہات پر بیعت ہوئے آپ کے بعد چار دانگ عالم سے جوق جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیحضرت کو علماء کا شیخ و راہبر بننے

میں وہ رتبہ علیا حاصل ہوا کہ جسکی نظیر دنیا میں سلفاً، وخلفاً شاید ایک دو مل سکے۔ اس رویائے صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیحضرت کے مرید ہیں وذلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء، واللّٰہ ذوالفضل العظیم (بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیحضرت کی بھاوج شیعہ مذہب تھیں واللّٰہ اعلم

غرض امام ربانی قطب صمدانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ تھانہ بھون میں داخل ہوتے ہی اول پیر محمد والی مسجد میں پہونچے دیکھا کہ ظہر کی نماز ہوچکی ہے اور اعلیحضرت اپنی سہ دری میں بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں۔ حضرت مولانا حاضر خدمت ہوئے اور ختم تلاوت پر سلام مسنون عرض کرکے بیٹھ گئے۔ اس سے قبل غالباً ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ گنگوہ اور ایک مرتبہ گزرگاہ وطن بناکر شب کے وقت تھوڑی دیر کے لئے تھانہ میں اعلیحضرت کی زیارت ہوئی تھی یہ پانچویں ملاقات تھی مگر یوں کہنا چاہئے کہ وطن میں اعلیحضرت کا مہمان بنکر حاضری کا عمر بھر میں آپکو پہلا اتفاق تھا اعلیحضرت نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غایت درجہ خاطر و مدارات فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے؟ حضرت امام ربانی نے مناظرہ کا قصد ظاہر کیا اعلیحضرت نے جواب دیا "ہا ہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں بڑے ہیں" بس مباحثہ کا تو اسی جگہ فیصلہ ہوگیا اور حضرت یہ کہکر خاموش ہوگئے کہ "حضرت آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں" اسکے بعد ادھر اُدھر کی باتیں رہیں اور آپ نے موقع پاکر بالفاظ مناسب بیعت ہونے کی درخواست کی۔ اعلیحضرت اطاب اللہ ثراہ نے عادت شریفہ کے موافق بیعت میں تامل ہی نہیں فرمایا بلکہ طلب صادق کو امتحان کی کسوٹی پر کسنے اور اعتقاد و شوق بڑہانے کے لئے صورۃً انکار کے لفظ زبان پر لائے۔ یہاں سوائے اخلاص و شوق کے کیا تھا قطبیت کا جامہ پہننے والا ایک جسم تھا جو سرتاپا طلب بنا ہوا تھا نخوت علم و تکبر مولویت نام کو بھی نہ تھی اور جو کچھ تھی وہ پہلی ہی گفتگو پر نکل چکی تھی۔ پس نتیجہ امتحان یہ تھا کہ جتنا اُدھر سے انکار تھا اُسی قدر اِدھر سے اصرار اور جسقدر اُس جانب سے استغنا کا برتاؤ تھا اوتنا ہی اِسطرف سے احتیاج و افتقار کا اظہار۔ چونکہ پیران عظام ہمیشہ طالب صادق اور ہونہار کی تلاش میں رہتے ہیں اسلئے انہیں امتحان والے دو تین دن میں حضرت مولانا شیخ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے طرح طرح سے آپکو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر "ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ" صاحبدل کا ایک دل چونکہ ایک کا ہولیا تھا اِسلئے نہ پھرنا تھا نہ پھرا اور ثابت قدم کوہ استقلال کے پاؤں ایک مخصوص آستانہ کیجانب لپک چکے اور امدادیہ دربار گہربار میں جم چکے تھے اسلئے نہ ڈگنے تھے نہ ڈگے چنانچہ آپ

اثنا میں حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ آپ سے آنے کا سبب اور حال دل پوچھنے لگے تو آپ نے بے اختیار فرمایا کہ "جدہر دل کا میلان ہے وہ قبول نہیں کرتے دوسرے اپنی طرف کھینچے ہیں عجب قصہ ہے" جناب حافظ صاحب نے دلاسا دیا اور فرمایا کہ "ابھی جلدی کیا ہے چند روز ٹھیرو یہاں کے حالات دیکھو" آخر جب آپکی پختگی ہر طرح ظاہر ہو گئی تو جناب حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیحضرت کیخدمت میں سفارش کا اجر حاصل فرمایا اور تھانہ کی حاضری سے دو تین روز کے بعد آپ کو سلاسل اربعہ میں اعلیحضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت حاصل ہوئی۔

حضرت مولانا قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب اعلیحضرت کے دست مبارک پر بیعت ہونے کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت مجھسے ذکر شغل اور محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ رات کو اٹھا جائے اعلیحضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے" اس تذکرہ پر کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت پھر کیا ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا اور عجیب ہی جواب دیا کہ "پھر تو مرمٹا"

القصہ حضرت مولانا قدس سرہ منظوری شرط کے بعد بیعت ہوئے اور اعلیحضرت نے آپکو بارہ تسبیح تلقین فرمادیں۔ شب کے وقت اعلیحضرت نے وہ چارپائی جسپر آپ استراحت فرماتے تھے اپنے پلنگ کے پاس بچھوالی اور آرام فرمایا۔ آخر شب میں جب اعلیحضرت حسب معمول اُٹھے تو حضرت مولانا کی بھی آنکھ کھل گئی مگر چونکہ بیعت کے وقت شرط ہو چکی تھی اسلئے اعلیحضرت نے کچھ نہ فرمایا کہ اُٹھ بیٹھو یا بتلائی ہوئی دوازدہ تسبیح کا ذکر کرو لیکن قدسی نفس شیخ کا پگھلا دینے اور کام کرا لینے والا سریع النفوذ فیضان پہلے ہی اپنا اثر کر چکا تھا اُدھر موثر قوی التاثیر ادھر متاثر کمال درجہ کا قابل تاثر اور دونوں باتوں پر طرہ مواجہت و اتصال بھلا کسطرح ممکن تھا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ بستر پر لیٹے رہتے یا نیند آجاتی۔ دو چار کروٹیں آپنے ضرور بدلیں اور کسی درجہ میں چاہا بھی کہ نیند آجائے مگر حق تعالیٰ کو آپ سے جو کام چند ہی روز بعد لینا منظور تھا اُسکے اسباب قریبہ اسی پہلی رات سے پیدا ہونے مقدر تھے پس نہ آپ کی آنکھ لگی اور نہ آپ اس ناگوار و مضطرب حالت اضطجاع و تقلب کے متحمل ہو سکے آخر خود ہی اُٹھے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے۔ ایک گوشہ میں اعلیحضرت اپنے کام میں مشغول تھے دوسرے گوشہ میں آپ جا کھڑے ہوئے بہ نیت تہجد نوافل ادا کئے اور ذکر نفی و اثبات بالجہر شروع کر دیا۔

حضرت قدس سرہ نے جسوقت اِس قصہ کا خود تذکرہ فرمایا تو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آخر کار میں نے ذکر

بالجہر شروع کیا گلا اچھا تھا بدن میں قوت تھی صبح کو جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو" اُس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہوگئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اسکی ممانعت کی معلوم ہوئی۔

یہ پہلا اصلہ تھا جو شیخ کی زبان سے تفاؤل نیک غیبی بشارت بنکر آپکو ایک شب کی قلیل محنت پر عطا ہوا جسکا ادنیٰ ثمرہ یہ تھا کہ تا وصال حضرت مولانا قدس سرہ بارہ تسبیح منجملہ دیگر مراقبہ و مشاغل کے ایسی بلکی آواز کے ساتھ ذکر فرماتے رہے کہ جسکو حجرہ کے پاس بیٹھنے والا سُن سکتا تھا بمقتضائے احب الاعمال مادیم علیہا الحدیث خدا کے نزدیک اس ذکر بالجہر کی کس درجہ محبوبیت پسندیدگی ہوگی جسکی مواظبت ابتدائی گھڑی سے انتہائی ساعت تک رہی ہو؟

ناظرین! حضرت قطب العالم قدس اللہ سرہ کے اُس وقیع الشان فقرہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو خادم کے دریافت کرنے پر آپکی سچی زبان سے ظاہر ہوا کہ "پھر تو مرمٹا" صفحہ ہستی پر آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر قلم اذعان سے کندہ کرنے کے لایق ہے حقیقت میں حضرت مولانا اسکے بعد مرمٹے آپ نے اپنے نفس کو مار دیا ہوائے نفس کو ملیامیٹ کر دیا جس پاک نام سیکھنے کا قصد کیا تھا اُس میں کھپ گئے فنائیت حاصل کی اور اسپر اکتفا نہ کیا بلکہ فنا عن الفنا پر پہونچے کہ اپنی فنائیت سے بھی بیخبر اور فانی محض بنگئے آپ کے صفا کیش دل عشق منزل کا تیز پرواز پرندہ آستانہ امدادیہ پر جب آیا کا ایسا مقید و گرفتار ہوا جیسا لاسہ کا پکڑا ہوا طیر یا قفس میں بند ہوا جانور کہ باوجود گھر کے تقاضوں اور اقارب کے بار بار بلاووں کے آپ تھانہ سے باہر نہ نکل سکے اور گو حاضری کے وقت قیام کا مطلق قصد یا خیال نہ تھا مگر دل کے ہاتھوں مجبور اور قدرت کے دست تقدیر سے معذور چلہ پورا کرنا پڑا اور روز یہی رہا کہ آج نہیں کل چلا جاؤنگا اور کل نہیں پرسوں چلا جاؤنگا۔ اگر کبھی ادھر سے اجازت کی طلب ہوئی تو اعلیحضرت کا یہ جواب تھا کہ چلے جانا آج نہیں کل سہی اور اگر کسی وقت اُدھر سے استفسار ہوا کہ کب جاؤگے تو حضرت کی طرف سے یہ جواب تھا کہ آج نہیں کل چلا جاؤنگا۔ نہ انکا جانے کو جی چاہے نہ انکا بھیجنے کو دل چاہے۔

الفت کا جب مزا ہے کہ ہوں وہ بھی دردمند | دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

عشق اول در دلِ معشوق پیدا میشود | گر نسوزد شمع کے پروانہ شیدا میشود

یہانتک کہ آپکو بیعت ہوئے اور ذکر بالجہر کرتے ایک ہفتہ گزرا تھا کہ آٹھویں دن اعلیحضرت شیخ العرب والعجم

کیجانب سے دوسرا صلہ عطا ہوا اور واقع ہونے والی غیبی بشارت بایں الفاظ صادر ہوئی کہ "میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپکو دیدی آیندہ اسکو بڑھانا آپکا کام ہے"

حضرت قطب العالم قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں اُسوقت بہت ہی متعجب ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں وہ کونسی چیز ہے جو اعلیحضرت کو حق تعالیٰ نے دی تھی اور مجھے عطا ہوئی آخر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا تھا؟ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مولانا کا یہ سفر زیادہ تر بہ نیت مباحثہ مسئلہ فقہیہ تھا اور آپ جن دو کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے اُنہیں میں تھانہ بھون چلے آئے تھے نہ دوسرا جوڑا ساتھ تھا اور نہ قیام کی نیت تھی کہ نیا بنوالیں محض بلاقصد وارادہ ٹھیرنا پڑا کچھ اوپر چالیس دن اسلیئے جب کپڑے زیادہ میلے ہو گئے تو اُنکو خود ہی دھولیا ورنہ میلے ہی پہنے رہے آخر اسی فیضان صحبت و شغلہ ذکر میں چالیس دن پورے ہوئے اور حضرت قطب العالم قدس سرہ بخار میں مبتلا ہو گئے۔ اِدہر علالت کے باعث یہ خیال کہ اعلیحضرت پر تیمارداری و خدمت مرض کا بار ڈالنا خلاف ادب ہے اور اُدہر گھر والوں کے شدید تقاضوں پر تقاضے کیونکہ جو دن گزرتا تھا متعلقین کا فکر بڑھتا اور خدا جانے کیا کیا وسوسے پیدا ہوتے تھے کہ بیٹھے بٹھائے بلا سامان سفر و زادراہ ایک دن کو تھانہ گئے تھے سبب کیا کہ ہفتے لگادیئے اور گھر کا نام نہیں لیتے اِس لئے حضرت امام ربانی نے اعلیحضرت سے رخصت چاہی اور اعلیحضرت نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ پورے بیالیس ۴۲ روز ختم فرماکر حضرت مولانا تھانہ بھون سے روانہ ہوئے اور اعلیحضرت بہ نفس نفیس معہ دیگر متعلقین کے ایک جم غفیر میں بغرض مشایعت مسنونہ ہمراہ ہوئے اور تھوڑی دور تک ہونہار مسافر مہمان کے ساتھ ساتھ تشریف لے چلے۔ حضرت مولانا کا اصرار تھا کہ آپ تکلیف نفرماویں مجھے آپکی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے اور اعلیحضرت کا دل یہ چاہے کہ جہانتک بھی طاقت یاری دے ساتھ چلیں آخر دونوں خادم و مخدوم معہ دیگر ہمراہی احباب و ہمعصر اصحاب کے پاپیادہ روانہ ہوئے اور سواری کی بہل خالی کبھی پیچھے اور کبھی آگے چلتی رہی۔ اعلیحضرت کی پدرانہ شفقت اور سادگی کے ساتھ بے تکلف مربیانہ محبت کا یہ اقتضا کہ مولانا سواری میں سوار ہو جائیں کیونکہ عشق کی اندرونی حرارت کے ساتھ بخار زدہ بدن کا ضعف راحت کا طالب ہے اور سعید و رشید مولانا کے غایت تادب و تکریم اور عجز وانکسار کے ساتھ خوردانہ توقیر و تعظیم کا یہ مقتضیٰ کہ گو اعلیحضرت کا قدم قدم سرچشمۂ وصل و آب حیات

ہونے کی وجہ سے ذریعہ فلاح دین و دنیا ہے مگر اسکے ساتھ ہی یہ قدوم میمنت لزوم بجائے زمین کے گویا آپ کے دل محروق پر چل رہے اور عزت کے ساتھ کلفت کا سبب ہو رہے تھے اِسلئے کچھ عجیب سماں تھا کہ نہ امام ربانی حضرت مولانا قدس سرہ غایت ادب کے باعث سواری پر سوار ہو سکتے ہیں اور نہ اعلیٰحضرت اپنے لاڈلے روحانی بیٹے کی درخواست پوری فرما کر واپس ہوتے ہیں یہانتک کہ اعلیٰحضرت ہی باین خیال کہ بیماری کی حالت میں پا پیادہ چلنا مبادا چاہیتے دینی بیٹے کی کلفت و ماندگی اور زیادتِ مرض کا باعث ہو ٹھٹکے اور مجمع کو وہیں کھڑا کر کے حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب علیحدہ لے گئے اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ "اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اسکو بیعت کر لینا" حضرت امام ربانی فرماتے تھے کہ میں نے عرض کیا "مجھسے کون درخواست کریگا؟" اعلیٰحضرت نے فرمایا "تمہیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا"

یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلے سفر کی آخری ملاقات کے وقت حضرت مولانا قدس سرہ کو عطا ہوا یہی وہ عطیہ ہے جسکے حاصل کرنے کی غرض سے آستانے ڈھونڈے جاتے اور برسوں پیران عظام کی جوتیاں سیدھی کی جاتی ہیں۔

الحمد للہ کہ امام ربانی جس نیت و قصد کے ساتھ گنگوہ سے آئے تھے وہ تو بھول بھلیاں ہو گئی اور فکر و استخارہ کے بعد جو امر ذہن نشین ہوا اور مولانا قاسم العلوم کی تمنا تھی اُس سے مالا مال و خاطر خواہ فائز المرام ہو کر تینتالیسویں دن واپس وطن ہوئے۔ کیا خدا کی دین ہے کہ جس وہلہ میں بیعت ہوئے اُسی وہلہ میں صاحب نسبت بنے خلیفہ ہوئے اور چلتے چلتے اصرار و تقاضہ کے ساتھ اعلیٰحضرت کی زبان سے یہ مبارک حکم و ارشاد سُنا کہ دیکھو جو درخواست کرے اُسکو ضرور بیعت کر لینا" یہی سفر سفر بیعت تھا اور یہی سفر حصول خلافت یہی قلیل زمانہ زمان سعی تھا اور یہی چند ایام ایام ظفر و کامیابی روانہ ہوئے تھے مولانا شیخ محمد صاحب سے مباحثہ کرنے اور تبعاً و ضمناً انجان و ناواقف بنکر اللہ کا نام سیکھنے کے لئے اور آئے پڑھے لکھے عالم طریقت مجاز حقیقت شیخ عصر بنکر دوسروں کو اللہ کا نام سکھانے اور گنگوہ کو مہبط انوار و مرجع خلایق بنانے ؎

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

بیعت کی اجازت بلکہ تاکیدی حکم فرما کر اعلیٰحضرت نے رخصتی مصافحہ کیا اور دولتکدہ کیجانب

مراجعت فرمائی اُدھر حضرت امام ربانی شیخ کی مفارقت جسمانی میں سرتاپا حزن وملال احباب سے رخصت ہو بہل میں سوار گنگوہ آئے وطن پہونچکر جس کیف وذوق اور شغل وحال میں گزری اب اُسکا کیا پوچھنا نہ کسی میں کہنے اور بیان کرنے کی تاب ہے نہ معلوم کرنے اور دریافت ہو سکنے کی طاقت حضرت امام ربانی کے ماموں زاد بھائی اور طفولیت کے پرانے رفیق وغمگسار شفیق جناب مولوی ابوالنصر صاحب سلمہ فرماتے تھے کہ تھانہ بھون سے واپس ہو کر حضرت اقدس کا قیام میرے مکان پر تھا نصف شب کو جب آپ اُٹھتے اور سیدھے مسجد کی جانب رُخ فرماتے تو پیچھے پیچھے میں بھی لگا ہوا چلا آتا تھا جسوقت حضرت مخدوم بالجہر ذکر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے خود پر جو حالت گزرتی ہوگی اُسکی تو کسی کو کیا خبر؟

تھانہ میں امدادیہ آستانہ سے جو بات حاصل ہوئی تھی اُس نے نہ کھانے کا رکھا نہ پینے کا۔ ہر وقت تفکر واستغراق سے کام تھا اور رونا سبب راحت وآرام اکثر تمام تمام شب روتے گزرجاتی اور سارا سارا دن کسی گہرے فکر میں غرق ہوئے تمام ہوجاتا تھا آپکی والدہ ماجدہ نے ایک رضائی نیلے رنگ کی آپ کے لئے طیار کی تھی کہ شب کو مسجد میں آتے جاتے خنکی سے محفوظ رکھے اور ہلکی سردی میں راحت پہونچائیگی آپ کے رونے اور آنسوؤں کے اُسی رضائی سے پوچھنے کی وجہ سے اُسکا رنگ بھی کچھ کا کچھ ہوگیا اور ہئیت ہی دوسری بدل گئی تھی۔

چونکہ شب کا آخری نصف حصہ حضرت مولانا کا مسجد میں بالجہر ذکر کرتے اور اپنے آقا تعالیٰ شانہ کی یاد دیکھا میں گزرتا تھا اِس سے آپ کے اہل وطن کو آگاہی ہوئی اور سمجھے کہ آپ تھانہ بھون مرید ہونیکو گئے تھے ورنہ اس سے قبل کسی کو اطلاع بھی نہ تھی کہ آپ کے سفر تھانہ کی غایت کیا تھی غرض لوگوں میں اسکا چرچا شروع ہوا اور شدہ شدہ وہ مضمون جسکو آپ نے عمر بھر چھپا رکھنے کی خواہش کی تھی بطور خود مردوں اور عورتوں یگانوں اور بیگانوں پر ظاہر ہونے لگا اور بُوئے مشک کی طرح بستی کے چار کونوں میں پھیل گیا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو حقیقت میں کسی طالب کے بیعت کرنے کا شوق اور اپنے آپکو اس لائق سمجھنے کا واہمہ بھلا کیا ہوتا آپ کا اعلیحضرت کی طرف سے خلافت واجازت عطا ہوتے وقت سادگی کے ساتھ یہ عرض کرنا کہ "مجھسے کون بیعت کی درخواست کریگا" وہ طبعی اندرونی مضمون اور واقعی سچے دل کا مکنون تھا جس میں نام کو بھی تکلف وتصنع کا دخل نہ تھا اور حقیقت میں

اپنی نا قابلیتی کا قلبی اعتراف یہی وہ قابلیت تامہ ہے جس پر اجازت اور حق تعالیٰ کی طرف سے معاونت و برکت شامل حال ہوتی ہے بس گو آپ اِس امر سے خالی الذہن تھے کہ آپ شیخ سمجھے جائیں گے اور آپ سے مرید بننے کی تمنا کیجائیگی" مگر اعلیحضرت کی راست گو زبان جو حقیقت میں فرمان رحمٰن کی ترجمان تھی یوں کہہ چکی تھی کہ "کوئی بیعت کرنا چاہے تو ضرور بیعت کر لینا" اِس لئے پیشین گوئی جلد پوری ہوئے بغیر نہ رہی اور آپکو وطن واپس ہوئے چند ہی روز گزرے تھے کہ ایک عفت مآب نیکدل عورت نے آپ سے بیعت کی درخواست کی اور عرض کیا کہ "مجھے مرید کر لیجئے"

یہ ایک عجیب سماں تھا کہ جو قدسی نفس اللہ کا بندہ اپنے آپکو یوں سمجھتا ہو کہ دنیا ایسی بے وقوف کیوں ہونے لگی کہ مجھ نااہل و بیکار محض کو بھی کچھ سمجھے گی اُس سے وطن ہی کی ایک عورت بیعت کرنے کی درخواست کرے۔ پس امام ربانی نے خداداد حیا کے باعث گردن جھکا لی اور کسر نفسی و طبعی تواضع کے سبب درخواست نا منظور فرمادی اور خوبصورتی کے ساتھ ٹالدیا۔ خدا کی شان ہے کہ جوں جوں اِدھر سے انکار تھا وُوں وُوں اُدھر سے اصرار تھا یہانتک کہ اعلیحضرت نانوتہ تشریف لیجانیکی نیت سے روانہ ہوئے اور اسی سفر میں گنگوہ حضرت مولانا قدس سرہ کے پاس قیام فرمایا۔ یہ پہلا موقع ہے کہ امام ربانی کو مرشد باب اور اعلیحضرت کو میہمان بننے کا اتفاق ہوا اسوقت آپ نے اپنی خوش نصیبی پر جتنا بھی فخر کیا ہو بجا ہے اور احسان خداوندی کا جسقدر بھی شکریہ ادا کیا ہو زیبا ہے ابھی چند روز ہوئے آپ تھانہ میں اعلیحضرت کے میہمان تھے اور آج اپنے دین و دنیا کے آقا اور سرتاج کو اپنے خانہ بے تکلف پر سایہ افگن پا رہے ہیں اُسوقت آپکی زبان حال یہ شعر پڑھ رہی تھی ؎

وہ آئیں گھر میں ہمارے خدا کی قدرت ہے کبھی ہم اُنکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

صاحب نصیب عورت کو اپنے درد کا درمان حاصل کرنے کے لئے اِس سے بہتر موقع کہاں ملسکتا تھا اگر پیر کی بے اعتنائی کا گلا دادا پیر سے کیا جائے اور باپ کی شکایت ہو تو جد بزرگوار سے ہو پس اعلیحضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ "دیکھئے حضرت میں مرید ہونا چاہتی ہوں اور مولانا بیعت قبول نہیں فرماتے" اب کیا تھا اعلیحضرت کے لطافت آمیز سوال تھے کہ "کیوں صاحب سائل کی درخواست کیوں منظور نہیں ہوتی؟" اور حضرت مولانا شرم سے پسینہ پسینہ ہوئے جاتے تھے اگر جواب تھا تو کبھی یہ کہ "حضرت میں اس قابل نہیں" یا اِس طرح کہ آقائے زمانہ کے تشریف فرماتے غلام کی کیا طاقت کہ کسی کا آقا

بے نگر اعلیحضرت بار بار یہی فرماتے تھے کہ "جب کسی کو تم ہی سے عقیدت ہو تو وہ میرا مرید ہو کر کیا نفع اٹھائیگا"
خلاصہ یہ کہ اعلیحضرت اُٹھے اور امام ربانی کو اپنے ہمراہ درخواست کنندہ عورت کے مکان پر لائے اور فرمایا
لو میرے سامنے بیعت کرو۔
اللہ اللہ کیا خوش نصیب عورت تھی جسکا سوال گھر بیٹھے پورا ہوا اور جسکے روحانی امراض کا معالجہ کرنے اور
اللہ کا نام سکھانے کو دو دو حاذق طبیبوں کے خود مریضہ کے در تک آنیکی نوبت آئی۔ ادھر سائلہ کی مسرت
بے اندازہ کا نظارہ کیجے جسکو چھپر پھاڑ کر بلا حساب دولت دی جا رہی تھی اور اُدھر امام ربانی کی حیا و شرم اور
اطاعت و فرمانبرداری پر نظر ڈالئے جو اعلیحضرت کے ساتھ نیچی گردن جھکائے اُس عورت کو بیعت کرنے
اُسکے دروازہ پر جا رہے ہیں جسکا سوال رد فرما چکے تھے اور اسکے ساتھ اعلیحضرت روحی فداہ کی عزت
افزائی و کرم نمائی ملاحظہ کیجئے جو اپنے لاڈلے رشید کو شیخ بنانے کے لئے گنگوہ کے گلی کوچہ کو قطع
فرما رہے تھے یہی وہ پہلا واقعہ تھا جس میں امتثال امر کی سعادتمندی کو عمر بھر کے لیے حضرت قدس سرہٗ
نے پلہ باندھا اور دلمیں رکھ لیا تھا چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ مجکو حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی
سخت تاکید بیعت کرنے کی ہے اسلئے کر لیتا ہوں ورنہ جی اندر سے نہیں چاہتا"۔ آہ اپنے شیخ کے
سعادتمند پیارے رشید پر باین سعادت و اطاعت تخالف کا بہتان باندھنے والوں کا قیامت کے
دن کیا حال ہوگا جبکہ دونوں روحانی باپ بیٹے جوار رحمت خداوندی میں ہمکنار ہوں گے اور اعمالنامہ ان
کے صفحات پر چمکدار حرفوں میں لکھا ہوا یہ ابتدائی واقعہ جس میں عورت کو بیعت لینے اور لوانے کے لئے
میمنت لزوم قدوم نے راستہ قطع کیا تھا عالم آشکارا مخلوق کے سامنے لا کر رکھا جائیگا۔ الغرض اعلیحضرت
اُس عورت کے مکان پر پہونچے اور اپنے روبرو حکماً حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہٗ سے اُس عورت کو
بیعت کرایا اور نانوتہ تشریف لے گئے۔
حضرت مولانا قدس سرہٗ بیعت کرنے اور مجاز ہونے کے بعد جب گنگوہ واپس ہوئے تو تھانہ کی آمد و رفت
اور دربار امدادیہ کی حاضری کا یوں سلسلہ قائم رکھا کہ آٹھ دن گنگوہ رہے تو دس دن کے لئے تھانہ بھون
چلے گئے اور کبھی بارہ دن تھانہ رہے تو پندرہ دن گنگوہ قیام فرمایا غرض ہر پندرہ ہواڑے اور ہر مہینے
بلکہ بعض دفعہ ہر ہفتہ اعلیحضرت کی زیارت اور شرف حضوری کو ضروری سمجھا
آپکی طالبعلمی کا زمانہ جسمیں کنبہ کے رشتہ دار بقدر وسعت خدمت کرنی اپنا فرض سمجھے تھے گزر چکا تھا

کئی مہینے ہوئے آپ متاہل بن چکے اور نکاح ہو لیا تھا آپکی سلیم فطرت اور طبعی غیرت اسکو گوارا نہ کرتی تھی کہ کسی کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور دوسروں کی روٹیوں پر گزارا کریں اور اسکے ساتھ ہی آپکی متوکل ذات کسی شغلہ معاش کو گوارا نہ کرتی تھی یوں چاہتے تھے کہ کنبہ اور اقارب کا سارا جتھا مجکو میرے حال پر چھوڑ دے اور فقر ہو یا فاقہ کسی حال کی باز پرس یا دیکھ بھال نہو مگر کنبہ میں خصوصًا ماموں سے کب ممکن تھا کہ آنکھوں پر ٹھیکری رکھیں اور بے باپ والے لاڈلے بھانجہ کے خبر گیراں نہو آخر اسی اثنا میں قرآن مجید کا ترجمہ پڑھانے کی ایک جگہہ سے نوکری آئی جسکی تنخواہ سات روپیہ ماہوار تھی۔ آپ نے اعلیحضرت سے دریافت کیا اور منظوری چاہی وہاں سے یہ جواب آیا کہ "اسکو منظور نہ کرو اور زیادہ کی آویگی" چنانچہ آپ نے بلانے والے کو انکار لکھدیا اور وہاں نہ گئے۔ چندہی دن گزرے تھے کہ سہارنپور کے مشہور رئیس اعظم نواب شائستہ خان نے اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے آپکو بلایا اور دس روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر کی حضرت امام ربانی گو اہل بصیرت حضرات کے نزدیک بڑے بیش قیمت تھے مگر اپنے نفس کے نزدیک بہت ہی ارزاں اور سستے تھے اسلئے آپ نے ہر مہینہ میں دس روپیہ کو گزارے کے لئے کافی اور اپنی حیثیت قابلیت سے زیادہ سمجھکر منعم ورزاق خدا کا احسان سمجھا اور منظور فرمالیا۔ اعلیحضرت کو جب اسکی اطلاع ہوئی تو فرمایا "اگر صبر کرتے تو اور زیادہ کی نوکری آتی" مگر چونکہ امام ربانی کو حقیقت میں نوکری کرنی منظور ہی نہ تھی صرف ایک تدبیر تھی جس سے آپ کنبہ کیطرف سے اپنے حال پر چھوڑ دئے جائیں اور اسکے ساتھ ہی دنیا طلبی یا کسب و شغل معیشت میں زیادہ کی حرص نہ تھی اسلئے یہ عجلت آپ کے دینی مدارج کی ترقی کا سبب بنی چنانچہ آپ نے کم و بیش کل چھ ماہ نوکری کی اور اسکے بعد وہ توکل تام اختیار فرمایا جسکی نظیر صفحہ عالم پر بہت ہی کم نظر آئیگی۔

آپ نے اپنی عملی حالت سے تعلیم پر اُجرت لینے کا مسئلہ متاخرین آپنے ضعفاء متوسلین کے لئے باعث تسکین اور سبب راحت و تسلی بنادیا۔ بچوں کی تربیت و تعلیم کا پیشہ بھی اختیار کیا درجہ عبودیت میں کسب معاش کے حکم کی تعمیل بھی کی اپنا ضعف اور افتقار الی نعمۃ اللہ اپنے خدا کے سامنے ظاہر کیا۔ دس روپیہ کو ریاضت کی کمائی اور اس عطیہ خداوندی تلک عشرۃ کاملۃ کو کسب حلال سمجھکر نہایت شکر گزاری کے ساتھ گود میں رکھا۔ ماں کی خدمت کی بی بی کا نفقہ ادا کیا اور سارے کنبہ کو خوش کیا۔ طعنہ زن اصحاب کا یہ الزام رفع ہوا کہ کمانے کی ملانوں میں قابلیت نہیں۔ آخر ان مراحل کو طے فرما کر اُسی اپنی دھن میں

مشغول ہونیکی حالت غالب آ گئی جسکے لئے آپ پیدا ہوئے تھے اِسلئے مستعفی ہوئے اور سہارنپور سے نوکری چھوڑ کر گنگوہ پہونچے۔ گنگوہ پہونچکر آپ نے اپنے سچے آقا خداوند تعالیٰ شانہٗ کا قرب حاصل کرنے میں پوری ہمت صرف کر دی۔ محنت و مجاہدہ۔ ریاضت و جفاکشی کو غذائے روحانی سمجھکر جتنی بھی کثرت ہو سکی بطوع و رغبت بڑہاتے رہے یہانتک کر جیسا آپکی زبان سے ایکمرتبہ نکلا تھا کہ "پھر تو مرمٹا" حقیقت میں سچ تھا آپ مرہی مٹے یہانتک کہ دیکھنے والوں کو حیرت ہوتی اور آپ بسا اوقات پہچانے نہ پڑتے تھے بعض دفعہ آپکی ایسی حالت ہو ہو گئی ہے کہ لوگوں کو آپ کے کسی مہلک مرض میں مبتلا اور اندرونی سخت بیماری میں گرفتار ہونے کا خیال غالب تھا۔ اس دل کی لگی اور تقلیل طعام و کلام و منام کے ساتھ لوگوں کے طعن و تشنیع طنز و آوازے گویا اُس مصیبت کا سامنا تھا کہ جسکا تحمل شریف النفس شخص کے لئے پہاڑ کے بوجھ سے زیادہ دشوار ہے کوئی کہتا تھا کہ "میاں تھانہ گئے تھے مرید ہو آئے راتکو خوب ہو حق مچتی ہے" کسی کی زبان سے نکلتا تھا "بس ہو گئے ہاتھ پاؤں ٹوٹے معذور مسجد کے ملانے" کسی کا طعن تھا کہ "بی بی بچوں کی بڑی مصیبت" کوئی آوازہ کستا تھا کہ "کمانے کے قابل ہوئے تو اور کرتے کیا؟" کسی کی رائے تھی کہ "کھانے کو ست دوا ہے آپ تنگ آکر کمانے کی سوجھیگی" غرض جتنے منہ اتنی باتیں آپ جس دُھن میں لگے ہوئے تھے وہ ایسی محو کن اور رقابت سے متنفر و کنارہ تھی کہ دوسری طرف ہٹانا جانتی ہی نہ تھی آپ کوہ استقلال اور سپر استقامت بنکر شب و روز اپنے کام میں مصروف رہے اور گویا پہلے ہی دن دنیا کو خیرباد کہکر عالم کو بالائے طاق رکھکر یہ سوچ لیا تھا کہ ؎

جس گل کو دل دیا ہے جس پھول پر فدا ہوں — یا وہ بغل میں آئے یا جاں قفص سے چھوٹے

آپ گو بالکل خاموش تھے مگر آپکی زبان حال پکار رہی تھی کہ ؎

لعن و طعن و سب و شتم و طنز و مقت — نیم بسمل جان پر سب کچھ سہا
کیا گلہ محبوب سے اُس خون کا — مل رہا ہو جس کا ہر دن خوں بہا

تھانہ بھون کے بازار جاں فروشی میں بضمن بیعت اپنا قیمتی دل بیچکر جو سودا آپ خرید چکے تھے اُسکے فرط عشق میں سودائی و مجنون بنکر اس درجہ محو و مستغرق تھے کہ فریفتگی و استغراق سے بھی محویت تھی اور اعلیحضرت کے ارشاد دسرا یا رشاد کے بموجب آٹھویں دن جو خدائی نعمت آپکو حاصل ہو چکی تھی اُسپر جاں نثاری میں اِس درجہ شغف تھا کہ آپ کا رواں رواں بول رہا تھا ؎

تیر و تفنگ و نیزہ و شمشیر آبدار　　سب کچھ سہی پہ ایک نہیں کی نہیں سہی

دنیا کی مصیبتیں کھانے پینے کی تکالیف آپکو لذیذ و شیریں معلوم ہوتی تھیں اور لوگوں کی دشنام دہی اور آوارگی کے خطاب میں آپ اپنی عزت سمجھے ہوئے تھے۔ آپ کا وہ دل جو ایک کا پابند ہو چکا تھا نوکری یا کسب دنیا کے ہر علاقہ کو پاؤں کی بیڑی اور ہاتھ کی کڑی سمجھتا تھا مشاغل معاش کا ہر سلسلہ آپکو گلے کا طوق نظر آتا اور چند روزہ دنیا کے ایام گزاری کا ہر طریق ایسا وحشتناک راستہ محسوس ہوتا تھا جس میں قدم دھرنا حقیقت میں بے رحم بلا کو راہزنوں کا لقمہ بننا ہے۔ عالمِ دنیا کو آپ جیلخانہ سمجھ چکے تھے آپ پر خلقت سے تنفر اور جلوت سے توحش کا وہ رنگ طاری ہو گیا تھا جسکا مقتضے یہ تھا کہ آج نہ امام ربانی سے کوئی انسان صورت واقف ہوتا نہ آپ کسی آدمی سے آگاہ ہوتے۔ اپنے اُستاذ مولانا عبد المومن صاحب کی زبانی میں نے سُنا تھا کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے اعلیٰحضرت کی خدمت میں شکایت کی تھی کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب میں باوجود عالم ہونے کے خلق نہیں پایا جاتا۔ اعلیٰحضرت نے یوں جواب دیا تھا کہ "میاں غنیمت سمجھو کہ مولانا آبادی میں ہیں میرا رشید تو درجہ ملکوتیت پر پہونچ لیا تھا اگر حق تعالیٰ کو اصلاح خلق کا کام لینا نہ ہوتا تو آج خدا جانے کس پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھا ہوتا۔ علمی خدمت اور خداوند تعالیٰ کو ایک بڑا کام لینا منظور تھا اِسلئے کمر پکڑ کر نیچے اُتارا گیا اور بستی میں رکھا گیا ہے" اوکما قال۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ دنیا طلبی سے بالطبع متنفر ہو چکے اور محبت زر و مال سے آپ کا قلب صافی بالکلیہ خالی اور پاک ہو لیا تھا چنانچہ وہ واقعہ جو پچیس سال کی عمر میں آپکو پیش آیا اس طبعی حالت کو ظاہر کر رہا ہے آپ کے والد جناب مولانا ہدایت احمد صاحب جائے ملازمت یعنی گورکھپور سے جو کچھ کماتے اور ضروری اخراجات سے پس انداز ہوتا اُسکو اپنے والد جناب قاضی پیر بخش صاحب کے پاس بھیجدیا کرتے تھے اور چونکہ دیندار عالم تھے اسلئے ساتھ ہی ادب کے ساتھ لکھ بھیجا کرتے تھے کہ مکان یا دوکان جو چاہیں خریدیں لیکن رہن کسی کی جائداد ہرگز نہ رکھیں۔ قاضی پیر بخش صاحب مرحوم اس درجہ متشرع نہ تھے جیسا کہ انکو قطب العالم کا جد امجد بننے کے لئے سزاوار تھا عوام دنیاداروں کی طرح منفعت عاجلہ کی ٹوہ میں رہتے تھے اور اسی حالت کو سلیقہ سمجھتے تھے چنانچہ انھوں نے اپنے صاحبزادہ کی اس درخواست کو نہ مانا اور متعدد قطعات اراضی رہن رکھے۔

جسوقت پچیس سال کی عمر میں حضرت امام ربانی خود مختار اور وارث با اختیار ہوئے تو آپ نے تمام رہن ناموں کو نکالا اور آمدنی و وصولیابی کے کاغذات سے دستاویزوں کو میلان کیا۔ محاسبہ میں جن کی رقم منافعہ راس المال کے مساوی ہو گئی انکو بیباقی میں ڈالکر چاک کر دیا اور جنپر دو چار باقی رہ گئے تھے وہ انکو

معاف کردئے اور جن دستاویزات میں منافعہ راس المال سے فاضل نکلا انکو وہ رقم واپس فرمائی اس طرح فک رہن میں سوسوا سو روپیہ جو نقد تھا وہ دیا گیا اور گھر والی کا اکثر زیور فروخت ہوگیا۔ اِس طرح پر تمام مدیون قرضدار اصحاب بلاگمان وامید اپنی گئی ہوئی زمینوں کے دوبارہ مالک ہوئے اور امام ربانی کی دیانت کے طفیل قرض سے سبکدوش ہوکر از سر نو زمیندار قرار پائے۔

یہ قصہ بنظر ظاہر سرسری و معمولی ہے اور پڑھنے یا سننے والوں کو گزشتہ کہانی معلوم ہوتی ہے مگر جب گہری منصفانہ نظر سے دیکھا جائے تو اُس کمال اتباع سنت مرضیہ کا پتہ دے رہی ہے جس میں امتحان کے وقت بڑے بڑے مولویوں اور دیندارانہ صورتوں کو پسپا اور عاجز ہوتے دیکھا ہے خصوصاً جبکہ کھائی اور پی ہوئی رقم کے واپس کرنے کو گھر کا اثاثہ نکالنا اور چند سال کی بیاہی دولہن سے یوں کہنا پڑے کہ پاؤں کے جھانور و کڑے ہاتھ کی چوڑیاں اور جوشن اور کانوں کی بالیاں پتے نکال دے تاکہ اسکو فروخت کرکے اُن قرضداروں کو جو واقع میں قرض خواہ ہیں بقدر دَین دیدیا جائے اور دنیا کے زیور کا معاوضہ بہشتی زیور حاصل کیا جائے۔

اِس واقعہ سے قبل آپکی استعداد امر بالمعروف کا یہ نمونہ پیش آچکا تھا کہ آپ کے حقیقی چچا میاں علی حسن صاحب کے یہاں بعد پیرزادگی وہ ظروف گلی اور گھڑے اور رکابیاں آیا کرتی تھیں جو الہ بخش کے نام پر چڑھائی جاتی تھیں حضرت امام ربانی کو جسوقت بھی اسکی اطلاع ہوتی وہاں جاتے اور لکڑی ہاتھ میں لے سب کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیا کرتے تھے ہر چند کہ عورتیں آپکو اِس سے روکتی اور کہتی تھیں کہ "توڑو مت ایسا ہی ہے تو بھنگن یا کسی چوڑہی چماری کو دیدینگے اپنے کام میں نہ لائیں گے" مگر آپ ایک نہ سنتے اور جب تک بالکلیہ فراغت نہ ہو جاتی وہاں سے واپس نہ ہوتے تھے۔

اِس واقعہ نے آپ کے اُن رشتہ داروں کے کان کھڑے کر دئے تھے جو پیرزادے کہلاتے تھے کیونکہ اُنکو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کی خانقاہ سے بعد پیرزادگی بہتیری منفعتیں تھیں اور بظاہر اُن کے خیال میں جو کچھ بھی اُنکی عزت تھی اس مجلس عرس و سماع اور محفل سرود و مزمار کی بدولت تھی اس لئے اندیشہ تھا کہ "آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟" اور حقیقت میں اُن کا یہ اندیشہ سچا تھا کیونکہ حضرت امام ربانی کسی درجہ میں بھی اِن حرکات کو پسند نہ فرما سکتے تھے چنانچہ چند ہی روز بعد سے اسکا ظہور شروع ہوگیا کہ آپ نے وعظ فرمایا نصیحتیں کیں اور متبع شریعت بنانے کو جو بھی تدابیر فرما سکتے تھے اُن میں کوتاہی نہ کی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ میں پختگی و استقلال۔ ہمت و دلیری۔ مروت و شجاعت۔ ایثار و سخا۔

تواضع و انکسار اور صاف گوئی و حق گفتاری کے جو اوصاف قدرت نے پہلے ہی سے ودیعت رکھے تھے وہ اب بڑھتے
جاتے اور اپنا اپنا موقع پا کر اثر دکھاتے جاتے تھے اعلیٰحضرت سے بیعت کے بعد چونکہ طبیعت کا رنگ دوسرا ہو گیا
تھا اسلئے ان خصائل کو مظہر کامل شریعت کے وہ احکام ملنے لگے تھے جن کی تکمیل تیئیس سال میں بطحائی پیغمبر کے ہاتھوں
ریگستان عرب میں کی گئی تھی آپ حق کی طرفداری میں کبھی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ فرماتے
تھے امیر ہو یا غریب نزدیک ہو یا معمولی حالت والا بڑا ہو یا جوان بڑا ہو یا چھوٹا شرع کا حکم سنا دیتے اور
اور مناسب وقت و حال نصیحت کرنے میں ملامت تو کیا معنی تاخیر و تامل بھی نہیں فرماتے تھے مخلوق کی
کسی ایذا یا گالی سے ڈرتے نہ تھے اور عسرت یا فقری حالت سے کبھی تنگ دل نہ ہوتے تھے ریاضت و مجاہدہ
کی یہ حالت تھی کہ گیہوں و جو کا آٹا اور ترش کھایا کرتے تھے چنانچہ اس پیرانہ سالی میں جبکہ آپ ستر سال
کی عمر سے متجاوز ہو لئے تھے کثرت عبادت کا یہ عالم تھا کہ دن بھر کا روزہ اور بعد مغرب چھ کی جگہ بیس رکعت
صلوٰۃ الاوابین پڑھا کرتے تھے جس میں تخمیناً دو پارہ قرآن مجید سے کم کی تلاوت نہ ہوتی تھی پھر اسکے ساتھ رکوع
و سجود اتنا طویل کہ دیکھنے والے کو سہو کا گمان ہو نماز سے فارغ ہو کر مکان تک جانے اور کھانا کھانے کے لئے
مکان پر جانے کی مدت میں کئی پارہ کلام مجید ختم کرتے تھے پھر تھوڑی دیر بعد نماز عشاء اور صلوٰۃ تراویح جس میں
گھنٹے سوا گھنٹے سے کم خرچ نہ ہوتے تھے تراویح سے فارغ ہو کر ساڑھے دس گیارہ بجے آرام فرماتے اور دو ڈھائی
بجے ضرور ہی اٹھ کھڑے ہوتے تھے بلکہ بعض دفعہ خدام نے ایک ہی بجے آپکو وضو کرتے پایا اس وقت سے ڈھائی
تین گھنٹے تک تہجد میں مشغولیت رہتی تھی بعض مرتبہ سحر کھلانے کے لئے کسی خادم کو دیر ہو جانے کا اتفاق ہوا
تو آپکو تحریمہ باندھے پایا صلوٰۃ فجر کے بعد آٹھ ساڑھے آٹھ بجے تک وظائف و اوراد اور مراقبہ ملاحظہ میں
مصروفیت رہتی پھر اشراق پڑھتے اور چند ساعات استراحت فرماتے دس تک ڈاک آجاتی تو خطوط کے جوابات
اور فتاویٰ لکھواتے اور چاشت کی نماز سے فارغ ہو کر قیلولہ فرماتے تھے ظہر کے بعد حجرہ شریفہ بند ہو جاتا اور عصر
تک کلام اللہ کی تلاوت میں مصروف رہتے تھے باوجودیکہ اس رمضان میں جسکا بیان لکھا گیا ہے پیرانہ سالی و
نقاہت کے ساتھ وجع الورک کی تکلیف شدید کا یہ عالم تھا کہ استنجا گاہ سے حجرہ تک تشریف لانے میں حالانکہ
پندرہ سولہ قدم کا فاصلہ ہے مگر راہ میں بیٹھنے کی نوبت آ گئی تھی اس حالت پر فرائض تو فرائض نوافل بھی کبھی
بیٹھ کر نہیں پڑھے اور ان میں گھنٹوں کھڑا رہنا یاد ہو خدام نے عرض کیا کہ آج تراویح بیٹھ کر ادا فرماویں تو مناسب ہے
مگر جب آپ کا جواب یہی تھا "نہیں جی یہ کم ہمتی کی بات ہے" اللہ سے محبت آخر افلا اکون عبداً شکوراً کے

قابل کی نیابت کوئی سہل نہ تھی جو اس ہمت کے بغیر حاصل ہو جاتی۔

یوں تو ماہ رمضان المبارک میں آپکی ہر عبادت میں بڑھوتری ہوتی تھی مگر تلاوت کلام اللہ کا شغل خصوصیت کے ساتھ اِس درجہ بڑھتا تھا کہ مکان تک آنے جانے میں کوئی بات نہ فرماتے تھے نمازوں میں اور نمازوں کے بعد تخمیناً نصف ختم قرآن مجید کا یومیہ معمول قرار پاتا تھا۔ جس شب کی صبح کو پہلا روزہ ہوتا آپ حضار جلسہ سے فرمادیا کرتے تھے کہ "آج سے کچہری برخاست رمضان کو بھی آدمی ضائع کرے تو افسوس کی بات ہے"
اِس مجاہدہ پر غذا کی یہ حالت تھی کہ کل رمضان بھر کی خوراک پانچ سیر اناج تک پہونچنی دشوار تھی۔

اب اگر کوئی بڑا بوڑھا اُس زمانہ کا ہمجولی محرم راز آپ کے حالات کا مترقب صاحب حافظہ زندہ ہو تو اُس سے دریافت کیا جائے کہ اُسوقت امام ربانی کے مجاہدہ کی کیا حالت تھی جبکہ جسم میں طاقت تھی اور بدن میں زور جوانی کا موسم تھا اور شباب کا عالم دل میں اُمنگ تھی اور ہمت کے ساتھ قوت سو اسکا پتہ چلنا دشوار بلکہ قریب قریب محال و ناممکن۔ اس کام کے اہل بڑے بوڑھوں میں ایک مولانا ابو النصر صاحب کا دم باقی ہے سو صدمات و حوادث سے اِس درجہ سقیم کہ کل گزشتہ کی بات کا آج بھی یاد رکھنا مشکل ضعف دماغ کے باعث قرآن کے حفظ میں بھی فرق آگیا بچپن کے وقائع کی یادداشت کا تو کیا ذکر۔ الغرض اسقدر عبادت وطاعت میں مصروف رہنے کیلئے آپنے بوسعید گاوہ حجرہ انتخاب فرمایا جسمیں آپکے اصلی خلوتخانہ یعنی قدوسی حجرہ میں سکونت منتقل فرمانیکے بعد اکثر بلکہ تقریباً ہمیشہ مسجد کا موذن رہا اور اسی نام سے وہ اب مشہور ہے۔

(خلوتخانہ)

الغرض امام ربانی کی وہ عالی اور بلند ہمت جو خدائی خزانہ عامرہ سے فطرۃً آپکو عطا ہوئی تھی سرتاپا تمام و کمال تحصیل قرب الٰہی میں صرف ہونے لگی اور آپکی عمر عزیز کا لحظہ لحظہ جو حق تعالٰی نے تجارت آخرت کے لئے جواہرات بنا کر راس المال قرار دیا ہے پائدار منفعت کے کسب میں گزرنے لگا رات کی سنسان گھڑیوں میں آپ اپنے نجات دہندہ خدا کو پکارا کرتے اندھیری شب کی سیاہ چادر اوڑھکر اپنے پرورش کنندہ خالق کو سجدے کرتے اُس کے دربار میں حاضر ہوکر ناک رگڑتے گڑگڑاتے اور روتے روتے بیتاب ہوجایا کرتے تھے۔ لوگوں کے پاس بیٹھے ہوئے اُکتاتے گھبراتے اور تنگدل ہوا کرتے تھے جنگل کے درختوں کی سنساہٹ آپکو پسند آتی اور ویران خالی گھروں کے گوشوں سے آپکو اُنس حاصل ہوتا تھا۔ برادری کی کسی تقریب یا جلسہ میں آپ مدعو ہوتے تو آپکی زبان حال یہ شعر پڑھتی ع

در محفلِ خود راہ مدہ ہمچو منے را　　　افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اور کوئی غیر آباد ڈھنڈار یا شکستہ وہ نیست خوردہ کھنڈر آپکو نظر آتا تو بے اختیار آپکی حالت پکارتی ع

دیوانہ کو ویرانہ سے کیوں لطف نہ آئے　　آخر تو ہر اک شخص کا انجام یہی ہے
سب دھندے ہیں دنیا کے جو ٹنجائیگے اک دن　　خلوت میں خدا ڈھونڈیے بس کام یہی ہے

آخر آپکی متلاشی خلوت طبیعت اور تنہائی کی جویاں و طلبگار حالت نے اپنے مقصود کی ٹوہ میں مکان مسکونہ کے متصل اُس خراب و ویران حجرہ پر نظر ڈالی جو آپ کے جد امجد اور دینی و دنیوی مورث اعلیٰ یعنی شیخ عبد القدوس قدس سرہ کا کسی زمانہ میں سالہا سال تک معبد و خلوتخانہ رہا اور اب انقلاب زمانہ کی وجہ سے گدھوں گھوڑوں کا اصطبل بنا ہوا تھا تو آپ بیچین ہوگئے۔ روضہ کے متصل مسجد کی پشت پر واقع ہونے والی اِس خانقاہ قدوسی کی سوانح اور گردش فلک کا سماں آپکی نظر کے سامنے پھرا تو آپکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور آپ رو دئے۔ کبھی مقلب الافلاک خدا کی بے نیازی کا نقشہ آپکی نظر میں جا جس نے آسمان سے باتیں کرنے والے سیکڑوں قلعے خاک زمین میں گمنام و بے نشان بنا دئے اور کبھی فنائیت عالم اور ناپائداری حال کی حالت آپ پر طاری ہوئی جسکی بدولت ہزارہا گلاب کے تختوں سے بھرے ہوئے حدائق و باغات نجاست کی کوڑیاں اور انبار غلاظت کے ڈھیر بنگئے۔ امام ربانی کا جلد متاثر ہونے والا رقیق قلب و راللہ والوں کے نشان قدم پر جان نثار کرنے والا دل بھر آیا جبکہ آپ نے قدوسی یادگار کی زیارت کو خانقاہ میں قدم رکھا آپ شان کبریائی کا نظارہ کر رہے تھے کہ آہ وہ قطب العالم کی پاک عبادت گاہ جس میں رحمت خداوندی ابر نیسان کی طرح رات دن برسا کرتی تھی جہاں شیخ الشیوخ کی اپنے جل و علیٰ شانہ کے سامنے ناک اور پیشانی رگڑی جاتی تھی آج کس درجہ کس مپرسی کی حالت میں پڑی ہے۔ یہاں کسی زمانہ میں ہو حق کے نعرے اور ذکر کی دل آویز آوازوں سے دیواریں اور چھتیں گونجا کرتی تھیں اور آج سوائے مچھر اور پسّو یا کھٹمل اور مکھیوں کی بھنبھناہٹ کے کچھ بھی سُنائی نہیں دیتا اور گرد کے حجرے جہاں شیخ کے متوسل اور سچے طالب اپنے بوریئے بچھا کر اللہ کا نام سیکھنے کو راتوں ذکر و شغل میں مشغول رہتے تھے اُن میں اسوقت سوائے سانپ بچھو یا کیڑے مکوڑوں کے کوئی رہنے والا نہیں ہے جس جگہ واصل باللہ سید المشائخ کا دلنوازانی مصلے بچھا کرتا تھا جسکو ہاتھ لگ جانا بھی دنیا اپنے لئے نجات کا سبب سمجھتی تھی آج وہاں گدھا بندھا ہوا رینگ رہا اور اپنے بول و براز سے اُس پاک زمین کو نجس بنا رہا ہے۔ جس لطیف الطبع غوث وقت کی نظافت کا یہ اقتضا تھا کہ مسواک کئے بغیر نماز نہ پڑھی جاتی تھی اُس قدسی نفس کے مسکن میں جگہ جگہ لید اور گوبر کے ڈھیر اور لودے نظر آتے تھے۔ اِس عجیب حیرتناک منظر پر آپ کبھی روتے اور کبھی افسوس کرتے۔ کبھی انقلاب دہر و فنائیت عالم کا اذعان حاصل فرماتے اور کبھی اپنے قادر مطلق پرودگار کی قدرت جلیلہ کے علم سے قلب کو اطمینان

دلاتے غرض یہ نظارہ عبرت گاہ آپ کے لئے ازدیاد ایمان واذعان اور عروج وترقی روحانیت ہی کا سبب بنا اور یہی وہ جدی میراث تھی جو تین سو برس کے بعد خلف الصدق کو حاصل ہونے والی تھی اور اسکے ساتھ ہی وہ کوٹھریاں اور حجرے جو شیخ کا دنیاوی ترکہ تھا وہ بھی قدرت نے آپ ہی تک پونہچانے کے لئے ودیعت رکھا اور ویرانی و بربادی تین صدی تک اُسکی محافظت فرمائی تھی کہ اچھی جگہ ہونے کے باعث نا اہل دنیاداروں کی رال ٹپکے اور حصہ بقرہ ہو کر کسی کی بیٹھک یا مسکونہ مکان قرار نہ پا جائے۔ آخر گودڑ میں چھپے ہوئے اِس بے بہا لعل کا قدردان جوہری سن بلوغ اور حالت رشد کو پونہچ گیا اور نجاست آلود نافہ میں ڈھانپے ہوئے مشک کا مرتبہ پہچاننے والا الطبیب اِس خوشبو سے عالم کا دماغ معطر کردینے کے لایق بنگیا اِس لئے ملکوتی صفات شیخ کی یہ میراث بھی اُسکے خلف الرشید سرتاپا نور نواسے یعنی مولانا رشید احمد صاحبؒ کے قبضہ وتصرف میں دیگئی۔

امام ربانی اُٹھے اور گدھے گھوڑوں کی لید بنفس نفیس ٹوکرہ میں بھر بھر کر باہر پھینکی کوڑا کرکٹ جو جمع ہو کر کوڑی اور کھات کا انبار بنگیا تھا پھاوڑے سے صاف کیا اور کھرپے سے کھود کر زمین کو ہموار بنایا۔ ستھری مٹی پانی میں بھگوئی اور کہگل سے نیچے اوپر زمین اور دیواروں کو لیپا۔ چھت پر برسات کی گھاس اکھٹی ہو کر ایک ایک ہاتھ اونچا کوڑا ہو گیا تھا اُسکو درانتی سے کاٹا اور کھرپے سے صاف کر کے مثل قلوب صافیہ آئینہ بنایا۔ مٹی سے سوراخ بند کئے اور شکست وریخت کی اپنے ہی ہاتھوں اچھی خاصی درست کرلی۔ زمین میں بوریہ کا فرش کیا گوشوں میں لوبان کی دھونی دی۔ عطر بکھیرا۔ خوشبو چھڑکی اور اُس مقدس حجرہ کو از سر نو آباد فرما کر اپنا خلوتخانہ قرار دیا جسکے سوا تین سو برس بعد آج دن پھرے۔ یہ مشہور مثل تو یہ ہے کہ بارہ برس میں کوڑی کے دن پھرتے ہیں مگر جسکا نام دن پھرنا یعنی پہلے ہی سماں کا نظر آجانا ہے اُسکے لئے تو تین سو برس بھی جلدی ہی میں داخل ہیں۔

مطب

بہتر ہے وہی خلق میں جو خلق خدا کو　　پونہچائے نفع عام ہے جاں کا ہو کہ تن کا

بس علم تو دو ہی ہیں بحکم شہ لولاک　　اک علم رہِ دین دُوَم علم بدن کا

وہ زمانہ جس میں حضرت مولانا قدس سرہ کا دل عشق منزل اپنے خالق جل شانہ کا قرب حاصل کرنے کی جستجو میں ہر وقت کوشاں تھا حق تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کو عام نفع رسانی کا بلند درجہ آپکو عطا ہوا اور قدرت کی طرف سے وہ اسباب پیدا ہوئے جنہوں نے امام ربانی کو طب جسمانی کی طرف متوجہ کیا کیونکہ وہ روحانی معالج

جسکے لئے آپ نائب رسول بناکر دنیا میں بھیجے گئے تھے بدنی امراض کے معالجہ کی روح تھی پس مقتضائے حکمت خداوندی نے آپ کو دست شفا عطا فرما کر خلقت پر ترحم و شفقت سکھائی بیمار پرسی اور مرضٰی کی تیمارداری تعلیم فرمائی خلق اللہ کے ساتھ احسان و سلوک کا خوگر بنایا ضعفا و مایوسین کے حال زار پر ترس کھانے کی عادت ڈالی عامۃ الناس کے حقوق کی محافظت کا راستہ طے کرایا اور دنیاوی زندگی سے ناامید ہو جانیوالوں اور حیات عاجلہ کی تباہی و بربادی سے گھبرا جانیوالے لوگوں کے سروں پر آپ کا ہاتھ رکھوایا۔

حضرت امام ربانی نے اپنے خالق کی پیدا کی ہوئی مخلوق کے ساتھ اس خدمت مخدومانہ کا جو حق ادا فرمایا اُسکی نظیر فن طبابت کے مشاہیر اطبار میں بھی ملنی دشوار ہے وہی حجرہ بوسیدہ جسکو آپنے اپنا خلوتخانہ بنایا تھا آپ کا مطب تھا اور وہیں ہندو مسلمان مریض چھوٹے بڑے نئے پرانے بیماروں کا جمگھٹ رہتا تھا طبی جزکے متعلق میری سائلانہ درخواست پر مخدومنا و مولانا صاحبزادہ حکیم حافظ مولوی مسعود احمد صاحب دام مجدہ کی جو تحریر آئی ہے چونکہ مناسبت فن کے باعث دقیع و مستند ہونے کے علاوہ لفظی و معنوی حیثیت سے بھی قابل شرف و احترام ہے اسلئے ہدیہ ناظرین کرتا ہوں وھو ہذا۔

حضرت مولانا کے متعلق طب کے عنوان میں جو کچھ بھی لکھا جائیگا اُسکو نمونہ کہنا بھی سوءادب ہے مگر عجیب بات قابل ذکر یہ ہے کہ حضرت کو اسطرف توجہ کیونکر ہوئی اور تاریخ اِس فن کے شروع کی کیسی عجیب و غریب ہے "حضرت مولانا قدس سرہ کے ماموں مولوی محمد تقی صاحب طبیب تھے اُنہوں نے دہلی کے معزز طبی گھرانوں میں سے کسی جگہہ پڑھا تھا وہ گنگوہ میں مطب کرتے تھے اور اُن کا مطب اُس زمانہ قحط الاطبار میں اچھا سمجھا جاتا تھا۔" ایک بار حضرت مولانا قدس سرہ کی والدہ کی خالہ بیمار ہوئیں اور سخت تکلیف کا سامنا ہوا۔ دست قے کچھ نہ تھے صرف اسفل معدہ میں درد تھا جس نے بیچین کر رکھا تھا۔ حکیم مولوی محمد تقی صاحبؒ اپنی خالہ کے معالج تھے دوائیں پلاتے تدبیریں کرتے کئی روز گزر گئے مگر مریضہ کو کوئی نفع محسوس نہوا حضرت مولانا کی عمر شریف اُسوقت کم و بیش ۲۲ سال تھی نانی نے آپ سے شکایت کی کہ "مجھے محمد تقی کی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا بیٹے تو بھی تو بڑا عالم فاضل ہے تو ہی کچھ کر اور کوئی دوا ایسی بتا جس سے میری تکلیف رفع ہو" حضرت مولانا قدس سرہ نے اُسوقت سکوت فرمایا اور کچھ جواب نہ دیا مگر نانی کی بیحد تکلیف پر دل میں خیال ضرور پیدا ہو گیا کہ اسطرف توجہ کروں چنانچہ آپ وہاں سے اُٹھے اور میزان الطب میں امراض معدہ کی بحث نکالکر مطالعہ شروع فرمایا۔

اس طبی علم کی کتاب کے مطالعہ سے نانی صاحبہ کے مرض پر اپنی رائے قائم کرنے کے بعد آپ اپنے ماموں کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ کیا مرض ہے نانی صاحبہ کو؟ مولوی محمد تقی صاحب نے فرمایا کہ بند حیض ہے فاضل بھانجہ نے سوال کیا کہ بند حیض کی کوئی نوع ہے؟ اس پر معالج کو تامل کر کے جواب دینا پڑا کوئی نہیں

حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ نانی صاحبہ کو میرے خیال میں ورم معدہ ہے۔ مولوی محمد تقی صاحب آخر طبیب تھے اور بھانجہ کی ذکاوت طبع سے اچھی طرح واقف و آگاہ اسلئے ذرا غور فرمایا اور آخر آپکی اس تشخیص پر تحسین و مسرت ظاہر فرمائی نیز حکماً یوں فرمایا کہ رشید احمد اپنی نانی کا تم معالجہ کرو اور بالضرور اس فن پر نظر ڈالو کہ خلق خدا کو نفع پونہچے۔ یہ اول معالجہ تھا جس میں کامیابی نے دست بستہ حاضری کو اپنا فخر سمجھا اور شیخ وقت کی دست بوسی کی۔

نانی صاحبہ کا حضرت امام ربانی نے معالجہ کیا اور بحمد اللہ وہ جلد شفایاب ہوگئیں اُنکو صحت کا حاصل ہونا تھا کہ مستورات میں اسکا چرچا ہونے لگا اور بُرانے بُرانے مریض ٹوٹ پڑے۔ اُس زمانہ میں قصبہ گنگوہ کے اندر مولوی محمد تقی صاحب کے علاوہ اور بھی دو ایک شخص طبیب تھے لیکن حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ پر اس وہبی شفا اور غیبی عطا کے باعث بیمار خلقت کا رجوع اسدرجہ بڑھا کہ قریب قریب سب کے سب اس خدمت سے فارغ البال ہوگئے۔ اسکے بعد حضرت کا معمول تھا کہ حسب ضرورت میزان طب پر نظر ڈالتے تھے اور توجہ و خوض کے بعد جو تدبیر آپ کے ذہن میں قرار پاتی اُسکو عمل میں لاتے تھے چنانچہ جن ایام میں اس فن کو بطور مستقل شروع کیا ہے کسی مذاکرہ کے ذیل میں حضرت نے ارشاد فرمایا تھا کہ "بھائی میں ایسا طبیب ہوں کہ بالاستیعاب ساری میزان طب بھی نہیں دیکھی جب سے اکسیر اعظم میرے پاس آگئی تھی اُسکو حسب ضرورت دیکھ لیتا ہوں ورنہ وہی میزان طب تھی جس سے کام لیا۔"

بہ نقل صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب مدظلہ ۱۲

بااین ہمہ حضرت مولانا قدس سرہ کے معالجات اور تشخیصات ایسے عجیب و راونچے پیمانہ پر بکثرت دیکھے گئے ہیں کہ ناواقفوں کا تو ذکر ہی کیا اچھے اچھے واقفین فن بھی متحیر ہو جاتے تھے۔ آپ کے معالجات عموماً نہایت مختصر اور سہل الحصول ادویہ مفردہ سے ہوتے تھے اسلئے کہ پہلے گنگوہ میں جیسے معمولی طبیب معالج تھے ایسے ہی ادویہ بھی نہایت معمولی اور بوسیدہ ملتی تھیں بلکہ حضرت مولانا اکثر جڑی بوٹیوں اور جنگل کے درختوں کی چھال اور پتوں سے معالجہ فرماتے تھے مرکبات بنانا گنگوہ کے عطار گویا جانتے ہی نہ تھے مولانا ہی نے جب مرکبات سے حسب ضرورت کام لیا تو مرکب ادویہ کا بنانا لوگوں کو معلوم ہوا۔ فہمیدہ عطار پیر جیو محمد جان اپنے

ایک رشتہ دار کو بتلایا سکھلایا بنوایا اور استعمال کیں۔

حضرت کو دیہاتی اَن پڑھ جاہلوں سے بکثرت واسطہ پڑتا تھا اور وہ اپنی طبیعت و عادت کے موافق ترکیب استعمال وغیرہ کے سمجھانے میں اُلجھتا اور موقع و بےموقع انداز سے بار بار ایک بات کو کرید اکرتے تھے حضرت امام ربانی اُن کے لب و لہجہ اور زبان میں اُنکو سمجھاتے اور کبھی چیں بہ جبیں یا ترش نہ ہوتے تھے یہانتک کہ حاضرین جلسہ گنواروں کی گلجھٹوں سے اکتاتے اور اپنے نفس پر بیحد مشقت محسوس کرتے تھے مگر ایسا شخص جو تہذیب نفس میں کامل اکمل ہو اُسپر اس ناگوار مضمون کا ادنیٰ شائبہ بھی پیدا نہ ہوتا تھا آپ خندہ روئی کے ساتھ اُنکی کافی تشفی فرماتے اور جب تک طریق استعمال اچھی طرح اُسکے ذہن نشین نہ ہوجاتا اسوقت تک آپ بے توجہ نہ ہوتے تھے۔

مستورات کے معالجات میں معمولاً نبض اور کثر قارورہ بینی آپ کا معمول تھا شرم کے سبب گویا بیان کا عدم تھا۔ اِس پاکیزگی سے معالجہ فرماتے تھے کہ اتفاقاً ہی کسی قابلہ (دائی) سے سوال یا امداد کی ضرورت ہوتی تھی۔

اکثر ایسا ہوا کہ اطراف و جوانب کے وہ اطبا جو ذی علم اور فن سے پوری واقفیت رکھتے تھے کسی معالجہ میں عاجز آگئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ سے مشورہ لینے کی اُنکو ضرورت پیش آئی حق تعالیٰ کا فضل تھا کہ جس مضمون میں آپ نے مشورہ دیا عموماً اُسمیں کامیابی ہوئی حکیم سرفراز خاں پنڈولی والے غریب سادہ مزاج محب علماء و فقراء طبیب تھے مدت مدید تک چونکہ بخار میں مبتلا رہے اسلئے اپنے آپکو مدقوق تجویز کرلیا اور زندگی سے بالکل مایوس ہوگئے ایک بار حضرت مولانا کی زیارت کو حاضر ہوئے اور اپنا حال بیان کیا حضرت امام ربانی قدس سرہ نے محض اُنکی حالت پر نظر فرماکر دوا بتلائی حضرات ناظرین تعجب کرینگے اور کم از کم تبسم بھی کیونکہ جو دوا حضرت نے بتائی تھی وہ عجیب تھی آپ نے فرمایا کہ "خاں صاحب آپ آکھ کے چند پتے زرد شدہ لیکر آگ میں جلا لیجئے اور اُس راکھ کو شہد میں دو تین رتی کی مقدار ملاکر صبح کو چاٹ لیا کیجئے" حکیم صاحب نے اس نرالے نسخہ کو ٹھنڈے دل سے سُن لیا لیکن چونکہ مُسن بھی تھے اور زندگی سے ناامید ہوچکے تھے اسلئے یہ سمجھکر کہ لاؤ استعمال کرکے دیکھ تو لوں آکھ کے پتے منگا کر اُسکی راکھ کی اور حضرت کی رائے کے موافق استعمال شروع کیا۔ دو تین ہی دن گزرے تھے کہ بیّن نفع محسوس ہوا پھر تو ہمت بڑھی اور خدا کے فضل سے ہفتہ عشرہ میں کلی نفع ہوگیا۔ چنانچہ تندرست ہوکر بستر مرض سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور شکریہ کو گنگوہ بھی تشریف لائے۔ یہ زندگی سے مایوس ہوجانے والے طبیب ابتک زندہ ہیں اسوقت اُنکی عمر سَو سال کے قریب ہے۔

عسر ولادت کے لئے چرچٹہ کی جڑ ران پر بندھواتے تھے باذن اللہ فوری نفع ہوتا تھا اور اسی ضرورت میں قند سیاہ اور کنجد سیاہ۔ جوش دیکر پلواتے تھے۔

تپ کہنہ بلغمی میں تخم تمر ہندی مصطگی ہموزن سفوف کرکے ۶ ماشہ خوراک فرمایا کرتے تھے۔

ایک عورت کو عرصہ سے مرض استحاضہ تھا اور بکثرت جاتا تھا اُسکا شوہر مجبور ہو کر حضرت کے یہاں حاضر ہوا یہ شخص مخلص عقید تمند پڑا وہ گر تھا حضرت نے اُسکے حسب حال دوا تجویز کی اور فرمایا کہ اینٹ کا کھورا پانی کے ساتھ پھنکاؤ

ایک بقال شصت سالہ کو لقوہ پڑا ایک طبیب گنگوہی نے اُسکی حیثیت سے زیادہ مالی طمع کی جس سے وہ اکتا گیا یہ حضرت سے تعلق رکھتا تھا آخر جب آپ تک یہ قصہ پونچا تو آپ نے فرمایا کہ "شہد کا استعمال کرو اور پانی کی جگہہ بھی غذا ہی بکثرت کھلاؤ" چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا غالباً تیسرے یا چوتھے دن بالکل صاف ہو گیا۔

ایک شخص نوجوان اٹھارہ سالہ عمر کا حاضر آستانہ ہوا جسکو پانچ سال سے مرض استسقا تھا آپنے اُسکے لئے دوا تجویز فرمائی کہ عنب الثعلب ورکاسنی پلائی جائے اور روٹی بھی انہیں عرقوں میں کھلائی جائے نیز ایک گرم تندور میں بدن مدفون کرنا بھی تجویز فرمایا چنانچہ اسی سے اُس مستسقی کو پندرہ بیس دن میں آرام ہو گیا یہ شخص ابتک تندرست ہے اسوقت اُسکی عمر پینتیس سال کی ہے

ایک پٹواری بقال عنین محض تھا اپنے علاج کے لئے حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا ناظرین کو تعجب ہوگا اور ماہرین فن اطباء کو بھی کافی غور کی ضرورت ہوگی حضرت امام ربانی نے تین عدد دانہ بادام اور ایک خرما سوتے وقت کھا لینے کو ارشاد فرمایا بس اسی دوا سے اُسکی حالت درست ہو گئی قوت رجولیت اُسمیں آگئی چنانچہ اسوقت وہ صاحب اولاد ہے اور تندرست۔

ایک جوان ہندو بچہ ورم لثہ میں سخت ایذا اُٹھا رہا تھا ناگاہ سامنے آگیا اور حضرت مولانا سے حال بیان کیا آپنے منجن تجویز فرمایا جسکے اجزا فلفل سیاہ۔ عاقر قرحا اور پوربی ہلدی (انبہ ہلدی) صرف تین تھے سنون کا استعمال کے لئے بہانہ تھا کہ ادھر ملا گیا اور اُدھر نفع محسوس ہوا دو تین ہی مرتبہ میں بالکلیہ آرام ہو گیا۔

ایک شخص نے مرض طحال کے متعلق بیان کیا کہ مجھے اسکی دوا معلوم ہے صرف ایک دن میں آرام ہو جاتا ہے حضرت مولانا نے دریافت فرمایا کہ اُسکا عمل کیا ہے اُس شخص نے جواب دیا کہ مریض کو دست اور قے بکثرت ہوتے ہیں مگر تندرست ہو جاتا ہے اس شخص کو دوا کا نام بتانے میں تامل تھا حضرت مولانا نے یہ سنکر ذرا تامل فرمایا اور اُس دوا کا نام لے دیا وہ شخص متحیر ہو گیا اور عرض کیا کہ آپکو کیسے معلوم ہوا فرمایا "اتفاقی بات ہے

کہ ذہن میں نام آگیا"

جن معالجات کا تذکرہ کیا گیا ہے واقفین فن کی نظر میں شاید سردست وقیع نہو مگر نظر غائر کے بعد انصاف سے مجبور او قعت کرنی پڑیگی۔ یہ طبی سلسلہ بھی دیگر عنوانات کی طرح نہایت ہی وسیع ہے لیکن چونکہ جامع کو ہر مبحث کا نمونہ دکھانا مدنظر ہے اسلئے استیعاب کی کوشش نہیں کی گئی اور اگر کوشش کی بھی جاتی تو ناممکن تھی اسلئے کہ اس فن کا مشغلہ حضرت کے وصال سے چالیس پچاس سال قبل کا ہے تاہم مختصرا چند کلمے اور بھی لکھے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا قدس سرہ نے اُن امراض کا معالجہ جن میں منہمکین فن علم الابدان پریشان ہو جاتے ہیں اور ادنیٰ کامیابی پر مسرت سے پھول کی طرح کھلجاتے ہیں اور افتخار و مباہات سے مذاکرات کرتے ہیں ایسی سہولت سے کیا ہے کہ بجز امداد غیبی کچھ نہیں کہا جاسکتا مسلول۔ مدقوق۔ مجزوم۔ مبروص وغیرہ بہتیرے مریض آپ کے پاس آئے اور شفایاب ہوئے۔ قدامت زمانہ کی وجہ سے اظہار اسماء دشوار ہے اسوقت ایک شخص مسلول کا نام یاد آگیا ناظرین میں اُسکے واقف بھی بہت سے نکلیں گے اسلئے ظاہر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے پیر جیو نور الحسن گنگوہی جو ریاست ناہن میں سرکاری ملازم ڈاک تھے سل اور دق میں مبتلا ہو کر حاضر خدمت ہوئے آج انکی صحت کو چوبیس سال ہو چکے ہیں کہ مرض کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوا غرض معالجہ اور تشخیص میں جو بات حضرت مولانا کے یہاں دیکھی گئی قابل اطباء کو بھی اُس سے زیادہ ملکہ کیا ہوگا بلکہ حالانکہ اس فن کو باقاعدہ حاصل کرنا تو کجا معمولاً بھی حسب ضرورت ہی دیکھا تھا کبھی دریافت کا اتفاق نہیں ہوا مگر تشریح کے متعلق بھی جو کچھ آپ نے فرمایا اسکے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ آپ نے دیکھ لیا تھا وہ ازبر تھا اور حقیقۃً یہ ہے کہ جو کچھ تھا علم لدنی تھا اور اسکے ساتھ امداد غیبی ۱۲ انتہٰی تحریر الطبیب النحریر۔

ایک مرتبہ مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب خارشت میں مبتلا ہوئے کام تھا ہر وقت حضرت کی خدمت میں حاضر رہنے اور حجرہ شریفہ میں بیٹھنے کا اِس لئے گندھک جیسی بودار دوا کا استعمال نہ کر سکتے تھے کہ حضرت کو بدبو سے ایذا ہوگی اِس بے پروائی سے مرض بڑھتا رہا جب حضرت قدس سرہٗ کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا "مولوی یحییٰ بالائی میں گلاب ملا کر خوب کھاؤ اور گلاب ہی میں کاشغری سفیدہ ملا کر بدن پر مل لیا کرو" مولوی محمد یحییٰ صاحب یوں تو خود ہی نظیف الطبع نظافت پسند تھے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر تو کہنا ہی کیا بڑی خوشی کے ساتھ دوا و غذا کا استعمال کیا چند ہی روز میں خارشت کی خاک اُڑ گئی اور تندرست ہو گئے۔

ایکبار تمباکو کی خاصیتیں بیان فرمائیں کہ تمام زہریلے جانوروں کے لئے مفید ہے جس جگہ سانپ

بچھو یا بھڑ کاٹ کھائے وہاں اسکو مل دیا جائے اور جسکے پیٹ میں کیڑے پڑ جائیں اُسکو تنباکو کا پتہ کھلایا جائے جو لوگ تنباکو کھاتے ہیں اُنپر زہریلے جانور کا اثر کم ہوتا ہے اور تنباکو کے کھیت میں سانپ تو جا ہی نہیں سکتا ضرورت کے وقت بول و براز کے لئے تنباکو کے کھیت سے بہتر اطمینان کی کوئی جگہ نہیں ہے اگر کسی شخص کے سانپ کاٹ کھاوے تو حقہ کے نیچہ پر جہاں چلم رکھی جاتی ہے تنباکو کا دھواں جو کیٹ کی طرح جم جاتا ہے کھرچ لیا جائے اور کاٹی ہوئی جگہ پر اُسکا لیپ کیا جائے اور سرمہ کی طرح سلائی میں بھر کر آنکھوں میں اچھی طرح لگا دیا جائے اور اسی کو پانی میں گھولکر اُس شخص کے حلق سے اُتار دیا جائے اگر ہوش ہو تو پلا دیا جائے اور زہر چڑھنے سے بیہوش ہو چکا ہو تو منہ کھولکر کسی تدبیر سے حلق میں ڈالدیا جائے انشاء اللہ نفع ہوگا۔

سانپ کے کاٹے کا علاج

ڈاکٹر محمد نذیر صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے اکثر معدہ کی شکایت رہتی اور قبض میں مبتلا رہتا تھا اور معدہ کی خرابی کے باعث دماغ اور دیگر اعضاء پر اُسکا اثر پونہچتا اور ضعف بڑہتا جاتا تھا جسوقت گنگوہ حاضر ہوا تو میں نے اپنا مرض جسمانی بھی ظاہر کیا حضرت نے فرمایا "اجی تم تو ڈاکٹر ہو" میں نے عرض کیا کہ حضرت بہتیری ادوہ استعمال کر چکا کچھ نفع نہیں ہوتا آپنے فرمایا چار ماشہ معجون فلاسفہ صبح و شام کھالیا کرو چنانچہ میں نے اُس کا استعمال شروع کیا بحمد اللہ دن بدن نفع بڑہتا گیا یہانتک کہ آج مجکو معدہ یا دماغ کے متعلق کوئی شکایت نہیں ہے

ضعف معدہ و قبض

حضرت مولانا قدس سرہ کا مطب فی الحقیقت کتابی نہ تھا جسکی تحدید ہو سکے آپکی تشخیص صرف نباضی کے ملکہ پر نہ تھی بلکہ آئینہ سے زیادہ روشن قلب کی نورانیت تھی جسکے باعث معالجات و تشخیص میں خطا دشوار تھی آپ نہ مریض کو مرض کا نام بتاتے تھے نہ اُسکی توضیح و تفصیل سمجھاتے تھے بلکہ بسا اوقات مریض کو اپنا حال عرض اور کیفیت بیان کرنے کی بھی نوبت نہ آتی تھی کہ آپ مختصر سی دوا بتا کر خاموش ہو جاتے تھے آپکی مقبولیت اور عند اللہ منزلت کا فیضان جسطرح مخلوق کی روحانی تندرستی پر پڑتا تھا اسی طرح جسمانی صحت بھی اُس سے نفع اُٹھاتی تھی آپکی بتائی ہوئی دوا کو مخلوق یوں سمجھ چکی تھی کہ چونکہ علم الٰہی میں مرض کے جانے کا وقت آگیا ہے اسلئے یہاں کی حاضری اور حضرت قدس سرہ کا اس دوا کے متعلق ارشاد تقدیری فرمان کے نفاذ کا حیلہ اور محض ایک بہانہ ہے کہ اِدہر اُسکا استعمال ہوا اور اُدہر اُسکا نفع معلوم ہوا یہانتک کہ چند دنوں میں کلی صحت حاصل ہو جاتی تھی۔ اِس واقعی بات کی شہرت اسدرجہ ہو گئی تھی کہ ہندو بھی اس آستانہ کا چھوڑنا موت سمجھتے تھے۔

جس زمانہ میں صاحبزادہ جناب حکیم مولوی مسعود احمد صاحب ام مجدہ دہلی سے فارغ ہو کر فن طبابت میں کمال حاصل کر کے مدرسہ طبیہ کی مستند و قیع سند لیکر گنگوہ واپس ہوئے اور مطب جاری فرمایا تھا اُسی زمانہ سے

حضرت مولانا قدس سرہ نے اپنے اس شغل طبابت کو گویا ترک فرمادیا۔ اس منفعت عامہ کی نیابت خلفاء رشید کے حوالہ فرماکر آپ نے معالجہ سے ہاتھ کھینچا اور جو مریض آئے انکو یہ فرماکر کہ "اب مسعود احمد کے پاس جاؤ" ٹالدیا اسپر بھی اکثر مخلص عقیدتمند اصحاب خصوصاً بعض دیہاتی معتقدین کہدیا کرتے تھے کہ "حضرت ہمیں تو آپ ہی کی دوا سے نفع ہوگا"۔ ہرچند کہ آپ اپنے کو اس مشغلہ سے بچانیکی کوشش کرتے اور اصرار کرنیوالوں کو بھی یہی جواب دیتے تھے کہ مسعود احمد دہلی سے سند لیکر آئے ہیں اُنہوں نے اس فن کو باقاعدہ پڑھا ہے میں تو مجبوری کو دوا بتادیا کرتا تھا ورنہ میں نے تو طب پڑھی بھی نہیں ہر کارے وہر مردے انکا علاج علاج ہے اور میرا بتادینا تو ایسا ہے جیسا بچہ کا تیر کہ کبھی نشانہ پر جالگا آپ سب ہی کچھ فرماتے مگر جن معتقدین کے قلوب میں آپ کے الہامی معالجہ اور کشفی تشخیص کا سکہ جم چکا تھا وہ آپ ہی سے دوا دریافت کرتے اور یوں عرض کیا کرتے تھے کہ حضرت آپ اپنی زبان سے کوئی دوا ارشاد فرمادیں آپکی بتائی ہوئی خاک ہمارے لئے اکسیر سے زیادہ فائدہ مند ہے چنانچہ آپکو مخلصین کی خواہش پوری کرنی پڑتی اور حسب عادت کوئی مفرد دوا یا جڑی بوٹی علاج کے لئے بتانی پڑتی تھی

زکام کے لئے اکثر گیہوں کی بھوسی چھ ماشہ کی مقدار اچھی طرح پانی میں جوش دیکر قدرے نمک ملواکر پلواتے تھے اور اگر زکام کے ساتھ کچھ حرارت محسوس ہوتی اور ہاتھ پاؤں گرتے معلوم ہوتے تو اسی میں چھ ماشہ سونف کا اضافہ فرمادیا کرتے تھے۔ مولانا مولوی محمد حسن صاحب مرادآبادی ایکمرتبہ گنگوہ حاضر ہوئے اور زکام کی سخت تکلیف سے بیتاب ہوگئے انکو بھی آپنے اسی کا استعمال کرایا اور فرمایا کہ سفر میں دوا بھی سہل ہی ہونی چاہیئے چنانچہ تیسرے چوتھے دن ہی تندرست ہوگئے۔ قبض کی شکایت میں آپ جس سہل ترین نسخہ کا استعمال کرایا کرتے تھے وہ یاد رکھنے کے قابل ہے اِسلئے کہ یہ شکایت عام طور پر بڑھتی جاتی ہے خصوصاً جن حضرات کو چلنے پھرنے کا اتفاق کم ہوتا اور ایک جگہ بیٹھا رہنا پڑتا ہے اُنکو اپنے مزاج سے واقف ہوجانیوالے طبیب کا مشورہ لیکر استعمال کرنا انشاءاللہ سودمند ہوگا سنا رکی کو مگر ہموزن قند سفید ملا لیا جائے اور سوتے وقت چھ ماشہ کی پھنکی لیلی جائے صبح کو اجابت ہوجائیگی اور قبض ٹوٹ جائیگا۔ جسدن تکلیف محسوس ہو اُسی دن اِس سہل الحصول دوا سے نفع اٹھایا جائے تو کیا اچھا ہو اور اگر دو چار اسہال کی ضرورت محسوس ہو تو تخم تنکار چھ ماشہ استعمال کیجائے بعض دفعہ حضرت مولانا یہ گولیاں جن میں سیاہ مرچ۔ ایلوا۔ اور سہاگہ صرف تین جزو ہیں گھی کوار کے عرق میں بنواکر رکھ لیا کرتے اور حسب ضرورت بیماروں کو تقسیم فرمادیا کرتے تھے۔

تلی کے مرض میں سہاگہ کی کھیل کرکے شہد میں ملاکر چاٹنا بتادیا کرتے تھے۔ عرق النساء میں ایکمرتبہ مٹی کا تیل پینا نافع فرمایا اور اس مرض میں مبتلا ہونیوالے شخص کو استعمال بھی کرایا فوری نفع ہوا۔ طحال وجگر کے امراض میں دو دو تولہ شربت بزوری کو آدہ پا عرق مکوہ میں ملاکر پینا مفید فرمایا کرتے تھے۔ طحال میں ایک بار یہ نسخہ تجویز فرمایا ایک ماشہ تخم شبت یعنی سوئے کے بیج دو تولہ گلقند آفتابی میں ملاکر صبح کو چاٹا جائے اور ایک ماشہ سہاگہ تیلیا بریان پیکر ایک تولہ سکنجبین سادہ میں ملاکر شام کو چاٹ لیا جائے۔

حضرت مولانا قدس سرہ علاج میں اسکی بہت رعایت فرماتے تھے کہ دوائیں مفرد ہوں اور اگر مرکب بھی ہوں تو بہت ہی کم اجزا ہوں مقدار خوراک بھی اتنی زیادہ نہو جسکا کھانا یا پینا مریض کو ناگوار گزرے بلکہ اگر مزیدار غذا یا کسی لذیذ کھانے سے مرض جاتا رہے تو یہ تجویز سب پر مقدم سمجھی جاتی تھی۔ ایسے عجیب و غریب قصے آپکی سوانح میں بیسیوں ملینگے جن پر مرض اور علاج میں صورۃً مناسبت نہونے کے باعث ناظرین کو تعجب ہوگا مگر جنہوں نے باوجود عدم تناسب نفع اٹھایا ہے یا تندرست ہونے والوں کو آنکھوں سے دیکھا ہے وہی خوب سمجھتے ہیں کہ آپکا معالجہ اور طب محض امداد غیبی تھی اور کمال باطنی۔ حضرت قدس سرہ کے معالجات کے تذکرہ سے ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ ناظرین انکو امراض میں استعمال کرنے لگیں اگرچہ عقیدت کی پختگی کے ساتھ حضرت کا نہونا حق تعالیٰ کی قدرت و فضل کا ادنیٰ کرشمہ ہے مگر جب روایت و نقل میں بھی احتمال غلطی ہو اور بتانیوالی صاحب کرامت زبان دنیاوی تعلق تکلم ختم کرچکی ہو تو ایسی صورت میں ہماری رائے یہی ہے کہ حاذق طبیب سے مشورہ لئے بغیر مندرجہ نسخہ جات کا محض اس عنوان میں دیکھ لینے سے استعمال ہرگز نہ کیا جائے ہاں طبیب کی رائے شامل ہو جائے تو دوسرے نسخوں سے انکو ترجیح ضرور ہے بدیں وجہ چند نسخے بیان کردینے مناسب معلوم ہوتے ہیں کہ اس بحث کا نمونہ بھی تمام ہو جائے۔

جریان۔ پاؤ بھر گائے کا دودہ ہانڈی میں آگ پر رکھا جائے اور چھ ماشہ تالمکھانہ اسمیں ملاکر اچھی طرح جوش دیا جائے یہانتک کہ کھیر ہو جائے اسمیں تولہ ڈیڑہ تولہ اپنی رغبت کے موافق شکر ملاکر صبح کے وقت کھالیا جائے چند روز استعمال کرنے سے انشاء اللہ مرض جاتا رہیگا۔

اطریفل مقوی دماغ و دافع نزلہ۔ ہیڑ۔ بہیڑہ۔ آنولہ۔ دھنیہ چاروں چیزیں پاؤ پاؤ بھر وزن کی لیکر کوٹ لیجائیں اور چھان کر بقدر ضرورت روغن خشخاش میں چرب کرلیجائیں جتنی مقدار طیار شدہ حاصل ہو اس سے دوچند شہد اسمیں ملالیا جائے اور ایک مرتبان میں رکھکر اسکا منہ خام کرکے گیہوں یا زمین کے اندر چالیس دن کے لئے دبا دے کہ اسکی حرارت اسکو پکادے اکتالیسویں دن مرتبان نکالکر دوا کا استعمال شروع کردے عمر اور مرض کی حالت کے

موافق چھ ماشہ سے نو ماشہ تک بوقت صبح خوراک ہے (یہ نسخہ حضرت مولانا کو ایک شخص نے جیلخانہ میں خصوصیت کے ساتھ بتایا تھا)

مقوی دماغ = ناریل خورد - خشخاش - چھوارہ - بادام - دکنی مرچ - کوٹ چھانکر ڈیڑھ پا کھانڈ ملا کر سفوف بنالے اور ایک
۳ تولہ ۲۱ عدد ۲۱ عدد ۳ شار ۳ شار
تولہ سے دو تولہ تک صبح کے وقت استعمال کیا کرے۔

سوزاک و آتشک = ایک تولہ ریوند چینی کو اچھی طرح کوٹ چھانکر دو تولہ شہد میں ملالے اور تین خوراک بنالے ایک خوراک روزانہ صبح کے وقت کھالیا کرے اگر سردی کا موسم ہو تو باسی پانی اور گرمی کا زمانہ ہو تو برف ملایا ہوا غرض جسقدر بھی ٹھنڈا پانی ملسکے گڑا بھر کر رکھ لے اور جتنا بھی پیا جائے خوب پیٹ بھر بھر کر پئے یہانتک کہ پیشاب اچھی طرح اور زیادہ مقدار میں آئے انشاء اللہ تین دن میں آرام ہوجائیگا کسی چیز کا پرہیز نہیں ہے البتہ اگر ٹھنڈے پانی کے پینے سے تکلیف معلوم ہو تو تازہ پانی پیتا رہے کیسا ہی سوزاک ہو باذن اللہ نفع ہوگا حتی کہ اگر خون بھی آنے لگا ہے تو انشاء اللہ آرام ہوجائیگا۔ یہ نسخہ آتشک کے لئے بھی مفید ہے مگر سوزاک کے لئے خصوصیت کے ساتھ نافع ہے۔

جاڑہ بخار۔ چھ ماشہ خوبکلاں اور چھ ماشہ سونف دونوں کو آدھ پاؤ پانی میں اتنا جوش دے کہ چھٹانک بھر رہجائے اگر جی چاہے اور رغبت ہو تو بقدر ضرورت کچھ میٹھا ملالے اور پی جائے بچہ کے لئے نصف خوراک ہونی چاہئے۔

بواسیر = کوکر جھنڈی جو ایک بودار گھاس کا نام ہے اسکو جھکرم بھی کہتے ہیں پالک کے مشابہ ہے عموماً غلاظت کے قرب وجوار میں پیدا ہوتی ہے اسکو کوٹکر عرق پیا کرے اور اسی کی ٹکیہ نیمگرم کرکے مسّوں پر باندھ لیا کرے جبتک پورا فائدہ نہو بار بار استعمال کئے جائے انشاء اللہ مسّے بھی جھڑ جائینگے اور آئندہ مادہ کو جوش بھی نہوگا۔

وجع المفاصل = سنبھالو کے پتے جسکی مقدار کم سے کم تین ماشہ اور زیادہ سے زیادہ چھ ماشہ ہے حسب مزاج بتدریج بڑہائے چائی کی طرح پانی میں جوش دیکر نمک ملا کر گرم گرم پی لیا کرے ریاحی درد کے لئے زیادہ تر نافع ہے۔

کھانسی۔ نئی ہو یا پرانی اور بلغمی ہو یا خشک انشاء اللہ سب کو نفع ہوگا رب السوس کا کڑا سینگی مغز بادام مغز چلغوزہ چاروں دواؤں کو ہموزن لیکر کوٹ لے اور مویز منقی (بیج نکالکر) اتنی مقدار میں ملالے کہ گولی بندہ جائے اور چنے کی برابر گولیاں بناکر رکھ لے ایک گولی منہ میں ڈالکر اسکا عرق چوستا رہے جب وہ ختم ہوجائے تو دوسری گولی منہ میں رکھ لے غرض اسکو نگلے نہیں دن بھر عرق چوستا رہے انشاء اللہ جلد نفع ہوگا اور اگر سفر کی حالت ہو کہ ادویہ کا ملنا مشکل ہو تو صرف کاکڑا سینگی ہی کو پانی میں گھولکر گولی بنالے اور آہستہ آہستہ چوستا رہے کہ عرق ہلکا ہلکا حلق سے اترتا رہے

سوداویت وحرارت دماغ = پاؤ بھر بکری کے دودھ کو جوش دے اور اسمیں چھ ماشہ اگاس بیل تازہ ملا کر نیچے اُتارے اور کوئی برتن دیگچی پر اسطرح ڈہانپ دے جیسے چاء دم کیا کرتے ہیں کہ بھاپ نہ نکلے تھوڑی دیر کے بعد

جب دودھ نیمگرم اور پینے کے قابل ہو جائے تو اگاس بیل نکالکر پھینکدے اور دودھ کو پی جائے کم سے کم چالیس روز اسکا استعمال کرے دماغی حرارت اور سوداویت انشاءاللہ بالکل جاتی رہیگی یہانتک کہ اگر مراق بلکہ جنون تک بھی نوبت پونہچگئی ہے تو باذن اللہ نفع ہوگا۔ گرم چیزوں سے پرہیز کرے اور گوشت کھانے کو جی چاہے تو مرغی کے چوزے کھائے بلکہ کیا عجب ہے کہ اس سے نفع زیادہ ہو۔ تپ کہنہ کے لئے بھی اسکو مفید فرمایا۔

بُہران۔ شہدی بوٹی کے پتے چھ ماشہ کی مقدار لیکر تین دانہ سیاہ مرچ کے ساتھ دو تولہ پانی میں ملاکر پیسے اور مریض کو پلادے کئی دن استعمال کرے جس شخص کے مزاج میں حرارت ہوگی اُسکو انشاءاللہ زیادہ تر نفع ہوگا جذام کے موذی مرض تک کو باذن اللہ فائدہ پونہچائیگا۔

مصفی خون۔ بُرادہ شیشم نیب کی چھال۔ سرس کی چھال۔ کیمری یعنی صحرائی انجیر کا چھال چاروں اجزا ہموزن ملاکر بھبکے یا قرعبیق میں عرق کھچوالے تین تولہ سے پانچ تولہ تک حسب مزاج و موسم و عمر صبح و شام دو وقت پیتا رہے اور عرق کی کشید میں وقت یا ناکامی ہو تو یوں ہی پانی میں جوش دیکر روزانہ پیا کرے اور روزانہ جوش کرنے میں بھی حرج ہو یا سامان مہیا نہو سکے تو بُرادہ شیشم اور نیب کی چھال کو پانی میں بوقت شب بھگو کر رکھ لے اور صبح کو چھانکر پیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہونے والے اصحاب میں زیادہ تر وہ اصحاب تھے جنکے دماغ ضعیف ہو چکے یا ہوتے جاتے تھے یعنی طلبہ و علماء کی جماعت جنکے دماغ میں شغلہ درس و تدریس اور شبانہ روز مصروفیت تعلیم و تعلم کے باعث اسقدر ضعف لاحق ہوتا تھا کہ ہر وقت سر میں درد رہتا بصارت کمزور ہو جاتی بھوک کی خواہش کم پڑجاتی اور دماغی محنت و کمزوری کے سبب طرح طرح کے امراض پیدا ہونے لگتے تھے یا ذاکر شاغل طالبین کا گروہ کہ نیند کو کم کرنے اور ذکر بالجہر یا قوت خیالیہ و فکریہ سے رات دن کام لینے کے باعث دماغ میں ضعف آجاتا اور یبوست غالب ہو جاتی تھی اسلئے آپ ان دونوں فریق کے لئے تقویت دماغ کا یہ نسخہ تجویز فرماتے تھے اور خود بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ سیر بھر دھنیا اور سیر بھر گیہوں لیکر دونوں کو علیحدہ علیحدہ بھاڑ میں بھنوائے اور چکی میں پسوالے پیسنے کے بعد دونوں کو ہموزن کر کے ملالے اُسمیں ہر ایک سے نصف وزن یعنی آدھ سیر خشخاش بھی پیسکر ملالے اور تین پاؤ مصری میں تینوں اجزا کا قوام کر کے چار چار تولہ کے لڈو باندھ لے روزانہ صبح کیوقت ایک لڈو کھالیا کرے۔ تقویت دماغ کے لئے مولوی محمود احمد صاحب مرحوم کو جو نسخہ آپنے مرحمت فرمایا تھا اُسپر مضمون کو ختم کرتا ہوں واللہ المتمم وہو الشافی والکافی۔ پوست ہلیلہ زرد ۳ تولہ۔ پوست بہیڑہ ۳ تولہ۔ آملہ ۳ تولہ۔ اسطوخودوس ۳ تولہ۔ ناگر موتھا ۱ تولہ۔ لونگ ۱ تولہ۔ دار چینی ۱ تولہ۔ مصطگی ۱ تولہ کوفتہ در شہد خالص آمیختہ دارند شش شش ماشہ صبح و شام بخورانند۔ دو تار پختہ

الزام بغاوت اور اُس کی کیفیت

کیا ظلم و ستم ہے کہ مسیحائے جہاں کو	افساد و ستم پیشہ و سفاک کہا جائے
جو گوشہ نشیں خود ہی گرفتار محن ہو	کس مُنہ سے اُسے مفسد و چالاک کہا جائے

شروع ۱۲۷۶ھ ہجری بنوی ۱۸۵۹ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی اِس وحشتناک قصہ کا بقدر ضرورت تذکرہ بھی چونکہ سوانح کا جزو لازم ہے اسلئے مناسب ہے کہ ابتداء واقعہ سے لیکر انتہا تک اجمالی بیان کردیا جائے۔

رمضان ۱۲۷۳ھ یعنی مئی ۱۸۵۷ء کا وہ طوفان جسکے تصور سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے ہندوستان کیا بلکہ دنیا بھر میں ایسا مشہور و معروف ہے کہ شاید دوسرا نہو سلطنت مغلیہ کا آخری دور اور لبریز ہو جانے والے پیمانہ شاہی کا پچھلا منظر یعنی بد نصیب خانماں برباد بہادر شاہ ظفر پادشاہ دہلی کا وہ بلا خیز سماں تھا جس میں کارتوسوں پر چربی لپیٹے جانے کی جھوٹی افواہ اڑی اور غدر برپا کرنے کے چُھپے کُھلے مجمعوں میں چرچے شروع ہوئے تھے۔ تباہ ہونے والی رعایا کی نحوست تقدیر نے انکو جو کچھ بھی سُجھایا اُسکا اُنہوں نے نتیجہ دیکھا اور اُنکی نسل دیکھ رہی ہے۔ جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی اُنہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ فوجیں باغی ہوئیں حاکم کی نافرمان بنیں قتل و قتال کا بند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرہ میں اپنے پیروں پر خود کلہاڑیاں ماریں۔ اِس بھیانک منظر میں ہزار ہا بندگان خدا ناکردہ گناہ بھی پھانسی چڑھائے گئے جنکے بچے یتیم اور بیبیاں بیوہ ہوئیں۔ اطراف کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں بدامنی پھیل گئی۔ حاکم کے انتظام کا اُٹھنا تھا کہ باہم رعایا میں برسوں کی دبی ہوئی عداوت نکلنے اور خدا جانے کس کس زمانہ کے انتقام لینے کا وقت آگیا کہ جدھر دیکھو مار پیٹ اور جس محل پر نظر کرو معرکہ آرائی و جنگ۔ اسی بلا خیز قصہ میں تھانہ بھون کا وہ فساد واقع ہوا جسمیں قاضی محبوب علی خاں کی مخبری سے حضرت مولانا پر مقدمہ قائم ہوا جسکی ابتدا یہ تھی کہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علیخاں کا چھوٹا بھائی عبدالرحیم خاں چند ہاتھی خریدنے سہارنپور گیا۔ وہاں اس آفت رسیدہ کا کوئی بنا بنایا دشمن کئی دن سے ٹھیرا ہوا تھا جسکو زمیندارانہ مخصمات میں عبدالرحیم کے ساتھ خاص عداوت تھی۔ دشمن نے اِس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً حاکم ضلع سے جا رپورٹ کی فلاں رئیس بھی باغی و مفسد ہے چنانچہ دہلی میں کمک بھیجنے کے لئے ہاتھی خریدنے سہارنپور آیا ہوا ہے۔ زمانہ تھا اندیشہ ناک اور احتیاط کا یہی وقت

دور تھی اور مُیں گرفتار ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پھانسی ہوئی اور تھانہ بھون کے نیک دل سرکاری خیر خواہ زمیندار کو مظلوم بھائی سے دنیا میں ہمیشہ کے لئے جُدا ہو جانے کی خبر ملی۔

اِس بدامنی کی حالت میں جسکو قصہ کی اصلیت ظاہر کرنے کے لئے مختصر الفاظ میں حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے عام باشندگان قصبہ کی یہ حالت ہوئی گویا اُن کا مربی و منتظم بادشاہ سر سے اُٹھ گیا اور شرعی و طبعی ضروریات و مخصات میں بھی کوئی خبر گیراں نہ رہا جسکی رائے پر عمل کریں پس یہ لوگ اعلیٰحضرت حاجی صاحب کیخدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گزران دشوار ہے گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اُٹھا لیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دیدی ہے کہ اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیے اِسلئے آپ چونکہ ہمارے دینی سردار ہیں اِسلئے دنیاوی نظم حکومت کا بھی بار اپنے سر رکھیں اور امیر المومنین بنکر ہمارے باہمی قضیے چکا دیا کریں۔ اسمیں شک نہیں کہ اعلیٰحضرت کو انکی درخواست کے موافق انکے سر پر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپنے دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلہ کے موافق چند روز تک قاضی شرع بنکر فیصل بھی فرمائے۔ اِسی قصہ نے مفسدوں میں شریک ہونیکی راہ چلائی اور مخبروں کو جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ دس برس ہوئے اعلیٰحضرت کو اپنے دین و دنیا کا سردار بنا ہی چکے تھے ہمیشہ آمد و رفت رہتی ہی تھی اب جبکہ ہر چہار طرف بدامنی تھی آپ کے لئے یہاں حاضر رہنے سے زیادہ بہتر کوئی جگہ دنیا میں نہ تھی اِدھر اعلیٰحضرت کو حکومت کے فیصلے اور شرعی قضا میں مولوی کی ضرورت تھی کہ حق بات میں اعانت کرتا رہے اِس لئے آپ اور مولانا **محمد قاسم** صاحب معہ دیگر خدام کے یہیں رہ پڑے۔

اِتنی بات یقینی ہے کہ اُس گھبراہٹ کے زمانہ میں جبکہ عام لوگ بند کواڑوں گھر میں بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اِس سے قبل مصروف تھے بدستور اُن کاموں میں مشغول رہتے تھے کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت جبرابر تشویش لاحق نہیں ہوئی آپکو اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کے لئے شاملی کرانہ یا مظفر نگر جانیکی ضرورت ہوئی غایت درجہ سکون و وقار کے ساتھ گئے اور طمانینت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے۔ اِن ایام میں آپکو اُن مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جو غول کے غول پھرتے تھے۔ حفاظت جان کے لئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح بے تکلے چلے آتے تھے۔ ایکمرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰحضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب کے

ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگ جانے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے طیار ہو گیا۔ اللہ رے شجاعت و جوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہو جائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلواریں لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فیریں ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیر ناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔

حضرت مولانا قاسم العلوم ایک مرتبہ یکایک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی اعلیحضرت نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھا اور فرمایا "کیا ہوا؟ میاں" عمامہ اُتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو خادمانہ و مریدانہ تعلق پر اعلیحضرت کے ساتھ تو جو کچھ وابستگی تھی وہ تھی ہی مگر چچا پیر حضرت حافظ ضامن صاحب کے ساتھ بھی نہایت ہی درجہ مخلصانہ اُنس تھا اور حافظ صاحب بھی مولانا کے گویا جانثار عاشق تھے اُسی گھمسان میدان میں مولانا کو پاس بلایا اور فرمایا "میاں رشید میرا دم نکلے تو تم میرے پاس ضرور ہونا" تھوڑی دیر گزری تھی کہ حافظ صاحب دھم سے زمین پر گرے معلوم ہوا کہ گولی کاری لگی اور خون کا فوارہ بہنا شروع ہوا۔ حافظ صاحب کا زخم سے چور ہو کر گرنا تھا اور حضرت امام ربانی کا لپک کر تڑپتی نعش کا کاندھے پر اٹھانا۔ قریب کی مسجد میں لائے اور حضرت کا سر اپنے زانو پر رکھ کر تلاوت قرآن میں مشغول ہو گئے۔

دیکھنے والوں سے سُنا ہے کہ حضرت مولانا کی اِس مردانگی پر تعجب تھا کس اطمینان کے ساتھ سنسان مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے اپنے نور دیدہ چچا کے سفر آخرت کا سماں دیکھ رہے اور اپنے عاشق محبوب کی نزع کا آخری وقت نظارہ کر رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر کلام اللہ یہاں تک کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے زانو پر سر رکھے رکھے وصال ہو گیا اور حضرت مولانا چچا کی وصیت کو پورا کرنے کے باعث مسرور ہو کر باطمینان اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بزرگوں سے سُنا ہے کہ حضرت حافظ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تمامی نسبت حضرت قدس سرہ کی طرف منتقل ہوئی۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

اللہ اللہ جس بزرگ نے دس برس ہوئے اعلیحضرت سے سفارش کر کے حضرت مولانا کو بیعت کرایا اور اعانت کے ایک کلمہ بالخیر سے ہمدردی ظاہر فرمائی تھی وہ قدسی نفس مرید آخری وقت میں اُس آخری خدمت کا انجام دینے

کے لئے قدرت کی طرف سے تجویز ہوا تھا جس میں نہ کوئی پاس تھا نہ قریب۔ یگانہ تھا نہ بیگانہ۔ آخر جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھٹا تو حضرت اپنے شہید وفادار حامی مربی کی نعش کو کاندھے پر لیکر اُٹھے اور چارپائی پر لٹا کر یکے بعد دیگرے تھانہ میں بسمت مغرب زمین کی گود کے حوالہ کیا۔

جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اسکے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیرخواہ اپنے کو ظاہر کریں اُنہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا بستی کی دوکانوں کے چھپر انہوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کئے اور اُس میں آگ لگادی یہاں تک کہ جو وقت آدھے کواڑ جل گئے ابھی آگ بجھنے بھی نہ پائی تھی کہ ان نڈر ملاؤں نے جلتی آگ میں قدم بڑھائے اور بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھسکر خزانہ سرکار کو لوٹا تھا حالانکہ یہ کمبل پوش فاقہ کش نفس کش حضرات فساد سے کوسوں دور تھے ملک ومال کے جھگڑے اگر سر رکھتے تو یہ صورت ہی کیوں ہوتی کوئی کہیں کا ڈپٹی ہوتا اور کوئی کسی جگہہ کا صدر الصدور۔ کچہری کے عالیشان کمرے اور عدالت کے وسیع اور اونچی چھتوں والے مکانات کو چھوڑ کر قبر کی تنگی یاد دلانے والے حجروں اور کھرّے بوریہ کے فرش والے تاریک گوشہ نشیں کیوں ہوتے

مگر؎ کون سُنتا ہے کہانی میری — اور پھر وہ بھی زبانی میری

بڑی مصیبت یہ تھی کہ حکام کے سامنے جانے کا کبھی انکو اتفاق نہیں ہوا ملزم ومجرم بننے کا موقع ہی نہیں ملا کہ برات اور صفائی کا طریقہ معلوم ہو۔ نہ اتنی دنیاوی عزت کہ جسکا کوئی لحاظ کرے نہ وہ چکل بل اور بے تکان لسانی کہ جسکا پاس ہو۔ نہ پاس روپیہ کہ بذریعہ وکالت اِس الزام کو اُٹھائیں اور خرچ کریں نہ ایسی اندھی جنگ بغاوت کبھی دیکھی یا سُنی کہ جسکے نتیجہ سے کچھ بھی واقفیت ہوتا آخر بادل دردمند اپنے مالک جل و علی شانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جو حکم غیب سے صادر ہوا اُسپر کاربند ہونے کے منتظر وآمادہ۔ حق تعالی کا شکر ہے کہ سچ سچ ہو کر رہا اور جھوٹ جھوٹ اِن حضرات پر اتہام کا بحمداللہ کوئی ثمرہ مرتب نہوا گو خدائی آزمائش میں جھڑجھڑائے گئے۔ پریشانیاں اُٹھائیں کوفت سہی روپوش رہے مگر انجام کار حق کو غلبہ ہوا اور "دودھ کا دودھ پانی کا پانی" اِن پاک نفوس اور ملکوتی صفات بدنوں پر آنچ نہ آئی۔

اعلیحضرت قدس سرہ نے اسی قصہ میں اپنے شیدائی بچوں یعنی مولانا قاسم العلوم اور خلف الرشید امام

ربانی کو الوداع کہا کہ اب ارض ہند میں یکجائی فلک کو ناگوار ہے اور یہ دونوں لاڈلے بچے اپنے غمخوار روحانی باپ سے بادل ناخواستہ تن بہ تقدیر رخصت ہوئے۔ اعلیٰحضرت نے چند ماہ انبالہ نگری پنجلاسہ وغیرہا مواضع وقصبات میں اپنے آپکو چھپایا اور آخر براہ سندھ وکراچی عرب کا راستہ لیا۔ ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہی اور ہوائی جہاز پر سوار ہوکر مکہ معظمہ پہونچے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند اور امام ربانی قدس سرہ نے گنگوہ مراجعت فرمائی۔

انہیں ایام روپوشی میں مولانا قاسم العلوم کو انمیا گمتھلہ۔ لاڈوہ۔ پنجلاسہ اور جمنا پار کئی دفعہ آنے جانے کا اتفاق ہوا اور امام ربانی قدس سرہ نے قیام زیادہ تر گنگوہ یا رامپور میں کیا مگر اپنے ہادی برحق کی ہندوستان میں آخری زیارت کے شوق سے بیتاب ہوکر انبالہ نگری اور پنجلاسہ کے سفر کو اٹھے اور مستور الحال مخفی طور پر اس حق کو ادا فرماکر واپس وطن ہوئے اس زمانہ کی کیفیات ایسی عجیب وغریب گزری ہیں کہ اگر کھلی کرامتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے تو کئی ورق چاہئیں اس لئے انکو تفصیلاً چھوڑتا ہوں اور ضروری مضمون پر اکتفا کرتا ہوں

تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہوچکے اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہوچکا تھا اسلئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ و دو میں پھرتے تھے اعلیٰحضرت نے وطن کو خیرباد کہی اور بہ نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ مولانا گنگوہی سے زیادہ تعلق تھا اس لئے آخری ملاقات ہند کے لئے گنگوہ تشریف لائے۔ اسوقت حضرت مولانا قدس سرہ کی عفت مآب صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ ماجدہ کی عمر دو سال کی تھی جسوقت پنجلاسہ ضلع انبالہ میں پونچے ہیں تو راؤ عبداللہ خان رئیس کے اصطبل اسپان کی ویران وتاریک کوٹھری میں مقیم تھے ایک روز اسی کوٹھری میں وضو فرماکر چاشت کی نماز کے ارادہ سے مصلیٰ بچھایا اور جاں نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں۔ راؤ عبداللہ خاں اعلیٰحضرت کے بڑے جاں نثار خادم اور مشہور مرید میں گھر کے خوشحال زمیندار اور سرکار کے نزدیک باوجاہت شخص سمجھے جاتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ اعلیٰحضرت پر جو الزام لگایا گیا ہے اسکے قائم ہوتے اپنا مکان کھولدینا دنیاوی حیثیت سے کسدرجہ خطرناک ہے کیونکہ باغی کی اعانت بھی سرکاری بغاوت میں شمار ہے مگر اسکے ساتھ ہی غلبہ حب دین اور فرط عشق میں اس درجہ مغلوب تھے کہ نہ مال کی پروا تھی نہ جان کی۔ خدا کی شان کہ جسوقت راؤ عبداللہ خان اعلیٰحضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھری سے باہر نکلے اور پٹ بند کرکے اصطبل کے دروازہ کے قریب پونچے ہیں تو سامنے سے دروش کو آتے دیکھا اور ہکا بکا ششدر کھڑے کے کھڑے رہگئے۔

خدا جانے مخبر کون اور کس بلا کا پتلہ تھا جس نے عین وقت پر روپوشی کی کوٹھری تک معین کر دی تھی چنانچہ دوِش اصطبل کے پاس پونہچی اور افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے اِدہر اُدہر کی باتیں شروع کر دیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپایا۔ ہماں دیدہ و تجربہ کار راؤ صاحب دوری سے تاڑ گئے تھے کہ "ایں گلِ دیگر شگفت" مگر نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن اپنی جان یا عزت کے جانے ریاست و زمینداری کے ملیامیٹ ہونے اور ہتکڑیاں پڑ کر جیلخانہ پونہچنے یا پھانسی پر چڑہکر عالم آخرت کا سفر کرنے کی تو مطلق پروانہ تھی اگر فکر و رنج یا حزن و افسوس تھا تو یہ کہ ہائے غلام کے گھر سے اور آقا گرفتار ہو اور عبد اللہ خان کی نظر کے سامنے اُسکا جان سے زیادہ عزیز شیخ پابزنجیر کیا جائے مگر اسکے ساتھ ہی راؤ صاحب اک جوانمرد مستقل مزاج نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں دابا اور چہرہ یا اعضا پر کوئی بھی اثر اضطراب کا محسوس نہ ہونے دیا مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑہا دیا۔

دُوِش کا افسر گھوڑے سے اُترا اور یہ کہکر کہ "میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سُنی ہے اِسلئے بلا اطلاع یکایک آنے کا اتفاق ہوا" اصطبل کی جانب قدم اُٹھائے۔ راؤ صاحب "بہت اچھا" کہکر ساتھ ساتھ ہو لئے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کی۔ افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پاکر کبھی مخبر کی دروغگوئی کا غصہ اور گاہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہانتک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اُس حجرہ کی طرف بڑہا جس میں اعلیحضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہکر کہ "اِس کوٹھری میں کیا گھاس بھری جاتی ہے" اُسکے پٹ کھولدئے راؤ عبد اللہ خاں کی اُسوقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ اُنہیں کے دل سے پوچھا چاہئے سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلہ کا وقت آگیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اُچھلا چاہتا ہے اِسلئے راضی برضا ہو کر "جی ہاں" کہا اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہو گئے۔

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جسوقت کوٹھری کا دروازہ کھلا ہے تخت پر مصلیٰ ضرور بچھا ہوا تھا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلیحضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا۔ افسر متحیر و حیران اور راؤ عبد اللہ خان دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی اِدہر دیکھتا ہے کبھی اُدہر آخر مخبر کی دھوکہ دہی سمجھکر بات کو ٹالا اور کہا کہ خانصاحب "یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے؟" راؤ صاحب بولے جناب اِس جگہہ ہم مسلمان نماز پڑہتے ہیں اور وضو میں مُنہ ہاتھ دھویا

کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اُسی کی طیاری تھی"۔ افسر نے ہنسکر کہا کہ "آپ لوگوں کی نماز کے لئے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھری"؟ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ "جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی چھپی جگہ پڑھی جاتی ہے جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے"۔ لاجواب جواب سنکر افسر نے پٹ بند کر دئے اور اصطبل کے چاروں طرف غایر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو یہ کلمات کہکر رخصت ہوا "راؤ صاحب معاف کیجئے آپکو اسوقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اُٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا"

راؤ عبداللہ خاں صاحب کی نظر سے دَوِش کے سوار جب اوجھل ہو لئے تو واپس ہوئے اور کوٹھری کھولی دیکھا کہ اعلیحضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں روپوش تھے۔ ایک روز زنانہ مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں زینہ میں آکر فرمایا "پردہ کرلو میں باہر جاتا ہوں" عورتوں سے رُک نہ سکے باہر چلے گئے۔ جارہے تھے کہ دَوِش راستہ میں ملی آپ ہی کی گرفتاری میں تھی۔ خدا کی شان ہے کہ ایک شخص نے آپ ہی سے پوچھا کہ "مولوی محمد قاسم کہاں ہیں"؟ آپ نے ایک قدم آگے بڑھا کر پچھلے پاؤں کی جانب نظر ڈالی اور فرمایا "ابھی تو یہاں تھا" یہ فرما کر آپ آگے چل دئے اور دَوِش نے مکان پر جاکر تلاشی لی۔ آخر ناکام واپس ہوئے۔ ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے انکو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھیرا رکھا تھا اِسلئے گرفتاری کی تلاش تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت برسر تھی اسلئے کوئی آنچ نہ آئی اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے ہاں چند روز کی تفریق بین الاحباب مقدر تھی وہ اُٹھانی تھی سو اُٹھائی اور اس ضمن میں کرامات و خوارق عادات غیبی حفاظت کے سامان اور سچائی ثابت ہونے کے اسباب ظاہر ہوئے اِس قصہ کے بعد مولانا مسجد میں رہتے اور کوئی کسی قسم کا تعرض نہ کرتا تھا۔

حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کو اِس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اسلئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین کے کالشمس فی نصف النہار ثابت ہوگیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے اُسوقت رہا کئے گئے اور آپ بخیر و عافیت وطن مالوف کو واپس آئے۔

گرفتاری وحوالات اور رہائی وبراءت

درد دل کا بے درماں لیجئے	باغ دیں کا ابر نیساں لیجئے	ڈاکر عالم کو چاہِ حزن میں	یوسفِ ثانی کو زنداں لیجئے

اعلیحضرت سے رخصت ہو کر امام ربانی گنگوہ واپس ہوئے تو نہایت درجہ محزون ومغموم۔ اُس وقت سیکڑوں افواہیں رات دن میں مشہور ہوتیں اور ہزاروں جھوٹی سچی گپ شپ اُڑا کرتی تھیں۔ جدھر جائیے یہی تذکرہ کہ آج فلاں رئیس پھانسی دیا گیا اور فلاں شخص قتل کیا گیا اور جہاں دیکھئے یہی ذکر مذکور کہ وہ باغی سمجھا گیا اور اُسکو بجرم فساد سولی چڑھایا گیا۔ وہ روپوش ہے اور اُسکی تلاش ہے غرض ایسی گھبراہٹ کا گھمسان تھا کہ ہر عورت کو بیوہ ہو جانے کا ہر وقت خطرہ تھا اور ہر بچہ کو قدم قدم پر یتیم بنجانے کا اندیشہ وغم۔

حضرت مولانا کو یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ آپ کا نام بھی مشتبہ اور قابل اخذ مجرموں کی فہرست میں درج ہو چکا ہے اور آپکی گرفتاری وتلاش میں دوش آیا چاہتی ہے مگر آپ کوہ استقلال بنے ہوئے خدا کے حکم پر راضی تھے اور سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرمانبردار رہا ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہوگا اور اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے اپنا تو بال برابر بھی فکر نہ تھا البتہ جب مفارقت احباب کا سماں بندھ جاتا تو آپکی زبان پر یہ قطعہ آجاتا۔ قطعہ

شَیْئَانِ لَوْبَکَتِ الدِّمَاءُ عَلَیْهِمَا ... عَیْنَایَ حَتّٰی تُؤْذِنَا بِذَهَابِ
لَمْ یَبْلُغَا الْمِعْشَارَ مِنْ حَقَّیْهِمَا ... فَقْدُ الشَّبَابِ وَفُرْقَةُ الْاَحْبَابِ

سب سے زیادہ اپنے روحانی باپ اعلیحضرت کی مفارقت اور ہندوستان میں یتیم رہجانے کا غم تھا جو آپ کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا راتوں آپکو اس رنج میں نیند نہ آتی اور دنوں آپ اس دھن میں رہتے کہ کسی طرح اعلیحضرت کی ایک دفعہ اور زیارت کرلوں مگر جائیں تو کہاں جائیں اور ملیں تو کسطرح ملیں نہ اعلیحضرت کی کوئی جائے قیام معین نہ بحالت روپوشی کسی جگہ کا تعین آخر شدہ شدہ آپکو پنجلاسہ کا پتہ چلا اور آپ بسم اللہ کہکر گنگوہ سے نکل کھڑے ہوئے۔ راتوں چلتے دنوں چھپتے خاردار جنگل پیدل قطع کرتے نگری پونہچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری کے مکان پر مقیم ہوئے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب نے طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا۔ حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھکر دم فرمائی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کے والد ماجد راؤ اشرف علیخان گھری کے خوشحال زمیندار اور نہایت نیک خیال و دیندار شخص تھے۔ راؤ صاحب کا حضرت مولانا سے کوئی تعارف نہ تھا مگر حسن اتفاق تھا کہ راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلاطلب حاصل ہوئے اُسوقت مولانا عبدالرحیم صاحب کی عمر صرف تین یا چار سال کی تھی۔ راؤ صاحب نے کچھ عجیب اخلاص کے ساتھ مسافر مہمان کی مدارات کی اور شب کو بیعت کی درخواست کرنے لگے۔ حضرت مولانا نے انکار فرمایا اور کہا کہ اعلیحضرت ابھی تشریف فرما ہیں اگر یہ قصد ہے تو وقت کو غنیمت سمجھئے غرض راؤ صاحب نے آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر رکھا اور ساتھ ہی چلنے کے متمنی و عازم ہوئے۔

حضرت مولانا نے اپنی بے سروسامانی اور اندیشہ ناک حالت ظاہر فرما کر سمجھایا کہ معیت قرین مصلحت نہیں البتہ اگلے دن آپ آئیں اعلیحضرت سے سفارش کا میں ذمہ دار ہوں چنانچہ ایک شب قیام فرما کر مولانا چلدئے اور اعلیحضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے اگلے دن راؤ صاحب بھی حاضر آستانہ ہوئے اور حضرت مولانا کی تقریب سے ایسی حالت میں بیعت ہوئے جسکو سراسیمگی اور چل چلاؤ کی حالت کہا جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی نے ہر چند اصرار کیا کہ بندہ کو ہمرکاب لیچلیں مگر اعلیحضرت نے نہ مانا اور یہ فرمایا کہ اسی طرح خدا کا حکم ہے " جاؤ تمہیں خدا کے سپرد کیا" آپکو وہاں سے رخصت فرمادیا حضرت مولانا بادل ناخواستہ الفراق الفراق کہتے روانہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اعلیحضرت نے تسلی و تشفی دی اور فرمایا " میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالیٰ کو ابھی بہتیرے کام لینے ہیں گھبراؤ مت میں ہندوستان سے نکلتے وقت تم سے ضرور ملکر جاؤنگا خدا تمہاری عمر دراز کرے اور مراتب میں ترقی دے" اسکے بعد دیر تک چھاتی سے لگائے رکھا اور آخر کار پدرانہ شفقت اور مربیانہ محبت کے انداز پر خود بھی چشم نم ہوئے اور مولانا کو بھی رلایا۔

حضرت وہاں سے گنگوہ کی جانب واپس ہوئے یہاں دیکھا کہ بچہ بچہ پریشان حال اور آپ کا کنبہ کا کنبہ مضطرب و سراسیمہ ہے کیونکہ آپکی گرفتاری کا اشتہار ہو چکا تھا اور دَوِش آیا چاہتی تھی چنانچہ اقارب کے اصرار سے آپ اپنی دادھیال یعنی قصبہ رامپور چلے گئے اور وہاں جناب حکیم ضیاءالدین صاحب مرحوم کے مکان پر قیام کیا چند ہی دن گزرے تھے کہ گارڈن کرنیل فرانسیسی غلام علی ساکن قصبہ ملہپور ضلع سہارنپور مخبر کو ستر سواروں کے ساتھ لیکر جنمیں چند مسلمان اور اکثر سکھ تھے گنگوہ پونچا اور آتے ہی جاسوسانہ نظروں سے مولانا کی تلاش شروع کی ساری دَوِش متفرق و منتشر ہو گئی اور ادھر ادھر پھیلکر کونوں بچالوں اور مسجد و خانقاہ کے حجروں کو ڈھونڈنے لگی۔ حضرت مولانا کے غمگسار ماموں زاد بھائی بیچارے مولوی ابوالنصر صاحب

جو صورت و وضع میں بھی فی الجملہ حضرت سے مشابہت رکھتے تھے مسجد کے گوشہ میں گردن جھکائے مراقب بیٹھے تھے کہ دوڑ کے سپاہی نے گردن پر زور کا ہاتھ مارا اور قبضہ کر اس طرح پکارا "چل کھڑا ہو کیا گردن جھکائے بیٹھا ہے" مظلوم مولوی ابو النصر نے گردن اُٹھائی اور پنجۂ اجل میں اپنے آپکو گرفتار دیکھکر جدھر اُس نے کہا چل کھڑے ہوئے۔ حضرت مولانا کے دروازہ پر انکو لاکر کھڑا کیا گیا اور کہا گیا کہ گھر کی تلاشی دلوا اور دکھا کہ کیا کیا ہتھیار ہیں؟ عرصہ تک مولوی ابو النصر صاحب مار کھاتے اور ذلت سہتے رہے مگر "یہ نہ کہا کہ میں مولوی رشید احمد نہیں ہوں"

آخر حاکم کو کسی انداز معلوم ہوا کہ یہ قیدی وہ نہیں ہے جسکی تلاش ہے صورت و وضع میں اشتباہ کے باعث انکو پکڑ لیا گیا اور اصل ملزم رامپور میں ہے اِسلئے اِنکو تو چھوڑ دیا گیا اور گھر کی۔ حجرہ کی تلاشی لیکر دوِش نے رامپور کا رُخ کیا۔ کہتے ہیں کہ رامپور کی مخبری کرنیوالا شخص حکیم احمد امیر بخش تھا واللہ اعلم بالصواب۔

دوِش رامپور پونچی اور حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ حکیم ضیاء الدین صاحب کے مکان سے گرفتار ہوئے۔ تخمینے سے یہ زمانہ ۱۲۷۵ھ ہجری کا ختم یا ۱۲۷۶ھ ہجری کا شروع سال ہے جبکہ آپکی صاحبزادی صفیہ خاتون کی عمر تقریبًا دو سال کی تھی۔ چونکہ آپ نے اپنی گرفتاری اور حاکم کے حکم کی تعمیل میں دوِش کے ہمراہ چلنے سے کچھ بھی تامل یا اضطراب نہیں فرمایا اسلئے آپکو کسی قسم کی کوئی اذیت نہیں پونہچائی گئی اور نہ ذلیل سمجھا گیا۔ صرف آپ کے چاروں طرف محافظ پہرہ دار تعینات کر دیئے گئے اور بند بہل میں آپکو سوار کر سہارنپور چلتا کر دیا گیا۔ بیل تھے تیز رفتار اور حکم بھی تھا عجلت کا اسلئے کچّی سڑک پر وہ غبار اُڑا کہ راستہ چلنے والوں کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ بیچارے مولوی ابو النصر سراسیمہ و پریشان اور انکے بوڑھے باپ مولوی عبد الغنی صاحب جنہوں نے مولانا کو بیٹے کی طرح پرورش کیا تھا ننگے پاؤں پاپیادہ سواروں کی تیز رفتاری کا مقابلہ کرتے بہل کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے نہ تن بدن کی ہوش نہ جسم و جان کی خبر نہ یہ خیال کہ سہارنپور تک پیدل کیونکر پونہچنا ممکن ہے اور وہ بھی اتنا تیز۔ صبح سے کچھ کھایا پیا نہیں عالم وحشت و پریشانی میں ڈوبے ہوئے غبار سے آنکھیں بند ببول کے کانٹوں سے پاؤں زخمی مدہوش و حسرت خاک بر سر خدا جانے کہاں جا رہے اور کہاں چل رہے تھے کہ آخر ایک جگہ بیہوش ہو کر گر پڑے اور محبوب کا رہا سہا اِتنا ساتھ بھی چھوٹ گیا حضرت مولانا سہارنپور پونہچتے ہی جیلخانہ بھیجدیئے گئے اور حوالات میں بند ہو کر جنگی پہرہ کی نگرانی میں دیدیئے گئے۔

مولوی ابو النصر کو جسوقت ہوش آیا تو پھر وہی دوڑنے کی دھن تھی افتاں و خیزاں سہارنپور پونہچے اور خدا خدا کر کے آبادی کی صورت نظر آئی۔ انکو تو آبادی سے کچھ لینا نہ تھا ایک رشید احمد کا دم چاہیئے تھا مگر

وہ کہاں اور یہ کہاں - اِتنا تو انہوں نے سُن لیا کہ مولانا جیلخانہ میں ہیں کیونکہ سہارنپور کا ایک شیخ زادہ اکبر علی نام اُن لوگوں میں شامل تھا جو حضرت کے جیلخانہ تک پونہچانے کو مقرر ہوئے تھے چونکہ رحمدل مسلمان تھا اسلئے اِنکو بھونچکا اِدھر اُدھر تکتا ہوا دیکھکر بولا کہ "مولوی رشید احمد کو جیلخانہ پونہچا کر آیا ہوں" اِن بیچاروں کو یہ بھی پتہ نہیں کہ جیلخانہ کدھر ہے اور اگر پتہ بھی ہوتا تو کرتے کیا جس اونچی چار دیواری کے کئی اندرونی حصوں کی بیچ والی کال کوٹھری میں کوئی مجرم محبوس ہو اُس سے باہر کھڑے ہوئے پردیسی کو واسطہ کیا آخر مایوس ہوکر رونے لگے اور سر پکڑ کر وہیں فرش خاک پر بیٹھ گئے - بیچارے اکبر علی کو بھی اِنپر رحم آیا اور وہ تسلی کی باتیں کہنے لگا۔

قصہ مختصر مولوی ابوالنصر گو خود بھوکے پیاسے تھے مگر سب سے زیادہ حضرت مولانا کا بھوکا ہونا انکو شاق تھا اِسلئے انہوں نے ہر جگہ خوشامد سے کام لیا اور نانوتہ کے کسی کیلی بردار کی معرفت حضرت کو کھانا پونہچایا گو وہاں سے کنکریوں پر کوئلہ سے لکھا ہوا یہ فقرہ ان کے پاس پونہچا کہ "کچھ مت گھبراؤ میں بحمداللہ آرام میں ہوں" مگر انکو اور نیز تمام متعلقین کو روتے روتے کئی دن گزر گئے -

اُس پردہ نشین عورت کا کیا پوچھنا جسکے سر کا تاج دنیا اور دین کا آقا اِس حال میں گرفتار تھا جسکو دیکھکر مرد بیتاب ہوئے جاتے تھے مگر اللہ رے صبر و استقلال صغیر سن بچی یعنی حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ انکی گود میں تھی اور زبان پر خدا کی یاد عالم نظر میں تاریک اور دنیا میں چار طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا مگر حق تعالےٰ کی رحمت سے مایوسی نہ تھی اپنے رنڈاپے اور چھوٹے سے دل والی نازک مزاج بچی کے یتیم ہو جانے کا گو فکر و افسوس ہو مگر مجال نہ تھی کہ کوئی شکوہ کا کلمہ منہ سے نکلے والدہ حافظ یعقوب فرمایا کرتی ہیں کہ "جسوقت یہ مار دھاڑ شروع ہوئی اور ہمارے دروازہ کے سامنے اور مسجد میں غل غپاڑا مچا ہے مجھے کوئی لڑکی گود میں لئے باہر کھڑی تھی وہ اِس ہولناک منظر کو دیکھکر چیخی اور کانپ اُٹھی پیشاب بھی خطا ہو گیا ایک بھول بھلیاں سی اتنی بات یاد ہے اور کچھ خبر نہیں" خدا مبارک کرے اِس حافظہ کو کہ ڈہائی سال کی عمر اور اتنی یادداشت۔

الغرض حضرت امام ربانی قدس سرہ کی اہلیہ حکیم صاحب کی والدہ ماجدہ ولیہ کاملہ تھیں جنکے صبر و استقلال کی آزمایش کے لئے یہ قصہ بس ہے کہ ابھی چند ماہ ہوئے مہربان باپ مولوی محمد تقی صاحب جبر کی ریاست میں شہید ہو چکے تھے اور اب وہ پیارا شوہر جسکے دامن سے دنیا کی ایام گزاری وابستہ کی گئی تھی اِس مصیبت میں گرفتار ہے کہ جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں ہر لحظہ حاکم کے حکم کا انتظار اور آخری فیصلہ کا اندیشہ و فکر دلپر سوار ہے کہ دیکھئے کیا ہو، گھر کی چار دیواری میں مقید و محروس پردہ نشین عفت مآب کیا کرے نہ ساتھ

دینے کے قابل ہے نہ کچہری میں حاضری کے لائق بس مکان کا کونہ تھا اور ہاتھ میں تسبیح آیۃ کریمہ کا ورد تھا اور دامن پھیلا پھیلا کر خدا سے دعائیں مانگنی۔

اِس جانگداز سانحہ کو کوئی بسط کے ساتھ کون سے قلم سے لکھے قصہ مختصر حضرت مولانا تین یا چار یوم کال کوٹھری میں اور پندرہ دن جیلخانہ کی حوالات میں مقید رہے تحقیقات پر تحقیقات اور پیشی پر پیشی ہوتی رہی آخر عدالت سے حکم ہوا کہ تھانہ بھون کا قصہ ہے اِسلئے مظفر نگر منتقل کیا جائے چنانچہ حضرت امام ربانی جنگی حراست اور ننگی تلواروں کے پہرہ میں براہ دیوبند دو پڑاؤ کر کے پاپیادہ مظفر نگر لائے گئے اور اب یہاں کے جیلخانہ میں حوالات کے اندر بند کر دئے گئے سُنا ہے کہ دیوبند کے قریب گزرنے پر مولانا قاسم العلوم منتظر براہ راستہ سے کچھ ہٹکر بغرض ملاقات پہلے سے آکھڑے ہوئے تھے گو خود بھی مخدوش حالت میں تھے مگر بیتابی شوق نے اسوقت چھپنے نہ دیا دور ہی دور سے سلام ہوئے ایک نے دوسرے کو دیکھا مُسکرائے اور اشاروں ہی اشاروں میں خدائے تعالیٰ کے وہ وعدے یاد دلائے جو سچے سرکاری خیر خواہوں کے لئے اور امتحانی مصیبتوں پر صبر و استقلال ظاہر کرنے والوں کے لئے انجام کار ودیعت رکھے گئے ہیں۔

مظفر نگر کے جیلخانہ میں حضرتؒ کو کم و بیش چھ ماہ رہنے کا اتفاق ہوا اس اثناء میں آپکی استقامت۔ جوانمردی استقلال۔ پختگی۔ توکل۔ رضا۔ تدین۔ اتقا۔ شجاعت۔ ہمت۔ اور سب پر طرہ حق تعالیٰ کی طاعت و محبت جو آپکی رگ رگ میں سرایت کئے ہوئے تھی اسدرجہ حیرت انگیز ثابت ہوئیں کہ جنکی نظیر نہیں نظر آتی۔ ابتدا سے لیکر انتہا تک ساری حراست کے زمانہ میں آپکی نماز ایک وقت کی قضا نہوئی۔ جیلخانہ میں آپکو صاف ستھرا پانی مسلمان کے ہاتھوں وضو کے لئے برابر ملتا رہا۔ حوالات کے دوسرے قیدی اور مظلوم و ستم رسیدہ محبوسین کا گروہ آپکا معتقد ہوگیا اور اُن میں بہتیرے وہیں آپ سے بیعت ہوئے۔ آپ حبس کی کوٹھری میں بھی نماز باجماعت ادا کرتے اور ہر وقت اطمینان کے ساتھ ترقی درجات میں مشغول رہتے تھے۔ ارشاد ظاہری و باطنی کے افاضہ سے آپ کو کسی دن غفلت نہوئی وعظ اور پند و نصیحت کے ساتھ قرآن شریف کا ترجمہ لوگوں کو سُناتے اور ایک وحدہ لاشریک خدا کی جانب رفقاء کو بلایا کرتے تھے کبھی ذکر میں مصروف ہوتے کبھی شغل میں کسی وقت صبر کی تعلیم دیتے اور کسی وقت شکر کی کبھی علم کا مذاق غالب ہوتا اور کبھی طریقت و سلوک کا جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں بلائے جاتے تو ظاہر ہو کر بے تکلف گفتگو کرتے اور جو وہ دریافت کرتا بے تکلف اُسکا جواب دیتے تھے۔ آپ نے کبھی کوئی کلمہ دبا کر یا زبان کو موڑ کر نہیں کہا کسی وقت جان بچانے کے لئے تقیہ نہیں کیا جو بات کہی سچ کہی اور جس بات کا جواب دیا خدا کو حاضر ناظر سمجھکر بالکل واقع کے مطابق اور حقیقت حال کے موافق کبھی آپ سے سوال

کہ ”رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا اور فساد کیا؟“ آپ جواب دیتے ”ہمارا کام فساد کا نہیں نہ ہم مفسدوں کے ساتھی“ کبھی دریافت ہوتا کہ ”تم نے سرکار کے مقابلہ میں ہتھیار اٹھائے؟“ آپ اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ ”ہمارا ہتھیار تو یہ ہے“ کبھی حاکم دھمکاتا کہ ہم تمکو پوری سزا دینگے آپ فرماتے ”کیا مضائقہ ہے مگر تحقیق کر کے“ ایک مرتبہ حاکم نے پوچھا کہ ”تمہارا پیشہ کیا ہے؟“ آپنے فرمایا ”کچھ بھی نہیں مگر زمینداری“ غرض حاکم نے ہر چند تحقیق کیا اور تجسس و تفتیش میں پوری کوشش صرف کر دی مگر کچھ ثابت نہوا اور ہر بات کا معقول جواب پایا آخر بری کئے گئے اور فیصلہ سُنا دیا گیا کہ ”رشید احمد رہا کئے گئے“۔

حضرت امام ربانی سے ایک مرتبہ کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ اعلیحضرت نے تو آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ”اطمینان رکھو میں عرب روانہ ہوتے وقت تم سے ملکر جاؤنگا“ مگر آپ گرفتاری و حوالات میں رہے آپکی رہائی سے قبل ہی اعلیحضرت نے بیت اللہ کی جانب ہجرت فرمائی گویا سائل کا مطلب یہ تھا کہ ملاقات کے خوشکن الفاظ محض تسلی کے لئے تھے جسکا وقوع نہیں ہوا۔ حضرت نے بہت ہی ہلکی آواز سے فرمایا ”اعلیحضرت وعدہ خلاف نہ تھے“ چنانچہ دوسرے طرق سے معلوم ہوا کہ باوجود سنگین پہرہ کے اعلیحضرت نے جیلخانہ کے اندر قدم رکھا اور گھنٹوں باتیں کر کے شب ہی میں واپس ہوئے اور عرب کو روانہ ہوئے۔

مولوی ولایت حسین صاحب کی روایت ہے کہ حکیم صاحب جو اعلیحضرت کے مرید انبالہ کے رہنے والے بندہ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھے فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں مولانا گنگوہی جیلخانہ میں تھے اعلیحضرت حاجی صاحب ایک دن فرمانے لگے کہ ”یہاں کچھ سُنا گیا مولوی رشید احمد کی پھانسی کا حکم ہو گیا؟“ خدام نے عرض کیا کہ حضرت کچھ پتہ نہیں ابھی تک تو کوئی خبر آئی نہیں فرمایا ”ہاں حکم ہو گیا چلو“ یہ فرما کر اُٹھ کھڑے ہوئے حکیم صاحب کا بیان تھا کہ برسات کا زمانہ تھا مغرب کے بعد اعلیحضرت اور میں اور غالباً مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی غرض تین آدمی چلے شہر سے نکلکر تھوڑی دور جا کر اعلیحضرت زمین کی گھاس کے قدرتی سبز مخملی فرش پر بیٹھ گئے اور کچھ دیر سکوت فرما کر گردن اوپر اُٹھائی اور فرمایا ”پھر چلو مولوی رشید احمد کو کوئی شخص پھانسی نہیں دیسکتا خدائے تعالیٰ کو اُن سے ابھی بہت کچھ کام لینا ہے“ چنانچہ چند روز بعد اُسکا ظہور ہو گیا والحمد للہ علی ذلک۔

مولوی ابوالنصر اور انکے والد مولوی عبدالغنی صاحب مع متعلقین احباب اقارب کے جو مظفر نگر میں پڑے جھٹکے کھا رہے اور دربدر مارے پھرتے خاک اُڑاتے چھ ماہ گزار چکے تھے روح افزا حکم سُنتے ہی اچھل پڑے ادھر چہرہ پر تازگی آگئی جس پر ہوائیاں اُڑ رہیں اور مُردنی چھائی ہوئی تھی وہ دل جو بند کلی کی طرح بند یا سوکھے

باسی پھول کی مانند مرجھایا پڑا تھا بادِ نسیم کے دوبارہ جِلانے والے ٹھنڈے جھونکے سے پھر تازہ ہوگیا سپاہی کی خوشامد کر ہاتھ پاؤں جوڑ حکم رہائی کی تعمیل میں عجلت کے خواستگار ہوئے اور اپنے نور دیدہ محبوب کو جیل سے باہر نکال بہل پر سوار یہ جاوہ جا بیچارے پریشان مولوی ابوالنصر جو پھونک پھونک کر قدم دھرتے اور چپہ چپہ پر ڈرے اور کانپے جاتے تھے اِس درجہ متوحش تھے کہ در و دیوار دشمن ہیں مبادا تقدیر پلٹا کھائے اور پھر حکم نہ بدلجائے اِسلئے چاہتے تھے کہ گھنٹہ کی جگہہ ایک پل میں کسی طرح مولانا کو دشمنوں کی نظر سے اوجھل کردوں چنانچہ بہلبان سے کہہ دیا کہ جتنا تیز چلا جائے خدا کا نام لیکر چل اپنے جانور وں کی چال دکھا اور مجھسے انعام لے۔ بہل کے پردے ڈالدیئے اور اپنے قاضی الحاجات حلال المشکلات پروردگار کا شکریہ ادا کرتے گنگوہ پونہچے ؎

صد شکر خزاں خوردہ چمن ہوگیا شاداب　　آنکھوں کی گئی روشنی دوبارہ پلٹ آئی

سوکھے ہوئے دریا میں بہ تموج نظر آیا　　رحمت کی گھٹا بر سر گنگوہ سمٹ آئی

قصبہ کی گئی ہوئی رونق دوبارہ لوٹی اور بستی کی اجڑی ہوئی بہار نے دوبارہ پلٹا کھایا۔ آنسوؤں سے مانوس ہوجانے والی آنکھوں کا زایل شدہ نور پھر واپس ہوا اور مُردنی چھائے ہوئے چہروں والے مُردہ دلوں نے از سرِ نو زندگی پائی۔ درخت کے پتہ پتہ سے اِس گلِ گلستان شریعت کی آمد پر مسرت کا اظہار تھا اور در و دیوار و در مکانات کے گوشہ گوشہ سے مسیحا نفس شیخ کی تشریف آوری پر مبارکباد کی صدا میں کنبہ جمع ہوا دور دور سے دوست احباب آئے اقارب اکھٹے ہوئے اور قریب و بعید کے یگانہ رشتہ داروں نے زیارت کے شرف سے دامن بھرے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ جس مضمون میں جیل کی حراست سے قبل مشغول تھے اُسی میں مقفل حوالات اور سنگین پہرہ والی کوٹھری میں مصروف رہے اور رہائی کے بعد وطن پونہچکر بھی اُسی مشغلہ کی دُھن لگی چنانچہ آپ نے اپنی وہ خانقاہ جو آٹھ نو مہینے خبر گیری نہونے کے باعث اُجڑی پڑی تھی دوبارہ صاف کی اور اب درس جاری فرمادیا۔

اِس قصہ گرفتاری سے رہائی کے بعد حضرت امام ربانی باوجود ارشاد باطنی کے ظاہری علوم شرعیہ و فنون دینیہ کی تعلیم میں زیادہ تر مشغول ہوئے چند سال بعد جبکہ آپ تیسرے حج سے فارغ ہوکر ہندوستان پونہچے تو یہ مشغلہ اسقدر بڑھا کہ صحاح ستہ کے دورہ کا ایک سال میں ختم کرانے کا آپنے التزام کرلیا اور اس دینی خدمت کے لئے اپنے نفس کو وقف بناکر گویا چارطرف اعلان دیدیا کہ جسکو دین حاصل کرنا اور حدیث کا پڑھنا ہو آئے لطائف پیغمبر کے لگائے ہوئے باغ کا دروازہ کھولدیا گیا اور حق تعالیٰ کی اخروی لذیذ نعمتوں کا دسترخوان بچھادیا گیا۔

لیکے اور جسقدر کھایا جائے کھائے۔ حجت اللہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے سلسلۂ روحانی کا سچا جانشین جسوقت مسند خلافت کا صدر نشین ہوا ہے حق تعالیٰ کے غیبی فرشتوں نے منادی پھیر دی اور اطراف ہند برہما و سندھ پورب و بنگال پچھم و پنجاب مدراس و دکن برار و ممالک متوسط کابل و افغانستان کے بلاد متفرقہ میں ایک کھل بلی مچگئی۔ گروہا گروہ طلبہ گنگوہ میں آنے لگے۔ آپکے پاس پندرہ بیس سے لیکر اسی تک کا ہر برس مجمع ہوتا اور ایک گروہ دوسرے گروہ کو اپنا جانشین بناکر سالانہ چلا جاتا اور اِدہر اُدہر منتشر ہو جاتا تھا۔

دینی تعلیم و تدریس کا سلسلہ امام ربانی کے گھر بار دربار میں اُسی وقت شروع ہو گیا تھا جبکہ آپ دہلی سے فارغ التحصیل ہو کر گنگوہ پونہچے اور سب سے اول مولوی سید مومن علی صاحب کو شرح جامی کا سبق شروع کرایا۔ اِس زمانہ یعنی ۱۲۶۵ھ ہجری سے لیکر ۱۳۱۴ھ ہجری کے شروع تک جسکی مدت ایک کم پچاس سال ہوتی ہے آپ کے پاس اِدہر اُدہر کے طالب علم آتے اور علم حاصل کرتے رہے اِسی مدت میں آپکو چند ماہ ملازمت بھی کرنی پڑی اِس میں غدر کے وقائع اور گرفتاری کی پریشانیاں پیش آئیں۔ اِسی میں اسفار حج داخل ہیں اور اسی میں وہ ریاضت و مجاہدہ شامل ہے جس نے آپکو قطبیت کے عالی رتبہ پر پونہچایا۔ انہیں ایام میں متعدد احباب و اقارب کی پے درپے اموات کے صدمے آپ نے اٹھائے اور اسی حال میں عام مخلوق کی جسمانی نفع رسانی یعنی طبابت کا مشغلہ رہا۔ غرض دین کی عقل اور معرفت کی سمجھ رکھنے والے اصحاب اسکو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ قدرت نے امام ربانی کو جس خدمت کے لئے دنیا میں بھیجا تھا اُسکی تکمیل کے لئے آپکو استقامت کا وہ مضبوط پہلو بخشا تھا جسکے ریشہ ریشہ میں حق طلبی اور رضا بر قضا چمک رہی تھی۔ حضرت امام ربانی کی پاک زندگی ایک ایک دن ہو کر جس اطاعت حق اور اصلاح خلق میں صرف ہوئی اُسکو قسام ازل نے ایسی عجیب ترتیب پر منقسم فرمایا تھا جو اپنے اسلوب و طرز میں یکتا اور لاثانی ہے۔

اپنی ذاتی اصلاح کے لئے جس ترتیب کی حاجت تھی وہ اِس طرح پوری ہوئی کہ اول اُردو اور فارسی کی تعلیم اور اسی کے ساتھ ساتھ نماز کے طریقے اور دین کی ابتدائی ضرورتوں کا تکملہ وطن میں ہوا۔ پھر علم شریعت کی تحصیل کے لئے وطن چھوڑنا اور دہلی جانا پڑا۔ اِس سے فارغ ہوئے تو عملی صورت میں مناکحت و ازدواج کا ظہور ہوا۔ اِسکے متصل ہی حفظ قرآن کی نعمت سے بہرہ یابی ہوئی۔ جسم و روح کی ظاہری اصلاح اور ضروری احتیاج سے فارغ ہوتے ہی باطنی علم کی تحصیل میں آپکو مشغول ہونا پڑا تھانہ حاضر ہو کر بیعت

ہوئے اور چند روز میں حصول نسبت کی نعمت کاملہ سے بہرہ یابی ہوئی۔ اصلاح نفس کے جملہ مراحل طے ہونے کے بعد اب اصلاح غیر اور ہدایت خلق کا وقت آگیا اس میں بھی قانون قدرت نے تدریج ملحوظ فرمائی کہ اول جسمانی امراض کے ازالہ اور طب یونانی کی نفع رسانی سے ہندو و مسلمان۔ کفار اور باایمان بچے اور جوان مرد و زن غرض عام مخلوق فائز و کامیاب ہوئی۔ چند سال بعد اسکا سلسلہ بالکل منقطع ہوگیا اور ظاہری علم شرع کی تدریس نے زور پکڑا یہانتک کہ اس سلسلہ نے اپنے منتہی یعنی حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پونہچکر اپناہی بنالیا اور اس درجہ ترقی کی کہ ہر سال دورہ صحاح کے ختم ہونے سے دوسرے علوم دینیہ کے پڑھنے پڑھانے کا شغل بھی مغلوب بلکہ تقریباً معدوم ہوگیا۔ اور آخر کار عالم کی پیدائش کے مقصود اور شریعت کے ماحصل یعنی اصلاح باطن اور تعلیم سلوک کا زمانہ آگیا یکلخت کتاب بند کردی گئی اور روحانی افاضہ و استفاضہ نے اُس قوت کے ساتھ ترقی کی کہ آج اطراف عالم میں نگاہ اٹھاکر دیکھا جائے تو کیا عجب ہے کہ " دنیا میں لاثانی ہونیکا دعوی بمبالغہ نہو اسی پاک خلاصہ پر آپکی چندروزہ حیات ختم ہوگئی اور آپکو اپنے پیدا کرنے والے مہربان خدا سے لقا حاصل ہوئی رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

تدریس و دورہ حدیث

تھے ساقی میخانہ علم شہ ابرار اور ماہ تمام فلک دین عرب تھے
گنگوہ میں دربار حدیث نبوی کے سرتاج رشید احمد ذی شان و ادب تھے

جس نے ہرے بھرے محمدی باغ اور سرسبز و شاداب احمدی گلشن کے مہکنے والے پھولوں اور کھلنے والے ہنس مکھ غنچوں کی عطر آمیز خوشبوؤں کو کبھی سونگھا ہوگا وہ خوب سمجھتا ہوگا کہ شریعت بیضاء کے اصل الاصول مقدس و پاکیزہ فن حدیث کا درس کیا نعمت ہے۔ اور پھر درس بھی وہ جسکو منفعت عامہ کے اعتبار سے ابر نیساں کی دھواں دھار بارش اور تقاریر و روانی کی حیثیت سے دریائے پرامواج و بحر متلاطم کی دلکش لہریں کہا جائے تو مناسب ہے۔ جس خوش نصیب طالب علم نے اُس بلبل چمنستان حدیث کی نوا سنجیاں سُنی ہیں اور جس ہمیوں قسمت میہمان رسول کو اُس کشورستان والی مملکت تبحر کے خوان حدیث پر اقوال رسول کی لذیذ نعمتیں کھانی نصیب ہوئی ہیں اُن کے دل سے پوچھئے کہ وہ کیفیت کیا تھا جو قطب گنگوہی کے دربار عام و درسگاہ حدیث خیر الانام میں شیکر قلب کو حاصل ہوتا تھا اور وہ کیا مٹھاس و حلاوت تھی جسکو آج روتے ہو۔ چراغ لئے ڈھونڈتے پھرتے ہو مگر سوائے یاس و ناامیدی کچھ نہیں پاتے ہو۔

آپکی قوت اجتہادیہ۔ قابلیت استنباط۔ خوبی تطبیق وارتباط۔ جودت ذہن۔ اتقان وعدالت۔ حافظہ وفقاہت۔ تقدس وتبحر۔ تقاری وسلاست بیانی۔ فراست وہمہ دانی۔ حلم ورفق۔ لطف وشفقت۔ خندہ روئی وکرم گستری۔ مسکین نوازی اور طلبہ کی گستاخ وبیجا حرکات پر صبر وتحمل غرض جو ادا تھی وہ حق بینی کے بار آور درخت کا پھل اور بخاری وقت ہونے کی حیثیت سے تحدیث کے سدا بہار گلاب کا پھول تھی۔ حضرت کی تحدیث میں یہ خاص برکت تھی کہ مضمون حدیث سنکر اُسپر عمل کرنے کا شوق پیدا ہو جاتا تھا۔ یہ خاص روحی اثر اسکا پتہ دیتا تھا کہ یہ تحدیث کتابی نہیں ہے بلکہ حضرت قدس سرہ کے چشمان دل صفا منزل کے سامنے ایک آئینہ لگا ہوا ہے جس میں صاحب حدیث علیہ السلام کے انوار کا عکس پڑتا ہے اُس انعکاسی تجلی سے حضرت اپنے طلبہ کو متمتع فرمارہے ہیں۔ آپکی تدریس میں ایسا محویت کا عالم ہوتا تھا کہ بے اختیار دل خواہش کرتا کہ کاش تقریر کا سلسلہ دیر تک ختم نہو۔ حضرت کی تقریر ایسی سلیس عام فہم ہوتی تھی کہ پاس بیٹھے ہوئے عامی لوگوں کی بھی حرفاً حرفاً سمجھ میں آتی اور دل کے کواڑ کھولتی چلی جاتی تھی۔ اسناد حدیث کے متعلق پوری تحقیق فرماتے تھے۔ اختلافات احادیث اور تعارض کے متعلق مختصر مگر جامع تطبیق فرماتے تھے کہ ذرہ برابر گھبٹ اور حبہ برابر الجھن باقی نہ رہتی تھی۔ آپکی تقریر میں ایک یہ عجیب کرامت تھی کہ وسیع تقریر اور بلیغ تحقیق کی طرف دیکھا جاتا تو خیال ہوتا تھا کہ سبق بہت کم ہوا لیکن اوراق وصفحات شمار کئے جاتے تو حیرت ہوتی کہ اسقدر سبق کیونکر ہو گیا۔ آپکی تقریر کے بعد حواشی بالکل بیکار معلوم ہوتے تھے اور یوں خیال ہوتا تھا کہ جب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابی نے اس حدیث کو بیان فرمایا ہوگا تو ہمارے حضرت وہیں کسی جگہ کھڑے سُن رہے ہونگے۔

حضرت امام ربانی صحاح میں سب سے پہلے عموماً ترمذی شریف شروع کراتے تھے اور مالہ وما علیہ کی تحقیق کے ساتھ واضح تقریریں فرماکر طلبہ کے ذہن نشین کر دیا کرتے تھے ہر ہر حدیث کا ترجمہ اور معنی مطابقی سلیس اور عام فہم الفاظ میں بیان فرماتے اور نفس مطلب کو ایسا کھول دیا کرتے تھے گویا پوست اور چھلکے سے مغز اور گودے کو نکالکر سامنے رکھدیا اسکے بعد احادیث کا باہم یا حدیث کا کسی آیت قرآن سے تعارض ہوتا تو اُسکا رفع فرماتے اور مطابقت وموافقت ظاہر فرماتے تھے۔ بقدر ضرورت اسماء الرجال ذکر فرماتے۔ رواۃ کی تحقیق اور توثیق وتضعیف کرتے تھے اسناد میں ضروری جرح وتعدیل فرماتے اور اسکے بعد حدیث کی باب سے مناسبت بیان کرتے تھے۔ باہم عبارت اور سیاق وسباق میں ارتباط مخفی ہوتا تو اُسکو کھولتے اور ایک مضمون کا دوسرے مضمون سے ربط دیتے جاتے تھے اگر کوئی حدیث دیگر کتب کی کسی حدیث کے معارض

ہوتی تو انکو بھی تطبیق دیتے۔ اصول حدیث اور اصول فقہ کے نکات اور عبارت کے اشارات بھی بیان فرماتے تھے مشکل مقامات کو متنبہ کر کے کئی کئی بار بیان فرماتے اور اسپر بھی اگر طلبہ مکرر پوچھتے یا بیجا سوال اور اپنی غلطی پر ناحق اصرار کرتے تو ہرگز چیں بجبیں نہوتے تھے ایک مرتبہ درس ہو رہا تھا قاری قرأت کر رہا تھا کہ کسی مقام پر عطارہ کا لفظ آیا چونکہ قرأت کرنے والا لفظ کے معنی سمجھے ہوئے اور مادہ اشتقاق یعنی عطر جانے ہوئے تھا اسلئے بے تکان پڑھتا چلا گیا برابر میں ایک طالب علم ولائتی بیٹھا ہوا تھا جو اس لفظ کے معنی نہ سمجھا اُس نے بیچارے قرأت کنندہ بجماعت طالب علم کے زور سے کہنی ماری اور کہا ٹھیرو ہم نہیں سمجھا اور حضرت کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا کہ "عطارہ معنی چہ؟" آپ نے فرمایا "زوجہ عطر فروشندہ" حضرت کی زبان سے جواب کا ختم ہونا تھا کہ قاری نے پھر قرأت شروع کر دی بیچارا ولائتی اب بھی نہ سمجھا دوبارہ پھر کہنی ماری اور حضرت سے دریافت کیا "مولانا عطارہ معنی چہ ہم نہیں سمجھا" آپ نے فرمایا "عطر فروش کی بوی" پھر قاری نے قرأت شروع کی تیسری مرتبہ ولائتی نے پھر کہنی ماری اور تیز نظر سے دیکھکر کہا "ٹھیرو ہم نہیں سمجھا عطارہ کا معنی" اس مرتبہ حضرت امام ربانی نے اونچی آواز سے جواب دیا "عطر بیچنے والا کا جورو" اُسوقت ولائتی خوش ہوا اور کہا "ہاں سمجھا ہاں بھائی چلو"

ترمذی شریف کے ختم ہونے پر صحاح کی دوسری کتابیں ہوتی تھیں۔ اِن کتابوں کے درس میں حدیث کا ترجمہ نہوتا تھا صرف جو حدیث نئی یا مؤلف کی عبارت آتی اُسکی توضیح مثل بیان گزشتہ فرماتے اور باقی حدیثوں کی قرأت پر اکتفا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت امام ربانی یوں تو ہروقت ہی باوضو رہتے تھے مگر درس کے وقت خصوصیت کے ساتھ اسکا اہتمام فرماتے تھے کہ ابتدا سے انتہا تک ایک حرف بلاوضو نہونے پائے اور باوضو رہنے کی طلبہ کو صراحۃً و کنایۃً تاکید فرمایا کرتے تھے اسی طرح آپکی پیشانی ہروقت خندہ تھی اور آپ ہنس مکھ رہتے تھے ہر شخص کے ساتھ خلق سادگی اور بے تکلفی کے ساتھ پیش آتے تھے مگر پڑھاتے وقت طلبہ کے ساتھ بہت ہی زیادہ بے تکلف اور ظریف الطبع بنجاتے تھے تاکہ کسیکو شبہ ظاہر کرنے یا کسی بات کے پوچھنے میں تامل اور رکاوٹ نہو جب طلبہ پڑھتے پڑھتے تھک جاتے تو خود ہی کوئی لطیفہ ایسا بیان فرماتے کہ سب ہنس پڑتے اور بعض دفعہ تو ہنستے ہنستے لوٹ جاتے اور پیٹوں میں درد ہونے لگتا تھا چنانچہ اِس ظرافت اور انبساط کے سبب سب کے دل تازہ ہوتے اور دوبارہ پڑھنے کو تازہ دم اور پہلی حالت پر لوٹ آتے تھے۔ حضرت امام ربانی میں یہ بھی ایک عجیب کمال تھا کہ جس مزاح یا ظرافت کے لطیفہ پر دوسروں کو ہنسی ضبط کرنی مشکل ہتی آپکے چہرہ پہ مطلق

بھی سکراہٹ محسوس نہوتی تھی آپکا اِس سادگی کے ساتھ ہنسانے والا قصہ بیان کرنا بھی دوسروں کو زیادہ ہنساتا تھا مگر اسکے ساتھ ہی بہت جلد مودب و مہذب بناکر بٹھا دیتا تھا۔ آپکی کسی ظرافت کے باعث طلبہ کے دلوں میں سے آپکی وہ قدرتی ہیبت اور اُستاذانہ رعب زایل نہوتا تھا جو طلبہ کی سعادت اور علمی برکت کے لئے لازم و ضروری ہے۔ ایک مرتبہ آپ نے طلبہ کی ملالت طبع محسوس فرماکر اُنکے دلوں کو بہلایا اور تازہ کرنے کے لئے یہ قصہ بیان فرمایا کہ "میاں جب ہم دہلی میں پڑھتے تھے اُسوقت کا قصہ ہے ایک سقہ کمر پر مشک لادے قلعی دار کٹورے بجاتا اور جھنکار کی آواز پر لوگوں کو بلا رہا تھا کہ سبیل ہے سبیل بہتیرے آدمی آتے اور ٹھنڈا پانی پی پی کر چلے جاتے تھے ایک بیچارا گنوار بھی دیر سے اِس آواز کو سُن رہا تھا حیران تھا کہ دہلی میں سب کچھ کھایا بڑی مزے مزے کی چیزوں کے نام سُنے مگر خدا جانے سبیل کیا چیز ہے اور کیسا مزہ ہے لاؤ اسے بھی پی کر دیکھو غرض سقہ کے پاس گیا اور اونک لگاکر بولا بھئی ہمیں بھی سبیل پلاؤ اُس نے مشک کا دہانہ کھول دیا اور وہ غٹ غٹ پینے لگا۔ اتفاق سے پانی کے ساتھ کوئی مینگنی بھی مُنہ میں آگئی گنوار نے اُسکو چبا کر نگل لیا جب پی چکا تو اوپر مُنہ اُٹھا کر کیا کہے ہے کہ "گل شور تو اِتنا کہ کان پڑی آواز نا سُنائی دے اور سبیل بس ایک ہی"

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا درس کچھ عجیب ہی درس تھا ہمیشہ طلبہ کی استعداد کے موافق کلام کرتے اور ہر شاگرد کی قابلیت اور سمجھ کے انداز پر گفتگو فرماتے تھے اِسمیں شک نہیں کہ آپ کا بے مثیل درس اُس زمانہ کے تمام اساتذہ میں طلبہ کے لئے سب سے زیادہ نافع اور مفید تھا عقد ہائے مشکلہ اور عبارات مغلقہ کو بسہولت حل کرتے اور سہل ترین الفاظ میں سمجھا دیا کرتے تھے حدیث سے مسائل کا استنباط و استخراج فرماتے اور مذاہب بیان کیا کرتے تھے دوسرے مذہب کی کافی تقریر فرماکر امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی ترجیح بیان فرماتے اور شافی دلائل و براہین سے اسدرجہ مدلل بناتے تھے کہ شمس فی نصف النہار روشن ہوجاتا تھا۔ آپ بارہا فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حنفیہ مذہب سے خاص محبت ہے اور اِسکی حقانیت پر کلی اطمینان ہے۔ اسکے ساتھ ہی ترجیح مذہب کے وقت یہ ممکن نہ تھا کہ دوسرے مذہب کی توہین یا صاحب مذہب کی اہانت ہو اور اگر کسی طالب علم کا میلان اس جانب دیکھتے تو قولاً و عملاً اُسکی اصلاح فرمایا کرتے تھے یہانتک کہ نفس تقلید میں بھی تعصب کا حد سے بڑھنا آپکو پسند نہ تھا۔ بعض طلبہ تشدد عصبیت میں محدثین سے بدظن ہوجاتے تو حضرت امام ربانی فوراً تقریر کا رُخ پھیرتے اور کلام کا ڈھنگ بدل دیا کرتے تھے۔ جسوقت کسی طالب علم کی زبان سے کسی محدث پر اعتراض یا تنقیص شان کا کلمہ سُنتے تو چہرہ پر کراہیت کا اثر پیدا ہوتا اور دوران سبق میں بجائے

ترجیح مذہب حنفیہ مذاہب دیگر مثل امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ کی وجوہ ترجیح بیان فرمانے لگتے تھے تاکہ طلبہ کو محدثین کے ساتھ حسن ظن پیدا ہو جائے اور جہاں یہ بات پیدا ہو گئی فوراً ترجیح حنفیہ کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے حافظہ آپ کا اسقدر قوی تھا کہ ایک کتاب میں کسی حدیث کا اگر دوسری کتاب کی کسی حدیث سے تعارض یا مناسبت ہوتی تو فوراً حوالہ دیتے اور بعض دفعہ صفحہ تک کا نشان بتا دیا کرتے تھے۔ آپ کے ایک شاگرد مولوی حافظ محمود حسین صاحب بریلوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں پڑھتا پڑھتا جس وقت آپکی اجازت سے حج کو روانہ ہوا اور مکہ معظمہ پہنچا ہوں تو مشغلہ علمی سے انسیت کے باعث مولانا مولوی عبدالحق صاحب الہ آبادی مہاجر کے درس میں حاضر ہوا کرتا اور جلد اول ترمذی شریف کی قرأت کیا کرتا تھا الہ آبادی مولانا کو عرصہ تک شغل تدریس کے علاوہ مطالعہ کتب دینیات کا مکہ معظمہ میں بہت زیادہ اتفاق ہوا اور وسیع النظر محدث مانے جاتے تھے۔ ایک دن اثناء قرأت میں فاتحہ خلف الامام کے متعلق کسی موقع پر میں نے تذکرۃً عرض کیا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث موقوف صحیح مسلم میں مروی ہے کہ قرأت فاتحہ ہر رکعت میں ضروری ہے اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ وَرَاءَ الْاِمَامِ (مگر یہ کہ امام کے پیچھے یعنی مقتدی ہو) اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب کو میں نے سنا کہ فرماتے تھے "یہ حدیث ہر چند کہ موقوف جابر رضی اللہ عنہ پر ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ احکام کے متعلق ہے کہ صحابی اپنی طرف سے یہ استثناء نہیں کر سکتا تھا" مولانا عبدالحق صاحب اس تقریر کو سنکر پھڑک اٹھے اور بڑے شوق کے ساتھ باصرار فرمایا کہ ہند میں پہنچکر جناب مولانا رشید احمد صاحب سے اس حدیث کا پتہ دریافت کر کے مجھے ضرور لکھنا کہ کس جگہ اور کس صفحہ پر ہے چنانچہ میں نے واپس ہو کر گنگوہ کی حاضری میں حضرت سے اس حدیث کا پتہ دریافت کیا اور بقید صفحہ و سطر لکھکر مولانا عبدالحق صاحب کو ۱۳۰۰ھ میں اطلاع دی۔

حضرت امام ربانی کا درس وہ بے نظیر درس تھا جسکا مزہ آپ کے شاگردوں ہی سے پوچھا چاہیئے آپکی ہر ہر فقرہ پر عجیب وغریب بحث نے شاگردوں کو آپکا عاشق بنا دیا تھا آپ سب کچھ تھے مگر اسپر بھی اپنے کو ہیچ سمجھتے تھے ایک دن طلبہ آپکی فرحت بخش تقریر سے محظوظ ہو کر بے اختیار ہو گئے اور آپ کے تبحر کی تعریف آپ کے روبرو کرنے لگے اسوقت آپ نے بیساختہ قسم کھا کر فرمایا کہ "میں اپنے کو تم میں سے کسی کی برابر بھی نہیں سمجھتا چہ جائیکہ زیادہ سمجھوں" آپکی کسر نفسی کو دیکھنا چاہیئے باوجودیکہ قسم کھانے کی آپکو مطلق عادت نہ تھی مگر اس موقع پر بلا اختیار قسمیہ الفاظ آپ سے صادر ہوئے۔

حضرت امام ربانی کو طلبہ کے عقاید اور اعمال کی درستی یوں تو ہر وقت ہی ملحوظ تھی مگر درس کیوقت

تو بہت ہی زیادہ اسکا پلہ جھک جاتا تھا۔ شرک وبدعت کا جگہ جگہ قلع قمع فرماتے اور توحید واتباع سنت کی موقع موقع پر ترغیب دیا کرتے تھے۔ زبانی نصیحت پر اکتفا ہرگز نہیں فرماتے تھے اگر ضرورت پیش آتی اور موقع ہوتا تو تُرشرو ہوکر تیزی کے ساتھ بھی امر بالمعروف کرتے تھے اور اسکے ساتھ ہی روحانی فیضان اور قلبی توجہ سے تاریک دلوں کی ظلمت نکالتے اور زنگ آلودہ قلوب کی صیقل فرمایا کرتے تھے بعض اوقات حلقہ کا حلقہ محو حیرت ہوجاتا اور جلسہ کا جلسہ آسمانی سکینہ کے نزول کو محسوس کرتا تھا۔ علوم شرعیہ ہی کے ضمن میں معرفت وحقیقت کی ماہیت، وحقیقت بتلاتے اور سلوک وطریقت کی تحصیل کا شوق دلاتے جاتے تھے۔ کسی کسی طالب علم کو اسی درس میں وجد آجاتا اور جھٹکے پائے ہوئے قلب کو حال پیدا ہوجاتا تھا چنانچہ مولانا روشن خان صاحب مرادآبادی جس زمانہ میں حضرت سے حدیث پڑھتے تھے چونکہ مولانا قاسم العلوم سے بیعت تھے اور تحصیل کے لئے گنگوہ بھیجے گئے تھے اسلئے ساتھ ہی ساتھ باطنی علوم بھی سیکھتے اور ذکر شغل کیا کرتے تھے طبیعت بھی مغلوب الحال اور پیدا ہونے والی بھی نسبت وجدی اسلئے بسا اوقات اچھل اچھل پڑتے اور رو رو دیا کرتے تھے۔ ایک حدیث آئی جسکا یہ مضمون ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ممبر پر چڑھکر خطبہ شروع کیا آپ کیف میں اِدھر اُدھر جھومتے تھے جس سے اندیشہ ہوتا تھا کہ خدانخواستہ ممبر سے گر نہ جائیں" اسپر مولوی محمد روشن خان صاحب بولے کہ حضرت یہاں سے تو حال ثابت ہوگیا اور وجد کا پتہ چل گیا امام ربانی مُسکرائے اور جی ہاں کہکر دوسری تقریر شروع کردی۔

دورہ حدیث کے علاوہ تفسیر وفقہ اور اصول فقہ واصول حدیث کا بھی سلسلہ درس جاری تھا گو آخر میں طبعی مناسبت کے سبب تحدیث ہی پر اکتفا رہگیا تھا مگر ابتدا میں جملہ علوم دینیہ کو رغبت وشوق کے ساتھ پڑہاتے تھے مولوی محمود حسین صاحب بریلوی لکھتے ہیں کہ تقریباً تیس سال ہوئے ہمارے مدرسہ مصباح العلوم میں ایک بزرگ مدرس تھے جنکا نام مولوی قادر علی صاحب تھا وہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے ہدایہ جلد ثانی مدت ہوئی حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ سے پڑھی تھی اور حضرت نے اُسوقت یوں فرمایا تھا کہ "یہ چودھویں مرتبہ ہے کہ میں تمکو ہدایہ پڑھاتا ہوں" حضرت امام ربانی کے اُس تبحر فقہی کا کیا ٹھکانا ہے جو فقہاء مشاہیر کی مبسوط کتب کے پندرہ پندرہ اور بیس بیس بار پڑھانے سے آپکو حاصل ہوا اور آپکے خداداد تفقہ اور فطرتی استعداد استخراج کے ساتھ ملکر سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا تھا۔ آخر زمانہ میں تدریس کے لئے صرف حدیث نبوی باقی رہگئی تھی مگر فتاوی کا سلسلہ ہمیشہ بلکہ ظاہری بینائی جاتے رہنے کے بعد بھی اُسی زور شور کے ساتھ قائم رہا جیسا کہ قطب الوقت مجدد وقت شیخ اور علماء زمانہ کے سرتاج علامہ کی شان کو شایاں ہے۔

حضرت امام ربانی نے پڑھتے وقت تمام علوم مروجہ منطق و فلسفہ عقائد و کلام - ریاضی و ہیئت وغیرہ سب ہی علوم کی تکمیل اور سارے نصاب نظامیہ کو مع شئے زائد بوجہ احسن جماعت میں اول نمبر رہکر تمام کیا تھا مگر زمانہ تدریس میں تدین کے سبب سب کو ترک کر دیا اور سوائے علوم دینیہ کے کوئی فن نہیں پڑھایا بلکہ فلسفہ وغیرہ کو مخالفت شرع کے باعث ناجائز فرماتے اور اس درجہ تنفیر دلایا کرتے تھے کہ حد نہیں - ایک مرتبہ کسی طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت ہمارا عقیدہ فلسفی مسائل پر نہیں ہے صرف زبان ہی سے انکو پڑھتے پڑھاتے ہیں اسمیں کیا حرج ہے ؟ حضرت نے فرمایا اول تو زبان سے کلمات کفر و شرک کا نکالنا اور انکو دلائل سے ثابت کرنا اسکے اعتراضات کو دفع کرنا خود دلیل عقیدہ کی ہے اور اگر بالفرض عقیدہ نہو تب بھی حرام اور موجب غضب خداوندی ہے، مثلاً کوئی شخص تمکو گدھا - سور کہے یا کوئی مغلظ گالی دے تو ظاہر ہے کہ وہ شخص عقیدہ نہیں رکھتا کہ تم گدھے سور یا ایسے ہو جیسا وہ گالی میں تمہیں بتا رہا ہے صرف زبان ہی زبان سے کہہ رہا ہے مگر بتلاؤ تو سہی تمہیں اسپر غصہ آئیگا یا نہیں ؟ ضرور آئیگا - پس ایسے ہی کلمات کفر و شرک کو سمجھو کہ ضرور موجب غضب خداوندی ہونگے کیونکہ حق تعالیٰ کی ذات حیادار سے حیادار مسلمان سے بھی زیادہ غیور ہے " طالب علم نے لاجواب ہو کر عرض کیا کہ "حضرت کیا کریں مجبوری ہے بدون اسکے نوکری نہیں ملسکتی " حضرت نے ارشاد فرمایا " اگر تمسے کوئی کہے کہ سو روپے ماہوار تمکو ملیگا پاخانہ کا ٹوکرا سر پر اٹھا کر بازار کے اس سرے سے دوسرے سرے لیجایا کرو انصاف سے کہو تمہاری غیرت اسکو قبول کریگی ؟ ہرگز قبول نہ کریگی افسوس اللہ تعالیٰ کو گالیاں دینے میں اتنی بھی غیرت نہیں آتی جتنی ایک مباح کام کے کرنے میں غیرت آتی ہے " طالب علم لاجواب ہو گیا اور اسکے ساتھ دوسرے طلبہ کے ذہن سے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے گندے علوم کی رغبت یا اجازت جاتی رہی -

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا درس عموماً آٹھ ساڑھے آٹھ بجے سے شروع ہوتا اور گیارہ یا ساڑھے گیارہ بجے ختم ہوتا تھا - پھر وہی کتاب ظہر و عصر کے مابین ہوتی تھی - جس سال طلبہ کا مجمع کم ہوتا یا جس زمانہ میں جماعت قلیل ہوتی تو حجرہ میں درس دیتے تھے اور حلقہ بڑا ہو تو مسجد میں شغلہ تدریس جاری ہوتا تھا - گرمی کے موسم میں ظہر کے بعد اور سرما میں صبح کے وقت مسجد کی بیرونی محراب کے محاذ اور متصل حضرت تشریف رکھتے اور صحن مسجد میں مستفیدین طلبہ حلقہ باندھ لیتے تھے بعض مرتبہ عصر کے قریب نمازی اور بستی کے باشندوں کا بھی جمگھٹ ہو جاتا اور لوگوں سے مسجد کا اندرونی حصہ بھی بھر جایا کرتا تھا - عام حضار مجلس میں سے جو کوئی بھی اثناء درس میں سے کوئی بات نہ سمجھتا اور دریافت کیا کرتا تھا تو اسکو بھی جھڑکتے نہ تھے بلکہ اسکے سمجھنے کی

بات ہوتی تو ہندی کی چندی بنا کر اُسکو سمجھا دیتے اور تسلی فرمادیا کرتے تھے۔ حلقہ میں مختلف دیار کے طلبہ پوربی بنگالی۔ ہندی۔ کابلی۔ فارسی۔ پنجابی لہجہ میں اپنی اپنی بولیاں بولتے اور استعداد و ظرف کے مناسب بھلے اور بُرے سارے ہی شبہات و اعتراضات کیا کرتے تھے سب کے ساتھ حضرت امام ربانی کا نرمی اور شفقت کا دستور تھا اور سب ہی کو تشفی بخش جواب دیکر راحت پہونچایا کرتے تھے۔ اسکے ساتھ ہی آپکی نظر طلبہ کی نشست و برخاست حرکات و سکنات۔ رفتار و گفتار۔ چال ڈھال۔ وضع قطع۔ غرض ہر ظاہری حال پر برابر قائم رہتی تھی کہ کوئی طرز خلاف شرع تو نہیں ہے اگر کسیکو اپنے پڑھے ہوئے علم پر عمل کا شائق نہ دیکھتے تو اُسکی اصلاح کا زبان اور دل سے خیال رکھتے تھے اشارہ سے تصریح سے ترغیب سے ترہیب سے نرمی سے سختی سے جب تک متبع شرع نہو جاتا اُسوقت تک آپکو بے چینی رہتی تھی۔

حضرت امام ربانی آنے والے طلبہ میں اہلیت اور صلاحیت کا بھی بہت زیادہ خیال رکھتے تھے جس طالبعلم میں کجی پاتے یا یہ سمجھ جاتے تھے کہ پڑھنے کے بعد اس سے ضلال اور اضلال کا اندیشہ غالب ہے اُسکو کبھی سبق شروع نہ کراتے بلکہ لطائف الحیل سے ٹالدیتے یا وہ روکھا برتاؤ فرماتے تھے جس سے وہ خود بددل ہو کر چلا جائے ہاں جن مہمانان رسول میں طلب صادق اور قابلیت و سعادتمندی پاتے تھے اُنکو اپنا عزیز رشتہ دار سمجھکر تابعدار بیٹا بنا کر رکھتے کتابیں دیتے حجرہ یا دوسری جائے قیام بتاتے کھانے کا انتظام فرماتے اور جبتک وہ آپکی خدمت میں پڑھتا رہتا برابر اُسکی خبرگیری رکھتے اور ہر ایک سے گاہے ماہے دریافت فرماتے رہتے تھے کہ کسی قسم کی کوئی تکلیف تو نہیں ہے اگر اُنکو کوئی حاجت پیش آتی تو اُسکو رفع فرماتے اور غم یا فکر لاحق ہوتا تو صبر و تسلی کے کلمات سے تسکین بخشا کرتے تھے۔ طلبہ کی مدارات اور تعظیم و تکریم کا آپکو غایت درجہ لحاظ تھا جسطرح خود کی نظروں میں اس طالب دین فرقہ کی وقعت تھی آپ چاہتے تھے کہ دوسرے بھی اُنکو پیارے پیغمبر کا مہمان سمجھکر عزت کی نگاہ سے دیکھیں آپکو ہرگز گوارا نہ تھا کہ اُنکو بنظر حقارت دیکھا جائے اور چٹی یا تاوان کا بوجھ سمجھکر روکھے سوکھے ٹکڑے اِن کے حوالے کئے جائیں ایک مرتبہ کسی طالب علم کو کُھلی ہوئی روٹی لاتے ہوئے آپنے دیکھ لیا اُسکو پاس بُلایا اور پوچھا کہ تمہارا کھانا کہاں مقرر ہے؟ طالب علم نے آپ ہی کے کسی رشتہ دار کا نام لیا حضرت امام ربانی نے فرمایا "اچھا اب وہاں سے کھانا نہ لانا ہمارے گھر سے آیا کریگا" اُدھر اہلخانہ سے ناراضی کے کلمات کہلا بھیجے کہ افسوس اسی وجہ سے تاکہ بیچارے پردیسی علم دین حاصل کرنے تمہاری روٹیوں پر پڑے ہیں اُنکو دروازہ کا فقیر سمجھکر ایسا برتاؤ کیا گیا سو کیا مضائقہ ہے۔" ملک خدا تنگ نیست۔ پائے گدا لنگ نیست۔

تم اپنی روٹی اپنے پاس رکھو انکا خدا انکے لئے دوسرا انتظام کریگا" وہ عفت مآب بی بی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عذرات پیش کر کے خطا معاف کرائی کہ حضرت آئندہ کبھی ایسا نہوگا آپ دیکھینگے کہ دستر خوانیں کھانا ڈہک کر تعظیم کے ساتھ طلبہ کے پیش کیا کرونگی" عذر تقصیر آپنے منظور فرمالیا اور اُسوقت طالب علم سے کہا کہ اب ویہیں سے کھانا لایا کرو جہاں سے لاتے تھے۔

سہ دری

مقبول بارگاہ شیخ وقت بخاری زمانہ بوحنیفہ عصر امام ربانی قدس سرہ کے دربار عام کا چندہی سال میں اتنا شہرہ ہوا کہ تشنہ گان علم کے پل ٹوٹ پڑے طلبہ کے گروہا گروہ اور جوق جوق جماعتیں آنے لگیں اور اتنا کثیر مجمع ہوگیا کہ درس کے وقت حاضرین سامعین اور پڑہنے والی طلبہ کی پوری جماعت کا ایک جگہہ بیٹھنا مشکل ہوگیا کیونکہ حجرۂ شریفہ میں اتنی وسعت نہ تھی کہ اتنے طالب علم سمائیں اور گرمی میں دھوپ کے وقت یا سردی میں ہوا کی تیزی کے وقت مسجد میں بھی بیٹھنا دشوار آنے جانے والے خدام بھی یہ تنگی دیکھکر دل تنگ ہوتے اور بہتیرے حاضر ہونے والے پیاسے جگہہ نہ ہونیکی وجہ سے محروم و ناکام واپس ہوجاتے اسلئے ادہر آپکا بھی کچھ خیال ہوا کہ حجرہ کے سامنے کچھ تعمیر ہوجائے اور خدام نے بھی باصرار درخواست کی کہ جگہہ بڑہالی جائے چنانچہ مخلص اصحاب کا بقدر وسعت کچھ چندہ ہوا اور باقی تیس اور پچاس کے مابین رقم آپ نے اپنے پاس سے خرچ کر کے حجرہ شریفہ کے سامنے ایک مختصر سہ دری بنوالی اور اُسمیں درس دینے لگے۔

حضرت کی مقدس سوانح سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ طلبہ کی اس درجہ کثرت سنہ ۱۲۹۳ہجری کے بعد یعنی آپ کے تیسرے حج سے واپس ہونے پر ہوئی ہے حالانکہ سہ دری اس سے تخمیناً اٹھارہ بیس برس قبل طیار ہوئی ہے پس سہ دری کے اضافہ کا سبب طلبہ کی کثرت ٹھیک نہیں معلوم ہوتا غالب یہ ہے کہ دوسری ضرورت ہوگی ہاں یہ ممکن ہے کہ طلبہ کی آسایش بھی فی الجملہ اس سے ملحوظ ہو غرض جو کچھ ہو سہ دری کی نیو کسی دینی خدمت کے لئے ڈالی گئی اور پاک خدا کی یاد کسی طرز میں ہو اُسکی اصل بنا تھی چنانچہ حق تعالیٰ نے اُسمیں برکت عطا فرمائی اور سہ دری جسکو حجرہ قدوسیہ کا برآمدہ اور سقف صحن کہنا چاہئے طولاً ۱۰ گز عرضاً ۴ گز تعمیر ہوئی اسمیں شک نہیں کہ آپ اپنے کنبہ میں ہمیشہ سے ہر دلعزیز رہے وطن سے باہر خصوصاً دین کی محبت رکھنے والے علم دوست مجمع نے ابتدا ہی میں آپکو شیخ زمانہ سمجھ لیا تھا مگر جب بطحائی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی وطن میں قدر

ہوئی تو نائب رسول گنگوہی محدث کو تمام اہل گنگوہ کیونکر عزیز سمجھ سکتے تھے خصوصاً قدوسی خانقاہ کی طرف اپنے کو نسبت کرنے والے پیرزادے اول تو اس خداداد نعمت کو نعمت ہی نہ سمجھتے تھے اور سمجھتے بھی تو "گھر کی مرغی دال برابر" مفت میں ہاتھ آئے ہوئے اُس لعل کی قدر ہی کیا کرتے جسکے حاصل کرنے میں ایک قدم بھی اُٹھانا نہ پڑا اور سب پر طرہ یہ کہ اپنی پیرزادگی کے عقائد کاسدہ اور خیالات فاسدہ کا مخالف پاکر اپنا دشمن اور نقصان کنندہ سمجھے ہوئے تھے۔ ہر وقت موقع ڈھونڈتے اور بات بات پر گرفت اور الزام کی ٹوہ میں لگے رہتے تھے آخر جب کئی سال گزرنے پر بھی کوئی بات ایسی ہاتھ نہ آئی جس پر چھیڑ شروع ہو تو اس سہ دری کے قصہ کو لے بیٹھے اور بات کا بتنگڑ ا بنادیا۔ کمیٹیاں کیں جلسے کئے گھر کی بیٹھکوں میں بیٹھ بیٹھ کر مشورے ہوئے کہ "آج مولوی رشید احمد نے سہ دری بنوائی ہے کل کو کچھ اور عمارت بنوا کر اپنی ملکیت کا دعوی کر دینگے چلو انکو اِس مکان سے بے دخل کریں اور جو کچھ لاگت اِس تعمیر میں لگی ہے وہ اُنکو دیکر قبضہ چھڑائیں" چنانچہ پیرزادوں کا ایک بڑا مجمع آپ کے پاس آیا اور حرف مطلب زبان پر لایا۔

حضرت امام ربانی کی خداداد ہیبت کے باعث دو چار آدمی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ آپکی منشاء کے خلاف کسی بات کا اظہار کریں خصوصاً سہ دری کا معاملہ جسکو اسدرجہ مہتم بالشان سمجھے ہوئے تھے کہ خیالی سماں میں طلبہ کے جم غفیر سے جنگ آزمائی اور معرکہ آرائی کر چکے تھے عام طور پر جیسا دنیا کا دستور ہے یوں سمجھ رہے تھے کہ قبضہ چھوٹنا کچھ آسان نہیں ہے مولانا سے مخالفت بھی ہوگی لٹھ بھی چلینگے دو چار سر بھی پھوٹینگے اور خدا جانے کیا کیا کچھ وقوع میں آئیگا اِسلئے جلسہ کا جلسہ اور جتھے کا جتھا حاضر خدمت ہوا۔

حضرت مولانا کو کچھ خبر نہ تھی کہ مجمع نے یہ تکلیف کیوں اُٹھائی اور کس غرض سے آئے آخر انمیں سے جب ایک دل جگرے والا شخص آگے بڑھکر یوں کہنے لگا کہ "مولوی صاحب اِن لوگوں کا منشا یہ ہے کہ آپ اِس جگہ کو چھوڑ دیں اور جو لاگت خرچ ہوئی ہے وہ لیلیویں" اُسوقت آپ کو آنے والوں کا عندیہ معلوم ہوا اور آپنے نہایت سادگی کے ساتھ جواب دیا کہ "بہت اچھا اتنی سی بات کے لئے مجمع کے آنیکی کیا ضرورت تھی اگر کسی ادنیٰ آدمی اور اپنے یہاں کے نائی دھوبی سے بھی یہ پیغام کہلا بھیجتے تب بھی مجکو چھوڑ دینے میں تامل نہوتا" یہ فرما کر آپ نے تیس چالیس روپیہ جو کچھ بھی مکان کی لاگت میں جیب خاص سے خرچ کئے تھے لے لئے البتہ جو روپیہ چندہ سے اُسمیں صرف ہوا تھا وہ نہ لیا اور اُسی وقت طلبہ سے فرمادیا کہ بستر کپڑے اور لکھنے پڑھنے کا سامان کتابیں وغیرہ سب نکال لو اور حجرہ خالی کر دو۔

ایک زمانہ وہ تھا کہ گدھے گھوڑے باندھنے کو دھوبیوں نے اِس مقدس خانقاہ پر قبضہ جما رکھا تھا اُسوقت شیخ کی اولاد میں کسی پیرزادے کا بھی دل نہ دکھا تھا اور آج جبکہ قال اللہ و قال الرسول کا بارونق بازار لگایا اور روح افزا بادِ نسیم سے لہرانے والے درختوں کا باغ جمایا گیا تو قبضہ مالکانہ کی سوجھی۔ وہ وقت جبکہ حضرت مولانا کُھرپے اور پھاوڑے سے اِس حجرہ میں پڑی ہوئی لید و گوبر کو کھود کھود کر نکالا تھا آپ ہی کو نہیں بلکہ پیرزادوں کو بھی اچھی طرح یاد ہو گا مگر یہ بھی حق تعالیٰ کی طرف سے ایک آزمائش تھی جسکا ثمرہ دین و دنیا میں بہت ہی جلد بھلا حاصل ہونے والا تھا اِسلئے طبعی انس اور عرصہ کی سکونت کے سبب گو آپ پر ملال اس درجہ ہوا گویا کسی نے جان و مال کو لوٹ لیا ہو مگر خالی کرنے اور جائے مولوف چھوڑ کر ہجرت کا امتحان دینے میں آپکا قدم مطلق نہ ڈگا۔ آپکی آنکھوں میں آنسو ضرور بھرے غایت حزن و غم سے چہرہ مبارک پر افسردگی چھا گئی مگر زبان سے اُف نہیں کی ہاتھ میں عصا لیکر اُسی وقت کھڑے ہو گئے اور مسجد کا راستہ لیا۔ اُسوقت جبکہ ناقدردان پیرزادوں نے آپکے ساتھ یہ سلوک کیا ہے آپ کے پاس طلبہ کا بھرپور مجمع تھا جن میں ولائتی۔ کابلی اور افغانی۔ ہندی سب ہی طلبہ تھے اور طلبہ بھی وہ جان نثار طلبہ جنکو اُستاد کے پسینہ کی جگہ خون گرانے میں فخر تھا مگر اللہ رے عالی ظرفی کہ آپنے اتنا بھی نہ چاہا کہ سالہا سال کا مسکونہ مکان خالی کرنے کے لئے ایکدن کی مہلت دیجائے اُسی وقت آپ نے پارچہ پوشیدنی اور کتابوں کا ذخیرہ اپنے گھر پونہچا دیا اور بستر بوریا لپیٹکر مسجد کے گوشہ میں کھڑا کر دیا ایک ہاتھ میں تسبیح اور دوسرے میں لاٹھی لیکر مسجد میں قبلہ رُخ آبیٹھے اور حجرہ کو بالکل خالی کر کے خدا کے گھر میں آبسے۔

آپکے رشتہ داروں اور جاں نثار شاگردوں کو جو کچھ جوش خروش اِس وقت میں پیدا ہوا ہو گا اُسکے اظہار کی کیا ضرورت ہے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ غصہ میں بیتاب تھے آنکھوں سے خون ٹپکا پڑتا تھا مرجانا سہل نظر آتا اور جان دیدینی آسان معلوم ہوتی تھی مگر واہ رے آزمائش کی ثابت قدمی کہ حضرت امام ربانی نے کسیکو بولنے تک نہ دیا اور یوں فرمایا کہ جس نے کوئی لفظ زبان سے نکالا وہ میرا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے جاؤ دم بخود اپنا کام کرو۔

جس محلہ کے اندر شیخ کا روضہ اور خانقاہ واقع ہے وہ سرائے کے نام سے مشہور ہے قصبہ اور سرائے کے مابین ایک بڑا تالاب حائل ہے جس نے محلہ سرائے کو قصبہ سے جو شہر کہلاتا ہے بالکل جدا کر دیا ہے شہر کے باشندوں کو جسوقت اس سانحہ کی خبر پونہچی تو حضرت کے سمدھی جناب مولوی سراج الدین صاحب اور انکے

چھوٹے بھائی منشی فہیم الدین اور حضرت کے بہنوئی نمبردار غلام ضامن علی صاحب اور شیخ ولی محمد صاحب وغیرہ بیتاب و مضطرب لپکے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ مسجد میں تشریف فرما ہیں بوریہ لپٹا ہوا بستر اور عصا کونہ میں رکھا ہوا ہے آپ کے ہاتھ میں تسبیح ہے چہرہ مغموم ہے مگر زبان پر ذکر خدا جاری ہے چند طالب علم محزون اِدھر اُدھر بیٹھے ہیں اور سنسان خالی حجرہ کے اِرد گرد بھی ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ یہ نو وارد مجمع سلام کرکے بیٹھ گیا اور ملتمس ہوا کہ اے ہمارے سرتاج دینی بادشاہ سرائے والوں نے آپکی قدر نہ پہچانی یہ انکی قسمت اب آپ ہم ناکارہ غلاموں کی عزت افزائی فرمادیں اور شہر تشریف لے چلیں مکانوں میں جو مکان اور حجروں میں جو حجرہ پسند خاطر عاطر ہو اُسمیں سکونت اختیار فرمادیں۔ ہم اپنی عقیدت ظاہر نہیں کرسکتے البتہ اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ آخری پیغمبر کو جب اہل مکہ نے مکہ سے باہر کیا تو حق تعالیٰ نے اہل مدینہ کو یہ عزت دی کہ اُنہوں نے آنکھوں پر رکھا اور نعمت نصرت سے مالا مال ہوئے سچے نائب رسول کے لئے یہ واقعہ بھی اُسی کا نمونہ اور نیابت کا جزو ہے ہماری خوش نصیبی ہے اگر ہماری درخواست منظور اور تمنا پوری ہو جائے۔

امام ربانی قدس سرہ نے اِن لوگوں کی ہمدردی کا شکریہ ادا کیا دعا دی کہ حق تعالیٰ تمہاری جان و مال میں برکت دے باقی اِس درخواست کو منظور نہ فرمایا کہ خود اُنکے ساتھ چلے جائیں بلکہ یہ کہکر کہ "میں یہاں بہت راحت سے ہوں خدا کا بندہ خدا کے گھر میں پڑا رہے گا نہ کوئی نکالنے والا ہوگا نہ اُٹھانے والا" انکو رخصت فرمادیا سرائے کے پیرزادے توقع کے خلاف حجرہ اور سہ دری کے اسقدر جلد اور بے تامل خالی ہو جانے سے دلوں میں لوہا مان گئے اور اپنی مکروہ و ناشایستہ حرکت پر خود نادم و منفعل ہو چکے تھے۔ یجانب اللہ انکو تنبہ ہوا اور ایک نے دوسرے پر الزام رکھا کہ تمنے یہ گستاخ حرکت ہمسے کرائی ہائے افسوس جدامجد کے آباد حجرہ کو برباد اور معمور کوٹھری کو ویران کرادیا دینی علوم کی درس و تدریس کو بند کیا اور تمام خیر و برکات کو موقوف غرض نادم و پشیمان ہو کر جلسہ کیا اور مشورہ کرکے حضرت امام ربانی کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اپنی گستاخی کا عذر کیا خطا کی معافی چاہی اور حجرہ کے پھر آباد کرنیکی درخواست کی۔

حضرت قدس سرہ کو مسجد میں قیام کئے ہوئے تین چار دن گزر لئے تھے آپنے مسجد کو چھوڑ کر حجرہ میں جانے سے انکار کیا مگر جب اِن لوگوں کا اصرار حد سے بڑھ گیا اور ضعیف العمر بوڑھوں سن سفید ریش بڑوں نے آپسے اسکی تمنا کی تو آپنے گردن نیچے جھکالی اور بدستور سابق حجرہ میں رونق افروز ہوئے۔

حضرت کا ایک کمال اُسوقت ظاہر ہوا تھا جبکہ آپنے حجرہ خالی کیا تھا اور دوسرا کمال اِسوقت نمایاں ہوا

جبکہ آپ نے اُنکی خطا کو معاف فرما کر حجرہ مالوفہ میں دوبارہ قدم رکھا اُسدن سے لیکر آجتک کسی نے ملکیت یا قبضہ کا نام نہیں لیا۔ وصال کی آخری گھڑی تک آپ اُسمیں آباد و مقیم رہے وہی سہ دری ہے جسکے غربی جانب آپ کا پلنگ اُسوقت بچھا ہوا تھا جبکہ آپ سفر آخرت کے لیے سفر کی خوشی خوشی طیاری کر رہے اور شوق لقاء حق میں اللھم بالرفیق الاعلیٰ کی زبان حال سے دعائیں مانگ رہے تھے۔ حجرہ میں دوبارہ تشریف لانے کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "میرا کیا بگڑ گیا اور اتنے روپے اُنکے ہاتھ سے مجکو ملگئے"۔

الغرض امام ربانی قدس سرہ کا درس اُس سال تک برابر جاری رہا جس سال میں آپکی بصارت ضعیف ہوئی اور نزول آب نے آپکو ظاہری بینائی سے معذور بنا دیا۔ ہجری ۱۳۱۴ھ اور عیسوی ۱۸۹۵ء وہ سال ہے جسمیں تدریس حدیث کا آخری دور تھا اُسی جماعت میں جناب مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی شریک تھے یہ دورہ بینائی کے آہستہ آہستہ کمزور ہونے کے زمانہ میں بھی قائم رہا بلکہ جلد جلد ہوا کہ کسی طرح ختم ہو جائے آخر اثناء سال ہی میں نزلہ کے پانی نے آنکھ کی پتلی کو گھیر لیا اور حضرت امام ربانی ظاہری تعلقات سے یکسو ہو کر اب بالکلیہ اصلاح باطن اور تربیت محضہ میں مشغول ہو گئے۔ آپ کے گھر بار دربار حدیث سے کچھ اوپر تین سو طالب علم فیضیاب ہوئے اور فارغ التحصیل ہو کر اِدھر اُدھر افادہ و افاضہ کے لئے منتشر ہو گئے جن میں بیسیوں اب بھی بحمداللہ زندہ اور تدریس میں مشغول ہیں بہتیروں کا وصال ہو گیا اور بہتیرے حضرات دوسرے کام میں مشغول ہو کر ایسے زاویہ خمول میں مستور ہیں کہ دیکھنے والے کو یہ معلوم ہونا دشوار ہے کہ انکو بھی حضرت محدث گنگوہی قدس سرہ سے تلمذ کا شرف اور شاگردی کا اعزاز حاصل ہے۔

طلبہ کے فارغ ہو جانے اور دورہ ختم کر لینے کے بعد آپ اصل قاعدہ مسنونہ کے موافق اُنکو روایت کی اجازت زبانی عطا فرماتے اور جو طلبہ تحریر کی درخواست کرتے اُنکو اجازت نامہ تحریریہ بھی فرما دیتے تھے۔ حجۃ اللہ دہلوی کے سلسلہ علیہ کے موافق جو اہل طلبہ یا علماء بغیر اسکے کہ آپ کے سامنے بیٹھکر کوئی کتاب پڑھیں یا سُنیں پوری کتاب یا کسی خاص حدیث کی اجازت چاہتے تو آپ اُسمیں بھی دریغ نفرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ نے حدیث الجن کی اجازت چاہی تو آپ نے بے تامل حدیث کو مع سند لکھدیا اور مولانا کو اجازت عطا فرمانے کے ساتھ اُن علماء کو بھی اجازت دیدی جنھوں نے سوال نہیں کیا تھا مگر اجازت چاہتے تھے یا آئندہ کو چاہیں۔ اِس عطیہ عامہ کو ہدیہ ناظرین کرنا مناسب سمجھکر والا نامہ بجنسہ نقل کرتا ہوں۔

"مولوی اشرف علی صاحب - السلام علیکم - آپ کا خط آیا سند حدیث نقل کرتا ہوں - حدثنی شیخی الشاہ احمد سعید المجددی قال حدثنی ابی الشاہ ابو سعید المجددی قال حدثنی شیخ الشیوخ الشاہ عبدالعزیز الدہلوی قال حدثنی عمی الشاہ اہل اللہ الدہلوی عن القاضی الجنی المعمر قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ قُتِلَ فِی غَیْرِ رَبِّہٖ فَلَمْنُہٗ ھَدَرٌ وانچہ قصہ آن منقول ومشہورست شنیدہ باشید ودیگر مسلسلات انچہ منقول ومطبوع شدہ اندازاں یادگیرند - بندہ اجازت اوستاد بالاجمال است بہیئت کذائیہ اخذ نکردہ بودم فقط والسلام دیگر احباب را سلام رسانند وہر کہ خواہد بادہمیں کاغذ اجازت است بنمایند -

اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں البتہ تیئس ۲۳ شبہات ونکات حدیث وقرآن معہ جوابات درج کرتا ہوں جن سے ناظرین کو صرف اُس بہار کا نمونہ دکھانا مقصود ہے جو حاضر باش خوش نصیب شاگردوں نے دامن بھر بھر کر لوٹی تھی شبہات سے قبل مضمون کے تکملہ کی غرض سے ایک اجازت نامہ بھی نمونہ کو دکھلانا چاہتا ہوں جو حسب استعداد واہلیت فارغ ہونے والے بعض طلبہ کو حضرت امام ربانی کی طرف سے مہری ودستخطی عطا ہوا کرتی تھی اس اجازت روایت کو آجکل طلبہ کے گروہ میں سند کہا جاتا ہے اور عموماً درس سے فارغ ہونے پر مدارس اور مدرسین سے ملتی ہے سند کے سادہ الفاظ اور مختصر وجامع تحریر اُس اخلاص کا پتہ دے رہی ہے جسکی بنا پر کئی سال تک گنگوہ چمنستان علوم شرعیہ اور گلشن اشجار سنت نبویہ بنا رہا -

یہ اجازت ہادی شریعت راہبر طریقت مولانا الحاج المولوی محمد روشن خان صاحب مرادآبادی کو عطا ہوئی اور حضرت امام ربانی نے اپنے قلم اور دست مبارک سے تحریر فرمائی تھی وہو ہذا -

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین سیدنا محمد وآلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین وبعد فیقول الراجی الی رحمۃ ربہ الصمد اضعف عباد اللہ المشتہر برشید احمد الجنجوہی مولداً ومسکناً والانصاری والحنفی نسباً ومشرباً ان الاخ الاعز فی الدین المولوی محمد روشن خان بن محمد امیر خان المرادآبادی قد قرأ علیّ الامہات الست المشہورۃ فی الحدیث کملاً وبعض الموطا للامام الہمام مالک بن انس وعشرین جزاً من تفسیر الجلالین رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین وتفہم کما ینبغی لہ وانا اجزتہ ان یروی عنی جمیع ما قرأ عندی بتدبر وتیقظ فیہ واوصیہ بتقوی اللہ والمحافظۃ علی حدودہ واتباع سنۃ رسولہ صلی اللہ علیہ وسلم واقتفاء عہودہ وان لا یسیٔ الظن بجناب ائمۃ الدین والفقہاء المجتہدین وان لا یصاحب ولا یجالس السفہاء واہل الاہواء ویذب ما استطاع عن اعراض العلماء وان یلزم علیہ اشتغال علم الدین ودراستہ ویجتنب عما لا یعنیہ فلم یرم درایتہ وان یجعل العلم وسیلۃ

لنیل رضاء اللہ تعالیٰ ولقائہ ولاینسانی من صالح الاستغفار وخیر دعائہ واسال اللہ تعالیٰ ان یوفقنا لما یحب و یرضی ویجعل آخرۃ خیرا من الدنیا والحمد للہ رب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۵ المرقوم یوم السبت سابع جمادی الاولیٰ من سنۃ الف ومائتین واثنین وتسعین من ہجرۃ سید النبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقط کتبہ بقلمہ العبد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ ۱۲۹۲ ہجری

نکات ومغلقات احادیث وقرآن

(ش ۱) ایک مرتبہ مولوی میر شاہ خاں صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی کہ واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی "میری زبان کی گرہ کھولدے کہ لوگ میری بات سمجھنے لگیں" حق تعالیٰ نے قبولیت دعا کا اظہار بھی فرمایا کہ اوتیت سؤلک یا موسیٰ کہ "تمہاری درخواست منظور ہے یا موسیٰ" حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کی لکنت عمر بھر نہ گئی جب بات کرتے تو ضغطہ لسان کے باعث رانوں پر جوش غضب میں ہاتھ مارا کرتے۔

(ج) فوراً حضرت امام ربانی نے جواب دیا کہ ـ علیہ السلام کی دعا ہی ناتمام تھی خود ہی اسکا سوال کیا تھا کہ اتنی گرہ کھول کہ لوگ بات کو سمجھنے لگیں سو عطا ہو گئی پس جو بات کہتے گو بدقت کہتے مگر لوگ سمجھ ضرور لیتے تھے کہ کیا کہہ رہے ہیں اگر یفقھوا قولی عرض نہ کرتے تو دعا تام ہوتی اور ساری لکنت جاتی رہتی۔

(ش ۲) مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت جسطور پر مبتدعین فاتحہ اور ایصال ثواب کرتے ہیں کیا اسکا ثواب مُردوں کو پونہچتا ہے؟

(ج) معًا ارشاد فرمایا اصل قرأت قرآن کا ثواب کیوں نہ پونہچیگا اگرچہ اور زایدامور کا گناہ بھی ہو۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ الایۃ۔

(ش ۳) جس زمانہ میں آپنے مغلطہ عامہ کی تصحیح میں یہ ارشاد فرمایا تھا کہ ان ہٹے کٹے فقیروں کو دینا بھی حرام ہے جنہوں نے بھیک مانگنا اپنا شعار اور پیشہ بنالیا ہے کیونکہ لاتحل السوال لغنی ولا لذی مرۃ سوی سے انکا سوال کرنا حرام ثابت ہوا اور دینا چونکہ حرام کی اعانت ہے اسلئے ولا تعاونوا علی الاثم سے اسکی حرمت ثابت ہوئی کہ حرام کی اعانت بھی حرام ہے اسپر بہتیرے کج فہم اصحاب کی طرف سے شبہات پیش ہوئے للسائل علیک حق ولو جاء علی فرس وغیرہ سب ہی کے لطیف معانی حضرت نے بیان فرمائے انہیں شبہات

میں توی شبہ اما السائل فلا تنہر بار بار تحریراً و تقریراً پیش کیا جاتا تھا ایک مرتبہ کچھ خیال آگیا اور جوش میں آکر ارشاد فرمایا "مولوی یحییٰ ذرا تفسیروں میں دیکھو تو سہی کیا معنی لکھے ہیں اور کسی نے تہ کی بات بیان کی بھی ہے یا نہیں؟ پھر ہم مطلب بتائینگے" چنانچہ بیضاوی مدارک جلالین سب ہی میں تلاش ہوئی کسی نے بھی ان کان عندک فاعطہ والا فلا تزجرہ کے علاوہ کچھ نہ لکھا۔ عصر کے بعد بھرے مجمع میں حضرت امام ربانی نے یوں تقریر فرمائی تعجب ہے ایسے بڑے لوگوں نے کچھ بھی نہ لکھا مجھے تو یہ حیرت ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں سائل کو جھڑکو مت اور لوگ یہ معنی سمجھتے ہیں کہ "بھیک دیدو" بھلا "فلا تنہر" سے دینا کہاں ثابت ہو گیا اسکے علاوہ ذرا پچھلے مضمون پر تو غور کریں کیا بیان ہو رہا ہے؟ الم یجدک یتیما فآویٰ ووجدک ضالا فہدیٰ الخ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان کا اظہار ہے کہ پچھلا زمانہ یاد کرو تم یتیم تھے ہمنے تمہیں ٹھکانا دیا راستہ معلوم نہ تھا ہمنے راہبری کی فقیر تھے ہمنے غنی بنا دیا آگے حکم ہے پس یتیم پر قہر نہ کرنا کیونکہ تم قدر سمجھ چکے ہو اور فقیر کو جھڑکنا مت کیونکہ تنگدستی و فقر کا زمانہ دیکھکر اندازہ کر چکے ہو۔ خلاصہ یہ ہوا کہ جو اس درجہ کا غریب ہو یعنی واقعی محتاج وہی آیت میں مراد ہے ورنہ مطلق سائل مراد لینے سے تو پچھلی آیت کو اس حکم سے ربط و مناسبت ہی باقی نہیں رہتی۔

(ش ۴) ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت اگر وظیفہ شب کو نہو سکے تو دن میں قضا کرنے سے وہی ثواب ملیگا؟

(ج) آپ نے فرمایا ہاں کیوں نہیں ہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکورا۔

(س ۵) مولوی ابوالبرکات صاحب مئوی نے دریافت کیا کہ حضرت صدق اللہ وکذب بطن فلان الحدیث او کما قال کا کیا مطلب ہے اور کذب سے کیا مراد ہے؟

(ج) فرمایا کہ دستوں کا جاری ہونا بظاہر تو مرض کا زیادہ ہونا تھا مگر واقع میں یہی سبب تندرستی تھا اسی کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کذب سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ظاہر اور باطن میں تخالف ہی کا نام کذب ہے کما لا یخفی۔

(س ۶) ءانتم تزرعونہ ام نحن الزارعون لو نشاء لجعلناہ حطاما الآیۃ اور آیت ءانتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون لو نشاء جعلناہ اجاجا کی تفسیر کے متعلق یہ نکتہ بیان فرمایا کہ۔

(ج) پہلی آیت میں لجعلناہ لام کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے اور دوسری آیت میں جعلناہ بغیر لام کے اسمیں فصاحت تامہ ملحوظ ہے کہ زراعت میں فی الجملہ انسان کو مداخلت ہے پس ظنہ پائداری تھا اور آدمی سمجھ سکتا تھا کہ جو اناج غلہ کھیتی باڑی میری محنت و کاشتکاری سے پیدا ہوا ہے اُسکو اپنی حفاظت سے محفوظ اور باقی رکھ

سکتا ہوں پس اسکا رفع حرف تاکید یعنی لام سے فرمایا کہ آدمی سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا ہم چاہیں تو اُسکو ملیامیٹ بیکار بنادیں اور انزال مطر میں کسی طرح انسانی فعل کو دخل ہی نہیں ہے اسلئے تاکید کی حاجت نہیں کیونکہ اُسکی حفاظت اور قابل انتفاع رکھنے کا انسان کو اپنی ناچاری کے باعث واہمہ بھی نہیں ہوسکتا اگر بارش نہو تو آسمان کو بیٹھا تکا کرے یا پانی غور ہوجائے تو ہاتھ ملتا پھرے کوئی تدبیر اور علاج نہو سکے۔

(ش ۷) ایک بار ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے "قیامت اُسوقت آئیگی جبکہ دنیا میں اللہ اللہ کا کہنے والا ایک بھی نہو گا" اِس حدیث سے یہ مستنبط ہوتا ہے کہ اگر ایک شخص ایک بار اللہ کا نام لینے والا بھی اُسرو زموجود ہو تو آسمان وزمین قائم رہیں اور قیامت نہ آوے یعنی اللہ کے نام میں یہ برکت ہے کہ ایک بار اُسکا نام زبان سے اُسنا بھی زمین و آسمان کو تھام لیتا ہے۔

(ش ۸) تعبد ربک کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک الحدیث۔ کی توضیح میں ارشاد فرمایا کہ فا اسجگہ علت کیلئے ہے پس معنی حدیث یوں ہوئے کہ "حق تعالیٰ کی ایسی عبادت کرو کہ گویا اُسکو دیکھ رہے ہو اسلئے کہ اگر تم اُسکو نہیں دیکھتے (کیونکہ اُسکی رویت دنیا میں غیر ممکن ہے) تو وہ تو تمکو دیکھ رہا ہے" اور اسی وجہ سے کانک تراہ حرف تشبیہ کے ساتھ ارشاد فرمایا کہ "گویا تم اُسکو دیکھتے ہو" تراہ محض نہیں فرمایا کہ حقیقۃً دیکھ ہی رہے ہو غرض مقصود حدیث میں جملہ ثانیہ فان لم تکن الخ سے بھی جملہ اولیٰ یعنی کانک تراہ کا ثابت کرنا مقصود ہے نہ تردید و تشقیق جیسا کہ عام شراح سمجھ رہے ہیں اگر تقسیم مراد ہوتی تو یوں ارشاد ہوتا۔ فان لم تکن فی درجۃ کانک تراہ فانہ یراک فلیفہم

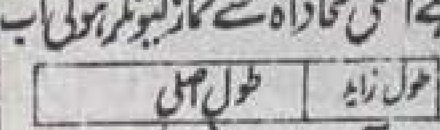
اسی انحلال اشتباہ کے بعد امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ سارے تصوف کا ماحصل اور کمال کا اعلیٰ درجہ یہی تو ہے جسکو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے اِن دو لفظوں میں بیان فرمادیا اسی احسان کے حاصل کرنے کو تمام مجاہدہ و ریاضت ہے اور دین کی ساری تعلیم و تلقین اسی غرض سے ہے کہ یہ خلاصہ تصوف اور لب لباب حاصل ہوجائے۔

(ش ۹) حدیث سے لحوم الابل کا ناقض وضو ہونا صراحۃً ثابت ہے ہرچند کہ تاویل ممکن ہے مگر ضرورت تاویل و عدول عن الظاہر کی کیا ہے؟

(ج) حضرت ابوہریرہؓ نے جب فرمایا کہ مما مست النار سے وضو آتا ہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اعتراض کیا کہ اتوضا من الحمیم تو فقیہ کے اعتراض سے معلوم ہوا کہ وضو کے معنی حدیث میں حقیقۃ لغوی تھے

نہ حقیقت شرعی اور حدیث مرفوع سے بھی وضو بمعنی نظافہ ہونا اس موقع پر دریافت ہوتا ہے پس وضو بمعنی نظافہ ٹھیرا
تو سب جگہ یہی معنی مراد ہوے پس لحم ابل سے کلّی اور ہاتھ دھونا نسبت بلحم شاۃ زیادہ ضروری ہے کیونکہ ابل
میں بدبو ہوتی ہے لہذا حنفی اور شافعی کے نزدیک لحم ابل مثل ماست النار کے ناقض نہیں بلکہ باعث زیادہ
نظافہ ہے اسلئے کہ رفع اذیت انس وملائکہ اس سے ہوتا ہے معہذا جابرؓ سے منقول ہے کہ کان آخر الامرین
من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء مما غیرت النار۔ تو ماغیرت بعمومہ لحم ابل کو بھی شامل ہے یہ امور
ظاہر معنی حقیقۃ شرعی سے عدول کے باعث جمہور کو ہوئے ہیں واللہ اعلم۔

(ش ۱۰) عبداللہ بن زبیرؓ نے جو کعبہ کو از سرنو بناء ابراہیمی پر بنایا صحیح مسلم میں مروی ہے کہ طول میں واسطے
موزونی بناء کے کچھ بڑھایا پھر حجاج نے بحکم عبدالملک طول کو تو باقی رکھا اور باقی کو پہلی صورت پر اعادہ کیا اسکے
بعد ترمیم نہیں ہوئی اب شبہ یہ ہے کہ طول میں جسقدر غیر کعبہ بڑھا ہوا ہے اُسکی محاذاۃ سے نماز کیونکر ہوگی اب
نماز میں سخت رعایت کرنا پڑیگی مثلاً ب کی نماز جائز ہو اور ج کی جائز نہو



(ج) طول سے مراد حدیث مسلم میں ارتفاع الی السماء ہے طول وعرض جنوب وشمال اور شرق وغرب کا مراد
نہیں پس حاصل یہ ہے کہ ارتفاع کو قائم رکھا اور جانب حطیم سے جو بڑھایا تھا کم کر دیا اور سب ہوا کعبہ کی آسمان تک
قبلہ ہے خود ظاہر ہے۔ اور جو طول سے جنوباً شمالاً مراد ہوتا تو بناء ابراہیم علیہ السلام پر بیت کا ہونا کسطرح صحیح ہوتا
کیونکہ اس صورت میں تو بیت بناء ابراہیم علیہ السلام سے زائد ہوا جاتا ہے بہر حال طول سے مراد ارتفاع ہے واللہ اعلم
(ش ۱۱) الا ثوب عصب استثناء صریح ہے حالانکہ حنفیہ شافعیہ اسکی حرمت کے قائل ہیں تحریم کی کیا دلیل ہے؟
(ج) احداد ترک زینت ہے لغۃً وشرعاً پس جسمیں زینت ہوویگی شے ممنوع ہوگی اور ثوب مُعَصَّب نہایت
زینت کا ثوب ہے۔ چُنری آپنے بھی دیکھی ہے کہ ہنود کی عورتیں شادی میں پہنتی ہیں لہذا اس ثوب کو
حرام کہتے ہیں بلکہ معنی عصب کے ایک رنگ سیاہ ہے اُسکا استثناء فرمایا ہے ہرگاہ فرمایا ولا تلبس ثوباً مصبوغاً
تو عصب کا رنگین بھی اسمیں داخل تھا اور اسمیں زینت ہوتی نہیں لہذا اُسکو مستثنےٰ فرما دیا واللہ اعلم۔
(ش ۱۲) اتجعل نہبی ونہب العبید، بین عیینۃ والاقرع۔ میں بین بمعنی دون کے ہے یا اور کچھ شق اول
پر یہ معنی حقیقی ہیں یا مجازی؟
(ج) بین کے معنی درمیان کے ہیں کچھ ضرورت صرف کی نہیں چونکہ عیینہ اور اقرع کو سو سو عدد عطا فرمائے
اور اُنکو کم دئے تو گویا جو حصہ اُنکا تھا وہ عیینہ اور اقرع کو تقسیم کر دیا مثلاً اُنکو اسّی دئے تھے تو اسّی سے بیچ

مساوی ہوکر بیس بیس جو اقرع وعیینہ کو زاید ملاوہ چالیس ہر سہ کا حصہ تھا جب اُنکو چالیس میں سے کچھ نہ ملا اُنکا حصہ بھی اُن دونوں (عیینہ واقرع) پر تقسیم ہوا پس معنی درست ہوگئے کہ "آیا کرتے ہو میرے حصہ نہب کو یعنی بعض حصہ کو اقرع وعیینہ میں ؟ یوں نہ کرو بلکہ میرا حصہ دیکر برابر کردو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۳) امرأۃ قیصرۃ من بنی اسرائیل کے قصہ میں ہے۔ وضعت خاتما من ذہب مغلق مطبق حشتہ مسکًا مغلق مطبق کے کیا معنی ہیں ؟

(ج) مغلق مطبق کے یہ معنی کہ نگینہ انگشتری کا چاروں طرف سے اُبھار کر درمیان میں خالی جوف رکھا اور پھر اوپر سے بھی کسی شے سے بند مطبق کر دیا کہ مشک اوپر کی طرف سے نہ گر جبے۔ اوپر سے ڈھانکا مگر ایسا چھید جس سے خوشبو نکلے باقی رکھا تھا ورنہ محض اغلاق اطباق سے خوشبو کیونکر نکلتی یا ایسا اطباق رقیق یا مشبک شے کا تھا کہ خوشبو نکلتی رہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۴) باب جر الازار میں ابوہریرہؓ کا قصہ ہے کہ ایک مسبل ازار کو دیکھکر حدیث بیان کی اُسمیں وہو امیر علی البحرین کا مرجع کون ہے یضرب رجلہ علی الارض کا کون فاعل ہے اور استخلاف مروان کا قصہ کیوں مذکور ہوا

(ج) وہو امیر علی البحرین ای الرجل الجانی یضرب ابوہریرۃ رجلہ علی الارض یعنی مسخری اور استہزا کرنے لگے جیسا عار دلانے اور طعن کرنے کو پاؤں زمین پر مارتے ہیں اور فرماتے تھے جاء الامیر جاء الامیر یعنی امیر بحرین جر ازار کرتا ہوا آتا ہے اور شرم نہیں کرتا کہ یہ فعل حرام ہے اور استخلاف کا ذکر اسواسطے کیا کہ ابوہریرہ کو یہ جرأت استہزا اور طعن کی امیر بحرین کے اس غرہ کے سبب تھی کہ خلیفہ بھی اُنکو معزز معظم رکھتے تھے ورنہ کسطرح جرأت ایسے کلام کی ہوتی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۵) ہندہ نے زید کو آزاد کیا پھر ہندہ اول مری اور ایک بیٹا عمر اور ایک بھائی بکر چھوڑا پھر عمر مرگیا اور ایک عم خالد چھوڑا۔ اب زید (آزاد شدہ غلام) مرگیا۔ خالد اور بکر میں منازعت ہے خالد کہتا ہے کہ چونکہ ہندہ معتقہ کی موت کے وقت اُسکا بیٹا عمر موجود تھا اسلئے وہ وارث ولاء کا ہوا اور چونکہ میں عمر کا عصبہ ہوں اسلئے (عمر کے بعد زید کا ولا جو حق عمر تھا) مجھے پونہچا۔ بکر کہتا ہے کہ معتق (یعنی زید) جب مرا ہے تو اُسوقت معتقہ یعنی ہندہ کے عصبات میں سے صرف میں بچی ہوں (کیونکہ اُسکا حقیقی بھائی ہوں) پس تمہارا کوئی استحقاق ولاء میں نہیں ہے۔ حسب قضائے روایت ابوداؤد ولا خالد کو ملنی چاہیئے اور حسب روایت موطا امام محمد کے بکر کو ملنی چاہیئے یہ تو دونوں کا اقتضاء میں اختلاف ہے اب حنفیہ کا عمل چونکہ حسب موطا ہے اس لئے

اسکی وجہ ترجیح اور ابوداؤد کا جواب مطلوب ہے۔

(ج) آپ کا حاصل سوال پہلی دفعہ بندہ نہیں سمجھا اب فہم میں آگیا۔ حضرت عمرؓ سے اور دیگر صحابہ سے منقول ہے کہ الولاء للکبر اور مراد کبر سے اقرب الی المیت ہے تو جمہور مجتہدین نے اسکو قبول کیا اور ما لولاء لا یورث کو پیش نظر کیا اور ولاء کو بوجہ نصرت کے قائم کیا لہٰذا ظاہر قضاء حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جو ابوداؤد وغیرہ نے نقل کیا عمل نہیں کیا اب ابوداؤد کی روایت کے معنی اس طرح بنانے سے درست ہو سکتے ہیں کہ موت مولیٰ کی حیوت فرزندان میں ہوئی تھی فتقدم ومات میں واو مطلق جمع کے واسطے ہے ای وقدمات سابقا قریبا وقت حیوۃ البنین اور اس رباع ومال میں تکرار تھا کہ مال کو لوٹانا چاہیے تھا بنو معمر پا اور حضرت عمرؓ نے یہ مال ہی دلوایا تھا ما احرز الولد سے مال ہی مراد تھا کیونکہ ولاء جو لحمۃ کلحمۃ النسب ہے اُسکا احراز ممکن نہیں اور اس مال ہی کا مرافعہ تھا۔ یا یہ کہ واقعہ مرافع وغیرہ کا عبدالملک کے وقت میں ہوا عبدالملک نہیں سمجھا اور عمر بن العاص بھی نہیں سمجھے تھے مال پر ولاء کو قیاس کر لیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۶) احادیث سے سنیت قرأت فاتحہ صلوٰۃ جنازہ مفہوم ہوتی ہے رہا نہ پڑھنا بعض صحابہ کا وہ نافی تاکد ہو سکتا ہے نہ نافی سنیت کا پھر اس تاویل کی کہ قرءۃ نہ تھی ثنا تھی کیا دلیل ہے؟

(ج) مستحب وہ عبادت ہے کہ آپؐ نے چند بار کر کے ترک کر دیا بدیں وجہ کہ یہ واجب مؤکد نہو جائے اور جو فعل کر کرتے تھے اور پھر اسکی جگہ فعل کے خلاف کسی دوسرے فعل کو کر دکھایا تو یہ دوسرا فعل رخصت بیان جواز ہوتا ہے نہ امر مستحب۔ یہ فرق ہر اہل علم کو جاننا بہت ضرور ہے پس صلوٰۃ جنازہ میں بعد تکبیر اول کے ثنا کا پڑھنا تو امر شائع تھا کہ خود ابن عباسؓ کو اسکے خلاف کا اظہار کرنا ضرور تھا اور ابوہریرہؓ و ابن عمرؓ نے تصریح کر دی کہ لیس فی صلوٰۃ الجنازۃ قراۃ اس سے ظاہر ہوا کہ آپ کا فاتحہ پڑھنا بوجہ ثنا، اور بیان جواز کے تھا نہ بطریق تشریع کے ورنہ یہ قرأت فاتحہ بالضرور ایسے امر کثیر الوقوع میں دیگر صحابہؓ پر مخفی نہ رہتی اور ابن عباس کا ایسے امر رخصت کو کہ وہ کراہت تنزیہ سے خالی نہیں سنت کہنا دوسری جگہ موید اسی کا ہے چنانچہ سنن ابوداؤد میں اقعاء بین السجدتین کو سنۃ نبیکم فرمایا ہے اور صلوٰۃ جنازہ من کل الوجوہ صلوٰۃ بھی نہیں بلکہ اشبہ بالدعاء ہے ان وجوہ سے فاتحہ کا بطور دعا و ثنا پڑھنا مباح ہے نہ بطور تشریع سنۃ و استحباب کے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۷) نو مسلم جسکے پاس چار بیبیوں سے زاید ہوں حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار اربع میں مختار ہے خواہ قدیمات کو رکھے خواہ جدیدات کو بعض حدیث میں لفظ تخییر صاف آگیا ہے پھر تعیین منکوحات اولیٰ کی کیا دلیل ہے؟

(ج) واقعہ حال سے کلیۃ و مطلقاً حکم معلوم نہیں ہو سکتا ہے لہذا آپ کا فرمانا کہ اختر ایتہما شئت او اختر اربعاً محل تردد ہے کہ وہاں کونسی صورت پیش آئی تھی آیا وہ نکاح قبل تحریم جمع بین الاختین وجمع بین عشر نساء کے کیا گیا تھا کہ سب کا نکاح درست تھا پھر اُسپر تحریم جمع کے جواز کی عارض ہوئی یا بعد نزول تحریم کے اور ایک نکاح سے جمع تھی یا تعدد نکاح سے بہ ترتیب۔ پس شق اول میں تو کسی کے نزدیک بھی خلاف نہیں بلکہ اختیار سب کے نزدیک ثابت ہے اور دوسری و تیسری شق میں یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ سب کو تفریق کرکے چار کو یا ایک اخت کو اختیار بہ نکاح جدید کرلے پس باشتراک معنی اور بجہالت واقعہ کے سبب حاجت بنظر تفقہ ہوئی لہذا دیکھا گیا کہ اگر کوئی کافر محرم سے نکاح کرے تو بعد اسلام اُسکی تفریق کرانے کا حکم ہوگا ایسا ہی یہاں بھی جو نکاح حرام واقع ہوا اُسکی تفریق کرانا واجب ہوگا کیونکہ ان مسائل فرعیہ میں کفار علی الاصح مخاطب ہیں مگر ہمکو الزام حکم اُنپر نہیں پہونچتا اور بعد اسلام کے الزام واجب ہے پس اُس امر غیر مشروع کو کہ اُس سے سرزد ہوا رفع کرنا واجب ہوگا نہ امر مشروع کا رفع لہذا ترتیب اختین میں دوسری اخت کا نکاح غیر مشروع تھا نہ پہلی کا اور جمع میں دونوں کا نکاح نہ ہوا تھا پس غیر مشروع کو رفع کیا جاوے نہ مشروع کو اور عشرہ بہ ترتیب میں چار اول کا نکاح مشروع ہے نہ خامس کا علی ہذا فوضح الفرق واللہ اعلم۔

(ش ۱۸) بائع اگر اپنا مال بعینہ مفلس کے پاس پاوے اُسکا احق ہونا بہت حدیث سے ثابت ہے بعض حدیثوں میں لفظ ابتاع وغیرہ مصرح ہے جہاں تاویل ودیعت کی مشکل ہے اسکے کیا معنی ہونگے؟

(ج) موت مشتری کا مسئلہ کہ "مشتری مفلس مرجاوے تو سب غرماء کی برابر ہو جاتا ہے چنانچہ ابوداؤد میں یہ حدیث ہے" دلیل امام صاحب کی ہے بیع کے مسئلہ میں قبل قبض تو بائع احق بالمبیع ہوتا ہے کیونکہ ملک تام مشتری کی بسبب قبض نہ کرنے کے نہیں ہوئی اور بوجہ قبض کے اسوۃ للغرماء ہوگا بسبب تامی ملک کے کہ موت کا مسئلہ نظیر و دلیل اُسکی ہے لہذا معنی بعینہ کے عدم تغیر معنوی یعنی امانت سے مراد ہیں نہ تغیر صوری کہ بدلنا یا نقصان مبیع کا ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۹) قصہ بنی قریظہ سے انبات عانہ کا بلوغ میں معلوم ہوتا ہے اگر مثل امام احمدؒ وقت معلوم ہونے دوسری علامات کے اُسکو مناط بلوغ کا قرار دیا جائے تو کیسا ہے اور بالکل اعتبار نہ کرنے کی کیا وجہ ہے؟

(ج) اس مسئلہ میں اگر تعذر عمر کے دریافت سے ہو تو حق دماء کے مقام میں شارع نے انبات پر حکم فرمایا ہے کہ عمر کا دریافت کرنا وہاں متعذر تھا اور انبات عانہ یا لحیہ کا کوئی وقت مقرر نہیں اور کوئی ایسی دلیل بلوغ کی نہیں اسواسطے حنفیہ نے اسپر مدار نہیں رکھا اگر تحقیق ہو جاوے کہ انبات بدون بلوغ کے نہیں ہوتا یا ضرورت شدیدہ

دائمی ہوئے تو اسپر حکم ہوسکتا ہے چنانچہ امام ابو یوسف سے اعتبار انبات عانہ کی روایت منقول ہے مگر یہ اُسوقت معتبر ہوگی کہ عمر کے دریافت سے تعذر اور ضرورت دائمی ہو واللہ اعلم۔

(ش ۲۰) کسی شخص نے امۃ زوجہ سے زنا کیا صحابی کا فیصلہ کہ اگر زوجہ نے حلال کیا تھا تو یہ سزا (شاید جلد ہے) اور اگر حلال نہ کیا تھا تو یہ سزا (شاید رجم ہے) یہ کس قاعدہ پر مبنی ہے اور اسکا کیا جواب ہے؟

(ج) نعمان بن بشیر کا یہ حکم موافق قاعدہ حنفیہ کے ہے کہ زوجہ کی جاریہ سے وطی کرکے اگر کہے کہ میں اسکو حلال جانتا تھا تو بسبب شبہ فعل کے حد ساقط ہو جاتی ہے سو یہاں وہ واطی محض تھا بسبب تحلیل زوجہ کے حلال جانکر اسکے یہ کام کرنے کا محل تھا لہذا فرمایا کہ اسکو رجم نہ کرونگا اور سو کوڑے بطور تعزیر کے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کا بھی یہ مذہب تھا اور درصورت عدم تحلیل کے حرام ہونا خود ظاہر ہے موجب رجم کا ہے مگر جو شبہ فعل وہاں ہو جائے تو وہاں بھی سقوط حد و تعزیر کا محل ہے مگر نعمان کا فرمانا باعتبار حال متبادر کے یہ تردید حتمانہ تھی واللہ اعلم

(ش ۲۱) اہل مذہب کفار عرب کے اسلام یا سیف ہے بہت حدیثوں سے استرقاق عرب کا ثابت ہے اسکے معارض کوئی دلیل نقلی بھی ہے یا نہیں؟

(ج) عدم استرقاق عرب میں مذہب حنفیہ کا یہ ہے کہ مقاتلین بالغین کو رقیق نہ بنایا جاوے اُنپر جزیہ لگا کر چھوڑا جاوے جیسا مرتدین پر۔ سوا اسکے خلاف کوئی روایت حدیث کی نہیں ہے کہ جسکے جواب کی ضرورت ہو اور ذراری کو رقیق بنانا درست ہے اور اُنکا ہی رقیق بنانا احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔

(ش ۲۲) حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ قاعداً کا نصف ثواب ہے صلوٰۃ قائماً سے اور صلوٰۃ نائماً نصف ہے صلوٰۃ قاعداً سے اگر یہ محمول ہے حالت عذر پر تب تو تنصیف کی کیا وجہ حدیثوں میں صاف مذکور ہے کہ بندہ اگر حالت صحت میں نیک عمل کرتا ہو تو مرض میں باوجود نہ کرنے کے اجر کامل ہوتا ہے چہ جائیکہ تبدیل ہیئت اور اگر محمول ہے غیر حالت عذر پر جیسا کہ ظاہر ہے تو صلوٰۃ نائماً کے جواز و مشروعیۃ کا قائل ہونا چاہئے جیسا کہ حسن بصریؒ کا مذہب ہے

(ج) یہ مسئلہ صلوٰۃ نفل کا ہے ایسے مریض سے کہ قیام یا قعود سے عاجز تو نہیں مگر تکلیف ہوتی ہے جسکا تحمل مشقت کر سکتا ہے سوا ایسے شخص کے فرض تو نہ قعوداً درست ہوں اور نہ قدرت قعود میں نائماً درست ہوں اور نوافل کا ثواب علی النصف ہی ملیگا جیسا تندرست کا حال ہے مگر اسکو نائماً کی اجازت ہے بضرورت تکثیر نوافل و ثواب کے۔ اور تندرست کو نائماً جائز نہیں کہ اسطرح شارع سے کبھی ثابت نہیں ہوا واللہ اعلم۔

(ص ۲۲) ترمذی مطبوعہ مطبع مجتبائی سابق صفحہ ۴۴ قال ابن المبارک "ما بین المشرق والمغرب قبلۃ" ہذا

لاہل المشرق واختار عبداللہ بن المبارک التیاسر لاہل مرو تخصیص اہل مشرق واہل مرو کے کیا معنی؟

(ج) چونکہ مشہور یہ تھا کہ یہ حدیث اہل مدینہ کے قبلہ کی شان میں ہے عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اہل مشرق کے واسطے بھی یہ حکم ہے جو مشرق کہ مکہ معظمہ سے عرض بعید جانب مشرق میں رہتے ہیں مثلاً مرو۔ ہرات و بخارا پس چونکہ ابن مبارک مرو کے رہنے والے تھے اور مرو بھی ممالک مشرق میں ہے لہذا مرو کے قبلہ کو فرما دیا ہے ورنہ خصوصیت کسی کی نہیں بلکہ یہ قبلہ اُس ملک کا جو جنوب و شمال میں مکہ سے ہیں ظاہر و باہر ہے اور مشرق کے تو بعض ہی دیار پر صادق آتا ہے۔

(ش ۲۴) صفحہ ۷۰ فتقدم علی راحلتہ فصلی بہم الخ حنفیہ کے نزدیک صحت اقتدا کے لئے اتحاد مکان شرط ہے اِس حدیث کا کیا جواب دیا جائیگا یا اِس صورت میں عدم جواز کے حکم کو تفریع بعض متاخرین کی سمجھکر غلط کہا جائیگا

(ج) یہ واقعہ بضرورت واقع ہوا کہ بسبب کیچڑ کے کھڑے ہونے کی جگہ نہ تھی جیسا فرض دابہ پر درست نہیں اور رکوع قیام سجود بسبب ضرورت کے ساقط ہو گئے اتحاد مکان امام و مقتدی کا بھی ساقط ہوا تو کیا شبہ ہے حنفیہ نے شرط صحت اقتدا میں اتحاد مکان کو جو لکھا ہے تو در صورت عدم ضرورت لکھا ہے نہ مطلقاً پس اگر ایسی حالت میں اتحاد مکان بھی ساقط ہوا تو کیا اعتراض ہے جب تین فرض رکن ہی ساقط ہو گئے واللہ اعلم۔

(ش ۲۵) احادیث کثیرہ سے جماعت نافلہ معلوم ہوتی ہے انکار حنفیہ کی کیا وجہ اور تداعی و عدم تداعی سے فرق کی کیا دلیل اور تداعی کی صحیح تفسیر کیا ہے؟

(ج) احادیث کثیرہ سے مطلق جماعت نفل معلوم ہوتی ہے یا بعض سے تین مقتدی تک کی جماعت ثابت ہوتی ہے اسکو حنفیہ درست کہتے ہیں مگر بتداعی کہ جسکے معنی کثرت کے لکھے ہیں اِس طرح کہ چار مقتدی ہوں اور پانچواں امام ہو اُسکو مکروہ تحریمہ لکھتے ہیں کیونکہ تداعی کہ "بلانا ایک دوسرے کو" اسکے لغوی معنی ہیں اور اُسکو لازم تکثر ہے یہ اہتمام کو چاہتا ہے اور اہتمام جماعت فرایض سے ہے نہ نوافل میں۔ نفل میں انفراد و اخفاء ہے پس جب لازم اہتمام جماعت نفل میں ہوگا مکروہ تحریمہ ہوگا سوائے مواقع مستثنیٰ کے کہ کسوف و استسقاء و تراویح ہے یا کم چار مقتدی سے کہ یہ خلاف قیاس ثابت ہے باقی بحال خود ہونی چاہیئے تاکہ تعدی عن حدود اللہ تعالیٰ لازم نہ آوے واللہ اعلم۔

(ش ۲۶) صحاح سے معلوم ہوتا ہے کہ مزدلفہ میں دو اقامت مغرب و عشا کے لئے ہوئیں مثبت چھوڑ کر عمل بالنافی یعنی روایۃ اقامۃ واحدہ کی کیا وجہ؟

(ج) مزدلفہ میں دو اقامت دو اذان اور ایک اذان دو اقامت اور ایک اذان ایک اقامت ثابت ہوتی ہے اور جب روایت نافی مثل مثبت کے ہو تو معارض مثبت کے ہوتی ہے۔ یہاں اسواسطے معارضہ ہوا پس قیاس کیطرف رجوع ہوا قیاس چاہتا ہے کہ ایک اذان ایک اقامت ہو کیونکہ نماز عشاء اپنے وقت میں ہے اور مغرب کا وقت نہیں رہا اذان واقامت عشاء کے واسطے ہے پس اسکو ترجیح دیگئی واللہ اعلم۔

(ش ۲۷) ثمن الہرہ سے نہی آئی ہے اُسکو ظاہر سے کیوں منصرف کرتے ہیں اسی طرح اکثر حدیثوں میں جو علماء نے تاویلیں کی ہیں بعض جگہہ کوئی دلیل صارف نہیں معلوم ہوتی اسکے لئے کوئی ضابطہ ہے یا ہر جگہہ تجسس صارف کا ضرور ہے یا مبنی محض شرح مجتہد پر ہے؟

(ج) جو شے مال ہے اُسکا استعمال کرنا درست ہے اُسکی بیع شرا بھی درست ہے جیسا کلب مثلاً ثمن ہرہ بھی حسب قاعدہ کلیہ درست ہے کہ مال ہے اور رکھنا اُسکا حلال ہے لہذا حنفیہ اس نہی کو تنزیہ پر حمل کرتے ہیں کہ خلاف مروت کے ہے کہ ایسی شے پر بھی فلوس نہ چھوڑے ورنہ کلیہ اُسکی اباحۃ کو چاہتا ہے پس یہ حسب قاعدہ کلیہ کے ہے واللہ اعلم۔

(ش ۲۸) حدیث ہے من قتل متعمداً دفع الی اولیاء المقتول فان شاؤا قتلوا وان شاؤا اخذوا الدیۃ وہی ثلثون حقۃ و ثلثون جذعۃ واربعون خلفۃ وما صالحوا علیہ فہو لہم۔ اِس عمد سے مراد شبہ عمد تو ہو نہیں سکتا کیونکہ فان شاؤا قتلوا اُس سے آبی ہے پس عمد مراد ہے اور ان شاؤا قتلوا وان شاؤا اخذوا الدیۃ تخییر میں صریح ہے اسکی کیا توجیہ ہے اور نیز اسکے بعد ما صالحوا علیہ فرمانا قرینہ اسکا ہے کہ وہ تخییر قبل صلح ہے کیونکہ وہاں دیت کو متعین فرمایا اور صلح میں غیر متعین پس اگر وہ تخییر صلح پر محمول ہو تو تعیین وعدم تعیین معاً صلح میں مجتمع ہو جاوگی دوسرا شبہ اسمیں یہ ہے کہ حنفیہ نے کہا ہے کہ قتل عمد میں صلح زاید علی المنصوص المقدر پر جائز نہیں اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جایز ہے حیث قال وما صالحوا علیہ فہو لہم۔

(ج) اِس مسئلہ تخییر میں حنفیہ بھی تو انکار نہیں کرتے فرق اتنا ہے کہ موجب عمد فقط قصاص ہے اگر عفو قصاص بقید اخذ دیت ہے تو دیت ساقط نہیں ہوتی پس اسطرح پر چاہیں دیت لیویں اور چاہیں قتل ہی کریں اسمیں کوئی خدشہ ہی نہیں اور جب دیت قائم ہو گئی چاہیں ابل لیویں چاہیں صلح کر لیویں اسمیں کوئی مخالفت نہیں واللہ اعلم

(ش ۲۹) ابن ماجہ باب زکوٰۃ الجنین زکوٰۃ امہ میں بعد حدیث کے ایک قول نقل کیا ہے "الزکوٰۃ لا یقضی بہا مذمۃ قال مذمۃ بکسر الذال من الذمام وبفتح الذال من الذم" اِس عبارت کو کیا ارتباط اور کیا حاصل ہے؟

(ج) چونکہ مسئلہ زکوٰۃ جنین کا تھا اور یہ مقولہ زکوٰۃ جنین میں مشہور تھا لہذا اسکی تحقیق کر دی کہ یہاں مذمہ بالکسر ہے

نہ بالفتح واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم ۔

(ش ۳۰) حدیث میں وارد ہے من قال لا الٰہ الا اللہ ومات علی ذٰلک دخل الجنۃ (جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا اور اسی پر مرگیا تو جنت میں جائیگا) اسپر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ " وان زنی وان سرق (گو زنا کرے اور گو چوری کرے) حضرتؐ نے ارشاد فرمایا وان زنی وان سرق (ہاں اگرچہ زنا کرے اور اگرچہ چوری کرے) اِس حدیث میں اور اُن احادیث میں جہاں فسق وفجور اور محرمات وکبایر کے ارتکاب کی سزائیں بیان کیگئی ہیں تعارض معلوم ہوتا ہے امید کہ مختصر وجامع تقریر سے قلب پریشان کو تشفی وسکون عطا فرماویں کہ حضرت ابوذرؓ کو فاسق یعنی زانی یا سارق غرض مرتکب کبیرہ کے جنت میں جانے کے اندر کیا خلجان اور شبہہ تھا جسکی بنا پر بار بار یہی لفظ اعادہ کئے آخر علی رغم انف ابی ذرؓ سنا۔

(ج) دخول جنت مطلق ہے اور مطلق کے واسطے کسی فرد کا وجود ہونا مطلق کے وجود کو بس ہے پس کلمہ پڑھکر اور تصدیق جملہ ما جاء بہ الرسول علیہ السلام کرکے اگرچہ ترک اعمال سے فاسق ہے مگر مسلم ہے بعد صفائی معاصی کے دخول جنت کا ہو ویگا اور حدیث ابوذر رضی اللہ عنہ کا صدق صاف ظاہر ہو جاویگا۔ اب نہ کوئی حدیث عذاب کی اسکے معارض ہے اور نہ اِس سے عذاب کا نہونا فساق کو معلوم ہوتا ہے اب کوئی شبہہ نہیں ابوذرؓ کا بار بار تحقیق کرنا اسواسطے تھا کہ وہ اُن افعال کو خلاف اسلام کے جانتے تھے اسی واسطے تعجب کرتے تھے کہ وان زنی وان سرق جب آپ نے تاکید فرما دی سمجھ گئے کہ یہ کفر نہیں مطلق دخول ہو جاویگا فقط۔

تفقہ اور افتاء

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا تفقہ اور استنباط واستخراج مسائل کی استعداد بھی چونکہ اپنے زمانہ میں لاثانی تھی اسلئے اُسکے اظہار کی غرض سے نمونۃً چند شبہات فقہیہ کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں۔ آپکی عادت تھی کہ مسائل کو اُسکی فہم کے موافق جواب دیتے اور عوام وخواص علماء وجہلا کی قابلیت واستعداد کا تحریر وتقریر میں لحاظ قائم رکھتے تھے علماء اپنے درجہ کے موافق شبہات کرتے تھے اور عامی اپنی حیثیت اور سمجھ کے لایق۔ چونکہ حضرت مولانا اپنے زمانہ کے علماء میں سرتاج تھے اِسلئے بڑے بڑے ذکی وفطن اور مقتدائے عصر علماء وقت کو اپنے مبلغ علم وفہم کے منتہے پر پہنچکر جو لاینحل شکوک معضلہ پیش آتے تھے وہ آستانہ علیہ سے تحریراً وتقریراً حل ہوا کرتے تھے۔ حضرت مولانا الحافظ الحاج الشاہ اشرف علی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں کہ پیشاب کے جو

کلوخ سے استنجا خشک کرتے ہیں میں یہ سمجھتا تھا کہ کسی حدیث مرفوع سے اسکا ثبوت نہیں ہے ایک بار حضرت امام ربانی سے دریافت کیا تو آپ نے فوراً استدلال میں یہ حدیث مرفوع پڑھ دی استنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ اور کلوخ لینا یقیناً استنزاہ میں داخل ہے پس بالکل اطمینان ہو گیا۔

تشہد میں جو رفع سبابہ کیا جاتا ہے اسمیں تردد تھا کہ اِس اشارہ کا بقار کسوقت تک کسی حدیث میں منقول ہے یا نہیں حضرت قدس سرہ کے حضور میں پیش کیا گیا فوراً ارشاد فرمایا کہ ترمذی کی کتاب الدعوات میں حدیث ہے کہ آپنے تشہد کے بعد فلاں دعا پڑھی اور اُسمیں سبابہ سے اشارہ فرما رہے تھے اور ظاہر ہے کہ دعا قریب سلام کے پڑھی جاتی ہے پس ثابت ہو گیا کہ اخیر تک اُسکا باقی رکھنا حدیث میں منقول ہے اور یہ بھی فرمایا کہ لوگ اِس مسئلہ کو باب التشہد میں ڈھونڈتے ہیں اور وہاں ملتا نہیں اِس سے سمجھتے ہیں کہ حدیث میں نہیں ہے امام ربانی کا سرعت انتقال ذہنی اور ملکہ استنباط و فقاہت اِن دونوں واقعہ سے اظہر من الشمس ہے۔

سب سے مقدم اُس مراسلہ کا ہدیہ ناظرین کرنا مناسب سمجھتا ہوں جو حضرت امام ربانی قدس سرہ اور مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مابین ۱۳۱۴ھ میں پیش آیا چونکہ علامہ زمن مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہ کا تبحر علمی ہندوستان کے ہر ہر عالم کو تسلیم ہے اِس لئے شکوک وشبہات کی تقویت اسی سے اندازہ ہو سکتی ہے اور اسکے ساتھ ہی مولانا تھانوی دام ظلہ کا وہ طبعی خداداد جوہر قابل لحاظ ہے جسکو سلامتی قلب اطاعت حق فروتنی و ہیچمدانی اور سچا اسلام یعنی گردن نہادن بطاعت کہا جاتا ہے آپکا رجوع الی الحق جو تکبر و نخوت علمی سے بے لوثی کی علامت اور برحق علم کے سچے اثر کا ثمرہ ہے آپ کے کمال کو اُس حد تک پونہچا رہا ہے کہ واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پانون دھوکر پینا نجات اُخروی کا سبب ہے یہ امتثال واذعان کی مثال علما و زمانہ کے لئے مولانا تھانوی کی وہ پائدار یادگار ہے جو مُردہ سنت کے زندہ کرنے میں اس چودھویں صدی کے اندر سب سے پہلے مولانا کے ہاتھوں ظاہر ہوئی۔ چونکہ مولانا تھانوی میرے عقیدہ میں سرتاج علما ہونے کے علاوہ خود میرے محترم پیشوا اور دینی آقا ہیں اسلئے اِس پاکیزہ تحریر کو جو انشاء اللہ قیامت کے ہولناک دن میں مغفرت کی دستاویز اور قلبی سلامتی وایمان کی مہری سند بنا کر علیٰ رؤس الاشہاد مولانا کے ہاتھ میں دیجائیگی سوانح میں شائع کرتا ہوں تاکہ احیاء سنت میتہ کی کسی درجہ میں تائید کا حصہ مجھ ناکارہ کو بھی ملجائے اور تھانوی آقا کی کسی ادنیٰ مرتبہ میں حشر کے دن مجھے بھی معیت نصیب ہو جائے اس مراسلہ مرضیہ کے بعد دیگر علما، و زہاد اور خواص و عوام اہل اسلام کے پندرہ (۱۵) شبہات معہ جوابات بیان کرونگا +

مراسلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - الحمد للہ تعالیٰ - والسلام علی رسولہ الافضل الاعلیٰ - اما بعد من العبد الذلیل - الی المخدوم المطاع الجلیل - السلام علیکم ورحمۃ اللہ - والیکم یشتاق قلبی الاواہ - وبعد فقد اجتمعت فی ہذا الایام بالمولوی منور علی فقال ان حضرۃ مولانا ساخطون علیک لاختیارک طریق بعض اقاربک الذی یغائر طریقہم فعلیک ان تعتذر الیہم وترضیہم فتوجعت بہذا الخبر توجعا قطیعا وتالمت تالما وجیعا لکن مالمت الا نفسی ومارایت شیئا غیر الصدق ینجی فیا مولانا واللہ انی کنت فی ذلک الزمان غریقا فی بحار الحیرۃ والطلب - واتطلع الی من یخلصنی من ذاک الوصب والنصب - اذ نادی منادٍ من قریب من غیر ارادتی وقصدی ہات یدک بیدی انجیک من ہذا البحر اللجی وان الغریق یتشبث بکل حشیش - لما ہو فیہ من التہویش والتشویش - وقد کنت من وراء البحار من حبیبی - ومغیثی وطبیبی - ومع ہذا ما ترکت بحمد اللہ یوما العمل بقول الاکابر - خذ ما صفا ودع ما کدر - ثم لما ساعدنی الجد بلثم تراب نعلیہ - وحضرت لدیہ - جددت الارادۃ - لیکون لما عسی ان یکون فات اعادہ - فلما رجعت ازددت ظماء - والا کاد احسب السراب ماء - ورایتنی لا ازداد الا حیرۃ ودہشۃ - وضیقا ودہشۃ - کتبت الی حبیبی ما وقع من الحال - ونادیت بالبلبال - ؎

یا مرشدی یا مولیٰ یا مفزعی	یا ملجائی فی مبدئی ومعادی
ارحم علیّ ایا غیاث فلیس لی	کہفی سوی حبیکم من زاد
فاز الانام بکم وانی ہائم	فانظر الیّ برحمۃ یا ہاد
یا سیدی للہ شیئا انہ	انتم لی الجدی والی جادی

فعذرنی ونصرنی وقال حبا وکرامہ - واقامنی علی ساحل السلامہ - فترنمت شوقا - وتبینت ذوقا ؎

دوش وقت سحر از غصہ نجاتم دادند	واندران ظلمۃ شب آب حیاتم دادند
کیمیائیست عجب بندگی پیر مغاں	خاک او گشتم وچندیں درجاتم دادند

؎

قد لسعت حیۃ الہوی کبدی	فلا طبیب لہا ولا راقی
الا الحبیب الذی شغفت بہ	فعندہ رقیتی وتریاقی

وانی واللہ قد رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد نبیا و بشیخی امداد اللہ للعالمین مرشدا و ولیا و بکم یا مولانا ہادیا و مہدیا فہذا الذی ذکر کان من خبری و حقیقۃ امری فباللہ ہو عین الصدق۔ و محض الحق۔ ما کان فیہ من کذب ولا شعر۔ ولا خداع ولا سحر۔ فیا سیدی للہ ان تقبلوا عذری بخلقکم العظیم۔ ولا تصغوا الی کل ہماز مشاء بنمیم۔ ولا تخرجونی من الجماعۃ۔ فانی ارجو ان اکون معکم یوم تاتی الساعۃ۔ لکن لا تطیق ہمتی ان انابذ بالمخالفۃ مع الاعلان۔ عسی ان یکون من اللہ تعالی بمکان۔ فایذاؤہ یوجب الہوان والخسران۔ فلئن احسبہ من فرقۃ اہل الملامۃ۔ ولکن لیس بمنصب للامامۃ۔ ثم التزمت علی نفسی انکار طریق یخالف السنۃ والکتاب۔ علی راس المنبر و بطن المحراب۔ وان من مصلحتی ان یکتم ہذا السر۔ لئلا یلحقنی الضرر والشر۔ وہو الماسول من جنابکم۔ ومن قاری کتابکم۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔ ویکون ہذا السر جہرا۔ ویا انا قد اشتد الانتظار منی۔ ان تبشرونی برضاکم عنی۔ رضی اللہ عنا وعنکم وعن جمیع المسلمین۔ بحق سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ابد الآبدین ۲۹۔ ذی قعدہ ۱۳۱۴ھ ہجری۔

جواب از حضرت اقدس مدظلہم العالی

اما بعد حمد اللہ علی نوالہ۔ والصلوۃ علی رسولہ محمد وآلہ۔ فقد وصلت صحیفتکم الی۔ وقرأت رقیمتکم علی۔ حتی تبینت معذرتکم لدی۔ فحبا لکم ان اجبتم طریق السنۃ۔ ولا اشقاق بیننا بعد ذاک ولا ظنۃ۔ غیر انی اسمع منکم ترتکبون امورا ہی عندی بدعۃ۔ ولعلکم لم تظنوہا داخلۃ فی تلک الشرعۃ۔ لکن ہذا من مثلکم بعید۔ ولیس المعرض عن سبل الاسلاف برشید۔ وا مبادرۃ البیعۃ۔ ثم التدارک عنہا بالرجعۃ۔ فما احمد ہذا العود واحسن لولا انکم تبتم سرا واتیتم الذنب بالعلن۔ مع ان التوبۃ۔ علی حسب الحوبۃ۔ کیف وانتم ممن یقتدی بہ فی دیارہ حتی ان بیعتکم ہذہ زادتہ بہجۃ فی امصارہ۔ وقد قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سن سنۃ حسنۃ فلہ اجرہا واجر من عمل بہا الی یوم القیامۃ ومن سن سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرہا و وزر من عمل بہا الی یوم القیمۃ وقال ومن وقر صاحب بدعۃ فقد اعان علی ہدم الدین فاخاف ان یؤول الیکم وزر ہذا التضلیل۔ ہذا وانتم اعلم بکم واللہ علی ما نقول وکیل۔ ۵۔ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ۔

جواب

بحضور لامع النور مخدوم و مطاع نیاز مندان دامت فیوضہم و برکاتہم۔ بعد تسلیم خادمانہ عرض ہے والا نامہ

۸- ذی الحجہ کو شرف صدور لایا معزز و ممتاز فرمایا قلب حزیں کو تسلی ہوئی اب تک اِس سوچ میں کہ کیا عرض کروں جواب میں تاخیر ہوئی مگر چونکہ اظہار مرض میں شرم کرنے سے معالجہ بگڑتا ہے اِسلئے کچھ عرض کرنا ضروری معلوم ہوا جن دو امروں کی نسبت حضور نے ارشاد فرمایا وہ بہت صحیح اور بجا ہے فی الواقع مجھکو اُنہیں ابتلا ہوا اب حضور کے الطاف و اخلاق کے وثوق پر دونوں امر کی نسبت بےتکلف اپنے خیالات ظاہر کرنے کی اجازت چاہتا ہوں اُمید ہے کہ اُسمیں غور فرما کر جو حکم میری حالت کے مناسب ہو صادر فرمایا جاوے۔ خدا کی قسم میں جو کچھ لکھتا ہوں محض استشارۃً و استرشاداً لکھتا ہوں نعوذ باللہ طالبعلمانہ قیل و قال مقصود نہیں اور میں سچے دل سے پکا وعدہ کرتا ہوں کہ بعد حصول شفاء قلب جسطرح حکم ہوگا اُسمیں ہرگز حیلہ و عذر نہوگا امید ہے کہ میری بےتکلفی کو معاف فرمایا جاوے کیونکہ بدون اظہار اپنے جمیع مافی الضمیر کے جواب شافی نہیں ہوتا ؎

چندانکہ گفتیم غم با طبیباں — درماں نہ کردند مسکین غریباں

ما حال دل را بایار گفتیم — نتواں نہفتن درد از طبیباں

امر اول شرکت بعض مجالس کی۔ الحمد للہ مجھکو نہ غلو و افراط ہے نہ اُسکو موجب قربت سمجھتا ہوں مگر توسع کسی قدر ضرور ہے اور منشا اس توسع کا حضرت قبلہ و کعبہ کا قول و فعل ہے مگر اُسکو حجہ شرعیہ نہیں سمجھتا بلکہ بعد ارشاد اعلیحضرت کے خود بھی میں نے جہانتک غور کیا اپنے فہم ناقص کے موافق یوں سمجھ میں آیا کہ اصل عمل تو محل کلام نہیں ہے البتہ تقییدات و تخصیصات بلاشبہ محدث ہیں سو اسکی نسبت یوں خیال میں آیا کہ اِن تخصیصات کو اگر قربت و عبادت مقصودہ سمجھا جاوے تو بلاشک بدعت ہیں اور اگر محض امور عادیہ مبنی بر مصالح سمجھا جاوے تو بدعت نہیں بلکہ مباح ہیں گو مباح کبھی بوجہ واسطہ عبادت بنجانے کے لغیرہ عبادت سمجھ لیا جاوے چنانچہ بہت سے مباحات کی یہی شان ہے اور میرے فہم ناقص میں تخصیصات طرق اذکار و اشغال اسی قبیل سے معلوم ہوئیں جو کہ اہل حق میں بلا نکیر جاری ہیں کوئی معتد بہ فرق قابل ہے بھی نہ معلوم ہوا ہاں اُن تخصیصات کو کوئی مقصود بالذات سمجھنے لگے تو اُن کے بدعت ہونے میں بھی کلام نہ ہوگا۔ اسکے ساتھ ایک اور خیال بھی آیا کہ گو اس صورت میں یہ بدعت اعتقادی نہوگا مگر اسکا اہتمام والتزام بدعت عملی تو ہوگا لیکن خصوصیات طرق ذکر اسمیں بھی ہم پلہ معلوم ہوئے۔ تیسرا اور خیال ہوا کہ گو ایسے فہیم آدمی کے حق میں بدعت نہوگا مگر چونکہ عوام کو اس سے شبہہ اسکی ضرورت یا قربت کا ہوتا ہے اُنکے حفظ عقیدہ کے لئے یہ واجب الاجتناب ہوگا مگر اسکے ساتھ ہی یہ احتمال ان تخصیصات اذکار میں بھی نظر آیا

کہ اکثر عوام اس طریق کی خصوصیات کو بہت ضروری سمجھتے ہیں اور علماً وعملاً اُن کا پورا التزام کرتے ہیں مگر اُن کا خیال خواص کے فعل میں موثر نہیں سمجھا جاتا۔ چوتھا خیال ایک اور پیدا ہوا کہ سب کچھ سہی مگر خصوصیات بعض قواعد واصول فقہ حنفی کے خلاف معلوم ہوتے ہیں مگر یہی امر ان خصوصیات اعمال واشغال میں بھی معلوم ہوا بلکہ ذکر جہر وغیرہ تو امام صاحب کے قول کے صریح خلاف ہے مگر باوجود ان سب تصورات کے جب خصوصیات طرق سلوک شائع وذائع ہیں تو اس سے یوں سمجھ میں آیا کہ تخصیص وہ ہی بدعت ہوگی جو عقیدۃً ہو اور التزام بھی وہ ہی ممنوع ہوگا جسکے ترک پر شرعی حیثیت سے ملامت ہو اور عوام کا شبہ خواص کے حق میں اس عمل کو بدعت نہ بناوے گا اور بعض اصول حنفیہ کی مخالفت شرع کی مخالفت نہ سمجھی جاوے گی ان خیالات کے ذہن نشین ہونے سے اِن خصوصیات کے انکار میں کمی پیدا ہوئی اسکا مرتبہ فروع و مسائل اختلافیہ کا سا آنے لگا مگر اسکے ساتھ ہی نہ کسی دن اِن اعمال کی وقعت ذہن میں آئی نہ خود رغبت ہوئی نہ اوروں کو ترغیب دی بلکہ اگر کبھی اس قسم کا تذکرہ آیا تو یہی کہا گیا کہ اولیٰ یہی ہے کہ خلافیات سے بالکل اجتناب کیا جاوے مگر جس جگہ میرا قیام ہے وہاں اِن مجالس کی کثرت تھی اور بیشک اُن لوگوں کو غلو بھی تھا چنانچہ ابتدائی حالت میں اِس انکار پر میرے ساتھ بھی لوگوں نے مخالفت کی مگر میں نے انکی کچھ پروا نہ کی تین چار ماہ گزرے تھے کہ حجاز کا اول سفر ہوا تو حضرت قبلہ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ اسقدر تشدد وانکار مناسب نہیں ہے جہاں ہوتا ہوا انکار نکرو جہاں نہ ہوتا ہو ایجاد نہ کرو اور اُسکے بعد جب میں ہندکو واپس آیا تو طلب کرنے پر شریک ہونے لگا اور یہ عزم رکھا کہ ان لوگوں کے عقائد کی اصلاح کیجاوے چنانچہ مختلف مواقع ومجالس میں ہمیشہ اسکے متعلق گفتگو کرتا رہا اور جتنے امور اصل عمل سے زائد تھے سب کا غیر ضروری ہونا اور اُنکی ضرورت کے اعتقاد کا بدعت ہونا صاف صاف بیان کرتا رہا حتی کہ اسوقت میری رائے میں اُن کا عقیدہ بعض کا عین توسط پر بعض کا قریب توسط کے آپونہچا مگر بوجہ قدامت عادت کے عمل کے ارتفاع کی اُمید نہیں ہے عدم شرکت میں اِس اصلاح کی ہرگز توقع نہ تھی ایک غرض تو شرکت سے یہ تھی دوسرے میں نے وہاں دیکھا کہ وعظ میں لوگ کم آتے ہیں اور ان مجالس میں زیادہ اور ہر مذاق اور ہر جنس کے چنانچہ اِن مجالس میں موقع اُن کے پند ونصائح اور اصلاح عقائد واعمال کا بخوبی ملا اور سیکڑوں بلکہ ہزاروں آدمی اپنے عقائد فاسدہ واعمال سئیہ سے تائب صالح ہوگئے بہت روافض سُنّی ہوگئے بہت سے سود خوار وشرابی وبے نماز وغیرہم درست ہوگئے غرض اکثر حصہ وعظ ہوتا تھا

دوسرا بیان برائے نام ۔ تیسرے میں نے دیکھا کہ وہاں بدون شرکت ان مجالس کے کسی طرح قیام ممکن نہیں ذرا انکار کرنے سے وہابی کہدیا درپے تذلیل و توہین زبانی و جسمانی کے ہوگئے اور حیلہ و بہانہ ہر وقت ممکن نہیں یہ تو ممکن ہے اور کرتا بھی ہوں کہ فیصدی نوّے موقع پر عذر کر دیا اور دس جگہہ شرکت کر لی اور شرکت بھی اس نظر سے کہ ان لوگوں کو ہدایت ہوگی اور یوں خیال ہوتا ہے کہ اگر خود ایک مکروہ کے ارتکاب سے دوسرے مسلمانوں کے فرائض و واجبات کی حفاظت ہو تو اللہ تعالیٰ سے اُمید تسلیح ہے بہر حال وہاں بدون شرکت قیام کرنا قریب بمحال دیکھا اور منظور تھا وہاں رہنا کیونکہ دنیوی منفعت بھی ہے کہ مدرسے سے تنخواہ ملتی ہے اور بفضلہ تعالیٰ وعظ وغیرہ کے بعد تو لینے کی مطلقاً میری عادت نہیں ہے باوجود اصرار کے صاف انکار کر دیتا ہوں مگر تنخواہ ضرور لیتا ہوں اور دینی منفعت بھی میرے زعم میں تھی اور اب بھی ہے بلکہ روز افزوں ہے کیونکہ تعلیم و تدریس و وعظ وغیرہ کا سلسلہ جاری ہے اِن منافع کی تحصیل کی غرض سے منظور تھا کہ قیام کروں اور بدون شرکت قیام دشوار تھا اس ضرورت سے بھی شرکت اختیار کی لیکن ان سب اسباب و ضرورات کے ساتھ بھی اگر کسی دلیل صحیح و صریح سے مجھکو ثابت ہو جاتا کہ اسکی شرکت موجب ناراضی اللہ و رسول کی ہے تو لاکھ ضرورتیں بھی ہوتیں سب پر خاک ڈالتا بفضلہ تعالیٰ بہت سے منافع مالیہ کو اسی وجہ سے خیر باد کہہ چکا ہوں توسع رائے کے اسباب اوپر معروض ہو چکے ہیں بہر حال میرے خیال میں یہ امور خلاف اولیٰ ضرور ہیں مگر بمصالح دینیہ ان کے فعل میں گنجایش نظر آتی ہے اور عوام کی اصلاح بھی ساتھ ساتھ واجب سمجھتا ہوں اور اپنی وسعت کے موافق کرتا بھی رہتا ہوں اور اسکے ساتھ ایک خیال اور بھی ہوا اور وہ بہت نازک بات ہے وہ یہ کہ اگر یہ شرکت بالکل اللہ اور رسول کی رضا کے خلاف ہے تو حضرت قبلہ کے صریح ارشاد کی کیا تاویل کیجاوے بلکہ اہل علم کے اعتقاد و تعظیم و تعلق و ارادت سے عوام کا ایہام ہے اِس سے ہنڈ پھیر کر بھی اطمینان ہوتا ہے کہ شرعاً گنجایش ضرور ہے یہ خلاصہ میرے خیالات و حالات کا تھا اب حضور جیسا ارشاد فرماویں اگر اسمیں بالکل گنجایش نہیں ہے تو میں آج ہی تعلق ملازمت کو قطع کر دونگا رزاق حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ ہے قیامت میں کوئی کام نہ آویگا مگر اِس صورت میں حضرت قبلہ و کعبہ کے ساتھ شرعاً کیا تعلق رکھنا چاہیئے اور حضرت کے قول و فعل کو کیا سمجھنا چاہیے اور اگر تھوڑی بہت گنجایش ہو خواہ عموماً یا خاص میری حالت جزئی کی مصلحت سے تو اُس گنجایش سے تجاوز نہ کیا جاوے گا اور اگر اُسکے کتمان کا حکم ہوگا تو انشاء اللہ تعالیٰ عمر بھر اُسکا انتساب حضور حضرت کی طرف میری زبان و قلم سے

نہ نکلے گا غرض جس طرح حضور کا ارشاد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ بسر و چشم منظور ہوگا اور شاید کچھ شبہہ پیدا ہو تو بلا تکلف اُسکے مکرر پیش کر دینے کی اجازت کا خواہاں ہوں۔

امر دوم میرے تعلق سے عوام کا معتقد ہو جانا مجھکو چند بار اس امر میں اندیشہ سخت ہوا مگر جہانتک میں نے سوچا شاید بمشکل دو تین آدمی ایسے نکلیں گے جنکو اس وجہ سے اعتقاد ہوا ورنہ خود اپنی رائے سے بعض عوام معتقد ہو گئے قبل میرے تعلق کے۔ جن لوگوں کو مجھسے حسن ظن تھا اُنہوں نے اِس روایت ہی کی تکذیب کی اور جنکو کچھ احتمال سا ہوا بھی سو وہ مجھسے بدگمان ہوئے اُن سے نیک گمان نہیں ہوئے اور زیادہ وہ ہی لوگ معتقد ہیں جنکو عمر بھر بھی مجھسے کچھ تعلق عمومی یا خصوصی نہیں ہوا اب جہانتک غور کرتا ہوں بالتعیین عدم قابلیت کے اعلان میں بہت سے مفاسد نظر آتے ہیں اولاً ابتک اکثر لوگ اس تعلق کی تکذیب کرتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے نہ اسکا مشاہدہ کیا نہ معتبر ناقل سے اُنکو یہ خبر پہنچی ایک آدھ غیر معتبر عامی اسکے ناقل ہیں جنکی اکثر لوگ تکذیب کرتے ہیں اور میں نے ہمیشہ اسکا کتمان کیا اگر اعلان رجوع کا کیا جاوے تو مرجوع عنہ کا اقرار لازم آتا ہے دوسرے چونکہ اِس اعلان میں صورۃً اُنکی اہانت ہے اِسلئے اندیشہ ہے کہ اسمیں زیادہ شور و شر پھیل جاوے جسکا اثر معلوم نہیں اجانب و اقارب میں کہانتک پہنچے اسلئے یوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک خط تو بے تعلقی کی اطلاع کا اُنکو لکھدیا جاوے وہ خود اگر اسکا اظہار کر دیں تو اسمیں کوئی فتنہ نہوگا کیونکہ اگر اظہار کیا جاوے گا تو اُس عنوان میں میری اہانت کیجاویگی اور فتنہ کا احتمال اُنکی اہانت میں ہے اور دوسرے لوگوں کے اطلاع کا یہ طریق ہو کہ تعیین بلا اعلان ہو جاوے اور اعلان بلا تعیین خفیۃً اطلاع کر دی جاوے اور عام مجمع میں بطور قاعدہ کلیہ کے شرائط اہلیت بیعت کے بیان کر دئے جاویں کہ جس شخص میں فلاں فلاں امور پائے جاویں وہ قابل بیعت ہے ورنہ نہیں چنانچہ بندہ نے دونوں امر کا اہتمام کیا ہے اور بھی زیادہ کرنے کا ارادہ ہے چنانچہ جمعہ گزشتہ میں یہ مضمون بہت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے اور شرائط بیعت کو بتلا کر تمثیلاً حضور والا کا اسم گرامی بھی بتلا دیا کہ جس شیخ کی ایسی شان ہو اُسکا غلام بننا چاہئے ورنہ اجتناب چاہئے اس مضمون کو مکرر بھی بیان کرنیکا ارادہ ہے اور خاص طور پر بالتعیین بعض سے کہا جاتا ہے بعض سے کہنا باقی ہے بلکہ یہ فکر ہے کہ جو لوگ اپنی رائے سے بھی معتقد ہو گئے ہیں اُنکو بھی جہانتک قدرت ہو سمجھایا جاوے چنانچہ بعض مواقع پر کامیابی ہوئی بلکہ یوں خیال ہے کہ خود صاحب تعلق کو بھی بذریعہ خط امور حقہ پہنچائے جاویں اور دعا بھی کی جاوے خلاصہ یہ کہ

جسطرح یہ تعلق سرًّا ہوا ہے قطع تعلق بھی سرًّا ہو جاوے اور جسقدر اُسمیں جہر و اعلان ہوا ہے قطع تعلق میں بھی جہر و اعلان ہو جاوے بلکہ طریق مذکور میں جہر و اعلان کسی قدر زیادہ ہی ہے اس صورت میں مقصود بھی حاصل ہو جاویگا اور فتنہ بھی نہوگا ورنہ بہت سے خلجانات معلوم ہوتے ہیں لیکن اگر شرعًا یہ طریق کافی نہو اور مشاق و متاعب کا برداشت کرنا ضروری ہو تو بفضلہ تعالیٰ اللہ و رسول کی تحصیل رضا میں مجھکو یہ سب کچھ گوارا ہے اگر اللہ و رسول ناراض رہے تو جان و مال و آبرو کو کیا چولھے میں ڈالونگا

احقر نے بلا تکلف اپنا مافی الضمیر پورا پورا حضور میں عرض کر دیا اب حضور ان مضامین میں اور میرے مصالح دنیویہ و اخرویہ میں خوب غور فرما کر ارشاد فرما دیویں میں ہندوستان میں بجز حضور والا کے کسی عالم یا درویش پر اطمینان کامل نہیں رکھتا نہ کسی کو اپنا خیر خواہ سمجھتا ہوں نہ کسی سے اسقدر عقیدت و محبت و عظمت ہے حضور کی سختی کو اوروں کے لطف پر ترجیح دیتا ہوں گو ان امور کا عرض کرنا گستاخی سے خالی نہیں مگر اللہ جاننے والو تعلقی اس عرض کا باعث ہے آجکل بحصول رخصت وطن میں ہوں بوجہ حجاب اور نیز بایں خیال کہ مشافہۃً اسقدر انبساط ممکن نہ تھا حاضری سے قاصر رہا ۲۲- کو اپنے مدرسہ چلا جانیکا ارادہ ہے اگر ۱۹- کو بھی جواب تحریر فرمایا جاوے تو یہاں ملسکتا ہے ورنہ مدرسہ میں اب آخر عرض ہے کہ اگر کوئی مضمون خلاف مزاج والا معروض ہوا ہو تو معاف فرمایا جاوے دوسرے توقف جواب سے شاید حضور کو انتظار کی تکلیف ہوئی ہو اُسکو عفو فرمایا جاوے زیادہ حد ادب والسلام خیر ختام فقط ۱۳- ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ

جواب از حضرت اعلیٰ مد ظلہم العالی

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفاعنہ بعنایت فرمائے بندہ مولوی محمد اشرف علی صاحب دام مجدہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا عنایت نامہ بجواب نیاز نامہ بندہ کے پونہچا اُسوقت میرے پاس کوئی سنانے والا نتھا اور ہر کسی کو اُسکا دکھانا مناسب نہ جانا بعد مدت کے مولوی محمد صدیق گنگوہی گڑہی سے یہاں آئے اُس خط کے سرنامہ کو دیکھکر اُنہوں نے اُسکے دیکھنے کی خواہش کی چونکہ وہ بھی محرم راز تھے اُن سے بندہ نے پڑھوا کر سنا مگر موقع جواب کا اُسوقت نہ ملا بانتظاری مولوی محمد یحییٰ صاحب کے کہ وہ اُسوقت اپنے گھر گئے ہوئے تھے اُس خط کو اُٹھا رکھا جب وہ گنگوہ آئے تو آج دوسری محرم کو اُسکا جواب لکھاتا ہوں۔

مکرما امر اول کے باب میں آپکو جو کچھ اشتباہ واقع ہوا ہے وہ دو امر ہیں۔ امر اول اشغال طرق

مشائخ علیہم الرضوان امر ثانی اشارہ جناب مرشد طال بقاؤہ لہذا ہر دو امر کے باب میں بندہ کچھ لکھتا ہے سو آپ بغور ملاحظہ کریں کہ اشغال مشائخ کی قیود و تخصیصات جو کچھ ہیں وہ اصل سے بدعت ہی نہیں اُس کو مقیس علیہ ٹھیرانا سخت حیرانی کا موجب ہے خاصکر تم جیسے فہمیدہ آدمی سے کیونکہ تحصیل نسبت اور توجہ الی اللہ مامور من اللہ تعالیٰ ہے اگرچہ یہ کلی مشکک ہے کہ ادنیٰ اُسکا فرض اور اعلیٰ اُسکا مندوب اور صدہا آیات و احادیث سے مامور ہونا اُسکا ثابت ہے اور طرح طرح کے طرق و اوضاع سے اُسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ خاص حق تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے گویا ساری شریعت اجمالاً وہ ہی ہے کہ جسکا بسط بوجہ طول ناممکن ہے اگر آپ غور کرینگے تو معلوم ہوگا کہ ہر آیت و ہر حدیث سے وہ ہی ثابت ہوتا ہے پس جس چیز کا مامور بہ ہونا اس درجہ کو ثابت ہے اُسکی تحصیل کے واسطے جو طریقہ مشخص کیا جاویگا وہ بھی مامور بہ ہوگا اور ہر زمانہ اور ہر وقت میں بعض مؤکد ہو جاویگا اور بعض غیر مؤکد لہذا ایک زمانہ میں صوم و صلوٰۃ و قرآن و اذکار مذکورۂ احادیث اِس مامور بہ کی تحصیل کے واسطے کافی و وافی تھے اُس زمانہ میں یہ اشغال بایں قیود اگرچہ جائز تھے مگر اُنکی حاجت نہ تھی بعد چند طبقات کے جو رنگ نسبت کا دوسری طرح پر بدلا اور طبائع اُس اہل طبقہ کی بسبب بُعدِ زمانِ خیریت نشان کے دوسرے ڈھنگ پر آگئیں تو یہ اوراد اُس زمانہ کے اگرچہ تحصیل مقصود کر سکتے تھے مگر بدقت و دشواری لہذا طبیبان باطن نے کچھ اُنمیں قیود بڑھائیں اور کمی و زیادتی اذکار کی گویا کہ حصول مقصود ان قیود پر موقوف ہو گیا تھا لہذا ایجاد بدعت نہوا بلکہ اگر کوئی ضروری کہدیوے تو بجا ہے کیونکہ حصول مقصود بغیر اسکے دشوار ہوا اور وہ مقصود مامور بہ تھا اُسکا حاصل کرنا بمرتبۂ خود ضروری تھا پس گویا قیود مامور بہ ہوئیں نہ بدعت بعد اسکے دوسرے طبقہ میں اسی طرح دوسرا رنگ بدلا اور وہاں بھی دوبارہ تجدید کی حاجت ہوئی ثُمَّ وَثُمَّ۔ جیسا کہ طبیب موسم سرما میں ایک علاج کرتا ہے کہ وہ علاج موسم گرما میں مفید نہیں ہوتا بلکہ حصول صحت کو بعض اوقات مضر ہو جاتا ہے اور باعتبار اختلاف زمانہ کے تدبیر علاج اول دوسرے وقت میں بدل جاتی ہے جو معالجات کہ سو برس پہلے ہمارے ملک کے تھے اور جو مطب اکثر کتب سابقین میں لکھے ہوئے ہیں اب ہرگز وہ کافی نہیں اُنکا بدل ڈالنا کتب طب کے اصل قواعد کے موافق ہے اگرچہ علاج جزوی کے مخالف ہو پس اسکو فی الحقیقت ایجاد نہ کہا جاویگا بلکہ تعمیل اصل اصول کی قرار دی جاویگی۔ دوسری نظیر اعلاء کلمۃ اللہ ہے جسکو جہاد کہتے ہیں بتامّل دیکھو کہ طبقۂ اولیٰ میں تیر اور نیزہ اور سیف بلکہ پتھر بھی کافی تھا ملاحظہ احادیث سے آپکو معلوم ہے اور اِس زمانہ میں استعمال اُن

الا سراسر مضر اور ایجاد توپ اور بندوق اور تار برقی کا واجب ہوگیا کیونکہ تحصیل اعلاء کلمۃ اللہ بدون اسکے محال اب ان ایجادات کو نہ کوئی بدعت کہہ سکے اور نہ تشبہ بکفار کہکر حرام بنا سکے بلکہ اُسکو فرض اور واجب اور مامور بہ کہنا ہوگا کیونکہ تحصیل مقصود اسپر موقوف سی ہوگئی ہے پس یہ بھی مامور بہ ہوگیا علیٰ ہذا القیاس اشغال کا حال ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ آپ نے اشغال کو کیسے مقیس علیہ بنالیا اسواسطے کہ مقیس علیہ ضروری اور مامور بہ اور مقیس نہایت سے نہایت مباح اور کسی وجہ سے موقوف علیہ کسی امر مندوب کا بھی نہیں بلکہ بعض امور اُسمیں حرام اور مکروہ پھر اسکو اُسپر قیاس کرنا آپ جیسے آدمی سے کسطرح موجب حیرانی نہو لہذا اِس آپ کے قیاس کو اسپر حمل کیا جائے کہ آپ نے بدعت کے مفہوم کو ہنوز سمجھا ہی نہیں کاش ایضاح الحق الصریح آپ دیکھ لیتے یا براہین قاطعہ کو ملاحظہ فرماتے یا یہ کہ تسویل نفس و شیطان ہوئی اُسپر آپ بدون غور عامل ہوگئے اب اُمید کرتا ہوں کہ اگر آپ غور فرمائینگے تو اپنی غلطی پر مطلع و متنبہ ہو جاویں گے۔

اور امر ثانی کے باب میں اگرچہ سر دست آپکو بوجہ فرط عقیدت و محبت کے ناگوار گزرے اور اس بندہ کو گستاخ و بے ادب تصور کرو مگر حق کہدینے سے مجھے یہ امر مانع نہیں وہ یہ ہے کہ بندہ جو حضرت شیخ سے بیعت ہوا ہے اور جتنے اہل علم ذی فہم قدیم سے بیعت ہوتے رہتے تھے اور ہوتے رہے ہیں تو باوجود علم غیر عالم سے جو بیعت ہوئے تو اس خیال سے بیعت ہوئے اور ہوتے ہیں کہ جو کچھ اُستادوں سے کتب دینیہ میں اُنہوں نے پڑھا اور علم حاصل کیا کسی شیخ عارف سے اُس علم کو علم الیقین بنالیویں تاکہ عمل کرنا نفس کو اُس علم پر سہل ہو جاوے اور معلوم مشہود بنجاوے علیٰ حسب استعداد اسواسطے کوئی بیعت نہیں ہوا اور ہوتا کہ جو کچھ ہمنے پڑھا ہے اُسکے صحت و سقم کو کسی شیخ غیر عالم سے پڑتال لیں اور احکام محققہ قرآن و حدیث کو اُسکے قول سے مطابق کریں کہ جسکو وہ غلط فرماویں اُسکو آپ غلط مان لیں اور جسکو صحیح کہیں اُسکو صحیح رکھیں کہ یہ خیال سراسر باطل ہے پس اگر کسی کا شیخ کوئی امر خلاف امر شرع کے فرمادیگا تو اُسکا تسلیم کرنا جائز نہوگا بلکہ خود شیخ کو ہدایت کرنا مُرید پر واجب ہوگا کیونکہ ہر دو کا حق ہر دو پر ہے اور شیوخ معصوم نہیں ہوتے اور جب تک شیخ کسی مسئلہ کو جو بظاہر خلاف شرع ہو بدلائل شرعیہ قطعیہ ذہن نشین نہ کر دے مرید کو اُسکا قبول کرنا ہرگز روا نہیں اسکی نظیریں احادیث سے بکثرت ملتی ہیں ایک نظیر بیان کرتا ہوں اُسپر غور کیجیے۔

جب واقعہ مسیلمہ میں قرّاء بہت سے شہید ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اندیشہ ذہاب کثیر من القرآن کا

ہوا اُنہوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا مشورہ دیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بعد مباحثہ بسیار قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قبول فرمایا اور اُسکا استحسان اُن کے ذہن نشین ہوگیا اور دونوں کی رائے متفق ہوگئی اور سنیت بلکہ وجوب مقرر ہوگیا اور پھر زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اس امر کے واسطے فرمایا تو باوجود اسبات کے کہ شیخین رضی اللہ عنہما زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے علم وفضل میں بہت زیادہ تھے اور صحبت اُنکی بہ نسبت زید کے طویل تھی اور اُن کے باب میں حکم عام شارع علیہ السلام سے ہوچکا تھا کہ اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ البخاری۔ معہذا زید نے چونکہ اس امر کو محدث سمجھا تو یہی فرمایا کیف تفعلون شیئا لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے کہنے کو ہرگز تسلیم نہ کیا کیونکہ ایجاد بدعت اُن کے نزدیک سخت معیوب تھا اور شیخین کو معصوم نہ جانتے تھے لہذا مناظرہ شروع کردیا مگر جسوقت حضرات شیخین نے انکو سمجھادیا اور سنیت اس فعل کی زید کو ثابت ہوگئی تو اُسوقت بدل وجان قبول کرکر اُسکی تعمیل میں مصروف ہوگئے۔ بخاری کو تمنے خود پڑھا پڑھایا اور دیکھا ہے زیادہ کیا لکھوں۔

پس ایسا بدست شیخ ہوجانا کہ مامور ومنہی کی کچھ تمیز نہ رہے یہ اہل علم کا کام نہیں لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق یہ امر بھی عام ہے اِس سے کوئی مخصوص نہیں اور اگر کسی عالم نے اسکے خلاف کیا ہے تو بسبب فرط محبت کے اور جنون عشقیہ کے کیا ہے سو وہ قابل اعتبار کے نہیں اور ہم لوگ اپنے آپکو اس درجہ کا نہیں سمجھتے ع بمی سجادہ رنگین کن اگر پیر مغاں گوید + انہیں لوگوں کی شان میں ہے اور شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ کہ مجلس سلطان المشائخ رحمۃ اللہ علیہ سے مجتنب رہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ "فعل مشائخ سنت نباشد" آپ نے سُنا ہوگا اور حضرت سلطان المشائخ کا اُس پر یہ فرمانا کہ نصیر الدین درست کہتا ہے تصدیق تحریر بندہ کی کرتا ہے وہ امر بہت باریک جو آپ نے لکھا ہے اُسکے جواب میں اسی قدر کافی ہے اسی واسطے مشائخ اپنے مریدین علماء سے مسائل دین کی تحقیق کرتے رہتے تھے اور کرتے رہے ہیں اور اپنی معلومات مخالفہ سے تائب ہوجاتے تھے چنانچہ حضرت نے غذائے روح میں قصہ اُس عارف کا جو غار میں رہتا تھا اور ٹکیہ موم کی آنکھ میں اور بتی نجاست کی ناک میں رکھتا تھا لکھا ہے کہ انہوں نے مرید کے ہی کہنے سے کہ اِس صورت میں نماز نہیں ہوتی اپنی نمازوں کا اعادہ کیا اور اس مسئلہ کو قبول کیا اور خود بندہ کو یہ واقعات پیش آئے ہیں کہ جناب حضرات جناب حاجی صاحب وجناب حافظ صاحب جو پہلے سے مولوی شیخ محمد صاحب سے مسائل دریافت کرکر اُن پر عامل تھے بندہ کے کہنے سے کتنے مسائل کے تارک ہوگئے اور واللہ کہ حافظ صاحب

نے یہ کلمہ میرے سامنے فرمایا کہ "ہمکو بہت سے مسائل میں ہمیشہ دھوکا رہا" پس چونکہ بندہ ابتدائے صحبت سے خوکردہ ایسی عادات کا ہے اور فرط محبت وعقیدت سے عاری حضرت کے ارشاد کو جو بسبب تصدیق کرنے قول بعض مریدین بدفہم یا کم فہم کے اور مریدین خودغرض بدنام کنندہ پیران کے بحسن ظن خود صحیح سمجھ گئے ہیں سردست قبول نہیں کرتا بلکہ حضرت کو معذور جانکر خطاء سے بری سمجھتا ہوں قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من افتی بغیر علم فاثمہ علی من افتاہ لہذا حضرت کو معذور وبری جانکر اُن خودغرضوں کو آثم اور ضال ومضل ومکتسب امتعہ دنیویہ در پردہ دین یقین کرتا ہوں اور واللہ باللہ کہ تم پر خاصۃً ہرگز مجھے یہ گمان نہیں ہے بلکہ تمکو جو کچھ پیش آیا ہے بفرط عقیدۃ واقع ہوا ہے میں تمکو بھی اس امر میں معذور سمجھتا ہوں اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں اگرچہ میں تمہارا شاکی بھی ہوں مگر یہ شکوہ میرا بوجہ محبت کے ہے کیونکہ شکوہ اپنوں کا ہی ہوتا ہے غیروں سے کسی کو شکوہ نہیں ہوتا۔ امر اول کا جواب تمام ہوچکا۔

امر ثانی کے باب میں جو کچھ آپ نے تدبیریں لکھی ہیں اُنمیں بندہ کچھ دخل نہیں دیتا جسطرح مناسب جانو اور مصلحت سمجھو اُسکی تدبیر کرو غرض خلق خدا کو مبتدع کے پنجہ سے چھڑانا منظور ہے جسطرح حاصل ہو اور جو تشدد کہ موجب فساد ہو اُس سے بچنا مناسب ہے۔

اس مرتبہ کے مواعظ وبیانات آپ کے جو تھانہ بھون ہوئے اُنکو سُن سُنکر بندہ بہت خوش ہوا اور تمہارے واسطے دعائے خیر کرتا ہوں فقط

اس تحریر میں اگر کوئی آپکو شبہہ ہو تو اُسکے اظہار کی اجازت ہے ہرگز شرم نہ کریں بندہ ہرگز ناخوش نہ ہوگا اگر مجھسے کوئی خطا ہوئی ہوگی تو بشرط فہم اُسکے قبول کرنے میں دریغ نہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ ۵ محرم الحرام۔

تیسرا خط از مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

از کمترین خدام محمد اشرف علی۔ بعالیخدمت سراپا برکت دستگیر درماندگان رہنمائے راہ گم گشتگان حضرت مولانا الحاج الحافظ المولوی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم۔ بعد تسلیم نیاز خادمانہ التماس ہے والانامہ عین انتظار میں شرف صدور لایا حضور نے جو اس نادان ناکارہ کی دستگیری فرمائی اگر ہر بُن مو سے اسکا شکر ادا کروں تو محال ہے پس بجز اسکے کیا عرض کروں ع شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمتہائے تو + بالخصوص کلمات محبت وشفقت آمیز سے جو کچھ مسرت وطمانیت ہوئی شاید عمر بھر بھی کبھی مجھکو میسر نہیں ہوئی اللہ تعالیٰ حضور کی ذات اقدس کو باین افادہ ہم نیازمندوں کے سر پر سلامت رکھے چونکہ حضور کے

دربار سے مکرر استفسار کی اجازت عطا ہوئی ہے اسلئے بہت ادب سے پھر اپنے بعض خیالات بغرض استشفاء عرض کرتا ہوں - امر اول میں ارشاد عالی اچھی طرح سمجھ میں آگیا مگر ابھی اسقدر شبہ باقی ہے کہ مقیس کو اگر ذریعہ حصول ایک امر ماموربہ کا کہا جاوے تو ممکن ہے یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف کرنا اور آپکی محبت و عظمت کا دل میں جگہ دینا ضرور ماموربہ ہے زمان سابق میں بوجہ شدت ولہ و ولع خود جا بجا چرچا ہی رہتا تھا اور عظمت و محبت سے قلوب بھی لبریز تھے بعد چندے لوگوں کو ذہول ہوا محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ نے آپکے اخلاق وشمائل و معجزات و فضائل جداگانہ مدون کئے تاکہ اُسکے مطالعہ سے وہ غرض حاصل ہو پھر یہی مضامین بہیئت اجتماعی منابر پر بیان کئے جانے لگے پھر اہل ذوق نے اور کچھ قیود و تخصیصات جن میں بعض سے سہولت عمل مقصود تھی بعض سے ترغیب سامعین بعض سے اظہار فرح و سرور بعض سے توقیر و تعظیم اس ذکر و صاحب ذکر کی منظور تھی بڑھالی مگر مطمح نظر وہی حصول حب و تعظیم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم رہا گو کہ حصول حب و عظمت کا توقف اس ہیئت خاصہ پر بمعنی لولاہ لامتنع عقلاً ثابت نہیں مگر یہ توقف مقیس علیہ میں بھی نہیں ہاں بھی توقف بمعنی ترتب ہے یا لولاہ لامتنع عادۃً سو اسکی گنجایش مقیس میں بھی ہے کیونکہ ترتب تو ظاہر ہے اور عند التامل امتناع عادی بھی ہے گو اسقدر فرق بھی ہے کہ یہ امتناع مقیس علیہ میں باعتبار اکثر طبائع کے ہے اور مقیس میں باعتبار بعض طبائع کے چنانچہ دیار و امصار شرقیہ میں بوجہ غلبہ الحاد و دہریت یا کثرت جہل و غفلت یہ حال ہے کہ وعظ کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں اور ان محافل میں یا بوجاہت میزبان یا اور کسی وجہ سے آکر فضائل و شمائل نبویہ اور اس ضمن میں عقائد و مسائل شرعیہ سُن لیتے ہیں اس ذریعہ سے میرے مشاہدہ میں بہت لوگ راہ حق پر آگئے ورنہ شاید اُنکی عمر گزر جاتی کہ کبھی اسلام کے اصول و فروع اُنکے کان میں بھی نہ پڑتے اور اگر توقف سے قطع نظر کیا جاوے تب بھی ترتب یقیناً ثابت ہے سو جواز کے لئے یہ بھی کافی معلوم ہوتا ہے چنانچہ حضور کا ارشاد ہے کہ اُس زمانہ میں یہ اشتغال باین قیود اگرچہ جائز تھے مگر انکی حاجت نہ تھی انتہی - اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز ذریعہ تحصیل ماموربہ کا ہو خواہ وہ محتاج الیہ ہو یا نہو جائز ہے سو ذریعہ ہونا اسکا تو بہت ظاہر ہے سامعین کے قلوب اُسوقت آپ کے احترام و عظمت و شوق و عشق و ادب و توقیر سے مملو و مشحون ضرور نظر آتے ہیں البتہ اسمیں جو امور مکروہ و حرام مخلوط ہو گئے ہیں وہ واجب الترک ہیں چنانچہ احقر ہمیشہ سے اسمیں ساعی ہے اور سابق بعض اصلاحیں جو کئی ماہ وعظ میں تفصیلاً بیان کی گئی تھیں بعض لوگوں نے اختصار کے ساتھ اُسے چھاپکر شائع بھی کر دیا تھا ملاحظہ کے لئے مرسل ہیں -

بفضلہ تعالیٰ سب نے اُسکو تسلیم کیا اور اکثروں نے عمل بھی کیا سوا ایسے امور مکروہہ مقیس علیہ میں بھی بہت سے شامل ہوگئے ہیں جنکی اصلاح واجب ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ اسکے متعلق بھی ایک رسالہ عنقریب لکھکر حضور کے ملاحظہ میں بنظر اصلاح پیش کرونگا دعا کا امیدوار ہوں کیونکہ جہلاء صوفیہ کے سبب زندقہ کی بہت ترقی ہورہی ہے۔ سو ابتک مقیس ومقیس علیہ میں اچھی طرح سے فرق سمجھ میں نہیں آیا براہین میں بدعت کی تعریف دیکھی وہ ماشاء اللہ تعالیٰ بالکل مقبول وصحیح ہے انشاء اللہ تعالیٰ تمام معروضات میں وہ پیش نظر رہا کریگی۔

دوسرا امر جو متعلق اتباع شیوخ کے ارشاد ہوا ہے الحمد للہ کہ میرا اعتقاد کبھی اسکے برخلاف نہیں ہوا امر ناجائز شیخ کے فرمانے سے کبھی جائز نہیں ہوسکتا لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق پر ایمان والیقان ہے مگر اتنا ضرور میرے خیال میں ہے کہ اگر مختلف فیہ مسئلہ میں شیخ کامل کسی شق کا حکم کریں اُسکا اتباع اقل درجہ جائز ہے تین شرط سے اول یہ کہ اُس مسئلہ میں دلائل وقواعد شرعیہ سے اختلاف کی گنجائش ہو۔ دوسرے یہ کہ شیخ گو حاکم اصطلاحی نہو مگر نورانیت قلب وشرح صدر وسلامت فہم رکھتا ہو جس سے یہ توقع ہو کہ اُسمیں ایک شق کے ترجیح دینے کی قابلیت ہے بالخصوص جبکہ شیخ پر مسئلہ کے متعلق دونوں حکم متعارض پیش کئے جاویں اور دلائل جانبین کے بھی ذکر کردئے جاویں اور پھر وہ ایک شق کو ترجیح دیں۔ تیسرے یہ کہ مرید کو بھی خواہ دلیل سے یا تصرف شیخ سے شرح صدر ہو جاوے سو احقر کے نزدیک مسئلہ متکلم فیہا میں یہ سب امور موجود ہیں یعنی بوجہ اسکے کہ ایک جم غفیر اُسکے جواز کی طرف گئے ہیں مختلف فیہ ومجتہد فیہ معلوم ہوتا ہے اور حضرت شیخ مدظلہ کے فہم میں اسقدر قوت ضرور سمجھ رہا ہوں کہ قولین متعارضین کے پیش ہونے کے بعد ایک جانب کو ترجیح دیسکیں اور مجوزین سے حضرت صاحب مدظلہ کو گو حسن ظن ہے مگر میں تو خود مشاہدہ کر آیا ہوں کہ اُن میں سے کوئی بھی حضرت شیخ کی نظر میں خدام والا کی برابر مقبول ومنظور ومبصر ومحقق نہیں بارہا اس قسم کے تذکرے آئے حضرت صاحب خدام والا کی نسبت "نعمت عظمیٰ وغنیمت کبریٰ اور ہندوستان میں عدیم النظیر" وغیرہ وغیرہ الفاظ ارشاد فرماتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ "خدام والا کے جمیع احکام وفتاوی محض للّٰہیت پر مبنی ہیں" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کو خود اس مسئلہ میں شرح صدر ہے اور اسکو باصرار فرماتے ہیں اور دوسرے قول پر انکار بھی نہیں فرماتے ہیں اور مخاطب کو حضرت کے ارشاد سے اطمینان بھی ہوجاتا ہے ایسی صورت میں اتباع کو ابتک جائز سمجھا ہوا ہوں یہ اظہار تھا مافی الضمیر کا۔ احقر نے بہت کوشش کی ہے کہ تمام عریضہ میں کسی مضمون میں مناظرہ کا رنگ نہ آنے پائے محض استفادہ واستشارہ مقصود ہے

شاید بلا قصد کہیں ایسا ہوگیا ہو تو حضور کے مکارم اخلاق اور مراحم اشفاق سے اُمید ہے کہ انما الاعمال بالنیات
(اعمال کا مدار نیتوں پر ہے)
پر نظر فرما کر معاف فرمایا جاوے حضور نے جو محبت کے ساتھ شکوہ فرمایا ہے اُسپر اُسی قدر مسرور ہوں جیسے کہ
بنی سلمہ و بنی حارثہ آیۃ واذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا واللہ ولیہما کے نزول پر اللہ تعالیٰ حضور کی برکت سے
ہم بے راہوں کو راہ پر لگاوے انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے باب ہیں بخصوصاً و عموماً سعی کی جاوے گی دعا سے مدد
فرمایئے مواعظ پر حضور نے اپنی خوشنودی کا مژدہ ارشاد فرمایا میں سچ عرض کرتا ہوں کہ حضور کی رضا کو دلیل
قبول و وسیلۂ نجات سمجھتا ہوں خدا کرے صدور خطا پر بھی حضور ہم خدام سے کبھی ناخوش نہ ہوں بلکہ تنبیہ
فرماویں بخدمت جناب کاتب صاحب کہ غالباً مولوی محمد یحییٰ صاحب ہیں سلام شوق قبول ہو اگر کوئی اور
صاحب ہوں تو اسم گرامی سے مطلع فرماویں میں خط سے نہیں پہچان سکا باقی خیریت ہے والسلام مع الاکرام
از کانپور ۸ محرم الحرام یوم الخمیس ۱۳۱۱ ہجری۔

جواب از حضرت مولانا قدس سرہٗ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا آپ نے جو شبہ مساوات مقیس و مقیس علیہ میں لکھا ہے موجب تعجب ہے مگر بمقتضائے حبک الشئی یعمی و یصم ایسے شبہات کا ورود عجب نہیں بغور دیکھو کہ مقیس علیہ خود ذکر ہے کہ مطلق ذکر مامور بہ کا فرد ہے اور اُسکے ملاحظات و ہیئات یا ذکر ہیں یا وہ امور ہیں کہ نص سے اُنکی اصل ثابت ہے پس وہ ملحق بالسنۃ ہیں اور بضرورت موقوف علیہ مقصود کے تخصیص اور تعیین اُنکی کی گئی اور عوام تو کیا خواص میں بھی صدہا میں معدود شخص عالم ہیں لہٰذا عوام کے ضرور سمجھ جانے کا وہاں محل نہیں اور مقیس میں جو قیود مجلس ہیں بعض موہم شرک ہیں اور بعض امور در اصل مباح مگر بسبب اشاعت ہر خاص و عام کے ملوث ببدعت ہو کر ممنوع ہو گئے کہ عوام اُنکو ضروری بلکہ واجب جانتے ہیں اور مجالس مولود میں جسقدر عوام کو دخل ہے خواص کو نہیں اور یہ قیود مذکورہ غیر مشروعہ موقوف علیہ محبت کے ہرگز نہیں آپ خود معترف ہیں پس اسکو مقیس علیہ کے ساتھ کیا مناسبت اور داعی عوام کو سماع ذکر کی طرف ہونا اُسوقت تک جائز ہے کہ کوئی منع شرعی اسکے ساتھ لاحق نہو ورنہ رقص و سرود زیادہ تر دواعی ہیں اور روایات موضوعہ زیادہ تر موجب محبت گمان کیجاتی ہیں پس کون ذی فہم بعلت دعوۃ عوام ان کا مجوز ہو جائیگا یہ جواب آپکی تقریر کا ہے کہ سماع ذکر ولادت بہئیت کذائیہ کو آپ موجب ازدیاد محبت تصور کرتے ہے اور بذریعہ غیر مشروع کے تحصیل محبت کی اجازت دیتے ہیں ورنہ فی الحقیقت جو

امر غیر کہ بذریعہ نامشروعہ حاصل ہو وہ خود ناجائز ہے اور جو کچھ بندہ کا مشاہدہ ہے وہ یہ ہے کہ مولود کے سننے والے اور شیفتہ مجالس مولود صدہا ہوتے ہیں کہ اُن میں ایک بھی سنت کا متبع اور محب نہیں ہوتا اور عمر بھر مولود سننے سے محبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و محبت سنت ذرہ بھر بھی اُن کے دل میں پیدا نہیں ہوتی بلکہ بے اعتنائی عبادات اور سنن سے بجد اُن کے جی میں آجاتی ہے اور اگر تسلیم کیا جاوے کہ آپکی محفل میلاد خالی ہے جملہ منکرات سے اور کوئی امر نامشروع اُس میں نہیں ہے تو دیگر مجالس تمام عالم کی تو سراسر منکر ہیں اور یہ فعل آپ کا اُن کے لئے مؤید ہے پس یہ فعل مندوب آپ کا جب مُغوی خلق ہوا تو اُسکے جواز کا کیسے حکم کیا جاوے گا اگر حق تعالیٰ نے نظر انصاف بخشی تو سب واضح ہے ورنہ تاویل و شبہات کو بہت کچھ گنجایش ہے مذاہب باطلہ کی اہل حق نے بہت کچھ تردید کی مگر قیامت تک بھی اُن کے شبہات تمام نہ ہوں گے فقط۔

امر ثانی میں سُنئے کہ حضرت اعلیٰ کا ارشاد پانچ چھ سال پہلے یہی تھا کہ ”نفس ذکر جائز اور قیود بدعت“ چنانچہ اس قسم کی تحریرات اب بھی موجود ہیں مگر بعد حضور مجوزین کے جو تحقیق ہوئی ہے خلاصہ اُس کا ہفت مسئلہ میں آپ نے خود لکھا ہے کہ جناب حضرت مدظلہ مجوزین و مانعین ہر دو کی تصویب فرما رہے ہیں حالانکہ ایک مسئلہ جزئیہ عملیہ جو مجتہدین میں مختلف فیہ ہے عند اللہ حق اُس میں ایک ہی ہے اور دوسرا غلط تو کشف سے اگر صاحب کشفِ حق ایک جانب کو حق جان لیوے تو دوسری جانب کو حق نہیں کہہ سکتا کیونکہ کشفاً ایک ہی حق ہوتا ہے پس دونوں کی تصویب اور ایک کے ترجیح کے کیا معنی سوائے اسکے کہ دونوں جانب علماء تصور فرما کر اس مسئلہ کو مختلف فیہ خیال فرمایا اور اُسکو مسئلہ فرعیہ تصور فرمایا حالانکہ یہ مسئلہ اعتقادیہ ہے اگرچہ بادی النظر میں مسئلہ فرعیہ خیال کیا جاتا ہے اور مسئلۂ اعتقادیہ میں حق ایک ہی ہوتا ہے ظاہر میں بھی مثل باطن کے اسی واسطے اہل اہوا اگرچہ صدہا علماء ہیں اُنکی کثرت پر نظر نہیں ہوتی اور مسئلہ مختلف فیہا نہیں کہا جاتا اور حضرت اعلیٰ وجہ ترجیح کو خود ہی تحریر فرماتے ہیں آپ نے اپنے قلم سے لکھا ہے کہ ان قیود کو بدعت ہی نہیں سمجھا کیونکہ فرماتے ہیں کہ ”بدعت وہ ہے کہ غیر دین کو دین میں داخل کیا جاوے“ اور اسپر حدیث من احدث فی امرنا ہذا الخ کو دلیل لائے ہیں اس سے صاف واضح ہے کہ یہ ترجیح کشفی نہیں ہے باقی یہ بات کہ ترجیح اعلیحضرت کی صحیح نہیں اسکو میں نہیں لکھتا اگرچہ یہ اصل اُنکی صحیح ہے مگر اندراج اِس جزئیہ کا اِس اصل میں صحیح نہیں ہے آپ تامل کرینگے تو واضح ہو جاویگا۔

اور اس مسئلہ کو مختلف فیہا و مجتہد فیہا سمجھنا تعجب ہے کیونکہ وہ مسئلہ مختلف فیہا بظاہر دونوں طرف صواب ہوتا ہے
کہ مجتہد مطلق یا مقید یا علماء راسخین محقق باہم میں مختلف فیہ ہو اور عوام علماء کا اختلاف مسئلہ کو مجتہد فیہ نہیں بناتا بلکہ
اسمیں ایک ہی جانب حق ہوتی ہے کہ جو موافق قانون شریعت کے ہو اور دوسری رائے باطل ہوتی ہے فقط

اور یہ جو کچھ بندہ نے لکھا ہے اگر میں بھی یہ کہنے لگوں کہ میں نے بھی کشفاً اسکو معلوم کرلیا ہے تو بجا ہے
مگر میرا منہ اس کلمہ کے کہنے کا نہیں ہے اور چونکہ آپکو بحسن عقیدہ اسکے خلاف شرح صدر ہوگیا ہے تو امید ہے
کہ کسی کا لکھنا یا کہنا آپکو مفید نہوگا۔ البتہ اسمیں شک نہیں کہ ہمنے اہل مولود میں سے آجتک کسی کو متبع سنت
نہیں دیکھا فقط والسلام مورخہ ۱۲- محرم ۱۳۱۵ھ ہجری۔

از مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب مدت فیوضہ

از احقر خلق محمد اشرف علی عفی عنہ بخدمت سراپا برکت حضرت مولانا مقتدانا سیدنا الحافظ الحاج المولوی
رشید احمد صاحب دامت برکاتہم - پس از تسلیمات مقرون بآلاف التکریم واصناف التعظیم معروض آنکہ والا نامہ
موجب اعزاز و افتخار ہوا اپنی کج فہمی پر حضور کے اشفاق کو کہ برابر تفہیم فرماتے ہیں دیکھکر نہایت شرماتا ہوں اور شرم
سے دوبارہ عرض کرنے کی ہمت نہیں ہوتی مگر حضور کی اجازت پر اس سے پہلے عریضہ میں اپنے شبہات کو
پیش کیا تھا لیکن اس والا نامہ کا یہ مضمون (اور چونکہ آپ کو بحسن عقیدہ اسکے خلاف شرح صدر ہوگیا ہے
تو امید ہے کہ کسی کی تحریر آپکو کافی نہ ہوگی) کسی قدر موہم تکدر خاطر خدام والا ہوا اعوذ باللہ من غضب اللہ
وغضب رسول اللہ وغضب ورثۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی وجہ سے کچھ عرض کرنے کی جرأت نہوتی
تھی کئی روز اسی شش و پنج میں گزر گئے مگر آخر میں یہ رائے ہوئی کہ انما شفاء العی السوال بے عرض کئے
کیسے دل صاف ہوگا اور یہ خیال ہوا کہ ابتک اس شرم ہی شرم میں شبہات پیدا ہو گئے اگر پہلے سے تھوڑی
جرأت کیجاتی تو یہ نوبت کاہے کو آتی اس وجہ سے پھر عرض کرنیکی ہمت ہوئی لیکن اسکے ساتھ ہی یہ التماس ہے کہ اگر میرا
عرض کرنا خدام والا کو ذرہ بھر بھی موجب تکدر ہو تو بے تکلف صراحۃً فرما دیا جاوے میں انشاء اللہ بلا حجۃ اتباع
کرونگا کیونکہ احقر اپنی نسبت حضور سے ایسی سمجھتا ہے کہ جیسے مقلد کی نسبت مجتہد سے اور اگر اجازت ہوگی
تو عرض کرسکونگا احقر بقسم کہتا ہے کہ میرے قلب میں تو نہ اس عمل کی محبت ہے نہ اسکے ساتھ شغف بلکہ
میں خود اسکے ترک کو افضل و اولی سمجھتا ہوں چنانچہ اسی قسم کے امور کی بناء پر جلسہ ہائے دستار بندی کا اہتمام
ترک کردیا گیا اور اس مضمون کو چھاپکر شائع بھی کردیا مگر یہاں کے مجموعی حالات کے مقتضی ایسے ہیں کہ مخالفت

کرنا سخت دشوار و موجب فتنہ ہے اور اس موقع پر ہر قسم کے لوگ مواعظ بھی سُن لیتے ہیں منکرات کی اصلاح
بھی اس طرح سے سہل ہے شریک ہو جاتا تھا مگر جب ہی تک کہ اسکو جائز سمجھا جاوے اسی واسطے جو شبہات
دل میں آئے معروض ہوئے اور اُن سے مقصود محض حصول شفا ہے کہ جس سے مجھکو بفضلہ تعالیٰ جلدی
امید کامیابی کی ہے اور متعصبین کو تو دل سے طلب حق مقصود نہیں ہوتی اسلئے اُنکو عمر بھر حق کا پتہ
نہیں لگتا میں تو ہر نماز کے بعد دل سے دعا مانگتا ہوں اهدنا الصراط المستقيم الخ ربنا لاتزغ قلوبنا الخ اللهم
ارنا الحق حقا الخ تنہائی میں بیٹھکر سوچا کرتا ہوں کہ حق کیا ہے میرے اختیار میں بجز طلب و توجہ الی اللہ
و سوال علماء محققین اور کیا ہے آئندہ اللہ تعالیٰ کو اختیار ہے اور توبہ توبہ میں کیا میرا شرح صدر کیا اور حضور
کے جن کمالات کا مجھے اعتقاد ہے اُن کے روبرو کشف کیا چیز ہے جسکی تصدیق میں مجھکو تردد ہو آپ کے
ارشاد کو بدل و جان تصدیق کرتا ہوں مگر بمقتضائے حدیث انما شفاء العي السوال اسوقت پھر کچھ عرض کرتا ہوں
امر ثانی میں تو مجھکو اجمالاً یوں اطمینان و شفاء کامل ہو گئی کہ اعلیٰحضرت مدظلہم کی معرفت جسقدر حضور کو
ہے ہم لوگوں کو قیامت تک بھی نصیب نہو گی اُس میں کلام طویل کرنا خدام والا کو پریشان کرنا ہے اب صرف
امر اول رہگیا سو مقیس و مقیس علیہ میں واقعی یہ فرق تو ہے کہ مقیس علیہ کے عامل خواص میں بھی کم ہیں۔
اگرچہ اسوقت مدعیوں نے عوام جہلاء میں بھی یہ قصہ پھیلا دیا ہے اور وہ بھی بُرے عقیدوں کے ساتھ مگر
پھر بھی مقیس کی برابر شیوع نہیں اور یہ بات بھی ہے کہ عاملان مقیس میں متبعان سنت کم ہیں اگرچہ اسکی وجہ
سوء تعلیم بیان کرنے والوں کی ہو مگر خیر کچھ ہی سہی قلت ضرور ہے اور یہ امر بھی یقینی ہے کہ جو امر خیر بذریعہ غیر مشروع
حاصل ہو وہ امر خیر نہیں ہے اور جب قیود کا غیر مشروع ہونا ثابت ہو جاوے تو اُسکا ثمرہ کچھ ہی ہو جائز الحصول
نہ ہو گا اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ مجالس منکرہ بکثرت ہوتی ہیں اور منکر کی تائید اگر غیر منکر سے ہو تو وہ بھی سزاوار
ترک ہے جبکہ عند الشرع فی نفسہ ضروری نہو اب اسوقت دو امر قابل عرض ہیں کہ تقیید مطلق کی آیا مطلقاً
ممنوع ہے یا جبکہ اُس قید کو مرتبہ مطلق میں سمجھا جاوے یعنی اگر مطلق واجب تھا تو قید کو بھی واجب سمجھا جاوے
اور اگر وہ مندوب و موجب قرب تھا تو قید کو بھی مندوب و موجب قرب سمجھا جاوے در صورت اولیٰ تقییدات
عادیہ میں شبہہ ہو گا اور صورت ثانیہ میں جب مطلق کو عبادت سمجھا اور قید کو بناءً علی مصلحۃ ما عادت سمجھا جاوے
تو فی نفسہ اُسمیں قبح نہ ہو گا ہاں اگر مودی بہ فساد عقیدہ عوام ہو تو اُسمیں قبح لغیرہ ہو گا لیکن اگر اُسکا فاعل
زبان سے اصلاح عقیدہ عوام کی بالاعلان کرتا ہے اُسوقت بھی یہ قبح رہے گا یا نہیں اگر نہ رہیگا فبہا اور اگر

رہیگا تو اس صورت میں بعض اعمال ہیں جو عوام میں شائع ہو رہے ہیں اور ظاہراً اُنکی عقیدت میں اُنکی نسبت غلو و افراط بھی ہے اور خواص کے فعل بلکہ حکم سے اور قول سے بھی اُسکی تائید ہوتی ہے اور اُسکا وجوب شرعی بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوا اور عوام بلکہ بعض خواص میں اُسپر مفاسد بھی مرتب ہو رہے ہیں ایسے اعمال میں شبہہ واقع ہوگا مثلاً تقلید شخصی کہ عوام میں شائع ہو رہی ہے اور وہ اُسکو علماً اور عملاً اسقدر ضروری سمجھتے ہیں کہ تارک تقلید سے گو کہ اُسکے تمام عقائد موافق کتاب و سنت کے ہوں اسقدر بغض و نفرت رکھتے ہیں کہ تارکین صلوٰۃ فساق و فجار سے بھی نہیں رکھتے اور خواص کا عمل و فتویٰ وجوب اسکا مؤید ہے گو خود اُنکو علی سبیل الفرض اتنا غلو ہو اور دلیل ثبوت اسکی یہ مشہور ہے کہ ترک تقلید سے مخاصمت و منازعت ہوتی ہے جو کہ ممنوع ہے سو مودی الی الممنوع ممنوع ہوگا پس اُسکی ضد واجب ہوگی مگر دیکھا جاتا ہے کہ بوجہ اختلاف آراء علماء و کثرت روایات مذہب واحد معین کے مقلدین میں بھی عوام کیا خواص میں مخاصمت و منازعت واقع ہے اور غیر مقلدین میں بھی اتفاق و اتحاد پایا جاتا ہے غرض اتفاق و اختلاف دونوں جگہہ ہے اور مفاسد کا ترتب یہ کہ اکثر مقلدین عوام بلکہ خواص اسقدر جامد ہوتے ہیں کہ اگر قول مجتہد کے خلاف کوئی آیت یا حدیث کان میں پڑتی ہے اُنکے قلب میں انشراح و انبساط نہیں رہتا بلکہ اول استنکار قلب میں پیدا ہوتا ہے پھر تاویل کی فکر ہوتی ہے خواہ کتنی ہی بعید ہو اور خواہ دوسری دلیل قوی اُسکے معارض ہو بلکہ مجتہد کی دلیل اُس مسئلہ میں بجز قیاس کے کچھ بھی نہو بلکہ خود اپنے دل میں اُس تاویل کی وقعت نہو مگر نصرت مذہب کے لئے تاویل ضروری سمجھتے ہیں دل یہ نہیں مانتا کہ قول مجتہد کو چھوڑ کر حدیث صحیح صریح پر عمل کرلیں بعض سنن مختلف فیہا مثلاً آمین بالجہر وغیرہ پر حرب و ضرب کی نوبت آجاتی ہے اور قرون ثلثہ میں اسکا شیوع بھی نہ ہوا تھا بلکہ کیفما اتفق جس سے چاہا مسئلہ دریافت کرلیا اگرچہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس مستحدث کرنا جائز نہیں یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اُسپر عمل جائز نہیں کہ حق دائر و منحصر ان چار میں ہے مگر اسپر بھی کوئی دلیل نہیں کیونکہ اہل ظاہر ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جاوے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا البتہ ایک واقعہ میں تلفیق کرنے کو منع لکھا ہے تا کہ اجماع مرکب کے خلاف نہ ہو جاوے باوجود ان سب امور کے تقلید شخصی کا استحسان و وجوب مشہور و معمول ہے سو اس کا قبح کسطرح مرفوع ہوگا دوسرا امر یہ کہ مسئلہ متکلم فیہا کے اعتقادی ہونیکی کیا صورت ہے بادی النظر میں تو فرعی عملی معلوم ہوتا ہے۔

تتمیم فائدہ کے لئے دو امر کی تحقیق اور منظور ہے کہ تشبہ منہی عنہ کی حد جامع و مانع کیا ہے بعض طرق ریاضت کے مثل حبس دم وغیرہ کے اہل ہند کے اعمال سے ہیں انگرکھا اہل ہند کے لباس سے ہے رجعت قہقری کعبہ سے وداع کے وقت اسمیں تخصیص بھی ہے اور نسوان اہل ہند اپنے معابد کے ساتھ کرتے ہیں دوسرے یہ کہ التزام مالایلزم اعتقاد وجوب سے ممنوع ہوتا ہے یا بلا ناغہ اُسکے استمرار سے بھی گو کسی قدر صلابت و اہتمام کے ساتھ ہو التزام ممنوع ہوجاتا ہے صحابی ملتزم قرأت "قل ہو اللہ احد" سے "ما حملک علی لزوم ہذہ السورۃ" دریافت فرما کر نہی نفرمانا دلیل تقریری جواز لزوم عمل کی معلوم ہوتی ہے ان شبہات کے صاف ہونے کے بعد اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالٰی حضور کو تکلیف دینے کی نوبت نہ آویگی میں بہت ادب سے اس جرأت کی معافی چاہتا ہوں مگر کیا کروں خدا جانے سب جگہ سے نا اُمید ہو کر خدام والا سے رجوع کیا ہے اگر حضور بھی نا اُمید کردینگے تو پھر کہاں جاؤنگا پھر شیطان بہکاویگا کہ اجتہاد کر پھر خرابی ہوگی اللہ تعالٰی آپکو باین فیوض و برکات سلامت باکرامت رکھے آمین۔

تازہ خبر حسرت اثر یہ ہے کہ کل مکہ معظمہ سے میرے ایک ملاقاتی کا خط ایک حاجی صاحب لائے ہیں لکھا ہے کہ حافظ حاجی احمد حسین صاحب امین الحجاج ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ کو رحلت فرمائے عالم بقا ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون اللہم ارحمہم رحمۃ واسعۃ۔ نہایت رنج ہے کئی طرح سے اول خود اُن کے انتقال کا رنج دوسرے اُن سے حجاج کو کسقدر نفع تھا تیسرے حضرت صاحب کی تنہائی و تشویش کا چوتھے چھوٹے چھوٹے بچوں کا خیال پانچویں خدا کرے ردودائع میں کوئی نقصہ نہ ہوا اور اعلٰحضرت بفضلہ تعالٰی خیریت سے ہیں مد اللہ تعالٰی ظلال فیوضہم زیادہ حد ادب بخدمت مولوی محمد یحیٰی صاحب کاتب خطوط و مولوی صادق الیقین صاحب اگر حاضر ہوگئے ہوں سلام مسنون از کانپور ۱۸ محرم ۱۳۱۵ ہجری۔

جواب

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند خط آپ کا آیا بظاہر آپنے جملہ مقدمات محررہ بندہ کو تسلیم کرلیا اور قبول فرمالیا البتہ تقلید شخصی کے سبب کچھ تردد آپکو باقی ہے لہذا اُسکا جواب لکھواتا ہوں مقید بامر مباح میں اگر مباح اپنی حد سے نہ گزرے یا عوام کو خرابی میں نہ ڈالے تو جائز ہے اور اگر ان دونوں سے کوئی امر واقع ہوجاوے تو نا جائز ہوگا اس مقدمہ کو خود تسلیم کرتے ہو اب تقلید کو سنو کہ مطلق تقلید مامور ہے بقولہ تعالٰی فاسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون اور بوجہ دیگر نصوص مگر بعد ایک مدت کے تقلید غیر شخصی کے سبب مفاسد پیدا ہوئے کہ آدمی بسبب اُسکے لاابالی اپنے دین سے ہوجاتا ہے اور اپنی ہوائے نفسانی کا

اتباع اُسمیں گویا لازم ہے اور طعن علماء مجتہدین و صحابہ کرام اسکا ثمرہ ہے ان امور کے سبب باہم نزاع بھی پیدا ہوتا ہے اگر تم بغور دیکھو گے تو یہ سب امور تقلید غیر شخصی کے ثمرات نظر آئینگے اور اسپر احکام مرتب ہونا آپ پر واضح ہو جائے گا لہذا تقلید غیر شخصی ان خطوں کے سبب گویا ممنوع من اللہ تعالیٰ ہو گئی پس ایسی حالت میں تقلید شخصی گویا فرض ہو گئی اسواسطے کہ تقلید مامور بہ کی دو نوع ہیں شخصی و غیر شخصی اور تقلید بمنزلہ جنس ہے اور مطلق کا وجود خارج میں بدون اپنے کسی فرد کے محال ہے پس جب غیر شخصی حرام ہوئی بوجہ لزوم مفاسد تو اب شخصی معین مامور بہ ہو گئی اور جو چیز کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو اگر اُسمیں کچھ مفاسد پیدا ہوں اور اُسکا حصول بدون اُس ایک فرد کے ناممکن ہو تو وہ فرد حرام نہ ہوگا بلکہ ازالہ اُن مفاسد کا اُس سے واجب ہوگا اور اگر کسی مامور کی ایک نوع میں نقصان ہو اور دوسری نوع سالم اُس نقصان سے ہو تو وہی فرد خاصۃً مامور بہ بجا آتا ہے اور اُسکے عوارض میں اگر کوئی نقصان ہو تو اُس نقصان کا ترک کرنا لازم ہوگا نہ اُس فرد کا یہ حال وجوب تقلید شخصی کا ہے اسیواسطے تقلید غیر شخصی کو فقہاء نے کتابوں میں منع لکھا ہے مگر جو عالم غیر شخصی کے سبب مبتلا ان مفاسد مذکورہ کا نہو اور نہ اُسکے سبب سے عوام میں ہیجان ہو تو اُسکو تقلید غیر شخصی اب بھی جائز ہوگی مگر اتنا دیکھنا چاہیے کہ تقلید شخصی و غیر شخصی دو نوع ہیں کہ شخصیت و غیر شخصیت دونوں فصل ہیں جنس تقلید کی کہ تقلید کا وجود بغیر ان فصول کے محال ہے کیونکہ یہ فصول ذاتیات میں داخل ہیں پس اسکا حال قیود مجلس میلاد سے جدا ہے بادی النظر میں یہ دونوں یکساں معلوم ہوتے ہیں ورنہ اگر غور کیا جاوے تو واضح ہے کہ ذکر ولادت جدا شے ہے اور فرش و فروش و روشنی وغیرہ قیود مجوزہ کوئی فصل ذکر کی نہیں بلکہ امور منضمہ ہیں کہ بدون ان کے ذکر ولادت حاصل ہو سکتا ہے سو ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا درست نہیں معہذا اوپر کے کلیہ سے حال منضم کا حال معلوم ہو چکا کہ جب تک اپنی حد پر ہوگا جائز اور جب اپنی حد سے خارج ہوا تو ناجائز اور امور مرکبہ میں اگر کوئی ایک جزو بھی ناجائز ہو جاوے تو مجموعہ پر حکم عدم جواز کا ہو جاتا ہے آپکو معلوم ہے کہ مرکب حلال و حرام سے حرام ہوتا ہے یہ کلیہ فقہ کا ہے میں اُمید کرتا ہوں کہ اس تقریر سے آپکی اُس طول تحریر کا جواب حاصل ہو گیا ہو گا جو آپنے دربارہ تقلید لکھی ہے لہذا زیادہ بسط کی حاجت نہیں ہے کیونکہ تم خود فہیم ہو۔ اس مسئلہ کے باب عقائد میں سے ہونے کا سبب دریافت فرمایا ہے سو غور کیجئے کہ جو امور مبتدع اور محدث ہیں اُن سب کو ناجائز اور موجب ظلمت عقیدہ کرنا واجب ہے پس یہ اعتقاد کلیات میں داخل ہے اگرچہ عمل اُنکا عملیات سے ہے یہی وجہ ہے کتب کلام میں جواز مسح خف و جواز اقتداء فاسق و جواز صلوٰۃ علی الفاسق وغیرہ بھی لکھتے ہیں کیونکہ گو یہ اعمال ہیں مگر اعتقاد جواز و عدم جواز اعتقادیات میں داخل ہیں۔ آپنے تشبہ منہی عنہ کی تعریف دریافت کی ہے سو تشبہ امر مذموم میں مطلقاً حرام ہے اور جو امر غیر مذموم مباح ہے وہ اگر خاصہ کسی قوم کا ہو تو بھی ناجائز اور اگر بقصد تشبہ کوئی فعل کیا جاوے تو وہ مطلقاً نادرست ہے سوائے اسکے اور سب درست ہے اور یہ بحث براہین قاطعہ میں بسط سے لکھی گئی ہے

اُسمیں دیکھ لیویں اور یہ بھی استطراداً لکھتا ہوں کہ شارح منیہ شرح کبیری منیہ میں جو دہلی میں چھپ گئی ہے صلوٰۃ الرغائب کی کراہت کے جو وجوہ لکھے ہیں اُنکو آپ دیکھیں کہ مجلس مولود کا حال اُسپر قیاس کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے۔

رہا حبس دم سو وہ فی حد نفسہ مباح ہے اور عقلاً اُسمیں چند منافع ہیں جذب رطوبات اور جلب حرارت اور رفع تشتت خواطر چنانچہ اطباء اسکو صراحۃً معالجہ رطوبت قلبیہ میں تحریر کرتے ہیں اور ہر عاقل اسکو جان سکتا ہے لہذا جوگیوں نے مورث صفا باطن جانکر اسکو اختیار کیا اور اسلامیین نے بھی اس وجہ سے اسکو اختیار کیا جوگیوں کا فعل ہونے کی وجہ سے نہیں لیا بلکہ عقلاً اسکو نافع سمجھکر اختیار کیا ہے اسی واسطے قادریہ وچشتیہ کے یہاں چونکہ حرارت کی ضرورت ہے اُنہوں نے اسکو موکداً اپنے اعمال میں داخل کیا اور نقشبندیہ کے یہاں استحساناً کہ وہ حرارت کو ضروری نہیں جانتے مگر بعض درجہ میں بعض وجہ سے یعنی بوجہ استحکام ذکر اسکو مستحسن سمجھتے ہیں اور سہروردیہ کے ہاں چونکہ حرارت کی مطلقاً حاجت نہیں لہذا اُن کے ہاں ممنوع ہے بلکہ وصول کے واسطے عدم حبس کو شرط کرتے ہیں پس اسکا اختیار کرنا اس ضرورت کے واسطے ہے اور حبس خاصہ جوگ کا نہیں بلکہ یہ امر عقلی ہے کہ سب عقلاء اپنے اپنے موقع پر اُسکو کرتے ہیں اور نظیر اسکی شرع میں موجود ہے کہ تشہد میں رفع سبابہ کرکے ادامۃ النظر الی السبابہ مشروع ہے اور غض بصر تحصیل خشوع کے واسطے اور غض بصر غیر محارم سے رفع تشتت کے واسطے پس اسمیں تشبہ کا کیا امکان ہے یہ کوئی امر حسی نہیں اور نہ خواص کفار سے اور متضمن منافع ضروریہ کا لہذا اسکے جواز میں کلام نہیں ہو سکتا اور انگرکھہ ہر دو فریق میں شائع ہے اسمیں تشبہ نہیں ہو سکتا البتہ پردہ کا فرق ہے سو اُسمیں تشبہ حرام ہے علی ہذا رجعت قہقری خاصہ کسی قوم کا نہیں ہے۔

التزام مالا یلزم بدون اعتقاد وجوب بھی ممنوع ہے اگر باصرار ہو اور اگر امر مندوب پر دوام ہو بلا اصرار وہ جائز ہے اور مستحب ہے بشرطیکہ عوام کو ضرر نہ کرے اور اگر عوام کے اعتقاد میں نقصان ڈالے تو وہ بھی مکروہ ہے چنانچہ کتب فقہ میں سور مستحبہ کا التزام مکروہ لکھا ہے اور سورہ قل ہو اللہ احد کی صورۃ میں جو آپنے لکھا ہے خود ہی غور فرماؤ کہ جب اُس صحابی نے اسپر التزام کیا اور جملہ صحابہ نے اُسپر اعتراض کیا تو اعتراض صحابہ کا اس التزام پر بلا وجہ شرعی نہ تھا اسی واسطے جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ امر پیش ہوا تو آپنے صحابہ کو منع نہ فرمایا کہ اس امر پر کیوں اُسکے ساتھ تکرار کرتے ہو بلکہ خود اُنکو بلا کر پوچھا کہ ان کا کہنا کیوں نہیں مانتے ہو پس اگر یہ امر ناجائز وموہم نہ ہوتا تو آپ صحابہ کو ہی منع کر دیتے اور جب اُس شخص نے اپنی محبت کا حال بیان کیا تو اُس وقت آپ نے اُنکو اجازت دی کہ فی حد ذاتہ یہ امر جائز تھا اور فضل اس سورۃ کا محقق تھا اور اس اجازت سے

ایہام رفع ہوگیا تھا کیونکہ ایہام کا غیر مشروع ہونا سب صحابہ پر واضح ہوگیا کیونکہ اُسوقت کے آدمی ایسے عوام کے درجہ میں نہ تھے کہ باوجود اس واقعہ کے پھر بھی اُسکو واجب جانتے اور پچھلوں کے واسطے یہ انکار صحابہ کا اور تقریر اُن کے انکار کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہونا حجت ہوگیا تو اس واقعہ سے کچھ شبہہ نہیں ہوسکتا اِس بحث کو براہین میں بسط سے لکھا ہے مگر آپ نے اُس کتاب کو دیکھا ہی نہیں میں اُمید کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص براہین کو اول سے آخر تک بتدبر دیکھے تو باب بدعات میں اُسکو کوئی شبہہ نہ ہو کیونکہ اُسکے مؤلف نے اِس باب میں سعی بلیغ کی ہے جزاہ اللہ خیر الجزاء اگر آپکو اب بھی کوئی شبہہ ہو تو بندہ کی طرف سے اجازت ہے آپ اُسکو ظاہر کریں اگر گنجایش جواب ہوگی تو انشاء اللہ تعالیٰ جواب لکھوں گا ورنہ خیر مگر تحریرات بندہ کو تدبر سے محفوظ کرکر اُسکے بعد شبہہ کرنا چاہیے عوام علماء کو جو جرأت ارتکاب بدعت کی ہوئی تو کلام اہل حق کے عدم فہم سے ہوئی فقط والسلام علیکم وعلی من لدیکم ۲۵- محرم ۱۳۱۵ھ ہجری -

جواب از مولانا المولوی اشرف علی صاحب دام اللہ ظلہ

بوالاخدمت بابرکت قدوۃ العرفاء زبدۃ الفضلاء حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام برکاتہم تسلیم بعد تعظیم قبول باد- والانامہ شرف صدور لایا معزز فرمایا- حضرت عالی کے ارشادات سے اِس عمل کے جو مفاسد علمیہ وعملیہ عوام میں غالب ہیں پیش نظر ہوگئے اور ارادہ کرلیا کہ ہرگز ایسی مجالس میں شرکت نہ ہوگی- اب یہاں کی حالت عرض کرکے حکم کا انتظار ہے- الحمد للہ کہ میں یہاں نہ کسی کا محکوم ہوں نہ کسی سے مجبور- مگر پوری مخالفت کرکے قیام دشوار ہے- گو اب بھی یہاں کے بعض علماء مجکو وہابی کہتے ہیں اور بعض بیرونی علماء بھی یہاں آکر لوگوں کو سمجھا گئے کہ یہ شخص وہابی ہے اسکے دھوکہ میں مت آنا مگر چونکہ من وجہ عوام سے موافقت عملی تھی اسلئے کسی کی بات نہ چلی اب چونکہ شرکت عملی کا بھی ارادہ نہیں تو دقتیں ضرور پیش آوینگی- اب تین صورتیں محتمل ہیں ایک یہ کہ ایسے مواقع پر کوئی حیلہ کردیا کرونگا مگر اسکا ہمیشہ چلنا محال ہے دوسرے یہ کہ صاف مخالفت کی جاوے مگر اس میں نہایت شور و فتنہ ہے جسکی حد نہیں دنیوی مضرت یہ ہے کہ اسمیں جہلاء عوام سے ایذا رسانی کا اندیشہ ہے دینی مضرت یہ کہ اب تک جو ان لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کی گئی سب بے اثر و بے وقعت ہوجاویگی اِس بدگمانی میں کہ یہ شخص تو وہابی ہے اب تک پوشیدہ رہا- تیسری صورت یہ کہ یہاں کا تعلق ملازمت ترک کردیا جاوے اور میں تو اس صورت کو بلا انتظار حکم عالی اختیار کرلیتا مگر دو امر کا خیال ہوا ایک یہ کہ خود سبب معیشت کو ترک کرنا اکثر موجب ابتلاء و امتحان ہوتا ہے کہ خدا جانے اُسکا تحمل ہو یا نہو

اور اموال موروثہ کا تیا پانچا پہلے سے کر چکا ہوں اور دوسری جگہ تعلق ملازمت سے اعلیٰحضرت منع فرما چکے ہیں اور میرا بھی دل نہیں چاہتا۔ دوسرا خیال یہ ہوا کہ بظاہر کچھ بقاء مدرسہ کا دشوار ہے اور یہاں دین کا چرچا عوام و طلباء میں اِس مدرسہ ہی کے سبب سے ہے ورنہ عوام میں دہریت خواص میں فلسفیت کا بڑا زور تھا حضور کے امر سے یہ دونوں اندیشے مرتفع ہو جاوینگے یعنی انشاء اللہ مجکو بھی دشواری پیش نہ آویگی یا اگر آویگی تو اُسکے برداشت کی قوت ہو جاویگی اور مدرسہ بھی حضور کی دعا سے چلتا رہیگا اب جو ارشاد ہو عمل میں لاؤں یہاں ربیع الاول والآخر میں ان مجالس کی زیادہ کثرت ہے سو اگر شق ثالث کا حکم ہو تو اختتام صفر تک اسکا انتظام کر لوں حقوق وغیرہ ادا کر دوں مدرسہ کا کوئی مناسب انتظام بتدریج کر دوں۔ اور اب سے انشاء اللہ تعالیٰ کوئی نیا کام بلا استجازۃ حضرت والا کے وقوع میں نہ آویگا اور اگر غلطی سے کوئی امر صادر ہو جاوے تو بے تکلف احقر کو متنبہ فرما دیا جایا کرے انشاء اللہ تعالیٰ امتثال امر میں کوتاہی نہو گی۔ اب جواب عریضہ کے ساتھ اس امر سے بھی اطمینان فرما دیا جاوے کہ اب تو حضور کو کسی قسم کی ناخوشی اِس خادم سے نہیں ہے زیادہ حد ادب بخدمت مولوی محمد یحییٰ صاحب سلام مسنون۔ اشرف علی از کانپور ۲۹ محرم ۱۳۲۵ ہجری۔

اسکے جواب میں حضرت قدس سرہٗ نے مولانا کا اس رجوع الی الحق کا شکریہ ادا اسپر شاباش تحریر فرمائی اور جواب میں مولانا مدظلہ کیطرف سے شکریہ آکر کتابت ختم ہوئی ختم اللہ لنا بالحسنیٰ آمین۔

مراسلت کے دوسرے پہلو یعنی مکتوب الیہ کو نافع نہونے کا انداز دکھلانے کے لئے بمقتضائے تعرف الاشیاء باضدادہا دوسرا مراسلہ تبعاً درج کرتا ہوں تا کہ معلوم ہو جائے کہ اگر خصم کا تعند اور محض ضد پر ہونا معلوم اور متیقن ہو جائے تب بھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اصل مسائل کے جواب میں کوتاہی نفرماتے تھے کہ مبادا جاہلانہ ضد بڑھے اور شان تکبر کے غلبہ سے گمراہی زیادہ ہو پس مناظرہ و مباحثہ کیئے یا تبلیغ و اظہار حق بہرحال جب تک کسی درجہ میں منفعت خلق کا گمان رہتا تھا حضرت قلم سے بھی دریغ نہ فرماتے تھے باقی یہ بات تو کُھلی ہوئی ہے کہ "انک لا تہدی من احببت ولکن اللہ یہدی من یشاء"۔

کسی شخص نے آپکی خدمت میں یہ استفتا بھیجا جو ذیل میں درج ہے حضرت امام ربانی نے بعنوان الجواب اپنے قلم سے فتویٰ لکھدیا جسکو بجنسہ لکھتا ہوں۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسائل مفصلہ ذیل میں معہ حوالہ کتاب رقام فرماکر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں۔

(۱) قبلہ وکعبہ۔ قبلہ دارین۔ کعبہ کونین یا قبلہ دینی وکعبہ دنیوی یا قبلہ مآل وحاجات یا قبلہ مرادات یا قبلہ صوری وکعبہ معنوی یا دیگر مثل ان الفاظ کے القاب آداب میں والد کو یا عموی کو یا اخوی کو یا اور کسی کو تحریر کرنے جائز ہیں یا نہیں حرام ہے یا مباح اور مکروہ ہے تو تحریمی یا تنزیہی؟

(۲) گردن کے بال جو کانوں سے نیچے ہیں مونڈوانا جائز ہیں یا نہیں مکروہ تحریمی ہیں یا تنزیہی۔

(۳) چاندی سونے کے بٹن انگرکھہ یا کورتہ میں لگانا اس حال میں کہ یہ امر یقینی ہے کہ وزن کئی تولہ ہوتا ہے جبکہ زنجیر بھی ایک اسمیں ہوتی ہے لگانے جائز ہیں یا نہیں؟

(۴) خطبہ عیدین یا جمعہ میں اشعار فارسیہ یا عربیہ یا اردو پڑھنے درانحالیکہ اس سے مقصود ترغیب وترہیب ہوتا ہے اور اشعار میں بھی مضمون خشیہ ورغبت ہی ہو جائز ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) ایسے کلمات مدح کے کسی کی نسبت کہنے اور لکھنے مکروہ تحریمیہ ہیں لقولہ علیہ السلام لا تطرونی الحدیث جب زیادہ حد شان نبوی سے کلمات مدحیہ آپ کے واسطے ممنوع ہوئے تو کسی دوسرے کے واسطے کسطرح درست ہو سکتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) گردن دوسرا عضو ہے سر کی حد سے نیچے کے بال گردن کے مونڈانے درست ہیں البتہ بعض سر کے بال لینے اور بعض چھوڑنے مکروہ ہیں تحریمًا لقولہ علیہ السلام نہی عن القزعۃ الحدیث فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) چاندی سونے کے بٹن درست ہیں اسمیں مساحت کا اعتبار ہے نہ وزن کا وزن خاتم میں معتبر ہے بٹن تابع ثوب کا ہے مثل تکمہ گوٹہ کے کہ اسمیں مساحت کو دیکھتے ہیں نہ وزن کو ازرار الذہب درمختار کے باب الحظر والکراہتہ میں جائز لکھتے ہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) خطبہ جمعہ وعیدین میں اشعار پڑھنا خلاف سنت کے ہے لہذا مکروہ ہوگا کہ قرون مشہود لہا بالخیر میں ثبوت اسکا نہیں اور یہ رفتہ رفتہ منجر بافراط ہو جاتا ہے پس مکروہ ہوا فقط واللہ تعالیٰ اعلم کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

خط مولوی قاسم علی صاحب ابن مولانا المولوی عالم علی صاحب مراد آبادی

اقول وباللہ التوفیق کہ جواب سوال اول صحیح ہے اور جواب سوال دوم کا صحیح طور سے یہ ہے کہ مونڈوانے صرف بال گردن کے بغیر سر کے بال کے مکروہ تحریمیہ ہیں البتہ سر کے بال سمیت مونڈوانا درست ہے جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے وعن ابی حنیفۃؒ یکرہ ان یحلق قفاہ الا عند الحجامۃ کذا فی الینابیع اور اسی طور سے فتاویٰ ابراہیم شاہی

میں کتاب مفید المستفید سے منقول ہے من شاء فلیطلع۔ جواب سوال سوم کا بدین تفصیل ہے کہ چاندی اور سونے کے بٹن لگانے محض بنظر زینت بلا قصد تکبر اور تفاخر کے اگرچہ درست ہیں مگر مکروہ بکراہتہ تنزیہیہ ہے کہ ترک اُنکا اولیٰ اور مستحب ہے اسلئے کہ جواز اُنکا جو درمختار سے جناب مجیب صاحب نے ثابت فرمایا ہے وہ ساتھ کلمہ لاباس کے ہے وعبارتہ ہکذا لاباس بازرار الدیباج والذہب اور کلمہ لاباس دلالت کرتا ہے اس امر پر کہ خلاف اسکا اولیٰ اور مستحب ہے اور ترک اولیٰ کو مکروہ تنزیہیہ کہتے ہیں چنانچہ خزانۃ الروایات میں لکھا ہے لفظ لاباس دال علی ان المستحب غیرہ اور بنظر تکبر اور تفاخر کے لگانا مکروہ تحریمیہ ہے جیسا کہ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں والحاصل ان کل ماکان علی وجہ التکبر یکرہ وان فعل لحاجۃ وضرورۃ وہو المختار وظاہرہ انہ لوکان لمجرد الزینۃ بلا تکبر ولا تفاخر یکرہ لکن نقل بعدہ عن الظہیریۃ ما یخالفہ تامل فقط۔ جواب سوال چہارم کا اس بنا پر صحیح ہے کہ باوصف وجود مقتضی کے خطبہ عیدین اور جمعہ میں اشعار کا قرون ثلاثہ سے عدم منقول ہونا دلیل بدعۃ مکروہ کی ہے کما حررہ ملا اسعد رومی فی کتابہ مجالس الابرار

فقط محمد قاسم علی عفی عنہ (مہر)

جواب جواب الجواب حضرت قدوۃ العلماء قدس سرہ العزیز

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم مولوی قاسم علی صاحب کے تعاقبات دیکھے سو بہت شکر کرتا ہوں کہ مولوی صاحب نے پہلے جواب کو تو صحیح فرمادیا اگر اُسکو بھی غلط کہدیتے تو کیا کوئی اُن کا کر لیتا۔ دوسرے جواب میں جو مولوی صاحب نے روایۃ عالمگیریہ سے نقل کیا ہے تو اُن سے عجب ہے کہ مولوی صاحب کو یہ بھی تحقیق نہیں ہوا کہ قفا کے معنی کیا ہیں قفا موخر سر کو کہتے ہیں کہ وہ اجزا سر کے ہیں حدیث ہے یعقد الشیطان علی قافیۃ احدکم ثلث عقد الخ کیا گردن میں گرہ لگانا مولوی صاحب اسکا ترجمہ کرینگے سبحان اللہ۔ گردن کا ترجمہ عربی میں رقبہ ہے نہ قفا سو لاریب فقط قفا کا مُنڈانا قزعہ میں داخل ہے کہ تحریمًا مکروہ ہے جسکو آخر جواب میں لکھا ہے اور گردن کا مُنڈانا جسکو رقبہ کہتے ہیں دوسری شے ہے چونکہ مولوی صاحب قفا اور رقبہ کے ایک معنی سمجھ گئے اعتراض کر دیا ہے ورنہ قفا جزو سر ہے اور گردن دوسرا عضو ہے پس یہ تعاقب فقط غصہ قدیم اور عدم فہم معنی قفا سے ہوا ہے ورنہ جواب مسئلہ صحیح وہی ہے جو بندہ نے لکھا ہے فقط تیسرے جواب میں چاندی سونے کے بٹن کو بندہ نے مباح لکھا ہے اور معنی لاباس کے مباح کے ہی ہوتے ہیں اور ترک اولیٰ اکثر جا ہوتے ہیں اور کہیں مستحب و مندوب پر بھی لاباس بولدیتے ہیں سو یہاں لاباس بمعنی مباح ہے اگر مباح کو ترک اولیٰ کہا جاوے مضائقہ نہیں مگر یہاں کراہتہ تنزیہیہ مراد نہیں چنانچہ درمختار کی عبارت میں جہاں یہ مسئلہ بٹن کا لکھا ہے لاباس بسایر الالوان یعنی سوائے سرخ و زرد کے تو اب مولوی صاحب کو لازم ہے کہ سبز اور

سیاہ کو بھی مکروہ تنزیہی فرمادیں اور یہ غلط ہے غرض مولوی صاحب نے یہ قاعدہ کلیہ بنالیا ہے کہ لاباس کراہت تنزیہیہ بولا جاتا ہے حالانکہ یہ کلیہ نہیں ترک اولیٰ کو کراہت تنزیہہ ہر جگہ لازم نہیں ہوتی اگر فقہ کا فہم ہو تو دریافت ہو جاوے کسی جگہہ ایسا ہو جاتا ہے کسی جگہہ نہیں سو یہاں مکروہ تنزیہ مراد نہیں البتہ مباح ہے اگر مباح کو ترک اولیٰ کہا جاوے تو درست ہے مگر کراہت تنزیہہ کے واسطے دوسری دلیل اثبات کراہت کی حاجت ہوتی ہے سو یہ بحث مولوی صاحب کی عبث ہے اب رہا کراہت تحریمیہ بشرط تکبر کے سو یہ چاندی کے بٹن پر کیا موقوف ہے اگر دریس کا دوپٹہ ململ کا انگرکھا تکبر سے پہنے کا تحریم ہو جاوئیگی سب مباحات میں یہی ہے اس تحریر مولوی صاحب سے بندہ کو نہایت تعجب ہوا کہ مولوی صاحب کو فقط روایات پر نظر ہے مگر فہم تفقہ نہیں معلوم ہوتا۔ چوتھے جواب کی تصحیح مولوی صاحب نے کی اور دلیل صحت وہی ہے جو بندہ نے لکھی مگر عبارت بدلکر ادا کیا ہے سو کچھ مضائقہ نہیں شکر ہے کہ جواب تو صحیح رہا فقط والسلام۔

(بعد ایں تحریر از جانب مولانا قاسم علی صاحب صدائے برنخاست نہ بتصویب و نہ بہ غیر آں)

شبہ اول کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت بندوق سے جو شکار کیا جائے اور وہ بلا ذبح کئے صرف گولی لگنے سے مرجائے اسکو اکثر مالکیہ آجکل حلال کہتے ہیں اور انباء زمان علماء کو بھی اُنمیں تردد ہے بظاہر تیر کے مارے ہوئے کے مثل معلوم ہوتا ہے

(جواب) حضرت نے ارشاد فرمایا لوگوں کو اسکی حلت کا اس وجہ سے شبہہ ہوا کہ فقہ میں احراق بالنار کو قاطع لکھا ہے اور اسی بنا پر بندوق کی گولی کو بھی محرق اور قاطع سمجھکر بعض علماء نے حلت کا فتویٰ دیدیا ہے حالانکہ یہ غلط ہے مولانا مملوک العلی صاحب سے ہمنے اسکو دریافت کیا تھا فرمایا کہ روئی پر نشانہ لگاؤ معلوم ہو جائیگا چنانچہ ہمنے ایسا ہی کیا گولی پار ہوگئی اور روئی کچھ نہ جلی سو گولی توڑنے والی ہے محرق نہیں ہے جب تک ذبح نہ کیا جائے بندوق کا شکار حلال نہیں۔

(ش ۲) ایک پنجابی عالم نے استفتا بھیجا جس میں ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ معین ذابح یعنی جانور کے ہاتھ پاؤں پکڑنے والے کو بھی بسم اللہ کہنا ضروری ہے اور اسکی سند میں نواب قطب الدین خاں مرحوم کی عبارت پیش کی تھی کہ مولانا شاہ اسحق صاحب اسکے قائل تھے اور بس۔

(ج) حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جو شخص ذابح کے ہاتھ پر ہاتھ رکھکر چھری چلانے میں شریک ہوا اُسپر تو بسم اللہ کہنا واجب ہے اور ہاتھ پاؤں پکڑنے والے پر واجب نہیں ہے اور حضرت شاہ اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہندمیں وہی خیال تھا جیسا کہ نواب صاحب نے لکھا ہے مگر جب شاہ صاحب ہجرت کر گئے تو عرب میں ایک حنفی عالم کے سامنے (نام بندہ بھول گیا) جو بڑے فقیہ تھے یہ استفتا پیش ہوا اُنھوں نے یہ جواب لکھا ہے کہ فقط ذابح پر واجب ہے

اور یہ فتویٰ مولوی احمد علی صاحب کی ترمذی میں چھپاں تھا ہمنے یہ فتویٰ مولوی صاحب کے پاس اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے عبارت یہ تھی "ربت زدنی علما۔ بل علی الذابح فقط۔ اسی قسم کا سوال شاہ عبدالعزیز صاحب کے زمانہ میں ہوا مگر اسوقت شاہ صاحب کی بصارت جاتی رہی تھی اور استفتا کا جواب مولانا شاہ اسحق صاحب نے لکھا مگر ان سے چوک ہوگئی اور اسی جواب پر شاہ صاحب نے بھی مہر کردی بس غلطی یہاں سے واقع ہوئی مگر جب شاہ اسحق صاحب نے ہجرت کی تو استفتاء کے بعد وہ بھی عدم وجوب کے قائل ہوگئے اسکے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اور میں نے تو اُس کو اُس حدیث سے ثابت کیا ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ ما انہر الدم وذکر اسم اللہ علیہ فکل (او کما قال) کیونکہ اسمیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقط اُس چیز پر جو مہرق دم ہو اور اُسپر نام خدا لیا جاوے کھانے کا حکم دیا ہے پس جب چھری چلانے والے نے بسم اللہ کہا اور چھری پر جو مہرق دم ہے تسمیہ ہوا اگرچہ ہاتھ پاؤں پکڑنے والے نے نہیں کہا تو اُس جانور کی حلت میں شبہ کیا رہا۔

اور وہ چیز جو بہادیوے خون کو اور ذکر کیا جاوے اسپر نام خدا کا اسکو کھالو ۱۲

(ش ۳) مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات متعلق بہ وفات عیسیٰ علیہ السلام جو کچھ ہیں ظاہر ہے پس اس مرزائی جماعت کا اپنی مساجد میں نہ آنے دینا اور انکے ساتھ نماز میں شریک ہونے سے تنفر رکھنا کیسا ہے ؟

(ج) مرزا قادیانی گمراہ ہے اُسکے مُرید بھی گمراہ ہیں اگر جماعت سے الگ رہیں اچھا ہے جیسا رافضی خارجی کا جدا رہنا اچھا ہے اُنکی واہیات مت سُنو اگر ہوسکے اپنی جماعت سے خارج کردو بحث کرکے ساکت کرنا اگر ہوسکے ضرور ہے ورنہ ہاتھ سے اُنکو جواب دو۔ اور ہرگز فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں وہ بکتا ہے اُسکا جواب علماء نے دیدیا ہے مگر وہ گمراہ اپنے اغواء و اضلال سے باز نہیں آتا۔ حیا اُسکو نہیں رہی کہ شرماوے جو عقیدہ صحابہ سے آجتک ہے وہ یہ ہے کہ زندہ آسمان پر گئے اور نزول فرماکر دنیا میں فوت ہووینگے اسکے خلاف باطل ہے فقط والسلام۔

(ش ۴) یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ جس میت کے واسطے ستر ہزار مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا جاوے وہ جنتی ہے پس اگر دوسرے روز پڑھتے ہیں تو دوجا اور تیسرے روز پڑھیں تو تیجا علی ہذا القیاس چوتھیا وغیرہ ہیں اور اُسکو علماء بدعت کہتے ہیں پس اب میت کو ثواب کسطرح پونہچایا جاوے اور میت کی قبر کے پاس یا مکان پر یا قریب کسی مسجد میں بیٹھکر قرآن مجید یا کلمہ طیبہ کسی دن مقررہ پر پڑھیں یا نہیں اور قبر پر قرآن پڑھوانا یا قاریوں کو کچھ دینا اور تیجہ دسویں وغیرہ میں جانا کیسا ہے ؟

از مولانا محمد روشن خاں صاحب زید مجدہ

(ج) جسوقت میت پر جمع ہوتے ہیں اُسکی تجہیز و تکفین کے واسطے وہاں جو لوگ کاروبار میں مشغول ہیں وہ اپنے کاروبار میں رہیں اور باقی کلمہ پڑھتے جاویں جسقدر ہو جاوے اور باقی مقدار کو اپنے اپنے گھر پڑھ دیویں کوئی حاجت اجتماع کی بھی نہیں حدیث میں ایک جلسہ میں پڑھنا یا جمع ہوکر پڑھنا تو نہیں ذکر ہوا پڑھنا فرمایا ہے جسطرح ہو پڑھ دیوے

قبر پر قرآن پڑھوانا درست ہے اگر توجہ الی اللہ تعالیٰ ہو۔ اُجرت کا خیال دونوں کو نہو اور جو حسب عادت وعرف دیا جاتا ہے وہ بھی بحکم اجرت ہے ایسے پڑھنے کا ثواب نہیں ہوتا نہ قاری کو نہ میت کو اور رسوم تیجہ و دسویں وغیرہ میں جانا بھی منع ہے فقط واللہ اعلم۔

(س ۵) ایک گائے مابین مسلمان اور ہندو کے مشترک ہے اور دونوں ایسی جگہہ رہتے ہیں کہ ریاست وحکومت اہل اسلام کی ہے اور گائے مسلمان کے پاس ہے وہ قریب المرگ ہو اُسکے مُردار ہونے کا خوف ہو اور شریک ہندو کی طرف سے قطعاً اجازت ذبح کی نہیں بلکہ سخت ممانعت ہے تو آیا ایسی صورت میں شریک مسلمان کو جائز ہے کہ اُس گائے کو ذبح کرے یا واجب ہے یا ممنوع ہے اگر وہ شریک مسلمان ذبح کرلے تو آیا تاوان نصفی حصہ شریک ہندو کا بذمہ اس مسلمان کے واجب ہوگا یا نہیں اور اگر برعایت مذہب شریک ہندو کے ذبح نہ کرے اور مُردار مرنے دے تو آیا یہ مسلمان شریک گنہگار ہے یا نہیں اور اگر وہ گائے شریک ہندو کے پاس ہے تو کیا ایسی حالت میں بروئے شرع اُس ہندو پر لازم ہے کہ اُسکی حالت کی مسلمان کو اطلاع کرکے اُسکو ذبح کرادے یا نہیں اگر لازم ہے اور اطلاع نہ کرے تو کیا شرعاً اُسپر کوئی تعزیر یا سزا واجب ہوگی یا نہیں اور اگر اُس ہندو نے اطلاع نہ کی اور گائے مرگئی تو شرعاً تاوان نصفی حصہ شریک مسلمان کا بذمہ شریک ہندو واجب ہوگا یا نہیں مفصل جواب ہر ایک شق کا بدلائل شرعیہ بیان فرمایا جاوے بینوا توجروا۔ خلیل احمد

(ج) مرتے جانور کا ذبح کرنا مستحب ہے واجب نہیں کیونکہ ذبح نہ کرنے سے اضاعت نہیں ہے۔ اضاعت کسی فعل ضائع کرنے والے کے ایقاع کا نام ہے یہاں کوئی فعل مضیع واقع نہیں ہوا بلکہ اصلاح سے امتناع ہے اور فرق ہے دوا کا ضرر دینے یا کھانے میں اور دوا نہ کرنے میں کہ اول حرام ہے اور دوسرا مباح۔ ابوداؤد کے باب فیمن اضطر الی المیتۃ میں ہے ان رجلا نزل الحرۃ ومعہ اہلہ وولدہ فقال رجل ان ناقۃ لی ضلت فان وجدتہا فامسکہا فوجدہا فلم یجد صاحبہا فمرضت فقالت امرأتہ انحرہا فابی فنفقت فقالت اسلخہا حتی نقدد شحمہا ولحمہا ونأکلہ فقال حتی اسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتاہ فسألہ فقال ہل عندک غنی یغنیک فقال لا قال فکلوہا قال فجاء صاحبہا فاخبرہ الخبر فقال ہلا کنت نحرتہا قال استحییت منک انتہی اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مرتے جانور کا ذبح کرنا واجب نہیں مگر ہاں برعایت مذہب ہنود ذبح نہ کرنا البتہ گناہ ہے لقولہ تعالیٰ ولا تتبع اہواءہم عما جاءک من الحق الآیۃ (مائدہ) ولا تتبع اہواء الذین لا یؤمنون بالآخرۃ الآیۃ (انعام) پھر جو مسلمان نے ذبح کردیا تو ضمان حصہ کافر کا ہرگز نہیں آسکتا کیونکہ ضمان اتلاف وافساد میں ہوتا ہے نہ اصلاح میں اور ذبح سے اصلاح ہوئی نہ افساد پس ضمان

اُس طرح ہو سکتا ہے مگر نصف قیمت چمڑہ گوشت کی ہندو کو دینا ضرور ہے اور جو گائے ہندو کے پاس ہے اور اُس نے شریک کو خبر نہ کی اور مر گئی تو اُس پر ضمان نہیں آتا کیونکہ اُن کے مذہب میں یہ خبر کرنا سخت منع ہے اور ذبح کرنا ہماری شریعت میں مرتبے کو واجب نہیں انا اُمرنا بترکہم و ما یدینون اور حدیث بالا سے بھی واضح ہوا اور رد محتار کے باب اللقطہ میں لکھا ہے لوانفتح زق فمر بہ رجل فلولم یاخذہ بری انتہی لو منع المالک عن اموالہ حتی ہلک یاثم ولا یضمن انتہی ان روایات سے بھی عدم ضمان واضح ہے البتہ اگر یہ امر اُن کے عہد میں لکھا ہوا ہو تو مواخذہ ہوویگا" فی رد المحتار فصل الجزیہ" وقد ذکر الامام ابو یوسف فی کتاب الخراج فی صلح ابی عبیدۃ مع اہل الشام انہ صالحہم واشترط علیہم حین دخلہا وان لا یشتموا مسلما ولا یضربوہ الی ان قال فان نحن خالفنا شیئا مما شرطناہ لکم فلا ذمۃ لنا وقد حل لکم منا ما یحل لکم من اہل المعاندۃ والشقاق انتہی ملخصا پس اس صورت میں اُن پر جو کچھ ضمان سزا مناسب ہے دینا چاہیے واللہ اعلم

(ش ۶) مقدس واذکیاء علماء کے مجمع میں ایک مرتبہ یہ فقہی معمہ پیش ہوا وہ کون صورت ہے کہ کوئی عورت کسی اجنبی بچہ کو دودھ پلائے اور دوسری عورت یعنی اسکی سوکن اپنے خاوند پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے اسکو سائل نے نظم کرکے بھیجا تھا جو ذیل میں درج کیجاتی ہے حضرت اُسوقت مولوی رشید احمد بادخود مولانا خلیل احمد صاحب کے نکاح کی تقریب میں انبہٹہ

داشت یکے مرد دو زن در نکاح گشت بر و آن زن دیگر حرام	ہر یکے در حسن چو بدر منیر تا بقیامت نہ شود حل پذیر	زاں دو یکے مر بچہ غیر را ہر کہ ازیں مسئلہ گوید جواب	از رہ نادانی خود داد شیر مفتی آفاق بود بے نظیر

سارا مجمع حیران تھا اور فکر دوڑاتا تھا مگر حل نہوتا تھا آخر حضرت کے سامنے جو پیش ہوا تو بے تکلف ارشاد فرمایا۔

(ج) کہ ایک عورت نے اپنے صغیر سن خاوند کو دودھ پلایا پھر کسی دوسرے سے نکاح کر لیا اب اسکی سوکن اس بچہ کو دودھ پلائے تو دوسری عورت یعنی بچہ کی پہلی (دودھ پلائی) اپنے خاوند پر حرام ہو جائیگی۔ چونکہ اسقدر گہرے معمے کا آنا جلد بے تکلف جواب ملا تھا اسلئے تمام علماء متحیر رہ گئے حاضرین میں سے جناب مولوی محمد اسحق صاحب نہٹوری نے سوال کی بحر میں جواب کو نظم فرمایا اُسکو بھی ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں ؎

مرضعہ شد با پسر خورد جفت ہندہ بآں طفل کہ مذکور شد	پس برضاعت شدہ محرم صغیر از رہ غفلت بشبے داد شیر	باز زنے ہندہ و آں مرضعہ زاں سببے مرضعہ اولیٰ شدہ	عقد نمود ند بمردے کبیر محرم آں شوہر خود بے نکیر

مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ عورت مرد کے ابن رضاعی کی بیوی ہے کیونکہ سابق میں اُس طفل کے نکاح میں تھی بدیں وجہ ہندہ کی سوکن خاوند پر حرام ہو گئی وضاحت کے لئے یوں سمجھئے کہ رابعہ جوان عورت ہے اسکا کسی کمسال بچے سے نکاح ہوا جسکا نام زید ہے رابعہ نے اپنے شوہر یعنی زید کو دودھ پلایا تو بچے کی ماں بنگئی اسلئے حرام ہو گئی

اب رابعہ اور ایک اجنبی عورت یعنی ہندہ نے عمر سے نکاح کیا چند روز کے بعد ہندہ نے اُسی بچہ یعنی زید کو جو ابھی تک شیر خواری کی عمر میں ہے دودھ پلادیا تو رابعہ عمر پر حرام ہوجائیگی کیونکہ رابعہ ایک زمانہ میں زید کی منکوحہ بی بی رہچکی ہے اور ہندہ کے اُسکو دودھ پلانے سے یہ بچہ یعنی زید اس ہندہ کے خاوند یعنی عمر کا رضاعی بیٹا بنگیا ہے پس دوسری عورت یعنی رابعہ اپنے خاوند یعنی عمر کی بہو ہوگئی اسلئے کہ اُسکے رضاعی بیٹے یعنی زید کی بی بی ہے پس حرام ہوجائیگی یہی اس میں اشکال تھا کہ تعجب ہے دودھ پلائے ہندہ اور خاوند پر حرام ہوجائے اُسکی سوکن یعنی رابعہ سو ظاہر ہوگیا کہ مذکورہ صورت میں ایسا ہوجائیگا لله دره فلله دره جسکا جواب سمجھنے میں بھی گھنٹوں دماغ چکرائے اُسکا ابتداءً انحلال اور وہ بھی اسقدر جلد کس فقہی مرتبت اور سرعت انتقال ذہن و رسائی فہم و ذکا پر دال ہے۔

(ش ۴) زوج نے اپنی زوجہ کا بقدر چار سو روپیہ کے مال جہیز اور جو کچھ اُسکو میراث پدر سے ملا تھا برضاء زوجہ خرچ کرلیا اور کوئی تذکرہ قرض یا ہبہ کا درمیان میں نہوا بعد اسکے زوج نے اُس زوجہ کو خود چند بار زیور بنوا دیا اور خرچ کرلیا آخر میں زیور بقدر نو سو روپیہ کے زوجہ کو بنوا دیا اور فوت ہوگیا اور کوئی تصریح معاوضہ یا ہبہ کی نہ کی اُسکے بعد زوجہ بھی فوت ہوگئی اور وہ زیور قبضہ ورثہ زوج میں بعد وفات زوجہ پہنچ گیا زوجہ نے قریب وفات خود مہر معاف کردیا اب ورثہ زوجین میں اُس زیور کے متعلق نزاع ہے ورثہ زوج اُسکو ملک زوج قرار دیتے ہیں پس شرعاً اُس زیور کے مستحق ورثہ زوج ہیں یا ورثہ زوجہ؟

جواب از علماء دیگر جب وہ زیور زوج نے زوجہ کو بنوا کر دیا اور اظہار عاریت نکیا اور پیشتر زوجہ کا زیور خرچ کرچکا تھا اور تا حیات خود زوجہ اُسپر قابض و متصرف مالکانہ رہی تو وہ مملوک زوجہ سمجھا جائیگا کہ شہادت ظاہر دلیل ملک زوجہ ہے

قال فی الشامی وما یصلح للنساء فہو للمرأۃ لشہادۃ الظاہر وفی العالمگیریۃ امرأۃ زعمت لہا متاعاً الی الزوج وقالت

بیع ہذا واصرفہ فی لوازم البیت ہل علیہ قیمتہا نعم اور قاعدہ فقہاء ہے کہ موت احد الزوجین میں قول حی معتبر ہوتا ہے واللہ اعلم

جواب ثانی جواب مذکورہ غلط ہے بلکہ وہ زیور متنازعہ فیہ ملک ورثہ زوج ہے ورثہ زوج ذو الید ہیں اور مدعا علیہ اور ورثہ زوجہ مدعی اور مدعیان بینہ یعنی گواہ سے تملیک ثابت نہیں کرسکتے کہ زوج نے زوجہ کو بمعاوضہ مال زوجہ یا بمعاوضہ مہر یا بطور ہبہ مبتدءًا مالک کیا اور ورثہ زوجہ اصل ملکیت زوج کے مقر ہیں پس اسوقت صرف دلیل ظاہر موجب استحقاق نہیں ہوسکتی واللہ اعلم۔

(ج) از حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ۔ دونوں جواب مذکورہ بالا غلط ہیں اول میں غلطی اس طرح ہے کہ زوج کا زوجہ کو زیور بنا کر دینا محتمل دو امر کا ہے یا عاریت یا ہبہ پس مجیب کا یہ کہنا کہ تصرف مالکانہ زوجہ کا رہا صورت سوال سے

کہیں ظاہر نہیں عاریت کا تصرف بھی ساری عمر زیور پر رہتا ہے اور قولہ ما یصلح للنساء فھو للنساء کو اس مسئلہ سے علاقہ نہیں کیونکہ یہ روایت وہاں ہے جہاں معلوم نہو کہ مال اصل کسکا تھا بخلاف یہاں کے کہ زوج کا دینا اور ملک زوج کی محقق ہے علیٰ ہذا بعد موت حی کا قول معتبر ہونا اسی مسئلہ میں ہے کہ اُس مال کا مالک معلوم نہو اور فریقین اپنی اپنی ملک ہونا دعویٰ کریں البتہ روایت عالمگیریہ سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ جو مال زوجہ نے زوج کو بلا تصریح ہبہ کے دیا ہے وہ قرض ہوگا بناء علیہ اگر قدر چار سو روپیہ ملک زوجہ قرار دیا جائے تو درست ہے نہ کل زیور میں اور دوسرا جواب یوں غلط ہے کہ ذوالید کا قول جب معتبر ہے کہ اُس مال کی ملکیت محقق نہو اور یہاں ایسا نہیں بلکہ یہاں کلام اس بات میں ہے کہ انتقال ملک بذریعہ ہبہ ہوا یا نہوا دعویٰ انتقال ملک میں ہے نہ نفس ملک میں۔ بندہ کے نزدیک جواب حق اس مسئلہ کا یہ ہے کہ عرف اُس قوم کا دیکھنا چاہیئے اگر اُس قوم میں عرف اِس بات کا ہے کہ جو زوج زوجہ کو دیتا ہے بطور تملیک دیتا ہے تب تو وہ در حکم ہبہ ہے اور اگر بطور عاریت دیتا ہے تو وہ عاریت ہے اور اگر کوئی عرف شائع نہیں ہے بلکہ دونوں طرح عمل در آمد ہوتا ہے تو بقدر چار سو روپیہ کے ملک زوجہ کی ہے کیونکہ اُس نے اسقدر زیور زوج کو دیا تھا وہ محمول قرض پر کیا جاوے اور باقی ملک زوج کی ہوگا اسواسطے کہ جو قول یا فعل محتمل دونوں معنوں کا ہوتا ہے اُسکو ادنیٰ پر حمل کیا کرتے ہیں پس قرض و ہبہ میں قرض ادنیٰ ہوتا ہے اور ہبہ و عاریت میں عاریت ادنیٰ ہوتا ہے رجل حمل رجلا علی

دابتہ یراد بہ الہبۃ تارۃ والعاریۃ اخری واذا نوی احدہما صحت نیتہ وان لم یکن لہ نیۃ حمل علی الادنی فلا یلزم الاعلی بالشک انتہی کذا فی در المختار فی باب العاریۃ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۸) اکثر ایسا ہوتا ہے کہ گائے بھینس یا اور کوئی حلال جانور ریل گاڑی کی پٹری پر آجاتا اور کٹکر دو ٹکڑے ہو جاتا ہے پھر دیر تک تڑپتا رہتا ہے اور مر جاتا ہے اسکے ذبح کی بھی شرعاً کوئی صورت ہے یا نہیں؟

(ج) اگر اونٹ گائے ریل میں دو ٹکڑے ہو جاوے اس طرح کہ سر کی جانب اکثر اعضا ہوں یا نصف بدن ہو تو ادہر کے نصف کو ذبح کر کے کھالیویں دوسرے ٹکڑے کو مردار کہینگے اور جو فقط سر یا گردن کٹی ہے اور دو انگشت کی قدر بھی گردن باقی ہے تو ذبح ہو سکتا ہے جانور متردیہ کے ذبح کو درست لکھتے ہیں اضطراری ذبح سے در مختار میں سب روایات ملجائینگی صراحۃً یا اشارۃً اور جو گردن بالکل نہ رہی تو محل ذبح نہیں رہا ذبح سے حلال نہیں ہو سکتا۔

(ش ۹) ایک شخص کی درباب جواز طواف قبور تحریر مفصلہ ذیل نظر سے گزری تحقیق مدلل کا مشتاق بنکر ارسال خدمت والا کرتا ہوں (تحریر جواز بزبان فارسی تھی عدم تفہم عوام کی غرض سے اُردو میں درج کرتا ہوں) آدمی

بوجہ غلبۂ شوق و آداب مزارات اولیاء اللہ کا طواف کرتے ہیں اور بعض علماء اُسکو حرام کہتے ہیں پس تحقیق اس کی ضروری ہوئی بات یہ ہے کہ جواز طواف مزارات اولیاء کرام حسب قاعدۂ اصول شریعت ہے کیونکہ اصل جملہ اشیاء میں ہمارے نزدیک اباحت ہے پس جب تک کوئی دلیل اُسکی حرمت کی نہ پائی جاوے اُسکو حرام نہیں کہہ سکتے ۔ مزارات کے طواف کا جواز محتاج دلیل نہیں ہے البتہ اُسکی حرمت دلیل کی محتاج ہے خواہ آیت قرآنی ہو یا حدیث یا قول مجتہد ۔ اور بعض علماء معاصرین جو آیت ولیطوفوا بالبیت العتیق کو دلیل میں بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ طواف اس آیت سے بیت اللہ کے ساتھ مختص ہے اُنکی خدمت میں یہ عرض ہے کہ اس آیت میں کوئی کلمہ حصر کا نہیں ہے جس سے آیت کا مطلب یہ سمجھا جاوے کہ "بیت اللہ ہی کا طواف کرو" پس تخصیص وحصر کا دعویٰ بلا دلیل اور غلط ہے زیادہ سے زیادہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ طواف بیت اللہ ارکان حج سے ہے اور منجملہ عبادات ہے اور یہ ایک عبادت خاص ہے بیت اللہ کے ساتھ مگر مزارات اولیاء کرام کا طواف عبادت نہیں ہے بلکہ از قبیل آداب و تعظیم ہے اور تعظیم اولیاء اللہ کا ہمکو حکم ہے پس طواف مزارات جائز ہو تعظیماً نہ عبادۃً ہاں اگر کوئی فعل تعظیم بحکم شارع ممنوع ہو جیسا کہ سجدۂ تعظیمی تو بیشک وہ حرام ہوگا اور تاوقتیکہ اُسکی حرمت شارع سے ثابت نہو اُسوقت تک دعویٰ حرمت مسلم نہیں بلکہ اصل کی بنا پر جواز و اباحت کا قائل ہونا پڑیگا اسلئے التماس ہے کہ اگر کوئی آیت یا حدیث یا قول مجتہد محرم طواف مزارات اولیاء اللہ ہو تو بیان کیا جاوے ۔

(ج) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ حامداً و مصلیاً ۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے واذ بوانا لابراہیم مکان البیت ان لا تشرک بی شیئا وطہر بیتی للطائفین والعاکفین والرکع السجود الخ اسمیں حق تعالیٰ نے ترک شرک کو مطلقاً ارشاد فرمایا کہ کوئی فرد شرک کی نہونی چاہئے اور تطہیر بیت کی طائفین کے واسطے کہ تطہیر اوثان اصنام سے یہاں مراد ہے حکم کیا چنانچہ مفسرین نے لکھا ہے جس سے معلوم ہوا کہ طواف مثل سجود کے عبادت ہے اور اُسکے ایقاع کے واسطے تطہیر عن الاغیار ضرور ہے پس ظاہر ہوا کہ طواف بھی مثل سجود کے ایسی شے ہے کہ بادجود غیر کے درست نہیں سو عبادت ہونا طواف کا ثابت ہوا عبارۃ النص سے اور غیر کو کرنا اُسکا شرک محقق ہوا اشارۃ النص سے اور پھر بعد اس آیت کے دوسری آیت میں فرمایا کہ ولیطوفوا بالبیت العتیق کہ امر وایجاب طواف کا حکم ہے اور ایجاب امور تعظیمیہ میں نہیں ہوتا مگر بوجہ عبادت کے پس عبادت ہوا طواف بعبارۃ النص اور اسکو صغریٰ بنا سکتے ہیں کہ بحکم "الطواف عبادۃ" ہے اور دوسری آیت میں حکم ہے امر ان لا تعبدوا الا ایاہ الخ اسمیں حصر کر دیا عبادۃ کو حق تعالیٰ کے واسطے کہ بحکم "العبادۃ لا یکون الا للہ" ہے جسکا نتیجہ شکل اول سے حاصل ہوا کہ "الطواف لا یکون الا للہ"

حصر عبادت طواف کا حق تعالیٰ کے واسطے بعبارۃ النص و باشارۃ النص ثابت ہوا معہذا حدیث فخر عالم علیہ السلام کہ "لاتقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصہ" کہ جس سے طواف غیر اللہ تعالیٰ کو کرنا شرک ثابت ہوتا ہے اور اجماع امت کا بھی ہے کہ عبادت خاصہ حق تعالیٰ کی غیر کو جائز نہیں اور علی قاری شرح مناسک میں لکھتے ہیں "(ولا یطوف) اے لا یدور حول البقعۃ الشریفہ لان الطواف من مختصات الکعبۃ المنیفۃ فیحرم حول قبور الانبیاء والاولیاء" انتہے پس اصول اربعہ سے شرک ہونا طواف غیر کا ثابت ہوتا ہے اب رہا قول سائل کہ طواف تعظیم ہے اور تعظیم اولیاء اللہ کی جائز ہے اور حصر موجود نہیں اور اصل شے کی حل ہے ہر چار مقدمہ ممنوع ہیں کیونکہ تعظیم اولیاء کی وہ جائز ہے کہ مخصوص حق تعالیٰ کے ساتھ نہو اور حد عبادت کو نہ پہونچی ہو اور جو تعظیم کہ عبادت ہو وہ ہرگز غیر کو جائز نہیں لقولہ تعالیٰ "امر ان لا تعبدوا الخ" پس تعظیم عبادت غیر کو اگرچہ انبیاء علیہم السلام ہوں حرام و شرک ہوئی البتہ وہ تعظیم کہ عبادت کے درجہ میں نہیں وہ اولیاء کو درست ہے مگر اُسکا درجہ دریافت کرنا بھی نصوص سے ہوگا بہر حال جو تعظیم کہ بایجاب اللہ تعالیٰ ذات حق تعالیٰ کے واسطے فرض ہوئی وہ خصوص حق تعالیٰ سے ہوئی اور غیر کے واسطے حرام ٹھیری پس طواف جو عبادت مخصوصہ اللہ تعالیٰ ہے اولیاء کو حرام ہوگی اور حصر ہونا عبادت کا نص سے ثابت ہو لیا اور یہ کہ عبادت اولیاء کی درست قطعاً باطل کیونکہ عبادت غایۃ التذلل والتعظیم ہے یہ ہرگز کسی کو درست نہیں اور اصل حل ہونا اُسوقت ہے کہ کوئی نص اُس باب میں وارد نہ ہوئی ہو چہ جائیکہ نص تحریم عبادت لغیر اللہ یہاں موجود ہے پس یہاں اصل حرمت ہو گئی اب کسی تعظیم کو درجہ عبادت سے خارج کرنا اور غیر اللہ کے واسطے جائز کرنا خود محتاج دلیل کا ہوویگا سو معاملہ علی القلب ہے سائل نے یہاں نظر تحریم عبادت کی نص پر نہیں کی ورنہ ایسی بات نہ کہتے حالانکہ یہ نص نہایت ظاہر ہے "ایاک نعبد" کہ ہر روز بہت دفعہ تکرار اسکا ہوتا ہے۔ الحاصل یہاں اس مسئلہ میں نص تحریم موجود ہے پس اصل تعظیم غایۃ تعظیم کی حرمت ہے مگر جس درجہ کو نص ہی مماثل نص محرِم سے مستثنیٰ فرما دیوے وہ جائز ہو جاویگا والا لا فقط واللہ تعالیٰ اعلم

(ش ۱) ایک شخص صلوٰۃ عصر دو مثل سے قبل باجماعت ادا کرتا اور اسپر مصر ہے یوں کہتا ہے کہ صحیح قول یہی ہے اور دو مثل کے بعد عصر کی نماز پڑھنے کا قول صحیح نہیں نہ کسی روایت معتبرہ سے ثابت اس شخص کا یہ قول اور عمل باقی نمازیان مسجد کو ناگوار گزرتا ہے پس شافی جواب مرحمت ہو کہ کسکو برسر حق سمجھا جاوے۔

(ج) بعد ایک مثل کے وقت عصر کا ہو جانا مذہب صاحبین اور ائمہ ثلثہ علیہم الرحمۃ کا ہے اور اسپر امامت جبرئیل علیہ السلام جو مکہ میں واقعہ ہوا دلیل ہے اور بعد دو مثل کے وقت عصر کا ہونا مذہب مشہور امام ابوحنیفہ

علیہ الرحمہ کا ہے اور اسکی دلیل چند احادیث ہیں از انجملہ یہ حدیث ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے جسکو بخاری نے اپنی صحیح میں اسطرح نقل کیا ہے کہ فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام سفر میں تھے جب دن ڈھلا تو حضرت بلال نے اذان کہنا چاہا چونکہ موسم گرمی شدید کا تھا آپ نے فرمایا "ابرد" یعنی سرد کر وقت کو چند بار ایسا ہی ہوا اور راوی فرماتے ہیں کہ "حتی ساوی الظل التلول" یہاں تک کہ برابر ہو گیا سایہ ٹیلوں کے ساتھ" پس اس حدیث سے مثل بقدر دو شمس واضح ہو گیا کہ گرمی شدید کے موسم میں کہ مدینہ و نواح مدینہ کہ ساڑھے تیئس ۲۳½ درجہ میں واقع ہے اور چوبیس ۲۴ درجہ تک آفتاب میل کرتا ہے لہذا وہاں شدت گرما میں سایہ اصل کم ہو جاتا ہے تو جب ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا تو اُسوقت بالضرور ایک مثل گزر کر دوسرا مثل شروع ہو جاتا ہے اُسوقت میں اذان ظہر ہو کر نماز پڑھی گئی یہ اہل دانش پر بدیہی امر ہے پس دو مثل میں جب وقت ظہر باقی رہا تو بالضرور بعد دو مثل کے وقت عصر ہو گا۔
اس حدیث سے مثلین کے بعد وقت عصر ہونا حجت واضحہ ہے اب یہ حدیث معارض امامت جبرئیل علیہ السلام کے ہوئی تو واقعہ مدینہ کا موخر ہے اور امامت کا واقعہ مقدم اور باتفاق ائمہ آخر قول و فعل شارع علیہ السلام کا ماخوذ و محقق ہوتا ہے اور پہلا منسوخ ہوتا ہے تو احتمال نسخ یہاں بھی موجود تھے پس بایں وجہ مذہب مشہور امام صاحب کا راجح معلوم ہوتا ہے لہذا یہ مذہب بھی قوی ہوا اسی واسطے بہت سے اکابر محققین علماء و فقہاء نے دو مثل کو ماخوذ و راجح فرمایا ہے چنانچہ درمختار و ردمحتار و بحر الرائق کے مطالعہ سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ پر واضح ہو جاتا ہے پس جب دو مثل کی روایت و مذہب دونوں صحیح اور قوی ہیں تو اُس سے اعراض ایسے مواقع میں کہ مخالفت پیدا ہو مسلمانوں میں تفرقہ ہو اور مخالفت نص قطعی "ولا تفرقوا" کے حرام و گناہ کبیرہ اور موجب رضائے ابلیس ملعون ہے شارع علیہ السلام نے مستحبات کو رفع نزاع کے محل میں ترک فرمایا اور ترک کا حکم دیا پس غایت الامر ایک مثل سایہ میں نماز مستحب ہو اور دو مثل کے بعد بھی وقت مستحب رہتا ہے اگرچہ اول افضل ہو پس ایک امر افضل کے واسطے تفرقہ مسلمانوں کی جماعت میں ڈالنا اور ایک مسجد میں دو آدمی سے جماعت کر کے علیحدہ نماز پڑھنا سوائے ناواقفی حکم شرعی کے کوئی امر مفہوم نہیں ہوتا لہذا اُس شخص کو تفریق جماعت سے روکنا چاہئے اور جو باز نہ آوے تو بہ تشدد منع کرنا چاہئے اگر قوۃ ہو کیونکہ رفع مفسدہ واجب ہے کما ہو مبسوط فی الحدیث والفقہ فقط

(س ۱۱) جلد و لحم انسان کی نجاست کی علت ہدایہ مصطفائی صفحہ ۲۴ پر کرامت قرار دی ہے حالانکہ یہ علت نجاست کی علت نہیں ہو سکتی البتہ اگر ہے تو حرمت کی علت ہے اگرچہ اعلیٰ درجہ کی حرمت نجاست کو مستلزم ہے لیکن اسکی حرمت کو حرمت لعینہ کا قائل ہونا بحیثیت استدلال بعید ہے کیونکہ مثل خنزیر منصوص نہیں ہے دار مدار ظنیات پر ہے پس اسکی نجاست کے قائل ہونیکی کوئی وجہ نہیں بہت اشیاء ایسی ہیں کہ حرام ہیں اور

نجس نہیں بایںہمہ اگر تامل کیا جاوے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کراہت کے ساتھ نجاست کا قائل ہونا اجتماع متضادین ہے اس مقام کے علاوہ شرعاً کوئی جزئی مکرم و نجس پائی نہیں گئی علاوہ ازیں آگے بڑھکر صاحب ہدایہ طہارت سُؤرِ انسان کے قائل ہوئے ہیں اور اُسکی علت بیان کی ہے "لانہ متولد من لحم طاہر" پس بظاہر یہ صریح تہافُت ہے کیونکہ اول دلیل سے نجاست ثابت کی اور یہاں اُسکی طہارت بیان فرمائی پس اگر جلد و لحم نجس ہیں تو سُؤر کی طہارت کی کوئی وجہ نہیں اور اُسکی علت "لکونہ فی معدنہ" قرار دیجاوے تو سوائے خنزیر سب سباع میں جاری کرنا چاہئے اور وہاں بھی سور کی طہارت کا حکم کیا جائے اور یہ دوسرا تعارض ہوا کہ نجاست اپنے معدن میں بحکم طہارت رہتی ہے تو پھر سباع کا لحم اُنکی حیات میں لکونہ فی معدنہ حکماً طاہر ہوا تو سور بھی طاہر ہوگا "لکونہ متولداً من لحم طاہر" حالانکہ وہ نجس ہے پس قضیہ منعکس ہوگیا اور اگر انسان کی طہارت و نجاست کا دار مدار باعتبار حی و میت کے کہا جاوے تو یہ حکم بھی تمام سباع میں مشترک ہوا جاتا ہے غرض پیچ در پیچ شبہات ہیں مختصر خلاصہ عرض کر دیا ہے۔

(ج) شبہات ہدایہ آپ نے کیا لکھے اجتہادیات کی لِم کا استفسار ہے بھلا یہ کسطرح کسی سے نبھے گی اگر عبارت ہدایہ پر خدشہ ہو تو اُسکا جواب سہل مگر محشیوں کے کلام اور قدماء کی روایات کی علل پوچھتے ہو خیر خاطر عزیز کے لئے کچھ تو لکھتا ہوں ہدایہ صفحہ ۴۴ میں کہیں تصریح نہیں کی کہ کراہت علت نجاست ہے آپ نے خود ہی تراش لیا اور اعتراض کئے وجہ شبہ یہ ہوا کہ ماتن نے کہا "کل اہاب دبغ فقد طہر و جازت الصلوٰۃ والوضوء فیہ الا جلد الخنزیر والآدمی الخ" تو متن سے دریافت ہوا کہ جلد آدمی دباغت سے پاک نہیں ہوتی اور پھر شارح نے آدمی کی جلد کی وجہ کراہت بیان کی تو آپ سمجھے کہ چونکہ جلد آدم بوجہ کراہت نجس تھی پاک نہوئی اور شبہہ قائم کر دیا اور فی الحقیقت یہ عبارت متن حدیث کی عبارت ہے مگر اشتناء حدیث میں نہیں سو حدیث کی شرح میں طول ہوتا ہے گو لطف اور علم بھی ظاہر ہوتا ہے سو اُس سے تو عرض کرتا ہوں اور اصل شارح کا مطلب بیان کرتا ہوں کہ جلد آدمی جب انسان سے سلخ کیجاویگی تو یا وہ مُردہ ہوگا یا زندہ اگر مُردہ کی کھال ہے تو بوجہ موت نجس حکمی ہوگئی تھی اور جو زندہ سے جدا ہوئی وہ بوجہ حدیث "ما اُبین عن الحی فہو میت" نجس ہوئی بوجہ میتہ ہونے کے اور جو اُتارتے اُتارتے آدمی مرگیا اور پھر جلد الگ ہوئی تو وہ بھی نجس بوجہ موت ہوئی کیونکہ انسان مُردہ میتہ اور نجس ہوتا ہے مثل دیگر حیوانات میتہ کے مگر یہ شرافت انسان کی ہے کہ غسل سے پاک ہوتا ہے بخلاف دیگر حیوانات کے "سو یہ نجاست بوجہ موت جو حاصل ہوئی تھی اسکو ہدایہ کہتا ہے "یطہر الا جلد

الاآدمی فانہ لایطہر" اور اسکی وجہ کرامت بیان کردی کہ اگر یہ بھی حکم طہارت کا پیا کرتی تو لوگ اسکو استعمال کرتے تو ممتہان بناتے شارع نے اسکی طہارت کو منع کردیا سو اسمیں کوئی خدشہ نہیں کرامت مِنجّس نہیں منجّس ہوتے ہے اور کرامت مانع طہارت ہے کہ طہارت موجب اہانت ہے جو کرامت کے خلاف ہے غرض شارع کرامت کو مانع طہارت ٹھیراتا ہے تاکہ بوجہ اسکے اہانت کو رفع کرے نہ موجب نجاست جیسا آپکو شبہہ ہوا۔ اگر اسپر طمانیت نہو تو سنو کہ استثنار فقط "طہر" سے نہیں بلکہ "طہر و جاز" سے ہے کہ مجموعہ سے جواز استعمال ستفاد ہوتا تھا تو گویا یہ معنی ہوئے "اذا دبغ حل استعمالہ" اُس سے استثنار کیا اور وجہ حرمت استعمال کی خنزیر میں نجاست العین اور آدمی میں کرامت بیان کردی ہو یہ توجیہ از سر رافع خدشہ ہے اور العموسہ ہر دو روایت کے موافق ہوگی کہ جلد آدمی کو اگر دباغت دیویں تو بعض طہارت کے قائل ہوئے ہیں مگر استعمال کے محرّم ہیں اور بعض طہارت کو بھی تسلیم نہیں کرتے اور تحقیق یہ ہے کہ خنزیر اور آدمی کی کھال بدن سے جدا ہو ہی نہیں سکتی اور جو جھلی اُتاری وہ دباغت پزیر نہیں ہوتی بعض مسائل فقہار کے محض بوجہ فرض ہوا کرتے ہیں اور حدیث سے قید صلوح دباغت واضح ہے معنی یہ ہیں "کل اہاب یصلح للدباغۃ اذا دبغ فقد طہر" واللہ تعالیٰ اعلم

(ش ۱۲) کمینہ غلامان خلیل احمد اپنے ملجا و ماوی میزاب رحمۃ اللہ تعالیٰ علی العالمین غیاث المریدین غوث المسترشدین نائب رسول رب العالمین قطب زمانہ مجتہد عصرہ دادانہ حضرت مولائی و مرشدی مولانا مولوی رشید احمد صاحب دام اللہ ظلال برکاتہم علی العالمین کے خدام کی خدمت عالی میں ملتمس عرضداشت ہے کرامت نامہ بجواب عرضداشت توقع سے بہت پیشتر اور امید سے نہایت بڑھکر نعمت غیر مترقبہ ہوکر شرف ورود لایا اس کمترین غلامان کے سر نیاز کو تاج افتخار پہنایا بوجہ عدیم الفرصتی حضور کے خیال تھا کہ جوابات بدیر اور مختصر ہوں گے لیکن الحمد للہ کہ حسب خواہش جوابات تحریر ہوئے کس کس عبارت اور کون کون سے لطف کا شکریہ ادا کروں ؎

شکر فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار   کہ اگر خار دگر گل ہمہ پروردۂ تست

کہ اس ناکارہ غلامان کے واسطے باوجود عدیم الفرصتی و ضعف طبع کے تکلیف گوارا فرمائی صلوٰۃ کے بعد بیساختہ دعا نکلی کہ حق تعالیٰ شانہ ذات مصدر فیوض و برکات کے علم و عمل و عمر میں برکت عطا فرماوے اور یا ہیں فیض رسانی قائم رکھے بتوجہ حضور اکثر جوابات علی فہم میں آگئے اور شبہات رفع ہوگئے لیکن بعض جوابات میں ہنوز خدشہ باقی ہے حسب اجازت خدام عرض کرتا ہوں اور نہایت نادم ہوں کہ غلام کی کم فہمی سے خدام حضرت کا

وقت گرامی ضائع ہو متعلق علیۃ کرامت شبہ رفع ہو گیا لیکن یہ شبہ باقی ہے کہ لحم حیوانات سباع حالت حیوۃ میں طاہر ہے کیونکہ صاحب ہدایہ نے موت مالیعیش کو "لا یفسد الماء" لکھا ہے اور دلیل لکھی ہے لانہ مات فی معدنہ فلا یعطی لہ حکم النجاسۃ کبیضۃ حال بحالہا دما تو اس سے صریح معلوم ہوتا ہے کہ لحوم سباع بھی جبکہ وہ اپنے معدن میں ہوں طاہر ہونگے کبیضۃ الخ کیونکہ طہارت ونجاست اجسام میں بحکم نقیضین ہیں تو اس صورت میں اُن کا سور بھی طاہر ہونا چاہئے "لانہ متولد من لحم طاہر" بخلاف خنزیر ومیتہ کے کہ خنزیر بجمیع اجزائہ حی ومیت ظاہر وباطن سے نجس العین ہے اور ایسا ہی میتہ بھی سو اُن کے لئے معدن ہی نہیں پایا ہے تو نجس ہے اور علاوہ اُن کے سباع وغیرہ کے حالت حیات میں ظاہر جلد نجس نہیں ہے بلکہ طاہر ہے جو اُن کے لحم کی معدن ہے تو لحم طاہر ہوا پھر ان کے سور کی نجاست اِس اصل کے خلاف ہے یہ شبہ پہلی عرضداشت میں بضمن سوال اول عرض کیا تھا۔

(ج) مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم لقا یا خدشہ قلت تدبر سے پیدا ہوئے شئے نجس ہر جگہ نجس ہی ہوتی ہے مگر وہ جب تک اپنے مقام و معدن میں ہے اُس پر احکام نجاست جاری نہیں ہوتے اور بعد نقل کے جاری ہوتے ہیں مثلاً آدمی کے بعدہ میں نجاست ہے عروق میں دم نجس ہے اسکو حامل نجاست نہیں کہتے جب اپنی جگہ چھوڑ کر عضو پر آگئی حکم نجاست جاری ہوا حامل نجاست ٹھیرا علی ہذا لحم سباع جب تک جلد حی میں ہے گو نجس ہے مگر حکم نجاست کا نہیں دیا جاتا جو کوئی اُسکو مثلاً گردن پر رکھکر نماز پڑھے حامل نجاست نہو ویگا نماز درست ہو جاویگی جب وہ مر گیا تو بوجہ میتہ ہونے کے نجس ہوا اور جو زندہ کا گوشت جدا کیا وہ نجس ہوا اب اسکو سور پر قیاس کرنا عجب ہے کیونکہ لحم نجس تھا لعاب نجس تھا تا مقام معدن حکم نجاست نہ تھا جب پانی میں لعاب خلط ہوا تو آب معدن سے الگ ہوا نجس ہو گیا پانی بھی نجس ہو گیا اول تو آپکو یہ خیال ہوا کہ معدن میں پاک ہوتا ہے یہ بے محل ہے بلکہ نجس ہے پر حکم نجاست نہیں دیا جاتا دوسرے یہ نہ سوچا کہ لعاب معدن سے جدا ہو کر پانی میں ملا ہے پھر کیونکر نجس نہ ہو دیگا اور پانی مخلوط کس طرح طاہر ہو ویگا۔

(ش ۱۳) ہدایہ مصطفائی صفحہ ۳۶ کے النائم المار علی الماء کی نسبت لکھا ہے کہ اُسکا تیمم بسبب مرور علی الماء منتقض ہو جاتا ہے "ناسی الماء فی الرحل" پر لکھا کہ اعادہ صلوٰۃ نہیں حالانکہ عذر نائم فوق الناسی ہے نوم مستلزم نسیان کو ہے من غیر عکس تو نائم کا عدم قدرت بہت زیادہ ہے پس باعتبار دلیل کے نائم کا انتقاض غیر معقول ہے اور باہم ہر دو امر متعارض اگرچہ روایت مصححہ عدم انتقاض ہے لیکن تعجب ہے کہ صاحب ہدایہ نے اُسکو ترک فرما کر متعارضین روایات جمع کر دی ہیں پس اول توجیہ علۃ انتقاض تیمم ہونی چاہئے کہ کس بنا پر اس روایت کا

دار مدار ہے پھر تقریر رفع تعارض کی فرمائی جاوے۔

(ج) فرق نسیان اور نوم کے مسئلہ میں یہ ہے کہ نسیان باختیار العبد نہیں سو ایسی حالت میں کہ اصل عدم الماء ہے اعنی سفر نسیان مانع قدرت ہوا اور کوئی امر مذکر بھی نہیں جیسا حالت صلوٰۃ میں معتبر نہیں ہوتا خلاف صوم کے کہ وہاں معتبر ہو کر ناقض نہوا سو بوجہ قوت اصل کے کہ عدم ماء ہے اور بذل سعی طلب ماء کے کہ ظن عدم الوصول ہے تیمم درست ہوا اور نائم میں بعد تیمم کے نوم مثل اختیاری کے ہے اور حالت نوم میں امر ضروری بقا کا جو بذل سعی ہے اور ظن عدم الحصول دونوں مفقود لہذا اُسکو حکم قادر کا دیا کہ اپنی غفلت سے سو یا اور قدرت کو ضائع کیا اب رہا یہ کہ یہ روایت قوی ہے یا ضعیف اس سے کیا بحث ہے صاحب ہدایہ کو یہ روایت معلوم نہو آخر بشر تھا یا اُسکے نزدیک یہ روایت قوی ہو بایں وجہ یا بوجوہ دیگر سو کوئی التعجب کی بات نہیں پچھلے لوگوں کو دوسری روایت کی قوت معلوم ہوئی فقط

(ش ۱۳) یہ جواب فہم میں نہیں آیا کیونکہ اس جواب کی بنا اس فرق پر ہے کہ "نسیان باختیار العبد نہیں تو مانع قدرت ہے اور نوم باختیار العبد ہے کہ اپنے اختیار سے سویا اور قدرت کو ضائع کیا تو مانع قدرت نہیں" تأمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ نوم و نسیان ہر دو اختیاری نہیں بلکہ نوم عدم اختیاریہ میں نسیان سے بڑھکر ہے کیونکہ اگر کوئی شخص جزم کے ساتھ کسی امر کا تذکر رکھے تو ممکن ہے کہ نسیان طاری نہو بخلاف نوم کے کہ ستہ ضروریہ میں سے ہے بسا اوقات تیقظ قدرت و امکان سے خارج ہو جاتا ہے اگرچہ صرف دواعی ہر دونوں کے اختیاری ہیں لیکن ایسی حالت میں نوم کے دواعی بھی اختیاری ہونے سے نکل جاتے ہیں اللہ حق جل و علیٰ شانہ نے نوم کو بے اختیاری بمنزلہ موت ارشاد فرمایا ہے اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذر نائم کو مثل ناسی کے قرار دیا "من نام عن صلوٰۃ او نسیھا فلیصلھا اذا ذکرھا" صاحب ہدایہ نے بھی امام شافعیؒ کی دلیل میں نوم کا عذر نسیان سے زیادہ تسلیم کیا ہے "والعذر ابلغ لعدم القصد" لیکن متنازعہ

اور عذر (نوم) بڑھا ہوا ہے اگرچہ بے اختیاری کے

فیہ میں ابلغیت باعتبار شعور و عدم شعور کے ہوگی غرض زوال قدرت میں نوم نسیان سے ابلغ معلوم ہوتی ہے باقی رہا بذل سعی طلب ماء اور اصلیۃ عدم الماء اور ظن عدم الحصول تو بذل سعی اگر ناسی میں مفقود ہے تو نائم میں بھی مفقود ہے ترک سعی میں ہر دو مساوی بلکہ بوجہ عدم شعور نائم کچھ زیادہ اور اصلیۃ عدم الماء باعتبار مسافر جو متعلق مسئلہ نائم کا ہے پائی جاتی ہے اور اصلیۃ عدم الماء باعتبار رحل مسئلہ جو متعلق مسئلہ ناسی ہے فہم میں نہیں آئی کیونکہ رحل فی الحقیقۃ مسافر کے واسطے معدن الماء ہے تو اصل میں وجود ماء ہے نہ عدم ماء ناسی کے حق میں بہ

ظن عدم الحصول اسی پر متفرع تھا تو ناسی کے لئے ہرسہ امور مفقود اور نائم کے لئے اول مفقود اور ثانی و ثالث موجود ہے تو اس اعتبار سے بھی عذر نائم فوق الناسی ہوا اور بعد تسلیم فرق مذکور جبکہ حقیقت قدرت زائل ہو کر بمنزلہ میت اور جماد کے ہو گیا تو اُسکو حکماً قادر کہنا ایک عجب بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص اپنے ہاتھ پاؤں کاٹکر معذور ہو جاوے یا کوئی شئے کھا کر ایسا مریض ہو جاوے کہ استعمال پانی کا اُسکو مضر ہونے لگے اگرچہ اس حالت میں باختیار خود قدرت زائل کی ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ شخص حکماً قادر ہے اور اسکا تیمم منتقض ہو گیا یا اسکو تیمم جائز نہیں تو ایسا ہی نوم اگرچہ اسکا کسب باختیار ہوتا ہم جبکہ وہ حقیقۃً معذور ہو چکا تو اب اُسکو قادر کہنا گویا اجتماع متنافیین کا قایل ہونا ہے اور بقلا الہداد محشی کے ہر سہ جوابات کہ نوم کا عذر من العباد ہونا یا امر باطنی لا یوقف علیہ ہونا یا صورت نوم کا وقوع نادر ہونا بخلاف نسیان کے خلاف بداہۃ کے ہیں اور دلی خلش کو رفع نہیں کرتے کیف بہر فہم میں نہیں آیا کسی قدر واضح تر ارشاد ہو کہ فہم نارسا کی رسائی ہو۔

(ج) اس نائم کے مسئلہ میں بندہ نے دعوی ترجیح اس روایت کا نہیں کیا تھا مگر چونکہ آپنے لکھا تھا کہ توجیہ علت انتقاض کرو کہ کس بناء پر ہدایہ نے لکھا ہے تو بندہ نے اُسکی توجیہ کی تھی اور آخر میں یہ بھی لکھدیا تھا کہ قوۃ و ضعف روایت سے بحث نہیں مگر تم مدعی ہو کہ اُسکے خلاف کے دلائل پیش کرنے لگے سو درست ہے جب یہ روایت ضعیف اور مقابل اُسکے قوی تو یہ وجوہ قوت دوسری روایت کے ہوویں گے گو ناتمام ہوں کلام یہ تھی کہ نسیان میں بعض وجوہ سے قوت مفہوم ہوتی ہے گو بنظر دقیق مساواۃ نوم ہو جیسا فتح وغیرہ لکھتے ہیں تو غرض فرق ظاہری بیان کرنا تھا نہ نظر دقیق کی طرح اسطرح کہ ناسی بیقظان ہے اور مخاطب بطلب آب اُس نے طلب میں جسقدر ہو سکا سعی کی اور نسیان اُسکا مرفوع الحکم ہوا اور یہ خدشہ کہ اُسکو طلب ماء میں ڈیرہ کا بھی دیکھنا واجب تھا کہ وہاں پانی ہوتا ہے عادۃً لازماً تو اُس نے کوتاہی فی الطلب کی چاہئے کہ تیمم درست نہو اسکو دفع کیا تھا کہ اصل میں پانی کا عادۃً لازماً ہونا حضر میں بلاد میں ہے نہ صحراء و سفر میں کہ وہاں اصل عدم ہے اور یہ امر ظاہر ہے انکار اسکا خواہ مخواہ کلام ہے پس کوتاہی اُس سے طلب میں نہیں ہوئی اور نائم اگرچہ مخاطب ہے مگر اُس سے سعی نہیں ہوئی کیونکہ وہ عاجز ہے سعی کی ضد میں مبتلا سو معذور نہوا اور نوم کو مثل اختیاری کے کہا تھا نہ اختیاری سو یہ فرق ہے اور اس فرق کے آثار ایک فرع میں ظاہر بھی ہیں اگرچہ وہاں دوسری وجہ بھی ہو کہ صوم میں نسیان سے کھانا ناقض صوم نہیں اور نوم میں کھانا مفسد ہے سو یہ وجہ فرق کی تھی اگرچہ اسکو مقابل روایت والے رفع کر دیویں تو بس انکو اسقدر کنج وکاؤ کر کے دلیل فرق کو اُٹھانیکی حاجت نہیں گو آپ کے دلائل مساوات کے بھی ضعیف ہوں

نسیان کی نوم سے مساوات حدیث میں آور وجہ سے ہے کہ ہر دو مخاطب ہیں اور قوۃ نسیان کی دلیل مذکور میں بوجہ دیگر ہے علی ہذا توفی روح نائم کی من امر اللہ تعالیٰ ہونا اور وجہ ہے کہ سب اشیاء باذن اللہ موجود ہوتی ہیں اور قوت عذر نسیان بایں وجہ کہ وہ سعی کر رہا ہے جو اسکو حکم تھا اُسکا اتمام کیا خلاف نائم کے کہ وہ عاطل ہے "والساکت لاینسب الیہ شیٔ" (اور ساکت کیطرف کوئی چیز منسوب نہیں ہو سکتی) علی ہذا البغیۃ عذر نائم ہے مگر پھر بھی یہ ہے کہ جب دوسری روایت قوی تسلیم کی گئی اِن سب دلائل کو توڑ کر قوی روایت کے دلائل قوی کہے جائینگے بہر حال ترجیح ظاہری بیان کرنا تھا نہ تحقیقی سو آپکی فہم میں کیوں نہ آیا اور کیوں اُسکے رفع میں ہمت لگائی فقط زیادہ بحث بے سود ہے لہذا اسی قدر لکھدیا ہے گو اسکی بھی حاجت نہ تھی واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۵) صفحہ ۱۶ س ۱۵ والوظیفۃ فی ہذہ الاعضاء تعبدیۃ الخ اگر "والوظیفۃ فی ہذہ الاعضاء" سے مطلق وضوء مراد لیجاوے تو عبارت سابق وہذا القدر فی الاصل معقول الخ کے مخالف ہے کیونکہ وہاں بجواب استدلال شافعی ولان غسل الخ کے گویا نفس وضو کی تعبدیۃ کے قائل ہوئے البتہ اقتصار علی الاعضاء الاربعہ کو غیر معقول کہا ہے اور اس جگہ اس تقدیر پر نفس وضو کی تعبدیۃ کے قائل ہوئے اور اگر اس جگہ بھی اقتصار علی الاعضاء الاربعہ مراد ہے تو اسکو ثبوت مدعا میں کچھ دخل نہیں کیونکہ عدم جواز توضی بماء اعتصر من الشجر کو اقتصار کی تعبدیۃ سے کیا علاقہ البتہ اگر یہ ثابت ہو اور عبارت اسطرح کہی جاوے "والوظیفۃ فی التوضی بماء المطلق تعبدیۃ فقد تعدی الی غیر المنصوص علیہ" تو مثبت مدعا ہوگی اس سے معلوم ہوا کہ محشی نے جو نیچے لکھا ہے وہو الماء المطلق اگر مرجع مضاف ہے تو غلط ہے اور اگر مضاف الیہ ہے تو صحیح لیکن خلاف ظاہر اسکے بعد استثناء "واما الماء الذی یقطر من الکرم" فہم میں نہیں آیا کیونکہ مدار جواز توضی و عدم جواز کا ماء مطلق و مقید پر ٹھیرا چنانچہ تفریعات آئندہ دلالت کرتی ہیں صنع عبد کو کچھ دخل نہیں اور دلیل سابق مقتضی عدم جواز توضی بھی اسمیں جاری ہے کیونکہ علت عدم جواز توضی مقیدیۃ یا تعبدیۃ ہر دو میں مشترک ہے تو حکم عدم بھی مشترک ہونا چاہئے باوجود اسکے پھر جواز توضی کا قائل ہونا اصل معدول عن القیاس میں قیاس جاری کرنا ہے جو سراسر قواعد اصول کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جاوے کہ ماء الکرم بسبب عدم دخل صنع عبد کے ملحق بماء مطلق ہوگیا تو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ مدار اطلاق و تقیید کا امر ہے کہ اگر ماء مطلق بولکر ذہن کی سبقت اسکی طرف ہو تو مطلق ہے ورنہ مقید ہوگا بہر کیف یہ ماء مقید ہے اور غیر منصوص علیہ تو عدم صنع للعبد کی وجہ سے مطلق نہیں ہو سکتا ہے غرضکہ جواز توضی بماء یقطر من الکرم مخالف اصول ہے یہ عبارت مع ماسبق فہم میں نہیں آئی توجیہ ارشاد ہو؟

(ج) صاحب ہدایہ اول کہہ آیا تھا کہ ماخرج عن السبیلین ناقض جو ہوا تو اُسمیں یہ امر معقول تھا کہ خارج نجس ہے علت اُسکی عقل میں آگئی تھی سو جیسا سبیلین سے خارج نجس نے نقض کیا ایسا ہی دوسرے محل سے اگر خارج نجس ہوویگا تو ناقض ہوویگا مگر خروج نجاست سے سارا جسد نجس ہونا چاہئے جیسا لفظ سے سو اگرچہ شارع کے ارشاد خارج سبیلین سے یہ تو فہم میں آگیا کہ نجاست کے خروج سے جسد نجس ہوا مگر یہ اعضاء اربعہ کا دھونا ہی رافع نجاست ہوا اسکی وجہ عقل میں نہیں آئی فقط اب والوظیفۃ میں اگر دوسری بات کہی وہ یہ کہ شارع نے رافع نجاست ماء مطلق کو قرار دیا فی قولہ فان لم تجدوا ماءً الخ میں کیونکہ مطہر ماء ہوا اور ماء نہو تو تراب ہو دیگر مائعات کا ذکر نہ کیا تو معلوم ہوا کہ وظیفہ یعنی جو شئے کہ مقرر کی گئی طہارت اعضاء وضوء کا فقط پانی ہے دیگر مائع نہیں تو یہاں شبہ تھا کہ نجاست حقیقیہ کے ازالہ میں بھی شارع نے ماء کو ہی مقرر کیا تھا تمنے مائعات سے بھی جائز رکھا قیاساً حالانکہ شافعیؒ نے انکار کیا یہاں بھی تم قیاساً مائعات سے وضو جائز کہدو تو جواب دیا کہ وظیفہ ازالہ نجاست حکمیہ کا ماء ہے اور یہ امر خلاف قیاس ہے کیونکہ ازالہ نجاست حقیقیہ میں تو عقل کہتی تھی کہ جس شے سے قلع نجاست ہو جاوے وہ مثل ماء کے ہے مائع اور قالع مگر حکمی کا تو حال معلوم ہی نہیں اسلئے کہ خروج نجاست تو مثلاً دُبُر سے ہوا اور سارا بدن نجس ہوا عقل میں نہیں آتا کہ کیا وجہ مگر سبیلین کے خروج سے حکم نقض کا جو دیا تھا تو یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ جب اصل نجاست عقل میں نہیں آتی کہ کسوجہ سے ہے اُسکے ازالہ میں فقط پانی کو فرمایا تو اب عقل کیا حکم دیدے کہ دیگر مائع بھی بمقام پانی کے ہو جاوے۔ قلع نجاست مرئیہ میں فہم کی رسائی تھی حکمیہ تو فقط حکم سے معلوم ہوئی اُسکی حقیقت معلوم نہیں اُسکے قلع کی کیفیت سے خبر نہیں لہذا ماء پر حصر طہارت ہوا اگر دوسری شئے کو فرماتے تو وہ بھی معلوم ہو جاتی اب فقط ایمان ہے کہ نجاست حکمی ہوتی ہے اور اُسکا رفع ماء سے ہوتا ہے اور عقل کا دخل نہیں لہذا ماء مطلق پر قصر ہوا مگر ماء مطلق واقع میں وہ ہے کہ جسکو عرف اہل لسان میں ماء بولتے ہوں کیونکہ قرآن بزبان و لغتِ عرب نازل ہوا ہے تو اب معتصرات تو خارج ہو گئے مگر ماء الذی یقطر من العنب میں کلام ہے سو اصل جواب یہ ہے کہ اسکو اہل لسان ماء مطلق جانتے ہیں یہ بات لغت کی ہے قیاس کا دخل نہیں مگر اسکی دلیل محض فرق معتصر اور قاطر کے لئے بیان کردی ورنہ اثبات لغت بالقیاس ہو جاوے یہ نہیں بلکہ وجہ اصطلاحی لغوی کی بتانا مقصود ہے بس آپکا خدشہ رفع ہوا کیونکہ اثبات لغت بالقیاس درست نہیں نقض بقید اشتراک وغیرہ سب زائد ہو گئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

اللہ اللہ اس تبحر کا کیا ٹھکانا ہے جو حضرت مولانا قدس سرہ کی مختصر و جامع تحریر کے لفظ لفظ اور حرف

حرف سے فوارہ کی طرح اُبل رہا ہے اگر ناظرین کو معلوم ہو کہ زبردست شبہات کے قلم برداشتہ جوابات کس حالت اور کس زمانہ میں مولانا قدس سرہ نے تحریر فرمائے ہیں تو تعجب پر تعجب ہو اِن ایام میں حضرت مولانا پر پے در پے چند اموات کے صدمے پڑ چکے تھے آپ کا صدمہ زدہ دل مولوی علاء الدین مرحوم کی جانکاہ موت کے بعد ہی بھائی سے زیادہ پیارے اُستادزادے جناب مولانا مولوی محمد یعقوب صاحبؒ کی اہلیہؒ معہ فرزند فریدالدینؒ کی رحلت کا سانحہ برداشت کر چکا تھا کہ جسکے بعد دیگرے چند اموات اَور ہوئیں چنانچہ جس والانامہ میں یہ جوابات تحریر فرمائے گئے ہیں اُسی کا آخری حصہ یہ ہے "صدمہ فوت مولوی علاء الدین صاحب مرحوم کا سنا ہوگا اب والدہ بہار الحق زوجہ مولانا محمد یعقوب صاحب نے معہ اپنے فرزند فریدالدین کے رحلت فرمائی حق تعالیٰ رحم فرماوے اور بخشے مولانا پر کیا کچھ صدمات ہوئے کہ انکی نسل کے چھ سات آدمی اور زوجہ فوت ہوئے ایک سخت صدمہ وہاں یہ ہوا کہ حافظ محمد سعید جو وکیل تھے اور مولوی محمود حسن صاحب کے برادر زوجہ تھے ہیضہ میں فوت ہو گئے ہائے ہائے دنیا کیا ناپائدار جا ہے اور ہمکو کسقدر غفلت ہے۔"

علامۂ عصر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ کے ہدایہ جیسی ادق فقہی کتاب پر شبہات دیکھئے اور صدمات سے شکستگی کی حالت میں حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کی قلم برداشتہ وہ جوابی تحریر جسکے سمجھنے میں اب بھی ذہین آدمی کو غایت خوض و تدبر کی حاجت ہے۔ وہ ایک والانامہ جس میں سے تین شبہات کے جوابات ہدیہ ناظرین کئے ہیں اسی درجہ کے قوی نو دس شبہات کے جوابات سے بھرا ہوا ہے لیکن چونکہ سوانح میں صرف نمونہ کا دکھانا مقصود ہے اسلئے اسی پر اکتفا کیا گیا اور اجتہادی قابلیت کے اظہار کی غرض سے جہاں علل احکام کی لم بیان ہوئی ہے اُسکو درج سوانح کر دیا گیا ہے میری موعودہ[۱۵] تعداد ختم ہو گئی اسلئے باقی فیوضات علمیہ کو علیحدہ رکھتا ہوں گو جی بالکل نہیں چاہتا کہ اس بے بہا جواہرات انمول یواقیت کے بھرپور خزانے کو جسکا ایک ایک دانہ ہفت اقلیم کے معاوضہ میں ارزاں ہے ترک کیا جائے مگر مجبوری کا کیا علاج اگر سوانح کے اجزا زیادہ بڑھ گئے تو حضرت کے متوسلین جن میں زیادہ جماعت غربا و مفلسین کی ہے اسکو خرید نہ سکینگے دعا فرمائیے کہ حق تعالیٰ دوسرے وقت اسکو ہدیہ ناظرین کرنے کی توفیق و ہمت عطا فرمائے۔ تاہم شبہات قرآن و حدیث کے متعلق وحید العصر شیخ مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب مدظلہ کی چند تحریرات جنکے جوابات حضرت قدس سرہ نے تحریرًا عطا فرمائے ہیں بیان کئے بغیر قلم آگے نہیں چلتا اُسمیں بھی طبع پر جبر کر کے دس پر اکتفا کرتا ہوں ان دس جوابات شبہات سے وہ نکات علمیہ ناظرین کو معلوم ہوں گے جنکا وجود اب کہیں مشکل سے ملیگا گو ان مضامین علمیہ کا زیادہ نفع علم دوست جماعت طلبہ اور علماء کے لئے مخصوص ہے مگر حسب تفاوت استعدادات ناظرین اوراق بھی اپنی

ذکاوت ورسائی فہم سے لذت وکیف ضرور حاصل فرماوینگے یہی وہ نکات ہیں جنپر علم کے طلبگار شخص کو جان اور مال کا نچھاور کرنا شہادت میں داخل اور ذریعہ افتخار دین ودنیا ہے۔ میری استدعا ہے کہ یہ مباحث دقیقہ کئی کئی مرتبہ خلوت میں خالی الذہن ہوکر دماغی تفکر اور غایت تدبر کے ساتھ دیکھنے چاہئیں اور طہارت قلب وجسد کے ساتھ توجہ الی اللہ کی معیت میں اس چمنستان محمدی کی گل چینی کیجائے " واللہ الہادی ہو حسبی ونعم الوکیل "۔

(ش ۱) قولہ تعالیٰ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَۃِ لَمَا یَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ الآیۃ اور وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَشَّقَّقُ فَیَخْرُجُ مِنْهُ الْمَاۗءُ الآیۃ یہ ہر دو آیات باعتبار معنی متحد معلوم ہوتی ہیں پھر تکرار سے کیا نفع نیز وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا یَهْبِطُ مِنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ الآیۃ میں ہبوط وسقوط حجر کو ثمرہ خوف الٰہی بیان کیا گیا ہے پس تفجر وتشقق اور ہبوط کی اس ترتیب المذکور فی القرآن کی حکمت سمجھ میں نہیں آئی نیز وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ الخ اور اَفَتَطْمَعُوْنَ الخ کو اس آیت سے کیا ربط ہے ؟

(ج) تفجر انہار اعلیٰ درجہ کا متاثر ہوتا ہے کہ نہریں پھوٹ کر جاری ہوئیں اور تشقق ہوکر پانی نکلنا ادنیٰ درجہ ہے اور فقط ہبوط اس سے بھی کم درجہ تو اعلیٰ سے اسفل کو کلام کا سوق ہوا ہے کہ " پتھروں کا یہ حال ہے کہ بعض سے نہریں جاری ہوگئیں اور بعض سے شق ہوکر پانی نکلا اور بعض ہابط ہی ہوگئے مگر بنی اسرائیل کو باوصف ان معجزات باہرہ اور رویت قدرت قاہرہ اور احسانات بینہ ظاہرہ کے اعلیٰ تو کیا ادنیٰ تاثر بھی نہوا تو ادنیٰ ادنیٰ حال حجر سے بھی انکا حال خوار وخراب ہے متفجر انہار اعلیٰ درجہ کا متاثر ہوکر ہمہ تن خشیہ سے پانی ہوا اور اُسکا نفع خلق کثیر کو ہوا ہر قسم کا اور منشق خود منتفع کسی درجہ کا ہوا اُسکے ماء سے بھی واحداً بعد واحدٍ کو کچھ نفع ہوا یا نہوا مگر خود منتفع بخشیہ ہوا اور منہبط کو خود تواضع وخشیہ حاصل ہوا اگرچہ کسیکو اس سے کوئی فائدہ نہوا مگر متاثر ہوکر ممتثل امر ہوا اخلاف بنی اسرائیل کے کہ وہ اپنی جبلت عصیان پر برابر ہیں اور جھوٹے حیل اُن کے اور نیز بیانی لغو ہے وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ الخ پس ایسے قدیم بدفہموں بدترین از حجارہ سے " الولد سر لابیہ " کیا توقع ہدایت کرتے ہو اَفَتَطْمَعُوْنَ الخ والسلام۔

(ش) مسلمان نے جو مال بہ نیت رشوت جدا کیا یا تقرب لغیر اللہ کے لئے قبور پر چڑھایا واچڑھایا تو اُسکی حرمت کا تحقق کسوقت ہوتا ہے اور اُسکا استعمال کیا مالک یعنی رشوت دینے والے یا چڑھاوا چڑھانے والے کے لئے بھی ناجائز ہے اگر ایسا ہے تو مال رشوت دینے والے پر مال کے رد کا حکم کیونکر صحیح ہوگا نیز سائبہ یعنی جو جانور غیر اللہ کے نام پر چھوڑا جائے اُسکی حرمت کسوقت متحقق ہوگی اور مالک کو اپنی نیت حرام کے واپس کر لینے کا یہاں

اختیار ہے یا نہیں امید کہ "قولہ تعالیٰ وما اہل لغیر اللہ بہ" کے مفہوم کو واضح فرمادیں؟

(ج) جو مال مسلم نے رشوت کے واسطے یا تقرب لغیر اللہ کے واسطے جدا کیا تو یہ مال حرام نہیں ہوا اگر اس مال کو خود کھاوے یا ہدیہ دیوے بدون اس نیت کے یا اللہ دیوے تو حلال ہے اور نیت لغو ہوگئی اگرچہ قبل ان تصرفات کے گنہ اور شرک ہو چکا تھا اور جو اسی نیت پر دوسرے کو دیا گیا تو عقد تام ہوا اور بسبب عقد باطل کے مال حرام ہوگیا سب کے حق میں سوائے مالک کے اگر اُسکے پاس رد ہو جاوے نہ بر ملک دیگر تصرف کرنے میں۔ پس یہی حال چڑھاوے قبور اور منذور لغیر اللہ کا ہے خواہ حیوان ہو یا غیر حیوان اور جو حیوان تھا اور خود مالک نے اسی نیت پر ذبح کیا بسم اللہ پڑھکر تو وہ بسبب میتۃ ہونے کے حرام ہوا اگرچہ ملک سے نہیں نکلا گوشت مردار کھال بدباغت پاک۔ اگر استعمال کرے حلال ہے گناہ نہیں اور جو اُسکو چھوڑ دیا بایں نیت کہ "جو لیوے مالک ہو جاوے" تو بعد اخذ کے حرمت محقق ہو گئی جیسا اوپر گزرا کہ عقد تام ہو گیا پھر اُس آخذ نے اگر اس نیت مُسَیِّب پر ذبح کیا تو مردار ہو گیا گوشت مُردار نجس کھال پاک اور حرام الاستعمال سب کے حق میں اور جو اس نیت پر ذبح نہیں کیا بلکہ خالص بسم اللہ کے ساتھ ذبح کیا اور تعظیم غیر بالکل نہ تھی تو وہ حیوان میتہ نہیں مگر حرام ہے گوشت اور پوست اُسکا کھانا استعمال کرنا حرام مگر نجس نہیں مثل طعام حرام کے ہے بسبب عقد حرام کے اور جو اس نیت سے نہیں چھوڑا بلکہ فقط ارواح خبیثہ کی ملک پر چھوڑا ہے تو آخذ غاصب بحق مالک ہے کیونکہ ملک مُسَیِّب سے نہیں نکلا تھا اب اگر ذبح کیا تو غصب کا قاعدہ اسپر جاری ہوویگا حرمت اہلال کا دخل اسمیں نہ ہوویگا۔ الحاصل ایک حرمت بسبب تعظیم غیر پر ذبح ہونے کی ہے وہ تو ہر حال ہے خواہ مالک کرے خواہ غیر کرے اور دوسری حرمت منذور غیر اللہ ہونے کی ہے وہ بدون قبض دوسرے کے حاصل نہیں ہوتی انشاء اللہ تعالیٰ قاعدہ فقہ سے یہ صحیح ہے اور دوسروں کی تحریر کی تحقیق نہیں کہ وہ کیا لکھتے ہیں اور مراجعہ کتب کی اسوقت فرصت نہیں اور عشرہ سے طبع صاف بھی نہیں یہاں مرض بہت کم ہے ہیضہ شاذ و نادر کسی کو ہوتا ہے انبتہ کثرت ہے محمد ہاشم کا فوت عبرت انگیز ہے۔

(س ۳۲) صاحب خزانۃ الروایات نے اپنی کتاب میں یہ جزئیہ لکھا ہے "زید نے عمر کو نوکر رکھکر ایک جگہہ سے دوسری جگہہ کو سفر کیا راستہ میں عمر (نوکر) کا وطن اصلی آگیا تو عمر بحکم تبعیۃ مسافر ہی رہیگا بحکم وطن اصلی مقیم نہوگا لہذا قصر نماز پڑھے آنحضرت کی اسکے متعلق کیا رائے ہے۔

(ج) اس جزئیہ میں بندہ کے نزدیک وطن اصلی کا اعتبار ہو کر سفر نہ رہیگا تمام صلوٰۃ پڑھے نہ قصر۔ صاحب خزانہ کو جواب میں خطا ہوئی مسافر سے مسافر مستقل بنفسہ سمجھ لینا صحیح نہیں۔ مسافر وہ ہے کہ سفر اُسمیں موجود ہو

اور وطن اصلی ضد سفر ہے مشتق میں مبدء اشتقاق کا بالفعل ہونا واجب ہے تاکہ حقیقی معنی صحیح ہوویں ورنہ مجاز ہو جاویگا وہو خلاف الاصل اور صاحب خزانہ کا استنباط "نوی الاقامۃ" سے ہے بایں وجہ کہ صاحب نیت ہونا چاہیئے واضح ہو کہ تابع صاحب نیت سے کیونکہ مطلب عبارت فقہاء "والمعتبر نیۃ المتبوع" الخ سے صاف ظاہر ہے کہ نیت تابع کا اعتبار نہیں نہ یہ کہ وہ صاحب نیت ہی نہیں مگر متبوع کی نیت مرجح ہے اسلئے کہ تابع بدون متبوع کچھ نہیں کر سکتا۔ سو محض نیت سے کام نہیں چلتا نیت تابع کی محل تردد ہے کہ اسپر عمل ہوگا یا نہو گا خلاف متبوع کے۔ اور جس جا متبوع کی نیت میں تردد ہوگا وہ بھی معتبر نہیں ہوتی۔ دار الحرب میں قیام کی نیت اگر امیر لشکر اسلام کرے تو معتبر نہیں اسواسطے کہ قیام محل تردد ہے نہ یہ کہ صاحب نیت نہیں در مختار میں قرضخواہ کا اصل قرضدار کو تابع لکھا ہے اور پھر لکھتا ہے کہ اگر قرضخواہ نے اپنے وطن میں مسافر قرضدار کو پکڑ لیا تو مفلس تو مسافر ہی رہیگا اور مالدار اگر قبل پندرہ روز دین دینے کا ارادہ رکھتا ہے تو مسافر رہیگا" دیکھو تابع کو صاحب نیت کہا

الصبی اذا خرج مع ابیہ فبلغ فی اثناء الطریق وقد بقی الی المقصد اقل من ثلثۃ ایام لا یقصر حالانکہ ابن بار تابع اب ہوتا ہے مگر صبی پر خطاب بعد بلوغ آیا تو اب وہ مسافر جب ہو کہ سہ منزل باقی ہوں پہلے نیت معتبر نہیں اور نفس تبعیت اب نے کام نہ دیا علی ہذا اگر مسافر کسی بلد میں اقل مدت قیام کرے اور نوکر مقیم کو رکھے تو وہ نوکر مقیم اپنے بلد میں تبعاً للمسافر مسافر نہیں ہوتا کیونکہ تبعیت سفر بعد وجود سفر ہوتی ہے علی ہذا بعد وجود سفر تبعیت سفر کے لئے بقاء سفر ضروری ہے یہ مسئلہ وطن اصلی کا نہیں جیسے صاحب خزانہ سمجھے بلکہ وطن اقامت کا ہے کہ قطع سفر و بقاء سفر میں حاجت نیت کی ہے۔ جب دو نیت متعارض ہوئیں تو اقوی کو راجح کیا خلاف وطن اصلی کے کہ وہ ضد سفر ہے نیت کا وہاں مطلقاً دخل نہیں اضداد جمع نہیں ہو سکتے فقط واللہ اعلم۔

(ش ۱۴) "کل مولود یولد علی الفطرۃ" الحدیث اور حدیث قصہ خضر علیہ السلام اور قتل غلام میں تعارض معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہاں ارشاد ہے "وکان طبع یوم طبع کافرا" پس نہ کوئی وجہ استثناء سمجھ میں آتی ہے کہ کلیہ سے یہ لڑکا جسکو خضر علیہ السلام نے قتل کر دیا تھا مخصوص ہو اور نہ تعارض مرفوع ہوتا ہے۔

(ج) شارع علیہ السلام نے رفع تعارض خود فرما دیا ہے کہ ایک جا طُبِعَ فرمایا اور دوسری جا وُلِدَ فرمایا طُبِعَ اور وُلِدَ میں فرق بیّن ہے طبع وہ ہے کہ جذر جبلت اور استعداد کامن میں ایک قوت رکھی جاوے اور "ولد علیہ" یہ ہے کہ ایک ہیئت موجودہ کے ساتھ اختلاط ہووے تو پس ہر مولود مولود علی الفطرۃ ہے اور فطرۃ کے ترجمہ میں گو اختلاف عبارات ہے مگر ماحصل سب کا دین و اسلام ہے سو وہ اقرار توحید و ملت جو عالم ارواح میں ذریت

آدمؑ سے واقع ہوا جس میں سب کافر مشرک فاسق مسلم شریک ہیں وہ فطرۃ ہے اُسپر ہی مولود مفطور ہوتا ہی اور اُس اقرار پر جو بلفظ بلیٰ" قرآن شریف میں خبر ہے تا ولادت کوئی انکار یا خلاف طاری نہیں ہوا سو کل مولود مخلوق وقت ولادت اُس فطرۃ مقررہ پر مولود ہیں کوئی خلاف سرزد نہیں ہوا "فقال علیہ السلام کل مولود یولد علی الفطرۃ" حالانکہ بدیہی امر ہے کہ ابلیس اور تمام کفرہ نے بھی اُسوقت میں اقرار توحید و ملت کیا تھا ایسا ہی غلام خضرؑ نے اقرار کیا تھا وہ بھی مولود علی الفطرۃ المذکورہ تھا کیا خصوصیت اُس غلام کی ہے۔ معہذا سب کفار اور وہ غلام مطبوع علی الکفر تھے کہ اُنمیں استعداد کامن کفر کے استحسان و عمل خلاف کی رکھی گئی تھی جسکا ظہور گاہ بتقلید آبا ہوتا ہے اور گاہ بتقلید غیر آبا، اور گاہ خود اپنی طبع سے فوارہ منبع جوش ہوتا ہے کہ جبلت اپنے ظہور سے ممنوع نہیں ہو سکتی اسکی ہی خبر دیگئی کہ" اگر جبل کے زوال کی خبر سنو قبول کرو اور جبلت کے زوال کو ہرگز مت مانو" سو فرمایا" کان الغلام طبع کافراً اے کما طبع سائر الکفرۃ" جبلت محتاج تقلید کی نہیں ہوتی۔ تقلید اشتعال لگ دینے والی ہوتی ہے جسکی جبلت میں کوئی استعداد ہوتی ہے ادنیٰ ذریعہ دیکھکر مشتعل ہوجاتی ہے اور بلکہ بدون تقلید بھی وہی ظہور ہوتا ہے اور جو استعداد جبلی نہیں ہوتی وہ بہت شدت سے اثر کرتی ہے۔ فرمایا کہ" والدین غلام مومن ہیں اگر یہ غلام مجبول علی الکفر زندہ رہتا تو بسبب شدت محبت والدین کے یہاں موثر قوی حُبّ ولد کہ "حبک الشئ یعمی ویصم" ہے باوجود جبلت والدین علی الاسلام کے اثر کفر موثر قوی کا اُنپر ہوتا سو حق تعالیٰ نے اُن
تمہاری کسی چیز سے محبت اندھا بہرا بنا دیتی ہے
صالحین کی محافظت کر دی اور ولد کو بھی عذاب سے نجات دی کہ مواخذہ کفر مطبوع پر جب ہے کہ اُسکا ظہور بھی ہوجاوے والالا۔" سانپ کے بچہ کو باوجودیکہ مطبوع علی اللدغ ہے پرورش کرتے ہیں محبت سے رکھتے ہیں اسکی جبلت پر غصہ نہیں آتا جب وہ بڑا ہوکر کاٹتا ہے اُسوقت طیش میں کچلا جاتا ہے" اگر جبلی کفر پر مواخذہ ہوتا تو عالم ارواح میں ہی سب کو عذاب شروع ہوتا اور اطفال مشرکین کو بھی عذاب ہوتا و ماکنا معذبین حتی نبعث
اور ہم عذاب دینے والے نہیں جبتک نہ بھیجیں
رسولاً ارشاد نفرماتے۔ کاغذ تمام ہوا اور یوں ظن ہوتا ہے کہ جواب اشکال تمام ہوچکا زیادہ بسط کی ضرورت نہیں اگر آپ کے نزدیک جواب صحیح ہو مجکو بھی اطلاع ہو اور جو خدشہ آپکے طلبہ کا یا آپ کا باقی ہو تو مضائقہ نہیں دوبارہ اطلاع ہو فقط والسلام الحاصل تین حالت مخلوق کی ہوئی ایک طبعؔ دوسری فطرۃؔ کہ اقرار ازلی ہے تا ولادت بلکہ تا عقل و تمیز باقی ہے تیسری ملتؔ کہ اکتساب اختیاری ہے عقل سے شروع ہے بلوغ سے معتبر ثواب عذاب تیسری حالت پر ہے دو پہلی سے باز پرس نہیں دوسری حالت پہلی کے ساتھ جمع تھی بعد بلوغ استعداد کامن کا ظہور کسی وقت ہو کر دوسری حالت کو رفع کرتا ہے یا مقرر کر دیتا ہے فقط۔

بعد فراغ تحریر خط ایک بات ذہن میں آئی وہ بھی لکھنا مناسب ہوا کہ منشاء اعتراض تعارض یہ ہے کہ طبع اور فطرۃ کو ایک جان گئے اور فی الواقع طبع اور ہے اور فطرۃ اور جیسا تقریر پریشان خط سے واضح ہوگا اور اسقدر تحریر بھی لاحاصل ہوگئی اگر پہلے سے یوں تقریر ہوتی تھوڑی سی تحریر سے کام ہوجاتا کہ طبع اور فطرۃ کے معنی جدے جدے لکھدیتا مگر خیر مضائقہ نہیں فقط۔

(ش ۵) مشکوٰۃ احمدی صفحہ ۱۱ ان الشیطان قد ایس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب الخ بالبلغ وجوہ عدم وقوع شرک پر عرب میں دلالت کرتی ہے کیونکہ یاس شیطان کی بنی آدم کے شرک سے باوجود اسکے کہ وہ اصل جبلت سے آگاہ ہے قریب محال ہے باوجودیکہ دوسری جگہہ اسکی مؤید موجود ہے صفحہ ۴۴ قال قلت یارسول اللہ اتشرک امتک من بعدک قال نعم اما انہم لایعبدون شمسا ولا قمرا ولا حجرا ولا وثنا الخ صفحہ ۵۳۸ وانی لست اخشی علیکم ان تشرکوا بعدی صریح عدم وقوع شرک پر دلالت کرتے ہیں پس قولہ صلی اللہ علیہ وسلم صفحہ ۴۷۳ لاتقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصہ الحدیث بظاہر روایات سابقہ کے مخالف ہے۔

(ج) شیطان نے جو قوت اسلام و رسوخ مسلمین کا دیکھا تو مایوس ہوگیا کہ مسلمون ہرگز شرک نکرینگے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالبلغ وجوہ اسکو ثابت کیا کہ ایمان اسلام اعلیٰ درجہ کا محقق ہوگیا کہ شیطان جیسے طویل الامل کو یاس ہوگئی مگر کس سے یاس ہوئی مصلّین یعنی مسلمین سے نہ کہ کفار سے دیکھو حضرت ابلغ البلغاء کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطانی فرمائی نہ وجود شرک سے اور شیطان کی بقاء توقع کفار میں باقی رکھی اول تو ظاہر ہے کہ یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں "سب کو یاس صحت قریب الموت ہوجاتی ہے اور پھر تندرست صحیح ہوجاتا ہے" تو کیا ضرور ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشرک لازم ہو کمال قوت دیکھکر مایوس ہوا مگر انجام وہ قوت نہ رہے رفتہ رفتہ وہ نوبت پونہچے کہ فقط کلمہ بھی باپ دادا کے سُنے سُنائے رٹ ہیں کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے کما ورد فی الحدیث تو اسوقت ظہور شرک ہو تو کیا معارضہ ہوا اور شیطان اگر بقول آپ کے اصل جبلت سے واقف ہے تو اصل فطرت سے بھی واقف ہے کہ اسلام ہے اور بالفرض جو جبلت آدمی کی شرک ہے تو خود فخر عالم علیہ السلام کا بیان قوت ایمان عرب کا بالبلغ وجوہ ہوا کہ بیان واضح آپ سے غیر جبلی بھی جبلی ہوگیا اب رہا حدیث اتشرک امتک الخ کا خدشہ سو اُسکا بیان یہ ہے کہ امت کے دو معنی ہیں کبھی امت دعوت مراد ہوتی ہے جس میں یہود اور سب کفار داخل ہیں تو یہاں یہ تو مراد ہرگز نہیں ہوسکتا کیونکہ مشرک امت دعوت تو خود حیات میں بھی موجود تھی اسکے سوال کا کیا محل تھا دوسری امت اجابت کہ لفظ مسلمان ہیں صالح اور فاسق اُسمیں داخل ہیں اور کافر خارج یہاں یہی

مقصود ہے جب سائل نے قوت اسلام اور وضوح دلائل اُسکے دیکھے تو پوچھا کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہیگا یا مثل یہودی اور نصرانیوں کے آپکی امت اجابت میں شرک ہو جاویگا تو حضرتؐ نے فرمایا کہ شرک جلی تو نہ ہوگا البتہ خفی آجاویگا اور جو شخص مرتد ہوا اجابت کی شان سے نکل گیا اُسکا بھی خدشہ رفع ہوا اور جب ریح چلیگی جس سے سب مسلمان مرجاوینگے اُسکے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہوویگی تو وہ لوگ بھی امت اجابت نہیں ہاں امت دعوت میں کہ سوال سے خارج ہیں ہاں اہل اہواء کا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین اُنکو کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق پس خدشہ رفع ہو گیا اور شرک امت کی کیفیت اوپر بیان کر چکا ہوں حسب حدیث۔ اور حدیث لست اخشی علیکم الخ میں صحابہ خاص مخاطب مراد ہیں سیاق و سباق حدیث کو دیکھو نہ قیامت کے قریب کے مسلمان پس کچھ بھی اشکال نہیں فقط

(ش ۶) قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "حتی یقاد للشاۃ الجلحاء من الشاۃ القرناء" جبکہ بہائم مکلف نہیں تو باہم قصاص کی کیا وجہ ہے صدہا جانور ایک دوسرے کی خوراک ہے انسان پر لحوم حلال کئے گئے تو کیا سب کا معاوضہ ہوگا؟

(ج) قصاص بہائم میں بوجہ تکلیف نہیں بلکہ بوجہ مساوات ہے مکلف کو عذاب بالنار ہوتا ہے بہائم میں بدلہ دیکر معدوم کئے جاوینگے اور یہ قصاص اُس امر میں ہے کہ خلاف حکم کے ہو گوشت کھانے کی جہاں اجازت ہے وہ عین عدل و امتثال امر ہے وہاں کیا ظلم تھا جسکا قصاص ہو اور جس جانور کو طعمہ دوسرے جانور کا بنایا گیا وہ بھی برمحل ہوا یہ قصاص ایسے امر میں ہوگا جیسا ایک بیل نے دوسرے کو سینگ خواہ مخواہ مار دیا یا دو جانور باہم لڑے اور ایک کے سینگ ہیں دوسرے کے نہیں تو بلا سینگ کے زیادہ چوٹ لگ گئی۔ بہر حال یہ مقاصاۃ بوجہ تکلیف نہیں ہے مکلف کی سزا دوزخ وغیرہا سے ہے جو مصرح لنصوص ہے فقط واللہ اعلم

(ش ۷) قولہ صلی اللہ علیہ وسلم "فاخرج من کان فی قلبہ ادنی ادنی ادنی مثقال حبۃ خردل من ایمان فاخرجہ من النار" اسکو مقتضی ہے کہ جس شخص میں ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ ایمان کا ہوگا وہ بشفاعت حضرت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نار سے خارج ہوگا تو پھر اسکے بعد جو ارشاد ہوا "فاقول ائذن لی فیمن قال لا الٰہ الا اللہ فاخرج منہا من قال لا الٰہ الا اللہ" اگر اس سے مراد مومن ہے تو وہ تو پیشتر ادنیٰ درجہ ایمان میں داخل ہو کر تحت شفاعت داخل ہو چکا ہے تو اس جگہ لیس ذلک لک کے کیا معنی ہیں اور اگر کافر یا منافق مراد ہے جو بلا تصدیق قلبی کلمہ گو ہوا ہے اور ظاہر یہی ہے کیونکہ ورائے ادنیٰ درجہ ایمان کوئی درجہ باقی نہیں تو پھر "فاخرج منہا" کے کیا معنی ہوئے کفار و منافقین نہ داخل شفاعت نہ مستحق اخراج عن النار۔

(ج) جس نے کلمہ کہا اور دل میں ادنیٰ درجہ تصدیق معانی کلمہ کا ہو وہ مومن ہے کہ ایمان میں تجزی نہیں

کمی زیادتی کیفی ہے یہاں تک تو شفاعت سے نکلے آخر درجہ ایمان کا یہ ہے کہ زبان سے کلمہ کہا اور دل میں اُسکی تصدیق کا کوئی درجہ نہیں مگر تکذیب بھی نہیں بلکہ قلب اُسکا بالکل سادہ ہے تصدیق و تکذیب سے اور تصدیق تکذیب میں مانعۃ الجمع ہے مانعۃ الخلو نہیں پس یہ لوگ بھی آخر کار نکالے جائینگے یہ توجیہ شاید تمکو تعجب میں ڈالے مگر اسکا نشان حدیث سے دونگا اگرچہ یہ مقام دشوار ہے جب علماء سے پوچھو گے تب لطف پاؤ گے ابن ماجہ کے صفحہ ۳۰۳ ابواب الفتن کے باب ذہاب القرآن والعلم میں حدیث حذیفہ میں مذکور ہے یہ مضمون وہاں سے نکل آویگا فقط

(ش ۸) صفحہ ۳۸۴ ”ولا یکلمہ یومئذ الا الرسل وکلام الرسل یومئذ اللّٰھم سلّم سلّم“ اسکے بعد مذکور ہے صفحہ ۳۸۶ ”شعار المومنین یوم القیامۃ علی الصراط رب سلم سلم“ پس ہر دو روایات بظاہر متعارض ہیں؟

(ج) وہ کلام کہ غیروں کے باب میں ہو سوائے رسل کے کوئی نہ کرسکیگا کیونکہ نفسی نفسی کا قصہ ہوگا اور اپنی اپنی حالت میں مدہوش دوسرے سے بالکل بے خبر ہو وینگے خلاف رسل کے کہ امت کے لئے دعا کرتے ہو وینگے اور خود مطمئن ہونگے اور مومنین کا کلام اپنی ذات خاص میں ہے کہ عبور کے وقت اپنے حال پر ہراساں سلم سلم کہتے جاوینگے غرض کلام کے ہر دو جا ایک معنی نہیں کما وضح فقط والسلام اگر کہیں کوئی خدشہ ہو تو مطلع کر دیویں اگرچہ تم جیسے ذکی کا جواب مجھ جیسے مٹھے سے کیا ہو مگر بوجہ آپ کے حسن ظن کے جرأت کرتا ہوں استفسارات آپ کے سب قوی ہیں ہر ایک جواب دے نہیں سکتا بعد استفسار ظاہر ہو جاویگا والحمد للّٰہ رب العالمین۔

(ش ۹) اشرک امتک میں جب امت اجابت مراد ہوئی تو حاصل سوال یہ ہوا کہ آیا امت اجابت شرک کر کے مرتد ہوگی؟ تو حضرت صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ارتداد بشرک واقع نہوگا تو اس صورت میں اگر نساء دوس کی عبادت ذی الخلصہ بعد قبول اسلام واقع ہوئی تو ارتداد بشرک منفی پایا گیا اور بظاہر مخالف ولا یعبدون حجرا اور لا وثنا کے ہوا تو یہ ارشاد کہ جو شخص مرتد ہوا وہ اجابت کی شان سے نکل گیا فہم میں نہیں آیا کیونکہ ہنوز بظاہر تعارض باقی ہے ہاں اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ قصہ بعد اختتام دورۂ اسلام و ہبوب ریح ہے تو کوئی خدشہ نہیں مگر اسکے لئے قرینہ درکار ہے۔

(ج) اشرک امتک الخ میں امۃ موصوف بقید اجابت ہے تو یہ قضیہ مشروطہ ہے مادام الوصف نفی محمول کی ضروری ہے نہ بعد رفع وصف کے اور ایمان و شرک کا اجتماع یہاں مثل ”وما یومن باللّٰہ الا وھم مشرکون“ الآیہ
(اور ایمان نہیں لاتے اللّٰہ پر مگر اس حال میں کہ شرک بھی)
کے ہے جیسا یہود و نصرانی باوصف دعوئے کتاب و نبوت مشرک تھے تو بس ارتداد سے خروج عن الامۃ ہوا قضیہ کلیہ صادق رہا مگر آپ نے غور نہ کیا ہاں اگر ثبوت شرک نساء دوس کا بعد ریح کے ہو تو خدشہ رفع ہو جاوے تو بندہ کو

عزیٰ کا خدشہ اُٹھانے کو اسکا ثبوت ضرور ہوا اگرچہ ضرورت نہ تھی قال مسلم فی صفحہ ۳۹۰ من الاحمدی عن عائشۃ

قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یذہب اللیل والنہار حتی تعبد اللات والعزی الی ان قال

ثم یبعث اللہ ریحا طیبۃ فتوفی کل من فی قلبہ مثقال حبۃ من خردل من الایمان فیبقی من لاخیر فیہ فیرجعون الی

دین آبائہم الحدیث فارتفع الاشکال والحمد للہ تعالیٰ۔

(ش ۱) ص ۲ س ۱ "حدیث حسن" یہاں اطلاق حسن خلاف اصطلاح ہے کیونکہ شرط حسن تعدد طرق ہے اور اس روایت کی نسبت کہا ہے کہ عبدالرحمٰن منفرد ہوا پس اسکا حسن کس اعتبار سے ہے۔

(ج) روایت حسن اصطلاح میں وہ ہے کہ راوی اُسکا ضبط میں صحیح کے درجہ سے کم ہو لیکن مدفوع نہو تعدد طرق اسمیں شرط نہیں کیونکہ یہ تعریف حسن لذاتہ کی ہے تعدد طرق کی وہاں ضرورت ہوتی ہے کہ حسن لغیرہ ہو یعنی کہ ضعیف تھی دوسرے طرق سے جو اُسکو قوت ہوئی وہ حسن لغیرہ ہو گئی اور ترمذی کے باب العلل میں جو تعریف حسن میں تعدد طرق لیا ہے تو حسن لغیرہ میں ہی لیا ہے نہ حسن لذاتہ میں اول صفحہ پر ترمذی کے اس خدشہ کا ذکر بھی کیا ہے جہاں صحت حسن غریب کے جمع کا ذکر کیا ہے فقط

حضرت امام ربانی قدس سرہ چونکہ علماء ہند کے امام و سرتاج اور مقتدایان اسلام کے مرجع و پیشوا تھے اسلئے حق تعالیٰ نے آپکو دین میں وہ مجتہدانہ فہم عطا فرمائی تھی جس سے اُن مالاینحل مسائل معضلہ کا حل ہوتا تھا جن میں اذکیاء کی عقول متحیر اور فقہاء عصر کی افہام عاجز ہو جاتی تھیں آخر کار بحث و مباحثہ ہونے اور غور و خوض کی ماندگی ظاہر ہو جانے پر وہ مسائل و شبہات آپکی خدمت میں پیش کئے جاتے تھے اور حضرت مخدوم عالم بے تکلف اسطرح جواب عطا فرماتے تھے کہ سائل حیران رہجاتا تھا نیز چونکہ امام ربانی کا وجود باجود حق تعالیٰ کی مسلمان مخلوق یعنی امت محمدیہ کے لئے باعث رحمت اور سبب اصلاح تھا اسلئے جن اغلاط عامہ میں لوگ اسدرجہ مبتلا ہوتے تھے کہ عوام تو عوام خواص کا بھی اُس غلطی کے غلطی سمجھنے تک ذہن نہ پونہچتا تھا حضرت مولانا اُن غلطیوں کی اصلاح فرماتے اور اسی وجہ سے بار بار خود تذکرہ فرما کر سامعین کو تبلیغ کی تاکید فرمایا کرتے تھے کہ جہانتک ہو سکے اسکی ترویج کریں اور نا آشنا کانوں تک پونہچا دیں کیونکہ ممکن ہے کہ دوسرا شخص جس تک یہ مسئلہ پونہچایا گیا اس سننے والے سے زیادہ سمجھدار ہو گو اس قسم کے مسائل اس وجہ سے کہ ابتداءً لوگوں کے کان میں پڑتے تھے اسلئے کج طبیعت اصحاب بھڑکتے اور عوام کو بھڑکاتے تھے کیونکہ اسوقت تک غلطی میں پڑے رہنے کا الزام ان مولویوں کو اپنے سر دھرنا گوارا نہ تھا علمی دولت کے ملنے سے مغرور و متکبر ہو جانے والی طبائع کب گوارا کر سکتی تھیں کہ جس نا جائز

مضمون تو جائز یا جائز امر کو ناجائز سمجھکر اتنا زمانہ مولویت کی عزت کے ساتھ گزارا اور اُسپر عمل کر کے عوام کے پیشوا و ہادی کہلائے اب اُس بزرگی اور علمی رفعت پر بٹہ لگے اور متبعین کو یہ ظاہر ہو کہ ہمارے مولوی صاحب کو یہ مسئلہ معلوم نہ تھا یا معلوم تھا مگر غلط سوجہ سے ایسے مسائل بجائے اسکے کہ شکر گزاری کے ساتھ سر اور آنکھوں پر رکھے جاتے مخالفتوں کا لباس پہنکر بہت ہی خطرناک بنجاتے تھے متعصبین و متکبرین اور مخالفین و معتقین کو بے باکی اور زبانی ایذارسانی و فحش بیانی کا اسدرجہ موقع ملجاتا تھا کہ ایمان کے لالے پڑجاتے تھے۔

اس میں شک نہیں کہ امام ربانی مسئلہ بیان فرماتے ہی مردہ سنت کے احیاء کا اجر حاصل فرما لیتے تھے اور اسکے بعد مخلوق کی ایذارسانی اور آپ کے غایت صبر و تحمل سے جو کچھ آپ کے مدارج عالیہ میں ترقی ہوتی تھی اُسکا تو کوئی شخص اندازہ ہی نہیں کر سکتا مگر تاہم آپ کے ضعیف القلب متوسلین اس نوع سے بہت کوفت پاتے اور مناظرہ و مباحثہ تحریری و تقریری تک نوبت آجاتی تھی۔

اس جگہہ مناسب سمجھتا ہوں کہ پینتیس [35] مسائل اس مبحث کے بیان کر دوں تاکہ امام ربانی کے اُس مرتبہ علمی اور درجہ فقہی پر فی الجملہ دلالت ہو جائے جو مرجع العلماء ہو نیکی حیثیت سے حق تعالیٰ نے آپکو عطا فرمایا تھا فقہی مسائل میں اذکیاء کے شکوک رفع کرنے اور اختلافی امور کا سیدھا سچا فیصلہ فرمانیکی جو اعلیٰ قابلیت منجانب اللہ آپکو ملی تھی مسائل مفصلہ ذیل سے ظاہر ہو جائیگی جسکی بنا پر ہم غلاموں کی زبان سے قطب العالم مرجع العلماء سلطان العارفین مجدد زماں وحید عصر القاب آپکی شان میں نکل رہے ہیں:+

شبہات فقہیہ و مسائل مختلف فیہا

مولانا صادق الیقین صاحب

(ش ۱) مدرسہ میں جو چندہ وغیرہ کا روپیہ آتا ہے وہ وقف ہے یا مملوک اگر وقف ہے تو بقاء عین واجب ہے اور صرف بالاستہلاک ناجائز۔ اگر مملوک ہے اور مہتمم صرف وکیل تو معطی چندہ اگر مر جاوے تو غرباء و ورثاء کا حق ہے اسکی تفتیش وکیل کو واجب ہے۔ زمانہ شارع علیہ السلام و خلفاءؓ میں جو بیت المال تھا اُس میں بھی یہ اشکال جاری ہے بہت سوچا مگر قواعد شرعیہ سے حل نہوا اور مختلف چندوں کو خلط کرنا استہلاک ہو جانا چاہئے اور استہلاک ملک مستہلک ہو کر جو صرف کیا جائے اُسکا تبرع ہوگا اور مالکوں کا ضامن ہوگا اگر یہ ہے تو اہل مدرسہ یا امین انجمن کو سخت دقت ہے امید کہ جواب باصواب سے تشفی فرماویں۔

(ج) مہتمم مدرسہ کا قیّم و نائب جملہ طلبہ کا ہوتا ہے جیسا امیر نائب جملہ عالم کا ہوتا ہے پس جو شے کسی نے مہتمم کو

دی مہتمم کا قبضہ خود طلبہ کا قبض ہے اسکے قبض سے ملک معطی سے نکلا اور ملک طلبہ کا ہو گیا اگرچہ وہ مجہول الکمیۃ والذوات ہوں مگر نائب معین ہے پس بعد موت معطی کے ملک ورثہ معطی کی اسمیں نہیں ہو سکتی اور مہتمم بعض وجوہ میں وکیل معطی کا بھی ہو سکتا ہے بہر حال نہ یہ وقف مال ہے اور نہ ملک ورثہ معطی کی ہو گی اور نہ خود معطی کی ملک رہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۲) اکثر لوگ عورتوں کو مسلمان کر کے فوراً نکاح کر لیتے ہیں اور شوہر کا فرپر اسلام پیش نہیں کرتے یہ نکاح تو نہ ہوتا ہو گا اور پیش کرنے پر بھی اگر انکار کرے تو تفریق میں قاضی کی ضرورت ہے وہ یہاں ہے نہیں البتہ اگر دار الحرب ہو تو تین حیض گزرنے سے بینونۃ ہو جاویگی۔

(ج) عورت کو مسلمان کرنے کے ساتھ ہی نکاح کرنا درست نہیں اگر ذات زوج ہے جیسا آپ نے لکھا ہے اسی طرح درست ہو گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۳) خبر مسلم کی دیانات میں مقبول ہے نہ کافر کی اور معاملات میں دونوں کی مقبول ہے پھر مسلم عادل و فاسق میں فرق کیا ہے کہ فاسق میں تحری و اکبر رائے معتبر ہے نہ عادل میں پھر در مختار میں جزئی لکھی ہے جاریہ لزید قال بکر وکلنی زید ببیعہا حل لعمر شراؤ ہا و وطیہا الخ اسمیں تفصیل کی ہے کہ اکبر رائے پر عمل کرے اطلاق روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مخبر خواہ عادل ہو یا فاسق (دونوں میں تحری و اکبر رائے ضروری ہے) حالانکہ عادل میں تحری شرط نہیں ہے؟

(ج) جاریہ کے مسئلہ میں تحری کی ضرورت درصورۃ فسق مخبر ہے چنانچہ ہدایہ میں مقید کر دیا ہے عادل میں ضرورت نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۴) کھانے کے قبل ہاتھ دھونا کسی حدیث یا روایت فقہ سے ثابت ہے یا نہیں؟

(ج) ترمذی میں باب الوضوء قبل الطعام وبعدہ ضبط کیا ہے اور حدیث بیان کی جس میں یہ جملہ ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۵) ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے لیکن زکوٰۃ نہیں دیتا اور مشرکین کے خورد و نوش و شادی و غمی میں شریک ہوتا ہے ایسے شخص کا نماز روزہ قبول ہے یا نہیں اور اسلام میں داخل ہے یا نہیں۔

(ج) جو شخص نماز پڑھتا ہے اور زکوٰۃ نہیں دیتا اور مشرکین کی شادی غمی کا شریک رہتا ہے اسکی نماز قبول ہوتی ہے۔ اس وجہ ترک زکوٰۃ سے اور دیگر امور غیر مشروعہ کے ارتکاب سے فاسق ہے قال اللہ تعالیٰ ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش) چند لوگوں نے ایک بزرگ عالم سے بیعت کی تھی وہ بزرگ اس دار فانی سے رحلت گزین عالم جاودانی ہوئے اب مریدین کسی دوسرے بزرگ سے بیعت ہو سکتے ہیں یا نہیں اور تجدید بیعت شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(ج) ہر قسم کی بیعت کی تجدید درست ہے اگر بیعت توبہ ہے تو جب معصیت ہو گئی دوبارہ توبہ کرنا ضرور ہے خواہ اُس پہلے بزرگ کے ہاتھ پر ہو خواہ دوسرے بزرگ کے ہاتھ پر اور اگر بیعت دخول سلسلہ کی تھی تو دو تین سلسلوں میں داخل ہونا قدیماً و حدیثاً جاری رہا ہے اور جو بیعت کسی نسبت کے حاصل کرنے کے واسطے تھی تو بعد موت کے دوسرے بزرگ سے تحصیل نسبت کا ضرور ہوگا کیونکہ سنت اللہ یوں ہی جاری ہے کہ افادہ احیاء سے ہوتا ہے نہ اموات سے اگرچہ علی الشذوذ اُویسیہ بھی ہو جاتی ہے۔ اور تجدید بیعت ہر ہر خاندان میں بزرگانِ اکابرین نے کی ہے کچھ مخفی نہیں بیعت کرنا عہد استوار کرنا توبہ کا یا مودت قوم کا یا تلمذ کا ہے پس اسکی تکرار و تجدید کی کوئی وجہ منع کی نہیں صحابہؓ نے بعد انتقال فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلفاء اربعہ سے علی الترتیب بیعت کی اور بعد فوت ایک استاد کے دوسرے سے تعلم کا طریقہ جاری رہا بہر حال تجدید بیعت کوئی امر خلاف شریعت و طریقت کے نہیں واللہ تعالیٰ اعلم

(ش) روافض و اہل سنن میں مناکحت جائز ہے یا نہیں؟

(ج) جن لوگوں کے نزدیک رفاض کا حکم مرتدین کا ہے اُنکے نزدیک ہرگز نکاح جائز نہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ کا فتویٰ اسی پر ہے اور جن لوگوں کے نزدیک رافضیوں کا حکم اہل کتاب کا ہے تو اُن کے نزدیک رافضیہ عورت کا مرد سُنّی سے نکاح جائز ہے اور عورت سنیہ کا مرد رافضی سے جائز نہیں اور بعض علماء نے جو انکو فاسق کہا ہے تو اس صورت میں نکاح ہو جاتا ہے مگر یہ اچھا نہیں کہ اس میں فساد دین کا ہے اور بندہ کے نزدیک رفاض کا حکم اہل کتاب کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ش) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس بارہ میں کہ مقدار صدقہ فطر اوزان مروجہ ہندوستان کے حساب سے کس قدر ہے کلام فقہاء سے صرف اسقدر معلوم ہوتا ہے کہ صاع = ۴ من اور من = ۲ رطل اور رطل = ۲۰ استار اور استار = ۷۰ درہم اور درہم = ۱۴ قیراط اور قیراط = ۵ جو اِس حساب سے صاع ۱۰۴۰ درہم کا ہوا دریافت طلب وزن درہم ہے کہ مشہور ۳ ماشہ ہے حالانکہ حساب مذکور سے کم ہوتا ہے یعنی درہم ۷۰ جو کا ہوا اور رتی ۴ جو کی ہوتی ہے تو درہم ۲ ماشہ ۱۰ رتی کا ہوا وزن مشہور اور اس وزن کی مخالفت سے مقدار میں تفاوت عظیم ہوگا علی ہذا نصاب زکوٰۃ بھی وزن مشہور یعنی ۵۲ تولہ چاندی سے کم ہوگا امید کہ مفصل ارشاد فرما کر تشفی فرما دیں اگر تولہ کے حساب سے ارشاد ہو تو یہاں کے وزن سے حساب معلوم ہو جائے؟

(ج) ۔ جَو کی دم کتر کے اُس سے درہم بنالو اور حساب کرلو اور رتی جو ہم جَو کی لکھی ہے غلط ہے بلکہ تین جَو کی رتی ہوتی ہے۔

(ش ۹) زید کہتا ہے کہ بہت باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دین میں رہگئی تھیں بعد میں جب علمائے غوض کر کے وہ باتیں نکالیں اُسوقت دین کامل ہوا ہے۔ بکر کہتا ہے ہرگز نہیں ہوسکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بات دین میں چھوڑ گئے ہوں جسکی تکمیل بعد میں کوئی کرے اور نقص دین کا ذمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لگا دے ایسا شخص کافر ہے اسواسطے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دیناً پس زید و بکر میں کسکی رائے صائب اور کون قول صحیح ہے بینوا توجروا

۹ آج کے دن پورا کر دیا میں نے تمہارے لیے تمہارا دین اور پورا کیا تم پر میں نے اپنی نعمت اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام ۱۲ مولف

(ج) تکمیل دین کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو چکی بایں معنی کہ نصوص کلیہ ایسی نازل فرمائی گئیں کہ اُن سے نصوص تمام جزئیات دین کی جو قیامت تک پیش آئیں نکلسکتی ہیں اگرچہ تصریح جزئیات کی نصوص میں مذکور نہیں پس بایں معنی تکمیل دین ہو چکی اور اخراج و استنباط جزئیات کا جو نص میں مصرح مذکور نہیں بعد میں مجتہدین وعلماء نے کیا اگر یہ معنی نقصان سے مراد زید کی ہے مگر تعبیر و بیان میں نقصان ہے تو یہ عقیدہ و قول درست ہے ورنہ کلمہ کفر ہے کہ خلاف نصوص قطعی کے ہے واللہ اعلم۔

(ش ۱۰) زید کے والدین مجالس عرس و مولد شریف و گیارہویں شریف وغیرہ بڑی محبت و اعتقاد سے کیا کرتے ہیں اور اپنا عقیدہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ محفل مولد شریف کا منکر وہابی اور ایمان سے خارج ہے اور چونکہ زید وہابی ہوگیا ہے یعنی ہمارے عقیدوں اور ان مبارک اعمال سے بیزار ہے بلکہ انکو معصیت سمجھتا ہے اور کبھی ان مجالس حسنہ میں شریک ہوکر سعادت حاصل نہیں کرتا اسلئے اُسکے والدین بھی اس سے سخت ناخوش و بیزار ہیں اور فرماتے ہیں کہ جب تک زید توبہ نہ کرے اور مجلس مولود شریف منعقد کر کے خود مولد شریف نہ پڑھے تب تک ہم ہرگز اس سے راضی نہونگا اور نہ اسکا مُنہ دیکھونگا اور نہ بولونگا چنانچہ قسم بھی کھالی ہے۔ زید کہتا ہے کہ یہ امور بدعت اور گناہ ہیں اسلئے میں انکو ہرگز اختیار نہیں کرسکتا اور معصیت میں والدین کی اطاعت نہیں ہے پس از روئے شرع شریف زید حق پر ہے یا اُسکے والدین اور زید کو ان امور مروجہ میں شریک ہوکر اپنے والدین کو راضی کرنا کیا واجب نہیں ہے اور کیا والدین کو مکدر و ناخوش کرنا گناہ اور موجب ناخوشی خدا و رسول نہیں ہے؟

(ج) زید اپنے اس مقال و خیال میں سچا ہے کہ یہ مجالس جس التزام و منکرات سے یہاں ان دیار میں منعقد کی جاتی ہیں معصیت سے ہرگز خالی نہیں ہیں اور اُن میں شرکت درست نہیں ہے۔ ایسے امر میں کہ جو معصیت ہے

اطاعت والدین لازم نہیں ہے بلکہ نادرست ہے قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق البتہ اگر والد زید صرف اسقدر خواہاں ہے کہ زید تنہا یا کسی ایسی مجلس میں جہاں امور منکرہ نہوں اور کوئی ایسا شخص بھی نہو کہ جسکے ساتھ مجالست وغیرہ نادرست ہے تو ایسی مجالس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر میلاد شریف یا آپ کے غزوات وعادات وآداب وسنن کا بیان کرے جو معصیت نہیں ہے عین عبادت ہے اس سے دریغ اور انکار زید کو بلاوجہ شرعی مناسب نہیں ہے اور پدر زید کو زید پر یہ جبر کرنا کہ وہ مجالس منکرہ قبیحہ میں شریک ہو یا ایسی مجلس خود منعقد کرے ہرگز درست نہیں ہے اور نفس ذکر آپکا معصیت نہیں جبکہ اسمیں اور کسی قسم کی معصیت کا شائبہ نہو۔ اور جو مجالس کہ ان میں کسی قسم کی خرابی اور معصیت نہیں ہے انمیں بھی اگر زید شریک نہو تو ایسے کچھ ملامت نہیں ہے کیونکہ نفس ذکر مندوب ہے اور مندوبات کے ترک پر ملامت اور طعن مناسب نہیں ہے اور یہ اعتقاد کہ منکر مولود وغیرہ مجالس کا کافر ہے ہرگز بجا نہیں ہے ایسا اعتقاد رکھنے والے سخت خاطی ہیں۔

(ش ۱۱) زید نے ثواب صوم حاصل کرنے کے لئے عمر کی دعوت افطار کی۔ عمر نے اپنی جہالت اور عقیدہ فاسدہ سے اپنے نمک یا اور کسی چیز سے چپاکر روزہ افطار کرلیا تاکہ ثواب صوم جانے نہ پاوے بعدہ اشیاء زید خوب تناول کیں ایسی حالت میں زید کو ثواب افطار کرانے کا موافق حدیث کے ملیگا یا نہیں؟

(ج) روزہ دار کو کھانا کھلانے سے کھلانے والے کو پورا ثواب ملیگا اگرچہ روزہ دار نے اپنی کسی چیز سے روزہ افطار کرلیا ہے واللہ اعلم۔

(ش ۱۲) حقہ کا پینا حلال ہے یا حرام مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی جمہور اطباء کا یہ قول ہے کہ طب کی رو سے حقہ کا پینا بجز صرف بیجا اور لہو ولعب کے کوئی نفع کسی قسم کا نہیں رکھتا پس اگر درحقیقت یہ قول صحیح ہے تو پھر اسکا پینا اسراف بیجا اور لہو ولعب میں داخل ہے یا نہیں اور اگر اسراف بیجا اور لہو ولعب میں داخل ہے تو پھر اسکی حرمت وحلت میں شرعاً کیا حکم ہے مولانا شاہ محمد اسحٰق صاحب مسائل اربعین میں لکھتے ہیں ودلت المسئلۃ علی ان الملاہی کلہا حرام (بعد مسئلہ مذکورہ علماء پر دلالت کرتا ہے کہ لہو ولعب کی سب چیزیں حرام ہیں) اور رواج اس حقہ کا قرون ثلثہ میں تھا یا نہیں اور اگر بعد قرون ثلاثہ کے یہ رواج پایا ہے تو پینا اسکا بدعت سیئہ میں داخل ہے یا نہیں اور حقہ کے دھویں کی بدبوسے اور حقہ کش کے دہن کی بدبو سے جیسی کچھ تکلیف انسان کو پہنچتی ہے وہ ظاہر ہے چنانچہ اس دلیل پر حضرت مولانا الشاہ عبدالعزیز قدس سرہ نے اسکو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔

(ج) حقہ کے باب میں بہت فتاوی اور رسائل طبع ہوئے اور بحث مباحثہ ہوا اگر بندہ کے نزدیک راجح

اور حق یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہہ ہے اور اسوقت میں علاج بلغم ہے اگر ازالہ بدبو کا ہو جاوے تو مباح بلا کراہت ہے
باقی تکلفات ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۳) ہمارے دیار میں رواج ہے کہ ناچ باجہ کے بغیر شادی بیاہ نہیں کرتے اور عملاً اسکو فرض و واجب سے
بہت بڑہا رکھا ہے مستفتی اگر خیال کرے تو ہزار ہا مسلمانوں میں سے ایک مسلمان بھی ایسا نظر نہیں آتا کہ جسکا نماز
روزہ کبھی کسی حال میں قضا نہونے پاتا ہو اور نکاح بدون ناچ باجہ کبھی کوئی کرتا ہی نہیں اور اگر احیاناً کبھی کسی
شخص نے بخوف خدا یا اپنے افلاس و محتاجی کے باعث اسکو موقوف بھی کیا تو کوئی اُسکا شریک حال نہیں اور
اگر کوئی فرد بشر شریک حال ہوا بھی تو نہایت کراہت کے ساتھ پس یہ تو یقینی علم ہے کہ ناچ باجہ قطعی حرام ہے
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ گناہ صغیرہ اصرار سے کبیرہ ہو جاتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کرنا مرتبہ کفر پر پہونچا دیتا ہے پس از روئے
شرع شریف ایسے لوگوں کے حق میں کیا ارشاد ہے؟

(ج) ایسے لوگ فاسق ہیں اور جب تک مسلم کے فعل و قول کی تاویل ہو سکے تکفیر کرنا روا نہیں پس بارتکاب
ایسے افعال کے وہ فاسق ہوئے کافر کسی کو نہ کہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۴) ان دنوں تالابوں کا پانی بالکل خشک ہو گیا ہے دھوبیوں نے انہیں تالابوں میں کنوئیں کھود لیے
ہیں اُنہیں کنوؤں کا پانی ناندوں میں بھرتے ہیں اور حال یہ ہے کہ نجس و ناپاک اور طاہر و پاک سب کپڑے
ایک ہی میں شامل کر کے دھوئے جاتے ہیں اور اُن ناندوں کا پانی کنوؤں میں اور کنوؤں کا پانی ناندوں
میں بلا تکلف جاتا ہے اور دھوبی طریقہ طہارت کا بھی نہیں جانتے اور اگر اُنکو طریقہ تطہیر بتایا بھی جائے تو اس پر عمل
نہیں کرتے علاوہ ازیں تمام کپڑے بکری کی مینگنیوں میں شب کو سُوند کر دن کو دھوتے ہیں بدون سوندے
ہوئے نہیں دھوتے پس اس قسم کے کپڑوں کی طہارت میں کیا ارشاد ہے یعنی ایسے کپڑے بدون گھر میں
طاہر کئے ہوئے جائز الاستعمال ہیں یا نہیں اور ایسے کپڑوں پر نماز صحیح ہے یا نہیں؟

(ج) یہ امر محقق نہیں ہے کہ آپ کے کپڑوں کے ساتھ مثلاً نجس کپڑا ملایا ہی گیا تھا اور اُس چاہ کا پانی
جسوقت آپکا کپڑا دھویا گیا مثلاً نجس ہی تھا لہذا آپ کے کپڑے پاک ہیں علیٰ ہذا ہر فرد بشر کے کیونکہ اصل شے
کی طہارت ہے اور پانی در اصل طہور ہے اُسکی نجاست اُسوقت ثابت ہو کہ وقوع نجاست اور عدم خروج یقینی ہو
جبکہ یہ امر مشکوک ہے تو شک سے نہ کوئی چیز نجس ہوتی ہے اور نہ کوئی شے ثابت ہوتی ہے اور کپڑا جو دھوبی
سے دھو کر آپ کے پاس آتا ہے وہ پاک ہے کوئی دھبہ نجاست کا اُسمیں نہیں اور یہ امر کہ نجس پانی سے

صاف کیا گیا آپکو معلوم نہیں والیقین لایزول بالشک بعد اسکے مذہب مالکیہ میں پانی نجس ہی نہیں ہوتا جب تک کوئی وصف نجاست کا پانی میں ظاہر نہو جائے اور کپڑے میں کوئی وصف ظاہر نہیں لہذا پانی پاک اور کپڑا پاک علیٰ مذہب مالک ایسی ضرورت میں مذہب دیگر ائمہ کا اختیار کرنا باتفاق جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(ش ۱۵) رمضان شریف کی نماز تراویح میں مسجد کے اندر بعد ادائے چار رکعت و تسبیح معمولی اور دعا کے اگر تمام مصلی متفق ہوکر بہ نیت رونق وکیفیت وشوکت اسلامی ذکر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" بہ آواز بلند کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اس طرح ذکر کرنا بعد جلسہ تراویح کے صحابہ و تابعین سے منقول نہیں لہذا یہ ہیئت بدعت ہے کما قال فی الواقعات قراۃ الفاتحۃ بعد المکتوبۃ لاجل المہمات وغیرہا مکروھۃ لانہا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ والتابعین انتہی اور بحر الرائق میں روایت ہے عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ سمع قوماً اجتمعوا فی المسجد یہللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جہراً فراح الیہم فقال ماعہدنا ذلک فی عہدہ صلی اللہ علیہ وسلم وما اراکم الا مبتدعین الخ ان دونوں سند سے دریافت ہوا کہ اگرچہ ذکر مطلقاً جائز ہے مگر جس موقع پر کوئی طرز خاص قرون ثلثہ میں پایا گیا ہے اسکو دوسری طرح بدلنا بدعۃ ہے پس ہرچند کلمہ طیبہ جہراً جائز ہے اپنے موقع جواز پر مگر جلسہ تراویح میں اسطرح ثبوت نہیں تو اسطرح ثبوت نہیں تو اسطرح کرنا بدعۃ ہوگا معہذا عوام اسکو سنت سمجھ جاوینگے اور جس مباح کو عوام سنت جانیں وہ بدعۃ ہو جاتا ہے قال فی العالمگیریہ الفعل عقیب الصلوٰۃ مکروہ لان الجہال یعتقدونہ سنۃ او واجبۃ وکل مباح یودی الیہ فہو مکروہ کذا فی الزاہدی انتہی بہرحال ذکر اسطرح کرنا بدعت ہے اگرچہ نفس ذکر کلمہ طیبہ کا جہر درست مگر اس موقع پر کہ قرون خیر میں اس ہیئت سے ثابت نہیں ہوا بلکہ یہ محل اخفا کا ہے لہذا بدعت ہوا اور نیز اسمیں فساد عقیدہ عوام کا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۶) جس چارپائی میں کھٹمل ہوں اُسپر کھولتا ہوا پانی کھٹملوں کے دفعیہ کی غرض سے ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ یہ بات تو مشہور معروف ہے کہ آگ و پانی کا عذاب کسی جاندار کو دینا خواہ انسان ہو یا حیوان بجز اللہ جل شانہ کے اور کسی کو جائز نہیں مگر سُنا ہے کہ ایک مولوی صاحب فرماتے ہیں چونکہ کھٹمل موذی ہیں اسلئے ان کے دفعیہ کے لئے گرم پانی چارپائی میں ڈالنا کچھ مضائقہ نہیں۔

(ج) اگر گرم پانی سے کھٹمل مارنا دراصل احراق ممنوع نہیں ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۷) یہاں یہ امر شائع ہے کہ مُردہ کی مغفرت کے لئے قرآن مجید اسطرح دیتے ہیں کہ میت کے صوم و صلوٰۃ

وغیرہ جو کچھ تمام عمر میں فوت ہوئے اُسکا تخمینہ کر لیا پھر جسقدر روپیہ اُسکے حقوق کا فدیہ ہوا اُسکا حساب کر لیا بعدہ ایک شخص کو روبرو بٹھلا کر کہا کہ فلاں کے حقوق کا فدیہ اسقدر روپیہ ہوا اس روپیہ کے عوض یہ قرآن مجید ہم تمکو دیتے ہیں اُس نے وہ قرآن مجید قبول کر لیا اگرچہ فدیہ ؏ ہو اور قیمت قرآن مجید کی ؏ ہو۔ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن مجید بے بہا شے ہے جو کچھ اسکی قیمت ٹھیرائی جائے وہ بجا ہے اسکو مسئلہ اسقاط کہتے ہیں شرعاً یہ حیلہ درست ہے یا نہیں اور مفید میت ہو سکتا ہے یا نہیں اگر درست نہیں تو جو قرآن مجید کہ ورثہ میت نے دیئے ہیں اُنکی نسبت کیا حکم ہے جسکو دیئے ہیں وہ اُسکا مالک ہو گیا یا اُسکا واپس کرنا اُسپر لازم ہے۔ ورثہ میت فدیہ حقوق میت اگر بوجہ افلاس ادا نہ کر سکیں تو اور کوئی حیلہ مشروع ہے یا نہیں؟

(ج) صورت اولیٰ عند الضرورت درست ہے اور جیسے آجکل شائع ہو گیا ہے کہ باوجود میت پر قضا روزہ و نماز و کفارہ لازم نہ ہونے کے بھی اس رسم کو پورا کیا جاتا ہے یا باوجود اُسکے بہت سے اموال ترکہ میں چھوڑنے کے اور اُسپر قضا و کفارہ روزہ و نماز لازم ہونے کے پھر بھی اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے اور فقرا کی حق تلفی اور اللہ جل شانہ عم نوالہ کے ادا حقوق میں دھوکہ و حیلہ برتا جاتا ہے یہ اصلاً درست نہیں ہے اسکے مرتکب گنہگار و خاطی اور بدعتی یا چور ہیں فقط واللہ اعلم۔

(ش ۱۸) طعام المیت کی حد کیا ہے جو کھانا ایصال ثواب کے لئے فقرا کو دیا جاوے اسی کا کھانا مکروہ ہے یا جو کھانا سوم وغیرہ میں برادران کو تقسیم کیا جاتا ہے نہ واسطے ایصال ثواب کے بلکہ محض ایک رسم ادا کرنے کے واسطے وہ بھی طعام المیت ہے؟ اگر یہ بھی طعام المیت ہے تو بزرگوں کی فاتحہ کے کھانے (جسکو نیاز بولتے ہیں) اور اس کھانے میں کیا فرق ہے کیونکہ ایصال ثواب تو بزرگوں کے فاتحہ میں بھی مقصود نہیں ہوتا ہے والا خود نہ کھائے بلکہ مجوزین محض فعل مستحسن سمجھتے ہیں اور فاتحہ کر کے کھا لیتے ہیں سوم کے کھانا پر بھی فاتحہ ہوتا ہے اور کھا لیتے ہیں برادران میں تقسیم کر دیتے ہیں بلکہ فاتحہ بھی نہیں ہوتا ہے یوں ہی تقسیم کر دیتے ہیں جواب صاف بدلائل واضحہ بیان فرمائیے۔

(ج) طعام المیت وہی ہے جو ایصال ثواب کے لئے طیار کیا جاوے اور جو طعام برادری کی نمود کے واسطے طیار ہوتا ہے وہ طعام المتبارین ہے اُسکی ضیافت قبول کرنے کو حدیث میں منع فرمایا ہے لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام لاتقبلوا طعام المتبارین اور جو بزرگوں کے ایصال ثواب کے واسطے پکاتے ہیں وہ بھی طعام المیت ہے اُسکا حکم بھی وہی ہے جو عام کے ایصال ثواب کے واسطے ہووے اصل وجہ یہ ہے کہ صدقہ کا طعام موجب ضعف

مت قبول کیا کرو کھانا باہم تفاخر کرنے والوں کا

قلب ہوتا ہے کہ صدقہ معصیت کو زائل کرتا ہے تو یہ طعام مثل آب مستعمل کے ہوتا ہے کہ ایک گونہ اسمیں تکدر ہے اسی واسطے بنی ہاشم کو منع ہے بوجہ انکی عزت کے یہاں تک کہ زکوٰۃ میں نہایت تکدر ہے مگر اہل مصرف کو حلال ہے گو تکدر ہو للضرورۃ اگر مصرف اجتناب کرے اگرچہ مصرف کو مباح ہے اور کوئی گناہ نہیں مگر تکدر سے خالی نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۱۹) خواص ادویہ کا دارمدار تجربہ پر ہے انمیں تو اثر ہو اور بعض ادعیہ جنکا ثبوت الہام و وحی سے ہوا ہے انمیں بعض وقت اثر ہوتا ہے اور بعض وقت نہیں یا بعض اشخاص کے ہاتھ پر اثر ہوتا ہے اور بعض کے ہاتھ پر نہیں اسکی کیا وجہ ہے حالانکہ شرعی منافع عام امت کے واسطے ہیں اور موثر حقیقی ہر جگہ حق تعالیٰ شانہ ہے۔

(ج) تاثیر دعا حق ہے مگر اسکے موانع بعض وقت ہوتے ہیں انکی خبر کسی کو نہیں ہوتی لہذا اثر نہیں ہوتا مثلاً تلوار کا قطع کرنا مشاہد ہے مگر بعض وقت سیدھی تلوار پڑتی ہے تو قطع نہیں ہوتا یا نرم جسم پر اثر نہیں ہوتا ایسا ہی حال دعوات کا ہے کہ بعض موانع خفیہ ہوتے ہیں اسکی خبر نہیں ہوتی کہ کیا ہے وہ مانع تاثیر ہوتے ہیں۔

(ش ۲۰) یہاں دو مولویوں میں اس مسئلہ کے اندر اختلاف ہے کہ تار کے ذریعہ سے رویت ہلال عید و رمضان کی اطلاع معتبر ہے یا نہیں امید کہ آنحضرت مسئلہ کی تحقیق اور رائے سامی سے مطلع فرماویں کہ تار برقی از روئے فقہ کس شے کے حکم میں داخل ہے؟

(ج) تار برقی کا حال مثل تحریر خط کے ہے کہ نسخ و نستعلیق بھی نقوش اصطلاحی ہیں جیسے انگریزی ناگری وغیرہا اور حروف تار بھی اصطلاحات ہیں پس جیسا خط سے خبر ملتی ہے ویسا ہی تار سے تحریر کے ذریعہ سے ملتی ہے اگرچہ قلم تحریرات کا کوتاہ اور تار کا قلم طویل ممتد ہے پس جیسا تحریر خط میں وسیلہ معتبر عادل ہونا ضرور ہے تار میں بھی ویسا ہی ہونا چاہیئے۔ چونکہ تار کے دینے لینے والے کفار فساق غیر معتمد ہیں امور دینیہ میں لہذا تار کا اعتبار چاہیئے کہ نہو مگر جو ہر دو طرف عدول ہوں۔ پس یہ تو اصل قاعدہ ہے کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں بناءً علیہ تار کی خبر معتبر نہیں اسپر کار بند نہو نہ صوم میں نہ افطار میں مگر زمانہ حال کو دیکھکر کہ تار کی خبر سب صحیح ہوتی ہیں جو نکا غالب ظن قلوب میں اسکے صدق کا راسخ ہو گیا ہے تو اگر اپنے غلبہ ظن کی وجہ سے عمل کر لیوے تو وجہ ہو سکتی ہے صوم میں ایک عدل کی خبر اور افطار میں عدلین کے اخبار پر تو بھی بعید نہیں باعتبار زمانہ کے۔ پس بندہ دونوں فریق کو حق پر جانتا ہے اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ تار برقی اخبار ہے بذریعہ کتابت کے فقط واللہ اعلم۔

(اسی والا نامہ کے جواب میں مولوی ممتاز علی صاحب نے کوئی تحریر ارسال خدمت حضرت قدس سرہ کی

تھی جسمیں کچھ شبہات تھے جنکا مبنی خیال کی غلطی تھی اُسکے جواب میں جو والانامہ حضرت کا پونچا ہے چونکہ وہ اسی مسئلہ کی توضیح ہے جس میں حضرت نے اپنے غلبہ خیال ورائے کو اشارۃً ظاہر فرمایا ہے اسلئے اُسکا اندراج بھی مناسب ہے وھو ہذا)۔ فقہاء نے اولاً یہ قاعدہ کہ دیانات میں قول کافر کا معتبر نہیں مطلق لکھا ہے اور فاسق کا اگر تحری اُسکے صدق کی ہو تو معتبر ورنہ غیر معتبر اور امور شاہی میں بھی ایسا ہی جزئیہ لکھا ہے کہ اگر حاکم اعلیٰ کا حکم نائب کو پونچے بذریعہ ثقہ تو معتبر ہے ورنہ نہیں اور کتاب القاضی الی القاضی بھی احکام حکومت ہی ہوتے ہیں جسکے گواہان میں کسقدر احتیاط کرتے ہیں سو آپکا اس قاعدہ کو مقید کرنا تو درست نہیں ہوتا مگر ہاں یہ کہ بعض اوقات قرائن صدق ہوتے ہیں وہاں عمل کرلیوے تو عجب نہیں اگرچہ کافر کا قول ہو۔ سو وہ تحری اور قرائن کا قصہ ہوا کہ بعض روایات سے کافر کی خبر میں بھی تحری کے ساتھ عمل کرنا دیانات میں جائز کردیا ہے لیکن مشکل یہ ہے کہ خاص رویت ہلال میں فاسق کا بھی قول فقہاء قبول نہیں کرتے بلکہ مسلمین عدول کا ہونا لکھتے ہیں تو ایسی حالت میں ذریعہ فاسق کا بھی لغو ہوگا اور فقط مخبر کا عادل ہونا جب کافی ہو کہ وہ خود زبان سے کہے وانہ الخط یشبہ الخط اور عدم اعتبار درمیانی لوگوں کا ہونا اُسکو غیر معتبر بنائے دیتا ہے پس اصل قاعدہ تو عدم قبول کا ہے مگر قرائن سے اگر قبول کرلیویں کہ چند قرائن جمع ہوجاویں اور ظن حاصل ہوجاوے وہ دوسری بات ہے اسی واسطے بندہ نے بھی شاید لکھا ہوگا کہ قرائن سے عمل کرلیوے تو جواز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے فقط۔

(س ۲۱) غلہ کی تجارت مطلقاً حرام ہے یا کسی طور جائز بھی ہے اور احتکار ممنوع کی تعریف کیا ہے بتوضیح ارشاد فرمادیں؟

(ج) غلہ کو خرید کر رکھنا اسطرح کہ خریدے کسی کو نقصان نہو جائز ہے اور پھر اگر یہ نیت کرے کہ جب گراں ہوگا فروخت کرونگا تو یہ نیت تمام عالم کے نقصان کی ہوئی گرانی سے خوش ہوتا ہے اور ارزانی سے ناراض پس اگر یہ بات نہو تو درست لمنا یوں کرے کہ غلہ کثیر خرید کر فروخت کرنا شروع کردیوے جو کچھ نرخ بازار کا ہو اُسی پر بیچتا رہے انتظار گرانی کا نہ کرے تو احتکار نہوگا۔ غرض تجارت غلہ میں بُری نیت کا گناہ ہے تجارت میں حرمت نہیں ہے اسی واسطے اس تجارت کو غیر محمود لکھا ہے کہ نفس کی چوری سے بچنا دشوار ہے الحاصل تجارت غلہ منع نہیں مگر نیت کی خرابی کو منع کرتے ہیں پس جسمیں بدخواہی خلق کی نہو اُسکو کون منع کرتا ہے فقط۔

(س ۲۲) ایک شخص نے اپنی عورت منکوحہ کو مارپیٹ کر اور یہ الفاظ کہکر اپنے مکان مسکونہ سے نکالدیا اور زیور وغیرہ اپنا لے لیا کہ "میں تجکو نہیں رکھتا اور میں نے تجکو چھوڑدیا" پس وہ عورت اپنے والدین کے گھر میں چلی آئی اور بعد عرصہ چھ یا آٹھ ماہ کے اُسکے خاوند کی طرف سے طلاقنامہ لکھا گیا اور تحریر کے ایک ماہ بعد عورت مذکورہ نے

نکاح ثانی کرلیا پس یہ نکاح ایام عدت میں ہوا یا نہیں اگر ایام عدت میں ہوا تو اب کیا کرنا چاہئے؟

(ج) طلاق عورت پر اُسوقت واقع ہوگئی تھی کہ اُسکے زوج نے کہا تھا کہ تجکو چھوڑ دیا اور طلاقنامہ لکھنے سے صاف واضح ہے کہ اس کلمہ سے غرض اُسکی طلاق دینے کی تھی کہ یہ کلمہ کنایہ طلاق کا ہے تحریر طلاقنامہ نے نیت طلاق کا ہونا محقق ہوگیا پس عدت اُسوقت سے ہوویگی کہ اُسکو گھر سے نکالا تھا لہٰذا یہ نکاح درست ہوگیا اور بعد انقضاء عدت کے نکاح ہوا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(ش ۲۳) سلس البول یا ریاح کے ہروقت جاری رہنے سے صاحب عذر سمجھا گیا ہے اُس سے کیا مراد ہے؟

(ج) ہر وقت جاری ہونے کی جس سے صاحب عذر ہو یہ مراد ہے کہ چار رکعت نماز ادا نہ کرسکے بدون عذر کے۔ اور جو چار رکعت کی قدر عذر بند رہے وہ صاحب عذر نہیں ہوتا بلکہ تندرست ہوتا ہے شرعاً۔

(ش ۲۴) سُرخ رنگ کسنبہ دیا ٹول یا ڑیہ پختہ کا ہو کوئی مباح کہتا ہے کوئی حرام پس مفتی بہ کیا ہے اور مطلق سُرخ کپڑے کا پہننا عالم کو جسکی دیکھا دیکھی دوسرے بھی اُسکا استعمال کریں کیسا ہے؟

(ج) کسنبہ کا سرخ اور زرد اور گلابی مرد کو حرام ہے اور سوائے اسکے سرخ خام یا پختہ اکثر علماء کے نزدیک درست ہے اگر پہنے تو جائز ہے احتیاط اولیٰ ہے اور عالم کو سرخ اگر معصفر ہے تو پہننا حرام پہننے والا گنہگار ورنہ کچھ حرج نہیں کہ اُسکے جواز پر فتویٰ اکثر علماء کا ہے فقط واللہ اعلم۔

(ش ۲۵) جانور حلال مثل بکری و گاؤ و طیور وغیرہ میں کون کون چیز حلال ہے کون کون حرام؟

(ج) سات چیز حلال جانور کی کھانی منع ہیں ذکر۔ فرج مادہ۔ مثانہ۔ غدود۔ حرام مغز جو پشت کے مہرہ میں ہوتا ہے خصیہ۔ پتہ یعنی مرارہ جو کلیجہ میں تلخ پانی کا ظرف ہے اور خون سائل قطعی حرام ہے باقی سب اشیاء کو حلال لکھا ہے مگر بعض روایات میں گردہ کی کراہت لکھتے ہیں اور کراہت تنزیہ پر حمل کرتے ہیں فقط

(ش ۲۵) مکان مسکونہ کو رہن دخلی لینا اور اُسمیں سکونت بلاکرایہ اختیار کرنا جائز ہے یا حکم سود میں ہے یا مکروہ ہے اور گناہ کسقدر ہے بعض فقہا کہتے ہیں کہ مکان کو رہن دخلی لینا جائز ہے سود نہیں اس سبب سے کہ رہن کے بعد مرہونہ پر قبضہ کرنا جائز ہے اور سکونت و قیام کے معاوضہ میں مرمت مکان کی مرتہن کرتا ہے اگرچہ مکان لیاقت ؎ ماہوار کرایہ کی رکھتا ہے اور مرمت میں ۴؍ ماہوار خرچ ہوتے ہیں تاہم جائز ہے بدیں وجہ کہ راہن نے فقط مرمت پر قناعت کی اسی کو کرایہ تصور کیا۔

(ج) انتفاع رہن سے حرام مثل ربوا کے ہے کسی فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ سکونت حلال ہے بلکہ قبض کہا ہے

قبض کو سکونت لازم نہیں اور یہ سب صورت ناجائز حرام ہے فقط۔

(ش ۲۷) ڈھیلے سے استنجا سکھانے اور اس حالت میں سلام کرنے یا سلام کا جواب دینے کے متعلق عام خیال کی اصلاح اور تحقیق حق میں زبانی جو تقریر حضرت قدس سرہ نے فرمائی اُسکو اپنی یادداشت کے موافق ملخصاً درج کرتا ہوں۔

(ج) پیشاب کرنے کے بعد استنجاء ڈھیلے سے سکھانا جیسا کہ شائع ہے گو بایں ہیئت خیر القرون میں نہ تھا مگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد استنزھوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه کے حکم میں داخل ہے اسلئے مستحب ہوا اور اسکا مدار تجربہ پر ہے کہ آجکل عام طور پر ضعف مثانہ کی شکایت ہے اور پیشاب کے بعد قطرہ ضرور آتا ہے جسکا جب جی چاہے تجربہ کر دیکھے یعنی پیشاب کے بعد ڈھیلے سے طہارت حاصل کر کے کھڑا ہو اور قدم سے نیچے پاؤں رکھے عموماً اُسی وقت قطرہ آتا ہے۔ اسی بنا پر غیر مقلد کے پیچھے نماز پڑھنے والے کے لئے میں کہا کرتا ہوں کہ نماز لوٹائے کیونکہ غیر مقلد ڈھیلے سے استنجا نہیں سکھاتے پس جب قطرہ سے پاجامہ کا رومال نجس ہو گیا تو امام کی ہی نماز نہیں ہوئی مقتدی کی تو کیا ہو گی؟ ہاں یہ ظاہر ہے کہ استنجا سکھانے کی حالت پیشاب کرنے کی حالت نہیں ہے بس اس حال میں سلام کرنا یا جواب سلام دینا مکروہ نہیں ہے کیونکہ سلام و کلام کی ممانعت حالت بول میں ہے اسلئے کہ وہی ستر کے کھُلنے کا وقت ہے اور بول سے فارغ ہو کر استنجا سکھانا جب کلام کے لئے مانع نہیں ہے تو ذکر اللہ اور سلام کے لئے کسطرح مانع ہو جائیگا اوکما قال۔

(ش ۲۸ ج) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ عالمگیریہ میں اُلّو کو حلال لکھا ہے حالانکہ مشاہدہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ وہ پنجہ سے شکار کرتا ہے لہٰذا حرام ہے جنھوں نے حلال لکھدیا ہے اُنکو شکار کا حال معلوم نہو گا۔

(ش ۲۹ ج) ایک بار ارشاد فرمایا کہ کنوے کے اندر چھپکلی مرجائے یا پھٹ جائے تو بوجہ عدم خون سائل کے پانی ناپاک نہیں ہوتا جسطرح مچھر تتیہ سانپ یا کنکھجورے کے پانی میں مرنے اور پھٹجانے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ فقہاء میں جس نے سام ابرص سے کنویں کو ناپاک کہا ہے وہ کوئی دوسری نوع ہے جس میں بہنے والا خون ہوتا ہو۔

(ش ۳۰) اگر مقرض روپیہ منی آڈر کر کے مستقرض کے پاس بھیجے تو خرچہ منی آڈر کسکے ذمہ ہو گا؟

(ج) جس نے قرض طلب کیا اگر اُس نے منی آڈر کر کے روانہ کرنے کی اجازت دی ہے تو خرچ منی آڈر وہ دیویگا ورنہ مرسل پر ہو ویگا کہ اُس نے خود تبرع کیا ہے فقط

(ش ۳۱) تین بھائیوں میں سے دو نے تیسرے سے کہا کہ سرکار بھاولپور میں زمین افتادہ کی درخواست دیدو چنانچہ اُس نے درخواست دیدی اور سرکار سے ہر سہ کے نام زمین تجویز ہوگئی اُسکے بعد ہر دو نے اُس سے بے تعلقی کی اور بعد چندروز مر گئے اولاد نے اپنے چچا سے اپنے آبار کا حصہ طلب کیا پس دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ مستحق حصہ ہیں یا نہیں؟

(ج) اگر والی بھاولپور از خود قابض و متملک متغلب ہوگیا تھا تو سب زمین افتادہ غیر مملوک اُسکی ہیں مثل امراء کے وہ متصرف مُلک کا ہے تو جب اُس ارض موات کے احیار کی اجازت اُس نے کسی کو دی خواہ کسی کے نام سے دی مگر جو محیی ارض ہے وہ ہی مالک ہے کوئی بھی شریک اُسکا نہیں اگرچہ دفتر میں نام کسی کا درج ہو اگر یہ صورت بظاہر مُلک بھاولپور کی معلوم نہیں ہوتی بلکہ نواب بھاولپور کو کسی سلطان سے جاگیر اس محدود مُلک کی ملی ہے تو اس صورت میں نواب مالک تمام ارض مقطع کا ہوا۔ اب درخواست دینے والا طالب تملیک نواب سے ہے پس یہ تجویز ہبہ ہوویگا پس اگر دو برادر نے اجازت دی تھی اور تیسرے بھائی نے حسب اجازت اُنکے طلب کیا اور نواب نے ہر سہ کے نام پر دیا تو ہر سہ کے نام پر ہبہ ہوا اور وکیل اپنا اصیل اور دو کا وکیل تھا اُس نے قبول و قبض کیا تو بوجہ مشاع ہونے کے فساد ہبہ تو عند الامام ہے مگر ملک فاسد بھی ہے پس جب دونوں برادر نے ترک کیا اور کہدیا کہ ہمکو حاجت نہیں اور ایک بھائی کے پاس چھوڑ دیا تو یہ بھی اُنکی طرف سے ہبہ ہی ہے۔ لفظ ہبہ کا ضرور نہیں تو جیسا ہبہ تھا ویسے ملک اُس واحد کی ہے اور ان دونوں کی ملک سے خارج ہوگیا۔ ہبہ بدون لفظ کے بھی تعاطی سے ہو جاتا ہے پس اب بعد موت دو برادر کے دعوے اولاد کا باطل ہے اور جو بدون اطلاع دو برادر کے ہوا تو اُنکی ملک ہی اسمیں نہیں ہوئی کیونکہ نہ قبول اُنکی طرف سے ہے نہ قبض اُنکا ہے لہذا ہر دو صورت میں ملک قابض متصرّف کی ہے اور دعویٰ برادر زادگان کا لغو ہے اسکی روایات اگر دیکھو تو باب ہبہ میں اور احیار موات میں اور باب عشر و خراج میں ملینگی رد محتار میں تفصیلاً اور در مختار و ہدایہ میں اجمالاً فقط۔

(ش ۳۲) کیا محاکمہ فرماتے ہیں علمار دین اس بارہ میں کہ ایک زاہد خشک اور ایک صوفی میں مفصلہ ذیل بحث ہے صوفی۔ ظاہر فعل بد پر کسی کو بُرا کہنا خطا ہے اگر کوئی زنا کرتا ہو یا شراب پیتا ہو تب بھی نیک گمان رکھو شاید اسمیں کچھ بھید ہو چنانچہ اولیار اللہ کے قصے اسطرح پیش آئے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ کسی کے فعل بد پر بدگمان نہو شاید باطن میں ولی ہو۔

زاہد = فعل بد تو بدی رہیگا ہمارا نیک گمان فعل بد کے ساتھ خطا ہے۔

صوفی = تم لوگ علماء ظواہر کے بندہ شیطان سے زیادہ گندہ اولیاء اللہ سے دشمنی رکھنے والے ہو تمہارے ہی بھائیوں نے اُنپر ظلم کیا اور پشیمان ہوئے اور تا قیامت بدنام رہیں گے اگر فعل ظاہر ہی پر ایمان رکھتے ہو تو کہو کہ منصورؒ اور شمس تبریزؒ نے بظاہر اکلمہ کفر کہا یعنی انا الحق اور قم باذنی اور آجتک کسی نے اُنکو کافر نہیں کہا اور فرعون کو سبھوں نے کافر مردود کہا پس اُنکو کیوں ولی کامل مانا اور اسکو کیوں کافر جانا تمہارے ظاہر کے اعتبار سے نعوذ باللہ دونوں پر ایک حکم ہونا چاہیئے جن مولویوں نے انکو سزا دلائی وہ اپنے گناہ کا مزہ چکھینگے اور انکو ان کلمات کے کہنے کا ثواب ملیگا۔

زاہد = اگر اُن علماء کو عذاب اور ان حضرات کو ان کلمات کا ثواب ملیگا تو آپ کا فرمانا درست ہم اپنے اس عقیدہ کو چھوڑ دینگے اور فعل بد کو بھید کہا کرینگے۔

(ج) زاہد خشک کی گفتگو صحیح ہے اور اُن صوفی صاحب کا کلام باطل ہے لیکن اگر کسی بزرگ سے کوئی خطا ہو گئی ہے تو اُس فعل کو بُرا سمجھے اچھا نہ کہے اور نہ بھید بتاوے مگر اُن بزرگ کی بدگوئی نہ کرے۔ ہم کو حکم ظاہر پر عمل کرنے کا ہے باطن کی تفتیش کرنے کا حکم نہیں۔ صحیح بخاری میں لکھا ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے کہ "فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہ جسکو ہم دیکھیں گے کہ ظاہر اُسکا خراب ہے اُسکو بدہی جانینگے اگرچہ وہ کہے کہ میرے اندر نور معرفت ہے اور اگر ہم کسی کا ظاہر اچھا دیکھیں گے تو ہم اُسکو اچھا ہی جانینگے اگرچہ اُسکا باطن خراب ہو" پس اس قول حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے صاف ظاہر ہوگیا کہ ہم کو حکم ظاہر پر لگانا واجب ہے اسرار بتا کر فعل شنیع کو مباح جاننا حرام ہے اسی واسطے حسین بن منصور کے قتل پر امام ابویوسف شاگرد امام ابو حنیفہ جو کہ سید العلماء تھے اور سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ جو تمام سلاسل اولیا کے مرجع ہیں دونوں نے فتویٰ قتل کا دیا پھر معاذ اللہ اُن کے ساتھ بدگمانی کرنا کسی صوفی کا کام نہیں بلکہ جاہل صاحب مذہب باطل کا کام ہے اگرچہ حسین کو کافر نہیں کہتے مگر اُن کے اس قول کو جو بظاہر کفر ہے خطا ہی ٹھیرایا گیا اور اُن کے اصرار پر قتل کیا گیا ہر چند کہ اُسکی تاویل ممکن تھی اور جو فعل کہ محرم شرعی ہے اُس میں تاویل نہیں ہو سکتی صحابہ کرام علیہم الرضوان کہ ادنیٰ اُنکا اعلیٰ درجہ کے ولی سے صدہا درجہ اعلیٰ (شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو اولیاء کرام کے سردار ہیں فرماتے ہیں کہ ادنیٰ صحابی کی جوتیوں کی خاک کے بھی میں برابر نہیں ہوں) اُن سے جب کوئی معصیت سرزد ہوئی کسی نے تاویل نہ کی اور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معذور فرمایا بلکہ سزا اُس فعل کی دی کہ جسکی تفصیل بہت طویل ہے پس قول صوفی صاحب کا محض باطل ہے اور زاہد صاحب کا قول صحیح ہے واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

(ش ۳۳) شرع کا کیا حکم ہے کہ کوا دیسی جو عموماً بستیوں میں پایا جاتا ہے حلال ہے یا حرام فقہا نے بعض اقسام کوے کو حلال لکھا ہے اور بعض کو حرام اب یہ دریافت کرنا منظور ہے کہ یہ کوا قسم حرام میں ہے یا حلال میں؟ بینوا توجروا۔

(ج) کتب فقہ میں تعیین اقسام غراب میں الفاظ مختلف ہیں مگر جب یہ فیصلہ خود کتب فقہ میں مذکور ہے کہ مدار اسکی خوراک پر ہے پس یہ کوا جو ان بستیوں میں پایا جاتا ہے اگر یہ عقعق نہو تو بھی اسکی حلت میں شبہ نہیں ہے اسلئے کہ جب وہ بھی خلط کرتا ہے اور نجاست وغلہ ودانہ سب کچھ کھاتا ہے تو اسکی حلت بھی مثل عقعق کے معلوم ہوگی خواہ اسکو عقعق کہا جاوے یا نہ کہا جاوے فقط واللہ تعالیٰ اعلم بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ

(ش ۳۴) زید اپنے آپکو حنفی بتاتا ہے مگر مولوی نذیر حسین دہلوی کا مداح ہے اور آمدورفت بھی رکھتا ہے یوں کہتا ہے کہ جامع شواہد میں جو عقاید غیر مقلدین کے درج ہیں وہ غلط ہیں صاحب جامع نے غیر مقلدوں پر تہمت کی ہے زید مذکور اکثر بلکہ ہمیشہ غیر مقلدوں کے ساتھ شریک ہو کر انکی مسجد میں نماز پڑھتا ہے اب حنفیہ کی مسجد کا امام بننا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ غیر مقلدوں کی مدح کرنیوالے شخص کی امامت میں تو کیا حرج ہو سکتا ہے میں تو حنفیہ کی کتابوں سے رافضی اور خارجی کی امامت کا ثبوت دیدوں پس ایسے شخص کی امامت اور وعظ سننا جایز ہے یا ناجایز مشرح قول فیصل تحریر فرمادیجئے کہ نزاع باہمی رفع ہو۔

(ج) غیب کی بات تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اصل حال یہ ہے کہ اس زمانہ میں غیر مقلد تقیہ کرکے اکثر اپنے آپکو حنفی کہدیتے ہیں اور واقع میں حنفیہ کو مشرک بتلاتے ہیں خود مولوی نذیر حسین نے مکہ معظمہ میں غیر مقلد ہونے سے تبرّی اور حلف کیا اور حنفی اپنے آپکو بتلایا اور ہندوستان میں وہ ہر روز سخت غیر مقلد تھے اور اب بھی وہ ویسے ہی ہیں سو جب امام کا یہ حال تو انکے مقتدی کیسے کچھ ہونگے اور مولوی نذیر حسین کا حنفیوں کو بدتر از ہنود کہنا معتبر لوگوں سے سُنا گیا ہے اور خود مخلص شاگرد اُن کے تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں تو یہ شخص مداح اُن کا کسطرح حنفی ہو سکتا ہے یہ دعوی اُسکا قابل قبول نہیں بظاہر حال۔ اور جامع الشواہد سے لاریب دوسرے غیر مقلدین بھی تبرّی کہتے ہیں مگر جس جس رسائل سے صاحب جامع شواہد نے نقل کیا ہے اُسمیں ہرگز تحریف نہیں چند مواقع سے بندہ نے بھی مطالعہ کر دیکھی ہے اور یہ عقاید بعض غیر مقلدین کے بعض معتبروں کی زبانی دریافت ہوئے اور وہ خود

اقرار کرتے ہیں پس یہ قول اُسکا قابل طمانینت نہیں اور حال زید کا جو اس سوال میں درج ہے بظاہر اُسکے غیر مقلد ہونیکی تصدیق کرتا ہے اور یہ کہنا اُسکا کہ کتب حنفیہ سے صحت امامت رافضی اور خارجی کی دیتا ہوں غلط ہے یہ بھی دلیل اُسکے غیر مقلد ہونیکی ہے۔ جو رافضی خارجی کفر کے درجہ میں ہیں اُنکی امامت کہیں نہیں لکھی اور جو فسق کے درجہ میں ہے اور کفر کے درجہ کو نہیں پہونچا اُسکی امامت کراہت تحریمیہ ہو جاتی ہے اور اُسکے امام بنانیوالے برضا گنہگار ہوتے ہیں اور پہلے وقت کے رافضی خارجی اکثر ایسے ہوتے تھے پس غیر مقلدین اسوقت کے جیسا صاحب شواہد نے نقل کیا لا اقل کہ فاسق ہونگے اور جو غیر مقلد حنفیہ کو مشرک کہتے ہیں اور تقلید شخصی کو شرک بتاتے ہیں بےشک فاسق ہیں سو اُنکی امامت مکروہ تحریمیہ ہے اور دانستہ اُنکو امام بنانا حرام ہے اگرچہ نماز مقتدیوں کی بکراہت تحریمیہ ادا ہو جاوے اور نماز بھی جب ادا ہو کہ کوئی مفسد نماز نہووے ورنہ اس گروہ کو اس سے بھی باک نہیں ہے۔ قے ہونے اور خون نکلنے سے یہ لوگ وضو نہیں کرتے اور انکو ناقض وضو نہیں جانتے بھلا اگر ایسے وضو سے امام ہونگے تو حنفیہ کی نماز کب اُنکے پیچھے درست ہو سکتی ہے۔ گنگوہ میں ایک غیر مقلد نے اول فرض ظہر کے جمعہ کے دن تنہا قبل جمعہ کے پڑھے پھر بےخبری میں جو مولوی جانکر اُنکو لوگون نے امام جمعہ بنا دیا تو جمعہ لوگونکو پڑھا دیا اور پھر لوگوں سے خود اقرار اس قصہ کا کیا۔ اب دیکھو تقیہ اور دھوکا دہی اُنکا کام ہے جو عالم ہیں اور مولوی برکت علی شاگرد نذیر حسین کا تھا حنفیہ کے قاعدہ کے موافق اُسکا جمعہ بعد ظہر برباد گیا۔ یہ حال اُن لوگونکا ہے پس بشرطیکہ کوئی مفسد صلوٰۃ کا بھی غیر مقلد امام نکرے تو بھی ایسے غیر مقلدوں کو جو حنفیہ کو مشرک بتاویں امام بنانا حرام ہے چہ جائیکہ اُنپر اعتماد بھی نہو۔ اور وہ غیر مقلد عامل بالحدیث جو ہوائے نفسانی سے خالی اور محض لوجہ اللہ تعالیٰ انصاف اور صدق سے عمل کریں اور کسی مقلد کو بُرا نہ کہیں اور سب کو حق پر جانیں ظاہر میں نظر نہیں آتے کوئی مخفی ہوگا۔ اس زمانہ کے چھوٹے بڑے پڑھے اور جاہل سب زبان سے تو اپنے آپکو حنفی بتلاتے ہیں مگر تقلید شخصی شرک ہی جانتے ہیں اور کہتے ہیں۔ سب دعوے اُنکے دروغ اور عند التحقیق فریب معلوم ہوئے۔ پس ایسے شخص کی امامت ہرگز نہ کراویں اور ایسے شخص کا وعظ بھی سننا عوام کو نہیں چاہئے کہ مآل اسکا اچھا نہیں اور مآل عدم تقلید بہت بد ہوتا ہے فقط واللہ اعلم کتبہ احقر رشید احمد گنگوہی

(ش ۳۵ و ج) اس عنوان کو اُس مسئلہ پر ختم کرتا ہوں جسکو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نہایت اہتمام کے ساتھ ارشاد فرمایا اور کہا کہ سُننے والے دوسرونکو پہونچادیں عام لوگ اسکی طرف سے غافل ہیں اور یہ غفلت اُنکو بہت نقصان پہونچا رہی ہے وہ یہ کہ "امام کے پہلے سلام کے ختم ہونے سے پہلے اگر مقتدی سلام ختم کر دیگا تو مقتدی کی نماز فاسد ہو جائیگی"

اب حضرت مولانا کے دست مبارک کے تحریر کئے ہوئے پچاس فتاویٰ نذر ناظرین کرکے اس مبحث کو ختم کرتا ہوں

فتاویٰ

(س ۱) کوئی پیر اس ارادہ سے مرید کرے کہ مجکو جب کوئی حاجت مستہ ہوگی تو مریدوں سے روپیہ تحصیل کرونگا و مرید کرنے سے مقصود اصلی اُسکا اوقات بسری ہو اور ضمناً کسی قدر ہدایت بھی ملحوظ ہو اور جبراً قہراً مریدوں سے روپیہ لیوے کہ تم لوگ ہمارے مرید ہو کیوں نہیں مجکو خرچ دیتے ہو اور سب چندہ کرکے روپیہ لے تو ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہونا جائز ہے یا نہیں اور ایسا شخص پیری کے لائق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

(ج) ایسا شخص مذکور فی السوال لائق بیعت نہیں ہے کیونکہ مشائخ نے اخذ بیعت کے لئے جو شرائط مقرر فرمائی ہیں ان میں ایک شرط زہد عن الدنیا بھی لکھتے ہیں قال الشیخ ولی اللہ قدس سرہ والشرط الثالث ان یکون زاہداً فی الدنیا راغباً فی الآخرۃ الخ پس جو شخص کہ تحصیل مال مریدین سے مراد رکھتا ہے وہ بذریعہ تعلیم دین کے دنیا حاصل کرتا ہے اور طریقہ حقہ الی رضی اللہ تعالیٰ کو مکسب حطام دنیا ٹھیراتا ہے اور وعید حدیث یخرج فی آخر الزمان رجال یختلون الدنیا بالدین الخ میں داخل ہے پس ہرگز قابل پیری کے نہیں اور بیعت اُس سے حلال نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۲) کیا حکم شرع ہے اس مسئلہ میں کہ کسقدر فصل درمیان امام و جنازہ کے ضروری ہے اور غایت فصل امام اور جنازہ کے درمیان کہاں تک جائز ہے مع حوالہ کتاب بیان فرمائیے۔

(ج) امام صلوٰۃ جنازہ اور جنازہ میں وہ فصل مانع جواز صلوٰۃ کا ہے جو مابین امام و مقتدی جماعت صلوٰۃ مطلقہ کے مانع جواز اقتدا کا ہے کیونکہ اتحاد مکان امام و جنازہ کا شرط جواز صلواۃ ہے شرح منیہ وغیرہ کتب فقہ سے صاف واضح ہے اور جنازہ کو بعض وجہ سے حکم امام کا دیا ہے پس وہ فصل جو اقتدا کا مانع ہے وہی فصل جنازہ و امام کے مابین مانع جواز صلوٰۃ جنازہ ہوگا قال فی الدر المختار ویمنع من الاقتداء خلاء فی الصحراء یسع صفین الخ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۳) صلوٰۃ جنازہ بطور دوام بلا تامل اس عذر سے کہ کوئی میدان وسیع قریب میسر نہیں بلا کراہت مسجد میں جائز ہے یا نہیں پھر اس عذر کی حالت میں صلوٰۃ جنازہ مسجد میں اولیٰ ہے یا طریق میں؟ اور بلا عذر معتد بہ مسجد میں ادا کرنا کیا حکم رکھتا ہے؟

(ج) راہ میں نماز جنازہ بایں عذر درست ہے اور مسجد میں مکروہ۔ واللہ اعلم

(س ۴) یا شیخ عبد القادر جیلانی شیئاً للہ یا مثل اسکے استعانت و امداد یا دُہائی وغیرہ کے الفاظ جس رقعہ وغیرہ میں موجود ہوں اسکا پڑہنا اس عقیدہ سے کہ منجانب اللہ ان الفاظ میں ایک نوع کا اثر ہے جس سے مقصد برآری ہوتی ہے اور ہر امر میں متصرف ہونا اللہ واحد ہی کی شان ہے جائز ہوگا یا نہیں اور اس کا بطلان مع اس عقیدہ کے آیہ شریفہ فلما آتاہما صالحاً جعلا لہ شرکاء سے ہوسکتا ہے یا نہیں قطع نظر اسکے
پس جب آدم و حوا کو عطا کیا انہوں نے پسر نیکو کار تو انہوں نے بنائے اسکے شریک
فساد عقیدہ عوام اسمیں متصور ہے یا نہیں ؟

(ج) اس کلمہ کو ہر حال پڑہنا ناجائز ہے مگر بعقیدہ علم غیب و تصرف اختیاری شرک ہے اور بدون اس کے محض برکت لفظی کے خیال سے مکروہ مگر جایز نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۵) ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ اصل مذہب امام صاحب کا معانقہ کے بارہ میں کیا ہے اور نماز عید کے بعد معانقہ کرنے کا کیا حکم ہے جائز ہے یا مستحب یا مکروہ اور مکروہ ہے تو کس قسم کی کراہت ہے تنزیہ یا تحریم ؟

(ج) معانقہ کرنا بشرطیکہ کوئی مفسدہ اُسمیں نہو جایز ہے اور اگر کوئی مفسدہ ہے تو مکروہ تحریمیہ و حرام ہے لقولہ علیہ السلام نہی عن المکاعمۃ الحدیث اور مکاعمہ کے معنی معانقہ ہے اور اگر کچھ فساد نہیں تو مطلقاً مباح ہے اور جو کوئی وقت اُسکو بالخصوص کیا جاویگا تو بدعت ہو جاویگا جیسا کہ بعد عید کے عوام کے نزدیک یہ مثل ضروری کے ہوگیا ہے کہ اگر کوئی نہ کرے تو اُسپر اعتراض مثل ترک واجب کے کرتے ہیں لہذا اب بوجہ فساد عقیدہ عوام اور خواص کالعوام کے بدعت ہے چنانچہ مصافحہ مطلقاً سنت ہے مگر وقت تخصیص وقت کے بدعت ہوگیا ہے قال فی رد المحتار قد یقال ان المواظبۃ علیہا بعد الصلوات خاصۃً قد یودی الجہلۃ الی اعتقاد سنیتہا فی خصوص ہذہ المواضع وان لہا خصوصیۃ زائدۃ فی ہذہ المواضع علی غیرہا مع ان ظاہر کلامہم وانہ لم یفعلہا احد من السلف فی ہذہ المواضع ونقل فی تبیین المحارم عن الملتقط انہ تکرہ المصافحۃ بعد الصلوٰۃ لکل حال الخ غرض جب مصافحہ مسنونہ اس تخصیص سے بدعت ہوگیا ہے تو معانقہ مباحہ کو بطریق اولی مکروہ و بدعت کہنا ضرور ہوگا خصوصاً حالت فساد میں جیسا کہ یوم عید میں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۶) اگر مستورات کسی ایسے مکان کی چھت پر جو مسجد سے دو چار قدم کے فاصلہ پر واقع ہو صرف امام کی قرأت کی آواز کان میں آنے کی بنا پر اقتدا کریں خواہ صف نساء مقابل صف رجال ہو یا نہو تو بھی اُنکی نماز ہو جائیگی یا نہیں اور فرض ادا سمجھا جائیگا یا نہیں ؟

(ج) اگر مسجد کے پاس مکان ہے ایسے فرق سے کہ درمیان مسجد اور مکان کے اسقدر راہ نہیں کہ اس میں گاڑی چل سکے یا راہ ہی نہیں اور قلیل فصل ہے تو اقتداء درست ہے اور جو اسمیں راہ حائل ہو کہ گاڑی چل سکے تو اقتداء درست نہیں قال فی الدر المختار ویمنع من الاقتداء طریق تجری فیہ عجلۃ انتہی واللہ اعلم۔

(س) اما بعد کیا حکم ہے اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ عرصہ چودہ سال سے زید مفقود الخبر ہے باوجود تجسس بلیغ کے اس مدت میں کہیں اسکا نشان نہیں ملا زوجہ اسکی جوان عمر ۴۰ سال موجود ہے اسکے گزارے کی کوئی صورت نہیں بجز اسکے زیور فروخت کر کے بسر کی اب وہ بھی ختم ہوا۔ اگر واسطے مزدوری کے لوگوں کے گھر آمد و رفت کرے فتنہ عظیم کا خوف غالب ہے بجز کوئی اعزہ میں سے ایسا شخص موجود ہے جو اسکی پرورش و حفاظت کرے صرف ایک ماں ہے کہ وہ بھی صبح و شام کی معلوم ہوتی ہے پس ایسی حالت میں کہ کوئی اسکا خبر گیر و نگراں سوائے مزدوری کے کوئی صورت بسر اوقات کی نہیں اور اسمیں فساد غالب مرتب ہونے والا ہے شرعاً اس عورت کا نکاح کسی شخص کے ساتھ کر دینا جائز ہے یا نہیں ؟

(ج) بسبب ضرورت کے اب مذہب امام مالک قدس سرہ پر عمل کر کہ بعد چار سال و عدۃ موت کے زوجہ مفقود نکاح کر لیوے درست ہے لہٰذا اس صورت میں نکاح اس زوجہ مفقود کا درست ہے کسی سے کر دیا جاوے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س) اگر موزہ اسفل کعب تک سیا ہوا ہو اور بعض کعب داخل کعب صرف بند وغیرہ سے مستور کیا جاوے تو اسپر مسح جائز ہو گا یا نہیں ؟

(ج) جو موزہ دو تہائی اسفل کعب تک سیا ہوا ہو اور اوپر سے بند ہا ہوا ہو اور چلنے میں بقدر تین انگشت کی نہ کھلے اسپر مسح درست ہے۔

(س) اگر بانات کشمیرہ یا مخمل اسکے اور کسی سوتی دبیز موٹے کپڑے کا موزہ بنوا لیا جاوے تو اسپر مسح جائز ہو گا یا نہیں ؟

(ج) ایسا دبیز کپڑا کہ پانی کو نشف نہ کرے اور چلنے میں گر سے نہیں اسکا موزہ درست ہے اور مسح اسپر جائز ہے

(س) شہد کا چھتہ اگر شے مملوک میں لگا ہو تو قبل اخراج واخذ شہد بھی مملوک ہو گا یا نہیں ؟

(ج) شہد کا چھتہ زمین ملک غیر سے توڑنا بشرطیکہ اُس نے پانی ذخیرہ وغیرہ ڈال کر جمع نہ کیا ہو توڑنا جائز ہے واللہ اعلم

(س) ہم چند مسلمان اپنی کم ہمتی سے نماز تہجد کی توفیق نہیں رکھتے اس دولت سے محرومی بہت حسرت

دلاتی ہے خیر ہمیشہ مداومت کے ساتھ ہونا تو دشوار ہی ہے ماہ مبارک رمضان بھر بھی نہیں ہو سکتی مگر ایک صورت سے البتہ بسہولت ممکن ہے اگر اُسکی اجازت مرحمت ہو اور کسی قسم کی قباحت نہو تو رمضان المبارک بھر اس دولت عظمیٰ مستفیض رہیں اور وہ یہ ہے کہ آخر شب میں نماز تہجد جماعت سے ادا کریں اور ایک پارہ روزانہ سن لیا کریں جیسا ارشاد ہو عمل کریں۔

(ج) اگر جماعت تہجد میں تین مقتدی اور ایک امام ہو تو نماز تہجد جائز ہے مگر اسکا التزام ناجائز ہے پس چاہیئے کہ کبھی جماعت سے پڑھ لیا کریں اور کبھی بغیر جماعت کیونکہ التزام سے وہی مفسدہ لازم آئیگا کہ جسکے سبب سے فقہاء منع کرتے ہیں اور جس سے تہجد کے وقت التزام نہو سکے وہ اول شب میں نفل پڑھ لیا کرے تو تہجد کا ثواب ہوتا ہے واللہ اعلم۔

(س ۱۲) جب کنوئیں کی رسّی نجس زمین پر پڑی رہتی ہو اور وہاں کی کیچڑ سے آلودہ اور جوتوں سے پامال ہوتی ہو یہ رسّی اگر کنوئیں میں گرے یا بھیگ کر اسکا پانی کنوئیں میں ٹپکے تو وہ کنواں بمذہب حنفی نجس ہوگا یا نہیں اور وہ رسّی اگر تر ہاتھوں کو لگے تو ہاتھ نجس ہوں گے یا نہیں پھر وہ ہاتھ جو پانی اور ڈول کو لگے تو اُس پانی اور ڈول کا کیا حکم ہے؟

(ج) جس رسّی کا نجس ہونا یقینی ہو اُسکے کنوئیں میں جانے سے پانی نجس ہو جاتا ہے حسب مذہب حنفیہ شک نہیں ہے۔ ایسے ہی اگر ہاتھ اُس رسّی میں لگیں تو وہ ہاتھ بھی پاک نہیں رہے ناپاک ہو گئے مگر جب اُس زمین کے نجس ہونے پر مدار ہے تو اول اُسکی تحقیق چاہیئے کہ وہ زمین نجس ہے یا نہیں پس جب وہ زمین نجس ہے تو اُس پر گیلی رسّی کا پڑنا اور ہاتھ لگنا بیشک کنوئیں کی نجاست کا سبب ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۱۳) جو کنوئیں مکان کے اندر خواہ باہر خواہ شارع عام پر ایسے ہیں کہ جن میں ہندو و مسلمان سب پانی بھرتے ہیں اور یقینی گمان ہے کہ جس ڈول یا گھڑے سے ہندو پانی بھرتے ہیں وہ گوبر سے لیپی ہوئی جگہ یا دوسری جائے نجس پر رکھے جاتے ہیں یا ہندو لوگ اپنے نجس ہاتھوں سے اُن گھڑوں اور ڈول کو چھوتے ہیں یا ہنود کے نجس کپڑوں میں وہ ڈول اور گھڑے آلودہ ہو کر اُن کنوؤں میں جاتے ہیں پس ان سب صورتوں میں پانی اُن کنوؤں کا نجس ہے یا طاہر اور جو کنوئیں مکان کے اندر یعنی مسلمانوں کے گھروں میں ہیں اُن پر ہنود گھڑے ہو کر پانی بھرتے جاتے ہیں اور نہاتے جاتے ہیں اور اُن کے جسم سے قطرے پانی کے ٹپک ٹپک کر کنوئیں میں جاتے ہیں اور تمام چھینٹیں اُس پانی کی کنوئیں کے اندر جاتی ہیں اس صورت میں پانی اُن کنوؤں کا

ناپاک ہو جاتا ہے یا طاہر رہتا ہے؟

(ج) مسائل چاہ میں بضرورت وسعت کو اختیار کیا جاتا ہے اور جو مسئلہ مختلف فیہ مجتہدین کا ہوتا ہے اُسمیں وسعت کی رائے کو اختیار کر لینا وقت حرج و عموم بلوے کے درست لکھتے ہیں پس ایسی صورت میں جبتک کہ عین نجاست کا گرنا چاہ میں معلوم و مشاہد نہو اُسکو ناپاک نہ کہنا چاہئے بلکہ اگر خود گرتا بھی دیکھ لیوے جب بھی برائے ضرورت و بلوے اُسکو ناپاک نہیں کہہ سکتے۔ دیکھو کہ مینگن اونٹ بکری کی امام صاحب کے یہاں نجس ہے مگر جنگل کے چاہ میں اگر نصف آب چاہ تک مینگنیوں سے ڈھک جاوے جب بھی پاک لکھتے ہیں بضرورت۔ کیونکہ امام مالک کے یہاں مینگن نجس نہیں تو اب ہندوستان میں خصوصاً گانوں میں جب گوبر کا اور پیشاب گائے بیل کا یہ عمل درآمد ہے تو چاہ ہرگز پاک نہیں رہ سکتا لہذا ایسے امور سے چشم پوشی ہو اور جب تک مشاہدہ نہو جاوے بلکہ دیکھکر بھی استعمال آب کرتا رہے کذا یفہم من کتب الفقہ۔

(س ۱۴) امام نے فرض نماز مغرب یا عشاء یا فجر یا جمعہ کی باجماعت پڑھائی اور ہنوز تین آیت سے کم یا تین آیت کی برابر یا زاید کے پڑھنے کی نوبت آئی ہے کہ امام کو قرأت میں سہو ہوا اور اُس جماعت میں سے کسی مقتدی نے امام کو لقمہ دیا اور امام نے لقمہ لیکر نماز کو تمام کیا پس اس صورت میں نماز صحیح ہوئی یا فاسد؟

(ج) صحیح یہ ہے کہ اپنے امام کو لقمہ دینے سے نماز نہیں جاتی خواہ حاجت پر بتاوے خواہ بلا حاجت امام لیوے یا نہ لیوے۔ تین آیت سے قبل بتاوے یا بعد کسی حال نماز امام و مقتدی کی دونوں کی نہیں جاتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۱۵) ایک شخص نے سود لے کر روپیہ جمع کیا اور بعد کو اس فعل سے بصدق دل توبہ کر لی پس اب بعد توبہ کے اُس شخص کا وہ روپیہ اپنے صرف میں لانا جائز ہے یا نہیں اور درصورت ناجائز ہونے کے یہ روپیہ کسی طرح کسی کو دینا جائز بھی ہے یا نہیں اور اگر کسی کو بھی دینا جایز نہیں ہے تو اس روپیہ کو کیا کیا جاوے؟

(ج) سود سے جو روپیہ جمع کیا گیا ہو وہ توبہ کرنے سے حلال نہیں ہو جاتا البتہ اس فعل کا گناہ توبہ کرنے سے معاف ہو جاتا ہے مگر حق غیر صرف توبہ سے معاف نہیں ہو سکتا۔ اب وہ مال اُن لوگوں پر واپس کرنا ضروری ہے کہ جن سے وہ مال سود میں لیا گیا اور اگر وہ معلوم نہوں اور تحقیق اُنکی یا اُن کے وارثین کی نہ لگے تو پھر بہ نیت ایصال اُن کے جن کے یہ مال ہیں ایسے فقرا پر صدقہ کرنا واجب ہے کہ جن کے پاس اصلا کھانے کو نہو اور ایسے صدقہ سے خود امید اپنے ثواب کی رکھنی خطا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۱۶) ایک شخص کے مکان سے مسجد ملی ہوئی ہے مگر یہ شخص نماز فجر کو مسجد میں نہیں آتا اور عذر یہ کرتا ہی کہ جب تک میں اُٹھوں اور استنجا اور وضو سے فراغت کروں جماعت ہو جاتی ہے اور کہتا ہے کہ حضرات صحابہ رضی جب کسی عذر سے نمازِ فجر کی جماعت میں حاضر نہو سکتے تھے تو بوجہ حجاب کے نماز گھر میں ادا کر لیتے تھے لہذا میں بھی گھر میں پڑھ لیتا ہوں پس یہ عذر اُسکا صحیح ہے یا غلط؟

(ج) جماعت بعض کے نزدیک واجب ہے اور اسمیں کسی کو انکار نہیں کہ وہ سنت موکدہ ہے پس اگر احیاناً کسی عذر سے جماعت فوت ہو جاوے تو امید عفو ہے مگر جو شخص ترک جماعت پر مطلقاً یا کسی خاص وقت میں مداومت کرے اور اُسکا کچھ تدارک نہ کرے اور اسکے انتظام کے درپے نہو وہ فاسق ہے اور اُسکو اس فعل کا چھوڑنا ضروری ہے مگر جب یقین ہے کہ جماعت ہو چکی تو پھر مسجد میں آنا کچھ ضروری نہیں ہے چاہے گھر میں پڑھ لے چاہے مسجد میں آکر پڑھ لے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۱۷) ایک شخص مسمی زید جو محض جاہل شریر مفسد بد دین نماز روزہ سے کچھ کام نہیں رکھتا اپنی زوجہ کو تکالیف مہلکہ پونہچاتا ہے کلمات کفر و شرک جو چاہتا ہے بکتا ہے چنانچہ حضرت علی رضی کو خدا کہدیا عقیدہ بھی ایسا ہی کچھ خراب رکھتا ہے پس ایسے کلمات کفر و شرک بکنے سے اُسکی زوجہ پر طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

(ج) اگر اُسکے کلمات کفر صریح ہوں اُسکی تاویل نہو سکتی ہو تو وہ مرتد ہے اور نکاح اُسکا فسخ ہو جائیگا اُسکے عورت کی وقت فسخ سے بعد عدت کے اور جگہہ مناکحت جایز ہے۔

(س ۱۸) پیتل یا پھول کے ظروف میں بدون قلعی کے پانی کا استعمال جایز ہے یا نہیں؟

(ج) پیتل و کاسی کا برتن اور سوائے ان کے سب درست ہیں مگر جسمیں کسی قوم کفار وغیرہ سے تشبہ لازم آوے وہ بوجہ تشبہ کے ناروا ہو جاویگا اور وہی ظرف جسجگہہ تشبہ نہو درست ہو جائیگا فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۱۹) مدت رضاعت امام صاحب کے نزدیک ڈھائی سال اور صاحبین کے نزدیک دو سال اور امام زفر کے نزدیک تین سال ہے اسپر زیادتی کسی لاغر و ضعیف بچہ کے لئے تبرعاً جایز ہے یا نہیں اور مدت رضاع لڑکے اور لڑکی دونوں کے لئے برابر ہے یا کم و بیش؟

(ج) مدت رضاعت کی دو سال ہے علی الاصح المفتی بہ پس اس سے زیادہ بسبب ضعف کے پلانا درست نہیں اور صبی و صبیّہ دونوں اسمیں برابر ہیں کچھ تفاوت نہیں للعموم قال الدر مختار ولم یبح الارضاع بعد مدتہ الخ[1] فقط واللہ تعالےٰ اعلم

[1] اور مباح نہیں ہے دودہ پلانا مدت رضاعت کے بعد

(س ۲۰) معتکف اگر مسجد سے باہر ہونے کی حالت میں کلام کرے تو اعتکاف رہا یا نہیں اور اگر نہیں رہا تو دوسری نیت سے اعتکاف تمام کرنے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

(ج) معتکف کو مسجد سے باہر کلام کرنا ہر طرح درست ہے اس سے ہرگز اعتکاف میں نقصان نہیں ہوتا جیسا حال کلام کا مسجد میں ہے ویسا ہی خارج مسجد ہے پھر اگر کسی نے کلام کیا اور اسکو مفسد اعتکاف جانکر دوبارہ نیت اعتکاف کر لی اُس سے بھی کچھ حرج نہیں ہوا پہلا اعتکاف ہی ہو جاویگا۔ واللہ اعلم۔

(س ۲۱) انگریزی اکثر دواؤں میں شراب یا جوہر شراب کی آمیزش ہوتی ہے مگر یہاں اسکے علاوہ چونکہ دوسرا علاج ہی نہیں اسلئے کیا کیا جائے۔ مرہم یا عطر جسکی حالت آمیزش جوہر شراب میں دوا جیسی ہو اُسکے لگانے اور اُس کپڑے سے نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

(ج) جس دوا میں خلط شراب یا جوہر شراب ہو وہ نجس اور استعمال اُسکا حرام ہو گا کہ وہ شرعًا ناپاک ہے پس علاج ترک کرنا چاہیے علی ہذا جس عطر میں جوہر شراب ہو گا وہ نجس اور پارچہ بھی نجس ہو گا استعمال بھی ناجائز ہو گا جواب مسئلہ کا تو یہ ہوا اب رہا یہ کہ دوسرا علاج وہاں نہیں سو اگر ترک علاج کرے تو بہتر ہے مگر جب اضطرار کی نوبت ہوے تو اُسوقت مباح ہو گا تو اگر ایسی حالت میں دوا کا استعمال کرے تو بدن و پارچہ کو محفوظ رکھے اور برتن کو پاک کرے

(س ۲۲) نماز یا وظیفہ میں اگر حضور قلب نہو تو ایسی نماز و وظیفہ کا کیا حکم ہے صحیح ہو گی یا نہیں؟

(ج) جو نماز بلا حضور ہے فرض اُس سے ساقط ہو جاتا ہے حضور فرض رکن صلوٰۃ کا نہیں اور جو وظیفہ بلا حضور پڑھا جاوے اُسکا ثواب ہوتا ہے مگر حضور کی صورت میں اجر بہت ہے واللہ اعلم۔

(س ۲۳) گھی گرم کیا ہوا رکھا تھا اُسمیں لڑکے نے ناپاک ہاتھ ڈالدیا اب اُس گھی کو کس طرح پاک کیا جاوے اگر تھوڑا سا ہوتا تو اسقدر وقت نہ تھی سات آٹھ روپیہ کا ہے؟

(ج) اگر گھی سخت ہو تو جس جگہ ہاتھ نجس لگا ہے وہاں سے تھوڑا تھوڑا نکالکر الگ کر دو باقی کو کھا لو اور اُس الگ کردہ کو پاک کر لو اور جو پتلا بہتا ہوا تھا جیسا گرمی میں ہوتا ہے تو سارے کو پاک کر لو اور گھی کے پاک کرنے کی یہ صورت ہے کہ اُسمیں پانی ڈالو اسقدر کہ پانی کے اوپر گھی ہو جاوے اُسکو آگ پر رکھو کہ سب پگھل جاوے اور پانی جل جائے اس طرح تین بار پانی جلا دو پاک ہو جاویگا اگرچہ اسطرح گھی خوشبودار نہیں رہتا مگر پھر الائچی وغیرہ سے خوشبودار کر کے استعمال کر لینا

(س ۲۴) ایک شخص نے تجارت میں کسی ایسے شخص کو شریک کیا جسکے پاس رشوت وغیرہ کا روپیہ یا غصب کا

از مولوی حافظ محمد احمد صاحب گنگوہی زید مجدہم

مال ہے پس اُسکی شرکت سے اس شریک اول کا پاک مال تو ناپاک نہوگا اور نفع میں حرمت و نجاست تو نہ پیدا ہو گی

(ج) مال خبیث جس مال میں ملجاویگا وہ خبیث ہو جاویگا اختلاط کے بعد کس جزو کو امتیاز کر سکتے ہیں ہاں اگر مال خبیث مثلاً رشوت کا مال تھا اُسکو جدا کرنا چاہے تو جس سے رشوت لی ہے اُسکو وہ قدر واپس کر دیوے تو باقی مال حلال ہو جاویگا اگر وہ شخص اور اُسکے ورثہ نہیں مل سکتے تو اُسقدر روپیہ اس نیت سے صدقہ کر دیوے کہ قیامت کے دن اہل حقوق کو دلایا جاوے۔ علیٰ ہذا غصب کے روپیہ کا حال ہے فقط واللہ تعالےٰ اعلم

(س ۲۵) جس مال تجارت پر زکوٰۃ واجب ہے اُسکی زکوٰۃ خرید اور لاگت پر حساب کیجاویگی یا اُس مشتہر مع نفع قیمت پر جسپر بیچنے کا قصد ہے۔

(ج) زکوٰۃ کے اسباب کی آخر سال میں قیمت فروخت بازار کر کے اُسکی زکوٰۃ دیوے اصل خرید سے کام نہیں اگر نقصان قیمت میں ہے یا نفع اُس قیمت کی زکوٰۃ دیوے جو دینے کے روز اسباب تجارت کی قیمت ہے،

(س ۲۶) ملازم پیشہ شخص جسکا تنخواہ پر گزارہ ہے ہر مہینہ آتا ہے اور خرچ ہوتا ہے اُسپر زکوٰۃ کسطرح واجب ہوگی اور ادا کا کیا طریق ہوگا اور اگر سال کے اندر وقتاً فوقتاً بنیت زکوٰۃ دیتا رہا تو وہ محسوب ہوگی یا نہیں؟

(ج) نوکر آدمی کے ہاتھ میں جسوقت روپیہ آیا مثلاً ۵۰ نقد وہ اُسی وقت مالک نصاب ہوگیا پھر اُس نے ایکماہ میں مثلاً تیس خرچ کئے بیس باقی رہے دوسری تنخواہ ملی پھر ستر ہو گئے پھر خرچ کئے کچھ کم ہوئے پس جب سال تمام ہوا تو اُسوقت کی جمع کو دیکھے تو جسقدر اُسوقت روپیہ موجود ہے اُسکی زکوٰۃ دیوے مثلاً ہر ماہ کی بیس بچت تھی سال تمام پر بارہ[۲۴] ہوئے تو ۲۴۰ کی زکوٰۃ دیوے ۶ ر۔ اگر وقتاً فوقتاً تھوڑی تھوڑی زکوٰۃ سال بھر ادا کرتا رہا ہے تو آخر نہایت سال میں مال موجودہ کو دیکھے اور اپنی زکوٰۃ دادہ کو دیکھے اگر قدر مال موجودہ کی دے چکا ہے تو ادا ہوا اور جو کچھ اسقدر موجود میں باقی ہے اب دیدیوے اور جو زاید دی گئی اگلے سال میں مجرا لیوے اور سال بھر میں جو پیشگی دے چکا ہے وہ محسوب نہیں ہوتا پیشگی دینے میں یہ فائدہ دینے والے کا ہے فقط

(س ۲۷) ایک خریدار سے اپنی شے کی قیمت کچھ کہنی اور دوسرے سے کچھ یا ایک ہی سے اول ایک قیمت کا ظاہر کرنا اور پھر کم قیمت پر دیدینا صحیح ہے یا کچھ قباحت ہے؟

(ج) اپنے مال کا مختار ہے کسی کو روپیہ کو دیوے اور دوسرے کو دس روپیہ کو دیوے کچھ حرج نہیں۔ اور اول قیمت زیادہ کہہ کر کم کو دینا درست تو ہے مگر ایک قسم کا جھوٹ ہے۔ مگر چونکہ اس زمانہ میں بے اسکے چارہ

نہیں چنداں گناہ نہیں۔ اگر صدق اختیار کرے تو بعد چندے سب کو حال معلوم ہو جاتا ہے ہو سکے تو بہتر ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۲۸) سوکھی مُردار مچھلی کی جسکا بر ہماو بنگال میں عام رواج ہے اور تمباکو یا تاڑی پڑی ہوئی ڈبل روٹی کی تجارت جایز ہے یا نہیں اور کفار کے میلوں تہواروں میں دوکان لیجانیکا کیا حکم ہے ؟

(ج) سوکھی مچھلی کی اور تر کی سب کی بیع شرا حلال ہے۔ جیسے کھانا حلال ہے بیع کیوں حلال نہو وگی وہ مردار حرام نہیں ہوتی مُردار مچھلی کا حلال ہے۔ تماکو فروخت کرنا مکروہ ہے گو مال ہونے کی وجہ سے قیمت حرام نہیں مگر کراہت کی وجہ سے اعانت مکروہ کی ہے لہذا مکروہ ہے۔ ڈبل روٹی جس میں تاڑی پڑے ناجایز ہے امام محمد کے نزدیک کیونکہ تاڑی اُن کے نزدیک مثل شراب کے ہے پس اُسکی بیع بھی ناجایز ہووگی اور امام صاحب کے نزدیک کھانا بھی جایز بیع بھی درست فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے احتیاط چاہئے کفار کی عید میلہ میں جانا بھی حرام اور مال کا خرید و فروخت بھی حرام واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۲۹) گدی جو گائے بھینس پالتے اور اُن کا دودھ فروخت کرتے ہیں۔ اِن جانوروں کی زکوٰۃ کسطرح ادا کریں اور بچہ والے جانوروں کا دودھ بیچنا جایز ہے یا نہیں ؟ یا کسی شخص کے پاس گھوڑے ٹٹو ہیں جو کرایہ پر چلتے ہیں یا بیل گاڑی ہے جسکی قیمت سو روپیہ یا اس سے بھی زاید ہے اُسپر زکوٰۃ اس مال کی واجب ہے یا نہیں ؟

(ج) جس جانور کے شیر کو فروخت کرتا ہے اُسمیں زکوٰۃ نہیں ہے اگر اپنے گھر سے کھلاتا ہے اور اگر جنگل میں چرتا ہے تو بشرط نصاب عدد کے بعد حولان حول زکوٰۃ آویگی اور جو تجارت کی ہے تو قیمت اگر نصاب کو پہونچ جاویگی تو زکوٰۃ ہووگی ورنہ نہیں پس گائے بھینس کو اگر تجارت کی نیت سے خرید کیا تو اُسکی قیمت میں زکوٰۃ ہووگی اور شیر فروشی کا کچھ ڈر نہیں اگر وقت حولان حول قیمت شیر ہو اُسکو بھی قیمت کے ساتھ اور دیگر اپنے اموال کے ساتھ جمع کر کے مجموعہ سے زکوٰۃ دیوے۔ جانور کرایہ میں زکوٰۃ نہیں ہے نہ یہ سائمہ جنگل کا ہے نہ تجارت کا ایسا ہی گاڑی بیل کا حال ہے۔

(س ۳۰) ایک شخص ملازم پیشہ ہے اسکے آقا کو اگر کسی ایسے کام میں جانا پڑے جو شرعاً ناجایز ہے تب بھی اپنے ملازم کو خدمت کے لئے ساتھ رکھتا ہے اور نوکر کو مجبور جانا پڑتا ہے پس اس ملازم مسلمان پر اس فاسق یا کافر کی خدمت و معاونت کے متعلق شریعت کیا حکم دیتی ہے ؟

(ج) جو شخص سفر معصیت کا کرتا ہے اُس سفر میں اُسکا کاروبار کرنا اور ساتھ جانا درست ہے مگر اُس فعل معصیت

میں شریک نہونا چاہیے خواہ مشرک کا فرکا نوکر ہو خواہ کسی مسلمان فاسق کا بہرحال سفر میں اُسکا کام کرنا درست ہے اور ساتھ جانا بھی درست ہے بسبب روزگار کے کہ اپنا کام روزگار کرنا ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(س ۱۳) طاعون مروجہ حال کے بارہ میں جو احادیث نقل کیجاتی ہیں وہ کس درجہ کی ہیں صحیح قابل استناد ہیں یا ضعیف و معلول ہیں منجملہ اُن کے دو حدیث کا متن لکھتا ہوں اِن دونوں کی صحت دریافت طلب ہے ایک حدیث یہ ہے اذا سمعتم بالطاعون بارض فلا تدخلوہا واذا وقع بارض وانتم فیہا فلا تخرجوا منہا اور دوسری حدیث یہ ہے ومن فر کان کالفار من الزحف اور بتقدیر صحت استفسار یہ ہے کہ لفظ ارض سے کون زمین مراد ہے شہر یا قریہ یا مکان اقامت یا محلہ شہر جو کچھ مراد ہو اُسکی تعیین فرمائی جاوے اور نہی اس حدیث سے تحریمی ہے یا تنزیہی پس جو شخص اُسپر کاربند نہو وہ شرعاً گنہگار ہوگا یا نہیں اور لفظ فرار سے جو دوسری حدیث میں واقع ہے کیا مراد ہے آیا مطلق خروج از مقام طاعون یا خروج خاص جیسے شہر کا باشندہ دیہات میں چلا جاوے یا دوسرے شہر میں نکل جاوے جو معنی مراد ہوں ظاہر فرمائے جاویں۔ ثانیاً دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس ممانعت خروج سے کیا مصلحت ہے اکثر تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ جو لوگ مقام طاعون سے چلے گئے ہیں وہ مع جملہ قبائل کے اِس بلا سے محفوظ رہے ہیں اور جو لوگ وہیں مقیم رہے اکثر اُن میں سے مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے جس سے انگریزوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ وہاں سے ہٹ جانا بھی اُسکا علاج ہے پس جو کوئی وہاں سے بہ نیت علاج ہٹ جاوے وہ شخص عند الشرع گنہ گار تو نہوگا کیونکہ نیت اُسکے فرار کی نہیں ہے بلکہ تبدیل مکان بقصد علاج ہے جسکی اجازت خود شرع سے مفہوم ہوتی ہے۔

(ج) یہ روایات صحیح ہیں اور مقصود یہ ہے کہ جس شہر میں طاعون ہو اُس شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں نہ جاویں کیونکہ اسمیں بے مروتی اور تقدیر سے بھاگ کر تدبیر پر پورا بھروسہ ہے حالانکہ مسلمان کو تقدیر پر مطمئن ہو کر اور اُسپر پختہ ہو کر پھر تدبیر کی اجازت دیگئی تھی۔ اگر سب لوگ طاعون زدہ شہر کو چھوڑ کر دوسرے شہر میں چلے جاوینگے تو اس شہر کے مریضوں اور مُردوں کی خبر گیری کے لئے کوئی بھی نہ رہیگا البتہ اگر اُسی شہر کے دوسرے محلہ میں یا اُسکے آس پاس جنگل اور باغوں وغیرہ میں چلے جاویں اسی طرح کہ اہل شہر کی خبر لیتے رہیں تو درست ہے اور جب شہر سے چلے جاوینگے تو نیت و قصد علاج سے یہ ممانعت مرتفع نہو جاویگی بلکہ وہ بھی گناہ میں داخل ہے البتہ اگر کسی اور ضرورت کی وجہ سے وہاں سے چلا جاوے مثلاً ملازم سرکاری ہے اب اسکو چھٹی ملگئی ہے تو وہاں سے چلا جانا معصیت نہوگا واللہ اعلم۔

(مس ۳۲) بعالیجناب حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام اللہ فیوضہم بعد سلام مسنون کے عرض پرداز ہوں۔ کچھ ضروری امور بامید جواب عرض کرتا ہوں اُمیدوار ہوں کہ بہ ترتیب جواب سے معزز فرما دیں۔

(۱) نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کا حکم اور اُسکے منافع بتلائے وہ منافع کیا اُنہیں کے لئے مخصوص تھے یا ہمارے واسطے بھی وہی منافع ہیں؟

(۲) قرآن شریف میں استغفار کے واسطے بہت جگہہ ارشاد فرمایا ہے اور صحیح حدیث میں بہت کچھ فضائل ارشاد ہوئے ہیں تو یہ فضائل کن الفاظ کے پڑھنے سے اور کسقدر پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں صرف استغفر اللہ کے پڑھنے سے یا استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ کے پڑھنے سے یا اللہم اغفرلی وتب علی انک انت التواب الرحیم کے پڑھنے سے اور ان تینوں صیغوں میں افضل کسکا پڑھنا ہے اور کسقدر پڑھنے سے فضیلت موعودہ حاصل ہو سکتی ہے؟

(۳) جتنی دیر میں استغفر اللہ استغفر اللہ ہزار مرتبہ پڑھا جاتا ہے اُسی قدر دیر میں استغفر اللہ الذی الخ یا اللہم اغفرلی الخ تین سو بار پڑھا جاتا ہے پس اول کا ہزار مرتبہ پڑھنا بہتر ہے یا آخر میں سے کسی ایک کا تین سو بار پڑھنا بہتر ہے؟

(۴) اگر بغیر حضور قلب کے استغفار پڑھا جائے تو اس صورت میں فوائد و منافع استغفار کے حاصل ہوں گے یا نہیں۔ یا بلا حضور پڑھنے سے گناہگار ہوتا ہے؟

(۵) اگر کوئی ایسا شخص جس نے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف پایا ہو اور بسبب ایک مرتبہ دیکھ لینے کے آپ کے روضہ منورہ کا تصور صحیح طور پر کر سکتا ہو اگر یہ خیال کر کے کہ میں روضہ منورہ کے سامنے موجود ہوں درود شریف پڑھا کرے اور اسطرح خیال کر کے پڑھنے سے اُسکے قلب میں رقت اور آنحضرت روحی فداہ کی محبت زیادہ ہوتی ہو تو ایسا خیال کر کے درود پڑھنا کیا بت پرستی میں داخل ہے اور پڑھنے والا گناہگار ہوتا ہے یا ثواب ہے۔ اور اسکا ثمرہ جو رقت قلب و حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ازدیاد محبت پیدا ہوتا ہے وہ القاء رحمانی ہے یا وسوسہ شیطانی؟

(۶) اللہم صل علی سیدنا محمد وآلہ وسلم پڑھنا بہتر ہے یا اللہم صل وسلم علی سیدنا محمد وآلہ بعدد کل معلوم لک پڑھنا بہتر ہے پہلا درود جس عرصہ میں ایک ہزار دفعہ ہوتا ہے دوسرا پانسو مرتبہ پس پہلے کی ایک ہزار تعداد کا زیادہ ثواب ہے یا دوسرے کی پانسو مقدار کا؟

(۷) صلوۃ اشراق کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے پر ہو جاتا ہے اگر کسی شخص کا وظیفہ معمولی ۹ بجے

دن تک ہو تو وہ شخص آفتاب کے بلند ہونے پر وظیفہ کے درمیان اشراق کی نماز پڑھے یا وظیفہ ختم کرکے نو بجے اشراق پڑھے کونسی صورت افضل ہے ؟

(ج) بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا بندہ کو ماہ ربیع الاول سے ابتک ایک ضعف اور بخار خفیف ہے سبق بند اور کاروبار سب ابتر اور اس تمام نواح میں بخار کی کثرت ہے استغفار کیجئے جواب مسائل یہ ہے

(۱) استغفار کے منافع اس امت کے واسطے بھی وہی ہیں جو حضرت نوحؑ نے فرمایا تھا قرآن میں اس امت کو سُنانے کو ذکر فرمایا ہے۔

(۲ و ۳) استغفار کے معنی بخشش چاہنے کے ہیں جس لفظ سے بخشش چاہنا ہوگا بس وہی استغفار ہے خواہ کسی زبان میں ہو خواہ کسی صیغہ میں ہو اگر کوئی کہے الٰہی میری توبہ ہے یہ بھی استغفار ہے اور اگر کہے الٰہی بخشدے یہ بھی استغفار ہے اللھم اغفرلی اور استغفر اللہ یہ بھی استغفار ہے غرض کسی لفظ سے استغفار کرے جو فضیلت استغفار کی ہے سب میں حاصل ہوگی مگر وہ صیغہ کہ اُسکی فضیلت حدیث میں آگئی ہے اُسمیں زیادہ ثواب ہوگا اسواسطے استغفر اللہ الذی لا الہ الا ہو الحی القیوم واتوب الیہ یہ افضل ہے اسواسطے کہ متضمن ہے کلمہ توحید پر اور صفات حق تعالےٰ کی اس میں زاید ہیں ورنہ نفس استغفار میں سب برابر ہیں پس گھڑی بھر میں اگر استغفر اللہ استغفر اللہ مثلاً ہزار بار اور اتنی ہی دیر میں مثلاً استغفار حدیث کو سوبار کہے تو بوجہ استغفار کے وہ افضل ہوگا اور بوجہ اس فضیلت توحید کے یہ افضل ہوگا فضیلت کلی نہیں دیکھتا بعض وجہ کر وہ افضل ہے اور بعض وجہ کر یہ افضل ہے۔

(۴) بغیر حضور کے استغفار پڑھنے میں جو فضائل کہ استغفار کے ہیں حاصل نہیں ہوتے مگر ثواب سے خالی بھی نہیں ہے

(۵) تصور روضہ مطہرہ کا وظیفہ کے وقت میں اگرچہ بُت پرستی تو نہیں مگر میں پسند نہیں کرتا۔

(۶) درود کے صیغوں کا وہی جواب ہے جو استغفار میں لکھا گیا۔

(۷) اشراق کا وقت بلندی یک نیزہ سے شروع ہو کر ایک ربع دن تک رہتا ہے جب چاہے پڑھے بلکہ موخر کرکے پڑھنا اولیٰ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم فقط

اول اپنے ہاتھ سے لکھنا شروع کیا تھا لیکن بوجہ بخار کے نہ لکھ سکا اسلئے دوسرے کے ہاتھ سے پورا کرا کے بھیجتا ہوں والسلام

(س ۳۳) اولیاء اللہ اور صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں باعتبار ولایت و تقرب کے فرق بعید ہے حالانکہ احادیث میں صحابہ کی معصیتوں کے تذکرے آتے ہیں اور سزائیں بھی دنیا یا قبر یا آخرت کی مذکور ہیں اور اولیاء اللہ تو سر تا پا طاعت اور عبادت کے عادی و خوگر ہوتے ہیں گویا معصیت و نافرمانی جانتے ہی نہیں کر کیا ہے اگر انکی

عمر بھر کے حالات ٹٹولے جائیں اور سوانح دیکھی جائیں تو سوائے کشف و کرامات اور محویت و استغراق کے دنیا کی طرف توجہ نظر ہی نہیں آتی اُن کے بارے میں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون ارشاد خداوندی ہے اس تقریر پر متفرع ہو کر بہتیرے واہیات خیالات وساوس وارد ہوتے ہیں اس لیے متمنی ہوں کہ اس مسئلہ کی تقریر فرما کر مطمئن فرما دیں؟

(ج) اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ درجہ اور اول درجہ کے اولیاء ہیں ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی کے برابر اعلیٰ سے اعلیٰ ولی بعد صحابہ کا نہیں ہو سکتا۔ شیخ عبدالقادر جیلانی بایں مرتبہ عظمیٰ فرماتے ہیں کہ حضرت معاویہ کہ لوگوں کے نزدیک ادنیٰ ہیں اور طرح طرح کے اُن پر حرف لگاتے ہیں اس درجہ کے ہیں کہ اُنکے گھوڑے کے سُم کی خاک میری آنکھ میں اگر پڑ جائے تو میری نجات و سعادت ہے۔ عوام یوں جانتے ہیں کہ ولایت کشف و کرامات و خلوت نشینی کا نام ہے" یہ غلط ہے ولایت "مقبولیت و اتباع کا نام ہے" یہ اشغال و مراقبات جو ایجاد کیے ہیں اس واسطے ہیں کہ جو مرتبہ حسن اخلاق و معاملات کا صحابہ کو حاصل تھا اُسکا کچھ شمہ ان اشغال کے ذریعہ سے حاصل ہو جاوے غرض ادنیٰ صحابی اعلیٰ ولی بعد قرن صحابہ سے افضل ہے باقی رہا عذاب کا ہونا تو اولیاء اصطلاح عوام کے اس سے کب خالی ہیں خدا کے سب بندہ ہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عذاب سے ڈرتے رہے اولیاء کو عذاب ہو سکتا ہے اور یہ عذاب ایسا ہے جیسا زرگر سونے چاندی کو صاف کرنے کے واسطے بوتہ میں ڈال کر صاف کرتا ہے اولیاء سے جو کچھ معصیت ہوئی اور توبہ نہ ہوئی اُسکو صاف کرتے ہیں معصوم انبیاء علیہم السلام کے سوائے کوئی نہیں اولیاء سے گناہ کبیرہ صغیرہ ہو جاتا ہے اور کفر بھی ہو جاتا ہے پھر توبہ نصیب ہوئی پھر ولی ہو گئے اسمیں کوئی امر خلاف قاعدہ نہیں۔ عوام کے نزدیک اولیاء سے گناہ نہیں ہوتا یہ بالکل غلط عقیدہ ہے اِس سے تم توبہ کرو الحاصل یہ آیت اصحاب کے حق میں اول ہے اور دیگر اولیاء کے واسطے پیچھے اور معصیت سے کوئی خالی نہیں ولایت جس شے کا نام ہے وہ صحابہ میں ہزار ہا درجہ اوروں سے زاید تھی کشف کرامات کا نام ولایت نہیں فقط والسلام عبداللہ شاہ مدت سے بیمار چلے جاتے ہیں سلام کہتے ہیں اِس مسئلہ ولایت کو زبانی بیان ہو تو خوب سمجھو گے اول تحقیق ولایت جاننا لازم ہے پھر خلاصہ نسبت مشائخ جاننا کہ کیا شے ہے پھر غرض تحصیل نسبت کا جاننا کہ کیا مقصد اُس سے ہے پھر تحقیق اسکی کہ صحابہ کا کیا حال تھا جب یہ سب باتیں معلوم ہو لیویں پوری فہم اس مسئلہ کی اُسپر موقوف ہے فقط والسلام۔

(س ۳۴) لیلۃ القدر میں روح کے نزول سے کیا مراد ہے اور اسکو الف شہر سے بہتر کہنا کس ساعت کی عبادت کے اعتبار سے

(ج) شب قدر کو ملائکہ مع جبرئیل نزول فرماتے ہیں اور برکات ہوتی ہیں مگر اسکا مشاہدہ اہل باطن کو ہوتا ہے نہ عوام کو اور عبادات کا ثواب ساری شب میں ہزار ماہ کا ہے اور تھوڑے میں بحساب ملتا ہے اگر گھنٹہ بھر جاگا اور عبادت کی تو شب کے بارہویں حصہ کا ثواب ملا فقط

صوفی محمد حسین صاحب گنگوہی دام مجدہ

(س ۳۵) قرآن مجید کی تلاوت میں اگر موذن اذان کہے تو جواب اذان دینا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) اگر کوئی شخص قرآن شریف پڑھتا ہو تو اسکو اذان کے وقت چپ ہو کر جواب دینا اذان کا بہتر ہے اور اگر پڑھتا رہے تب بھی مضائقہ نہیں۔

(س ۳۶) کسی فاسق مسلمان کا کھانا کھانے اور کافر ہندو یا عیسائی کا کھانا کھانے میں شریعت کیا حکم دیتی ہے اور وکیل یا کسی سرکاری ملازم کی دعوت کیسی ہے؟

(ج) جس شخص کی کمائی حلال ہے اسکے گھر کا کھانا حلال ہے اگرچہ وہ کافر یا بیدین فاسق فاجر ہو اور جسکی کمائی حرام ہے اسکے گھر کا کھانا نادرست اور حرام ہے اگرچہ وہ کیسا ہی متقی کہلاتا ہو۔ وکلاء کی کمائی حرام ہے اور اور ملازمان سرکاری کی بعض کی درست ہے بعض کی نادرست جہاں اشتباہ ہو وہاں تحقیق کر لینا چاہئے جسکے یہاں دونوں طرح کا مال ہو وہاں تحقیق ہو سکے تو بہتر ہے ورنہ غالب پر اعتماد کیا جاوے۔

(س ۳۷) وضو کے بچے ہوئے پانی سے استنجا کرنا یا استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) استنجا وضو کے بچے ہوئے پانی سے اور نیز وضو کرنا استنجا کرنے کے بعد جو پانی باقی رہے اس سے یہ دونوں درست ہیں کسی میں کچھ کراہت نہیں اور نہ کوئی خاص ثواب ہے۔

(س ۳۸) معتکف کو حاکم کی طلبی کے باعث کچہری جانا جائز ہے یا ناجائز؟

(ج) معتکف کو بلا ضرورت اعتکاف سے نکلنا نہ چاہئے اور بضرورت نکلنا جائز ہے۔ حاکم کا بلانا بھی ایک ضرورت ہے پس اعتکاف سنت و نفل میں چلا جانا چاہئے اور اعادہ اعتکاف آئیگا اور اگر اعتکاف واجب ہے تو اعادہ چاہئے۔

(س ۳۹) سمجھدار بچے حافظ قرآن ہو کر محراب سناتے ہیں رمضان میں تراویح انکے پیچھے ہو جاتی ہیں یا نہیں؟

(ج) لڑکے نابالغ کے پیچھے تراویح درست نہیں ہے اور جب تک کوئی علامت بلوغ کی نہ پائی جاوے یا اسکو پندرہ برس پورے نہوں وہ نابالغ مانا جائیگا۔

(س ۴۰) حیض کی حالت میں اگر عورت کا انتقال ہو تو اسکو مرتے وقت کلمہ کی تلقین کیونکر کیجائے اور عورت کا

مہر اگر خاوند نے اپنی ناداری کے باعث ادا نہیں کیا تو عورت سے مرتے وقت معاف کرانا چاہیئے یا نہیں اور اگر بلا معاف کئے مر جائے تو مفلس خاوند پر مہر واجب ہے یا نہیں؟

(ج) حائض اور نفساء اور جنب کو کلام اللہ شریف کے سوائے اور سب کلمہ درود استغفار پڑھنا درست ہے اور جس عورت کا مہر ادا نہیں ہوا اور وہ مر گئی حسب الحصص اُسکے وارثوں کو دینا چاہیئے یا اُن سے معاف کرانا چاہیئے علی ہذا القیاس جس عورت نے مہر معاف نہیں کیا اُسپر زبردستی نہیں ہو سکتی اُسکو اختیار ہے چاہے معاف کرے یا نہ کرے خاوند کی عدم استطاعت سے مہر ساقط نہیں ہو سکتا جب خاوند کے پاس ہو تو اُسوقت ادا کرے

(س ۴۱) عورت کو کس عمر میں بالغ سمجھینگے اور نابالغ عورت کا خاوند مر جاوے تو اُسپر عدت ہے یا نہیں اور اگر ایسی لڑکی کا خاوند کے مرنے سے چند روز بعد دوسرا نکاح کر دیا جائے تو وہ صحیح ہے یا نہیں؟

(ج) عورت جب بالغ ہوتی ہے کہ کوئی علامت علامات بلوغ سے مثل انزال اور حمل اور حیض کے پائی جاوے اور عدت نابالغ پر بھی واجب ہے جو نکاح عدت سے پہلے ہوا باطل ہے اور اُسکا مرتکب اور اُسمیں باوجود علم کے شریک ہونے والا فاسق ہے بعد عدت وہ نکاح دوبارہ ہونا چاہیئے ورنہ زوجین میں جو کچھ مباشرت و صحبت وغیرہ ہوگی وہ سب زنا ہوگی۔

(س ۴۲) قرآن مجید اگر کہنہ و بوسیدہ ہو جائے تو اُسکو کیا کرنا چاہیئے نیز مسجد کا لوٹا یا چٹائی کا کسی نمازی کو بایں خیال کہ خدا کی چیز ہے لے لینا جایز ہے یا نہیں؟

(ج) قرآن شریف کہنہ ہو گیا ہو تو اُسے محفوظ جگہ میں دفن کر دینا چاہیئے اور جو شخص مسجد کی کوئی چیز لے لیوے وہ گنہگار ہوگا اور اُسپر ضمان واجب ہے متولی مسجد کو دیوے۔

(س ۴۳) کسی شخص کو روپیہ دیکر اس طرح شرکت کرنا کہ محنت تم کرو نفع نقصان میں نصفا النصف شریک رہے جایز ہے یا نہیں؟

(ج) کسی شخصکو روپیہ دیکر منافع میں شریک ہونا بطور مضاربت کے درست ہے مگر نقصان روپیہ والے کا ہوتا ہے اُسمیں عامل و کار کنندہ کو شریک کرنا باطل ہے اور نفع چاہے نصفا النصف مقرر کرے چاہے کم زیادہ مگر نقصان میں وہ شریک نہیں ہو سکتا۔

(س ۴۴) اگر کسی بکری کے بچہ نے مادہ سور کا دودھ پیا ہو تو اسکا ذبیحہ حلال ہے یا حرام؟

(ج) جس بکری کے بچے نے شیر خنزیر سے پرورش پائی ہے اُسکے زمانہ شیر خواری یا اُسکے بعد کچھ دنوں اگر اسکو

کچھ اور شے اُس دودھ کے سوا بھی کھلاتے رہے ہوں تو اُسکا کھانا کچھ مضائقہ نہیں ہے اور اگر ابھی دودھ ہی پیتا ہے اور صرف اُسی پر اکتفا کرتا ہے تو اُسکو چند روز کچھ اور غذا کھلا کر ذبح کریں۔

(س ۴۵) عورت کو جرمن سلور کا زیور جیسا کہ آجکل بکثرت بنکر آنے لگا ہے پہننا جایز ہے یا نہیں اور جھوٹا گوٹا لگانا کیسا ہے؟

(ج) عورتوں کو زیور چاندی سونا کانچ پیتل تانبہ کانسی سب شے کا درست ہے پس جرمن سلور کا بھی درست ہے اور جھوٹا گوٹا بھی لگانا درست ہے۔

(س ۴۶) مسلمان حجام کو کسی ہندو کی داڑھی مونڈنی جایز ہے یا نہیں اور رخساروں کے بال صاف کرانے کیسے ہیں نیز اگر رمضان میں پچھلی رات کو آٹھ رکعت کوئی شخص پڑھتا ہو تو اول شب میں تراویح کا پڑھنا اسکو لیے بھی سنت مؤکدہ ہے یا نہیں؟

(ج) کسی مسلمان یا کافر کی داڑھی مونڈنا درست نہیں ہے اور نہ اُسکی اجرت لینی درست ہے۔ داڑھی کا کلوں پر منڈوانا اولیٰ نہیں اگر منڈوا لیوے تو جایز ہے اور لب پر جو کچھ ریش ہو اُسکو منڈوانا جایز نہیں تراویح تہجد کے غیر ہے تہجد کے پڑھنے سے تراویح ساقط نہیں ہوتی فقط واللہ اعلم۔

(س ۴۷) ایک شخص مسجد میں ایسے وقت پہونچا کہ دو رکعت ہو چکیں اسکو دوسری مسجد میں تکبیر اولیٰ کے ملجانیکی اُمید ہے پس دوسری جگہہ جانا جایز ہے یا نہیں؟

(ج) جب کسی مسجد میں جماعت ہو رہی ہو تو اُسکو چھوڑ کر دوسری جگہہ اس خیال سے جانا کہ پوری جماعت ملے درست نہیں ہے۔

(س ۴۸) نفل کی کسی رکعت میں اگر ایک ہی سورت دو یا تین بار پڑھی جائے تو نماز مکروہ ہوگی یا نہیں اور سنت میں اگر اشراق یا چاشت کا نام لینا بھول گیا تو نماز ہو جائیگی یا نہیں؟

(ج) نوافل میں کسی وجہ سے ایک ہی سورۃ کو ایک رکعت میں مکرر پڑھنے سے کوئی کراہت نہیں آتی اور نوافل میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے یہ تعیین کہ اشراق یا چاشت کے نوافل پڑھتا ہوں ضروری نہیں ہے اور نہ یہ کہنا ضروری ہے کہ "منہ میرا طرف کعبہ شریف کی" صرف نیت وارادہ نماز کا کر لینا اور نیت باندہ لینا کافی ہے البتہ فرایض میں تعیین نماز اور وقت ضروری ہیں۔

(س ۴۹) کسی مسجد میں جماعت ہو چکی ہو اور چند آدمی جو جماعت کے پابند ہیں کسی ضرورت سے جماعت میں شریک نہو سکے تو اُنکو دوبارہ جماعت کر لینی چاہیے یا نہیں؟

(ج) مسجد محلہ میں جب ایک جماعت ہوچکی ہو دوسری کرنی درست نہیں ہے اور جو مسجد راستہ پر ہو اور اُسمیں امام اور نمازی مقرر نہوں اُسمیں تکرار جماعت درست ہے۔

(س ۵) اپنے بیٹے یا اپنی بیوی کے لڑکے کی بیوی سے جسکو بہو کہتے ہیں اُسکے مرنے یا طلاق دینے کے بعد نکاح کرنا جایز ہے یا نہیں؟

(ج) زوجہ پسر سے باپ نکاح نہیں کرسکتا وہ ہمیشہ کے لئے حرام ہوگئی اور اگر وہ بیٹا اس شخص کا نہیں بلکہ اُسکی زوجہ کا بیٹا ہے تو اُسکے مرنے کے بعد اُسکی بیوی سے نکاح کرسکتا ہے۔

یہانتک جو کچھ بیان کیا گیا یہ سب نمونہ تھا نبوی فیضان کے اُس مسلک عام کا جسکو شریعت بیضاء کہا جاتا ہے اور جسپر چلنا ہر بشر پر فرض بنایا گیا ہے۔ حقتعالیٰ کا شکر ہے کہ جادۂ شریعت میں حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہٗ کی سچی نیابت نبوت کا اظہار اس جزو پر ختم ہونیوالا ہے اب اُس ضمنی تاریخی واقعات کے بعد اُس طریق مستوی میں قطب العالم کی راہبری دکھانی منظور ہے جسکو خلاصہ شریعت کہا جاتا اور طریقت و سلوک و معرفت و تصوف و اصلاح نفس کے متعدد ناموں سے پکارا جاتا ہے۔

مذکورہ بالا علمی عنوانات میں اسکا التزام رکھا گیا ہے کہ جملہ تحریرات حضرت امام ربانی قدس سرہ کی دستی درج کیگئی ہیں شبہات و فقہیات فتاویٰ و مراسلات تمام و کمال وہی شامل کتاب ہوئے ہیں جنکے جوابات حضرت نے خود اپنے قلم سے تحریر فرمائے ہیں اِلّا ماشاء اللہ شاذ و نادر کوئی تحریر ایسی آئی ہوگی جو کسی معتبر کاتب در خاص خادم کے توسط سے لکھوائی گئی ہو اُن تحریرات خاصہ میں بھی انتخاب کیا گیا ورنہ صرف مضامین علمیہ کا ہر عنوان تلاش کے بعد ایک مستقل ضخیم کتاب بنا چاہتا ہے اگر حقتعالیٰ نے توفیق دی تو انشاء اللہ اس ترتیب کو ہدیہ ناظرین کیا جائیگا

حق تعالیٰ شانہٗ نے محدث گنگوہی قدس سرہ کو چونکہ جامع بین الشریعت والطریقت امام بناکر دنیا میں بھیجا تھا اسلئے دین کے دونوں پہلو آپکی ستودہ صفات ذات سے ترقی پذیر اور بارونق بنے۔ آپنے مشکوٰۃ نبوت سے دونوں روشنیاں اس درجہ حاصل کیں جو ہندوستان کے وسیع ملک کو چمکا دینے کیلئے کافی ثابت ہوئیں اور انشاء اللہ کئی صدی تک اپنی چمک دمک سے ظلمت جہالت میں پڑی ہوئی مخلوق کو نور کی طرف نکال لانے کا کام دیتی رہینگی آپنے تین سو سے زیادہ طلبہ کو عالم بنایا جنمیں بہتیرے حضرات متفرق بلاد میں پھیلے ہوئے ترویج دین اور تدریس علم میں آجتک مشغول ہیں۔ چند مشاہیر حضرات کے نام عرض کرتا ہوں ابو النور مولوی عبد الغفار صاحب مولوی محمد ابراہیم صاحب خلف مولوی محمد حسین نقیر دہلوی۔ مولوی عبد الرحمٰن گنجوی۔ حکیم مولوی جمیل الدین صاحب نگینوی۔ مولوی حسین شریف صاحب ولایتی۔ مولوی حکیم نصیر الدین صاحب میرٹھی

مولوی احمد شاہ صاحب صنپوری - مولوی حکیم محمد ابراہیم المعروف بہ حیات علی تہراوی - مولوی امان اللہ کشمیری - مولوی عبد الکریم پنجابی - مولوی محمود حسین بریلوی - حکیم عبد العزیز مرحوم ساکن گلاؤٹھی - مولوی محمد حسین خاں ساکن گڈھی - حکیم مولوی صدیق احمد ساکن گڈھی - حکیم عبد الوہاب نابینا وارد حال حیدر آباد دکن - مولوی امام الدین مرحوم ساکن گتھیلہ - مولوی محمد حسین مانک پوری - مولوی معشوق علی پوپلی - ملا محمد جی بخاری مولوی صفاء احمد غازی پوری مولوی منہاج الدین اروی مولانا حامد حسن دیوبندی اور مولانا محمد حسن صاحب مراد آبادی جو اسلامی ریاست بھوپال میں نہایت عزت کے ساتھ قدردان علم رئیسہ دام اقبالہا کی خواہش وطلب پر بمشاہرہ یکصد روپیہ بلائے گئے اور چھوٹے صاحبزادہ کے اتالیق رہے اور اب بحسن کارگزاری مدرسہ وقفیہ عربیہ کے مہتمم ہیں حضرت قدس سرہ ہی کے خاص شاگرد اور جان نثار قدیمی خادم اور بیعت توبہ کے مجاز ہیں - مولانا مولوی محمد روشن خاں صاحب مراد آبادی دام فیضہ نے اسی آستانہ سے علم ظاہری وباطنی حاصل کیا جو مجاز طریقت ہیں - اور مولانا مولوی قلندر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حضرت مولانا ہی کے شاگرد اور مجاز طریقت تھے جو مدرسہ دہلی میں مدرس اور علماء مشاہیر میں گنے جاتے تھے علم باطنی سے مالا مال تھے - مولوی سعد اللہ صاحب بھی گنگوہی دربار کے تعلیم یافتہ ہیں جو آجکل سری نگر کشمیر میں قاضی ہیں - مولوی ماجد علی صاحب جونپوری کو بھی حضرتؒ ہی سے تلمذ ہے جو آجکل ریاست مینڈھو میں مدرس اول ہیں - مولوی محمد اسحٰق صاحب نہٹوری مجاز طریقت ہیں اور دہلی میں بمشاہرہ ... ایک مخلص تاجر کے معزز مہمان بنے ہوئے ہیں - مولوی حکیم احمد صاحب رامپوری اور جناب مولوی سعید الدین صاحب رامپوری جو اسوقت ریاست بھوپال میں مہتمم سائر کل ہیں مولوی رضی الحسن کاندہلوی اور - مولانا صادق الیقین صاحب مرحوم کرسوی بھی حضرتؒ ہی کے شاگرد اور مجاز طریقت خلیفہ تھے جنکا تیسرا سال ہے کہ مکہ معظمہ میں بعد فراغ حج بماہ محرم الحرام وصال ہوا - حافظ امیر حسن گنگوہی مولوی مومن علی گنگوہی مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی میر جیو عبد الرزاق گنگوہی - مولوی نذیر احمد انبہٹویؒ - مولوی اللہ رکھے انبہٹویؒ - مولوی عبد الرحمٰن کرنالی - مولانا فتح محمد تھانویؒ مولانا محمود حسن صاحب ساڈھوروی اور مولوی امیر حسن صاحب انبہٹوی کو بھی حضرتؒ سے تلمذ حاصل ہے - حضرت قدس سرہ کے دونوں صاحبزادوں جناب مولانا المولوی حکیم مسعود احمد صاحب بدفضلہ وادام اللہ ظلہ اور مولانا المولوی محمود احمد مرحوم مغفور نے بھی شیخ وقت آفتاب عالم پدر بزرگوار سے پڑھا - آپ کے داماد مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب حافظ مولوی عبد الرحمٰن صاحب جنہوں نے صاحب نسبت ہو کر گنگوہ میں وصال فرمایا اور نیز - آپ کے بھانجے مولوی الطاف الرحمٰن صاحب کو مولوی لطف الرحمٰن صاحب اور آپکی اہلیہ کے بھانجے مولوی ابو الطیب بن ابو القاسم بن

مولوی محمد نقی صاحبؒ بھی آپ ہی سے پڑھے تھے۔ حکیم اسمٰعیل صاحب گنگوہیؒ اور ملا عبدالرزاق[۵۱] صاحب جو کابل سلطنت خداداد افغانستان کے دار السلطنت شہر کابل میں قاضی القضاۃ ہیں حضرت مولانا ہی کے شاگرد ہیں۔ مولانا حکیم محمد حسن[۵۲] صاحب اور مولانا حافظ احمد[۵۳] صاحب مہتمم مدرسہ اسلامیہ دیوبند اور مولوی حبیب الرحمٰن[۵۴] صاحب دیوبندی کو بھی حضرت سے تلمذ کا شرف حاصل ہے اور سب سے آخری دورہ میں امام ربانی غوث صمدانی قطب العالم قدس سرہ کے تلامذہ میں مولانا المولوی محمد یحییٰ[۵۵] صاحب کاندھلوی ہیں جنکے نام نامی سے حضرتؒ کے منتسبین میں غالباً کوئی چھوٹا بڑا شخص ناواقف نہو گا۔ اسی آخری دورہ میں چونکہ حضرت مولانا کی بینائی پر آشوب نے اثر کیا اور تحریر جوابات سائلین سے بالکلیہ معذوری ہو گئی اسلئے یہ شاگرد اس خدمت کیلئے منتخب[۵۶] ہوئے اور طبعی ذکاوت رسائی فہم تفقہ صلاحیت و استعداد نفس اور شیخ المشایخ کی ہمہ وقت خدمت و مزاج شناسی کی بناپر وقت وصال یعنی کامل بارہ سال تک حضرت کی آنکھ سے اوجھل نہونے پائے۔ حضرت قدس سرہ کے علمی فیضان اور تدریس و تفقہ کے آثار کا نمونہ دکھلانے کے لئے اگر مولوی محمد یحییٰ صاحب کو پیش کر دیا جاتا تو کافی تھا چہ جائیکہ اس بحر زخار سے سیراب ہونیوالی سیکڑوں کی تعداد میں پانچ اوپر پچاس علماء کے نام ہدیۂ ناظرین کر دیے گئے۔

آئیے اب اُس سہ دری کا نظارہ کرائیں جسمیں اس چمنستان دین کی کئی سو علماء نے گل چینیاں کی ہیں افسوس آج وہ باغ علم جسکے باغبان نے دنیا کو چھوڑ دیا ویران پڑا ہوا ہے۔ مکان کی حالت ابھی تک وہی ہے جو تدریس کے زمانہ میں تھی مگر افسوس مکین موجود نہیں ہے جسکے دم سے اینٹ اینٹ پر رونق و تازگی برستی تھی۔ حضرت کے تلامذہ کے لئے خصوصاً اور ناظرین کیلئے عموماً اوجھل ہو جانیوالی حالت کا فوٹو لوا کر اُس گزشتہ سماں کا نظارہ کرانا مناسب معلوم ہوا جسکو دیکھنا اب دشوار ہو گیا۔ صحن خانقاہ میں چارپائی اپنی جگہہ بچھی ہوئی ہے بستر لگا ہوا تکیہ کے قریب عمامہ اطہر دھرا ہے سرہانے سے لگی ہوئی لاٹھی کھڑی ہے پٹی کے نیچے نعلین مبارک موجود ہیں بیچ کے در میں کھڑوں رکھدی گئی ہیں چار طرف مونڈھے پڑے ہیں قبلہ کی سمت چوکی بچھی ہوئی ہے اُس پر مصلّےٰ بچھ رہا ہے وضو کا لوٹا رکھا ہوا ہے صبح کیوقت اشراق کی نماز یہاں ہوتی تھی شام کیوقت دربار گُہربار اسی جا قائم ہوتا تھا ہائے افسوس کھیت اُجڑ گیا چڑیاں اُڑ گئیں باغ کی فصل بہار ختم ہو گئی پھول پھلواری لٹ چکی چہکنے والے مرغان سحر اور چہچہانیوالے بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والے طیور نے اپنی اپنی راہ لی۔ حتی الوسع ہر شے اپنے موقع پر دکھانے کی کوشش کیگئی ہے سامنے والی سہ دری وہ درسگاہ ہے جسکو مسطورہ مضمون شرعیات سے علاقہ ہے حقتعالیٰ دارین میں کامیابی عطا فرمائے حاجی احمد مرزا فوٹو گرافر کو جنہوں نے حضرت کیساتھ خادمانہ علاقہ کا جوش اپنے فن میں ظاہر فرما کر میری یہ خواہش بھی پوری کی

بقیہ واقعات اور حج فرض

غدر کے اگلے سال یعنی ۱۲۷۴ھ ہجری ماہ ربیع الثانی میں حضرت امام ربانی کی صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب کی والدہ ماجدہ صفیہ خاتون تولد ہوئیں ان سے ایک سال قبل ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جنکا انتقال چند ایام کی عمر میں ہو گیا تھا۔ اولاد میں یہ پہلا ذخیرۂ آخرت تھا جسکو پیش خیمہ بنا کر حق تعالیٰ نے عالم بقا میں پونچایا خدا کی شان ہے کہ دین کو دنیا پر ترجیح دینے کے امتحانات میں حضرت امام ربانی سے غیر اختیاری امور بھی اسی کامیابی کے مظہر بنتے تھے کہ جگر کے ٹکڑوں اور فواد کے ثمرات میں سب سے پہلا ثمر عالم آخرت میں فرط و اجر و ذخر قرار پایا۔ صاحبزادی صاحبہ کی عمر چار سال ۲ ماہ کی تھی کہ بیوم جمعہ ۱۴۔ جمادی الثانی ۱۲۷۸ھ ہجری نبوی کو صاحبزادہ جناب مولانا حکیم مسعود احمد صاحب تولد ہوئے صاحبزادہ صاحب کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو دوسری صاحبزادی عطا ہوئیں جنکا نام احمانی رکھا گیا تھا مگر تقریباً تین چار سال کی عمر میں انتقال کر گئیں

صاحبزادی صاحبہ نے جسوقت ہوش سنبھالا چونکہ گھر کے گوشہ گوشہ میں اپنے پاک خدا کی یاد کا چرچا دیکھا اسلئے بالطبع عبادت سے مانوس اور طاعت کی طرف راغب رہیں قطب العالم کے دولتکدہ میں سوائے دین کے شغلوں اور رضائے مولیٰ کی طلب کے سامان کے اور کیا تھا جسکی طرف بچپن میں طبیعت جھکتی اگر کھیل تھا تو نماز کا اور شغلہ تھا تو صاف ستھرے رہنے اور پڑھنے پڑھانے کا۔ بولنا آیا تو اللہ کا نام لوایا گیا اور نطق نے یاوری کی تو کلمۂ طیب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھایا گیا۔ صاحبزادی کی پہلی معلّمہ یعنی انکی والدہ ماجدہ چونکہ خود ولیہ تھیں اسلئے تعلیم و تربیت کا پوچھنا کیا جو بھی حرکت تھی وہ موافق سنت کے اور نشست و برخاست تک شریعت غراء کے مطابق یہانتک کہ قرآن مجید ماں سے پڑھکر ختم کیا اور اب باپ سے ترجمہ پڑھنے کا شوق ظاہر کیا۔

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ حضرت امام ربانی نے درس کا عام دروازہ کھولدیا اور صبح سے بارہ بجے تک طلبہ کے پڑھانے میں مصروف رہتے تھے کھانا تناول فرمانے کی ضرورت سے گھر میں تشریف لاتے تو آپکی اہلیہ قرآن مجید صاف کیا کرتیں اور روزانہ پاؤ پارہ آپکو سنایا کرتی تھیں اسی حالت میں آپ نے صاحبزادی کو ترجمہ قرآن مجید شروع کرا دیا اور عام فہم دینی تعلیم کی گھر میں بنیاد ڈالی۔ جسوقت صاحبزادی نے ترجمہ شروع کیا ہے رشتہ داروں کی چند لڑکیاں بھی اس لذیذ نعمت میں شریک ہوئیں چنانچہ آپ عام فہم اُردو زبان میں آیات کا

از افادات حافظ محمد یعقوب صاحب دام مجدہ

ترجمہ پڑھاتے اور اسی ضمن میں ضروریات دین کی تعلیم فرماتے جاتے تھے۔ مسائل بتاتے اتباع شرع کی رغبت دلاتے خدا کی نافرمانی سے ڈراتے اور تہذیب اخلاق کی تاکید فرماتے جاتے تھے۔ یہ نسوانی درس حضرت امام ربانی کی طرف سے تقریباً آدھ گھنٹہ کا وعظ ہوتا تھا جس میں مستورات کی اصلاح نفس کا وہ حق ادا کیا جاتا جو گھر کے سر دہرو مردوں پر حق تعالیٰ نے فرض فرما دیا ہے۔ آپ کثرت مشاغل کے باعث گھر میں بہت کم قیام فرماتے مگر جتنی دیر بھی قیام فرماتے گھر والوں کی اصلاح حال اور ترقی مراتب ہی میں مصروف رہتے تھے حرکات سکنات پر نظر رکھتے چلتے پھرتے لباس وضع تکلم سکوت غرض ہر ایک انداز کی نگہداشت کو آپنے ضروری سمجھ لیا تھا اسی سرسری قیام میں کوئی اللہ کی بندی خدا کا نام سیکھنے آئی تو اُسکو بیعت فرماتے اور تسبیحات کی تعلیم فرماتے تھے۔ نماز کی محبت چونکہ آپکے رگ وپے میں رچ گئی تھی اسلئے آپ چاہتے تھے کہ گھر والے اور تمام متعلقین وواقفین اس درجہ عاشق وشیدا بنجائیں کہ حالت نزع میں بھی اسی کا تصور و دھیان رہے الغرض نسوانی تعلیم کے متعلق جو کچھ آپکو سکھانا اور پڑھانا تھا وہ ترجمہ قرآن کے درس میں آپنے ختم کر دیا اسطرح پر آپکی یکتائے زمانہ صاحبزادی ضروریات دین کی عالمہ ہونے کے علاوہ آسمانی کتاب یعنی کلام اللہ کے مضامین سے آگاہ اور بقدر ضرورت وعظ کہنے پر قادر ہوگئیں۔

الزام بغاوت سے سبکدوش اور گرفتاری سے رہائی پائے کامل تین سال گزر چکے تھے اپنے شیخ مرشد اعلیحضرت مخدوم الکل حاجی امداد اللہ شاہ صاحب رح سے جدا ہوئے چوتھا سال تھا آپکی وہ محبت شیخ جو قدرت نے آپکے دل میں ودیعت رکھدی تھی دن بدن بڑھتی جاتی تھی گو آپ تعلیم وتعلّم کے دینی مشغلہ سے اپنے دل کو بہلاتے اور پاک خدا کی یاد میں رات دن گزارتے تھے مگر مرشد العرب والعجم کی زیارت وپابوسی کا شوق اور حاضری حرم محترم کا غلبہ اشتیاق آپکو چین سے بیٹھنے نہ دیتا تھا۔ یہ زمانہ آپ پر عسرت کا تھا حق تعالیٰ کیطرف سے آپ فقر کے امتحان میں مبتلا کئے گئے تھے۔ سہارنپور کی ملازمت تعلیم چھوڑنے کے بعد آپ نے کہیں نوکری نہیں کی ایک مرتبہ چند ماہ کے لئے کتب دینیات کی تجارت کا سلسلہ شروع کیا تھا وہ بھی عارضی اور گنگوہ کے قصبہ میں نہ چلسکنے والا برائے نام حیلہ پس جس تنگدستی کے ساتھ آپکی اُسوقت گزری تھی اُسکو آپ ہی کا دل خوب جانتا تھا۔

آخر عمر کے دس بارہ سال میں جو فتوحات آپ پر ہوئیں اُنکا اُس ابتدائی زمانہ میں وہم وگمان بھی نہ تھا چونکہ آپ عنقریب غنی ہونے والے تھے اسلئے غنا سے قبل افلاس اور عیالداری کے باوجود تنگدستی وعسرت کی

غیر اختیاری سنت سے مالامال کئے گئے۔ حق تعالیٰ نے نبوی نیابت اور طبعائی اتباع کو اس مضمون میں بھی پورا فرمایا گیا خدا نے تمکو یتیم نہ پایا پس ٹھکانا دیا اور گم گشتہ راہ پایا پس راہبری فرمائی اور محتاج عیالدار پایا تو غنی بنا دیا"۔ اس زمانہ فقر واحتیاج میں چونکہ آپ کا دل عشق منزل حب خداوندی کی دولت لازوال سے مالامال تھا اسلئے آپ خوش اور اپنی حالت پر مسرور و فرحاں تھے آپکو اپنی زاہدانہ گزران بہت ہی بھلی معلوم ہوتی تھی آپ چاہتے تھے کہ میرے کپڑوں کی بوسیدہ حالت کوئی دیکھنے نہ پائے۔ یہی وہ زمانہ تھا جس میں کسی مہمان کا آنا آپکو ناگوار گزرتا تھا کیونکہ آپ اُسکی مہمانداری پر قادر نہ تھے اور اسکے ساتھ ہی اپنی تنگی معیشت اُس پر ظاہر ہونی پسند نہ فرماتے تھے اگر کوئی مسافر آپ کے یہاں آ اترتا تو آپکا دل اندر سے پیچ وتاب کھاتا اور بےچین ہو جاتا تھا آپ کا دلی منشاء تھا کہ جس حال میں پڑا ہوں ایسا گوشہ گمنامی میں پڑا رہوں کہ کسی کان یا آنکھ کو اس حال کی اطلاع نہو۔ اسی عسرت کے عالم میں مرشد کی زیارت کا وہ شوق جسکے پورا کرنیکو بادی جہاز میں بحر ہند قطع کرنے اور چھ ماہ سفر کی صعوبت اُٹھانے کی حاجت تھی۔ تیز رفتاری کے ساتھ ترقی کرتا رہا تھا شوق کا یہ عالم تھا کہ اگر بازوؤں پر پر لگ جائیں تو آپ حجاز کیجانب اُڑ جائیں اور عیالداری وعسرت کا یہ حال تھا کہ آپکو گھر سے نکلنا اور چلنا پھرنا تک دشوار تھا خدا کی شان کہ ڈپٹی عبدالحق صاحب مرحوم رامپوری کا قصد سفر حج مصمم ہوا اور اس مخیر دریا دل شخص نے اپنے ساتھ متعلقین و وابستگان کا جم غفیر لیجانا چاہا سُنا ہے کہ کپڑے دھونے والے دھوبی اور خط بنانے والے حجام نے بھی ساتھ چلنے کی درخواست کی تو ڈپٹی صاحب نے بخوشی منظور فرمائی اور ساتھ لے لیا۔ انہیں ڈپٹی صاحب ممدوح کی خواہش ہوئی کہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب بھی میرے ہمراہ چلیں اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب بھی میرے ساتھ ہوں چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نہایت مسرت کے ساتھ اسکو منظور فرما لیا اور غیبی معاونت پر اپنے پاک پروردگار کا شکر ادا کیا۔

حکیم ضیاء الدین صاحبؒ رامپوری حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز تھے اور چونکہ حضرت حافظ صاحبؒ کے ساتھ امام ربانی قدس سرہ کو نہایت مناسبت ومحبت تھی اس لئے حکیم ضیاء الدین صاحبؒ کے ساتھ وہ دوستانہ بےتکلفی کا برتاؤ تھا کہ جسکی نظیر حضرتؒ کی سوانح میں ملنی مشکل ہے حکیم صاحب تشریف لاتے تو بےتکلف حضرتؒ کی چارپائی پر لیٹتے اور بیٹھتے تھے حضرت ہی کی چوکی پر وضو کرتے اور وہیں نوافل پڑھتے تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ حکیم صاحبؒ حضرت کی چارپائی پر بےتکلف لیٹ جاتے اور

حضرتؒ پٹی کے برابر نیچے فرش پر بیٹھکر راز و نیاز کی باتیں فرمایا کرتے مگر اسکے ساتھ ہی حکیم صاحبؒ کو ادب بدرجہ ملحوظ تھا کہ جسکا سمجھنا اس سادہ برتاؤ پر مشکل ہے جس احترام و وقعت کی نگاہ سے حکیم صاحب کو امام ربانی دیکھتے تھے اُسکی مثال عام متوسلین میں بھی نہیں ملسکتی۔ ایک مرتبہ حکیم صاحب کو اطلاع ملی کہ حضرت امام ربانی کسی بات پر آپ سے ناراض اور کشیدہ خاطر ہو گئے اِس وحشت اثر خبر کا سننا تھا کہ حکیم صاحب کی آنکھوں کے نیچے اندھیرا آگیا سراسیمہ و پریشان اُسی وقت رامپور سے پیادہ پا نکل کھڑے ہوئے اور سیدھے گنگوہ پونہچے۔ خانقاہ پونہچکر اتنی ہمت نہوئی کہ حضرت کے سامنے جائیں اور بالمواجہ عرض معروض فرمادیں ظہر کی نماز ہو چکی تھی امام ربانی عادت شریفہ کے موافق تلاوت کے لئے خلوتخانہ میں تشریف لیجا چکے تھے اور حجرہ کا دروازہ بند ہو لیا تھا۔ حکیم صاحب اُس چھپرہ میں جو مسجد کے جنوبی و شرقی گوشہ میں بنا ہوا تھا سرنگون بیٹھ گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں نے بہہ بہہ کر رخساروں پر تار باندھ دیا۔

حضرت کے خادم خاص عبد اللہ شاہ مرحوم خلاف عادت حضرت کے بے تکلف دوست اور مخلص عاشق کو اس پریشان حالت میں بیٹھا ہوا مضطرب زار قطار روتا ہوا پاکر حیران ہو گیا پاس حاضر ہو کر سلام کیا اور وجہ دریافت کی تو حکیم صاحب نے رو کر اسطرح جواب دیا کہ "اگر ہو سکے تو حضرت سے اتنا عرض کر دو کہ خطاوار غلام اپنا قصور معاف کرانے کے لئے آستانہ پر حاضر ہے" خادم اُلٹے پاؤں لوٹا اور عرض کیا کہ حضرت ایک ضروری بات عرض کرنی ہے ذرا تلاوت روک کر اُسکو سُن لیں جناب حکیم ضیاء الدین صاحب ایسی پریشان حالت سے چھپر کے نیچے سر جھکائے بیٹھے ہیں کہ دیکھنے والے کو ترس آتا اور تعجب ہوتا ہے یوں فرماتے ہیں کہ خطا معاف کرانے حاضر ہوا ہوں" چنانچہ حضرت امام ربانی اُسی وقت اُٹھے اور باہر تشریف لاکر حکیم صاحب کو گلے سے لگا لیا تھوڑی دیر تک حکیم صاحب پھوٹ پھوٹ کر روئے آخر بات صاف ہونے پر پھر وہی بے تکلف دوست بنگئے جیسا کہ پہلے تھے

حضرت مولانا قدس سرہ نے مرشد العرب والعجم کی مکہ میں اور اپنے محسن و شفیق اُستاذ حضرت شاہ عبد الغنی صاحبؒ کی مدینہ منورہ میں زیارت کا شوق پورا ہوتا دیکھا ادہر سفر میں حکیم ضیاء الدین صاحب کی معیت و مرافقت پائی اسلئے نہایت مسرت کے ساتھ ڈپٹی صاحب کے ہمراہ حجاز چلنے کے لئے طیار ہو گئے اور جو کچھ بن پڑا اہل و عیال کے لئے انتظام خورد و نوش فرماکر ۱۲۸۰ھ ہجری کے اوایل میں رامپوری قافلہ کے ساتھ کراچی کی طرف روانہ ہوئے۔

حضرت کے ماموں زاد بھائی اور جان نثار رفیق طفولیت مولوی ابو النصر صاحب نے حضرت کا تہیہ سفر

حج دیکھا تو بے چین ہو گئے اور ہر چند کہ حضرتؒ نے منع فرمایا مگر مفارقت گوارا نہ کر سکنے کے عذر سے جو کچھ اثاثہ موجود تھا اونے پونے بیچ کھوچ کر مع اہلیہ ایک چھکڑے میں اسباب سفر لاد کر ساتھ ہو لئے خلاصہ یہ کہ حضرت امام ربانی کا سارا خرچ ڈپٹی صاحب کے ذمہ تھا اور مولوی ابو النصر صاحب جو حضرتؒ کی معیت پر جان دیتے تھے اپنے خرچ سے اُس رامپوری قافلہ کے ہمراہ ہوئے جس میں حکیم ضیاء الدین صاحبؒ اور مولوی سعید الدین صاحبؒ مقیم بھوپال کے والد ماجد حافظ وحید الدین صاحبؒ حاجی علاؤ الدین صاحبؒ حاجی محمد یوسف صاحبؒ اور ڈپٹی عبد الحق صاحب کا سارا کنبہ اور متعلقین تھے۔

اُس زمانہ میں حج کا سفر اس زمانہ کا سفر حج نہ تھا کہ گھر سے باہر نکل کر ریل میں بیٹھے تو تیسرے دن بمبئی اور بمبئی سے دخانی جہاز میں بیٹھے تو بارہویں دن باب البحرین یعنی جدہ کا بندر دکھائی دینے لگا۔ اس وقت کی سہولت و راحت کو اُس وقت کی صعوبت و مشقت کے ساتھ مقابلہ کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق معلوم ہوتا اور یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حج کا فریضہ ادا میں جسقدر دشوار تھا اتنی مشکل کوئی عبادت نہ تھی ہفتوں چھکڑے اور بہلیوں میں بیٹھنا پڑتا تھا جنکے ہچکولوں سے ہڈیوں کا چورا ہوتا تھا مہینوں پانی میں چلنا پڑتا تھا۔ دریائی سفر اُن بڑی کشتیوں میں طے کیا جاتا تھا جنکو بغلہ کہتے ہیں۔ بغلہ میں بقدر وسعت تیس چالیس آدمی بیٹھتے اور مرطوب ہوا کے جھوکوں سے دوران سر میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے پر جا پڑتے تھے اُٹھتے تو چکر اور استفراغ بیہوش بناتا اور پڑتے تو غشی کا بادل چھاتا چلا جاتا تھا۔ یہ بغلے بادبانوں کے ذریعہ سے ہوا کے رخ پر چلائے جاتے تھے جنکو ملاح کھیتے اور دن بھر چلا کر شام کے وقت کسی بستی کے قریب کنارے پر باندہ دیا کرتے تھے اُس وقت مدہوش پڑی ہوئی سواریاں اوٹھا کر میں گھاس پھونس سے کچی پکی کھچڑی طیار ہوتی اور اللہ عزیز کر کے کھالی جاتی تھی۔ وقت ملتا تو دن بھر کے تھکے ماندے کچھ تکان رفع کرتے ورنہ یوں ہی پڑے آسمان کو تکتے رہتے تھے صبح سے قبل ٹھنڈے وقت جھک ٹپکے میں اس چھوٹے جہاز کا لنگر پھر کھول دیا جاتا تھا خدا خدا کر کے بندرگاہ کا کنارہ نظر آتا اور خشکی پر اترنا نصیب ہوتا تھا کراچی سے پھر بادبانی جہاز کا سفر ہوتا تھا جو عموماً بمبئی کے بندر سے مال بھرتا ہوا عدن و مکلا و صنعا و مخا اور یمن کے دیگر بندرگاہوں پر ٹھیرتا مال چڑھاتا اتارتا جدہ پونہچا کرتا تھا چونکہ اس جہاز کا ظاہری دار و مدار مضبوط کپڑے کے پردوں یعنی اُن بادبانوں پر تھا جنکو ہوا کے رخ پر باندھا جاتا تھا کہ ہوا کے تند جھونکے اُن سے ٹکرا کر جہاز کو پانی میں کاٹتے ہوئے آگے کو دھکیلیں اسلئے اول تو قطع مسافت میں زمانہ زیادہ گزرتا تھا اور دوسرے ہوا کے رخ بدل جانے پر جہاز بھی اپنا منہ پھیر لیتا تھا اکثر ایسے

اتفاقات سننے میں آئے ہیں کہ چلتے چلتے جدہ کا کنارہ نظر آیا اور ہوا الٹی تو جہاز کی اُلٹی رفتار اور پچھلے پاؤں لوٹنے سے بمبئی کا کنارہ دکھائی دینے لگا ہے اُن بیچارے مسافروں پر جنکو نیچے پانی اور اوپر آسمان کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا ایسے حسرتناک وقت میں جو کچھ گزرتا ہوگا وہ انہیں کا دل جانتا ہے آج تو بحری و بری ہر دو سفر دخانی قوت سے بفضل اللہ اس درجہ سہل ہو گئے کہ پہلی مشقت کا سمجھنا بھی دشوار ہوگیا۔ بادی جہازوں میں عموماً ہندوستان سے جدہ تک پونچنا تین چار ماہ میں ہوتا تھا ہاں اگر تقدیر یاوری کرتی تھی تو بعض دفعہ دخانی جہاز سے بھی وقت کم صرف ہوتا اور چھٹے ساتویں دن ہی موافق ہوا کے تیز دھکے بھاری اور بڑے سے بڑے جہاز کو جدہ پونچا دیتے تھے۔

اسی مشقت والے سفر کے زمانہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو معیت رامپوری جماعت کثیرہ کے اس پہلے سفر حج کا اتفاق ہوا جبکو حج فرض کہا جاتا ہے چنانچہ آپ فیروزپور تک چھکڑے میں بیٹھے اور وہاں سے کشتیوں میں بہاولپور کے نیچے کو گزرتے ہوئے حیدرآباد سندہ پونچے وہاں سے بغلہ میں سوار ہو کر کراچی بندر آئے اور کراچی سے بغلہ ہی کی سواری میں بمبئی تک پونچے آپکے نازپروردہ جسم اور نازک بدن نے اس کٹھن سفر کی ساری مشقتیں راحت سمجھکر برداشت کیں۔ سارے سفر میں آپکی ایک نماز بھی قضا نہیں ہونے پائی آپ سفر میں بھی اسی طرح اپنے خدا کی یاد میں لگے رہے جیسا کہ حضر کی حالت میں وطن کے اندر لگے ہوئے تھے سفر کی وہ پریشانیاں جو مسافروں کو گھبرا دیا کرتی ہیں آپ پر کچھ بھی اثر نہ ڈال سکیں آپ ہر ناکامی میں ایسے ہی بشاش و مسرور رہے جیسا کامیابی پر ہونا چاہیئے تھا۔ دقت یا تکلیف کا جو مضمون بھی پیش آتا چونکہ آپ سمجھتے تھے کہ حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہے اسلئے کبھی اُس سے اکتاتے نہ تھے الغرض جہاز آیا اور کرایہ طے ہوگیا سب نے ٹکٹ لے لئے اور جہاز پر سوار ہو گئے سواریاں سوار ہو کر منتظر تھیں کہ جہاز لنگر اٹھائے آفتاب غروب ہوگیا مگر جہاز نے لنگر نہ اٹھایا۔ انتظار کی تکلیف برداشت ہونی آسان نہیں ہے روانگی میں اتنی تاخیر کا ہونا تھا کہ چاروں طرف پریشانی چھا گئی کہ دیکھئے جہاز کب لنگر اٹھائیگا اور کب روانہ ہوگا اسی حالت پر کئی دن گزر گئے اور لوگوں کا انتشار پر انتشار بڑھتا رہا۔ کئی دن تک کنارے پر بندھے ہوئے جہاز میں بیٹھے بیٹھے سب اکتا گئے حضرت امام ربانی کے سوائے جہاز کا کوئی مسافر ایسا نہ تھا جو کم وبیش پریشان خاطر نہ ہوا ہو حضرت امام ربانی نے جب رفقاء کی یہ حالت دیکھی تو فرمایا "میاں گھبراتے کیوں ہو جہاز چوتھے روز روانہ ہوگا" خدا خدا کر کے چوتھا دن آیا تو اسکے پل پل اور لحظہ لحظہ پر مسافروں کی نگاہ تھی کہ دیکھئے آج بھی روانگی ہوتی ہے یا نہیں آخر آدھا دن گذر

بھی جب روانگی کا کوئی اثر و نشان نہ پایا تو لوگوں نے حضرت سے عرض کیا کہ آج تو چوتھا دن تھا لیجئے آج بھی رہے تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ کپتان نے لنگر کھلوا کر جہاز چھوڑ دیا اور بسم اللہ مجریہا و مرسٰہا کی آوازیں جہاز میں گونج اٹھیں۔

چھوٹا سا جہاز یعنی بغلہ جسوقت کراچی سے روانہ ہو کر بسوئے بمبئی جا رہا تھا کنارہ چھوڑے ہوئے عرصہ گزر لیا تھا کہ دفعۃً غلیظ ابر آسمان پر نظر آیا جو آگے بڑھتا اور اوپر چڑھتا بغلہ کے سر پر آٹھیرا اور برسنا شروع ہوا تند ہوا کے تھپیڑوں نے بغلہ کو ہلایا اور ٹھنڈے پڑے ہوئے پانی میں جوش پیدا کر دیا سمندر میں تلاطم پیدا ہو گیا اور اطمینان سے بیٹھی ہوئی سواریوں کو ایک سخت طوفان نے آدبایا۔ جہاز کے ناخدا نے اول تو بادبانوں کے ذریعہ سے ہوا کی روک تھام کی مگر جب جہاز کی حفاظت قابو اور اختیار سے باہر ہو گئی تو مایوس ہو گیا تھک گیا اور یہ الفاظ کہے کہ "حاجیو دعا مانگو طوفان آگیا" طوفان کا نام ہی ایسا موحش ہے کہ انسان گھبرا اٹھتا ہے اور جنپر بحری سفر کے وقت یہ حالت گزری ہو انکی سراسیمگی کا تو پوچھنا ہی کیا؟ اِس دہشتناک منظر کے وقت جبکہ سمندر کی موجیں پہاڑ بن بنکر جہاز کو تہ وبالا کرتی ہیں بڑے بڑے باہمت بہادر گھبرا اٹھتے ہیں بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک اس ہیبت ناک نظارہ کا پیش خیمہ ہے اور تلخ و شور پانی میں ڈوب کر جان دینا نتیجہ و انجام پھر بھلا بغلہ کی تو ہستی کیا کراچی و بمبئی کے مابین طوفان کا آنا تھا کہ جہاز والوں کے چھکے چھوٹ گئے اور ناخدا تک کے ہاتھ پاؤں پھول گئے سواریوں میں ہل چل پڑ گئی کسی طرف آہ و بکا اور گریہ و زاری اور کہیں وحشت و سراسیمگی اور سکوت و تحیر جسکو دیکھئے پریشان حال اور جسے خیال کیجئے مضطرب و خائف اُسوقت حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا "بھئی کوئی مریگا تو ہے نہیں ہم تو کسی کے بُلائے ہوئے جا رہے ہیں خود نہیں جا رہے" یہ اطمینان کے کلمات حضرت نے غایت طمانینت کے ساتھ رفقاء سفر کو سنائے مگر وہ تسکین و تسلی جو خداداد آپکو حاصل تھی دوسرونکو حاصل ہونی دشوار تھی اسلئے اضطراب رفع نہوا یہانتک کہ تیسرے دن بادل پھٹگیا ہوا تھم گئی تلاطم کمزور پڑ گیا اور جہاز اپنی اصلی رفتار پر چلنے لگا۔

جسوقت بغلہ اپنی حالت پر آگیا اُسوقت حجاج کو اطمینان حاصل ہوا اور ناخدا نے وہ گھڑی دیکھی جس سے پتہ معلوم ہو کہ بغلہ کہاں چل رہا اور طوفان کے طمانچوں سے راہ راست کتنی مسافت پر چھوڑ آیا ہے ناخدا گھڑی دیکھکر حیران ہو گیا اور سواریوں سے مخاطب ہو کر بولا کہ طوفان تمہارے سفر کا بڑا رفیق نکلا آج اُسوقت جہاز اُس جگہہ چل رہا ہے کہ معمولی ہوا میں آٹھ روز تک بھی یہاں نہ پہنچ سکتا۔ طوفان میں جہاز بالکل سیدھے راستہ

چلا اور چند گھنٹوں میں تند ہوا نے چند روز کی مسافت قطع کرادی۔

سُنا ہے کہ طوفان کی سخت شدت کے وقت جسکی تھوڑی دیر بعد سکون کے آثار پیدا ہوئے حکیم ضیاء الدین صاحب یا کسی دوسرے شخص نے عالم رویا یا عالم واقعہ میں دیکھا تھا کہ متلاطم سمندر میں ایک جانب اعلیحضرت حاجی صاحب اور دوسری جانب حضرت حافظ ضامن صاحب جہاز کو کندھے پر رکھے ہوئے آگے کو دھکیلتے اور موجوں کے تھپیڑوں سے اُسکی حفاظت فرماتے جارہے ہیں اور کہتے ہیں "گھبراؤ نہیں" الغرض حق تعالیٰ نے اس مصیبت کو دنیاوی رحمت بھی بنایا اور طوفان آپ کو بحری سفر کے جلد قطع ہونے کا ذریعہ گردانا چنانچہ بخیر وعافیت سارا قافلہ کئی بندرگاہوں پر ٹھیر کر جدہ پونہچا اور وہاں سے حضرت امام ربانی قدس سرہ تمام ہمراہیوں سمیت اونٹوں پر سوار ہو کر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

بلدۃ الحرام میں حج وعمرہ کے علاوہ اپنے شیخ برحق مرشد العرب والعجم اعلیحضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے فیض صحبت کی جو جو نعمتیں آپنے حاصل فرمائیں اُن کا کسی کو علم ہی کیا ہے جو بیان کیجائیں مختصر یہ ہے کہ جب تک آپ مکہ معظمہ میں مقیم رہے فرط محبت کے باعث آپکو اعلیحضرت نے اپنے ہی پاس رکھا حج کیلئے عرفات جاتے وقت آپ کا اونٹ اعلیحضرت نے اپنے اونٹ کے متصل کیا اور منیٰ ومزدلفہ میں آپکو اپنے ساتھ ہی لگا رکھا آپ نے مکہ معظمہ ہی میں خواب دیکھا کہ ابدال جیسے اہل خدمت اولیاء کا ایک گروہ جارہا ہے اور آپ انکو دیکھ رہے ہیں آپ فرماتے تھے کہ میں نے خواب ہی میں دعا مانگی کہ یا اللہ مجھے بھی ان سے لاحق کردے" یہ دعا مانگ کر میں اُن کے پیچھے دوڑا اور انکی جماعت میں جا ملا صبح کو یہ خواب اعلیحضرت سے ذکر کیا تو مسکرا کر فرمانے لگے "پھر اب کیا چاہتے ہو لاحق تو ہو گئے" بلدۃ الحرام ہی میں آپنے یہ خواب دیکھا کہ آپ کے ہاتھ کی چاروں انگلیوں سے خون جاری ہے دو سے بکثرت اور تیسری سے کم اور چوتھی سے اور کچھ کم آپ فرماتے تھے کہ میں نے یہ خواب مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی سے بیان کی تو یہ تعبیر دی کہ تمہاری چاروں نسبتیں جاری ہونگی دو کا جریان بہت زیادہ ہوگا اس خواب کے بیان فرمانے کے بعد بکمال تواضع ارشاد فرمانے لگے کہ "اُسوقت سے ابتک منتظر ہوں مولوی مظفر حسین صاحب زندہ ہوتے تو کہتا کہ آپ ہی نے تعبیر فرمائی تھی لیجئے اب کچھ کیجئے"۔

مکہ معظمہ ہی میں آپ مقیم تھے کہ بدن مبارک میں خارش کا اثر محسوس ہوا اور دن بدن زیادتی ہوتی رہی آپ جس لازوال دولت سے مالا مال ہونے کے لئے گنگوہ سے چلے تھے اُسکے تحصیل کی مشغولیت اور حصول

کی لذت نے مرض کے علاج کی طرف متوجہ ہی نہونے دیا مرض اندر ہی اندر بڑھتا اور بدن پر پھیلتا رہا یہاں تک کہ حج سے فارغ ہونے کے بعد سلطانی راستہ سے مدینہ منورہ جانے والا قافلہ طیار ہوا اور آپ اپنے رامپوری مجمع کے ساتھ بلدۃ الرسول کی جانب روانہ ہو گئے۔

سفر کی صعوبتیں خصوصاً سفر حج کی وہ قابل امتحان مشقتیں ہیں جن میں ہر کھوٹا کھرا مسلمان کسوٹی کیا جاتا ہے بالخصوص سفر مدینہ منورہ تو سارے سفر کی جان ہے اِن بارہ منازل میں رفقاء سفر کے بہت کم قافلے ایسے ہوتے ہیں جن میں باہم جنگ وجدال یا منازعت وخلاف نہوتا ہو ہمدردی اور ایثار گویا طبائع سے باہر ہوجاتا ہے نفسا نفسی کا بازار گرم اور اپنی اپنی راحت کا ہر مسافر کو دھیان و فکر لگا رہتا ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی استقامت واخلاص سارے سفر میں قدم قدم اور منزل منزل پر ظاہر ہوئی آپنے اپنے رفقاء میں ادنیٰ سے ادنیٰ شخص کی تھوڑی راحت کو اپنی بڑی سے بڑی اور ضروری سے ضروری راحت پر مقدم سمجھا ہر ایک کا تکلیف میں ساتھ دیا اور اسکے ساتھ ہی اپنے معمولات نوافل تک میں فرق نہ آنے دیا اثنائے راہ میں ایک جگہہ ڈپٹی عبدالحق صاحب کو کسی قسم کی کوفت لاحق ہوئی تو رنج وغصہ کے باعث اونٹ سے اُتر پڑے اور قسم کھالی کہ "میں اس اونٹ پر نہ بیٹھوں گا" جنہوں نے یہ راستہ طے کیا ہے وہ شتربان بدوؤں کی طبائع سے واقف ہیں کہ اُنھیں اپنی قطار کے سامنے کسی کے مرنے اور جینے کی بھی پرواہ نہیں ہوتی ڈپٹی صاحب کے قسم کھانے اور اونٹ کی سواری سے کرایہ دیکر پیدل ہو جانے کی تو کیا پرواہ کرتے چنانچہ بدو نے ڈپٹی صاحب کے اونٹ کی رسی قطار سے کھولدی اونٹ جماعت سے علحدہ ہو گیا ڈپٹی صاحب معہ اپنے دو ہمراہیوں کے کھڑے رہگئے اور قافلہ چلدیا حضرت مولانا کی نظر جو ڈپٹی صاحب پر پڑی تو فوراً اپنے اونٹ سے کود پڑے اور قافلہ کو چھوڑ کر ڈپٹی صاحب کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ حضرت امام ربانی کو قافلہ سے علحدہ دیکھنا آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابوالنصر کو کب گوارا تھا انہوں نے بھی اپنا اونٹ قطار سے علحدہ کر لیا اور حضرت کے پاس آ کھڑے ہوئے۔ قافلہ دور نکل لیا اور آناً فآناً دور ہوتا جا رہا تھا اور یہ چند نفر لق ودق میدان میں ایسی خطرناک جگہہ کھڑے ہوئے تھے جہاں ٹھیروں سے مسافر کا مار ڈالنا راہ زنوں کے نزدیک کوئی بات نہیں مگر چلیں تو کسطرح چلیں قسم کے باعث ڈپٹی صاحب اونٹ پر سوار نہیں ہوتے اور پیدل چلنے کی سکت نہیں حضرت مولانا اور دیگر ہمراہی ڈپٹی صاحب کے بغیر چل ہی نہیں سکتے تھے آخر مولوی ابوالنصر صاحب نے اپنی اہلیہ کو اونٹ سے اُتار لیا اور ڈپٹی صاحب سے کہا کہ آپ میرے اونٹ پر سوار ہو جائیں تاکہ قسم بھی نہ ٹوٹے اور کسی طرح قافلہ میں

جا ملیں چنانچہ ڈپٹی صاحب معہ اپنے ایک ہمراہی کے اس اونٹ پر سوار ہوئے اور مولوی ابو النصر صاحب کی اہلیہ ڈپٹی صاحب کے اونٹ پر سوار کی گئیں اسی اونٹ پر امام ربانی کو جگہ ملی اور مولوی ابو النصر معہ دوسرے ہمراہی کے پاپیادہ روانہ ہوئے کم وبیش تین کوس پر قافلہ ملا اور آخر دونوں اونٹ قطار میں باندھنے کے بعد مولوی ابو النصر صاحب اپنے اونٹ پر اور حضرت مولانا قدس سرہ اپنے اونٹ پر سوار ہوئے۔

مدینۃ الرسول میں داخل ہوکر روضہ اطہر کی حاضری ہوئی جو دنیا میں آنے والے ہر مسلمان کا منتہائے مراد اور اقصیٰ مقصود ہے اور پھر آپ اپنے شفیق استاد شیخ العصر سیدنا ومولانا شاہ عبد الغنی صاحب قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے یہاں کی چند روزہ حاضری میں جو بھرپور خزانے آپکو حاصل ہوئے اُسکی اطلاع بھی کسی دوسرے کو نہیں ہے بیت اللہ میں شیخ طریقت کے گُہر بار دربار کا حضور تھا اور بیت الرسول میں شیخ شریعت کے سدا بہار گلزار کی گُل چینی غرض حرمین شریفین میں بیت اللہ وبیت الرسول کا جوار حاصل کرنے والے دونوں آفتاب ماہتاب ہند مربی آپکی ترقی مراتب کا وسیلہ بنے آخر کار قافلہ کی واپسی کا وقت قریب آگیا اور مراجعت جماعت معین ومقرر ہوگئی۔ رامپوری قافلہ کے میر قافلہ جناب ڈپٹی عبد الحق صاحب نے جنت البقیع کی پاک زمین سے علیحدگی نہ چاہی وہیں انتقال فرمایا۔ اور قیامت تک کے لئے جوار رسول کے شرف سے بہرہ مند ہوئے۔ امام ربانی قدس سرہ معہ ہمراہیان مکہ معظمہ واپس ہوئے اور وہاں سے ہندوستان کی جانب مراجعت فرمائی

سنہ ۱۲۸۱ ہجری دو ماہ ہوئے شروع ہوچکا تھا خارش جسکی ابتدا مکہ معظمہ میں ہوچکی تھی دن بدن رو بترقی تھی اول خشک تھی اب تر ہوگئی تھی ابتداءً معمولی تھی اور اسوقت ہولناک بنگئی تھی اسی حالت میں آپ جہاز پر سوار ہوگئے جہاز پر سوار ہونا تھا اور گویا پھونس میں آگ کا لگنا دفعۃً بخار چڑھا اور اتنا شدید ہوا کہ سرسام ہوگیا کامل تین دن تک آپ اسدرجہ بیہوش اور دنیا ومافیہا سے غافل رہے کہ اپنے تن بدن کی بھی مطلق خبر نہ رہی۔ دست جاری ہوئے اور اتنی تعداد میں کہ گنتی اور شمار دشوار ہوگئی ایسی حالت میں جبکہ آپ اور آپکے تمام رفقاء آپکی زندگی سے مایوس ہوچکے تھے آپکی تیمارداری آپ کے ماموں زاد بھائی مولوی ابو النصر صاحب نے کی۔ مولانا ابو النصر کی وہ خدمتگزاری جو اس ہولناک مرض میں واقع ہوئی وہ مشہور خدمت وتیمارداری ہے جو صفحہ سوانح کی پیشانی پر مدتوں روشن اور چمکتے حروف میں قائم رہیگی بمقتضائے من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی زبانی اکثر سُنا گیا کہ آپ فرماتے تھے ایسا حقیقی بھائی بھی نہیں کرسکتا جیسا

ابوالنصر نے میرے ساتھ کیا کہ مثل مادر شفقہ اپنی گود میں لیکر پاخانہ پیشاب کراتے تھے" مولوی ابوالنصر صاحب کے کپڑے ہمیشہ خارش کی پیپ اور لہو میں بھر جاتے اور اکثر پاخانہ پیشاب میں بھی ملوث ہوتے تھے لیکن مولوی صاحب مردانہ وار اپنے کپڑے اور بدن اور نیز حضرت قدس سرہ کا بدن اور کپڑے روزانہ دھوتے اور کچھ کراہت نہ کرتے تھے گویا پاخانہ کو صندل اور پیشاب کو گلاب بنالیا تھا۔ حضرت امام ربانی کو تین دن کے بعد جسوقت ہوش آیا تو کروٹ لینے کی طاقت نہ تھی چوتھے دن پیشاب ہوا تو ایسا سُرخ گویا خالص خون ہے آنکھیں کھولیں تو اسدرجہ لال کہ گویا بانات سُرخ کے ٹکڑے ہیں اسوقت ہوش کہئے یا بیہوشی حضرت قدس سرہٗ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے کہ "افسوس ایک بھائی تھا وہ بھی جدا ہوگیا" مولوی ابوالنصر صاحب جو حضرت مولانا کا سر اپنی گود میں رکھے ہوئے بیٹھے تھے بولے کہ "بھائی میں تو آپکو گود میں لئے بیٹھا ہوں اور یہ سامنے آپکی بھاوج ہے" حضرت بولے "تم تو ایسے ہو کہ میں تمکو ماں کہوں یا باپ کہوں"

رقیق دستوں کی کثرت کا یہ عالم تھا کہ تین لحاف بچھونے کا روڑ یکے بعد دیگرے ستیاناس ہوگیا آخر آپکے نیچے بچھانیکو جب کوئی اور بستر نہ ملسکا تو احرام کے کپڑے جنکو تبرک بناکر گھر لانا چاہا تھا اس ضرورت میں نکال لئے گئے اور یکے بعد دیگرے اُن کا استعمال ہوا۔ جب ایک کپڑا ملوث ہوجاتا تو اُسکو جہاز سے سمندر کے شور پانی میں لٹکا دیا جاتا اور دوسرا دہلا ہوا کپڑا انکالکر کام میں لایا جاتا تھا پیشاب میں اسدرجہ تعفّن اور شوریت تھی کہ جس کپڑے پر پڑا اُسکو بودار بناکر تیزاب کا کام دیا اور جلاکر گویا راکھ بنا دیا۔ ہوائی جہاز تھا نہ دوا نہ دارو علاج ہوسکتا اور دوا ہو تو کیونکر خدا خدا کرکے ساتویں دن بمبئی کا کنارہ نظر آیا اور حجاج خوشی خوشی اپنے وطن یعنی سرزمین ہند پر جہاز سے اترے مولوی ابوالنصر نے حضرت قدس سرہ کو بھی بہزار دقت و دشواری جہاز سے اُتارا اور بمبئی میں رامپوری قافلہ کے ہمراہ ایک کرایہ کے مکان میں مقیم ہوئے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو جو مرض لاحق ہوا تھا وہ اسدرجہ شدید ہولیا تھا کہ صحت و تندرستی کا خیال محض وہم اور گمان ہی گمان رہگیا تھا بمبئی پونچکر علاج بھی ہوا اور پوری سعی و کوشش کے ساتھ ہوا مگر مرض میں رائی کے دانہ کی برابر بھی کمی نہ ہوئی جو لحظہ تھا وہ ترقی مرض کا تھا اور جو ساعت تھی وہ زیادتی بیماری کی تھی اول اول آپ کے بے تکلف مخلص دوست جناب حکیم ضیاء الدین صاحب نے اپنی رائے سے آپکو یونانی ادویہ کا استعمال کرایا اور جب وہ مایوس ہوگئے تو ایک شخص عبداللہ شاہ نظاموی حکیم جو وہاں موجود تھے آپ کے معالج بنے۔ ایک دن انہوں نے بھی دوا دی آخر دوسرے دن دست برا

ہو گئے اور جواب دیدیا کہ کسی دوسرے طبیب کا علاج کرو مولوی ابوالنصر جنکے دل کو لگی ہوئی تھی کبھی طبیب کی تلاش میں ادھر اُدھر مارے پھرتے اور کبھی حضرت کی چارپائی سے لگ کر آبیٹھتے اور خدمت و تیمارداری میں مشغول ہوتے وقت پر روٹی کھانا اور معمول کے موافق شب کو سوجانا عرصہ ہوا چھوٹ چکا تھا اب تو نہ لیٹے چین تھا نہ بیٹھے کل پڑتی تھی آخر ایک بید کے پاس پونہچے اور کہا کہ "میرا بھائی بیمار ہے اُسکو چل کر آپ دیکھیں" بید نہایت ہی خلیق اور بامروت شخص تھا جسوقت مولوی ابوالنصر صاحب نے اپنے مریض کو دکھانے کی درخواست کی اُسوقت بید کے پاس مریضوں کا ایک مجمع موجود اور اپنا اپنا عرض حال کر رہا تھا بید نے تو وارد مسافر کا توحش اور جان سے زیادہ عزیز مریض کے شدت مرض کی وجہ سے سراسیمگی و اضطراب کو دیکھ لیا تھا اسلئے یہ کہکر کہ "دو منٹ ٹھیریئے ابھی چلتا ہوں" جلدی جلدی موجودہ بیماروں سے فراغت پائی آخر چھڑی ہاتھ میں لے ساتھ ہولیا اور حضرت امام ربانی کی نبض بھی دیکھی قارورہ بھی دیکھا اور اول سے آخر تک سارا حال اطمینان کے ساتھ سُنا۔ تیمارداروں کو تسلی دی اطمینان دلایا ڈھارس بندھائی اور چند گولیاں اپنے پاس سے دیں کہ ایک ابھی کھلادو چنانچہ ایک گولی آپکو کھلادی گئی خدا کا فضل تھا کہ مرض میں گو نہ خفت محسوس ہوئی مگر نہ ایسی جسپر اطمینان یا امید زیست قائم ہو۔

بید کا علاج قائم رہا اور جو تدبیر اُس نے بتائی وہ کی گئی عوارض میں افاقہ بھی ہوا مگر افسوس کہ اصل مرض میں کچھ کمی نہ ہوئی اسی مرض میں آپکو تشنج کے دورے شروع ہو گئے جو پے در پے پڑتے اور نحیف جسم کو ضعیف و نقیہ کئے ڈالتے تھے۔ بمبئی میں ایک مہینہ قیام رہا آخر منشی علاؤالدین صاحب کی اہلیہ کا وہیں انتقال ہو گیا اور اب قافلہ کو بمبئی میں رہنا دشوار پڑ گیا ناچار وہاں سے روانگی ہوئی کساری کی گھاٹی تک آپ رامپوری قافلہ کے ہمراہ ریل میں آئے کیونکہ اُسوقت ریل یہانتک جاری ہو چکی تھی اور کساری سے اندور تک کرایہ کی دوسری سواریوں میں سارے قافلہ نے سفر قطع کیا۔

اندور پونہچکر مولوی ابوالنصر صاحب نے ارادہ کیا کہ حضرت امام ربانی کا یہاں معالجہ کیا جاوے کیونکہ دن بدن مریض کی حالت غیر ہوتی جاتی تھی خصوصاً چھکڑے اور بہل یا خام و پختہ سڑک پر چلنے والی دوسری سواریوں میں سوار ہونے اور ہچکولے برداشت کرجانیکی طاقت مریض میں اب باقی نہ رہی تھی اس لئے غیر معین مدت کے قیام کا تہیۃ کرلیا اور سارے قافلہ سے کہدیا کہ آپ لوگ جائیں میں تو اپنے بھائی کا یہاں معالجہ کراؤں گا۔

قافلہ کے پاس خرچ ختم ہوچکا تھا وطن سے نکلے کئی ماہ گزر لیئے تھے سفر کی ماندگی و تکان نے ہر شخص کو مضمحل بنا دیا تھا اسلئے مولوی ابوالنصر صاحب کی نامعلوم مدت قیام کا کوئی شخص ہمزبان نہو سکا سب لوگ رامپور کی جانب رخصت ہوئے اور مولوی ابوالنصر جنکی راحت و آرام۔ عزت و احترام بلکہ گویا زندگی صرف حضرت کا دم تھا معہ اپنی اہلیہ کے شہر سے باہر اُسی سرائے میں ٹھیر گئے جسمیں عارضی پڑاؤ کے لئے اُترے تھے۔

مولوی ابوالنصر صاحب اپنے ہمراہ وطن کی ایک عورت مسماۃ ولایتہؒ کو خادمہ بنا کر ہمراہ لے گئے تھے جنکی خورد و نوش کا بار سارے سفر میں مولوی صاحب ہی پر رہا وہ بمبئی میں پونچکر کسی معمولی سی بات پر ناراض ہوگئی اور صحبت سے اسدرجہ بیزار ہوئی کہ پیدل نکل کھڑی ہوئی یہانتک کہ گنگوہ پونچ گئی خدا کی شان ہے کہ حضرت کی تیمارداری میں جبکہ کئی خدمتگاروں کی حاجت تھی رہی سہی پرانی خادمہ نے بھی جواب دیدیا تو اُسکا نعم البدل فوراً ہی یہ ملا کہ مقام گھاٹی کسارا میں ایک شخص مسمی رحمت اللہ نے اپنے آپکو معہ اپنی اہلیہ کے مولوی ابوالنصر صاحب پر پیش کیا کہ ہمیں اپنے ہمراہ لیلیجیے میں آپکا کام کیا کرونگا اور عورت گھر میں مدد دیگی اور بیوی کا ہاتھ بٹائیگی چنانچہ اُنکو غنیمت اور غیبی معاونت سمجھکر رکھ لیا گیا اور حقیقت میں اُنہوں نے کام بھی بہت دیا چلی جانے والی خادمہ ولایتہؒ کو ایک لحظہ بھی یاد نہ آنے دیا مگر افسوس کہ اندور میں غیر معمولی اور غیر معین قیام میں یہ بھی ساتھ نہ دیسکے اور اجازت لیکر رخصت ہوگئے۔

مریض کی خدمت و تیمارداری میں حاجی محمد یوسف صاحب رامپوری خصوصیت کے ساتھ مولوی ابوالنصر صاحب کے ممد و معاون رہے مگر اندور میں سارے قافلہ کے ساتھ چونکہ وہ بھی راہی وطن ہوئے اسلئے اب حضرت امام ربانی کے ہولناک سخت مرض کی تیمارداری کے لئے صرف ایک مولوی ابوالنصر کا دم رہگیا جو کسی ضرورت سے باہر جائیں تو گھر کی خبر لینے والا کوئی نہیں اور گھر میں رہیں تو بازار سے آٹا دال نمک خرید نے والا کوئی نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مولوی ابوالنصر صاحب کی اہلیہ نے حضرت کی خدمت میں اپنا قدم اپنے خاوند سے پیچھے نہیں ہٹنے دیا خدا اُنکو غریق رحمت کرے کوئی عفت مآب شریف عورت اگر اپنے خاوند یا ماں باپ بلکہ اولاد یا بھائی بہن کی اگر خدمت کرسکتی ہے تو بس زیادہ سے زیادہ اتنی ہی کرسکتی ہے جتنی مولوی ابوالنصر کی گھر والی نے حضرت امام ربانی کی خدمت کی مگر آخر عورت ذات تھیں کبھی گھر سے باہر قدم نکالنا جانا نہیں اور یہاں پڑی وہ مصیبت جسکے تحمل سے مرد عاجز ہوجائیں تاہم خود کمر ہمت باندھی اور خاوند کی ڈھارس بندھائی کہ اطمینان سے حضرت کا معالجہ کرو۔ گھر کی ہر خدمت میں انجام دے لونگی اور باہر کی

ضرور ہیں تم پوری کر لینا خدا ہمارا کفیل و کارساز ہے انشاء اللہ نتیجہ بہتر ہی ہوگا۔

ریاست اندور میں مولوی ابوالنصر بالکل اجنبی و بیگانہ تھے تن تنہا نہ کوئی شناسا نہ واقفکار نہ یار نہ مددگار دس بارہ رفیق جو مہینوں سے یگانہ و عزیز بنے ہوئے تھے جدا ہو لئے زادراہ جو ساتھ لیکر چلے تھے ختم ہونے کے قریب ہو پہنچ گئی سب کچھ تھا مگر یگانہ روزگار بھائی کی صحت و زندگی کے متمنی تیماردار نے مرض کے معالجہ کی تدبیر کو سب پر ترجیح دے رکھی تھی اُسوقت اندور میں حکیم محمد اعظم خاں مؤلف اکسیر اعظم بشاہرہ یکہزار روپیہ راجہ کے طبیب بنے ہوئے مقیم تھے طبیب تھے مشہور اسلئے مولوی ابوالنصر سرائے سے نکلکر شہر میں آئے اور سیدھے حکیم صاحب ممدوح کے مکان پر پہنچے سلام کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ "میں مسافر ہوں میرا بھائی بہت بیمار ہے اُسکے علاج کی نیت سے اندور میں ٹھیر گیا ہوں اگر آپ کرم فرماویں تو حق تعالیٰ آپکو اجر عطا فرمائیگا" حکیم محمد اعظم صاحب باوجودیکہ والی اندور راجہ کے ملازم تھے ایک ہزار روپیہ ماہوار کے علاوہ ہر قسم کی خاطر و مدارات ہوتی رہتی تھی مگر اسدرجہ مستغنی المزاج اور آزاد طبع تھے کہ ایک بار چوبدار بلانے آیا کہ راجہ صاحب طلب فرماتے ہیں مولوی ابوالنصر بیٹھے ہوئے تھے کہ حکیم محمد اعظم صاحب نے منہ چڑھا کر صاف جواب دیدیا کہ "کہدو ہم اسوقت نہیں آسکتے" مولوی ابوالنصر حکیم صاحب کی اسدرجہ عالی دماغی اور نخوت و تنک مزاجی دیکھکر دل میں کھٹکے کہ "بھلا اُس غریب مسافر مریض کی اس دربار میں کیا پوچھ ہوتی ہے جسکو بلا فیس بار بار دیکھنے کی حاجت ہے" حکیم صاحب ممدوح نے فراست سے مولوی صاحب کے اس خیال کو تاڑ لیا اور فرمایا کہ "مولانا آپ کے لئے یہ جواب نہیں ہے" چنانچہ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور پاپیادہ اُس سرائے میں تشریف لائے جہاں حضرت بستر مرض پر مسافرانہ حالت میں پڑے تھے نبض دیکھی من اولہ الی آخرہ حال سُنا اور تسلی کے کلمات کہکر نسخہ لکھا اور چلے گئے اُسوقت معلوم ہوا کہ راجہ کے یہاں حاضری سے انکار دینی بادشاہ کی خدمت میں حاضری کے لئے تھا۔

یہ پہلا موقع تھا کہ مولوی ابوالنصر کی تنہائی پر غیبی تائیدات اور تفضلات الٰہیہ نے کھلم کھلا دستگیری فرمائی اسکے بعد جہاں جاتے تعارف نکلتا اور جس سے ملتے واقفیت و شناسائی کا توسط پتہ چلتا تھا چنانچہ مکان کی تلاش میں حکیم صاحب کی رائے کے موافق مصاحب علی صاحب کے پاس پہنچے تو حکیم صاحب کا توسط ہی شناسائی سے زیادہ مفید ثابت ہوا بیچارے نہایت خلق کے ساتھ ملے اور اُس مکان کا پتہ دیا جو مولوی محمد حسین مدرس مدرسہ ہلکر کا تھا۔

مولوی ابوالنصر صاحب مولوی محمد حسین کے پاس گئے اور مکان کی خواہش کی وہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آئے اور وطن اصلی دریافت کیا خدا کی شان ہے کہ اُسوقت اس سوال کا جواب قصبہ رامپور زبان سے نکلا جو مولوی ابوالنصر صاحب کی دادھیال تھی رامپور کا نام سنکر مولوی محمد حسین نے مولوی محمد نواز کا حال پوچھا جو مولوی ابوالنصر کے خُسر یعنی اُنکی اہلیہ کے حقیقی ماموں تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو جب یہ تعلق قرابت معلوم ہوا تو بولے کہ وہ میرے اُستاد ہیں اور اُن کے احسانات کی تلافی مجھسے عمر بھر نہیں ہوسکتی آپ بے تکلف مکان میں تشریف لائیں میں اور میرے متعلقین آپکے خادم ہیں۔

یہ دوسرا کھلا ہوا فضل خداوندی تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب کے زنانہ اور مردانہ دونوں مکان بلا کرایہ نہایت عزت اور اصرار کے ساتھ مولوی ابوالنصر صاحب کو مل گئے اور چونکہ انہیں ایام میں مولوی محمد حسین صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہوچکا تھا جس نے صرف ایک خورد سال دختر چھوڑی تھی اسلئے مکان میں نو وارد مسافروں اور محسن اُستاد کے رشتہ دار حاجیوں کے اُتارنے میں اُنکو بھی کوئی دقت پیش نہ آئی الغرض حکیم محمد اعظم صاحب کا علاج شروع ہوگیا اور حکیم صاحب ممدوح بلا کسی مالی طمع کے روزانہ حضرت امام ربانی کو دیکھنے کے لئے مکان پر پیدل آتے رہے۔

نسخہ جو حکیم صاحب نے تجویز کیا اُسمیں سخت مرض کے سامنے موجودہ افلاس کی رعایت نہ کی گئی تھی مشک بھی اُسمیں شامل تھا اور عنبر بھی مولوی ابوالنصر کو خیال تھا اور خیال بھی سچا تھا کہ مسافر سے اس نسخہ کی قیمت جو لیجائیگی وہ ایک سفرحج کے خرچ سے کیا کم ہوگی کبھی اپنی مالی ضعیف حالت دیکھتے تو عطار کی دوکان پر جاتے جھجکتے اور شرماتے تھے مگر جب محبوب کے مرض و تکلیف پر نظر ڈالتے تو یوں کہتے تھے کہ چاہے جان بک جائے مگر دوا کی حسرت دل میں باقی نہ رہے آخر بنام خدا نسخہ ہاتھ میں لیکر عطار کی دوکان پر پہنچے عطار نے مسافرانہ صورت دیکھکر اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کردیں اور اثناء کلام میں یہ معلوم کر کے کہ مولوی ابوالنصر صاحب کا حاجی عبدالکریم تعلقدار بھوپال سے قریبی تعلق و رشتہ داری ہے بہت ہی مدارات سے پیش آیا اسی تقریب سے بیش قیمت نسخہ صرف اصل لاگت پر نہایت ہی کم داموں میں طیار ہوگیا قصہ مختصر یہ ہے کہ دو تین جَو کی مقدار دوا کا استعمال شروع ہوا شافی مطلق خدا کو امام ربانی سے ابھی بہت کچھ دینی کام لینے تھے صاحب اکسیر اعظم کے ہاتھوں آپکی شفا روز ازل ہی میں مقدر ہوچکی تھی اسلئے دوسرے ہی دن نفع محسوس ہوا اور پھر روز بروز مرض میں کمی پیدا ہوتی چلی گئی۔

قیام اندور ہی کے ایام میں غیبی معاونت کا یہ قصہ پیش آیا کہ سکندر جہاں بیگم والیہ بھوپال نے سفر حج اختیار کیا اور راستہ میں اندور کے اندر انہیں دنوں قیام ہوا جبکہ مولوی ابوالنصر مسافرانہ گزران اور اجنبیانہ پردیسی انداز پر امام ربانی کا عنبری معجون سے معالجہ کر رہے تھے۔ حاجی عبدالکریم صاحب جو ریاست کے قلعہ دار اور اسوقت سفر حج میں رئیسہ کے ہمراہ تھے مولوی ابوالنصر صاحب کی اہلیہ کے چچا تھے کیونکہ مولوی محمد نواز کی بہن حاجی عبدالکریم قلعدار کے حقیقی بھائی منشی خیرالدین کے نکاح میں تھیں جو وزیر ریاست تھے اور منشی خیرالدین کی لڑکی یعنی مولوی محمد نواز کی بھانجی مولوی ابوالنصر کی اہلیہ تھیں جو اسوقت امام ربانی کی تیمارداری میں اپنے خاوند کے ساتھ اندور میں مقیم تھیں اندور میں پونہچکر حاجی عبدالکریم مولوی ابوالنصر سے ملنے آئے اور اسی مسافرانہ پریشان حالت میں انکی دو مرتبہ دعوت کی گئی۔

اپنے نمکخوار ملازمان ریاست کی قدردان رئیسہ نے جب سُنا کہ منشی خیرالدین کی صاحبزادی یہاں مقیم ہیں تو ملنے کے لئے نہ آنے کی شکایت کی اور آخر طلب کر بھیجا کہ ہم سے آکر ملجاؤ۔ مولوی ابوالنصر کی اہلیہ کئی ماہ سفر اور حضرت امام ربانی کی خدمتگزاری و تیمارداری میں جس پریشان حال کے اندر تھیں وہ ایسا فقیرانہ مگر صابرانہ انداز تھا کہ گو اپنے دل میں ہر طرح خوش ہشاش بشاش اور خدا کی شکرگزار تھیں مگر باعزت صاحب اقبال رئیسہ سے ملنے کے قابل حالت نہ سمجھتی تھیں اسلئے عذر کر بھیجا کہ میری موجودہ حالت حاضری کے لائق نہیں ہے اس مسافرانہ وقت میں دردولت کی حاضری طمع دنیاوی کی نیت سے سمجھی جائیگی اور محتاجانہ سوال کا قصد خیال کیا جائیگا اس وجہ سے حاضری کی ہمت نہیں ہوتی اُمید ہے کہ معاف اور معذور سمجھی جاؤنگی" عقیلہ و دانشمند بیگم نے خیرالدین کی صاحبزادی کے اس عالی خیال کو نہایت عزت کیساتھ دیکھا اور دو سو روپیہ بتقریب دعوت اپنی طرف سے حاجی عبدالکریم صاحب کے ہاتھ اُن کے مکان ہی پر بھیجدیا کہ ہماری دعوت قبول کرو اور اسکو اپنے صرف میں لاؤ۔

رئیسہ تو بقصد حج آگے روانہ ہوگئیں مگر مولوی ابوالنصر صاحب کی عزت عام طور پر اندور میں دوبالا ہو گئی اور شہر کے بڑے بڑے لوگ انکو نظر وقعت سے دیکھنے لگے دو سو روپیہ کی رقم نے امام ربانی کے معالجہ اور سفر خرچ میں بہت مدد دی۔ عزیز رشتہ دار کی دعوت میں اتنا خرچ نہوا تھا جتنا مل گیا اور پاس کا روپیہ ابھی تمام نہوا تھا کہ حق تعالیٰ نے معقول رقم کا غیب سے سامان فرمادیا حضرت امام ربانی حکیم محمد اعظم صاحب کے نسخہ سے دن بدن رو بصحت تھے آپ کے ناتوان جسم میں توانائی اور کمزور بدن میں قوت و زور آتا جاتا تھا

یہانتک کہ آپ بطور خود کروٹ لینے اور کبھی کبھی اُٹھکر بیٹھ جانے کے لائق ہوگئے اُسوقت حکیم صاحب نے اجازت ہی نہیں بلکہ مشورہ دیا کہ "اب حالت قابل اطمینان ہے بسم اللہ کرو اور وطن کو جاؤ مگر دوا کا استعمال اُسوقت تک قائم رکھنا کہ پوری توانائی بدن میں آجائے" چنانچہ مولوی ابوالنصر اندور میں ایکماہ قیام کے بعد بھائی کو لیکر عنبری معجون روزانہ کھلاتے ہوئے وطن کیجانب روانہ ہوئے اور بعد طے مراحل و قطع منازل بخیر و عافیت زندگی و صحت کے ساتھ گنگوہ پہنچے۔ گنگوہ پہنچکر حضرت قدس کے جسم میں طاقت بھی جلد آگئی اور سات آٹھ ماہ میں بالکل تندرست ہوگئے والحمد للہ علی ذلک۔

سفر میں پیش آنے والے واقعات کو ضرورت سے زاید سمجھکر نظر انداز کر دیا گیا چونکہ مولوی ابوالنصر صاحب مدظلہ کی یہ خدمت حضرت کے چھوٹے بڑے سارے متوسلین کو معلوم ہے اسلئے اسکے مختصر ذکر پر اکتفا کیا گیا تاکہ ایک گونہ اس احسان کی شکرگزاری ہوجائے جسکو امام ربانی نے اکثر ان الفاظ ارشاد فرمایا تھا کہ "مولوی ابوالنصر تو میری ماں ہیں اِن کے بدن پر شاید کوئی حصہ ایسا نہو جو میرے بول و براز سے ملوث نہیں ہوا" اور چونکہ اس قصہ میں تائیدات غیبی کا اسدرجہ وقوع ہوا جسکو حضرت امام ربانی کی کرامت کہا جاسکتا ہے اسلئے بقدر ضرورت واقعات بیان کر دئے گئے حقیقت میں مولانا ابوالنصر صاحب کی خدمات و تعلقات جنکو مختصراً ذکر کیا گیا ہے بنظر سرسری بھی نہایت وقیع اور قابل یادگاری و شکرگزاری ہیں خدمت کا وقت گزر گیا مخدوم راہی جنت الفردوس ہولئے خادم پابرکاب اور سفر آخرت کے لئے تیار بیٹھے ہیں مگر گزشتہ ایام کی گزر جانے والی خدمت اُسوقت تک فنا نہیں ہوسکتی جبتک امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب کا پایدار ذکر اور تذکرۃ الرشید کا یہ عنوان فنا نہو جائے اب رہا آخرت کا قصہ اگر شیخ وقت اور قطب زمانہ کے ساتھ یہ مخلصانہ برتاؤ مقبول ہوگیا ہے اور انشاء اللہ مقبول ہوا ہی ہوگا تو نجات ابدی اور آخرت کی جاوید لذتوں کے حاصل ہونیکا بڑا ذخیرہ ہے "ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم"

اوایل ۱۲۸۰ھ ہجری میں آپ حج کو تشریف لے گئے تھے اور محرم ۱۲۸۲ھ ہجری میں واپس وطن ہوئے مراجعت وطن کے چھ سال بعد آپکو دوسرا صاحبزادہ عطا کیا گیا یعنی ماہ رجب ۱۲۸۶ھ ہجری نبوی میں مولوی محمود احمد صاحب مرحوم پیدا ہوئے جنہوں نے عین عالم شباب میں ۱۶۔ جمادی الاولی ۱۳۱۰ھ ہجری کو انتقال فرماکر باپ کی زندگی میں دنیا سے مفارقت اختیار فرمائی۔

بیعت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبہٹوی مدظلہ

امام ربانی قدس سرہٗ کے سنہ وار حالات جلیہ کی تلاش سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کے دست مبارک پر علماء میں سب سے پہلے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ نے بیعت کی اسی طرح حضرت مولانا قدس سرہ کے دست مبارک پر علماء عصر میں سب سے اول حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دامت فیوضہم نے بیعت کی ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ اعلیحضرت حاجی صاحب کی بھاوج کا وہ سچا خواب جس میں رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رویا میں تشریف لاکر یوں فرمایا تھا کہ "اُٹھ حاجی امداد اللہ کے مہمان علماء ہیں اُنکی روٹی میں پکاؤنگا" اسطرح عالم ظہور میں آئی کہ بلاتوسط پہلے مہمان امام ربانی ہوئے اور روحانی نسل میں بتوسط پہلی مہمانی حضرت مولانا انبہٹوی کے نصیب میں آئی ہلم جرا۔

چونکہ سوانح امام ربانی میں بحیثیت کمال شیخ الشیوخ قطب صمدانی قدس سرہ مولانا انبہٹوی کا بیعت ہونا قابل اندراج معلوم ہوا اسلئے بجنسہ وہ تحریر درج کرتا ہوں جو میری سائلانہ درخواست پر خود حضرت مولانا نے ارسال فرمائی تھی وھوھذا۔ حامداً ومصلیاً بندہ ناچیز خلیل احمد عفی عنہ اپنے برادران طریقت کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ حضرت مخدوم العالم امام ربانی مولانا الحافظ الحاج مولوی رشید احمد قدس سرہ کے واقعہ رحلت کے بعد جب خدام کے قلوب نے فی الجملہ قرار پکڑا تو از کہ تامہ سب کی دلی یہ خواہش اور آرزو تھی کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حالات جمع کئے جائیں اور آپکے مکتوبات شریفہ جدا فراہم کرکے شائع ہوں اور آپکے مضامین عالیہ جو متعلق شرح مشکلات احادیث درس کے وقت بعض علماء نے فراہم کئے ہیں اُنکو جداگانہ طبع کراکر شایع کرایا جائے۔ حق تعالیٰ شانہ نے جسطرح آپکی ذات بابرکات کو اپنی وسیع رحمت کا میزاب اور بے پایاں فیض کا چشمہ بنایا تھا اسی طرح آپکی رحلت کے بعد بھی ہر ایک قریب وبعید آپکے دریا رفیض سے جرعہ نوش رہے مگر مثل مشہور ہے کہ ہاتھی کا بوجھ ہاتھی ہی اُٹھا سکتا ہے ہر ایک شخص اس بار کو اُٹھا نہیں سکتا تھا ایک عرصہ تک اسی میں ششش وپنج رہا بالآخر یہ قرار پایا کہ یہ عظیم خدمت مولانا الحاج مولوی عاشق الٰہی صاحب کے جو اس خدمت کے ہرطرح اہل ہیں تفویض کیجائے اور ہر شخص اپنی یادداشت کے موافق حالات لکھکر اُنکو دیدے اور وہ انہیں سے انتخاب کرکے ایک مجموعہ مرتب کریں چنانچہ انہوں نے بطیب خاطر قبول فرمایا اور اس ناکارہ کو بھی امر فرمایا کہ حضرت رحمۃ اللہ کے احوال کے متعلق معلومات کا ذخیرہ جسقدر تیرے پاس ہو

لکھکر بھیجدے میں اگرچہ اسوقت حضرت رحمہ اللہ کے خدام میں پُرانا خادم ہوں میرے علم میں اسوقت حضرت رحمہ اللہ کے خدام میں کوئی نہیں جسکی بیعت مجھسے مقدم ہو مگر چونکہ مجکو ہمیشہ بیعت کے بعد سے باہر رکھا گیا اور حضور میں حاضر رہنے کا کم اتفاق ہوا ہے اور نیز مزید برآں میرا حافظہ بھی قوی نہیں لہذا میں زیادہ واقعات کے متعلق نہیں لکھ سکتا ہاں امتثالاً للامر مختصراً عرض کرتا ہوں"

سلسلہ غلامی میں داخل ہونے سے پیشتر مجکو حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں کوئی خاص تعلق نہ تھا نہ کوئی قرابت قریبہ تھی۔ اگرچہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ اور یہ خادم شیوخ انصاری اولاد ابی ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تھے مگر جب سے خادم کے خاندان کا تعلق حضرت سید شاہ ابو المعالی انبہٹوی قدس سرہ کے ساتھ وابستہ ہوا اُسوقت سے ہم لوگ پیرزادہ کہلانے لگے اور بعض بنی الجد بوجہ ناواقفیت سیادت کے مدعی بن بیٹھے اور رسوم و بدعات جو پیرزادوں میں مروج ہوتی ہیں ہمارے خاندان میں بھی مروج ہوئیں۔ ایام عُرس میں ڈھولک و مزامیر پر وجد و حال تصوف کا کمال تھا۔ گو خاص میرے سلسلہ میں بھی پیرزادگی کا اثر تھا مگر بحمداللہ بوجوہ میرے سلسلہ میں اسکا اثر زیادہ مضمحل رہا اور علم و علماء کی قدر و وقعت رہی (۱) میرے دادا شاہ احمد علی صاحب کے والد ماجد حضرت شاہ قطب علی صاحب رحمہ اللہ معمولی پیرزادہ ہی نہ تھے بلکہ خاندان چشتیہ صابریہ میں ایک مقدس بزرگ صاحب مراتب بلند و احوال و خوارق ارجمند تھے شب و روز ذکر و فکر میں مشغول و مستغرق رہتے تھے (۲) میرے دادا صاحب کی والدہ جناب مجدد وقت سید احمد صاحب رحمہ اللہ بریلوی کے سلسلہ بیعت کیساتھ مشرف ہوئیں (۳) میرے والد ماجد شاہ مجید علی اور چچا مولانا مولوی انصاری علی والد مولوی عبداللہ صاحب ناظم دینیات مدرسۃ العلوم علیگڈھ کو جناب مولانا مولوی مملوک العلی صاحب صدیقی نانوتوی رحمہ اللہ کے ساتھ شرف مصاہرت حاصل ہوا (۴) میرے چچا مولانا مولوی انصار علی نے دہلی حضرت مولانا مولوی مملوک العلی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم حاصل کیا اور عالم ہوئے بلکہ اُسی عالی خاندان کی برکت ہے کہ ہمارے خاندان میں علم آیا اور میں نے اور میرے بنی الاعمام نے مدرسہ دیوبند و سہارنپور میں تحصیل علم کیا والحمدللہ علی ذلک۔

طالبعلمی کے زمانہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ایک معمولی واقفیت تھی اور ہم صرف یہ سمجھتے تھے کہ ایک مقدس عالم ہیں۔ ایک روز میرے چچا مولوی انصار علی نے جبکہ میں اُنکی خدمت میں پڑھتا تھا فرمایا اگر پڑھنے کے بعد مولویصاحب یعنی حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے تصوف حاصل کیجیو ایک دفعہ مجکو غالباً بارھواں چودھواں سال ہوگا رمضان میں گنگوہ گیا اور شب کو آپکا قرآن شریف سننے کیلئے خانقاہ میں حاضر ہوا

اور درخت نیم کے نیچے کھڑے ہوکر سنا اُسوقت آپ تراویح پڑھا رہے تھے آپ نہایت خوش الحان حافظ تھے آپ اسقدر خوش الحانی سے پڑھ رہے تھے کہ اسوقت تک اسکی حلاوت قلب میں ہے اور اسمیں سے لفظ اَشِحَّةً عَلَى الْخَيْرِ یاد ہے اور اب کہہ سکتا ہوں کہ آپ اُسوقت سورہ احزاب پڑھ رہے تھے۔

اثر صحبت

اثناء طالبعلمی میں میری شادی گنگوہ ہوئی اور اسوجہ سے مجھے گنگوہ قیام کا زیادہ اتفاق ہوا اور قیام گنگوہ کے زمانہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں اکثر حاضر رہتا تھا مجکو خوب یاد ہے کہ مجھے اُسوقت آفتاب کی طرح محسوس ہوتا تھا کہ اُس احاطہ مبارک میں ایک نورانیت اور قلب میں بشاشت اور طمانیت محسوس ہوتی تھی حالانکہ میں اُسوقت نہ مرید تھا اور نہ چنداں معتقد تھا۔ دوسرے اُسوقت جو لوگ حاضر باش آستانہ تھے حافظ عبد الرحمن صاحب و مولوی الطاف الرحمن صاحب وغیرہ اُنکے نفوس اخلاق رذیلہ سے مزکّٰی اور اوصاف حمیدہ کے ساتھ محلّٰی فیض صحبت کی برکت سے پایا تھا اُنکے اخلاق اور سادگی اور اتباع سنت کی محبت اور بدعت سے نفرت گویا بالکل نقل صحابہ تھی مگر بایں ہمہ یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ حضرت سے درخواست بیعت کروں۔

فیضان و برکات صحبت

جب میری تحصیل ختم ہوگئی اور مدرسہ منگلور ضلع سہارنپور میں مدرس بناکر بھیجا گیا تو اُن ایام میں ایک خاص کیفیت اور رغبت الی العبادۃ طاری ہوئی۔ اُس زمانہ میں جناب قاضی محمد اسمعیل صاحب کا حلقہ بڑے زور شور کے ساتھ ہوا کرتا تھا میرے بھی دل میں آیا کہ میں بھی بیٹھا کروں مگر ساتھ ہی یہ خیال ہوا کہ اپنے بزرگوں سے مشورہ و اجازت حاصل کرلوں چنانچہ مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا اُنہوں نے تحریر فرمایا "الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق" وصول الی اللہ تعالٰی کچھ اسی طریق میں منحصر نہیں ہے۔ جو تم کرتے ہو یہ بھی ایک طریق وصول الی اللہ ہے۔ ابھی تمہارے لئے حلقہ میں بیٹھنا مناسب نہیں ہے"۔

اسی اثناء میں غالباً سنہ ۱۲۸۸ یا سنہ ۱۲۸۹ ہجری میں خیال بیعت پیدا ہوا۔ اتفاقاً انہیں ایام میں حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ رڑکی تشریف لائے اور حسب استدعاء بندہ واپسی میں منگلور قیام فرمایا بندہ نے شب کو تنہائی میں عرض کیا کہ المستشار مؤتمن بطور مشورہ عرض ہے کہ مجکو خیال بیعت ہے اور ہمارے نواح میں چند بزرگ ہیں آپ اور مولانا رشید احمد صاحب اور مولانا شیخ محمد صاحب اور قاضی محمد اسمعیل صاحب۔ میں نہیں جانتا کہ میرے لئے کیا بہتر ہے؟

اگر آپ کے نزدیک میرے حق میں آپ کے خدام کے سلسلہ میں داخل ہونا بہتر ہو تو مجکو اپنی خدمت میں قبول فرمائیے ورنہ جو امر میرے لئے بہتر ہو مجکو فرمائیے۔ اسکے جواب میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے طویل تقریر فرمائی جسکا نتیجہ یہ تھا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے اسوقت کوئی بہتر نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ وہ تو بیعت کرنے سے نہایت کارہ ہیں آپ ہی اگر سفارش فرمادیں گے تو یہ امر طے ہوگا فرمایا اچھا جب میں گنگوہ آؤں اُسوقت چلے آنا چنانچہ میں متلاشی رہا چند روز کے بعد مجکو حضرت مولانا کے گنگوہ جانے کی خبر معلوم ہوئی۔ میں بھی فوراً پونہچا اور عرض کیا الکریم اذا وعد وفی تبسم فرماکر فرمایا بہتر ہے پھر صبح کو بعد فراغ حضرت سے باتیں کر کے مجکو بُلایا میں حجرہ میں حاضر ہوا۔ مولوی صاحب بیٹھے ہوئے تھے سلام کر کے بیٹھ گیا حضرت مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو ساکت رہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ذرا تبسم کے ساتھ فرمایا کہ "مجھسے تو یہ جُلاہے وغیرہ مُرید ہوجاتے ہیں اور تم تو خود پیرزادہ ہو اور پٹھان ہو جنیں ہو تم مجھسے کیوں بیعت ہوتے ہو" کچھ تو مجہپر حاضر ہوتے ہی رُعب وہیبت کے آثار تھے اس کلام نے اور بھی رہے سہے ہوش کھودیئے اور بجز اسکے کچھ عرض نہو سکا کہ حضرت میں تو ان سے بھی زیادہ بدتر و حقیر و ناکارہ ہوں فرمایا بس بس اچھا استخارہ کرلو میں مسجد میں آتا ہوں۔ میں نے اُسی وقت مسجد میں جاکر وضو کر کے دو رکعتیں پڑھکر دعاء استخارہ مسنونہ پڑھی کہ حضرت تشریف لائے پوچھا کیا رائے ہے؟ عرض کیا کہ وہی رائے ہے غلامی میں داخل فرمالیجئے اتفاقاً اُسی وقت مولوی محمد اسحٰق انبہٹوی ابن برادر حمید علی جو حضرت کی خدمت میں پڑھتے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی اُنپر نظر عنایت تھی وہ بھی بارادہ بیعت آ بیٹھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ہم دونوں کو توبہ کرائی اور سلسلہ غلامی میں داخل فرمایا والحمد للہ علی ذلک۔

صاحبزادی کا نکاح

مولوی محمود احمد مرحوم مغفور کی ولادت کے وقت صاحبزادی صاحبہ کی عمر تیرہ سال اور چند ماہ کی تھی ترجمہ قرآن مجید ختم ہوچکا تھا۔ خانہ داری کے امور میں ہوشیار ہو چکی تھیں خداداد سلیقہ شعاری اور سن تمیز سے حاصل ہونے والی تہذیب و درستی اخلاق نے کنبہ اور برادری میں ممتاز اور ہردل عزیز بنا رکھا تھا جوں جوں عمر بڑھتی جاتی تھی ووں ووں اتقا اور پرہیزگاری میں زیادتی اور حیاء وعفت میں ترقی

ہوتی جاتی تھی والدہ ماجدہ چونکہ غایت درجہ منتظمہ و مدبرہ تھیں اسلئے صاحبزادی کی اُس انتظامی قابلیت کا پوچھنا ہی کیا جسکے کام میں لانے اور مستقل طور پر دوسرا گھر چلانے کا وقت قریب آلگا تھا۔ غالباً یہی سال تھا کہ مولوی ابوالنصر صاحب حج سے واپس ہونے کے بعد مرض شقیقہ میں مبتلا ہو گئے صبح ہوتے ہی سر میں ایک جانب درد شروع ہو جاتا اور جوں جوں دن چڑھتا تھا درد بڑھتا رہتا تھا ہر چند علاج کئے مگر افاقہ نہوا آخر حکیم تفضل حسین صاحب کا معالجہ شروع ہوا جو یونانی طبیب ہونے کے علاوہ عامل بھی تھے حکیم صاحب نے دوا کا استعمال بھی کرایا اور عملیات سے بھی کام لیا مگر درد میں حبہ برابر کمی نہوئی بلکہ کسی درجہ میں زیادتی ہی ہوتی رہی بیچارے مولوی ابوالنصر علاج کرتے کرتے تھک گئے جو کچھ بن پڑا وہ کیا اور جس نے بھی کوئی دوا بتائی وہ استعمال کی مگر جب لاچار ہو گئے تو تھک کر بیٹھ رہے چند دور اندیش سمجھدار رشتہ داروں کا خیال اسطرف گیا کہ مولوی ابوالنصر مریض نہیں بلکہ مسحور ہیں کسی دشمن نے سحر کر دیا ہے پس دوا دارو فضول ہے عمل اور تعویذ ہونا چاہیئے۔

سحر کا خیال آیا تو ساحر کی تفتیش ہوئی اور خیال دوڑایا گیا کہ کس شخص کو اس ناشائستہ حرکت کی جراُت ہوئی آخر غلبۂ ظن اس جانب ہوا کہ اس امر شنیع کے مرتکب وہ دونوں رافضی ہیں جنہوں نے شقیقہ سے چند روز قبل ایک مقدمہ میں مولوی ابوالنصر صاحب کے ہاتھوں سخت زک اُٹھائی ہے۔ اکثر قرائن سے اس خیال کی تائید بھی ہوئی اِن دونوں میں ایک شخص کا نام صادق علی تھا اور دوسرے کا نام خدا جانے کیا تھا مگر بھولو کے عرف سے معروف اور مشہور تھا یہ دونوں شخص سید اور آل رسولؐ کہلاتے تھے مگر رفض کے سبب اپنے مذہبی اصول کے موافق عام سنّیوں سے عداوت رکھتے اور نقصان و اذیت پونہچانے کو اجر و ثواب کا کام سمجھتے تھے اور مولوی ابوالنصر صاحب سے تو عدالت میں ایسا نیچا دیکھا تھا جسکا خار مرتے دم تک نکلنا دشوار تھا اسلئے یہ خیال بالکل صحیح تھا کہ انہوں نے مولوی ابوالنصر صاحب پر سحر کرایا جسکا ثمرہ وہ شقیقہ پیدا ہوا جسکے علاج سے اطباء عاجز ہو گئے۔

ایک دن حضرت امام ربانی دولتکدہ میں تشریف فرما تھے صاحبزادی صاحبہ پاس کھڑی تھیں آپکی اہلیہ مرحومہ نے نہایت افسوسناک لہجہ سے کہا کہ "دیکھئے میرے بھائی (مولوی ابوالنصر) کی جان بھی رہیگی یا نہیں انپر تو دشمنوں نے سحر کرا دیا" اس کلمہ کے سننے سے یکایک حضرت نے اوپر گردن اُٹھائی اور خلاف عادت ایک تیز نظر سے دیکھکر یوں ارشاد فرمایا کہ "پھر کیا؟ اگر کروایا ہے تو وہ خود ہی نہیں رہیگا اور دوسرا اندھا ہو گیا"

"اندھا ہوگیا" ماضی کا صیغہ تھا جو گزشتہ زمانہ میں وقوع کی اطلاع دے رہا تھا حالانکہ صادق علی بالکل تندرست اور سالم الاعضار تھا البتہ بھولو کے ایک آنکھ نہ تھی تاہم کانے کو بھی اندھا نہیں کہا جاتا اِس لیئے صاحبزادی صاحبہ نے تعجب کے لہجہ میں عرض کیا کہ "اندھا ؟ ابا اُسکے ایک آنکھ تو ہے" حضرت قدس سرہ نے جواب دیا "اجی وہ بھی گئی سمجھو اور دوسرا بھی گیا"۔

حضرت کے یہ جوشیلے الفاظ جو پیارے جان نثار اور سفر کے مخلص خدمتگزار بھائی پر دشمن کی ایذا رسانی کے صدمہ سے نکلے تھے خدائی تیر تھے جو نشانہ سے چوکنا جانتے ہی نہ تھے چنانچہ جس روز کا یہ واقعہ ہے اُس سے اگلے دن صادق علی کو دفعۃً ہیضہ ہوا جس سے جانبری نہ ہوسکی اُسدن زندہ مگر مرض میں مبتلا رہا اسہال و استفراغ نے چین نہ لینے دیا آنکھیں گڑ گئیں چہرہ اور تمام بدن پر سمیت پھیل گئی اور اگلے دن منوں مٹی کے نیچے پہونچ گیا۔ صادق علی کا ہیضہ میں دفعۃً انتقال کہ چند گھنٹوں میں زمین زیر و زبر ہوگئی کہ آج بالائے زمین تھا اور کل زیر زمین ایسے موسم میں واقع ہوا کہ بستی بھر میں اس وبائی مرض کا کہیں نام یا نشان بھی نہ تھا ایک ماہ گزرنے نہ پایا تھا کہ صادق علی کا رفیق بھولو جو ایک آنکھ سے معذور تھا دوسری بھی کھو بیٹھا اور بٹ اندھا ہوگیا صاحبزادی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میری عمر میں حضرت قدس سرہ کی یہ پہلی کرامت تھی جس کو میں نے دیکھا اس سے قبل مجھے کوئی معاملہ ایسا دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا جسکو میں کرامت کہہ سکتی الغرض دونوں دشمنوں کا یہ حشر ہوا اور مولوی ابو النصر صاحب کے مرض میں کمی شروع ہوگئی یہانتک کہ چند روز میں بالکل تندرست ہوگئے اور بلا کسی دوا دارو یا عمل و تعویذ کے شقیقہ سے نجات پائی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ سفر حج سے واپس آنے اور مرض سے نجات پانیکے بعد اپنے قدیمی شغل تدریس میں مشغول ہوگئے تھے۔ اتباع سنت محمدیہ اور محبت شریعت نبویہ میں آپکو جو لذت حاصل ہوتی تھی اُسکی حلاوت دن بدن بڑھتی جاتی تھی آپکو طریقہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بالطبع وہ رغبت پیدا ہوگئی تھی کہ آپ پیش آنے والے جملہ معاملات اور خانگی امورات تک میں بطیب خاطر سادہ قانون کی اطاعت لازمی سمجھتے تھے۔ آپ چاہتے تھے کہ مُردہ سنتوں کے اِحیار کی زندہ مثالیں اپنی زندگی میں چھوڑ جاؤں اور موت و زیست کے غمی و شادی کے واقعات کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالکر دنیا کو دکھلا دوں کہ دنیا کی ضرورتیں متبع سنت بنکر کسطرح پوری ہوتی ہیں۔ اسی طبعی مقتضیٰ پر آپ کا دل خواہش کرتا تھا کہ صفیہ خاتون کا نکاح نہایت سادہ اور خاتون جنت فاطمۃ الزہرا کے نکاح کا نمونہ ہو۔

گنگوہ کے اُس حصہ میں جسکو شہر کہا جاتا ہے مولوی سراج الدین صاحب رہتے تھے جو نہر کے محاکمہ میں ملازم سرکاری ڈپٹی مجسٹریٹ نہایت صالح پرہیز گار اور متقی دیندار شخص تھے مولانا ممدوح حضرت قدس سرہ کے ہم جد اور اوپر کسی پشت پر ہم نسب ہوتے تھے مع اپنی اہلیہ کے حضرت سید صاحب سے بیعت تھے اتباع سنت کا قلب میں خاص اثر لئے ہوئے تھے چنانچہ مولانا کی یہ بات مشہور ہے کہ محکمہ نہر میں جہاں ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم کی بھی لہر آجاتی ہے برسوں رہے مگر کبھی ایک پائی رشوت نہ لی غرض مولوی سراج الدین صاحب نے بذریعہ رسل و رسائل اور زبانی پیغام کے اپنے صاحبزادے حافظ محمد ابراہیم کو رشتہ دامادی میں منسلک کرنے کی درخواست کی۔

حافظ محمد ابراہیم صاحب سلمہ حافظ قرآن ہونے کے علاوہ حضرت قدس سرہ سے صحاح پڑھ چکے اور اُس دورہ میں تلمذ کی عزت حاصل کر چکے تھے جس میں مولوی مومن علی گنگوہی اور حافظ عبدالرحمٰن صاحب (حکیم صاحب کے اُستاد اور حضرت کے خاص شاگرد و مجاز طریقت) وغیرہ شریک تھے اسلئے چال چلن اور دین و علم و فضل کے متعلق کوئی بات تحقیق طلب یا قابل استفسار نہ تھی مگر بتعمیل ارشاد "وشاورہم فی الامر" حضرت کو اپنے دینی سردار اور دنیاوی رشتہ داروں سے اجازت و مشورہ لینا تھا اسلئے آپ نے جواب میں فرمایا کہ "میں اپنے عزیزوں اور احباب سے مشورہ کر کے جواب دونگا ابھی ہاں یا نہ کچھ نہیں کہہ سکتا" چنانچہ کئی ماہ تک استفسارات ہوتے رہے جہاں جہاں اطلاع کی ضرورت تھی وہاں آپ نے اطلاع کی اور جس جس سے مشورہ لینا مناسب یا ضروری تھا اُن سے استشارہ فرمایا۔ جب چند ماہ گزر لئے اور مولوی سراج الدین صاحب کو جو گویا سرتاپا انتظار بنے ہوئے تھے کوئی جواب نہ ملا تو ضبط نہ کر سکے اور حضرت مولانا قدس سرہ کے خادم حاجی دین محمد کی معرفت کہلا کر بھیجا کہ حضرت میری درخواست پر کیا ارشاد ہے؟ حضرت نے فرمایا کہ سب جگہ سے جواب آچکا ہے صرف اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا مکہ معظمہ سے جواب نہیں آیا اُسکا انتظار ہے اور اُسی پر لا و نعم کا دار مدار ہے چنانچہ چند روز کے بعد مکہ معظمہ سے اعلیحضرت کا والا نامہ باظہار منظوری آگیا اور حضرت امام ربانی نے صاحبزادی کے نکاح کا قصد پختہ فرمایا۔

یہ تھا خطبہ مسنونہ اور منگنی کا وہ شرعی قانون جسکو آجکل مسلمانوں نے دوسری قوموں کی دیکھا دیکھی بہت ہی مہتم بالشان بنا رکھا اور طرح طرح کی خرافات و واہیات رسوم کو دخل دیکر مفت کا خلجان اپنے سر دھر لیا ہے مکہ معظمہ سے والا نامہ آنے پر حضرت قدس سرہ نے اطلاع کر دی کہ آئندہ جمعہ کو صفیہ کا نکاح

کر دونگا - آپکی اہلیہ مکرمہ یعنی لڑکی کی ماں نے چند ضروریات کی وجہ سے چاہا بھی کہ چند ماہ کے لیئے نکاح ملتوی ہو جاوے تو بہتر ہے مگر حضرت قدس سرہ چونکہ قدم قدم پر سنت کا اتباع ملحوظ رکھنا چاہتے اور ہر ہر امر میں طریقہ مرضیہ نبویہ کو اپنا مقتدا و پیشوا بنانا چاہتے تھے اسلیئے تاخیر مناسب نہ سمجھی بلکہ یوں ارشاد فرمایا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سولہ سال کی عمر میں ہوا ہے پس یہی مسنون ہے اور چونکہ صفیہ کی عمر اب سولہ سال کی ہو گئی ہے اس لیئے میں ابھی نکاح کرونگا -

یہ مبارک سال جس میں اس مبارک عقد کا انعقاد ہوا ۱۲۸۹ھ ہجری نبوی تھا اور مہینہ ربیع الاول جسکا تقدس مولد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ظاہر ہے جمعہ کا دن جو عید المومنین ہونے کے علاوہ ہفتہ کے دنوں میں منتخب اور خلاصہ ہے غرض بقیہ چند روز باتوں باتوں میں گزر گئے اور وہ جمعہ آگیا جس میں نماز جمعہ سے فارغ ہونے کے بعد نکاح کی تجویز ہوئی تھی -

صبح کو قریب کی رشتہ دار عورتوں کے یہاں اطلاع بھیجدی گئی کہ آج صفیہ کا نکاح ہے جسکو شریک ہونا ہو آجائے اور نماز جمعہ سے کچھ قبل حاجی دین محمد کی زبانی مولوی سراج الدین صاحب سے کہلا بھیجا گیا کہ حافظ ابراہیم جمعہ سرائے میں پڑھے - خاص مستورات اور کنبہ کی عورتیں آئیں اُنکو کھانا کھلایا گیا دولھا کیلیئے دو جوڑے طیار کیئے گئے تھے مگر اُسدن بھیجے نہیں گئے جمعہ کی نماز کے بعد اعلان کر دیا گیا کہ نکاح ہو گا سب صاحب ٹھیر جائیں سنتوں سے فارغ ہو کر حضرت نے خُطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب وقبول کے بعد چھوارے تقسیم کرا دیئے حضرت امام ربانی نے عقد نکاح میں مہر فاطمی کی سنت ادا فرمائی اور یہ الفاظ کہے کہ بعوض دین مہر چار سو مثقال جسکے ایک سو پچاس روپیہ سکہ ہندوستان ہوتے ہیں جو مہر حضرت فاطمہ کا تھا الخ -

نکاح سے فارغ ہونے کے بعد آپنے گھر میں کہلا بھیجا کہ لڑکی کو رخصت کر دو چنانچہ ڈولا دروازہ پر لا رکھا گیا اور نہایت سادگی کے ساتھ صفیہ خاتون نہکے سے سُسرال روانہ ہوئیں - ماں نے وہ امانت جسکو نو مہینہ پیٹ میں رکھا اور پورے سولہ برس بڑے لاڈ پیار کے ساتھ پالا تھا زندگی بھر کا ساتھ دینے کیلیئے حافظ محمد ابراہیم صاحب کے حوالہ کی اور اس سادگی کے ساتھ کہ نہ تاشا تھا نہ باجا جہیز کے کپڑوں کا صندوق ہمراہ تھا نہ زیور کی صندوقچی پلنگ تھا نہ پیڑھی - یہ وہ سماں تھا جسکو دیکھکر اجنبی عورتیں بھی رو پڑتی ہیں پھر ماں اور تائی کا پوچھنا ہی کیا چنانچہ صفیہ خاتون جسوقت ڈولے میں سوار کی گئیں ہیں تو کنبہ کی بیقراری اور ماں کی بے چینی و اضطرابی کسی سے دیکھی نہ گئی حضرت امام ربانی باوجود یکہ کوہ وقار تھے مگر اُس نونہال

ناز پروردہ لڑکی کی آہ وزاری اور اضطرابی دیکھکر ضبط نفرما سکے جو دولھن بنکر اجنبی گھر رخصت ہورہی اور سولہ سال کے بعد ماں باپ اور اُس گھر سے روانہ ہورہی تھی جس میں دلیہ ماں کی آغوش اور قطب وقت باپ کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی تھی۔ حضرت نے اسوقت تو ضبط سے کام لیکر بیٹی کو رخصت فرمادیا مگر اگلے ہی دن واپس بُلا بھیجا جب اگلے دن صاحبزادی اپنے میکے آئیں تو حضرت قدس سرہ نے فرمایا کہ "میرا قصد تو بیٹی کو پانچویں روز بلانے کا تھا مگر جب صفیہ کی تائی اُسکو سوار کرا رہی تھی تو یہ بہت بیقرار تھی اسکی بے قراری دیکھی نہ گئی اسلیئے اگلے روز بُلا لیا"

یکشنبہ کے دن جو کچھ مختصر سا جہیز اُسوقت کے مناسب حال ماں نے مہیا اور طیار کیا تھا معہ دولوں جوڑوں کے دولھا کے گھر اس طرح بھیجدیا گیا کہ کسی کو کانوں کان خبر بھی نہوئی کہ کیا جہیز دیگئی اور کتنا سامان سسرال پونہچایا گیا بس یہ مجموعی کیفیت ہے اُس شادی کی جس میں آج ہزار ہا رسوم اور بات بات پر اصرار وہٹ کے باعث طرح طرح کے جھگڑوں اور نزاع کے سامان اکھٹے کرلیئے گئے ہیں بارک اللہ فیہما وجمع بینہما بخیر

مولوی سراج الدین صاحب حضرت مولانا قدس سرہ سے عمر میں بہت بڑے تھے مگر سید صاحب کے دیکھنے والے اور مجدد عصر کے ہاتھ پر بیعت کرچکے تھے اسلیئے دینداری وولایت اور کمال اتباع شریعت کے قدرشناس تھے بایں وجہ حضرت قدس سرہ کا نہایت ادب کرتے تھے۔ ایسے پاک نفس شخص سے شادی میں رسومات کا ہونا تو کیونکر صحیح تھا اسکا تو وہم بھی نہیں ہوسکتا کہ حضرت کی صاحبزادی جس نے شریعت کے گہوارہ میں تربیت پائی تھی سسرال میں کسی قبیح رسم کو دیکھیں جبکہ مولوی سراج الدین صاحب کے ادب واحترام کا یہ حال تھا کہ نکاح کے دن چھوارے بھی چھپا کر لائے اور رلائے تو خانقاہ کے حجرہ میں رکھدئے کہ مبادا حضرت کو اطلاع ہو اور ناراض ہوں کہ کیوں لائے؟ آخر کار بعد نکاح جب حضرت ہی نے اجازت دی تو نکالکر تقسیم کئے غرض امام ربانی نے صاحبزادی کے نکاح سے بخیر وخوبی فراغت پائی اور اس حسن سبکدوشی کو عام اہل اسلام کیلئے اتباع شرع کا نمونہ بناکر سامنے رکھدیا۔

حافظ مولوی محمد ابراہیم صاحب نے اس زمانہ میں جبکہ انکے والد ماجد نسبت کا پیغام حضرت کو دیچکے تھے ایک خواب دیکھا تھا کہ "حضرت مولانا قدس سرہ تشریف فرما ہیں سامنے امرود کا درخت ہے جسمیں چند امرود لگے ہوئے ہیں ایک امرود توڑ کر حضرت نے انکو دیا" بیدار ہونیکے بعد خود ہی یہ خواب شاگردانہ تعلق پر اپنے اُستاذ حضرت امام ربانی سے عرض کرنے حاضر ہوئے۔ حضرت نے خواب سُنکر سکوت فرمالیا

کوئی تعبیر نہیں دی البتہ اتنا کہا "دیکھا جائیگا جو کچھ ہوگا" نکاح کے بعد حافظ صاحب سمجھے کہ خواب کی تعبیر یہ تھی کہ سرتاپا ثمر شجرہ دین شیخ وقت کا قرۃ الفواد اور جگر گوشہ صاحبزادی نکاح میں آئیں۔

صاحبزادی صاحبہ اپنے والد ماجد قدس سرہ سے بیعت بھی ہوئیں اور اکتساب بھی فرمایا آپکی دین کے متعلق جملہ قابلیتوں کے اظہار میں اتنا کہدینا کافی ہے کہ حضرت امام ربانی نے ایک موقع پر یوں فرمایا "اگر عورتوں کو بیعت لینے کی اجازت ہوتی تو میری صفیہ مرید کیا کرتی" اِس استعداد تام پر عجز وانکسار واخفاء وکتمان حال کا یہ عالم ہے کہ علوم باطنیہ کے تذکرہ پر خاموش ہوجائیں اور یوں فرمایا کرتی ہیں کہ مجھے تو کچھ بھی معلوم نہیں۔ اسی سوانح میں اندراج کے لئے جب اس غلام آستانہ نے بیعت وتعلیم نسوانی کے متعلق کچھ امور دریافت کئے تو صرف اپنی بیعت کا حال بیان فرمادیا کہ "مجھے بیعت کی تمنا مدت سے تھی مگر عرض کرنے کی جرات نہوئی آخر ایک دن میں نے عرض کیا کہ مجھے بھی بیعت فرمالیں اور اس درخواست پر حضرت نے یہ جواب دیا کہ "بیٹی تجھے اسقدر التجا کی ضرورت نہیں تو تو میری ہی ہے اور اگر توبہ کا ارادہ ہے تو خیر" چنانچہ عصر کے بعد دولتکدہ میں تشریف لائے اور مجھے بُلا کر حکماً اپنے پاس بٹھالیا میرے دونوں ہاتھ اپنے دست مبارک میں تھا کر آیت مقدسہ واذاجاءک المومنات یبایعنک، الخ تلاوت فرمائی اسکے بعد جو کلمات بیعت کے وقت ارشاد فرنے کا معمول تھا وہ الفاظ فرمائے اور بیعت کرلیا۔ اسکے بعد لطائف تعلیم فرمائے اور احادیث کی چند دعائیں ورد کے لئے بیان فرمائیں"۔ صاحبزادی صاحبہ نے سوائے اتنے حصہ کے اور واردات وحالات یا اپنی کیفیت کے متعلق کوئی لفظ بیان نہیں فرمایا باوجودیکہ بار بار باصرار استفسار پر سکوت وانکار کے جواب میں حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدت فیوضہ نے ایک جوش کے ساتھ فرمابھی دیا کہ "تم آپ نہیں فرماتیں تو لیجئے میں کہے دیتا ہوں لطائف ستہ جاری ہیں" مگر اسپر بھی کوہ وقار وحلم شیخ کی بُردبار ومتحملہ بیٹی نے سوائے اسکے کچھ جواب نہ دیا کہ مجھے خبر نہیں۔

حق تعالیٰ عمر ومال اور دین وکمال ولایت میں برکت وترقی عطا فرمائے عورتوں میں یہ ایک قابل قدر دین کا جوہر ہے جسکو نسوانی تعلیم وتربیت کے متعلق شیخ وقت قطب العالم مولانا قدس سرہ نے اپنے بعد دنیا میں نمونہ بناکر چھوڑا ہے متعنا اللہ بطول بقائہا۔ دو سال دو ماہ کے بعد یعنی ماہ جمادی اول ۱۲۹۱ھ میں حقتعالیٰ نے امام ربانی قدس سرہ کو نواسا عطا فرمایا جسکا نام محمد اسحاق رکھا گیا مگر افسوس کہ نونہال نے حافظ قرآن اور غایت درجہ صالح وسعید ہوکر عین زمانہ شباب میں بعمر اٹھارہ سال یعنی چوتھی ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو شب میں انتقال فرمایا جدین کو تیسرا اور والدین کو پہلا صدمہ مفارقت اولاد اٹھانا پڑا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نکاح صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب و ام فضلہ

صاحبزادی کے نکاح کو چوتھا سال اور حافظ محمد اسحق مرحوم کو پیدا ہوئے دوسرا برس تھا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے صاحبزادہ حکیم مولوی حافظ مسعود احمد صاحب مدظلہ کے نکاح سے فراغت چاہی شروع ۱۲۹۲ہجری میں جبکہ صاحبزادہ صاحب کو سترھواں سال لگ لیا تھا اس سنت نبوی کا انصرام ہوا۔

حضرت قدس سرہ کے جد امجد یعنی قاضی پیر بخش صاحب مرحوم کے چار صاحبزادے تھے جن میں سب سے بڑے حضرت کے والد ماجد جناب مولوی ہدایت احمد صاحب مرحوم تھے اور انکے تین صاحبزادے میاں حسین علی۔ صابر حسن اور علی حسن صاحب حضرتؒ کے چچا تھے۔

بڑے چچا میاں حسین علی صاحب کے تین صاحبزادے تھے منشی عبداللہ۔ عبدالقیوم۔ عبدالسمیع اور دو صاحبزادیاں تھیں ایک صاحبزادی جو سب سے بڑی تھیں محمد حسن صاحب کو بیاہی تھیں اور دوسری صاحبزادی جو سب سے چھوٹی تھیں حضرتؒ کے بڑے بھائی مولوی عنایت احمد صاحب مرحوم کے نکاح میں آئی تھیں حضرت کے تینوں چچازاد بھائیوں میں سب سے بڑے بھائی منشی عبداللہ صاحب پنجاب میں ملازم تھے انکی صاحبزادی مسماۃ محمود النساء سے صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب کے عقد کی تجویز ہوئی اول بذریعہ مستورات حضرت کے چچا اور لڑکی کے دادا میاں حسین علی صاحب کے کان میں ڈالا گیا کہ آپ اپنے مرحوم بھائی کے سعادتمند پوتے کو اپنے فرماں بردار صاحبزادہ کی دامادی میں قبول فرمایئے مگر چونکہ منشی عبداللہ صاحب کا جو اپنی جائے ملازمت پر تھے انتظار تھا اسلئے اقرار وانکار کا کوئی جواب نہیں ملا صرف اتنا کہدیا گیا کہ عبداللہ پنجاب سے آئیں تو جواب دیا جائے۔

جب منشی عبداللہ صاحب بحصول رخصت وطن آئے تو صاحبزادی صاحبہ اور انکی والدہ ماجدہ یعنی حضرت امام ربانی کی اہلیہ مکرمہ پیام رشتہ لیکر صبح کے وقت گئیں اور منشی عبداللہ صاحب کی اس نئے قائم ہونے والے تعلق کی تقریب میں پہلی مہمان بنیں۔ عصر کے بعد حضرت مولانا قدس سرہ اپنے چچا میاں حسین علی صاحب کے ہمراہ بنفس نفیس منشی عبداللہ کے مکان پر تشریف لائے اور خطبہ کی گفتگو کا افتتاح ہوا۔

باتوں کا سلسلہ کچھ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہا کیونکہ میاں حسین علی صاحب نے یہ فرما کر طے کر دیا کہ "میاں عبداللہ سنو میں تمہارا بھی باپ ہوں اور رشید احمد کا بھی (العم صنو ابیہ) لڑکا اور لڑکی دونوں

میرے ہی ہیں انکی طرف سے مانگتا ہوں اور تمہاری طرف سے دیتا ہوں بس میں نے رشتہ کر دیا" والد ماجد کے اس فیصلہ پر منشی عبداللہ صاحب خاموش ہو گئے اور بطیب خاطر رضا کا اظہار فرمایا مگر چونکہ مروجہ رسومات دنیاوی کے بہت زیادہ پابند تھے اسلئے اتنا کہا کہ مجھے کوئی عذر نہیں ہے صرف یہ خیال ہے کہ "مجھے جو کچھ مقدور ہوگا وہ ان کے گھر بھیجوں گا یہ اُسکو واپس نہ کریں" حضرتؒ نے جواب دیا کہ "اسمیں کیا انکار ہے جو کچھ دوگے سب لے لونگا میرے یہاں تو خرچ بہتیرا ہے" منشی عبداللہ صاحب کو امام ربانی کے خیالات اور قطع رسومات کا حال اچھی طرح معلوم تھا اسلئے کہنے لگے کہ تمہارے یہاں برادری کا تو قصہ ہی نہیں پھر وہ خرچ کہاں ہوگا؟ آپنے فرمایا کہ برادری سے کیا لینا غریب محتاج طالب علم میرے مہمان دینے کی جگہہ بہتیری ہیں پھر بھلا مجھے لوٹانے کی کیا ضرورت ہے غرض رشتہ طے ہو گیا حضرت قدس سرہ مکان واپس تشریف لائے تھوڑی دیر کے بعد مستورات بھی ہنسی خوشی کامیاب اپنے گھر لوٹ آئیں۔ بس یہ وہ خطبہ تھا جسکو منگنی کہا جاتا ہے اس قصہ کے چند سال بعد یعنی ۲ صفر المظفر ۱۲۹۲ھ ہجری کو نکاح ہوا۔

نکاح کی تاریخ معین سے چند روز قبل حضرت امام ربانی قدس سرہ نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور جناب حکیم ضیاء الدین صاحب کو اطلاع دی چونکہ حضرت مولانا کے نزدیک یہی چند حضرات کنبہ تھے اور یہی مقدس رفقاء برادری اسلئے غمی ہو یا خوشی نکاح ہو یا ختنہ اگر مدعو ہوتے تھے تو یہی چند حضرات مدعو ہوتے تھے اور انبساط ہوتا تھا تو انہیں اصحاب سے ہوتا تھا باقی دنیاوی برادری کے برادرانہ تعلقات کا سوائے اُن مواقع کے جہاں صلہ رحمی وحسن سلوک اور قرابت داری کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت کا شرعاً حکم ہے دوسری جگہہ مطلق خیال نہ ہوتا تھا۔ آپ ان مضامین کے پابند نہ تھے کہ رشتہ کا پیام جائے تو برادری کی ایک جماعت کے ہاتھوں جائے یا دولہن رخصت ہو تو ساری برادری کے جمع ہوئے بغیر رخصت نہو وغیرہ وغیرہ پس آپ نے صاحبزادہ کے نکاح میں جسکا ادا کرنا سنت نبوی ہونے کی بنا پر آپ کے لئے ذریعہ مسرت تھا صرف دینی رفقاء کو مدعو کیا اور دین کے سرور میں آخرت کے ساتھیوں کو شریک کرنا چاہا مگر اسکے ساتھ ہی چونکہ زیادہ پھیلاؤ اور اہتمام مقصود نہ تھا اسلئے ان دو حضرات کی دعوت پر اکتفا فرمایا تاہم آپکے متوسلین و متعلقین اس اطلاع سے بے خبر نہ رہے اسلئے جسکو بھی امام ربانی کے ساتھ قلبی تعلق تھا اُس نے بغیر بلائے شرکت کا عزم کیا اور جسکو کوئی اشد ضرورت مانع نہ ہوئی وہ وقت پر حاضر خدمت ہو گیا۔

اس تقریب بلا تمہید و اطلاع بیرونی مہمانوں کا ایک مجمع عظیم ہو گیا جنکے لئے متوکلانہ دسترخوان کئی دن تک

بچھایا گیا اور جب تک یہ لوگ ٹھیرے اُس غلہ کی برکتوں سے منتفع ہوتے رہے جو نہ اس نیت سے فراہم ہوا تھا نہ اتنی جماعت کو بظاہر حال کفایت کرسکتا تھا الغرض سب سے پہلے امام ربانی نے اس رسم کو توڑا کہ خوشبو جوڑا اور زیور دولہا کے یہاں سے دولہن کے یہاں نائن لیکر جائے اور خوان کو اُسوقت تک سر سے نہ اتارے جب تک کہ اپنا حق یعنی مُنہ مانگی اُجرت یا رسمی و عرفی نیگ جبرًا وصول نہ کرلے۔ آپنے دولہن کا جوڑا اور جو کچھ مقدور تھا زیور اپنی صاحبزادی کے ہاتھ روانہ فرمادیا وہ ڈولی میں بیٹھکر گئیں اور خاوند کے گھر کا پہلا ہدیہ دولہن کے گھر پونہچا آئیں شام کو نکاح ہوا نہ قاضی بلایا گیا نہ رجسٹر کھولے گئے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خطبہ نکاح پڑھا اور ایجاب و قبول کے بعد برکت کی دعا مانگ لی۔ اگلے دن رخصت ہوئی مولوی ابو النصر صاحب اور حاجی عبد المجید دولہن کے ڈولے کے ہمراہ تھے منشی عبد اللہ صاحب کے مکان سے دولہن کو سوار کرایا اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کے دولتکدہ میں لا اُتارا۔

دولہا والوں کی جانب سے جو رسوم شائع اور مروج ہیں اُن میں سے ایک رسم بھی ادا نہوئی یہانتک کہ دولہن کے رخصت کے وقت حضرت امام ربانی ڈولی کے ہمراہ بھی نہوئے۔ منشی عبد اللہ صاحب چونکہ رسوم کے زیادہ پابند تھے اسلئے اُنہوں نے اپنے متعلق رسوم میں جو چاہا کیا یہانتک کہ بہو کی ڈولی کے ہمراہ خسر کا نہونا بھی شکوہ و شکایت میں لایا گیا شکایت کی بنا چونکہ محض رسم پر تھی اسلئے حضرت نے معذرت کا تو کیا ذکر پروا بھی نہیں کی۔

شادی کے موقع پر رسمًا دستور ہے کہ دولہن کے کمینوں کا خرچ دولہا والے دیتے ہیں اور دولہا کے کمینوں کا حق دولہن والوں سے ادا کرایا جاتا ہے اِس مبارک شادی میں اسکو بھی توڑ دیا گیا جب منشی عبد اللہ صاحب کو اُن کے کمینوں کا خرچ اِدہر سے نہ دیا گیا تو اُنہوں نے بھی اس جانب کے جبری حقوق والوں کی خدمت نہ کی اپنے اپنے کمینوں کو جو کچھ مناسب سمجھا اپنے آپ دیدیا اور اصل حق الخدمت کی برضا و سہولت جانبین سے ادائگی ہوگئی۔

دولہن کی رخصت سے قبل جہیز کے صندوق کپڑا برتن پلنگ پیڑھی سارا سامان مکان سے باہر نکالکر برگد کے درخت کے نیچے رکھا گیا اور رسمی قانون کے موافق منشی عبد اللہ صاحب نے صندوق کھولکر ایک ایک کپڑا نکالکر مجمع کو دکھایا برتنوں کا معائنہ کرایا ایک ایک چیز گنوائی اور چھوٹی بڑی سب اشیاء کی نمایش کرائی جسوقت اِس رسم کا تتمہ ہوا اُسوقت حضرت امام ربانی وہاں سے اُٹھکر کھانا کھانے کی غرض سے

دولتکدہ میں تشریف لے آئے اور فرمایا کہ "جوڑے کھول کھولکر دکھائے جارہے ہیں کیا فضول حرکت ہے"۔
رخصت کے دن بھی حضرت کے مہمانوں نے بدستور امام ربانی کے دسترخوان پر کھانا کھایا حضرت نے ہمیشہ یوں فرمایا کہ جب دولہن شوہر کے گھر آجائے تو اسکے بعد وہ سب کھانا جو دوست احباب یا عزیز واقارب کو کھلایا جاتا ہے ولیمہ میں محسوب ہے۔ الغرض شادی سے فراغت ہوئی اور مہمان یکے بعد دیگرے اپنے اپنے گھر کو رخصت ہوئے
حکیم صاحب کے نکاح سے فراغت کے بعد حضرت مولانا نے احد الوالدین کی طرف سے حج بدل کا عزم فرمایا اور مغفورہ ماں و مرحوم باپ کے احسانات تربیت و حقوق پرورش کی فی الجملہ مکافات بایں طریق ضروری سمجھی کہ اس مالی و بدنی دشوار عبادت کا انکی روحوں کو ایصال ثواب کیا جائے چنانچہ پہلا حج بدل جو حضرت کا دوسرا سفر حج ہے اس نکاح سے دو سال بعد ۱۲۹۴ھ ہجری میں واقع ہوا اور تیسرا حج جو حج بدل میں دوسرا ہے ۱۲۹۹ھ ہجری میں پورا ہوا۔ یہ معلوم نہیں کہ ماں کی طرف سے پہلا حج تھا اور دوسرا حج باپ کی طرف سے یا برعکس بہرحال وہ مجمع علماء جسکے متعلق یہ مسلم ہے کہ ایسا مقدس مجمع سرزمین ہند سے حجاز کی جانب بحیثیت مجموعی غالباً دوسرا روانہ نہیں ہوا یہی پہلا حج بدل ہے جسکو حجاز کا دوسرا سفر کہنا چاہیئے اسلیئے مناسب ہے کہ بقدر ضرورت اُسکا تذکرہ بھی ہدیۂ ناظرین ہو جاوے۔

دوسرا حج حج بدل اور مجمع علماء

۱۲۹۴ھ ہجری نبوی وہ سال تھا جس میں ٹرکی اور روسی دو زبردست سلطنتوں میں باہم جنگ ہو رہی تھی اور بالطبع ہر مسلمان اسلامی سلطنت روم کی فتحیابی کا دل سے خواہشمند اور زبان سے دعاگو تھا۔ اس سال حضرت امام ربانی نے حج کا قصد فرمایا اور آپ کے اس مبارک سفر حجاز کی جسوقت دیگر حضرات کو اطلاع ہوئی تو سرزمین ہندوستان کے منتخب و چیدہ علماء سب ہی معیت کے لئے طیار ہو گئے۔
عام اہل اسلام نے جب دیکھا کہ دفعتہً خلاصہ ہندوستان بجانب حجاز جا رہا ہے اور اس وسیع ملک کی سرتاپا چمکدار نورانی مشعلیں عرب کی طرف روانہ ہو رہی ہیں تو ایک ہل چل مچ گئی اور جس سے بھی ہو سکا وہ معیت وہمرکابی کے لئے طیار ہو گیا اسلیئے کہ بطور خود لوگوں کے ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ حضرات دینی سعادت کے لئے بحیلہ سفر حجاز حقیقت میں ملک روم کا سفر کر رہے ہیں۔ ٹرکی سلطنت کی طرف سے والنٹیر جماعت میں شامل ہو کر مجاہد فی سبیل اللہ بنیں گے اور جس کے نصیب میں مقدر ہے

جام شہادت پی کر حیات ابدی حاصل کریگا۔

لوگوں کا یہ خیال بالکل غلط تھا اسلئے کہ اول تو جانے والے حضرات میں کسی کی یہ نیت نہ تھی دوسرے امت محمدیہ کے لئے شارع علیہ السلام کی طرف سے جو جہاد اکبر تعلیم ہوا ہے یہ حضرات اُسکے سپہ سالار اور امیر لشکر بنے ہوئے تھے اور سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان کا ظلمتکدہ انہیں دو چار شعلوں سے منور ہو رہا تھا اسلئے انکو نبوی نیابت میں یہاں کی تاریکی کفر و عصیان میں ڈوبی ہوئی مخلوق کو ہدایت کرنا فرض تھا یہی انکے لئے جہاد تھا اور اسی میں انکے مراتب کی ترقی اور مدارج کی بڑھوتری تھی پس نفس سفر حجاز بھی بادائے فرض عین یا حج بدل بدشواری ہو سکتا تھا لڑائی کے میدان میں جا کر تلوار کا اٹھانا تو کجا۔

سب کچھ تھا مگر عام خیالات کی غلطی کے رفع ہونے کی کوئی سبیل نہ تھی حق تعالیٰ کی مشیت یوں ہی تھی کہ نیکو کار مخلوق کا جم غفیر ایک مرتبہ شریک سفر امام ربانی ہوا اسلئے ضلع سہارنپور و مظفر نگر کے اکثر حضرات اور دیگر اضلاع کے متعدد نفوس جن ریلوے اسٹیشن سے ساتھ ہونا آسان ہوا سوار ہوئے اور آگے پیچھے بھی روانگی بہ نیت معیت دہم کابی کا تار بندھا رہا۔

مشاہیر علماء میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ہمراہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب حکیم ضیاء الدین صاحب مولانا محمد مظہر صاحب معہ اہلیہ مولانا محمد یعقوب صاحب مولانا رفیع الدین صاحب مولانا محمود حسن صاحب مولانا حکیم محمد حسن صاحب مولوی حکیم محمد اسمٰعیل صاحب مولوی سخاوت علی صاحب انبہٹوی اور حضرت کے خاص خادم مولوی پیر محمد صاحب سہارنپوری اور مولانا محمد قاسم صاحب کے خاص شاگرد مولوی حافظ عبد العدل صاحب و مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی مولوی احمد حسن صاحب کانپوری معہ اہلیہ اور حضرت کے بھانجے مولوی الطاف الرحمٰن صاحب وغیرہم تھے۔ حاجی عبد المجید صاحب گنگوہی اور حاجی ظہور احمد صاحب انبہٹوی بھی اس قافلہ میں شامل تھے سارا قافلہ کچھ اوپر سو حضرات کا تھا جن میں مولانا محمود حسن صاحب و حکیم محمد حسن صاحب اور حضرت مولانا رفیع الدین صاحب ۷۔ شوال کو وطن سے روانہ ہو کر ممبئی پہنچ گئے اور حضرت امام ربانی اپنے مجمع کو ساتھ لیکر بارہویں شوال کو سہارنپور کے اسٹیشن پر ریل میں سوار ہوئے۔

اُس سال جس میں اس مقدس مجمع کا یہ مبارک و مشہور سفر حجاز واقع ہوا خشکی کا دخانی جہاز (ریل) ممبئی تک سلسل جاری ہو گیا تھا اور ممبئی سے جدہ تک کے لئے بحری و دخانی آگبوٹ (اسٹیمر) ایجاد ہو کر

چل نکلے تھے سہارنپور سے چل کر غازی آباد ریل بدلی جاتی تھی اور پھر الہ آباد سے کلکتہ لائن چھوڑ کر جبلپور کو دوسری گاڑی میں بیٹھنا پڑتا تھا۔ جبلپور سے بمبئی تک ریل کا سلسلہ قائم تھا مگر دو گاڑیاں روانہ ہوتی تھیں ایک سواری گاڑی کہلاتی تھی جو دن بھر چلتی اور جس اسٹیشن پر رات ہو جاتی وہیں شب گزارتی تھی اور دوسری ڈاک گاڑی تھی جو رات دن چلتی اور سواری گاڑی سے رفتار میں بھی تیز جاتی تھی۔ ڈاک گاڑی کا کرایہ زیادہ تھا اور سواری گاڑی کا محصول کم مگر بجز اسکے کہ مسافر کو منزل مقصود پر پہنچنے میں وقت کم صرف کرنا پڑتا تھا ڈاک گاڑی میں اور کوئی آسائش بڑھی ہوئی نہ تھی تاہم وقت کے قدر دان شخص کے لئے یہ منفعت تھوڑی نہیں بلکہ سچ پوچھئے تو سب منافع سے بڑھی چڑھی اور زیادہ کار آمد ہے

مولانا محمد منظر صاحب کے سالے منشی محمد نذیر صاحب اٹاوہ میں تحصیلدار تھے اور انکی ہمشیرہ یعنی مولوی محمد منظر صاحب کی اہلیہ بھی اس سفر میں حج کو جا رہی تھیں اپنے بہنوئی سے انکا اصرار تھا کہ سارا قافلہ میرے غریب خانہ پر ایک شب قیام کرے اور ماحضر قبول فرمائیے اسلئے حضرت امام ربانی کے پاس اکثر رفقاء سفر کی معیت میں اٹاوہ تک کا ٹکٹ تھا قافلہ کے بعض حجاج کسی مصلحت یا اس قیام کی بیخبری و عدم اطلاع کے باعث آگے تک کا ٹکٹ لے چکے تھے۔ اٹاوہ کے مشہور مخیر رئیس اور علم و فقر دوست امیر کبیر منشی ممتاز علی خانصاحب کہ وہ اسوقت کسی ضرورت سے باہر گئے ہوئے تھے یکایک انکو اطلاع ملی کہ فلک ہدایت کے نیرین اور نجوم بغرض سفر حجاز براہ اٹاوہ بمبئی کو جا رہے ہیں اسلئے اس دولت عظمی کے حصول سے محرومیت کو برداشت نہ کر سکے اور فوراً اٹاوہ پہنچے چنانچہ جسوقت اس بھرپور مجمع کو لیکر ریل گاڑی اٹاوہ کے اسٹیشن پر پہنچی ہے تو استقبال کے لئے منشی محمد نذیر صاحب تحصیلدار اور نواب ممتاز علی خاں صاحب معہ اپنے کئی سو ہمراہیوں کے پلیٹ فارم پر موجود تھے۔

اُس مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے جو اس نعمت غیر مترقبہ کے حصول پر ان دونوں حضرات کو حاصل ہوئی کہ گھر بیٹھے ہندوستان کے دین و ایمان کی جان انکی مہمان بنی۔ جن حضرات کے پاس اٹاوہ تک کے ٹکٹ تھے وہ اُتر لئے اور باقی قافلہ جو آگے کا ٹکٹ لیچکے تھے محصول کی اضاعت کے اندیشہ سے بجبر اس عارضی مفارقت پر راضی ہوئے نواب ممتاز علی خاں صاحب نے قافلہ کی تفریق کا جب یہ سبب معلوم کیا تو اصرار و الحاح کے ساتھ سب کو اتار لیا اور کہا کہ میں اسٹیشن ماسٹر سے سب کہہ سن لونگا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ ہم خدام کی مہمانی قبول نہ فرماویں اور اٹاوہ میں ایک دو یوم قیام کئے بغیر بمبئی روانہ ہو جائیں

چنانچہ سارا قافلہ جیسا کہ ساتھ آرہا تھا ساتھ ہی اُترا اب خدا جانے کہ وہی ٹکٹ کسی سفارش کی بدولت کام آئے یا دوسرے ٹکٹوں کا تبادلہ ہوا جسکی کفالت ممتاز علی خاں صاحب کے ذمہ تھی بہر حال سارے قافلہ کی تحصیلدار صاحب اور نواب صاحب دونوں جان نثار خادموں نے دعوت کی اور شرف ملازمت و نعمتہائے خدمت سے بہرہ اندوز اور مالامال ہوئے آخر حضرات کے ارشاد کے موافق جسوقت کا حکم ہوا اُسپر ریل میں سوار کرانے اسٹیشن پر حاضر ہوئے اور سارے قافلہ کو گاڑی میں بٹھا کر جسوقت ریل نظر سے غائب ہولی رخصت ہو کر گھر واپس ہوئے۔

اس مقدس مجمع کے سفر عرب سے ہندوستان کا شاید کوئی شہر نا واقف نہ رہا ہو اسلئے جس اسٹیشن پر گاڑی پونہچکر ٹھیرتی زیارت کے شوق میں بھرا ہوا اہل اسلام کا مجمع استقبال کرتا نظر آتا اور جسکے نصیب میں یہ بیعت مبارکہ مقدر ہو چکی تھی وہ اجازت لے کر ساتھ ہوتا جاتا تھا مولوی احمد حسن صاحب کانپوری معہ اپنی اہلیہ کے اس مجمع کے ساتھ تھے آخر زمانہ میں اگرچہ مولانا کا کچھ رنگ بدلگیا تھا مگر اُسوقت تو اسدرجہ معتقد تھے کہ حضرت امام ربانی کے اکثر اوقات گھنٹوں پاؤں دباتے اور کسی شے کی حضرت کو ضرورت ہوتی تو لپکتے اور پیشقدمی کیا کرتے تھے۔

اٹاوہ سے روانہ ہو کر سارا قافلہ الہ آباد پونہچا اور الہ آباد سے جبلپور، جبلپور پونہچکر کچھ رائے کا اختلاف ہوا کہ مسافر گاڑی میں بیٹھنا چاہئے یا ڈاک میں مگر چونکہ اکثر کی رائے یہی تھی کہ مال سے زیادہ وقت عزیز ہے اسلئے ڈاک کی ایک گاڑی رزرو کرالی گئی اور محصول سارے قافلہ پر منقسم کر دیا گیا اسطرح پر بمبئی تک کرایہ فی کس پچیس ؎۲۵ روپیہ پڑا۔ گاڑی کے درجوں میں کنارے کا ایک درجہ مستورات کے لئے خاص کر دیا گیا تھا اور اُسکے برابر والا درجہ اُن مردانہ سواریوں کے لئے مخصوص تھا جنکی معیت میں زنانہ سواریاں تھیں تاکہ اپنے متعلقین اور پردہ نشین عورتوں کو دقت یا تکلیف نہونے پائے باقی درجوں میں بلا امتیاز جس کا جہاں جی چاہا بیٹھ گیا۔

اللہ کے مقبول بندوں میں ہر ایک کا رنگ جدا ہوتا ہے اس لئے اِن مقدس نفوس میں بھی یہ تفاوت موجود تھا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب پر فقر و درویشی اور حسن خلق کا غلبہ تھا جسکی وجہ سے آپ ہر وقت مجمع کا مرکز بنے رہتے اور آپکو مخلوق گھیرے رہتی تھی مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ پر وہی انداز غالب تھا جو نیابت نبوت کے آثار جلیہ میں عالمانہ طرز ہوا کرتا ہے۔ آپ بھاری بھرکم نہایت سادہ مزاج منتظم مدبر

اور کم گو تھے سوائے کسی مسئلہ کا جواب دینے یا معمولی گفتگو میں عامی بات چیت کرنے کے اور کوئی بات نہ فرماتے تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہما میں کشوف کونیہ کے اکثر ذکر تذکرے ہوتے مکاشفات بیان کئے جاتے خوابیں ظاہر کیجاتیں غلبہ ظن پر رائے زنی ہوتی اور درویشانہ صوفیانہ چھیڑ چھاڑ برابر قائم رہتی تھی مگر حضرت امام ربانی اس قسم کی گفتگو کے وقت بالکل خاموش ہو بیٹھتے اور ایسے بنجاتے تھے گویا کچھ سُنا ہی نہیں غرض یہ مسلم ہے کہ سوائے ان سر برآوردہ پیشوایانِ اسلام اور اہل بصیرت حضرات کے جنکو عام مخلوق بھی ولی کامل اور شیخ وقت صوفی سمجھتی تھی امام ربانی کو مجمع کا کوئی شخص بھی درویش یا فقیری سے مناسبت رکھنے والا نہ سمجھتا تھا عام طور پر آپ محض مولوی سمجھے جاتے تھے مگر زبردست اور جزئیات پر حاوی مولوی گنے جاتے تھے ہاں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اور مولانا محمد یعقوب صاحب یوں فرمایا کرتے تھے کہ میاں حضرت مولانا رشید احمد کی عالی ظرفی کا کیا ٹھکانا ہے سب کچھ پئے بیٹھے ہیں مگر کیا ممکن کہ ذرہ برابر ظاہر ہو جائے یہ ہمارے ہی ظروف ہیں کہ ایک بات بھی ضبط نہیں کر سکتے جو کچھ آتا ہے وہ اُبلتا اور چھلک جاتا ہے۔

اِس میں شک نہیں کہ یہ ان حضرات کا بھی انکسار اور کمال قوت قدسیہ تھا ورنہ بات یہ ہے کہ "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر ست" حق تعالیٰ نے جسکو جس کام کے لئے بنایا ہے اُس میں وہی استعداد و قابلیت رکھی ہے جو کار مفوضہ کی تکمیل کے لئے معین بنی ہو خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اپنے رنگ میں رنگا ہوا مقدس مجمع بخیر و عافیت بمبئی پونہچا اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے میاں رحمت اللہ انبھٹوی کے پاس حجرہ مسجد میں قیام فرمایا جو حکیم اسمٰعیل کی مسجد میں مؤذن تھے اور باگی کے لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔

ریل کے سفر میں نماز کا جو اہتمام اس مقدس مجمع کی بدولت عام حجاج کو نصیب ہوا وہ دوسری جگہ کہاں مل سکتا تھا۔ جو بیچارے کسل و کاہلی یا ضعف و نقاہت کے باعث نماز میں چستی کا اظہار نہ کر سکتے تھے اُنکو بھی مستعد بننا پڑا اور حد درجہ پابندی جماعت سے عملاً معلوم ہو گیا کہ نماز مسلمان کے لئے سفر و حضر میں کیسدرجہ ضروری عبادت ہے۔ اکثر نماز با جماعت ریلوے اسٹیشن پر اُتر کر ایسی جگہ ادا کیجاتی تھی جہاں ریل کا قیام باطمینان فراغت نماز تک مقرر ہوا اور اگر وقت مستحب کے گزر جانے کا اندیشہ ہوا تو ریل کے اسٹیشن پر ٹھیرے وقت ریل ہی میں جماعت کھڑی ہو جاتی تھی اور اگر اتنی بھی گنجایش نہ ملی تو چلتی گاڑی میں نماز پڑھ لی جاتی تھی مگر جماعت کے ساتھ۔

وضو کا اہتمام ایک دو اسٹیشن پہلے سے ہوتا تھا جنکو وضو نہ ہوتا وہ فکر اور کوشش کے ساتھ پانی حاصل کرکے وضو کرتے اور وضو کے بعد کئی کئی رقت تک وضو کی نگہداشت و محافظت رکھتے تھے۔ جنکو پانی نہ ملسکتا وہ تیمم کرتے اور نماز میں شریک ہوجاتے تھے کھڑے ہوکر نہ پڑھ سکتے تو بیٹھکر پڑھتے تھے غرض یہ ممکن نہ تھا کہ شرعی سہولت پر عمل نہ کریں اور اس شیطانی وسوسہ پر کہ "اسطرح نماز سے جی خوش نہیں ہوتا" نماز کو ترک کردیں چنانچہ اس قافلہ کی یہ بات مشہور ہے کہ قافلہ میں ایک بوڑھے شخص مزاج کے وہمی تھے انہوں نے تیمم کے لیئے مٹی کا لوٹا خاص کر رکھا تھا ہاتھ مارتے مارتے وہ کالا پڑگیا تھا۔

امامت اکثر حضرت امام ربانی قدس سرہ یا مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اور کبھی کبھی کوئی تیسرا شخص بھی کھڑا ہوجاتا تھا نماز نہایت ہلکی پڑھی جاتی اور ساری شرعی ضروریات اور سہولت کا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ ایک مرتبہ کسی اسٹیشن پر گاڑی ٹھیری اور مولوی سخاوت علی انبہٹوی کو امام نماز بنکر قافلہ نے پلیٹ فارم پر صف بندی کرلی مولوی سخاوت علی صاحب نے قرأت میں تطویل کی اور رکوع وسجدہ بھی سفری ضرورت سے زیادہ طویل کیئے جسوقت سلام پھیرا تو حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا "کہیں ایسی نماز ایسے سفر میں پڑھی جاتی ہے؟" چنانچہ آیندہ کے لیئے سب کو تنبہ ہوگیا اور سب سمجھ گئے کہ شریعت نے جو سہولت کسی امر میں عطا فرمائی ہے اُسکو قبول نہ کرنا احسان فراموشی اور سوء ادب ہے اسکے بعد جب نماز ہوئی وقت اور محل اور گنجایش وطبائع مصلّین کا لحاظ رکھکر ہوئی۔

راستہ میں بہتیری کرامتیں ان حضرات سے صادر ہوئیں چونکہ مختصراً قصہ سفر بیان کرنا مقصود ہے اسلیئے اُن سے چشم پوشی کی گئی البتہ ایک موقع کا تذکرہ بر سبیل ذکر سفر کردینا ضروری ہوا۔

حضرت کے بھانجہ مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فرماتے ہیں فجر کا وقت تھا صبح صادق ہوچکی تھی کہ ایک اسٹیشن پر ریل ٹھیری ماموں صاحب (حضرت مولانا قدس سرہ) اُترے وضو کیا اور دو سنتیں پڑھیں جماعت فجر کا تہیہ دیکھکر ریل میں جسقدر مسلمان سوار تھے قریب قریب سب اُتر کھڑے ہوئے اور جلدی جلدی وضو کرکے شریک نماز ہوگئے کئی صفوں کی جماعت پلیٹ فارم پر نہایت وقار واطمینان کے ساتھ ہورہی تھی کہ ریل نے سیٹی دیدی۔ بیسیوں نمازی ریل کی آواز پر نیت توڑ توڑ کر جلدی جلدی ریل میں سوار ہوگئے اور لگے ہنسنے اور قہقہے مارنے کہ "خوب نماز پڑھی بھئی خوب نماز پڑھی"

حضرت امام ربانی معہ اپنے ہمراہیوں کے اُسی اطمینان کے ساتھ نماز میں مشغول رہے نہ تشویش و

اضطراب کا کوئی اثر لہجہ یا آواز تک میں پیدا نہیں ہوا خدا کی شان ہے کہ اِدھر نماز ہو رہی تھی اور اُدھر ریل چیخ رہی تھی مگر ایک قدم آگے کو سرک نہ سکتی تھی یہانتک کہ نمازیوں نے سلام پھیرا اور مختصر دعا مانگ کر ریل میں سوار ہو گئے حضرت امام ربانی کا معہ اپنے قافلہ کے سوار ہونا تھا اور ریل کا چلدینا اِس موقع پر پورے منٹ کا وقفہ ہوا جسکو تیز رفتار گاڑی نے آگے جاکر پورا کیا۔ ریل کا توقف اور چل نہ سکنا کرامت حسّی تھا جسکو ناظرین باوقعت سمجھتے ہیں مگر مؤلف کے نزدیک حضرت امام ربانی کی استقامت اور نماز میں مشغولیت ومحویت کی وہ پختگی جس نے ریل کی سیٹی ورآواز کیطرف دھیان بھی پیدا نہ ہونے دیا وہ معنوی کرامت ہے جو اہل بصیرت کے نزدیک زیادہ بصیرت کا باعث ہے پس اگر ریل اس موقع پر روانہ بھی ہو جاتی اور آپکو دوسری گاڑی میں سفر کرنا پڑتا تب بھی اس معنوی کمال میں کچھ فرق یا کمی نہ آتی اس قسم کے معنوی کمالات قدم قدم پر اس مقدس مجمع سے ظاہر ہوتے جاتے تھے مگر ظاہر بیں چونکہ حسّی خرق عادت کو کمال سمجھتے ہیں اسلئے حق تعالیٰ کی طرف سے اُسکا بھی ظہور ہو گیا تاکہ نیت توڑنے والوں اور ہنسنے والے گروہ کو تنبیہ ہو جائے اور یہ واقعہ بالتخصیص انکی ہدایت کا ذریعہ بنجائے۔

بمبئی پونہچکر قافلہ کو بائیس ۲۲ دن ٹھیرنا پڑا روزانہ جہاز کا انتظار تھا مگر آگبوٹ تھا کہ آنے کا نام نہ لیتا تھا۔ لوگ گھبراتے اور تنگ آئے جاتے تھے ایک دن حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ فرمانے لگے کہ "آج معلوم ہوا ہے سارے قافلہ کو مولانا محمد قاسم صاحبؒ روک رہے ہیں انکے چند رفقاء ومتوسلین ضلع مظفر نگر سے آنے والے ہیں جب تک وہ نہ آجائینگے اُسوقت تک نہ جہاز آوے نہ جاوے" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مظفر نگر کا قافلہ جسدن بمبئی پونہچا اُسی دن ایک جرمنی جہاز کا حاجی قاسم نے ٹھیکہ لیکر شام ہی کو ٹکٹ کھولدیا اور فروخت کرنا شروع کر دیا چھتری کا محصول [illegible] اور تتق کا کرایہ [illegible] اکثر قافلہ نے تتق کے ٹکٹ لئے اور ان حضرات کے پاس مابقی قافلہ کی معیت میں چھتری کے ٹکٹ آئے اگلے دن کشتیاں کنارے پر آلگیں اور جدہ کے جانے والے سارے مسافر جہاز پر سوار بھی ہو گئے دوسرے دن جہاز نے عرب کی جانب رُخ پھیرا اور رخصتی سیٹی بجاکر روانہ ہو گیا۔ جہاز کا کپتان نصرانی المذہب تھا مگر شریف خاندان اور خلیق طبع اسلئے جہاز کے مسافروں کو بہت ہی راحت ملی جس نے جہاں چاہا بستر لگایا اور جسجگہ آرام ملا اُسپر قبضہ جمالیا کپتان آتا تو راستہ میں جگہ نہ ملنے کے باعث ہنستا مسکراتا اور "حاجی بابا ذرا سا راستہ دیدو ہم نکل جائیں" کہتا ہوا چلا جاتا تھا۔ جہاز میں بڑی لمبی صف بندی ہوکر

پانچوں نمازیں جماعت سے ادا ہوا کرتی تھیں کپتان اِس پیاری عبادت کو سلیم و سلیس انداز کے ساتھ ادا ہوتے دیکھتا تو خوش ہوتا اور مسلمانوں کی اس عبادت پر تعریف کیا کرتا تھا غرض آٹھویں دن عدن کے بندرگاہ پر جہاز نے لنگر کیا اور ایک دن رات وہاں ٹھیر کر جہاز روانہ ہوا چوتھے دن جدہ کا بندرگاہ نظر آنے لگا خلاصہ یہ کہ سارا قافلہ نہایت آرام اور راحت کے ساتھ تیرہویں دن بمبئی سے چلکر جدہ آپونہچا۔

کپتان بھی حج کو جانے والے مسافروں سے کچھ اسدرجہ مانوس ہوا کہ بلا محصول سوئز کی سیر کرانیکی خود اپنی سواریوں سے درخواست کی مگر چونکہ ان حضرات نے جو سارے قافلہ کے سردار اور میر قافلہ تھے اِس فضول سفر میں وقت کا ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اسلئے جہاز کا لنگر باب الحرمین کے کنارے ڈالدیا گیا اور کپتان نے درخواست کی کہ خوشنودی و راحت یابی کا ایک پروانہ آپ لوگ اپنا دستخطی مجھودیں تاکہ آقا کے نزدیک میری وقعت کا باعث ہو اور عہدہ میں ترقی کا سبب بنے۔

حقیقت میں مسافروں کو اس نیک دل عیسائی نے اپنے خلق و تلطف سے راحت پونہچائی تھی اسلئے سب نے بخوشی اس درخواست کو منظور کیا۔ رضا اور راحت رسانی کا اظہار عربی زبان میں کیا گیا اور امام ربانی قدس سرہ نے دستخط فرمائے اور مجمع کے دستخط کرائے غرض مکمل کر کے یہ سندی دستاویز کپتان کے حوالہ کر دی گئی کپتان نے اُسکو چوما اور آنکھوں سے لگایا پھر سر پر رکھ لیا اور یہ کہا کہ "یہ میرے لئے سند ہے" اِس دستاویز خوشنودی کا ترجمہ انگریزی میں بھی کیا گیا اور وہ بھی کپتان کو دیدیا گیا۔

جہاز کے سارے سفر میں بھی حضرات کا فرق طبائع اپنا اپنا رنگ جدا دکھلاتا رہا حضرت مولانا محمد قاسم صاحب اکثر اوقات مجمع میں گھرے رہتے اور خلق اللہ کو کلمات طیبات سے مستفید فرماتے رہتے تھے مگر حضرت امام ربانی حجاج کی خدمت راحت رسانی اور تمام رفقاء کے مال و متاع کی محافظت اور انتظام و نگرانی میں مشغول رہتے تھے اپنے ہمراہیوں میں سے ہر ایک کی چیز پر نظر رکھتے کہ اِدھر اُدھر غائب یا اوجھل ہو کر گم نہو جائے کوئی دوران سر میں مبتلا ہوتا تو بار بار اُسکے پاس جاتے اور تسلی دلاسے کے علاوہ چٹنی اچار جو کچھ ملتا اُسکو کھلاتے تھے کسی کی جائے نشست تکلیف کی پاتے تو اُسکے لئے دوسری جگہ کا فکر کرتے اور کسیکو محزون و مغموم یا پریشان حال دیکھتے تو اُسکی تسلی فرماتے تھے۔ غلہ کی بوریاں اور جنس و سامان خوراک یا دیگر ضروریات کے صندوق جنکو جہاز والوں نے مالک کے موجود نہونے کی وجہ سے نیچے کے تہ یا مال گودام میں ڈالدیا تھا حضرت امام ربانی اپنے رفقاء کی ضرورت محسوس فرما کر نشان دیتے اور علامات پوچھ پوچھ کر اُنکو تلاش کراتے

اور نخلواکر مالک کے پاس رکھکر جاتے تھے یلملم کے قریب جسوقت جہاز پونہچا اور کپتان نے اطلاع دی کہ "حاجیو احرام باندہ لو" تو حضرت امام ربانی نے وعظ بیان فرمایا اور ارکان وضروریات حج سے لوگوں کو آگاہ کیا پھر خود بھی احرام باندہا اور ہمراہیوں کو بھی باقاعدہ احرام بند ہوایا۔

مولوی محمد احسن میرٹھی مہاجر مکی نے اسی سال مطوفی لی تھی چنانچہ جسوقت اُنکو اطلاع ہوئی کہ اولیاء ہند کا مقدس مجمع عرب کو آرہا ہے تو اعلیحضرت حاجی صاحب سے اجازت لیکر سارے مجمع کو اپنی نگرانی میں لینے جدہ آئے اور بندرگاہ پر سارے قافلہ کا استقبال کیا اور خیر مقدم کہا۔ مولوی محمد احسن صاحب مرحوم کی خوش نصیبی تھی کہ انکی مطوفی کا افتتاح اس مقدس جماعت کی خدمت سے ہوا مگر دوسرے مطوفوں کو انکی یہ عزت افزائی گوارا نہوئی اسلئے حسد کرنے لگے اور وہ رخنہ اندازیاں کیں کہ تین دن تک مولوی محمد احسن صاحب کو کرایہ کے اونٹ بھی نصیب نہوئے جنپر اس قافلہ کو سوار کرائیں آخر چوتھے دن بدقت کامیابی ہوئی اور غالباً ۲۰۔ ذیقعدہ کو یہ قافلہ جدہ سے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوا۔

اونٹوں کے سفر میں اکثر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ردیف مولوی محمد منیر صاحب نانوتوی تھے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ہمراہ حاجی عبد المجید صاحب گنگوہی۔ شبری کے اونٹ کا کرایہ للعہ تھا اور شغدف کے اونٹ کا پانچروپیہ۔ جدہ سے مکہ معظمہ دو پڑاؤ ہے پہلے دن منزل کا اختتام بحرہ یا حدہ میں ہوتا ہے پس جو اونٹ اول وقت چل نکلے تھے اُنہوں نے بحرہ میں اور باقی قافلہ نے حدہ میں قیام کیا۔ اسطرح پر راستہ میں قافلہ کے دو حصے ہوگئے اگلے دن شب کے وقت مکہ معظمہ پونہچے۔

اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کو اپنے لاڈلے اور چاہیتے پیارے ہندی قافلہ کے جدہ سے روانہ ہونیکی اطلاع مل چکی تھی باوجود ضعف ونقاہت کے سنت استقبال اور جوش محبت میں شہر سے باہر ملنے کی خواہش پوری کئے بغیر نرہ سکے خدا جانے کسوقت کے منتظر کھڑے اور راستہ کیجانب آنے والے قافلہ کا انتظار فرمارہے تھے جسوقت قافلہ باب مکہ پر پونہچا تو سبنے دیکھا کہ اعلیحضرت پٹکے سے کمر باندہے ہوئے فصیل کے پاس کھڑے تھے۔ شیخ کے شیدا اور مرشد کے جان نثار خدام اُسی وقت سواری سے نیچے اُتر پڑے اور بغلگیر ہو ہو کر خوب دل کھولکر ملے۔

مولانا حکیم محمد حسن صاحب چونکہ کچھ پہلے پونہچ لئے تھے اسلئے پاس کھڑے ایک ایک کا نام ونشان ولدیت بتاتے جاتے تھے اِسلئے کہ شب کا وقت تھا اور قافلہ میں بہتیرے آدمی ایسے بھی تھے جن سے اعلیحضرتؒ

ملنے کا بہت کم اتفاق ہوا یا ملے ہوئے زمانہ مدید گزر چکا تھا اعلیٰحضرت سراپا خلق کی مسافر نوازی تھی کہ قافلہ کے ایک ایک متنفس سے اجنبی ہو یا واقفکار بغلگیر ہوئے اور جب تک وہی علیحدہ نہ ہو گیا اعلیٰحضرت نے اپنے سینہ علم معرفت گنجینہ سے علیحدہ نہیں کیا۔ سو حضرات سے بغلگیر ہونا اور مسکرا مسکرا کر مزاج پرسی کوئی معمولی بات نہ تھی خصوصاً اس پیرانہ سالی و ضعف جسمانی کے وقت الغرض اعلیٰحضرت سارے قافلہ کو اپنی رباط میں لائے اور وہیں ٹھیرایا۔ یہ مکان اعلیٰحضرت کو اسی سال ملا تھا بلکہ ابھی تک آپ نے اسمیں سکونت منتقل نفرمائی تھی اسلئے زیادہ مناسب سمجھا گیا کہ اس مقدس جماعت کا اول اس مکان میں قیام ہو۔ صبح کو سارے مجمع کی دعوت بھی اعلیٰحضرت ہی کے دسترخوان پر ہوئی ہرچند کہ امام ربانی قدس سرہ نے عرض کیا بھی کہ آدمی بہت ہیں مگر اعلیٰحضرت نے یہ فرماکر "میری خوشی اسی میں ہے کہ سب احباب میرے یہاں کھا دیں" مجبور فرما دیا۔

سوائے چند اصحاب کے کہ انہوں نے اپنی راحت دوسری جگہہ دیکھکر جدا مکان کا انتظام کیا قافلہ کا اکثر حصہ اعلیٰحضرتؒ کی رباط ہی میں مقیم رہا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام ربانی نے دوبارہ چودہویں سال اپنے شیخ کی زیارت کی اور شرف ملازمت حاصل فرماکر فیوضات نامتناہی سے بہرہ اندوز ہوئے حج کا زمانہ قریب تھا اسلئے اس سے فراغت حاصل کی۔

آپکے عزیز اوقات کا زیادہ حصہ اعلیٰحضرت کی خدمت میں حاضر رہنے یا مطاف کے اندر طواف بیت اللہ میں گزرتا تھا رفقاء سفر نے یہ بات معلوم کرلی تھی کہ حضرت مولانا قدس سرہ پر باوجود کوہ وقار ہونیکے حالت طواف میں خشوع و خضوع کا اسدرجہ غلبہ ہوتا تھا کہ چھپائے چھپ نہ سکتا تھا ایک مرتبہ آپ ململ کا ہلکا کورتہ پہنے طواف میں مشغول تھے مطاف میں ایک بزرگ بیٹھے آپکو تک رہے تھے جو وقت شوط میں آپکا گزران بزرگ پر ہوا تو انہوں نے ایک کلمہ کہا جسکی طرف حضرت امام ربانی کو محویت و استغراق کے باعث خیال بھی نہ ہوا کہ کیا فرماتے ہیں دوسرے شوط میں جب دوبارہ انہوں نے وہی کلمہ پکار کر کہا تو آپنے غور سے سُنا اور سمجھا کہ مخاطب میں ہی ہوں جب آپنے انکی طرف دیکھا تو وہ فرمانے لگے "اِلْبَسْ لِبَاسَ الصَّالِحِیْن" (صالحین کا لباس پہنا کیجئے) آپنے اپنے ململ کے کورتہ کیجانب اشارہ فرمایا اور جواب دیا کہ "ھٰذَا لِبَاسُ الصَّالِحِیْن" (یہ بھی تو صالحین ہی کا لباس ہے) اُن بزرگ نے فرمایا کہ "لَا لَا خَشِنٌ خَشِنٌ" (انہیں انہیں موٹا دبیز) حضرت امام ربانی یہ جواب دیکر کہ "طَیِّبٌ بَارَکَ اللّٰہُ" (بہت اچھا خدا آپکو برکت دے)

طواف میں مشغول ہو گئے اور شوط پورا فرمایا۔

حکیم ضیاء الدین صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ بیعت حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سے تھے مگر اعلیحضرت حاجی صاحب کی طرف سے مجاز تھے اور تعلق قلبی بھی بہت بڑھا ہوا تھا اسلئے حضرت حاجی صاحب کی دوبارہ زیارت اور حضرت امام ربانی کی معیت مقدسہ کے لئے اس سفر حج میں ساتھ آئے تھے مدینہ منورہ پہلے سفر میں حضرت مولانا کے ہمراہ حاضر ہو چکے تھے اسلئے اس مرتبہ حج سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ سے براہ جدہ واپس وطن ہوئے اور حضرت امام ربانی قافلہ کے ہمراہ بعد حج سلطانی راستہ سے مدینۃ الرسول روانہ ہوئے۔ قافلہ بیرون مدینہ منورہ ہی تھا کہ رات ہو گئی اور شہر پناہ کے دروازے بند کر دئے گئے اسلئے قافلہ کو مناخہ میں ٹھیرنا پڑا علی الصباح حضرت امام ربانی معہ دیگر حضرات کے صلوٰۃ صبح ادا کرنے کے لئے قافلہ سے باہر نکلے اور مسجد نبوی کی جانب روانہ ہوئے نماز سے فارغ ہو کر روضہ اطہر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوئے اور بڑے جوش و شوق کے ساتھ صلوٰۃ و سلام عرض کیا اسکے بعد مواجہ شریفہ میں مراقب ہو کر بیٹھ گئے یہانتک کہ آفتاب نکل آیا اُسوقت آپ اپنے خاص رفقاء کو ساتھ لیکر حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

شاہ صاحبؒ کو اس مجمع کے ساتھ جو کچھ تعلق یگانگت تھا اُسکا پوچھنا ہی کیا؟ بہت ہی مسرور ہوئے اور عرصہ تک حالات پرسی میں مشغول رہے۔ یہ بات مشہور ہے کہ شاہ صاحبؒ نہایت کم گو تھے اکثر اپنی کیفیت میں مستغرق و متلذذ رہتے اور بلا ضرورت ایک بات بھی زبان مبارک سے نہ نکالتے تھے مجمع میں جو اجانب اور ناواقف اصحاب تھے اُن سے بھی شاہ صاحبؒ نے اخلاق کریمانہ کے ساتھ مصافحہ فرمایا مگر مولوی الطاف الرحمٰن صاحبؒ کو جو اعلیحضرت کے بھانجے ہی نہیں بلکہ عاشق زار تھے بالتخصیص حضرت مولاناؒ سے دریافت فرمایا کہ یہ کون ہیں؟ مولوی الطاف الرحمٰن کا اپنے ماموں کے ساتھ تعلق محبت حقیقت میں عشق کے درجہ پر پونہچا ہوا تھا ان حضرت نے پڑھا بھی اپنے ماموں ہی سے تھا مگر فراغت کے بعد ہر چند ملازمت اور نوکری کے لیے حضرت نے انکو باہر بھیجنا چاہا مگر ماموں کی مفارقت گوارا نہ کر سکے اور اگر بہتیرا کہنے سننے پر امتثالاً للامر کہیں گئے بھی تو بیس حیلے اور تدبیریں ایسی کیں کہ آخر مخدوم العالم ماموں کو لکھنا پڑا کہ چلے آؤ جس سال مولانا خلیل احمد صاحب اپنی جائے ملازمت ریاست بھاولپور سے رخصت لیکر حج کو روانہ ہوئے ہیں تو حضرتؒ کے حکم کے موافق مولوی الطاف الرحمٰن کو اپنی جگہ قائم فرما گئے تھے مولوی

الطاف الرحمٰن صاحب چلے تو گئے اور خبط بن پڑا چند روز رہے بھی مگر ماموں کے فراق میں اکثر اوقات رویا کرتے تھے خصوصاً شب کو سونے کے لئے چارپائی پر لیٹتے تو گھنٹوں آنسو بہاتے اور کروٹیں بدلا کرتے تھے آخر تاب مفارقت نہ لاسکے اور آب وہوا کی ناموافقت وطبع کی علالت کا بار بار ماموں صاحب سے تحریراً اظہار کرکے اجازت حاصل کی اور جب واپس وطن ہوئے تو حضرت کے پاس حاضر ہوتے ہی بالکل تندرست ہوگئے حضرت بارہا فرمایا کرتے کہ الطاف الرحمٰن تجھے کیا ہوگیا نوکری کیوں نہیں ہوسکتی؟ مگر ان کے پاس سوائے اسکے کچھ جواب نہ تھا کہ مجھے آپکی خدمت سے علیحدہ ہونا بہت شاق ہے۔

حضرت امام ربانی کو بھی ان کے ساتھ خاص اُنس وتعلق تھا اول تو بھانجے تھے اور دوم شاگرد اور سب سے بڑی بات یہ کہ نہایت صالح متقی اور پارسا اپنے ماموں کے قدم بقدم تھے اسی سبب سے حضرت مولانا انکو زیادہ محبوب سمجھتے تھے اس مرتبہ حج کے سفر میں بھی ہمراہ لیا۔

مدینہ منورہ میں اس مقدس قافلہ نے کم وبیش بیس ۲۰ دن قیام کیا مشاہد ومقامات متبرکہ پر حاضر ہوکر کیفیات غریبہ وانوار عجیبہ کی گلچینی فرمائی حضرت شاہ صاحبؒ نے ایک شخص ملا سفر نامی بخاری کو ان حضرات کے حوالہ فرمادیا تھا کہ جہاں حاضر ہونا چاہیں وہاں لیجائیں چنانچہ مسجد قبا وقبلتین آبیار سبعہ وجبل احد وغیرہ سب ہی زیارتگاہوں پر حاضری دی اور خوب خوب گلہائے نعم خداوندی سے دامن دل بھرا۔

حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کا قصد یہ تھا کہ اپنے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحبؒ کی خدمت میں رہ پڑیں چنانچہ شاہ صاحب سے اجازت بھی حاصل کرلی تھی مگر مولانا محمد یعقوبؒ صاحب اور مولانا محمد قاسمؒ صاحب اس پر مصر تھے کہ مولوی رفیع الدین صاحبؒ قافلہ کے ہمراہ واپس ہندوستان چلیں کیونکہ مدرسہ دیوبند کے اہتمام کے لئے ایسا آدمی ملنا دشوار تھا حضرت امام ربانی کے ساتھ حضرت شاہ صاحب کے کمال محبت وغایت وثوق واعتماد کے لئے یہ دلیل بھی کافی ہے کہ اس معاملہ کا فیصلہ آپ پر محول کیا گیا اور شاہ صاحبؒ نے حضرت مولانا سے دریافت فرمایا کہ "مولوی رشید احمد تم بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے مولوی رفیع الدین کا منشا ہے کہ میرے پاس مدینۃ الرسول میں رہیں اور ان کے ہمراہی انکو واپس لیجانے پر مصر ہیں" آپ نے جواب دیا کہ حضرت دیوبند کا مدرسہ اسلام کی ایک بڑی خدمت ہے اُسکے اہتمام کے واسطے مولوی رفیع الدین صاحب جیسا متدین آدمی ملنا مشکل ہے اس لئے مولوی محمد یعقوب صاحب اصرار فرماتے ہیں کہ مدرسہ کو نقصان نہ پہونچے" یہ سنکر شاہ صاحب نے فرمایا

ہاں اگر ایسا ہے تو بیشک مولوی رفیع الدین کا ہندوستان ہی جانا ضرور ہے" اسکے بعد ہر چند حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو قدموں سے جدا نہ کیجیے مدرسہ کا کچھ انتظام ہو ہی جائیگا لیکن شاہ صاحبؒ نے قیام کی اجازت ہی نہ دی اور جب فرمایا یہی فرمایا کہ "بھائی دین کی خدمت بڑا کام ہے شریعت محمدیہ کی خدمت خوش نصیبوں ہی کو ملتی ہے جب حق تعالیٰ تم سے اپنے دین کا ایک کام لے رہے ہیں تو اسمیں حرج ڈالنا معصیت سے خالی نہیں" غرض مدینہ منورہ میں تخمیناً بیس ۲۰ یوم قیام فرما کر یہ مقدس بھرپور مجمع مکہ واپس ہوا اور پھر باطمینان ایک مہینہ سے زیادہ مکہ معظمہ میں قیام کیا۔

جن لوگوں کے پاس خرچ کم رہگیا تھا یا وطن پونہچنے کی ضرورت تھی وہ رخصت ہوکر جہاز میں سوار ہو لئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے معہ اپنے خاص رفقاء کے یہاں سے جانے کا نام نہ لیا۔ ایک ماہ گزرنے پر آپکے اکثر ہمراہیوں کے پاس زادراہ قریب الختم پونہچ گیا اور باہم خفیہ مشورے ہونے لگے کہ کسطرح حضرت سے چلنے کی درخواست منظور کرائیں مگر رعب و لحاظ کے باعث کسی کی ہمت نہوتی تھی اور ہمت بھی ہوتی تو منظوری دشوار تھی غالباً یہی جواب ملتا کہ "جسکو عجلت ہو وہ چلا جائے" اسلئے ایک مرتبہ ضرورتمند اصحاب نے اعلیحضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ساری حالت عرض کی اور چاہا کہ حضرتؒ کو حکماً ہندوستان جانیکو فرمادیں کہ ہمیں معیت کی نعمت سے محرومی نہو چنانچہ اعلیحضرت نے درخواست منظور فرمائی اور حضرت امام ربانی سے فرمایا کہ "مولانا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ سے علیحدگی ہو مگر ہمراہیان کے پاس خرچ کم رہگیا ہے اور آپ کی ذات سے اہل ہند کو جو نفع ہے وہ ظاہر ہے اسلئے مناسب یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ اب ہندوستان واپس ہوں"۔

اعلیحضرت کے حکم پر حضرت مولانا سوائے تعمیل کیا فرما سکتے تھے واپسی کا قصد فرمالیا اور تہیہ سفر شروع کردیا اتفاق سے جس روز چلنا قرار پایا تھا عین اُسی دن پلونا کے فتح ہونے اور روس کے قبضہ میں آجانے کی وحشتناک خبر مکہ میں پونہچی مگر اسطرح کہ تصدیق و تحقیق کی کوئی صورت نہ پائی ہر چند کہ اس خبر نے طبعی رنج و غم اور تحقیق کی طلب و فکر کے باعث پھر قصد سفر ملتوی کرنے پر مجبور کیا لیکن اعلیحضرت حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ "سلسلہ اخبارات بند ہو رہا ہے یہاں مہینوں میں بھی تصدیق یا تکذیب اس خبر کی نہو سکیگی جاؤ بسم اللہ کرو جو کچھ مقدر تھا ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہوکر رہیگا" الغرض اعلیحضرت کے لاڈلے مسافر رخصت ہوکر جدہ پونہچے اور جو جہاز جانے کو طیار کھڑا ہوا تھا گو تنگی جگہہ کی تکلیف بھی مگر یہ سمجھکر اُسی کے ٹکٹ لے لئے

کہ جب مکہ چھوٹ گیا تو ذرا سی راحت کے انتظار میں جدہ پڑے رہنے سے کیا فائدہ اُسی دن شام کو جہاز روانہ ہوگیا اور تمام حضرات تیرہویں دن بخیر و عافیت بمبئی پونہچ گئے اور بمبئی سے گنگوہ۔

الحمد للہ کہ سارا سفر سہولت و راحت کے ساتھ انجام کو پونہچا البتہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ کو علالت لاحق ہوئی جو بظاہر خفیف محسوس ہونے کی وجہ سے سفر کی مزاحم یا رفقاء کی پریشان بنانیوالی تو نہوئی مگر آہستہ آہستہ بڑھکر آخر کار وہی بیماری مرض الموت بنی اور تیسرے سال ۱۲۹۶ھ میں جان ہی لیکر گئی۔

حضرت امام ربانی ۱۲۹۵ھ ہجری میں واپس گنگوہ آکر پھر اُسی خدمت دین متین اور تعلیم و تلقین مسترشدین میں حسب عادت معہودہ مشغول ہو گئے جسکے لئے خلاق ازل نے آپکو دنیا میں بھیجا تھا۔ اسی ماہ رجب میں آپکو حق تعالیٰ نے دوسرا نواسہ عطا فرمایا جنکا نام محمد یعقوب رکھا گیا مگر اس دار ناپائدار میں شادی و غم توام ہیں اور اولیاء کی آزمایش و امتحان کے لئے تو صدمات و اموات اعزہ گویا لازمی ہیں۔ بقا سوائے ذات پاک باری تعالیٰ کے کسیکو نہیں اسلئے اُسکے سامان شروع ہو گئے اور حضرت مولانا قدس سرہ کو منجملہ اُن احباب و اقارب کے جو باعث راحت روح اور موجب خنکی چشم تھے یکے بعد دیگرے متعدد صدمات میں دو بڑے صدمے اُٹھانے پڑے یعنی ایک اپنے ماموں مولوی عبد الغنی صاحبؒ کا جو یتیم ہونے کے زمانہ سے ابتک باپ کیطرح سرپرستی اور شفقت و ناز برداری کیا کرتے تھے اور دوسرا اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا جنکے ساتھ طالبعلمی کے زمانہ اور نوعمری کے وقت یعنی اٹھارہ سال کی عمر سے آجتک رنگ اور بو یا جسم اور جان کا تعلق یگانگت رہا تھا یہ دونوں جانکاہ حادثہ ایک ہی سال ۱۲۹۶ھ ہجری میں واقع ہوئے اس روح فرسا تصادم سے آپکے نازک قلب پر جو کچھ چوٹ لگی اُسکا اندازہ کوئی کیونکر کرسکتا ہے۔ ایکمرتبہ خود امام ربانی قدس سرہ نے بر سبیل تذکرہ یوں فرمایا تھا کہ مولوی محمد قاسم کی مفارقت کا مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ اگر ایک بات نہوتی تو اُسی وقت میری جان نکلجاتی " کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت وہ کیا بات تھی فرمایا "وہی جسکی وجہ سے تم مجھے بڑا سمجھ رہے ہو"

آئیے اب اُس حجرہ کی اندر سے آپکو زیارت کرائیں جو حجرہ قدوسی کہلاتا ہے اور حضرت کے مقدس ہاتھوں کا لیپا پوتا صاف کیا ہوا تھا اسی حجرہ میں مولانا انبہٹوی نے بیعت کی سلسلہ جنبانی کی تھی اور یہی خلوتخانہ کم و بیش پچاس برس تک حضرت مولانا کی عبادت گاہ رہا ہے اسی حجرہ میں آپکو نماز پڑھتے کسی جانور نے کاٹا تھا جو مرض الموت قرار پایا اور اسی کے متعلق آپکی ہجرت کا وہ امتحان واقع ہوا جسمیں پیرزادوں نے آپ سے منازعت کی

حج سوم

سنہ ۱۲۹۹ ہجری میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے دوسرے حج بدل کی طیاری کی مگر اس سفر کا تہیہ دفعۃً ہوا اور وقت اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ حج میں شریک ہو سکنے کی لوگوں کو اُمید نہ تھی۔ چوتھی ذیقعدہ کو آپ روانہ ہوئے اور زمانہ وہ تھا کہ جزیرہ کامران میں دس روز کا قرنطینہ سلطان روم کی طرف سے قائم ہوگیا تھا کہ جو حجاج براہ عدن جدہ جائیں وہ اسجگہ صحت جسمانی کے امتحان کو دس یوم خس پوش مکان میں ٹھیریں بمبئی سے حجاج روانہ ہو چکے تھے بچے بچائے چند نفر باقی تھے جو جہاز کے منتظر تھے کہ جس طرح بن پڑے عرب میں تو جا پڑیں خدا کی شان کہ جہاز آیا اور جدہ کا ٹکٹ تقسیم ہونے لگا حج میں صرف بارہ چودہ روز باقی تھے جن میں سے قرنطینہ کے دس یوم نکالکر دیکھا جائے تو چار پانچ دن کا ہی وقفہ تھا ہر چند لوگوں نے منع کیا کہ اب جدہ کا ٹکٹ لینا فضول ہے امسال کسی طرح حج نصیب نہیں ہو سکتا روپیہ خراب کیجئے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور ٹکٹ لیکر جہاز پر سوار ہوگئے۔

جہاز نے بمبئی سے لنگر اٹھایا تو ساتویں دن عدن پونہچا اور چند گھنٹہ بندرگاہ عدن پر ٹھیر کر وہاں سے چلا تو سیدھا حجاز کا رُخ کیا یہانتک کہ نویں دن جدہ نظر آنے لگا۔ جہاز کے لنگر ڈالتے ہی مسافر کشتیوں پر سوار ہوگئے اور خشکی پر آ اُترے کسیکو خبر بھی نہوئی کہ کامران کیا شے ہے اور کدہر واقع ہے۔

ہمیں شک نہیں کہ زبردست رومی سلطنت کا حکم ماننا ہر جہاز کے مالک پر ضرور تھا کسی کی طاقت نہ تھی کہ تعمیل سے سرتابی کرے اور مانا کہ وہ سال قرنطینہ کا پہلا ہی سال تھا مگر ہر ملک میں شایع ہو جانیوالی اطلاع سے کسی جہاز کے کپتان کا کان ناآشنا نہ رہا تھا مگر کوئی غیبی قوت جہاز کو آگے کھینچ رہی اور حق تعالےٰ کے شاہنشاہی حکم سے جہاز سیدھا عرب کے بندرگاہ پر جا رہا تھا اسلئے اُسکو کوئی روک نہ سکا۔ سُنا ہے کہ کامران کی راہ سے باہر جانے اور حد معینہ سے جہاز کے متجاوز ہونے پر ترکی افیسروں کیطرف سے آگے چلنے کی ممانعت اور جہاز کا رُخ کامران کیجانب پھیرنے کی ہدایت میں بار بار سُرخ جھنڈیاں دکھائی بھی گئیں اور جہازی علامات سے اِس بیباکی کا سخت جرم ہونا کپتان کو سمجھایا بھی گیا مگر جہاز کا مُنہ کامران کی طرف نہ پھرنا تھا نہ پھرا آخر واپسی کے وقت اس جہاز کو سلطنت ٹرکی طرف سے اِس جرم کی سزا بھی ملی یعنی بجائے دس یوم کے بیس دن کا ڈبل قرنطینہ کرنا پڑا اور تین ہزار روپیہ کی رقم جرمانہ کی دینی پڑی۔

حضرت امام ربانی بمبئی سے چلکر نویں دن بعافیت جدہ پونہچ بھی لئے وہاں سے اونٹوں کا بندوبست بھی جلدی ہوگیا چنانچہ مکہ معظمہ پونہچے اور اگلے دن ارکان حج شروع ہوگئے نہایت اطمینان کے ساتھ آپ وقت پر منا روانہ ہوئے اور وہاں سے عرفات غرض حج کے پورے ارکان وآداب راحت وطمانیت کے ساتھ ادا کئے اور تیسری مرتبہ مرشد العرب والعجم شیخ الکل اعلحضرت حاجی صاحب کی زیارت وشرف ملازمت سے مشرف وکامیاب ہوئے۔

اس مرتبہ سفر حج میں حاجی ظہور احمد صاحب انبہٹوی کے خسر منشی تحمل حسین صاحب آپکے ہمراہ تھے اُنکا بیان ہے کہ سفر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ جب آخر شب میں بیدار ہوتے اور نفلوں کی نیت باندہ کر کھڑے ہوجاتے تو میں بھی آپکے اقتداء کی نیت کر کے آپکے پیچھے کھڑا ہوجایا کرتا تھا جس خشوع وخضوع اور بااثر لہجہ میں آپ قرآن مجید پڑہا کرتے اُسکی کیفیت زبان بیان نہیں کرسکتی جان تھی کہ نکلی جاتی تھی اور دل تھا کہ سینہ کے اندر تڑپتا اور بیتاب ہوا جاتا تھا ایک مرتبہ آخر میری زبان سے نکل گیا اور میں نے عرض کیا کہ "حضرت تہجد میں آپ قرآن مجید کیا پڑتے ہیں چہری لیکر کھڑے ہوجایا کرتے ہیں" حضرت امام ربانی مُسکرائے اور فرمایا کہ "ہمارے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب اپنا قصہ بیان فرماتے تھے کہ دہلی کی سکونت کے زمانہ میں ایک مرتبہ جمعہ کی نمازؐ میں نے پڑہائی سلام پھیرنے کے بعد ایک شخص جو مجھسے واقف تھا اور نہ میں اُن سے جب چلنے لگے تو یوں کہتے جاتے تھے" واہ رے قرآن پڑہنے والے خدا تیری عمر دراز کرے تو نے تو آج بخیروں ختم کردی"۔

ایک شخص گنگوہ کے رہنے والے بھی اس سال سفر حج کو گئے تھے اور ہر چند کہ حضرت امام ربانی حب وطن کے باعث اُنکو اپنے ہمراہ رکھنا پسند فرماتے تھے مگر وہ عجلت کر کے پہلے چلدیئے کیونکہ وہ بھی یوں سمجھے ہوئے تھے کہ آپکے ساتھ جانے سے حج نہیں ملسکتا خدا کی شان کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے قرنطینہ بھی نہ جانا کہ کیا ہے اور باطمینان وقت سے پہلے مکہ معظمہ بھی آپونہچے ان بیچاروں نے آتے وقت عام حجاج کی طرح کامران میں دس روز قرنطینہ بھی بھگتا اور واپسی کے وقت بھی جلدی کرنے اور حضرت مولانا کا ساتھ چھوڑنے کا یہ نتیجہ اُٹھایا کہ خوشی خوشی اُسی جہاز میں بیٹھ لئے جسمیں حضرت مولانا بمبئی سے آئے تھے کیونکہ حج کے قریب آنے کی وجہ سے سب جہازوں سے اول روانہ ہونے کو وہی طیار کھڑا ہوا تھا اُسمیں بیٹھنے کا ثمرہ یہ ہوا کہ واپسی میں جہاز کے ساتھ اُنکو بھی بیس یوم کا قرنطینہ بھگتنا پڑا

گویا آمد و رفت میں پورا ایک مہینہ قرنطینہ میں صرف ہوگیا اور حضرت مولانا کو نہ جاتے قرنطینہ ہوا نہ واپس بمبئی آتے۔
اِس سفر کی واپسی سنہ ۱۳۰۰ ہجری میں ہوئی جب آپ وطن پونہچے تو تیسرے نواسہ محمد یوسف کو آپنے دیکھا جو ماہ محرم کی اٹھائیس تاریخ کو تولد ہو چکے تھے۔

حضرت امام ربانی فرماتے تھے کہ "جب میں حج کو جارہا تھا تو مفتی عنایت احمد صاحب (مؤلف تاریخ حبیب آلہ) القصد ہجرت حرمین بمبئی میں ٹھیرے ہوئے تھے۔ اُنکو جب میرے بمبئی پونہچنے کی اطلاع ہوئی تو ملنے کے لئے تشریف لائے حالانکہ مجھسے کبھی پہلے ملاقات نہوئی تھی اول اپنا نام بتایا اور غایت تواضع کے لئے اپنے چند رسالوں کا نام لیا مگر میں جیسا مفتی صاحب سے ناواقف تھا اسی طرح اُن رسائل سے بھی ناواقف تھا آخر یہ فرمایا کہ چونکہ ہمنے سُنا کہ آپ اہل علم ہیں اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں اسلئے ملنے کو دل چاہا غرض تھوڑی دیر تک بیٹھے اسکے بعد تشریف لیگئے بوڑھے آدمی ہوکر جب مفتی صاحب مجھسے ملنے کو خود تشریف لائے تو میں کیوں نہ جاتا آخر دوسرے دن میں بھی اُنکی خدمت میں حاضر ہوا اور دیر تک باتیں ہوتی رہیں اسکے بعد فرمایا کہ مفتی صاحب کو شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان سے نہایت محبت تھی یوں فرمایا کرتے تھے کہ "شاہ ولی اللہ صاحب کی مثال طوبیٰ کی سی ہے کہ اُسکی شاخ ہر ایک جنتی کے گھر میں ہوگی جسکے گھر میں طوبیٰ کی شاخ نہو وہ جنتی نہیں" اسکے بعد فرمایا کہ مفتی صاحب دوسرے جہاز میں گئے اور میں دوسرے جہاز میں روانہ ہوا خدا کی شان کہ جس جہاز میں مفتی صاحب گئے وہ تباہ ہوگیا اور سواریاں غرق ہوگئیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

یہ حج حضرت امام ربانی قدس سرہ کا آخری حج تھا اسکے بعد آپکو سفر حج کا اتفاق نہیں ہوا بالاستقلال تعلیم و تعلم میں مشغول ہوگئے اِسی سال کے بعد آپنے حدیث کے علاوہ دینیات کے دوسرے علوم کا بھی درس کم کردیا تھا ایک سال میں صحاح ستہ یعنی بخاری۔ مسلم۔ ترمذی۔ ابن ماجہ۔ نسائی اور ابوداؤد کے ختم کرادینے کا التزام فرمالیا تھا جسکا نام دورہ ہے یہ سلسلہ اُسوقت تک برابر قایم رہا جب تک آپکی ظاہری بصارت قائم رہی۔ اِس ظاہری تدریس کے ساتھ علم باطنی کی تعلیم کا سلسلہ برابر جاری تھا بلکہ اب دن بدن بڑھتا جاتا تھا اسلئے آپکے روحانی رفیق حضرت مولانا قاسم العلوم کی روحانی اولاد بھی آپکی تربیت میں آچکی تھی آپنے اپنے متوسلین بلاواسطہ میں اور مولانا مرحوم کے مریدین میں کبھی کوئی فرق نہیں سمجھا آپ اکثر یہ خواب بیان فرمانے لگے کہ مولوی محمد قاسم کو میں نے دیکھا کہ دولہن بنے ہوئے ہیں اور میرا نکاح اُنکے ساتھ ہوا پھر خود ہی تعبیر فرمائی کہ "آخر اُنکے بچوں کی

سرپرستی مدارس ودستاربندی

حضرت امام ربانی قدس سرہ علم دین کے نہایت قدردان جوہری تھے مقدس مذہب اسلام کی اس پاک خدمت اور نیابت پیغمبر کی اس سچی نیابت کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے اور آخرت کی بہبودی کا بہت بڑا وسیلہ سمجھتے تھے طلبہ اور علماء کے ساتھ آپکو خاص انس تھا اور مدارس اسلامیہ عربیہ کے ساتھ مخصوص محبت تھی جہاں علم دین کی ناقدردانی اور جہالت وبددینی کے ساتھ الفت ویگانگت سنتے آپکا دل دکھتا تھا اور جس جگہ قال اللہ قال الرسول کا چرچا اور تعلیم وتعلم کا مشغلہ مسموع ہوتا آپ مسرور ہوتے اور بالطبع اُسکی جانب میلان وتوجہ فرمایا کرتے تھے۔ آپکی پاک زبان اور اللہ والا دل ہمیشہ دعائیں مانگا کرتا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لگائے ہوئے باغ دین کے نمونے ہمیشہ ہرے بھرے رہیں آپ قلبی توجہ کے علاوہ مدارس کے متعلق بدنی اور مالی خدمت کا پورا حصہ لیا کرتے تھے اور جسوقت ضرورت پیش آتی رائے مشورہ اور اصلاح وانتظام ووعظ کے لئے تکلیف سفر برداشت فرمایا کرتے تھے۔

یوں تو آپکو دینی محبت کے باعث ہندوستان کے جملہ مدارس اسلامیہ کے ساتھ محبت تھی مگر مدرسہ عالیہ اسلامیہ دیوبند اور مظاہر العلوم سہارنپور کے ساتھ گویا عشق تھا یہ دونوں دینی مدرسے اپنی بنا کے اعتبار سے بھی قریب قریب ہمعصر اور توام ہیں اور بانی کے لحاظ سے بھی ہمجد اور اخوین ان دونوں نونہالان چمنستان دین میں قدامت واصلیت کا افتخار مدرسہ عالیہ دیوبند کو حاصل ہے دونوں مدرسوں کی بنیاد حضرت مولانا قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں رکھی گئی مگر مدرسہ عالیہ دیوبند کی شروع سال میں بماہ محرم ۱۲۸۳ھ ہجری نبوی ابتدا ہوئی اور مظاہر العلوم سہارنپور کا چھ مہینے بعد بماہ رجب ۱۲۸۳ھ افتتاح ہوا قدرت نے دونوں مدرسوں میں مدرسین واہل شوریٰ بھی ایسے چیدہ ومنتخب مخلص اہل دل دیندار عطا فرمائے تھے جنپر زمانہ کو ناز تھا مظاہر العلوم میں مدرس اوّل حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ تھے اور بانی ومہتمم مولانا مولوی سعادت علی صاحب اور مولانا کے انتقال پر سرپرست حضرت مولانا المولوی احمد علی صاحب محدث قدس سرہ اور مدرسہ عالیہ دیوبند میں مدرس اول مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے اور مہتمم حضرت مولانا المولوی رفیع الدین صاحب قدس سرہ۔

۱۲۹۷ھ ہجری جسکو مدارس دینیہ کی تاریخ میں عام الحزن اور سال غم کہا جاتا ہے وہ سنہ ہے جسکی چوتھی جمادی الثانی کو پنجشنبہ کے دن معین الحسنات قاسم الخیر والبرکات قدوۃ الاماثل زبدۃ الافاضل حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بمرض ضیق النفس انچاس ۴۹ سال کی عمر میں بمقام دیوبند اس عالم فانی سے انتقال فرماکر احباب اقارب دنیا کو اسوقت الوداع کہا جبکہ آفتاب خط استواء سے ڈھلگیا تھا گویا زوال شمس اسدن اس آفتاب دین کے ڈھلنے کی اطلاع دے رہا تھا جسکی چمکدار شعاعوں سے آجتک عالم جگمگا رہا ہے۔ اور اسی سال حضرت فقید النظیر وحید العصر مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نے بمقام سہارنپور داعی اجل کو لبیک کہی گویا دونوں مدرسے یتیم ہوگئے دونوں جانگداز وروح فرسا حادثوں سے زمین باوجود وسعت کے تنگ اور عالم روز روشن میں تاریک نظر آنے لگا اسوقت حضرت قطب العالم قدس سرہ کی وہ توجہ ان مدارس کی طرف عالم آشکارا ظاہر ہوگئی جو اب تک ضرورت پیش نہ آنے کی وجہ سے مخفی و مستور تھی چنانچہ ۱۲۹۸ھ کی روداد مدرسہ اسلامیہ دیوبند میں امام ربانی کی سرپرستی شائع ہوگئی اور امام المدارس کے ساتھ آپکا ظاہری و باطنی علاقہ دنیا پر ظاہر ہوگیا۔

۱۳۰۲ھ ہجری میں مولانا مولوی محمد مظہر صاحب اور ۱۳۰۴ھ ہجری میں مولانا فیض الحسن صاحب کا وصال ہوگیا جنہوں نے مظاہر العلوم کو من کل الوجوہ یتیم بنا چھوڑا اسوقت مدرسہ مظاہر العلوم کی بھی ظاہری و باطنی سرپرستی آپ کے حوالہ ہوئی۔

دیوبند میں حضرت قدس سرہ کو بارہا تشریف لانیکا اتفاق ہوا جن میں وہ تشریف آوری ضرور قابل ذکر ہے جسکو ہر نظر بصیرت مدرسہ عالیہ دیوبند کی پیشانی پر آب زر سے لکھا ہوا محسوس کر رہی ہے وہ جلسہ جسمیں امام ربانی اسوقت دیوبند تشریف لائے جلسہ دستار بندی کے نام سے موسوم ہے۔

مدرسہ عالیہ دیوبند میں جلسہ دستار بندی چار مرتبہ ہوا اول ۱۲۹۰ھ ہجری میں پانچ مولویونکے دستار باندھی گئی دوسری مرتبہ ۱۲۹۲ھ میں نیز پانچ علماء کی دستار بندی ہوئی تیسری مرتبہ ۱۲۹۶ھ میں سات مولوی دستار بند ہوئے چوتھی مرتبہ جس میں گیارہ علماء کی دستار بندی ہوئی یہی چودہویں ربیع الاول ۱۳۰۱ھ ہجری یوم پنجشنبہ کا جلسہ تھا جو تاقیامت یادگار رہیگا اور جسکا مختصر ذکر کرنا جزو سوانح قرار پایا ہے۔

اس جلسہ دستار بندی کا مدرسہ کی طرف سے خاص اہتمام ہوا اول تو موسم ہی نہایت باکیف تھا جاڑے نکل چکے تھے ہلکی خنکی موجود تھی راتیں چاندنی تھیں تقرر تاریخ میں تعطیلات دفاتر سرکاری کا لحاظ

کیا گیا تھا جلسہ سے دو ماہ پیشتر تاریخ و وقت جلسہ مقرر کر کے تقریباً دو ہزار خطوط اور اڑہائی سو اشتہارات مطبوعہ اکثر شہروں اور قصبوں میں شائع کر دیئے گئے تھے اِس اشاعت کے علاوہ بعض مناسب مواقع پر بذریعہ قلمی خطوط اور زبانی پیغام کے دعوت دی گئی تھی غرض عام اطلاع میں حتی الوسع کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا گیا بلکہ خاص حضرات کو اطلاع در اطلاع کی گئی تھی حضرت امام ربانی کا لبِ سڑک ریل تشریف لانا ایسا نہ تھا جسکی عشاقان زیارت قدر نکرتے خصوصًا اسلامی مدرسہ دیوبند کے جلسہ دستار بندی کی شرکت کے وقت اس دولت عظمی کا حصول تو بہت ہی بے چین کرنے والا تھا پس دو ہزار سے زیادہ عام و خاص مہمان شریک جلسہ ہوئے جن میں سب سے پہلے حضرت مولانا قدس سرہ کی تشریف آوری تھی آپکا اپنے طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ گنگوہ سے روانہ ہوکر دیوبند پونہچنا تھا کہ جلسہ کی بنیاد قائم ہوگئی بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ جلسہ ایک جسم تھا اور مولانا اسکی جان۔ آپ کے تشریف لانے پر جو مہمانوں کی اطراف ہند سے آمد شروع ہوئی تو جوق جوق آتے اور گروہا گروہ پروانہ وار اسطرح جھکے پڑتے تھے گویا پیاسوں کیلئے سبیل لگائی گئی ہے۔

آفرین ہے باشندگان دیوبند کی ہمتوں پر کہ اتنا بھاری جلسہ اسقدر مہمانداری جسکے مہمانوں کی پوری تعداد کا پہلے سے تعین ناممکن اور پھر اِس خوش اسلوبی و فراخ دلی سے میزبانی کی کہ بڑے بڑے رؤساء کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں۔ ان مخلص دینداروں نے اپنی شادی بیاہ کی تقریبات سے زیادہ قابل اہتمام اِس دینی تقریب کو سمجھا اور دینی مہمانوں کو اپنے مہمانوں سے زیادہ پیارا جانکر خاطر تواضع کی۔ عین ہجوم مہمانداری کی شب کو جملہ مہمان اور کئی سو صاحبان شہر کی ضیافت جناب حکیم مشتاق احمد صاحب رئیس دیوبند کے یہاں ہوئی حسن انتظام اس سے ظاہر ہے کہ دس بجے تک مہمانداری سے فراغت ہولی اور کسیکو اتنی شکایت کا موقع نملا کہ ہمیں پانی مانگنے سے ایک منٹ کے بعد ملا تھا

بعد نماز صبح اِس نو تعمیر مکان میں جہاں اسوقت مدرسہ قائم ہے اجتماع شروع ہوا اور ۸ بجے تک جلسہ کا نصاب مکمل ہوگیا اُسوقت مدرسہ کے مدرس اول حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب نے منبر پر کھڑے ہوکر ایک نہایت دلچسپ و پر تاثیر تقریر فرمائی جسمیں مختصر مگر جامع الفاظ کے اندر حالات مدرسہ بیان فرمائے اور اس نئی تعمیر کا آمد و خرچ اور ضرورت کا اظہار فرمایا جو ۱۲۹۳ھ ہجری میں حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں کی رکھی ہوئی بنیاد پر قائم ہوا اور حضرت مولانا

رفیع الدین صاحب کے الہامی نقشہ پر آٹھ سال سے تعمیر ہورہا تھا اور ابتک ساڑھے بائیس ہزار روپیہ خرچ ہوکر بضرورت جلسہ قابل جلوس بنالیا گیا تھا۔

تقریر سے فارغ ہوکر حضرت مولانا منبر سے اُترآئے اور وہ دستار ہائے فضیلت امام ربانی قدس سرہ کے سامنے لاکر رکھی گئیں جو فارغ التحصیل طلبہ کے سروں پر باندھنے کے لئے رُوساء شہر کی طرف سے آئی تھیں چنانچہ قطب العالم محدث گنگوہی قدس سرہ نے کھڑے ہوکر اپنے دست مبارک سے ہر ایک کے سر پر دستار باندھی اور فرادیٰ فرادیٰ ہر ایک سے کچھ کلمات نصیحت ارشاد فرمائے۔ یہ جلسہ دیوبند کے مدرسہ کی دستار بندی کا آخری جلسہ ہے جسکے بعد گو سیکڑوں طلبہ فارغ التحصیل ہوئے مگر دستار بندی کی رسم کسی کے ساتھ ادا نہیں ہوئی۔

خوشا قسمت اِن گیارہ علماء کی جنکے سروں کا تاج وہ عمامہ بنا جسکے پیچ قطب العالم کے ہاتھ نے ڈالے اور زہے نصیب اُن حضرات کے جنکا عطیہ امام ربانی کے ہاتھوں علماء کے سروں پر رکھا گیا وہ گیارہ حضرات جنکی اس مقدس و مشہور جلسہ میں دستار بندی ہوئی مفصلہ ذیل ہیں۔

حکیم امت حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب تھانوی دامت فیوضہ۔ حضرت مولانا الحافظ المولوی علاؤالدین صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت مولانا الحاج المولوی محمد اسحٰق صاحب نہٹوری زید فضلہ۔ جناب مولانا حافظ مولوی محمد یحیی صاحب کاندھلوی۔ استاذی سیدی و مولائی مولانا المولوی عبدالمومن صاحب دیوبندی ادام اللہ ظلہ۔ جناب مولانا الحافظ الحاج المولوی ناظر حسن صاحب دیوبندی مدرس اول مدرسہ چھتاری المولوی محمد صدیق صاحب دیوبندی۔ جناب مولانا الحافظ المولوی محمد یحیی صاحب دیوبندی مرحوم جناب مولانا الحافظ المولوی قاضی نصرۃ الدین صاحب نگینوی۔ مولانا المولوی محمد مرتضیٰ صاحب دہلوی۔ مولانا المولوی عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی۔

اسی جلسہ میں شیخ نہال احمد صاحب رئیس دیوبند نے ایک دوشالہ حضرت مولانا مولوی محمد یعقوب صاحب مدرس اول کو اور دوسرا دوشالہ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ کو عطا فرمایا اور اکثر حاضرین جلسہ نے زر نقد بصورت چندہ دینا شروع کیا جسکی تعداد ایک ہزار ستاون روپیہ بارہ آنہ ہوگئی یعنی کل مصارف جلسہ عمالہ ابہ وصول ہوکر عمالہ سے زاید بچ رہے۔

رسم دستار بندی ادا ہونے کے بعد حضار جلسہ کو آواز کہدیا گیا کہ کھانا طیار ہے سب صاحب کھانا کھاکر

اُٹھیں چنانچہ تمام مہمانوں نے اُسی جلسہ میں نہایت لطف وحلاوت کے ساتھ وہ کھانا تناول فرمایا جو خاص مدرسہ کی طرف سے تھا یہ مہمانی کئی ہزار مہمانوں کی ہوئی جنکو بدفعات کھلایا گیا اور خدا کی دی ہوئی برکت کے باعث پھر بھی بچ رہا غرض جلسہ بخیر وخوبی ختم ہوا کسی قدر مہمان تو اُسی روز واپس ہو گئے اور بہتیرے حضرات ٹھیرے رہے جنکی مہمانی آخر تک منجانب مدرسہ اہل شہر ہوتی رہی محض اللہ کا فضل تھا کہ مسجد کے گوشوں میں بیٹھنے والے علماء سے آنیوالے ہزارہا مہمانوں کی خاطر ومدارات کا وہ مضمون ادا ہوا جسکی نظیر منتظم سے منتظم اور مدبر سے مدبر امراء میں ملنی مشکل ہے چھوٹے بڑے اور واقف وانجان مہمانوں میں کسی کو پانی کے لوٹے یا بیٹھنے کی چارپائی تک کی تکلیف یا شکایت پیش نہیں آئی۔

جلسہ کے اگلے دن جمعہ تھا اسلئے زوار وعاشق مہمانوں کو حضرت امام ربانی کی خدمت میں باصرار عرض کرنیکی گنجائش ملی کہ وعظ فرمادیں اور چند ساعات کلمات طیبات سے تشنہ گان پند ونصایح کو سیراب ومحظوظ بنائیں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اول تو انکار فرمایا کہ مجھے وعظ کہنا نہیں آتا یہ منصب مولوی محمد قاسم صاحب کا تھا مگر جب حضرت مولانا رفیع الدین صاحب ومولانا محمد یعقوب صاحب نے نہایت اشتیاق ظاہر کیا کہ حضرت آپکا وعظ سننے کو بہت ہی دل چاہتا ہے تو آپنے یہ فرما کر آپکا جی چاہتا ہے تو جو کچھ مجھے آتا ہے کہدونگا درخواست منظور فرمالی اور جمعہ کی نماز کے بعد جامع مسجد میں وعظ فرمایا۔

وعظ کیا تھا "وان من البیان لسحرا" کا مصداق تھا اور بیان کیا تھا محبت الٰہی کا دریائے مواج اور قلزم متلاطم تھا جس نے اس کنارے سے لیکر اُس کنارے تک ہر صغیر وکبیر کی حالت کو دگرگوں کر دیا تھا آپ حدیث کی کتاب ہاتھ میں لیکر منبر پر بیٹھے اور کیفما اتفق اُسکو کھولکر جو حدیث نظر پڑی اُسکو پڑھکر ترجمہ فرمانے لگے آپ کے سارے وعظ میں حدیث نبوی کا نہایت سادہ ترجمہ اور یہی نماز روزے کے مسائل تھے جو معمولی پڑھے لکھے بھی بیان کر دیتے ہیں مگر خدا جانے وہ غیبی تاثیر کیا تھی جس نے سارے جلسہ کو ساکت وصامت اور مبہوت وسرنگوں بنا رکھا تھا ہر شخص اُس قلبی فیضان سے متاثر تھا اور مسجد کی دیواریں تک مست وسرشار نظر آتی تھیں حضرت مولانا المولوی رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ نے اِس وعظ کی چشم دید کیفیت کو سالانہ روئداد میں مختصر الفاظ کے ساتھ اسطرح تحریر فرمایا ہے کہ " وعظ کیا تھا گویا سامعین کو سئے محبت الٰہی کے خُم کے خُم پلادیئے در ودیوار تک مست تھے اور عجیب کیفیت ظاہر تھی کہ کہیں دیکھی نہ سنی اللہ اللہ اُسکے خاص بندوں کے سیدھے سیدھے الفاظ اور سادہ بیان اور ڈھیلی ڈھیلی زبان میں کیا کیا

تاثیرات ہیں کہ بشر کیا شجر و حجر بھی مان جاتے ہیں مولانا نے کوئی دقیق مضامین علمیہ بیان نہیں فرمائے یہی وضو اور نماز کے مسائل بیان کئے اور اخلاص کے بیان میں کسی تقریب سے ایک دفعہ بآواز بلند اَللّٰہ کہا معلوم نہیں کہ کس دل اور کیسے سوز و گداز سے اللہ کا نام لیا کہ تمام مجلس وعظ لوٹ گئی اور آہ و زاری کی آواز سے مسجد گونج اوٹھی۔ ہر شخص اپنے حال میں مبتلا تھا اُسوقت بعض اشخاص نے مولوی صاحب کو دیکھا کہ کمال وقار سے منبر پر خاموش بیٹھے ہیں اور اہل مجلس کیطرف متوجہ ہیں یقین ہوتا ہے کہ اگر مولوی صاحب ایسے متوجہ نہوتے تو اہل مجلس کو دیر تک افاقہ نہوتا مگر اللہ رے حوصلہ کہ خود ویسے ہی مستقل رہے ع

سینہ میں قلزم کو لے قطرہ کا قطرہ ہی رہا ۱۲ منہ۔

اس پُر کیفیت جلسہ کا حظ وافر انہیں سے پوچھا چاہئے جنکی خوش نصیب آنکھوں اور کانوں نے یہ حیرت خیز سماں دیکھا اور درد انگیز وعظ سُنا تھا یہ بات مشہور ہے کہ حضرت امام ربانی نے جسوقت حق جل شانہ کا نام مبارک لیا ہے چھوٹا بڑا ہر شخص اُس سے متاثر تھا اکثر پر رقت طاری اور گریہ و بکا کا وہ ہجوم تھا کہ بے اختیار تڑپنا چاہتے بلکہ بعض تڑپتے اور لوٹتے تھے۔ قلب پر کیفیت سب کے طاری تھی اور سبب کسی کو معلوم نہ تھا کہ کس مضمون پر یہ بے اختیاری ہو رہا ہوئی ہے سُنا ہے کہ وعظ سے قبل مجمع میں واعظین کی تقاریر اور تاثیرات کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ بعض وعظ کہنے والے بیان و تقریر کا اسدرجہ ملکہ رکھتے ہیں کہ حاضرین کا ہنسا دینا اور رولا دینا گویا اُن کے اختیار میں ہے کہ جب چاہا ہنسا دیا اور جسوقت رنگ بدلنا چاہا تو رولا دیا حضرت امام ربانی نے بھی یہ گفتگو سنی اور بات ٹالنے کے لئے یوں ارشاد فرما کر خاموش ہو گئے تھے کہ "ہاں اللہ کے بندوں کے نزدیک یہ کوئی چیز نہیں گنی جاتی رولانا اور ہنسانا بات ہی کیا ہے اخلاص کے ساتھ اللہ کا نام بھی نکلے تو اُسپر مخلوق رونے لگے" چنانچہ چند ہی ساعات کے بعد وعظ میں وہ مضمون جو علم الیقین تھا عین الیقین بنگیا اور کئی ہزار مخلوق نے اخلاص و صدق کی ماہیت اور کیفیت سے آگاہی حاصل کر لی جسکا نام ہوش میں آنا ہے وہ حالت مجمع کو عصر کے بعد نصیب ہوئی ورنہ عصر تک جسے دیکھئے کیفیت میں مست اور کسی غیبی اثر سے متاثر نظر آتا تھا۔ اس جلسہ میں مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی موجود تھے گو آخر زمانہ میں مولوی صاحب کا رنگ بدلگیا تھا مزامیر و سماع کیطرف جھک گئے تھے انتقال بھی بحالت سماع اجمیر کے عرس میں ہوا مگر حضرت کے مداح اور کمال ولایت کے قایل عمر بھر رہے اور جسوقت کا یہ ذکر ہے اُسوقت تو امام ربانی کے مخلص خادم بنے ہوئے تھے سُنا ہے کہ الہ آباد واپس جا کر یوں کہتے تھے کہ میں نے یہ کیفیت نہ کبھی دیکھی اور نہ سُنی صرف ایک کتاب میں حدیث تو دیکھی تھی جس میں

از مولوی محمد حسین الہ آبادی [illegible] صاحب الہ آبادی

مذکور تھا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ایک حالت طاری ہوگئی تھی جبکہ سیدنا حضرت جبریل علیہ السلام نے بام کعبہ پر آکر اللہ کا نام لیا اور اب تو سیدنا حضرت مولانا رشید احمد صاحب نے آنکھوں سے دکھادیا اور دلکو مزہ چکھادیا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ نے چند یوم دیوبند میں قیام فرمایا اور آخر براہ سہارنپور گنگوہ واپس تشریف لیگئے سہارنپور کا مدرسہ مظاہر العلوم جسکو مدرسہ عالیہ دیوبند کا مماثل وعدیل کہنا چاہئے اپنے افتتاح کیوقت سے بہر پرستی واہتمام خاصان خدا بابرکت رفتار پر چل رہا تھا اُسکی عمر بھی اٹھارہ سال کے قریب پونہچ لگی تھی دو مہینے بعد انیسواں سال شروع ہونیوالا تھا اِس اٹھارہ سال کی مدت میں بہت اشخاص فارغ التحصیل بنچکے اور نصاب نظامیہ کا تکملہ کرکے اپنے ملک وطن اور اِدہر اُدہر دیگر بلاد میں منتشر ہوچکے تھے اہل سہارنپور کو چونکہ ابتک دستار بندی کے جلسہ کیطرف مطلق توجہ نہوئی تھی اسلئے کوئی جلسہ وہاں منعقد نہیں ہوا تھا چنانچہ اب جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ دیوبند سے فارغ ہوکر سہارنپور تشریف فرما ہوئے تو مولانا مولوی محمد مظہر صاحب رحمہ اللہ نے دو فارغ التحصیل طلبہ کو دستار فضیلت باندہنے کی خواہش ظاہر فرمائی جسکو حضرت رحمہ اللہ نے بخوشی قبول فرمایا اور جامع مسجد میں بعد نماز جمعہ جناب مولانا مولوی فخر الدین صاحب گنگوہی زید فضلہ اور مولانا حافظ محمد جان صاحب پنجابی حال قاضی ریاست ٹونک کے سر پر دست مبارک سے دستار باندھی اسطرح ایک ہفتہ کے اندر دونوں دینی مدرسوں کے جلسہ دستار بندی سے بخیر وخوبی اور بحسن انتظام وخوش اسلوبی فراغت حاصل ہوئی اور قطب العالم قدس سرہ نے گنگوہ مراجعت فرمائی +

الحمد للہ کہ حصہ اول جس میں شرعیات کے عنوانات کو غلبہ ہے ختم ہوا دعا فرمایئے کہ حصہ دوم جسمیں طریقت اور اسکے متعلقات کا بیان ہوگا جلد آپکے ملاحظہ میں آئے اُمید ہے کہ شروع ذی الحجہ میں وہ بھی آپکے ہاتھ میں ہوگا اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں ہاں مشورۃً یہ عرض کرنا ہے کہ سلوک اور سچے تصوف کی حقیقت معلوم کرنے کے لئے آپکا جی چاہے تو رسالہ **تبلیغ دین** ملاحظہ فرمالیجئے جو امام غزالی کی کتاب اربعین کا سلیس اُردو ترجمہ ہے صرف آپ حضرات کیلئے اُسکی قیمت بجائے ۱؎ کے ۸؍ کرتا ہوں اُسکو غور کے ساتھ ملاحظہ فرمانے کے بعد جو کیفیت آپکے قلب پر طاری ہوگی اُسکے نفع کا آپ خود اعتراف کرلیں گے اور پھر حصہ دوم کے مطالعہ میں جو لطف آئیگا وہ انشاء اللہ وصول الی اللہ کا وہ کھلا ہوا راستہ آپکو بتائیگا جسکی آپکو بلکہ ہر مسلمان کو طلب وخواہش ہے۔ روحانی امراض اور اُسکی تشخیص کے بعد کامل معالجہ سے آگاہی اگر ضروری ہے تو یہ کتاب آپ کے ملاحظہ سے ضرور گزرے گی والسلام نعم الختام +

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریقت

برنویس احوال پیر راہ دان	پیر را بگزین و عین راہ دان	پیر را بگزین کہ بی پیر این سفر	ہست بس پر آفت و خوف و خطر
ہر کہ تنہا بادیہ این رہ برید	ہم بعون ہمت پیران رسید	بس رہے کہ ندیدستی تو ہیچ	ہین مرو تنہا ز رہبر سر مپیچ
گر نباشد سایہ او بر تو گول	بس ترا سرگشتہ دارد بانگ غول	اندر آ در سایہ آن عاقلے	کش نتاند برد از رہ ناقلے
ظل او اندر زمین چون کوہ قاف	روح او سیمرغ بس عالی طواف	در بشر روپوش گردست آفتاب	فہم کن واللہ اعلم بالصواب

اللھم انت المعبود۔ انت المسجود۔ صاحب الفیض والجود۔ لا الہ الا انت لا شریک لک لا احصی ثناءً علیک انت کما اثنیت علی نفسک اللھم انت نور السمٰوٰت والارض ومن فیھن ایاک نعبد وایاک نستعین ان لقاءک حق ونبیک سیدنا ومولٰنا محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم حق وکل ماجاء بہ من عندک حق لا ریب فیہ ولا مراء ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم اللھم نور قلوبنا واستر عیوبنا وامح ذنوبنا ولا تکشف عوراتنا واشف عاھاتنا واغفر خطایا وسیئاتنا انک انت الغفور الرحیم **امابعد** بندہ معبود ابومحمود **عاشق الٰہی** عفی عنہ اہل حق کیخدمت مین بصدق دل عرض کرتا ہی کہ بندہ ناکارہ اس باب مین محض نابلد ہی اسوجہ سے حصہ اوّل **تذکرۃ الرشید** کے ختم ہونے پر کئی ہفتے متواتر باوجود وعدہ پریشان خاطر اور متفکر وحیران رہا کہ اس حصہ مین قلم اُٹھائے یا نہ اُٹھائے اپنی ناواقفیت وبے مائگی کا غلبہ سکوت کیجانب تھا مگر اُن روحانی سرپرستون کے ارشاد وامر نے مجبور فرمایا جنکی باطنی قوت قدسیہ اور اندرونی توجہ وفیضان نے پہلے جزو کی تکمیل کرائی تھی اسلئے جو کچھ ثقات سے سُنا ہدیہ ناظرین کرتا ہون حق تعالیٰ اس تحریر کو ذریعہ ہدایت خلق واصلاح حال بنائے اور میرے لئے ذخیرہ آخرت وحصول رضا کا سبب گردانے بحرمتہ سید الانبیاء والمرسلین اٰمین۔

سلوک نام ہی "تعمیر الظاہر والباطن" کا یعنی اعضاء ظاہر اور قلب کا اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی طاعت و خدمت مین مشغول رکھنا باین طور کہ ہادی عالم خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوے طریق اور تعلیم فرمائی ہوئی شریعت کے اتباع کی اسدرجہ خو اور عادت پڑجائے کہ سنت نبویہ پر عمل کرنا طبعی شیوہ اور خلقی شعار بنجائے تکلف کی حاجت نہ رہے۔ یہ ظاہر ہی کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم خلاصہ موجودات

اور ظاہر و باطن دونون اعتبار سے اعدل الخلق ہین پس آپکے جملہ حرکات و سکنات جنکو آپ کی عادات کہا جاتا ہے اُس کامل اعتدال پر تھے جنکی تقلید ہر متنفس کے قلب کو معتدل بنا سکتی ہے اور چونکہ اعضاء کیساتھ قلب کو خاص تعلق عطا کیا گیا ہے اسلئے مسلمان جب کوشش کرتا ہے کہ عبادات کے علاوہ عادات مین بھی سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اتباع دائماً ملحوظ رکھے تو اُسکے اعضاء مین اعتدال پیدا ہو جاتا ہے اور کجی دور ہو جاتی ہے جسکا اثر قلب پر پڑتا رہتا ہے یہانتک کہ قلب جو انسان کے جسم کا خلاصہ ہے اخلاق رذیلہ سے متنفر اور خصایل حمیدہ سے متصف ہو کر معتدل بنجاتا ہے قلب کے اس اعتدال کا نام نسبت ہے اور اسی کے حصول کی ہر سچے مسلمان کو طلب ہے۔

جسوقت قلب مین اعتدال و راستی پیدا ہو جاتی ہے اُسوقت اسکو طاعات مین لذت آنے لگتی اور معصیتون سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے عبادات بالطبع مرغوب و محبوب بنجاتی ہین اور حق تعالیٰ کی مرضی کے خلاف کسی امر کا ارتکاب گران اور ناگوار گذرنے لگتا ہے۔ دل مین ایک روشنی ایسی پیدا ہو جاتی ہے جو طاعت اور معصیت کے فرق و امتیاز کو کسی وقت بھی مشتبہ نہین ہونے دیتی نفس جس نے دنیاوی لذتون مین مشغولیت کا خوگر بنا رکھا اور فنا ہونیوالی خواہشات کا شیدا اور دلدادہ کر رکھا تھا دن بدن اور لحظہ بلحظہ کمزور پڑتا جاتا ہے۔ عادت پلٹتی او؛ بدلتی جاتی ہے یہانتک کہ قلب کو مغیبات کے اعتقاد مین وہ مٹھاس معلوم ہوتی ہے جسکو دنیا کی لذیذ سے لذیذ نعمت سے بھی تشبیہ نہین دیجا سکتی۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور فکر سے اسدرجہ اُنس حاصل ہو جاتا ہے کہ ایک لمحہ اُسکا چھوٹنا جسکو غفلت کہتے ہین ہفت اقلیم کی سلطنت کے لٹنے اور جان و مال اہل و عیال عزت و آبرو غرض ہر مرغوب سے مرغوب اور پسندیدہ سے پسندیدہ چیز کے گم ہونے سے زیادہ ناگوار گذرتا اور کوفت کا سبب بنجاتا ہے۔

تصوف اصل ایمان ہے کوئی زاید شے نہین ہے یہی ایمان جسکا ہر مسلمان مدعی ہے اصل سلوک ہے بشرطیکہ اُسکی اصلیت اور حلاوۃ قلب کو عطا ہو جائے۔ یہی شریعت جو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عالم کو سکھائی ہے اصل درویشی اور طریقت ہے مگر اُسوقت جبکہ اعضاء سے متعدی ہو کر قلب تک پہونچ جائے اور عمل و اکتساب قلبی اُنس و تعلق کا ثمرہ بنجائے۔ ایک بیمار شخص جسکو مطلق بھوک معلوم نہو طبیب کے حکم سے غذا کھاتا ہے مگر جبراً قہراً تاکہ طاقت بنی رہے اور مرض کے

دور کرنے مین یا تکلیف کے جھیلنے مین معین و مددگار ہو اور دوسرا شخص وہ ہے جو بحالت تندرستی وصحت تامہ صادق اشتہا پر غذا کھا رہا ہے اسمین شک نہین کہ دونون کی بقاء حیات غذا پر ہے اور اس غذا نے دونون کو نفع پہونچایا صورت کے اعتبار سے ان دونون مین کچھ فرق نہین معلوم ہوتا کیونکہ غذا جسپر دنیاوی زندگی کا مدار ہے دونون کی خوراک بنی ہوئی اور استعمال مین آئی ہوئی ہے مگر حقیقت مین اندرونی فرق بے حد ہے کہ بیمار اپنی طبیعت کو غذا کا تابع بنائے ہوے ہے اور تندرست نے غذا کو طبع کا تابع بنایا ہے اسی طرح عامی آدمی عبادت کرتا ہے مگر نفس کو مجبور بنا کر اور صاحب نسبت ولی اسی عبادت مین مشغول ہوتا ہے مگر باین وجہ کہ دل کا تقاضہ اُس طاعت مین مشغول ہونے پر اسکو مجبور کر رہا ہے۔ اگر بیمار شخص پر طبیب کا جبر نہو یا طبیب کے حکم کی پروانہ کرے تو غذا کے نہ کھانے سے اسکے دل کو کوفت نہو گی اگرچہ اس نافرمانی کا خمیازہ ضعف کیوقت دوسری صورت مین بھگتنا پڑیگا مگر موجودہ حالت مین غذا کا نہ کھانا اسکی فرحت و مسرت کا سامان ہے برخلاف تندرست شخص کے کہ غذا کا نہ ملنا لحظہ بلحظہ اُسکے اعضاء مین انکسار و شکستگی بڑھائیگا پیٹ کے اندر کھرچن لگ جائیگی جبتک کھانہ لیگا اُسوقت تک کسی کام مین اُسکا جی نہ لگیگا۔ اس صحت کاملہ ہی کا نام طریقت ہے جو قلب کو حاصل ہوتی اور اُس روحانی غذا کا جسکو شریعت کہا جاتا ہے سچا خواہشمند اور شیدا بنا دیتی ہے۔

انسان کا قلب ایک آئینہ ہے جسمین تجلیات باری تعالیٰ کے منعکس ہونیکی استعداد اور قابلیت موجود ہے۔ اس استعداد کے ظاہر ہونے اور عملی حالت مین لانیکے لئے ضرورت ہے کہ اسکو صیقل کیا جاے اور شفاف رکھا جاے پھر اسکو آفتاب کی مواجہت مین اس طرح رکھدیا جاے کہ رُخ نہ پھرنے پاۓ اس قلب کی صیقل اُس ہمت و مجاہدہ سے ہوتی ہے جو معصیت کی ظلمت اور بدخلقی و رذیل عادات کے تکدر اور گرد و غبار کو ہر وقت کوشش او سعی کیساتھ مٹاتی اور دور کرتی رہتی ہے پھر جب غبار اُڑ جاتا ہے تو دوام ذکر و فکر مین اسکو مشغول کر دیا جاتا اور خالق جل و علی شانہ کے حضور مین علی الدوام قایم رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے اس مواجہۃ کی بدولت اسمین وہ انعکاس پیدا ہوتا ہی جسکی نظیر بیان کرنیکو دنیا مین کوئی شے نظر نہین آتی۔ یہ ایک آئینہ جسوقت اصل معدن نور سے منور ہو جاتا ہے تو اندھیرے عالم کو منور کرنیکے لئے کافی ہی یہی وہ نور تھا جسکو لیکر رسول مقبول صلی اللہ علیہ کا مبارک قلب

دنیا مین آیا اور آفاق عالم کو منور بنا گیا اُسی کی نورانیت دوسرون تک متعدی ہوئی اور صیقل شدہ متوجہ قلوب مین منعکس ہو ہو کر ہر زمانہ مین ہدایت کی روشنی پھیلاتی رہی آفتاب نبوت سے روشن ہونیوالے چراغ چودہ سو برس کے بعد آج بھی دنیا مین موجود ہین اور قیامت تک باقی رہینگے۔

اس مقدس نور کے حامل اولیاء اللہ کہلاتے ہین جنکی گنتی اُمت محمدیہ مین لاکھون سے بڑھ گئی اور اسی مقدس گروہ کے ایک رکن اور فرد اعظم شیخ کا یہ تذکرہ ہے جنکا لذّت دہندہ اسم مبارک مخدوم العالم حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہ ہے اور جو اپنے زمانہ کے قطب الارشاد تھے اَللّٰھُمَّ ارفع درجتہ واحشرنا فی زمرتہ۔

نامراد مؤلف نے اپنے حوصلہ کے موافق سلوک کی جو ماہیت بیان کی اُسکا منشا یہ ہوا کہ شریعت غراء ہی تصوف کا مقدمہ و مبتدا ہے اور یہی طریقہ بیضاء سلوک کا منتہی اور خبر ہو وھو الاول والآخر وصول الی اللہ کا سچا طلبگار اوّل اپنے اعضاء و جوارح کو بہ تکلف مجبور بنا بنا کر نفس کے خلاف شریعت کا پابند بنائیگا یعنی خواہشات کو ترک کریگا اگرچہ نفس کو ناگوار گذرے طاعات کو بجالائیگا اگرچہ پہاڑ کا بوجھ اُٹھانے سے زیادہ گران معلوم ہو یہانتک کہ اتباع شرع کی خو اور عادت پڑ جائیگی قلب کی کجی رفع ہو جائیگی خطرات اور معصیت کے ارادون اور خیالات کو بہ جبر دفع کر کر کے آئینہ دل پر زنگ نہ آنے دیگا اور پھر اسی صیقل شدہ قلب کو دوام ذکر و فکر اور حکم حق تعالیٰ شانہ کے امتثال و تعمیل کی یادداشت مین مشغول و متوجہ رکھیگا اُسوقت جو انعکاس تجلیات کا ہوگا اُسکی روشنی و چمک اور حلاوت و لذت مین اب جس راحت و سرور اور تعلق و انس کے ساتھ شریعت کا اتباع ہوگا اسکا نام طریقت و ولایت ہو جائیگا جسکا حاصل ہوئے پیچھے زایل ہونا عادۃً مستبعد اور محال ہے اس وقت مین اتباع شرع پر جو پختگی و استقامت پیدا ہوگی وہ اُس لازوال دولت کے نام سے موسوم ہے جسکے لئے عالم کی خلقت ہوئی اور جسکو حق تعالیٰ شانہ نے وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ مین ظاہر کیا اور جسکے حاصل کرنیکا وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ سے امر فرمایا ہے۔ یہی استقامۃ ہے جسکے سامنے خوارق عادات کشف و کرامات ہیچ در ہیچ ہین اسی کو مردان خدا فوق الکرامۃ فرماتے اور اسی کی طلب و جستجو مین جانین لڑا دیتے بلکہ کھپا دیتے ہین۔ اسی ایک بات کے پیچھے پڑ جانا اور دیوانہ و مستانہ ہو کر اسکی چاہ مین فنا ہو جانا وہ جنون محمود ہے جسپر لاکھون زندگیان قربان ہین اور جو ساری حیات و عقل کا مقصود اعظم ہے ۵

اے دل آن بہ کہ خراب از مے گلگون باشی
بے زر و گنج بصد حشمت قارون باشی
در رہ منزل لیلیٰ کہ خطرہاست بجان
شرط اول قدم آنست کہ مجنون باشی

قلب کی یہ حالت کہ شریعت کا اتباع بالطبع مرغوب بنجائے جسکو استقامت کہہ سکین اور دل کے مشاہدہ جمال و مواجہۃ شریفہ کی وہ کیفیت کہ ماسوے اللہ کے وسوسہ و خطرہ کا بھی گذر نہو جسکا نام اطمینان رکھ سکین محض وہبی امر ہے بخشنہارا آقا جسکو چاہے عطا فرمائے وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا ہان جس طرح کریم شاہنشاہ کا ہر عطیہ عالم اسباب مین کسب اور طلب پر متفرع کیا گیا ہے اسی طرح اس مقصود مرادات کے خلاصہ کا حصول بھی بظاہر حال اُس طریق مین منحصر ہے جسکو بیعت کہا جاتا ہے طرق مشایخ اور تعلیم صاحبدلان اسی باطنی تربیت اور اصلاح حال و تہذیب نفس کا سبب گردانا گیا ہے جسمین مشغول ہونا اس حالت کے حصول کا اُمیدوار بناتا ہے اب آقا کو اختیار ہے کہ جس اُمیدوار پر چاہے احسان فرمائے اور جو جگہہ اُسکے مناسب سمجھے اُس پر تقرری کا حکم دے۔

عالم کے رہبر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین کہ "جسم مین ایک ٹکڑا ہے جب وہ سنور جاتا ہے تو تمام جسم سنور جاتا ہے اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے اور وہ قلب ہے" حقیقت مین قلب کی اصلاح بدن کے اعضاء و جوارح کو مہذب بنا دیتی ہے اور چونکہ قلب مین طلب رضائے حق کے سوا کسی شے کی طلب باقی نہین رہتی اسلئے اعضاء جسم حق تعالیٰ کی مرضیات سے جو بطبع نبی پیغمبر کی لائی ہوئی شرع مین منحصر ہین سرمو تجاوز نہین کر سکتے عبادات ضروریہ سے آگے بڑہکر غیر ضروری طاعات اور نوافل و تطوعات مین مشغول ہوتے اور عادات نبویہ مین اتباع کو ضروری سمجھکر حرکات و سکنات تک مین تقلید و اقتدا کے خوگر بنتے ہین کیونکہ سمجھتے ہین کہ معتدل القلب و مستقیم الحال پیغمبر کا کوئی کام کیسا ہی عادت اور ضرورت بشریہ کے متعلق کیون نہو منفعت دینیہ سے خالی نہین ہے رضائے حق اور اعتدال قلب کا حصول اُسی مین منحصر ہے ممکن نہین کہ اُسکے خلاف امر مین حاصل ہو ؎ خلاف پیمبر کسے رہ گزید ✤ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ ان طالبان رضا کی یہ شان ہوتی ہے ؎

فراق و وصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے ✤

اب اُنکو مخلوق کی رضا و ناراضی کی پروا نہین رہتی۔ اتباع شرع اور حصول مقصود مین کوتاہ بین اور نابینا

جُہال کے طعن و اعتراضات سے بے نیازی حاصل ہو جاتی ہے اپنی دُھن مین اس درجہ پکّے اور مضبوط ثابت ہوتے ہین کہ وہ شکن مخالفتین اُنکو اُنکے پاک مقاصد سے باز نہین رکھ سکتین دنیاوی حوادث و صدمات اور مخلوق کی موت و حیات یا شادی و غمی کے واقعات اُنکے منضبط اوقات مین فرق نہین ڈال سکتے اِدھر گذرنیوالا زمانہ اپنے تمام انقلابات و تغیرات کے ساتھ برابر گذرتا رہتا ہے اور اُدھر اُنکی اٹل استقامت کے بارآور شاداب درخت مین اطمینان کیساتھ دن دونے رات چوگنے پھل آتے اور ثمرات بڑھتے رہتے ہین اُنکی زبان حال کہتی ہے کہ ؎

روزہا گر رفت گو رو باک نیست	تو بمان اے آنکہ چون تو پاک نیست

بالطبع نفس کی خواہشات کے غلبہ اور منفعت عاجلہ کی طلب اور لذت نے قلب کو اسدرجہ تاریک اور فاسد بنا رکھا ہے کہ اسکی اصلاح مین سچے طلبگارون کو راہبر کا دامن پکڑکر طرح طرح کے مجاہدے کرنے پڑے اور زندہ نفس کے مارنے مین بڑی بڑی شاقہ محنتین اُٹھانی اور جھیلنی پڑین پھر مہذب و مستقیم القلب مشایخ کو ضرورت پڑی کہ ان طالب وصل عشاق کی اصلاح و تہذیب مین زبان کی نصیحت اور قلب کی توجہ و ہمت سے پورا کام لین ہر ہر قدم پر ٹوکین انکی ہر ایک حرکت اور ہر سکون پر نظر رکھین انکی زبان کو ذکر کی حلاوت سے آشنا بنائین اور ہاتھ پاؤن کو حق تعالیٰ کی خدمت کا ذائقہ لگائین انکے زنگ آلود دلون کو فکر و مراقبہ اور دہیان گیان کی مٹھاس چکھائین یکسوئی و اطمینان کی عادت ڈالین اپنے نورانی قلب کی چمک اور جھلک اُنکے کثیف و تاریک قلوب پر ڈالکر ظلمت گھٹائین اور آہستہ آہستہ روشنی کا عادی بنا کر اُسکو چمکتا ہوا تارا اور جگمگاتا ہوا چاند بنائین۔ اسی تدریجی اصلاح مین ان روحانی سرپرستون کو باطنی تعلیم و تربیت کے علاوہ طالبین کے موقع موقع پر امتحان لینے کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ اس فن کے ماہر اور باطنی علم کے معلم خود ہی خوب سمجھتے ہین کہ طالب کیساتھ تعلیم کا کیا طریق برتنا چاہئے انکی تعلیم کا خلاصہ صرف اتنا ہے کہ قلب جملہ اخلاق رذیلہ سے جنمین تکبر و نخوت سبکی اصل ہے پاک ہو جاوے اور تمام اخلاق حمیدہ سے جنمین صدق و اخلاص سبکی جڑ ہے مزین و آراستہ ہو جاوے۔ حق تعالےٰ شانہ نے اپنی مخلوق کی طبایع چونکہ مختلف رکھی ہین اور ہر ایک کی استعداد و قابلیت جدا ہے پھر اپنا فضل کسی خاص شخص کیلئے مخصوص نہین کیا اسلئے بہتیرے صاحب نصیب اہل دل ایسے

بھی ہوئے ہین جنکو اس مشکل تعلیم کے حاصل کر لینے اور کڑے امتحان مین کامیاب ہوجانیکو زیادہ زمانہ کی ضرورت نہین پڑی امام ربانی حضرت مرشدنا و مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ انہین فرشتہ خصلت خوش نصیب جماعت مین ہین جنکی باطنی تعلیم کا زمانہ بہت ہی قلیل تھا چنانچہ حصہ اول مین بیان ہوچکا ہے کہ آپ اپنے مرشد اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین صرف چالیس روز رہے اور اکتالیسوین دن جبکہ آپ وطن کو روانہ ہوئے تو مرشد العرب والعجم نے کامیابی کا پروانہ آپکو عطا فرما دیا اور بیعت لینے کی اجازت دیدی تھی اس چلہ مین آپکا امتحان لیا گیا اور کسوٹی پر کسکر آپ کے قلب کو پرکھ لیا گیا تھا کہ اُسمین کبر و نخوت کا کوئی شائبہ تو باقی نہین رہا۔

ایک بار آپ خود فرماتے تھے کہ تھانہ بھون مین مجکو رہتے ہوئے چند روز گزرے تو میری غیرت نے اعلیحضرت پر کھانے کا بار ڈالنا گوارا نہین کیا آخر مین نے یہ سوچکر کہ دوسری جگھ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھیرو" مین خاموش ہوگیا قیام کا قصد تو کرلیا مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگھہ کرنا چاہیے تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیحضرت مکان تشریف لیجانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع ہوکر فرمانے لگے" میان رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائیو" دوپہر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ مین کوفتے تھے نہایت لذیذ اور دوسرے پیالہ مین معمولی سالن تھا۔ اعلیحضرت نے مجھے دسترخوان پر بٹھالیا مگر کوفتون کا پیالہ مجھسے علیحدہ اپنی طرف رکھا اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا۔ مین اپنے حضرت کیساتھ کھانا کھانے لگا اتنے مین حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف لائے کوفتون کا پیالہ مجھسے دور رکھا ہوا دیکھکر اعلیحضرت سے فرمایا "بھائی صاحب رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے مین تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیون نہین رکھ لیتے" اعلیحضرت نے بے ساختہ جوابدیا "اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کہلا رہا ہون جی تو یون چاہتا تھا کہ چوڑھون چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھدیتا" اس فقرہ پر اعلیحضرت نے میرے چہرہ پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہین آیا مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اسکا کچھ اثر نہ تھا مین سمجھتا تھا کہ حقیقت مین جو کچھ حضرت فرماتے ہین بالکل سچ ہے اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے۔ اسکے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہین لیا اسکے بعد فرمایا" اسی لئے مجھے کچھ آیا نہین۔

ایک مرتبہ آپکو نانوتہ یا رامپور تشریف لیجانیکا اتفاق ہوا سردی کا موسم تھا صبح کیوقت گاڑھے کی میلی دوہر اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے آپکے دائین اور بائین جانب حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب اور جناب حکیم ضیاء الدین صاحب بیٹھے تھے ایک صاحب آئے اور دائین بائین دونون حضرات سے مصافحہ کیا مگر حضرت امام ربانی کو عامی آدمی سمجھکر باوجود بیچ مین بیٹھے ہونیکے چھوڑ دیا آپکے اُستادزادے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب چونکہ آپسے بہت بے تکلف تھے اسلئے مُسکرائے۔ حضرت امام ربانی نے مطلب سمجھا اور ارشاد فرمایا الحمد للہ مجھے اسکی تمنا نہین ہے کہ لوگ مصافحہ کیا کرین۔

حق تعالیٰ شانہ کی یاد کیساتھ انس ومحبت کا آپکے مبارک قلب کو جو قوی علاقہ تھا اُسکو کوئی کیونکر سمجھ سکتا اور کس طرح کن لفظون مین بیان کرسکتا ہے بطحائی پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت کیساتھ آپکو اس درجہ الفت تھی کہ اُسکی نظیر ملنی زمانہ مین دشوار ہے آپکی عادت اور وضع کا ہر پہلو دیکھنے والون کو شریعت کی عملی تعلیم دیتا تھا آپ نہین چاہتے تھے کہ آپکا ایک قدم بھی پیغمبر کے حکم کے خلاف حرکت کرے۔ اپنے مالک حق تعالیٰ شانہ کی رضاجوئی آپکی انتہا مراد تھی اور سنت نبویہ کے اتباع کامل پر آپنے اُسکا حصول موقوف سمجھ رکھا تھا اسلئے آپکے جملہ حرکات وسکنات اس مقدس سانچے مین ڈھلے ہوئے تھے۔ بدعات کے متعلق حقیقت مین آپ کو تشدد پسند تھا اور یہ ثمرہ تھا اُس تنفر طبعی کا جو سنت کے عشق کی بدولت ضلالت کیساتھ آپکے قلب مین پیدا ہوا تھا شریعت کی تقلید پر آپ اپنے دل کے ہاتھون مجبور ہوچکے تھے پس اگر آپ کوشش بھی کرتے کہ خلاف شرع حالت کسی کی دیکھکر ضبط کرجائین تو آپ اسپر قادر نہ تھے ایکمرتبہ اشراق کی نماز سے فارغ ہوکر آپ باہر تشریف لائے اور معمول کے خلاف چادر سے مُنہ ڈھانپ کر لیٹ رہے ایکدن پہلے کرنال سے ایک برات گنگوہ مین آئی ہوئی تھی جسمین رقاصہ بھی ساتھ تھی۔ اس برات مین آنیوالے چند آدمی حضرت امام ربانی کے واقفکار بھی تھے جو صبح کو سلام کیلئے حاضر آستانہ ہوئے دیکھا تو حضرت مولانا چادر سے مُنہ ڈھانپے لیٹے ہین دیر تک یہ لوگ بیٹھے رہے مگر آپنے مُنہ نہ کھولا آخر ایک صاحب بولے کہ حضرت ہم تو زیارت کیلئے حاضر ہوئے تھے آپنے مُنہ ڈھانپے ہوئے رنج اور غصہ کیساتھ جواب دیا کہ میری زیارت مین کیا دھرا ہے؟ آخر اس مجمع کے ایک سفید ریش شخص نے سمجھا کہ رقاصہ کا ساتھ لانا اس محرومیت کا سبب ہوا ہے پس معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت ہم تو رنڈی کو ساتھ لائے نہین بھٹی والون کی حرکت ہے۔ آپنے بیساختہ ارشاد فرمایا کہ "میان بھٹی والے کسی کے خدا تو

ہیں نہیں کہ انکا کہنا مانا ہی جائے"۔ اس جواب کا حاضرین پر اس درجہ اثر ہوا کہ بہتیرے دل بھر آئے آخر جب لوگ چلے گئے تو آپنے چادر منہ سے ہٹائی اور اوٹھ بیٹھے۔

آپ کے جد امجد حضرت عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کا عرس جسکے بند کرنے پر آپ قادر نہ تھے اسدرجہ آپکو اذیت پہونچاتا تھا کہ صبر کرنا دشوار اور آپ کیلئے زبردست مجاہدہ تھا اوّل اوّل آپ ان دنون مین گنگوہ چھوڑ دیتے اور رامپور تشریف لیجایا کرتے تھے مگر آخر مین اس ایذاء قلبی کے برداشت کی آپکو تکلیف دیگئی تو یہ زمانہ بھی آپکو اپنی خانقاہ ہی مین رہکر گذارنا پڑا اس موسم مین آپکو اپنے منتسبین کا آنا بھی اسدرجہ ناگوار گذرتا تھا کہ آپ اکثر ناراض ہوجاتے اور ترک تکلم فرما دیتے تھے ایکبار جناب مولانا مولوی محمد صالح آپ کی زیارت کے شوق مین بیتاب ہوکر گھر سے نکل کھڑے ہوئے اتفاق سے عرس کا زمانہ تھا اگرچہ آنیوالے خادم کو اسکا وہم بھی نہین گذرا مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ اپنے شیدائے سنت دل کے ہاتھون مجبور تھے آپسے نہو سکا کہ انکی مزاج پرسی کرین یا محبت و مدارات سے پیش آئین آپنے بجز سلام کا جواب دینے کے ان سے یہ بھی نہ پوچھا کہ روٹی کھائی یا نہین اور کب آئے یا کیون آئے مولوی محمد صالح صاحب کو دو دن اسی طرح گذر گئے حضرت کا رخ پھرا ہوا دیکھنا جسدرجہ انکو شاق گذر رہا تھا اُسکو انہین کے دل سے پوچھنا چاہیئے ہرچند اسکی وجہ سوچتے مگر کچھ سمجھ مین نہ آتی تھی حاضر خدمت ہوتے اور خاموش بیٹھکر رنجیدہ و محزون واپس آجاتے تھے آخر اس حالت کی تاب نہ لاکر حاضر خدمت ہوے اور رو کر عرض کیا کہ حضرت مجھسے کیا قصور ہوا جسکی یہ سزا مل رہی ہے مین تو اسکا تحمل نہین ہوسکتا اللہ واسطے معاف فرما دیجے اسوقت حضرت نے انکا ہاتھ اپنے ہاتھ مین دیا اور فرمایا کہ "میرا قصور نہین کیا جسکو مین معاف کردون خدا کی خطا کی ہے اس سے معافی چاہو" اسوقت مین سمجھا کہ عرس کے ایام مین میرا گنگوہ آنا آپکو ناگوار گذرا چنانچہ معذرت کے طور پر عرض کیا کہ حضرت خدا شاہد ہے مجھے تو عرس وغیرہ کے ساتھ ابتدا ہی سے شوق نہین واللہ نہ مین اسوقت اس خیال سے گنگوہ آیا اور نہ آج کل یہان عرس ہونیکا مجھے علم تھا۔"

حضرت امام ربانی نے فرمایا اگرچہ تمھاری نیت عرس کی شرکت نہ تھی مگر جس راستہ مین دو آدمی عرس کے آنیوالے آرہے تھے اُسی مین تیسرے تم تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہین مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ"۔

حضرت امام ربانی کا اصل کمال جسکو قلب سے تعلق ہے خدا گواہ ہے کسی لفظ مین طاقت نہین کہ اُسکو

ادا کر سکے جو کچھ زبان سے کہا جاتا یا قلم سے لکھا جاتا ہے وہ اُس اندرونی کیفیت راسخہ کے ثمرات و آثار ہین جنکو محض علامت اور وہ بھی ضعیف علامت کہہ سکتے ہین باقی مجھ نادان کی تو ہستی کیا ہے بڑے بڑے صاحبدل نورانی قلوب والے مشایخ زمانہ اُسکی کُنہہ و حقیقت کا پتہ نہ لگا سکے۔ عالم کے پیدا کرنیوالے خدا کی محبت مین آپ اس درجہ فنا اور مستغرق تھے کہ اطاعت مین اپنی جان کھپائے دیتے اور ٹٹول ٹٹول کر ڈھونڈ ڈھونڈ کر مرضیات باری تعالیٰ مین مشغول ہوتے تھے شریعت کے اتباع اور خلاف سنت یعنی بدعات سے تنفر کی بدولت مخالفین کے طعن اور بدگوئیان جو آپکے کان مین پڑتی تھین اُنکو آپ اپنے مقصود کا حاصل ہونا اور مراد و آرزو کی کامیابی و ظفر سمجھتے تھے پھر بھلا اُسکی پروا اور خیال کا تو کیا ذکر ہے۔ مُردہ سنتون کا احیا آپ نے اپنا منصب سمجھ رکھا تھا اور اُن مضامین پر مخلوق کو متنبہ کرنا اپنے اوپر فرض گردان رکھا تھا جو واقع مین جزو شرع ہین مگر خلق اللہ اون سے ناواقف و جاہل یا کسلمند اور غافل ہین قلب چونکہ حاکم ہے اور جوارح اُسکے ماتحت ملازم پس چونکہ آپ کا ہونہار قلب تھانہ بھون مین آستانہ امدادیہ پر چلّہ کشی کی بدولت مشکوٰۃ نبوت کا نور حاصل کر چکا اور آفتاب عالمتاب کی طرح منور بن چکا تھا اِسلئے سر سے لیکر پاؤن تک آپ کے تمام اعضا کمال تہذیب کے ساتھ مہذب اور شریعت غرّا کی مضبوط قید مین پورے مقید ہو گئے تھے سنت مصطفویہ نے آپکا ہر پہلو اور بدن کا جوڑ جوڑ ایسا مضبوط جکڑ لیا تھا کہ آپ اِدھر یا اُدھر ہل بھی نہین سکتے تھے۔ آپکا قلب مشاہدہ جمال احدیت مین عالم کی فریفتہ کرنیوالی چیزون سے بیزار ہو گیا تھا آپ کے تمام اعضا بدن حق تعالےٰ کی رضاجوئی مین محنت کرنیکے شیدا ہو لئے تھے آپکا دل فیض منزل اپنے مولیٰ کی سچی محبت کا گنجینہ بن چکا تھا اور آپ کے جسم کا ہر حصہ پاک خدا کی راضی کرنیوالی محنتون اور مقدس مذہب اسلام کی خدمت کرنیکا اسدرجہ طالب ہو گیا تھا کہ نبی امی کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کرنا آپکی عادت بنگیا تھا سنت سے زیادہ چونکہ آپکو کوئی چیز محبوب نہ تھی اسلئے اسکے اتباع مین آپکو وہ لذت آتی تھی جسکی ماہیت بیان نہین ہو سکتی حق تعالیٰ کا فضل ہر وقت آپکا معین و مددگار تھا توفیق آپکی پشت پناہ بنی ہوئی تھی سداد و رشد آپکی قوت بازو بنا دیا گیا تھا سکون و اطمینان قلب آپکو اپنے کاندھون پر سوار کئے ہوے تھا ثبات و استقامت کا تاج آپ کے سر پر رکھدیا گیا اور اُخروی جاوید نعمت کی سچی طلب آپ پر سایہ افگن تھی جسکے ٹھنڈے سایہ مین دنیا کا گرم و سرد گرد ہو لیا اور حوادث و واقعات کا نشیب و فراز کانِ لم

تغن بالأمس بن چکا تھا۔ خوش قسمتی سے حضرت صاحبزادہ حکیم مولانا مسعود احمد صاحب کے پاس ایک پرچہ میری نظر پڑا جو طریقت کی ماہیت کے متعلق حضرت قدس سرہ کے دست مبارک کا لکھا ہوا تھا اور جسکو اوایل عمر مین خدا جانے کس ضرورت کے وقت قلمبند فرمایا تھا اُسکو ہدیہ ناظرین کرتا ہون۔

"علم الصوفیۃ علم الدین ظاهرا و باطنا و قوۃ الیقین وهو العلم الاعلی حالهم اصلاح الاخلاق و دوام الافتقار الی اللّٰه تعالٰی حقیقۃ التصوف التخلق باخلاق اللّٰه تعالٰی وسلب الارادۃ وکون العبد فی رضاء اللّٰه تعالٰی اخلاق الصوفیۃ ما هو خلقه علیه السلام بقوله انک لعلی خلق عظیم وما ورد بالحدیث وتفصیل اخلاقهم هکذا۔ التواضع ضده الکبر المداراة واحتمال الاذی عن الخلق المعاملۃ برفق وخلق حسن وترک غضب و غیظ۔ المواساة والایثار بفرط الشفقۃ علی الخلق وهو تقدم حقوق الخلق علی حظوظه السخاوۃ۔ التجاوز والعفو طلاقۃ الوجه والبشرۃ السهولۃ ولین الجانب ترک التعسف والتکلف انفاق بلا اقتار وترک الادخار۔ التوکل القناعۃ بیسیر من الدنیا الورع۔ ترک المراء والجدال والعتب الا بحق۔ ترک الغل والحقد والحسد ترک الجاه والجاه وفاء الوعد الحلم۔ الاناءۃ التواد والتوافق مع الاخوان والعزلۃ عن الاغیار وشکر المنعم۔ بذل الجاه للمسلمین الصوفی یهذب بالظاهر والباطن فی الاخلاق والتصوف ادب کله۔ ادب الحضرۃ الالٰهیۃ الاعراض عما سواه حیاءً واجلالاً وهیبۃً۔ اسوء المعاصی حدیث النفس وسبب الظلمۃ"۔

(ترجمہ) صوفیہ کا علم نام ہے ظاہر و باطن علم دین اور قوۃ یقین کا اور یہی اعلی علم ہے صوفیہ کی حالت اخلاق کا سنوارنا اور ہمیشہ خدا کی طرف لو لگائے رکھنا ہے تصوف کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے اخلاق سے مزین ہونا اور اپنے ارادہ کا چھن جانا اور بندے کا اللہ تعالیٰ کی رضا مین بالکلیہ مصروف ہو جانا ہے۔ صوفیہ کے اخلاق وہی ہین جو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا خلق ہے حسب فرمان خداوند تعالیٰ کہ بیشک تم بڑے خلق پر (پیدا کئے گئے) ہو اور نیز جو کچھ حدیث مین آیا ہے (اُسپر عمل اخلاق صوفیہ مین داخل ہے) صوفیہ کے اخلاق کی تفصیل اس طرح ہے اپنے آپکو کمتر سمجھنا اور اسکی ضد ہے تکبر مخلوق کے ساتھ تلطف کا برتاؤ کرنا اور خلقت کی ایذاون کی برداشت کرنا۔ نرمی اور خوش خلقی کا معاملہ کرنا اور غیظ و غضب کا چھوڑ دینا۔ ہمدردی اور دوسرون کو ترجیح دینا خلق پر فرط شفقت کے ساتھ جسکا یہ مطلب ہے کہ مخلوق کے حقوق کو اپنے حظ نفسانی پر مقدم رکھا جائے سخاوت کرنا درگزر اور خطا کا معاف کرنا۔ خندہ روئی اور بشاشت جسم۔ سہولت اور نرم پہلو رکھنا۔ تصنع اور تکلف کا چھوڑ دینا۔ خرچ کرنا

بلا تنگی اور بغیر اتنی فراخی کے کہ احتیاج لاحق ہو۔ خدا[11] پر بھروسہ رکھنا۔ تھوڑی[12] سی دنیا پر قناعت کرنا۔ پرہیزگاری[13] جنگ[14] وجدل اور عتاب نہ کرنا مگر حق کیساتھ۔ بغض[15] وکینہ وحسد نہ رکھنا۔ عزت[16] وجاہ کا خواہشمند نہ ہونا۔ وعدہ پورا کرنا۔ بردباری[17]۔ دور اندیشی[18]۔ بھائیون[19] کیساتھ موافقت ومحبت رکھنا اور اغیار سے علیحدہ رہنا۔ محسن[20] کی شکر گذاری اور جاہ کا مسلمانون کیلئے خرچ کرنا۔ صوفی[21] اخلاق مین اپنا ظاہر وباطن مہذب بنا لیتا ہے اور تصوف سارا ادب ہی کا نام ہے بارگاہ احدیت کا ادب یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے منہ پھیر لیا جائے شرم کے مارے حق تعالیٰ کے اجلال وہیبت کے سبب۔ بدترین[22] معصیت ہے تحدیث نفس یعنی نفس سے باتین کرنا اور ظلمت کا سبب ہے۔

امام ربانی قدس سرہٗ کی یہ چند سطور سرنامہ اور عنوان ہین اُن تمام مباحث کا جو طریقت کے شریف فن مین ہزارہا ضخیم کتابون کے اندر اولیاء اللہ نے جمع کئے ہین۔ عالم کی خلقت کے اصل مقصود اور بطحائی پیغمبر کے پھیلائے ہوئے پاک مذہب اسلام کی چودہ سو برس مین جتنی بھی تفصیل وتوضیح لکھو کھا کتابون مین مدوّن ہوکر ہوئی ہے سب کا لب لباب یہی ہے جو مذکورہ دس سطرون مین بیان ہوا۔

سلوک وتصوف کی حقیقت اور طریقت کی ماہیت حضرت مولانا نے بارہا زبان فیض ترجمان سے بھی ظاہر فرمائی یون تو آپکی ہر تقریر کا لفظ لفظ بلکہ آپ کے جسم مبارک کا روان روان اور افعال واقوال کا ہر ہر پہلو اور انداز سچے تصوف کی ماہیت ظاہر کرتا تھا مگر مذکورہ بالا تحریر کی طرح مختصر تعریف اپنے متوسلین کو سمجھانیکے لئے بھی کبھی کبھی بیان فرمائی ہے۔ ۶ر رمضان المبارک ۱۳۲۲ھ کو چند خاص لوگون کے مجمع مین جبکہ آپ بوقت چاشت گولر کے نیچے دھوپ مین بیٹھے ہوئے تھے آپکی زبان مبارک سے یہ تقریر ظاہر ہوئی جسکو مولوی برکت اللہ صاحب نے اوسیوقت قلمبند کر لیا تھا ہدیہ ناظرین کیجاتا ہو غور سے ملاحظہ فرمایئے وہ یہ ہے "تمام اذکار واشغال ومراقبات وغیرہ کا خلاصہ یہ ہو کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی حضوری ہر وقت میسر رہے۔ بعض نے اس حضوری کے بھی دو درجے کر دیئے ہین جن مین سے ایک یہ ہے کہ اسم ذات مخیلہ مین قایم ہو جائے پھر اسم سے مسمی کیطرف آسانی سے راستہ ملجاتا ہے۔ یہ جو بزرگون نے چلہ وغیرہ کا طریقہ ایجاد کیا تھا اسکا بھی مطلب یہی تھا کہ کوئی دوسرا خیال اور نقش مخیلہ پر نہ پڑے مثلاً باہر نکلو تو گھونگھٹ کر کے نکلو کہ کسی کو دیکھو گے تو اُسکی صورت کا نقش مخیلہ کو مکدر کر دیگا۔ جس طرح انسان کو اپنی ہستی کا ہمہ وقت علم ہے کہ "مین ہون" بس ایسا بلکہ یہی علم

حق تعالیٰ کے ساتھ رہنا چاہئے فرق اتنا ہے کہ اپنے تئین جسم صورت شکل آنکھ ناک کان کیساتھ مشاہدہ کرتا ہے حق تعالیٰ کو بدون اسکے مشاہدہ کرے کہ وہ ہے ؎ دوربینان بارگاہ الست ٭ غیر ازین پے نہ بردہ اند کہ ہست۔ کے یہی معنی ہین اور النہایۃ راجعۃ الی البدایۃ کا یہی مطلب ہے کہ جس طرح نوزائیدہ بچہ جانتا ہے کہ اللہ ہے فقط بس یہی قایم ہو جانا سب کچھ ہے انسان کسی وقت اپنی ہستی کو بھی بعض مصروفیت مین فراموش کر دیتا ہے لیکن یہ فراموشی نہایت خفیف اور کالعدم ہے پہلے بزرگ اخلاق سیئہ کو چھڑانیکی محنتین کرایا کرتے تھے تاکہ یہ کام آسان ہو جاوے مگر متاخرین نے خصوصاً ہمارے سلسلہ کے بزرگون نے یہ طریق پسند کیا ہے کہ ذکر کی اسقدر کثرت کرے کہ یہ اخلاق ذکر کے نیچے دب جائین اور ذکر تمام باتون پر غالب آجائے۔

اخلاق سیئہ بہت سے ہین مگر اکثر نے دس مین محصور کر دیا ہے پھر اُن دسون کا خلاصہ تکبر کو بتایا ہے کہ اگر یہ دور ہو جاے تو باقی خود دور ہو جاتے ہین حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کوئی شخص بیس سال رہا اور ایک روز عرض کیا کہ حضرت اتنی مدّت مین مجھے تو آپ سے کچھ حاصل نہوا۔ وہ شخص اپنی قوم کا سردار اور برادری مین ممتاز تھا آپ سمجھ گئے کہ اسکے دل مین بڑائی ہے فرمایا اچھا ایک بات کرو اخروٹون کا ایک ٹوکرہ بھر کر خانقاہ کے دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور پکارو کہ جو شخص میرے ایک جوتہ ماریگا اوسکو ایک اخروٹ دونگا اور جو دو ماریگا تو دو دونگا اسی طرح زیادہ کرتے جاؤ جب یہ کام کر چکو اور اخروٹ کا ٹوکرہ خالی ہو جاے تب میرے پاس آؤ اس شخص نے کہا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ حضرت یہ کام تو مجھسے ہرگز نہوگا" حضرت جنید نے فرمایا یہ وہ مبارک کلمہ ہے کہ اگر ستر برس کا کافر اسکو ایکمرتبہ صدق دل سے پڑھ لے تو واللہ مومن ہو جاے مگر تو اسوقت اسکے پڑھنے سے کافر طریقت ہو گیا جا نکل جا تجھے مجھسے کچھ حاصل نہوگا۔

دوسرے کسی بزرگ کا نام لیکر فرمایا کہ اُنکے پاس ایک شخص مدتون رہا اور پھر شکایت کی کہ قلب کی حالت درست نہوئی شیخ نے دریافت فرمایا کہ میان درستی سے تمہارا کیا مقصود ہے اُس شخص نے جواب دیا کہ حضرت جو نعمت آپسے ملیگی وہ آپسے لیکر دوسرون کو پہونچاؤنگا شیخ نے فرمایا بس اسی نیت کی تو ساری خرابی ہے کہ پہلے ہی سے پیر بننے کی ٹھان رکھی ہے اس بیہودہ خیال کو جی سے نکالدو اور یون خیال کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمین طرح طرح کی نعمتین دی ہین انکا شکر

اور بندگی ہمپر فرض ہے پس جو لوگ اس امید پر ذکر شغل کرتے یا نماز پڑھتے ہین کہ ہمین اسکا نفع ملے یہ اونکی حماقت ہے انکی نیت مین فساد ہے کیسا نفع کہان کا اجر یہ ہستی یہ جسم یہ آنکھین یہ ناک یہ کان یہ زبان یہ حواس جو حق تعالیٰ نے ہمین دے رکھے ہین پہلے انکے شکریہ سے تو فراغت ہولے تب دوسرے نفع اور اجر کی توقع کرے حافظ زاہد حسن صاحب نے اس موقع پر سوال کیا کہ حضرت جیسا کہ آپنے فرمایا اگر کوئی شخص ہر وقت اللہ کو یاد رکھے تو بس کافی ہے اور کچھ اُسکے واسطے ضروری نہین؟ آپنے ارشاد فرمایا "بس فرایض اور سُنن موکدہ" اسکے بعد کسی بزرگ کے حوالہ سے فارسی کا یہ جملہ ارشاد فرمایا۔ واین مقام صلوۃ ستری ہست کسیکہ باین مقام میرسد حاجتش بہ نماز ظاہری نیست اما تاہم ہر کہ باین غرّہ یک نماز ہم ترک خواہد کرد مردود ازلی خواہد شد۔

اللہ کا ذکر کرنا ہی زندگی کا فائدہ ہے باقی تمام نقصان ہی نقصان ہے اگر کسی سے بحضور قلب نہو سکے زبان ہی زبان تک رہے تاہم فایدہ سے خالی نہین" الحمد للہ سوانح حصہ دوم کا خلاصہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی اس تحریر و تقریر مین پورا ہولیا اگر حق تعالیٰ توفیق عطا فرماوین تو صاحب فہم کیلئے اس اخصر مضمون مین سب کچھ موجود ہے مین اسکا اہل نہین کہ شرح یا توضیح کرون ہان بصدق دل دعا کرتا ہون کہ مجھے اور آپ تمام حضرات کو حق تعالیٰ وہ حلاوت ایمان اور نور اسلام عطا فرماوین کہ اس علم کا اذعان اور عمل ہوجاوے وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

جس تہذیب سے مہذب و مزین ہونیکا حق تعالیٰ نے اپنے بندون کو حکم دیا ہے اُسکا عملی جاتیمن نمونہ بنا کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا مین بھیجدیا گیا اور "لَقَدْ کَانَ لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" سے تمام مخلوق کو اطلاع دیدی گئی ہے کہ قلب اور اعضا کو اس نمونہ کے موافق سنوار کر ہمارے حضور مین حاضر ہونا چاہیے۔ پس امام ربانی قدس سرہٗ کو اُس مشعل کی روشنی مین جو آپ کو مشائخ کے معمول و متداول طریق سے پچیس سال کی عمر مین عطا ہوئی تھی جھلکتا ہوا صاف نظر آرہا تھا کہ شاہنشاہ کی پیشی کیوقت سب سے پہلا سوال یہی ہونا ہے کہ نمونہ کے موافق مہذب بنکر آئے ہو یا نہین؟ اسلئے بقیہ تمام عمر مین شاید ایک لحظہ بھی ایسا نہ گذرا ہو جسمین سرتاج اُمت کی متابعت سے آپکا قلب غافل ہوا ہو۔ آپ اپنے زمانہ مین اس مضمون کے اندر یگانہ تھے صدف عالم کا در فرید اگر آپ کو کہا جاوے تو بجا ہے کیونکہ آفاق عالم سے آنیوالی مخلوق متعدد اوقات اور مختلف حالات و

مین آپ کے آستانہ پر حاضر ہوتی تھی آنیوالے ہزارون تھے اور زمانے متعدد مگر آپکا کام ہمیشہ ایک اور آپکا مشغلہ سدا یکسان تھا دس برس کے بعد حاضر ہونیوالا شخص آپکو بے کم وکاست اور بلا تفاوت اُسی حالت مین دیکھکر گیا ہے جس حال مین دس سال قبل دیکھ چکا تھا۔ اتباع شرع کی محویت وفنائیت مین اسدرجہ استحکام واستقامت کے باعث سنت کے طلبگارون کیلئے آپکا وجود ہزار ہا سوالات کا جواب تھا کہ زندگی بھر کے واقعات وحوادث اور پیش آنیوالے امور مین نبوی تعلیم کا سبق آپکی ذات سے حاصل ہوتا تھا آنکھون نے زبان کو بولنے کی تکلیف سے چھٹی دی رکھی تھی کیونکہ تمدن وطرز معاشرت کے متعلق نبوی عمل جو دوسری جگہ دریافت کرنے سے مخلوق کو معلوم ہوتا تھا وہ یہان آنکھون سے دیکھکر حاصل ہوجاتا بلکہ عمل کرنیکی ترغیب دلانیوالا محرک اور ہمت بندھانیوالا حامی ومددگار بنجاتا تھا۔ آپکے حرکات وسکنات اور روزمرہ کے معمولات ہر آنیوالے عامی کو تہذیب واصلاح کا سبق پڑھادیتے اور خواص کے شبہات وشکوک کی گلجھٹین دور کردیتے تعارض اوٹھاتے اور علم کو عمل کیساتھ تطبیق دیکر نبوی نیابت کا کام دیا کرتے تھے۔

آپ کے سامنے علماء کا گردنین جھکا لینا اور پڑھے لکھے سمجھدار آنکھون والے مولویون کا حلقہ بگوش ہوجانا اندھا دھند عامیانہ تقلید کی صورت مین نہین ہوا تھا بلکہ برسون جانچ پرتال اور دیکھ بھال کے بعد جب اس جماعت کو کلّی اطمینان اور وثوق ہوگیا کہ امام ربانی قدس سرہ کا وجود باوجود خداوندی نمونہ کا سچا نمونہ اور علمی مضامین کا عملی مجسم سانچہ ہے اُسوقت غلامی کا اقرار کیا اور دستگیری کی درخواست کا منظور ہونا اخروی سعادت سمجھکر سلسلہ بیعت مین منسلک ہوئے۔ مین یہ نہین کہتا کہ معاذ اللہ امام ربانی نبی اور معصوم تھے یا یہ کہ آپ سے خطا وزلت نہین ہوسکتی تھی حاشا وکلا مگر ہان یہ ضرور کہونگا کہ سردار عالم پیشوائے اُمت پیغمبر کے فرمان کا مخلص اور کامل فرمانبردار جسکو حق تعالیٰ نے زمانہ کا ہادی اور امام بنا کر بھیجا ہو کہ مخلوق اُسکے قول وفعل سے آسمانی ہدایت کا سبق لے اور جسکے اعضاء کی معصیت سے حفاظت کیگئی ہو کہ خلقت کیلئے سبب ضلال وگمراہی نہ بنے وہ اس زمانہ مین ہندوستان کے اندر صرف امام ربانی قدس سرہٗ کا نفس اور ایک دم تھا جسکی نظیر میرے علم مین دوسری نہین تھی یہی وجہ ہے کہ مخالفین کو باوجود صد درجہ مخالفت کے آپکی ذات پر کسی ایسے طعن یا الزام کا عمر بھر موقع نہ ملسکا جسکا عیب یا قبیح ہونا کھلا ہوا اور عند الشرع مسلم ہو آخر کار

آپ کے ہنر عیب بنائے گئے اور بدعات سے تنفر کو جو اصل شریعت سے فرط محبت اور سنت کے ساتھ عشق و شغف کا ثمرہ تھا معصیت بتا بتا کر آپ کی تکفیر کیگئی۔ فویل لھم ثم ویل لھم۔

آج جبکہ آپکو دنیا سے اٹھے ہوئے دو سال ہو لئے اگر مخلوق جمع ہو کر پوری ہمت خرچ کرے اور یادداشت کو پوری طرح کام مین لاکر مہینون بھی سوچے تو انشاء اللہ ایک واقعہ بھی ایسا نہ نکال سکیگی جسمین آپکی نماز کا قضا ہو جانا یا جماعت سے کاہلی و سستی یا کسی شرعی مسلم پسندیدہ امر سے ذرہ برابر بے رغبتی یا غفلت آپکی ثابت ہوتی ہو۔ دیوبند کے جلسۂ دستار بندی مین جب آپ تشریف لائے ہین تو غالباً عصر کی نماز مین ایکدن ایسا اتفاق پیش آیا کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نماز پڑھانیکو مصلے پر جا کھڑے ہوئے مخلوق کے ازدحام اور مصافحہ کی کثرت کے باعث باوجود عجلت کے جسوقت آپ جماعت مین شریک ہوئے ہین تو قرأت شروع ہو گئی تھی۔ سلام پھیرنے کے بعد دیکھا گیا تو آپ اوداس اور چہرہ پر اضمحلال برس رہا تھا اور آپ رنج کے ساتھ یہ الفاظ فرما رہے تھے کہ "افسوس بائیس ۲۲ برس کے بعد آج تکبیر اولیٰ فوت ہو گئی"۔

حق تعالیٰ کے چاہیتے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مرحومہ اُمت مین جن خوش نصیب اور پاک طینت حضرات کو مرتبہ قرب وولایت کیساتھ نوازا گیا اور سچے ایمان کی حلاوت اور اطمینان کیساتھ یقین واذعان کی روشنی جنکے قلوب مین ڈالی گئی ہے اُن مین حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دل فیض منزل کو ایک خاص خصوصیت کیساتھ یہ اندرونی لذت عطا ہوئی تھی جسکا ثمرہ یہ تھا کہ زمانہ کے صاحب نسبت مشایخ اور اہل دل مجاز طریقت اولیاء اللہ کے آپ سردار تھے عالم کے ہادی اور راہبر نائبین رسول گروہ کی سیادت آپکے حوالہ کی گئی تھی علماء عصر کا آپکو سرد ہر و امیر الجیش بنایا گیا تھا پیشوایان خلق کا امام و پیشوا اور مصلحان قوم و ملت جماعت کا مصلح اور حاکم آپکو گردانا گیا تھا۔ مقبولان بارگاہ صمدیت کی پاکباز جماعت تختۂ عالم پر سدا بہار گلاب اور مہکانیوالی پھول کا کام دیتے تھے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ذات مقدس بمنزلہ عطر گلاب بلکہ روح بنی ہوئی عالم کو مہکا رہی تھی۔ احتمال خطا اور امکان زلت کے درجہ مین آپ یقیناً بشر تھے مگر ہادی و راہبر عالم ہونیکی حیثیت سے چونکہ آپ اُس بڑی لوٹ مسند پر بٹھائے گئے تھے جو بطحائی پیغمبر کی میراث ہر اسلئے آپکے قدم قدم پر حق تعالیٰ کیجانب سے نگرانی و نگہبانی ہوتی تھی آپ اولیاء اللہ کے اُس

اعلیٰ طبقہ مین رکن اعظم بنکر داخل ہوئے تھے جنکے اقوال وافعال اور قلب وجوارح کی ہر زمانہ مین حفاظت کی گئی ہے اور جنکی زبان اور اعضاء بدن کو تائید وتوفیق خداوندی نے مخلوق کو گمراہی سے بچانیکے لئے اپنی تربیت وکفالت مین لے رکھا ہے آپنے کئی مرتبہ بحیثیت تبلیغ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے "سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہون کہ مین کچھ نہین ہون مگر اس زمانہ مین ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر" او کما قال ظاہر بین علماء جن مسائل مین دلائل وشواہد کے پابند ہوکر اختلافی جھگڑون مین پڑتے اور حق وباطل مین امتیاز کامل نہو سکنے کیوجہ سے تذبذب وتحیر کے بیابان مین سرگردان پھرا کرتے تھے حضرت امام ربانی قدس سرہ مشکوٰۃ نبوت سے سلگائی ہوئی مشعل قلبی کے نور کی بدولت واقعی حق جانب بیان فرماتے اور شق صحیح معین فرماکر بلا استشہاد فیصلہ کر دیا کرتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپکے فتاویٰ مین فقہی استشہاد وروایات بہت ہی کم نظر سے گذرینگی اور حقیقت مین امر حق ذیل کا تابع بھی نہین ہے بلکہ دلیل امر حق کی محکوم اور علامت مظہرہ کے قایم مقام ہے۔

حضرت امام ربانی کا علو مرتبت اور قرب منزلت کا پورا پتہ لگانا کوئی آسان بات نہین اور نہ اسکی حاجت ہے ہان اتنی بات ظاہر اور سب کے نزدیک مسلم ہے کہ مرتبہ ولایت مین خاص نسبت عبدیت یعنی اتباع نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مین انہماک وفنائیت جو آپکو حاصل ہوئی تھی آپ کے زمانہ مین دوسرے کو عطا نہوئی تھی آپ اپنے زمانہ کے تمام خاصان خدا کے خلاصہ اور مقبولان بارگاہ احدیت کے لب لباب اور مرحومین کی جماعت کے منتخب صدر انجمن تھے جس درجہ کی استقامت وپختگی یعنی دین کے بارہ مین جماؤ اور ثابت قدمی آپکو عطا ہوئی تھی اُسکی نظیر اہل عصر کو نظر نہین آئی موافق ہو یا مخالف اور دوست ہو یا دشمن چار وناچار بادل خواستہ یا ناخواستہ اس بات کا ضرور مقر ہے اور ہوگا کہ حضرت امام ربانی اُس سیدھی اور صاف بٹیا پر چلتے چلتے جان دیگئے جسکو شریعت اور سنت کہا جاتا ہے۔ مانا کہ مخالفین نے جن باتونکو بدعت حسنہ کہا اُنکو حضرت امام ربانی نے بدعت سیئہ قرار دیا اور نافرد متنفر رہے لیکن جس مضمون کا سنت اور فعل رسول یا فعل صحابہ ہونا مخالف کو بھی تسلیم ہے اُسکے التزام واہتمام اور پابندی وانصرام کا معترضین کو بھی اسدرجہ اعتراف ہے کہ امام ربانی کا یگانہ روزگار ہونا اظہر من الشمس ہے۔ یہ بے نظیر استقامت اور لاثانی پختگی آخر کیون تھی اور کہان سے آئی تھی اگر اسکا حاصل کرنا سہل تھا تو معترضین نے

اعتراض سے قبل یا بعد حاصل کیون نہ کرلی؟ خدا شاہد ہے وَكَفٰى بِهٖ شَهِيْدًا یہی وہ کمال اصلی ہے جس مین کسی غیر کا ساجھا نہین اور یہی وہ بڑی کرامت ہی جسکا صدور دوسرون سے عادۃً ممکن نہین۔ یہی ہے وہ ثمرۂ عبدیت جو لاشریک معبود کی راہ مین جان کھپائے بغیر حاصل نہین ہوسکتا اور یہی ہے وہ خاص الخاص شاہنشاہی عطیہ جو زمانہ مین منتخب زمانہ لاڈلے محبوب کے سوا دوسرے کو نہین دیا جاتا۔ اسی جوہر کے حامل و قدردان جوہری کو ارشاد خلق کا تاج اوڑھاکر مسند نیابت النبوت کا صدرنشین بناکر قطب الارشاد کے نام سے مشہور کرایا جاتا اور پیغمبر آخر الزمان کے وصال کے بعد ہر صدی مین اہل زمانہ کو نمونہ دکھانیکے لئے دنیا مین بھیجا جاتا ہے تاکہ سچی اخلاقی تہذیب اور حقیقی آقا کی پسندیدہ جسمانی و روحانی اصلاح کو مخلوق عملی حالت مین دیکھ لے اور قیامت کیدن شاہنشاہی پیشی پر بازپرس کے وقت ہونسکنے کا لاطائل عذر پیش نہ کرسکے ان حضرات کے حجۃ اللہ فی الارض ہونیکے یہی معنی ہین اور اٰیۃٌ مِّنْ اٰیَاتِ اللہ ہونیکا یہی مطلب ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ اَحْزَابِهٖ وَوَفِّقْنَا لِاِتِّبَاعِهٖ وَامْتِثَالِ اَوَامِرِهٖ۔

صناع لم یزل نے جس طرح اپنی مخلوق کی صورتین جدا جدا پیدا فرمائی ہین اسی طرح سیرتین الگ الگ بنائی ہین۔ سیرت کے اختلاف کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب کوئی نعمت خدا کی طرف سے نازل ہوئی تو بعض لوگون نے شکر گذاری کیساتھ اُسکو ہاتھون ہاتھ لیا سر پر رکھا آنکھون سے لگایا اور عبد شکور بنکر منعم حقیقی کے محبوب قرار پائے دوسرون نے اُسکو بہ نگاہ حقارت دیکھا اور کفران کی بدولت اُس نعمت کو کیا رد کیا خود مردود بارگاہ ہوے اور خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ کے مصداق بنے۔ سخی پادشاہ عام ضیافت کا اعلان مشتہر کرکے جسوقت اپنا وسیع دسترخوان بچھا دیتا ہے تو بہتیرے اُسکی لذیذ غذاؤن سے متمتع ہوتے ہین اور بہتیرے عیب چینی کے تفکرات مین مبتلا اور قبح جوئی کی مصیبت مین گرفتار ہوکر انتفاع سے محروم رہتے ہین یہی حال ہر زمانہ مین آسمانی خوان کے متعلق ظلوم و جہول انسان کا رہا ہی کہ لوح محفوظ کی کتابت کے ہاتھون مجبور ہوکر بھلا یا بُرا جو حصہ بھی اُنکی قابلیت یا نااہلی کے متعلق ازلی علم نے اُنکے لئے مقدر و مقرر کردیا تھا اُسکو لیا اور منتفع یا محروم بنے چنانچہ جس مبارک زمانہ مین خلاصۂ عالم و عالمیان سردار دوجہان احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ناف ارض یعنی بلدۃ الحرام مکہ معظمہ مین ہر جن و بشر کے لئے مجسم نمونہ تہذیب و اصلاح بنکر تشریف لائے تو سیدنا ابوبکر و عمر جیسے خوش نصیب حضرات کی سعادت کے مقابلہ مین ابوجہل و ابولہب جیسون کی شقاوت و بدنصیبی اور محرومی قسمت و شومی

طالع ایسی تھی جنہون نے اس نعمت خداوندی کی شکر گذاری کا جو کچھ قابل حسرت وافسوس حصہ لیا اُسکو کوئی مسلمان قیامت تک نہین بھول سکتا آپکا برقرار معجزہ جسکا نام قرآن ہے وہ آسمانی نعمتون کا بھر پور خوان ہے جسکی غذاؤن سے سیر ہونیکی ہر کہ ومہ اور شریف ووضیع کو اجازت دیگئی ہے مگر ظاہر ہے کہ یہ شاہنشاہی فرمان کسی خوش نصیب عالم باعمل مسلمان کیلئے حُجۃٌ لہٗ ہے اور کسی بدنصیب بدعمل عاصی کیلئے حُجۃٌ علیہ پس امام ربانی قدس سرہٗ کی سوانح شریفہ مین اس تاسف کا کوئی محل وموقع ہی نہین کہ افسوس بعض ناقدردانون نے اس درشہوار کی قدر کیون نہ پہچانی اور خدائی ہدایت کے مجسم عملی نمونہ کی تقلید واتباع کے بجائے لوگون نے کفران وطعن اور اعتراض وتخالف کا کیون حصہ لیا؟ جب اپنے نصیب مقدر سے زیادہ یا خلاف حصہ لینا کسی متنفس کی طاقت ہی مین نہین ہے حجۃ اللہ علی الارض کے متعلق جن حرمان نصیب مسلمانون کا حصہ عیب جوئی وتشنیع کی کوفت لکھا ہوا ...وہ اپنے حصہ کے حاصل کرنے سے کیونکر باز رہسکتے ہین علاوہ ازین یہ بھی تو بطحائی پیغمبر کی وہ سنت اضطراری ہے جسکا پایا جانا مجدد وقت نائب پیغمبر کی پائدار سوانح مین لازمی تھا وذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاءُ واللہُ ذوالفضل العظیم - ہان جن خوش قسمت طالب رشد وہدایت اصحاب کو خدائی فرستادہ نمونہ کی بقدر نصیب موافقت کا حظ تام یا ناقص عطا ہوا وہ شکر ادا کرین کہ آسمانی نعمت کا نزول پہلا احسان ہے اور اس سے منتفع ہونیکی توفیق حق تعالیٰ شانہ کا دوسرا انعام پس مبارک ہو اُن حضرات کو جنکے لئے امام ربانی قدس سرہٗ کا وجود باجود حجۃ لہ قرار پایا اور بیحد وبے پایان مبارکباد اُن حضرات کو جنھین اعلیٰ حضرت نے اپنا قایم مقام بناکر مخلوق کیلئے حجۃ قرار دیکر ایسی حالت مین دنیا کے اندر چھوڑا کہ اُنکے مطہر ومزکی دل مشکوۃ نبوت سے منور اور ہونہار شجرۃ القلب سلسبیل ولایت ونسبت سلسلہ سے مثمر وبار آور ہو گئے تھے حق تعالیٰ اس مختصر جماعت کی کفش برداری کے طفیل مین اس ناکارہ سیہ رو کی حالت بھی سنوارے وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ -

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے حالات انضباط اوقات اور ثمرۂ استقامت وثبات فی الدین کے اظہار مین وہ تحریر ہدیہ ناظرین کرتا ہون جو میری درخواست پر سیدی ومولائی حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی عزیز الرحمن صاحب مجددی نقشبندی مفتی مدرسہ دیوبند زید مجدہ نے اپنے قلم سے تحریر فرماکر بھیجی اور میری عزت افزائی فرمائی کہ جزو سوانح بنکر تاقیام قیامت قایم وبرقرار رہے وھو ھذا:-

عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آن غواص بحر حقیقت آن صدف لآلی طریقت و شریعت عالم عامل محدث وفقیہ کامل زین عصر و فخر دہر قطب الارشاد سالک مناہج الرشاد مرشد رشید ذی رائے سدید حجۃ اللہ فی الارض مقبول بارگاہ احد حضرت مولانا الحاج الحافظ رشید احمد گنگوہی اعلی اللہ درجاتہ فی علیین۔

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کا علم وعمل وزہد وتقویٰ وتوکل وصبر ورضا وتسلیم بما یجری بہ القضاء اسدرجہ کے تھے کہ اُسکا بیان احصار سے باہر ہے تمام عمر ایسی استقامت مین گذاری کہ سفر وحضر مین برابر اوقات شب وروز کو مشغول طاعت حق تعالیٰ رکھتے تھے مجلس اُنکی پر انوار تھی ظاہری وباطنی اہل علم نکات علمیہ سے مستفید ہوتے تھے اور اہل حال نور وسکینہ قلبی حاصل کرتے تھے بیس بائیس برس سے احقر کو اتفاق حاضری دربار گہربار حضرت مولانا قدس سرہ ہوتا تھا کسیوقت ذرہ برابر کسی مشغلہ مین فرق نہین دیکھا جو اوقات جس شغل کے تھے اُنکو برابر انہین مشاغل مین مصروف رکھتے تھے اس زمانہ مین ایسا جامع شریعت وطریقت منبع علم وعمل زمانہ کی آنکھ نے نہ دیکھا نہ سنا علم حقایق مین بے نظیر اتباع سنت مین بے مثل تھے ہمیشہ دوپہر کو ۱۲ بجے کے بعد ایک بجے تک قیلولہ فرماتے تھے ایک بجے جسوقت ظہر کی اذان ہوتی تھی فوراً بیدار ہو جاتے تھے اور ظہر کی نماز کا سامان فرماتے اکثر ظہر سے پہلے غسل فرماکر سنتین ظہر کی حجرہ شریفہ مین پڑھکر مشغول ذکر وتسبیح رہتے تھے جب وقت جماعت کا ہوتا مسجد مین تشریف لاکر امامت ظہر کی فرماتے بعد ادائے فرض ظہر سنتین حجرہ مین آکر ادا فرماتے دو سنت موکدہ دو نفل اُسکے بعد کہڑے ہوکر بعد ادائے سنن ومعمولی وظائف شروع تلاوت قرآن شریف مین مشغول ہوتے تلاوت سے فارغ ہوکر تسبیح وتہلیل لسانی مین مشغول رہتے تھے اسوقت مین بھی جو مہمان وخدام موجود ہوتے تھے خدمت شریف مین حاضر ہوکر استفادہ مسائل شریعت وجمعیت باطنیہ کرتے تھے لیکن باوجود اسکے کہ جواب مسائل بھی دیتے تھے اور اور ضروری باتین بھی فرماتے تھے لیکن مراقبہ وذکر لسانی مین برابر مشغول رہتے تھے اور چہرہ پر انوار سے کیفیت استغراق وحضوری نمایان ہوتی تھی اسی مشغولی مین جب وقت عصر آجاتا وضو جدید فرماکر مسجد مین تشریف لاکر دو رکعت نفل ادا فرماتے پھر امامت عصر فرماکر اکثر اوقات حجرہ سے

باہر تشریف رکھتے تھے اسوقت خدام وحاضرین کا مجمع ہوتا تھا اہل شہر بھی اسوقت حاضر خدمت ہوتے تھے اور مہمانان ومریدین عموماً اسوقت حاضر خدمت رہتے تھے علماء جو حاضر خدمت ہوتے تھے وہ اسوقت سوالات بھی کرتے تھے اور حضرت قدس سرہٗ ہر ایک سوال کا جواب تحقیقی دیتے تھے مغرب تک اسی طرح تشریف رکھتے تھے لیکن اسوقت میں بھی برابر درود وذکر لسانی جاری رہتا تھا اذان مغرب کے ہونے کے بعد مسجد مین تشریف لاکر امامت مغرب فرماتے اور بعد نماز سنن ونوافل اوابین مسجد مین ادا فرماکر دیر تک مراقب ومشغول رہتے تھے اور ادعیہ مسنونہ واوراد مشروعہ سے فارغ ہوکر پھر کچھ دیر حجرہ مین یا باہر حجرہ سے تشریف رکھکر مکان کو تشریف لیجاتے کھانا تناول فرماکر قبل از عشا تشریف لاکر وضو فرماکر مسجد مین تشریف لاتے تھے اور دو رکعت نفل ادا فرماکر امامت عشا فرماتے اور سنن ووتر مسجد مین ادا فرماکر حجرہ مین آکر مشغول رہتے تھے عشا کی نماز ہمیشہ دیر مین وقت مسنون کے موافق پڑہتے تھے پھر بعد عشا اوراد ووظایف سے فارغ ہوکر استراحت فرماتے بعد نصف شب کے جب ایک ثلث شب تقریباً باقی رہتی اوٹھکر تہجد ادا فرماکر تلاوت قرآن شریف صبح صادق تک فرماتے حسب ارشاد حق تعالیٰ وقران الفجر ان قران الفجر کان مشہودا اسوقت تلاوت قرآن شریف حفظ سے فرماتے تھے صبح صادق کے ہونے کے بعد سنتین پڑھکر حجرہ شریف مین مشغول رہتے تھے جب وقت جماعت صبح کا حسب مذہب امام ابوحنیفہ رحؒ ہوتا تھا یعنی جسوقت خوب اسفار ہوجاتا نماز صبح کی امامت مسجد مین آکر فرماتے اور بعد نماز صبح حجرہ مین تشریف رکھتے اور ارتفاع شمس تک خلوت مین رہتے تھے بعد نماز اشراق حجرہ کھلتا تھا اور مستفیدین حاضر خدمت ہوکر انوار شریعت وطریقت سے مستفید ہوتے تھے دس گیارہ بجے دن کے طعام تناول فرماکر بعد ۱۱ بجے دن کے قیلولہ فرماکر حسب دستور وظایف طاعت مین مشغول ہوتے تھے یہ ہی مختصر طریق سے بیان آنحضرت قدس سرہٗ کے مشغولی طاعت وعبادت کا پھر اس مشغولی مین کسی حال فرق نہ آتا تھا جناب مولانا محمد منیر صاحب نانوتویؒ فرماتے تھے کہ مین سفر حجاز مین ہمرکاب حضرت مولانا قدس سرہٗ تھا ایک روز جہاز مین تہجد کے وقت آپ کو ضرورت غسل کی تھی مجھسے فرمایا کہ دریا مین سے ایک دو ڈول کھیچدو کہ غسل کرون مین نے کہا کہ ابھی بہت رات ہے صبح ہونے دیجیے سفر مین اگر ایک روز تہجد قضا ہوجائیگا تو مضایقہ نہین مگر حضرت کو یہ منظور نہین ہوا اوسیوقت غسل فرماکر نماز تہجد ادا فرمائی اور حسب معمول

وظایف وتلاوت مین مصروف ہوئے۔

اوایل مین باوجود ان مشاغل مذکورہ کے درس حدیث شریف بنہایت تحقیق وتدقیق سے فرماتے تھے بعد نماز اشراق دس گیارہ بجے تک اور بعد نماز ظہر وظایف وتلاوت قرآن شریف عصر تک اسباق حدیث شریف کا درس فرماتے تھے صدہا بلکہ ہزارہا طالبان علم دین آپ سے مستفید ہوکر ہدایت خلق اللہ مین مصروف ہوئے۔

ایک دفعہ احقر درس حدیث شریف کے وقت حاضر جماعت طلبہ تھا ایک موقع پر فرمایا کہ میرے اُستاد حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "جسقدر اپنے نفس سے دوری ہو اسیقدر قرب حق تعالےٰ حاصل ہے" آپ کے درس مین افادہ نکات علمیہ کے ساتھ افاضہ باطنی بھی برابر جاری تھا آخر مین جب بینائی مین حضرت کی ضعف آنے لگا درس حدیث شریف موقوف ہوگیا اسوقت سے افادۂ باطنی مین اسدرجہ ترقی ہوئی کہ طالبان مولیٰ تھوڑے سے عرصہ مین مقصود پر فایز ہوتے تھے اور سلوک باطنی تمام فرماکر رخصت ہوکر مستفیدین کو فیض پہنچاتے تھے الغرض دروازہ رحمت حق تعالےٰ کا کھلا ہوا تھا کہ جو داخل ہوا مقبول ہوکر نکلا ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ۔

جس زمانہ مین احقر حضرت مرشدنا مولانا محمد رفیع الدین صاحب نقشبندی مجددی خلیفہ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خدمت مین حاضر رہتا تھا ایکبار حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ دیوبند تشریف لائے حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین اسی طرح حاضر ہو جس طرح میرے پاس آتا ہے جسوقت اس ارادہ سے احقر حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر ہوا انوار باطنیہ اسی طرح منعکس ہوتے تھے جیسے حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحبؒ کی خدمت مین حاضر ہونے سے ہوتے تھے احقر نے کبھی ہر دو حضرات کی خدمت مین حاضر ہوکر کچھ فرق نہین پایا اور بعد ہجرت ووفات حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب قدس سرہٗ یہ کیفیت تھی کہ جسوقت گنگوہ حاضر ہوتا تھا گویا ایک نئے عالم مین پہنچتا تھا تا قیام گنگوہ عجب حالت صفائی ویکسوئی توجہ کی رہتی تھی اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کی نظر عنایت والتفات سے جو کچھ نعمتین حاصل ہوئین اُنکے بیان سے بندہ قاصر ہے حضرت مولانا قدس سرہ کی توجہ وعنایت ظاہری وباطنی ہر ایک حاضر خدمت ہونیوالے کے

حال پر ایسی ہی تھی یہ سمجھتا تھا کہ مجھسے زیادہ کسی کے ساتھ محبت وتعلق نہ ہوگا کیون نہ ہو کاملین جو متخلق باخلاق اللہ ہین انکی یہ ہی صفت ہوتی ہے آفتاب کو اپنا فیض پہنچانے مین کسی سے بخل نہین ہے

شکر فیض تو چمن چون کند اے ابر بہار ۔ کہ اگر خار دگر گل ہمہ پروردۂ تست

ہر چہ ہست از قامت ناساز وبد اندام ماست ۔ ورنہ تشریف تو بر بالاے کس کوتاہ نیست

حضرت قدس سرہٗ مرجع عالم تھے صغار وکبار اپنے اپنے حاجات ظاہری وباطنی آپکی خدمت مین پیش کرتے تھے اور حضرت کی دعا سے سبکے مقاصد پورے ہوتے تھے سب کی نظر آپکی طرف تھی اور آپ کی توجہ خالص حق تعالیٰ کی طرف تھی جملہ امور کو من اللہ دیکھتے تھے اور مدح وذم سے فارغ تھے ایکبار جب احقر میرٹھ مین مدرسہ عربیہ مین مدرس تھا احقر نے ایک عریضہ آنحضرت کی خدمت مین بھیجا جسمین احقر نے کسی ایسے امر کی نسبت کچھ عرض کیا جسکو احقر یہ سمجھا کہ شاید یہ امر موجب پریشانی خاطر وباعث کلفت آنحضرت ہو آسکے جواب مین آنحضرت نے یہ شعر لکھا۔ شعر

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم ۔ کہ با من انچہ کرد آن آشنا کرد

جس سے کمال استقامت حضرت کی ظاہر تھی اور یہ کہ حضرت کے لئے کوئی امر موجب پریشانی نہین ہے جو کچھ پیش آتا ہے اسکو حق تعالیٰ کی طرف سے دیکھتے اور جانتے ہین چنانچہ حضرت اعلیٰ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایکبار حضرت مولانا قدس سرہ کو لکھا کہ اپنا حال لکھئے تو حضرت مولانا قدس سرہٗ نے جواب مین یہ بھی فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کو مدح وذم یکسان ہے جسپر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرت فرمایا کہ یہ اعلیٰ مرتبہ ولایت کا ہے۔

باوجودیکہ دریائے وحدت مین مستغرق تھے اور واردات غیبیہ قلب مبارک پر وارد ہوتے تھے مگر کسی وقت ذرہ بھر اتباع سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوات والتحیہ سے قدم باہر نہین رکھا احقر جس زمانہ مین حضرت ہادی برحق فانی مطلق محو فی مرضات اللہ جناب حاجی امداد اللہ مہاجر قدس سرہٗ کیخدمت فیض اثر سے رخصت ہوکر ہندوستان کو واپس آیا آثار توحید وجودی برخلاف اپنے مسلک نقشبندی مجددی کے غالب ہوئے اور اسمین غلو ہونے لگا چنانچہ اسوقت کے بعض اشعار جو بندہ نے لکھے اس کو ظاہر کرتے ہین وہو ہذا:-

اشعار

وہ خود اس پردۂ کثرت مین ظاہر ۔ ہوا جاتا ہے اسے وہ جو ہی ماہر

وہ مثل بو ہر اک گل مین خفی ہے ۔ دیا ہے مثل مستی اندر مے

گل ولالہ ہی جون مخفی زمین مین
اگر جانے کوئی جانے اثر سے
وہ خود عارف ہی اور معروف وہ ہے
وجود اسکے سوا کب ہے کسی کو
غرض ہر رنگ مین ہے رنگ اسکا

دیا مثل لطافت یاسمین مین
جو سچ پوچھو کوئی کیا اسکو جانے
وہی محبوب اور مشغوف وہ ہے
لباس عاشقی مین گاہ پیدا
خرد ہے دیکھ جلوہ رنگ اسکا
ہر اک ہی جستجو مین اسکی شیدا الخ

ہی ظاہر اور خفی ہر اک نظر سے
یہ شرکت ہے کوئی میری بلانے
ظہور اسکا ہی جو کچھ دیکھتے ہو
گہے در صورت لیلے ہویدا
بنا یا خلق کو سودائی اپنا

الحاصل اس حالت مین اول یہ خواب دیکھا کہ احقر ایک نہایت تیز و توانا بلند قامت گھوڑے پر سوار ہے اور راستہ پہاڑ اور گڈھونکا ہے کہین زیادہ اونچا کہین بہت نیچا اور وہ گھوڑا بے تکلف اُس ناہموار راستہ پر مجھکو لیجا رہا ہے کہ ہر یک قدم پر خوف گرنے کا ہے اسی حالت خوف و رجا مین برابر اُسی ناہموار راستہ کے ایک سڑک صاف اور سیدھی وسیع نظر پڑی اور مین نے اپنے گھوڑے کا رخ اُس طرف کو کیا ہے اس مین آنکھ کُھل گئی دوبارہ دیکھا کہ گویا احقر میرٹھ کی اونچی مسجد سے پشتہ پر کہ جو مثل پہاڑ کے اُترائی کے ہے اور زمین سڑک سے بہت بلند ہے نیچے مُم اترا اور درمیان اُس پشتہ اور سڑک کے ایک نالی ہی اُسکو پھلانگ کر سڑک پر پہنچا اس پھلانگنے مین اس نالی سے کچھ چھینٹین میرے پیرون پر آئین جسکو مین پلید سمجھتا ہون جس سڑک پر مین پہنچا وہ بہت صاف اور برابر اور وسیع ہی اُس سڑک پر پہنچکر مین تیز چلا دیکھا کہ آگے آگے ایک بہلی خوبصورت جسمین بہت تیز اور خوبصورت بیل جُوڑے ہوئے ہین چلتی ہے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ اُس مین سوار ہین اور اس ہموار سڑک پر تیز رفتاری کے ساتھ عمدہ قدم سے وہ بیل چل رہے ہین احقر دوڑتا ہے مگر اُس بہلی کے قریب نہین پہنچا کہ اس عرصہ مین حضرت نے پیچھے کو پھر کر دیکھا اور احقر کو دیکھکر بہلی کو روک لیا اسکے بعد غالبًا آنکھ کُھل گئی اس خواب کے بعد احقر نے حضرت قدس سرہ کی صحبت و اتباع اثر کو غنیمت سمجھکر مقصود کو اس مین منحصر سمجھا اس حاضری خدمت کی حالت مین ایکبار احقر نے دیکھا کہ حضرت بنفس نفیس خوان مین طعام رکھکر احقر کے لئے مسجد احقر مین لائے ہین اُس حالت سابقہ سے افاقہ محض ببرکت فیض صحبت حضرت قدس سرہ حاصل ہوا اور مقولہ حضرت مجدد الف ثانی قیوم ربانی شیخ احمد سرہندی رضی اللہ

تعالیٰ عنہ جو در بارہ شریعت و طریقت و حقیقت فرمایا ہے واضح ہوا جیسا کہ مکتوب چھتیس جلد اول
مین فرماتے ہین "پس شریعت متکفل جمیع سعادات دنیویہ و اخرویہ آمد مطلبی نماند کہ ماورای شریعت
دران مطلب احتیاج افتد طریقت و حقیقت کہ صوفیہ بآن ممتاز گشتہ اند ہر دو خادم شریعت اند در
تکمیل جزو ثالث کہ اخلاص است پس مقصود از تحصیل آن ہر دو تکمیل شریعت است نہ امر دیگر
ورائے شریعت الیٰ اخرما قال رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مولانا قدس سرہ نے شریعت کو ایسا ہی مستحکم پکڑا تھا اور جملہ مقاصد کو اُس مین منحصر سمجھتے تھے
تحقیق حضرت مولانا کی اس بارہ مین مطابق تحقیق حضرت مجدد صاحب قدس سرہ تھی اور برابر اسی
حال اور طریق پر مستقیم رہے کوئی کیسا ہی باکمال ہو لیکن اگر شریعت سے کچھ بھی اُسکا قدم علیحدہ
ہوتا تھا بے تردد اُسکی تردید فرماتے تھے ایکبار فرمایا کہ ایک فقیر صوفی مجھسے بہت محبت رکھتے
تھے اور مین بھی اُنکو فقیر سمجھکر اُن سے ارتباط رکھتا تھا اور اُنکا ادب کرتا تھا کچھ عرصہ کے بعد ایکبار
اُنہون نے مجھسے کہا کہ مین جو ذکر اللہ ھُو کرتا ہون تم جانتے ہو کیا کہتا ہون یہ کہتا ہون اَنتَ ہُو
مین نے یہ سُنکر فوراً اُسکو کہا او مردود تو اللہ ہے؟ اُسوقت سے اس فقیر کی صورت نہ دیکھی۔
حق گوئی مین کبھی کسی کا لحاظ نہین فرمایا بڑے بڑے مشہور مشایخ اور علماء سے اگر لغزش در بارۂ
شریعت ہوئی فوراً اُنکی تردید و تکذیب فرمائی اور جنکی قسمت مین ہدایت و خیر تھی اُنکے لئے تنبیہ
حضرتؒ کی رہنما ہوگئی اور جنکے لئے شقاوت مقدر تھی وہ اُسی غوایت مین گرفتار رہے۔ حق بات
کو کبھی مخفی نہین کیا اور ناحق کے کبھی طرفدار نہین ہوئے احقر نے ایکبار بوقت نزاع باہمی خواب
مین دیکھا کہ حضرت مع اور چند حضرات دیوبند کے احقر کی مسجد کے فرش پر تشریف رکھتے ہین اسی
حالت مین حضرت قدس سرہ اُن صاحبون سے جدا ہو کر تنہا بندہ کے حجرہ کی طرف تشریف لیگئے
اور غالباً ہر دو دست مبارک بندہ کے حجرہ کے دروازہ پر رکھے ظاہراً ابھی اسکے آثار معلوم ہوئے
کہ باوجودیکہ بعض طاعنین نے احقر کی طرف سے حضرت کی خدمت مین یہ مضمون پہنچایا کہ مخالفین مدرسہ
سے اسکا میل ہے مگر خاطر اشرف پر اسکا کچھ اثر نہین ہوا اور زہق الباطل جلوہ گر رہا قلب منیر پر
رنگ باطل جاگزین نہ ہوتا تھا صحیح فرمایا اُستاذی حضرت مولانا محمود حسن صاحب سلمہ خلیفہ
خاص حضرت قدس سرہ و مدرس اول مدرسہ عربیہ دیوبند نے شان مبارک حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ مین

۵	داغ ہی لفظ نعم کو کہ خلاف حق پر	منہ سے اُسکے کبھی نکلا نہ خدا ہی کی قسم
	لا کو حسرت ہی رہی اور نہ ہودی کیونکر	شکل دیکھی نہ کبھی اُسکی دعا رکی اکدم

باوجودیکہ حضرت قدس سرہ خاندان حضرات چشت رحمہم اللہ تعالیٰ مین منسلک تھے مگر اتباع سنت مین ایسے ثابت قدم اور درجہ مقبولی پر پہنچے ہوئے تھے کہ صوفیاء زمانہ کو یہ دکھلادیا کہ اصل طریقہ چشتیہ یہ ہے اور نسبتہ نبویہ جو بواسطہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم مشایخ تک پہنچی ہی یہی ہے اور اس اصل مین سب طرق برابر ہین اور منتہیٰ سب کا یہ ہی ہے طریق ارشاد دنیا اور نہایت عجیب و پُراثر تھا بہت سی رسوم مروجہ کو مٹایا اور بہت سنن مخفیہ کو ظاہر فرمایا شریعت اور طریقت کی تجدید فرمائی اس آخری زمانہ مین مدار ہدایت وارشاد آپ کی ذات بابرکات تھی احقر کو ایکبار بوقت حاضری سرہند یہ امر قلب پر وارد ہوا کہ حضرت قدس سرہ قطب ارشاد ہین اور اسوقت سلوک طریقہ مرضیہ و مقبولہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپکا طریقہ ہے اور یہ کہ آپ مجدد دین احقر نے اس اپنے خیال کو حضرت مولانا الحاج الحافظ **خلیل احمد** صاحب دامت برکاتہم خلیفہ خاص حضرت مولانا قدس سرہ کی خدمت مین بھی عرض کیا تو حضرت مولانا موصوف نے اسکی تصدیق فرمائی بہرحال یہ خیال احقر کا جس درجہ کا بھی ہو حضرت قدس سرہ کی تحقیقات جدیدہ متعلق احکام شریعت و طریقت و نکات قرآن و حدیث و بیان دقایق علمیہ اور آپکا طریق ارشاد حجۃ واضحہ امور مذکورہ کی ہو صحت کی اور کسی کے جواب و خیال کی حاجت اُسکی تصدیق کیلئے نہین کہ مُشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار گوید ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

بندہ نے ایک عریضہ مین منجملہ چند سوالات کے ایک یہ بھی سوال کیا کہ آیۃ وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو سوائے اپنے اعمال کے دوسرون کے اعمال سے نفع نہین پہنچتا حالانکہ احادیث سے نفع پہنچنا محقق ہے اور جمہور صحابہ وائمہ کا یہ مذہب ہے اسکے جواب مین منجملہ دیگر جوابات معروضہ کے یہ معنی بھی ارقام فرمائے کہ ما سعٰی سے مراد سعی ایمانی لیجاوے تو پھر کچھ خدشہ اور تعارض نہین کیونکہ حاصل اس صورت مین یہ ہی کہ انسان کو بدون سعی ایمانی و بلا حصول و تحقق ایمان کسی عمل سے نفع معتد بہ نہین پہنچسکتا پس غیر کے اعمال کا نفع بھی اُسکو اُسیوقت پہنچسکتا ہے کہ اُسکے اندر ایمان ہو اور سعی ایمانی اُسی کی ہو۔

پس در حقیقت انسان کے لئے اپنی ہی سعی سے نفع پہنچتا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند مکتوبات مطبوع ہوئے تھے اُن مین یہ مکتوب موجود ہے مفصل اُس مین دیکھ لیا جاوے بعض مبتدعین زمانہ نے جو وحدۃ الوجود کے پردہ مین ابطال شریعت غراء کرتے ہین اور ہمہ اوست کے ایسی طرح قائل ہین کہ اسلام وکفر مین کچھ تفاوت نہ رہے آیۃ کریمہ اجعل الآلہت الٰہًا واحدًا سے استدلال اپنے دعویٰ فاسد پر کیا کہ اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب معبودون کو ایک کردیا تھا اور بتون کو عین معبود بحق سمجھا تھا الیٰ اخر ما قال المبتدع اللعین حضرت قدس سرہ نے اس آیۃ کے ایسے معنی فرمائے کہ استدلال خصم ہباءً منثورًا ہوگیا جسکو احقر نے بالاختصار عبارت ذیل سے تعبیر کیا ہے قال مولانا قدس سرہ قولہ تعالیٰ وعجبوا ان جاءھم منذر منھم فقال الکافرون ھذا ساحر کذاب بجیث ینکر الھتنا الموجودۃ المحسوسۃ ھذا شیٔ عجب واو یعدل الھۃ کثیرۃ شیئًا ومعبودًا واحدًا ھذا اشیٔ اعجب من الاول والحاصل انہ من مظنونات الکفار ومقالاتھم الفاسدۃ لیس فیہ تقریر ان ھذا الجعل صحیح فی نفسہ لیصح بہ استدلال الخصم۔

اس بارہ مین کہ اگر مثلاً ایک سورۃ یا پارہ قرآن شریف کا ثواب چند اموات کو بخشا جاوے حضرت کے نزدیک راجح یہ تھا کہ ثواب تقسیم ہو کر ہر یک میت کو حصہ رسد پہنچیگا ایک واقعہ نقل فرمایا کرتے تھے کہ مین نے چند اموات کو کسیقدر تلاوت وغیرہ کا ثواب پہنچایا اموات مین سے بعض کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہین کہ تم مجھے ثواب نہین پہنچاتے مین نے کہا کہ پہنچایا تو ہے میت نے کہا کہ ہان ٹکڑہ ٹکڑہ ثواب کا پہنچایا ہے اس سے تصدیق اس امر کی ہوتی ہے کہ ثواب تقسیم ہوتا ہے الخ

حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ سے بہت مناسبت حضرت مولانا قدس سرہٗ کو تھی اکثر ذکر خیر اور کرامات وکمالات اُنکے بیان فرمایا کرتے تھے اور نہایت متاثر ہوتے تھے اس قصہ کو بہت دفعہ نقل فرمایا جو در بارہ احتساب مشہور ہے کہ محتسب کے منع کرنے سے آپنے چند روز سماع نہین فرمایا آخر ایک رات جو تہجد کے لئے اُٹھے قریب مین کوئی چکی پیسنے والی یہ شعر پڑھ رہی تھی۔ "یہ دیکھو چمبل کے گھاٹ باٹ ڈوبین پتھر تراکٹن" اسکو سنکر حالت متغیر

ہو گئی اور وجد غالب ہو گیا محتسب سے کہلا بھیجا کہ آپ اپنا احتساب جاری کریں میں اپنے اختیار میں نہیں رہا رُک نہیں سکتا محتسب صاحب جو آئے احاطۂ خانقاہ میں گھستے ہی بیخود ہو گئے بعد افاقہ حضرت قطب العالم سے معذرت کی اور بیعت ہو کر صاحب احوال ہو گئے رحمۃ اللہ تعالیٰ

الغرض حضرت مولانا قدس سرہ نے شعر مذکور کی تفسیر میں فرمایا کہ پاٹ سنگ رقیق کو کہتے ہیں جو بڑے پتھر پر سے جدے ہوتے ہیں اور مثل اوراق کے ہوتے ہیں مطلب یہ ہے کہ دریائے چنبل کے گھاٹ پر جاکر دیکھو کہ عجب صورت الٰہی ظاہر ہوتی ہے کہ باریک پتھر ڈوبتے ہیں اور موٹے بھاری پتھر تیرتے ہیں اور پانی کے اوپر کو جاتے ہیں پس یہ اشارہ ہے قول باریتعالیٰ کی طرف فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ الخ الآیۃ

ایک درود شریف حضرت مولانا قدس سرہٗ نے حضرت قطب العالم رحمۃ اللہ علیہ سے نقل فرمایا تھا جسکو احقر نے ایک کاغذ پر بدیں عبارت نقل کر لیا تھا سمعت قطب الارشاد و غوث العباد و معاذ البلاد مولانا رشید احمد گنگوھی وقت حضوری بحضرتہ العلیۃ یوم الاثنین ثالث عشر من شھر اللہ المحرم ۱۳۲۳ھ یقول انی رئیت قطب العالم الشیخ عبد القدوس گنگوھی قدس سرہٗ فی المنام وھو قایم فی روضتہ المقدسۃ مکان دفنہ وھو یصلی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھذہ الصیغۃ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِ مُحمد بعدد کل ذَرَّۃٍ الفَ مرۃٍ ✦

احقر نے وفات حضرت قدس سرہ سے کچھ پہلے غالباً اُسی مرتبہ جبکہ درود شریف موصوف حضرت سے سنا یہ عرض کیا کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات خصوصاً سرور انبیا خاتم الرسل صلوات اللہ وسلامہ علیہ کا حیات النبی ہونا مسلم ہے اور آیۃ کریمہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ سے سب کا میت ہونا معلوم ہوتا ہے اسکے جواب میں کچھ ایسی پرتاثیر تقریر فرمائی کہ جو مشاہدہ وسماع پر موقوف ہے الفاظ اور مطلب بسبب دقت کے پوری طرح محفوظ نہیں رہا مگر خلاصہ اُسکا کچھ ایسا تھا کہ موت سب کو شامل ہے مگر انبیاء کی ارواح مشاہدہ جمال وجلال حق تعالیٰ و تقابل آفتاب وجود باریتعالیٰ سے اس درجہ پر پہنچ جاتے ہیں کہ اجزاء بدن پر انکا یہ اثر ہوتا ہے کہ تمام بدن حکم روح پیدا کر لیتا ہے اور تمام جسم اُنکا عین ادراک اور عین حیات ہو جاتا ہے اور یہ حیات دوسری قسم کی ہے اس تحقیق سے

نکتہ ان اللہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء ظاہر ہوتا ہے الی آخر ما قال قدس سرہٗ بوقت بیان اس مضمون کے اس قسم کا اثر قلب پر تھا کہ گویا وہ حالت مشہود ہی اور عجب کیفیت اور سرور تھا فقط وَالسَّلامُ علیٰ من اتبع الھدیٰ والتزم طریقۃ المصطفیٰ صلوات اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ واحبابہ واتباعہ الی یوم الدین واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین +

اخلاق واوصاف

گنگوہ مین اک خدا رسیدہ دیکھا	اللہ کا برگزیدہ بندہ دیکھا
کیا وصف کرون مین اسکا ممتاز	انسان کی شکل مین فرشتہ دیکھا

اخلاق کا لفظ بظاہر نہایت مختصر اور بہت عام فہم ہے مگر حقیقت مین اسکی جامعیت پر اگر نظر غایر ڈالی جاوے تو صدیقیت کا اعلیٰ درجہ حاصل کرنیکے لئے کسی سچے مسلمان کو جن مراحل کے قطع کرنیکی ضرورت ہے وہ سب اس لفظ کے معنی مین موجود ہین۔ فلک ولایت پر پہونچنے کیلئے جس تہذیب واصلاح ظاہر وباطن کی حاجت ہو وہ سب خلق کے معنی مین داخل ہین۔ وہ سچا قانون جسکے ذریعہ سے عالم کے راہبر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہالت کے دریا مین ڈوبی ہوئی مخلوق کو ہدایت کی شاہراہ پر لا ڈالا وہ خُلق کا مفہوم ہے جسکو ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اُس شخص کے جواب مین جسنے آپ سے حضرت سرور عالم کے اخلاق دریافت کئے تھے یون فرمایا ہو کہ "آپکا خلق قرآن ہے" یعنی تمام قرآنی تعلیم کا مجسم نقشہ آپکی ذات مقدس ہے گویا اس آسمانی برگزیدہ کتاب کی عملی حالت کو وجود کا لباس پہنا کر محمد نام رکھا اور دنیا مین بھیجدیا گیا تھا۔ چونکہ خلق کے معنی سمجھنے مین عام لوگ غلطی کے اندر پڑے ہوئے ہین اسلئے اس خلاصہ کمالات لفظ کی ماہیت وحقیقت کو بوضاحت بیان کرنیکی ضرورت ہوئی بات یہ ہی کہ ہر ذی روح مرکب ہے جسم اور روح سے۔ روح چونکہ خود باطنی شے ہے اسلئے اسکی ترکیب اُن قوائی نفسانیہ اور کوائف باطنیہ سے ہے جنکا ادراک باطن کی آنکھ یعنی بصیرت سے ہوتا ہے عربی زبان مین جسم کی ترکیب کا نام خلق بفتح الخاء اور اعضاء بدنیہ کے متناسب وسڈول ہونیکا نام حُسن الخلق یعنی خوبصورتی ہے اور روحانی ترکیب کا نام خُلق بضم الخاء اور قوائی نفسانیہ کے معتدل اور

حد متوسط پر بے کم و کاست ہونیکا نام حُسن الخُلق یعنی خوب سیرتی ہے روح کی باطنی ترکیب جن قوتون اور کیفیتون سے قایم ہوئی ہے اُن مین چار قوتین اصل الاصول ہین یعنی قوۃ علم قوۃ غضبیہ قوت شہوت اور قوت عقل پس جس طرح بدن کے اعضا مین اعتدال مناسب سے کمی ہو جانے پر بدصورتی پیدا ہوتی ہے اسی طرح قواے نفسانیہ مین اعتدال و اقتصاد اور میانہ روی و توسط کے زایل یا کم و بیش ہو جانے سے بدخلقی اور بدسیرتی پیدا ہو جائیگی۔

خوبصورت اور حسین وہی کہلائیگا جسکا قد نہ اتنا لمبا ہو جسپر نگاہین اُٹھین اور احمق پکارین اور نہ اتنا پست ہو کہ جُھک کر معانقہ کرنا پڑے اور فتنہ کہلائے رنگ نہ اتنا سیاہ ہو کہ ظلمت برسے اور کالک چمکے اور نہ اتنا سپید ہو کہ بھوراپن دِکھے بدن نہ اتنا فربہ اور بھاری ہو کہ چلنا دشوار پڑ جاے اور نہ اتنا لاغر ہو کہ ہوا سے اُڑ جانیکا اندیشہ ہو ہاتھ نہ اتنے دراز ہون کہ زمین پر گھسٹین اور نہ اتنے قصیر و کوتاہ ہون کہ کوٹھے تک بھی بمشکل پہونچین غرض ہر عضو مناسب اور ہر جزو بدن معتدل حالت پر ہو اسی طرح خوب سیرت و خلیق وہ شخص کہلائیگا جسکی قوت علمیہ نہ اتنی کمزور اور محدود ہو کہ حق و باطل مین فرق نہ کر سکے اور نہ اتنی فراخ و آزاد ہو کہ متشابہات کا پیچھا کرنے یا مسایل ذات و صفات کی کنہ معلوم کرنیکے درپے ہو جاے قوۃ غضبیہ جسکو غصہ کہتے ہین نہ اتنی ضعیف ہو کہ حق تعالےٰ شانہ کی نافرمانی و معصیت دیکھکر بھی جوش مین نہ آئے اور نہ اتنی آزاد و بے قید ہو کہ معذرت کرنیوالے کی توبہ پر بھی کان نہ دھرے شہوت جسکو خواہش کہتے ہین نہ اتنی حد سے بڑھے کہ حرص و ہوا کہلاے اور نہ اتنی مقدار گھٹے کہ تجبر و بے مروتی یا عجب و خودرائی پیدا کرے۔ عقل نہ اتنی بیباک اور نڈر ہو کہ مکاری و چالبازی کا خطاب پائے اور نہ اسدرجہ قلیل ہو کہ کُند ذہنی و بے وقوفی کہلائے غرض روح کے یہ چارون اعضاء اعتدال و اقتصاد اور میانہ روی پر قایم ہون تب خُلق حَسن ہوگا۔

چونکہ حق تعالیٰ شانہ کو حُسن سیرت مرغوب ہے اور روح کی اصلاح و آراستگی کا بندون کو حکم دیا گیا ہے اسلئے شریعت نے اسی باطنی تعدیل پر تحریص و ترغیب اور تاکید و تنبیہ کیساتھ مخلوق کو برانگیختہ کیا ہے قرآن مجید کی ساری تعلیم کا یہی خلاصہ ہے کہ قواے باطنیہ معتدل اور حسین بنا کر خدا کے حضور مین حاضر ہوویے اور بعثت پیغمبر کی تئیس سالہ کوشش کا یہی ماحصل ہے کہ خلق حَسن اور تہذیب روح و اصلاح قلب مین جائین کسپاد و قوت علمیہ کی حالت معتدلہ کا نام حکمت ہے جسکو حق تعالیٰ فرماتے ہین

یُوتی الحکمۃ من یشاء ومن یوت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا" جسکو چاہتے ہین حکمت یعنی اعتدال علم عطا فرما دیتے ہین اور جسکو حکمت ملگئی اسے خیر کثیر حاصل ہوگئی" اعتدال عقل کا ثمرہ یہ ہی کہ عقاید مین حق و باطل کا امتیاز ہو اقوال کے اندر سچ اور جھوٹ مین فرق کرسکے اعمال مین نیکوکاری و بدکاری کی تمیز ہو سنت کو سنت سمجھے اور بدعت کو بدعت طاعت کو سبب نجات جانے اور معصیت کو ذریعہ ہلاکت وخسران۔

قوت غضبیہ کے اعتدال کا نام شجاعت ہے جسکا ثمرہ ہی جود وسخا ہمت و دلیری۔ بردباری واستقلال چستی وصبر ووقار وعاقبت بینی نرمی وملاطفت اور کظم غیظ یعنی غصہ کے ضبط کرنیکی طاقت اور جب قوۃ غضبیہ حد سے بڑھجاتی ہے تو اُسکا نام تہور ہے جسکی بدولت شیخی مارنا غصہ سے بھڑک اُٹھنا انجام نہ سوچ سکنا آخرکار ندامت اُٹھانا تکبر کرنا نخوت وخود پسندی اور اپنے کو اچھا سمجھنا پیدا ہوتا ہے اور جب حد اعتدال سے گھٹتی ہی تو اُسکا نام جبن ہے جسکی بدولت بیغیرتی وکاہلی خساست وکم ہمتی پیدا ہوتی اور چھچھوراپن ہمت ہارنا ذلت ورسوائی کا گوارا کرنا لاحق ہوتا ہے قوت شہوت کے اعتدال کا نام عفت ہے جسکے ثمرات ہین حیا وپارسائی رضا اور قناعت خوف وخشیہ اور مخلوق کیساتھ احسان وسلوک کرنیکی خواہش وتمنا اور جب قوت شہوانیہ اعتدال چھوڑ کر کم یا زیادہ ہوتی ہی تو حرص ولالچ خوشامد وچاپلوسی عاجز مخلوق کے سامنے عاجزی و تذلل غربا کو بنظر حقارت دیکھنا بےحیائی فضول خرچی ریا وتنگدلی حسد وکینہ بغض وعناد اور نامردانگی کی وہ بدخصلتین ظاہر ہوتی ہین جو حق تعالیٰ کو ناپسند ہین۔

عقل کا اعتدال ذکا کہلاتا ہے جسکے ثمرات ہین فراست واصابت رائے تحفظ ناموس و لطافت حفظ مراتب ومحافظت حدود شرعیہ عبدیت وعجز کا احساس اور اپنے مولیٰ تعالیٰ شانہ کی قدردانی وخدا شناسی جسکی بدولت طاعات مین محویت اور دنیائے ناپائدار پر باقی رہنے والی آخرت کی ہر لحظہ ہر امر مین ترجیح ظاہر ہوتی ہی اور جب اسمین کمی بیشی ہوتی ہے تو غباوت وبلادت مکاری وجعلسازی حماقت وحسرت ایذارسانی وبیدردی کی وہ بدعادتین صادر ہوتی ہین جو حق تعالیٰ کے نزدیک معیوب اور قبیح ہین۔

جس طرح خوبصورتی کے بہتیرے درجے ہین کہ کوئی شخص زیادہ حسین ہے اور کوئی کم اسی طرح

حسن خُلق یعنی خوب سیرتی کے بھی کثیر مراتب ہین کہ کسی روح مین قواے نفسانیہ کا اعتدال بہت بڑھا ہوا ہے اور کسی مین کم پس جسطرح حسن صورت مین لوگون کے نزدیک یوسف علیہ السلام احسن الناس مانے گئے ہین کہ ظاہر مین حسن پرستون نے خوبصورت دنیا مین دوسرا نہین دیکھا اسی طرح حسن خلق مین خلاق عالم خداے وحدہ لاشریک کے نزدیک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اَحْسَنُ الْخَلْقِ خُلُقًا سمجھے گئے ہین کہ نہ آپ جیسا خوب سیرت افراد عالم مین کوئی پیدا ہوا اور نہ قدسی نژاد ملاءِ اعلیٰ کی باطن بین قوت دراکہ نے ایسا معتدل القویٰ مہذب قلب و صالح روح کا صاحب دوسرا دیکھا۔
آپکی ذات مقدس کا بحر عالم کی صدف ہستی مین بحیثیت حُسن خلق در فرید ہونا ہی مسند محبوبیت کی صدر نشینی کا سبب ہوا اور آپ علی الاطلاق محبوب رب العٰلمین قرار پاے۔ چونکہ قرآنی تعلیم اسی حُسن سیرت کو محیط ہے اور تہذیب و اصلاح تام مین اس تعلیم کا عملی مجسم پتلہ صفحۂ ہستی پر آپ کا ثانی پیدا نہین ہوا اسلئے خلقہ القرآن آپ کیلئے صفت موضحہ ہے اور اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ آپ کے قدردان آقا کا عطا کردہ پروانہ اور کامیابی کی وہ پائدار سند ہے جو ابدالآباد تک قایم و برقرار رہیگی۔
یہ ہی وہ حُسن خلق ہے جسکی دیکھ بھال کرنی ہمپر فرض کیگئی ہے اور جو ولایت کا معیار گردانا گیا ہے۔
پس آپکی مرحومہ امت مین جو مقدس جماعت اولیاء اللہ کے نام سے پکاری جاتی ہے وہ ضروری اعتدال قواے نفسانیہ حاصل کرکے حسن سیرت ضرور حاصل کرچکی تھی ہان البتہ اُس حسن کی کمی بیشی کے اعتبار سے باہم ولایت کا فرق مراتب اُن مین بھی تھا کیونکہ جسکے باطنی قویٰ کی روحانی ترکیب کو اعتدال حسن مین رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جتنی مشابہت و موافقت زیادہ بڑھی تھی اُسیقدر اُنکا درجہ قرب حق تعالیٰ اور محبوبیت مین اوپر چڑھا ہوا تھا اور جسکا حُسن سیرت اتباع شریعت غرا اور تقلید سنت مصطفویہ مین کمزوری کے باعث گھٹا ہوا تھا اُسیقدر درجہ ولایت نیچے پڑا ہوا تھا مگر افسوس کہ مخلوق نے جس طرح طریقت کے معنی سمجھنے مین غلطی کی اور برعکس نہند نام زنگی کافور مخالفت شریعت کا نام درویشی رکھ لیا اسی طرح خُلق کا مفہوم سمجھنے مین کوتاہی کی کہ محض مخلوق کے راضی رکھنے کا نام خُلق رکھ لیا خواہ حق تعالیٰ راضی رہین یا ناراض۔ اگر ایسے سہل الحصول مضمون کا نام خلق ہو تو بہتیرے کافر لامذہب فسقہ بھی صاحب خلق بنجائین بلکہ اہل حق سے بڑھے ہوے کہ اولیاء اللہ کے ہزارہا دشمن ہوتے ہین اور یہ لوگ حب جاہ و مال کی

بدولت ہر کہ ومہ کیساتھ خندہ روئی کے خوگر اور ہنس مکھ بننے کیوجہ سے ہر دلعزیز ہوتے ہین۔
ناظرین سے نہایت ادب کیساتھ درخواست ہے کہ ولایت کی اس کسوٹی کو اچھی طرح سمجھ لین اور ذہن مین جمالین کیونکہ یہی حسن باطنی جسکو تہذیب الاخلاق یا اصلاح نفس کیساتھ تعبیر کیا جاتا ہے اصل طریقت ہی اور اسیکا حاصل ہوجانا وہ سچی معنوی کرامت ہے جسمین کفار کی تو ہستی کیا ہے عام اہل اسلام بھی سہیم وشریک اور ساجھی نہین ہوسکتے اسی کے اکتساب مین خون پسینہ ایک ہوتا اور سالہاسال مجاہدے اور چلہ کشیان کرنی پڑتی ہین - اسی باطنی ترکیب مین فرق آجانے کا نام روحانی مرض ہے جسکے معالجہ کی نیت سے روحانی حاذق طبیبون کی تلاش ہوتی اور برسون انکی کیمیا اثر نظر کے سامنے شفابخش آستانہ پر حاضر رہنا پڑتا ہے اسی کا حاصل ہونا دشوار اور بظاہر اسدرجہ عسیر ہے کہ ہر کہ ومہ حصول کا قصد بھی نہین کرسکتا - اسی کی دشواری طالبین ومخلصین کو مردان خدا کہلواتی اور قاصرین ومقصرین کو نامرد وکم ہمت خطاب دلاتی ہی۔ یہی اعتدال قلب وحسن سیرت ہے جسنے اس زمانہ پرفتن مین حضرت امام ربانی قدس سرہ کو یکتائے زمانہ بنایا اور نیابت نبوت کا مسند نشین بناکر قطب الارشاد ومخدوم العالم کہلایا کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عادات وعبادات مین اتباع کرنا جس کمال علو اور استحکام واستقامت کیساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی ذات بابرکات مین نظر آیا اسکی نظیر اس صدی مین ابتک نظر سے نہین گذری چھوٹی سے چھوٹی سنت کے اقتدا پر جس رغبت وشوق کیساتھ حضرت مولانا نے پیش قدمی کی اسکی مثال دوسری جگہ سننے مین بھی نہین آئی آپکو شریعت محمدیہ کیساتھ عشق تھا اگر یون کہین کہ آپ اتباع شرع مین فنا اور مغلوب ومستغرق تھے تو شاید نازیبا نہو قدم قدم پر آپکو متابعت پیغمبر ملحوظ تھی آپ کے واسطے اتباع شرع سے زیادہ فرحت بخش دنیا مین کوئی امر نہ تھا بارہا اپنی زبان فیض ترجمان سے فرمایا کرتے تھے کہ "وہ شخص جو شریعت کا تابع ہو اگرچہ اسکے قلب مین نور نہو مگر اس شخص سے بہتر ہے جسکے قلب مین نور معلوم ہوتا ہو مگر وہ خلاف شرع ہو"
حضرت امام ربانی قدس سرہ کے اخلاق واوصاف کا اگر کوئی شخص سوال کرے کہ کیا تھے تو میرے پاس بجز اسکے کوئی جواب نہین کہ آپ کا خلق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا اور آپ کا وصف خاتم النبیین کی سنت پر کمال استقامت اور عاشقانہ فرط محبت کیساتھ اسپر جان نثاری

ودلدادگی۔ اس اصل کمال اوریکتائے زمانہ حسن خلق کے متعلق دوچار واقعات ہون تو ذکر کردئے جائین آپ کا وجود باجود سرتاپا گویا شریعت کے سانچہ مین ڈھال دیا گیا تھا جسمین خلاف شرع ارتکاب کی گویا قابلیت و استعداد ہی نہ رہی تھی ایک روز مجمع کثیر مین آپ نے یہ الفاظ فرمائے کہ "بھائیو ایک بات کہتا ہون اور یا اللہ تو خوب جانتا ہے کہ کیون کہتا ہون (یعنی فخر مقصود نہین بلکہ اظہار حق مطلوب ہے) وہ یہ کہ یہ جو میرا طریقہ ہے بعینہ یہی صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریق ہے اسپر ثابت قدم رہنا اور اسکو ہاتھ سے نہ دینا"

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے جملہ حرکات وسکنات خورونوش سکن وملبوس نشست وبرخاست رفتار وگفتار غرض جملہ اوضاع واطوار قدرتی اور فطرتی طور پر اوس طریق حسن پر واقع ہوئے تھے جسکو متابعت سنت کے لحاظ سے خوب سیرتی اور حسن خلق کہا جاتا ہے مسجد مین داخل ہوتے وقت داہنا پاؤن اول رکھنا اور باہر آتے وقت بائین پاؤن کا پہلے نکالنا سنت کے موافق آپکا ہمیشہ معمول رہا لیکن دیکھنے والے امتحانًا اسپر نگاہ ڈالا کرتے تھے کہ شریعت نے مسجد سے باہر نکلتے وقت بائین پاؤن کا پہلے نکالنا سنت قرار دیا ہے مگر اسکے ساتھ ہی جوتہ پہننا اول داہنے پاؤن مین مسنون ومستحب گردانا ہے پس دیکھین حضرت مولانا ان دونون بظاہر متضادین مین کیونکر تطبیق دیتے ہین سو دیکھنے والون نے دیکھا ہے کہ آپ جب مسجد سے باہر قدم رکھتے تو بایان پاؤن باہر لاتے اور کھڑاؤن پر رکھ لیتے تھے اسکے بعد داہنا پاؤن مسجد سے باہر لاکر اول اُس مین کھڑاؤن پہنتے اور پھر بائین پاؤن مین جو کھڑاؤن پر اول قدم رکھ لیا گیا تھا کھونٹی ڈالتے اور کھڑاؤن پہنکر چلتے تھے اور چلنے مین بھی داہنے سے ابتدا فرمایا کرتے تھے اس معمول مین غالبًا مدت العمر تخالف نہین ہوا اور کسی وقت بھی اسکے خلاف کسی شخص سے سننے مین نہین آیا بھلا جس مقدس ذات کی عادات مین متابعت شرع اور مداومت مستحبات کا یہ حال ہو اسکی عبادات مین اتباع سنت کا کیا ٹھکانہ ہے۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کے متوسلین کی جماعت کثیرہ مین غالبًا ایک متنفس بھی ایسا نہوگا جس نے اتباع سنت مین آپکی اسدرجہ پختگی اور مواظبت کو بنگاہ حیرت نہ دیکھا ہو آپکی خدمت مین حاضر ہونے والے صرف وہی لوگ نہ تھے جنکو آپ کیساتھ حسن عقیدت ہو چکی تھی بلکہ ایسے حضرات بھی تشریف لاتے

تھے جنکو کمال اتباع شرع کا شہرہ سنکر جانچ کرنے اور امتحان لینے کی ضرورت پڑتی تھی اور ایسے اصحاب بھی حاضر آستانہ ہوتے تھے جو بدعقیدگی لیکر آتے تھے مگر یہی اصل کمال یعنی سنت کے اتباع کی شامل عادت مواظبت اُنکی ہدایت کا سبب بنتی اور دفعۃً اُن کے اندرونی خیال کو پلٹ دیا کرتی تھی چنانچہ داروغہ اسد علی صاحب جو اسوقت پشاور مین انسپکٹر پولیس ہین خود تحریر فرماتے ہین کہ مین نے پیر کی تلاش مین شاید ہندوستان کا کوئی صوبہ نہین چھوڑا جسوقت یہ طلب میرے دل مین پیدا ہوئی تو مین نے رخصت لی اور بنگال سے لیکر مدراس ودکن تک اور ادھر پنجاب و سرحد افغانستان سے لیکر بمبئی وممالک متوسط تک گشت لگایا اس دوران مین بیسیون درویشون سے ملاقات ہوئی مگر جو بات مین دیکھنی چاہتا تھا وہ کہین نظر نہ آئی یعنی کمال اتباع سنت" آخر مایوس ہو کر لوٹا کیونکہ میرے ایام رخصت قریب الختم ہوچکے تھے واپسی مین مظفر نگر پہونچکر اتفاقیہ حضرت مولانا کا تذکرہ ریل کے ایک مسافر کی زبانی میرے کان مین پڑا اور مین معمولی طور پر یہ سوچکر کہ آؤ گنگوہ بھی دیکھتا چلون کیا اندازہ ہے حضرت امام ربانی کی خدمت مین حاضر ہوا۔ پہلی ہی حاضری مین میرا غنچہ دل کھلا اور یاس اُمید سے بدلتی چلی کیونکہ جس کمال کو مین دیکھنا چاہتا تھا ہر ہر وضع اور عادت مین امید سے زیادہ مجکو نظر آتا تھا چنانچہ چند گھنٹہ مین میرے طویل سفر کا مقصود گوہر شہوار میرے ہاتھ آگیا اور مین نے بیعت کی درخواست کی خدا کا شکر ہے کہ میرا سوال رد نہوا اور آج تک جو کچھ اُسکا اثر ہے وہ قابل اظہار نہین سچ ہے ع بن مانگے موتی ملے مانگے ملے نہ بھیک۔

جس زمانہ مین تعلیم دین کا صدر دروازہ آپنے کھول رکھا اور تدریس دورہ حدیث کا سلسلہ جاری فرما رکھا تھا اُس زمانہ مین فن شریعت کے ماہرین علماء وطلبہ کا جم غفیر آپکی خدمت مین حاضر رہتا تھا۔ اس مقدس جماعت مین بہتیرے طالبعلم جو کچھ سبق پڑھتے اُسکو عملی حالت مین حضرت امام ربانی پر چسپان کرتے اور موافقت ومطابقت کی جانچ کیا کرتے تھے۔ آج آپ کے تلامذہ کی تعداد سیکڑون تک پہونچی ہوئی ہے جنمین بیسیون کو کئی کئی سال رات دن آپکی خدمت مین حاضر رہنے کا اتفاق ہوا ہے آپ کے قوائے نفسانیہ کا اعتدال جتنا اس جماعت کو معلوم ہوسکتا ہی شاید دوسرونکو معلوم نہین ہوسکتا کیونکہ قلب کے اندر ودیعت رکھی ہوئی قوتون کے امتحان اور آزمایش کے بیسیون اوقات ان کے سامنے پیش آئے لیکن الحمد للہ اس گروہ مین ایک شخص بھی ایسا نہین نکل سکتا جو

حسن خلق اور اعتدال قلب یا اتباع سنت اور موافقت شریعت مین آپکی کچھ بھی کمزوری بیان کرسکے یہ نو وارد جماعت طلبہ ساری آپ کی معتقد اور مرید نہ تھی کہ حسن عقیدت کی بنا پر آپکی تعریف و توصیف کرے آخران لوگون نے کچھ دیکھا ہی تھا کہ اکثر حصہ اس گروہ کا فارغ التحصیل ہونیکے بعد آپکا متوسل خادم اور منتسب مرید بنا اور جس نے بیعت نہ کی وہ بھی معتقد اور عمر بھر کیلئے مداح بلکہ یکتائی و فردیت کا معترف بنکر وطن کو گیا۔ مولوی علی رضا صاحب تحریر فرماتے ہین کہ مجھے طالبعلمی کے زمانہ مین پانچ سال متواتر حضرت کی خدمت مین حاضر رہنے کا اتفاق ہوا اور اسکے بعد ایک زمانہ تک وقتاً فوقتاً حاضر ہوتا رہا چونکہ بندہ کو شیخ کی طلب تھی اور اسکے ساتھ ہی ہر کس و ناکس کے ہاتھ مین باگ دینا جو مقصود بیعت ہے مجھے گوارا نہ تھا اسلئے حضرت امام ربانی کے حرکات و سکنات پر میری بہت نظر رہتی تھی خدا شاہد ہو کہ سالہا سال مین نے حضرت کے افعال و عادات اور اخلاق و معمولات پر امتحان کی نظر ڈالی خدا علیم ہو کہ مین نے حضرت امام ربانی کا ایک فعل بھی خلاف سنت نہین پایا مین نے دیکھا کہ آپ حتی المقدور مستحبات اور جانب اولی کو بھی ترک نہین فرماتے تھے اور مباح سے آگے بڑھنا تو آپ جانتے ہی نہ تھے آپ کے اخلاق و اوصاف کی توصیف کا حق ادا کرنا میری طاقت سے باہر ہے اگر ہمہ تن زبان بنجاؤن تب بھی اُس ستودہ صفات ذات کے اوصاف کا احاطہ نہین کرسکتا آپ کو جناب باری نے اخلاق نبوی سے وہ حظ وافر عطا فرمایا تھا جسکی نظیر مین نے نہین دیکھی زمانہ طالبعلمی مین مجھے بارہا دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ آپ طلبہ کی غصہ دلانیوالی حرکتون پر بھی صبر فرماتے اور ٹال دیتے ہین۔ بسا اوقات بعض طلبہ سے ایسی ناشایستہ حرکات صادر ہوئین جو حضرت کے خلاف مزاج ہوتی تھین اور جنکو دوسرے مولوی کسی طرح ضبط نہ کرسکتے تھے حضرت امام ربانی کو اکثر ان حرکات کی اطلاع ہوجاتی تھی مگر درس کے وقت آپکی توجہ سارے طلبہ پر مساوی رہتی تھی گستاخ طلبہ سے بھی مطلق کشیدگی یا بے توجہی کا برتاؤ نہین فرماتے تھے آخر اُسکا اثر یہ ہوتا تھا کہ وہ طلبہ خود نادم ہوکر سنبھل جاتے اور حرکات نازیبا سے تائب ہوکر نیکو کار بنجاتے تھے۔ مین نے اس طویل قیام مین ایک دفعہ بھی نہین دیکھا کہ آپ کسی شاگرد یا خادم پر کبھی خفا ہوئے ہون اور اُسکو جھڑکا یا بُرا بھلا کہا ہو مخالفون کا عناد اُس وقت مین بھی اس حد تک پہونچا ہوا تھا کہ حضرت مولانا اور دیگر بزرگان دین کی شان مین نہایت کریہ اور گستاخ الفاظ لکھ کر بذریعہ ڈاک حضرت کے پاس بھیجدیا کرتے

تھے وہ الفاظ کبھی حضرت خود پڑھتے اور کبھی دوسروں کی وساطت سے آپکے گوش گذار ہوتے تھے مگر بخدا میرے کانوں نے ایسے شخص کی نسبت بھی آپکی زبان سے کوئی لفظ نہیں سُنا اور لفظ سننا کیا معنی میں دیکھا کرتا تھا کہ رنج یا غصہ کا کوئی اثر آپ کے چہرہ پر بھی محسوس ہوتا تھا زیادہ سے زیادہ آپ کا جواب یہ ہوتا تھا کہ "خدا ہدایت کرے" اور بعض مرتبہ تو تبسم فرماتے اور مسکرا کر منہ پھیر لیا کرتے تھے۔ اس درجہ عالی ظرفی میں نے دوسری جگہہ نہیں دیکھی آخر جب میں امتحان ختم کر چکا اور ادھر میری تحصیل بھی تمام ہولی تو میں نے بیعت کی درخواست کی جسوقت میں نے بیعت کے لئے عرض کیا تو حضرت نے کچھ نرالے انداز کیساتھ یہ الفاظ فرمائے کہ "بھائی کیا پھر نہ ملو گے؟ بالکل ہی انقطاع کئے جاتے ہو" پدرانہ شفقت کے درد بھرے یہ الفاظ برچھی بنکر میرے دل پر لگے اور میں رو دیا ہر چند ضبط کیا مگر نہو سکا حضرت کی مفارقت کا میری نظر کے سامنے نقشہ کھنچ گیا اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہتے رہے اسی حالت میں میں نے عرض کیا کہ نہیں حضرت انشاء اللہ ہر سال حاضر ہوا کرونگا آپ نے فرمایا کہ "اس قید کی ضرورت نہیں ملتے رہنا انشاء اللہ پھر کسی وقت جب تم آؤ گے تو بیعت کرونگا"۔ القصہ دو تین سال کے بعد شرف بیعت سے مشرف ہوا۔

عام اصطلاح میں جسکا نام خلق رکھا گیا ہے وہ بھی حضرت امام ربانی قدس سرہ میں بدرجہ کمال موجود تھا مگر سنت کے موافق اور شریعت مصطفویہ کے مطابق جسمیں افراط و تفریط کا نام نہ تھا۔ آپ اپنے تمام متوسلین کیساتھ عموماً اور اخلاص کے ملنے والوں کیساتھ خصوصاً اسدرجہ ملاطفت و مدارات کا برتاؤ فرماتے تھے کہ ہر شخص یوں سمجھتا تھا جو تعلق محبت کا حضرت کو میرے ساتھ ہے وہ دوسرے کیساتھ نہیں غلبہ نسبت عبدیت و فرط شوق اتباع سنت کے باعث حقوق اللہ اور حقوق العباد میں امتیاز و تفرقہ آپکی معتدلہ قوت علمیہ کو چونکہ حاصل تھا اسلئے عبادت کے اوقات اور مشغولیت بحق کے احیان معمولہ میں تو آپ کسی کی بھی پروا نہیں فرماتے تھے کیسا ہی کوئی امیر پاس بیٹھا ہو یا غریب قریبی رشتہ دار ہو یا اجنبی مسافر میزبان ہو یا مہمان عالم ہو یا عامی سب کو چھوڑ کر حضرت مولانا کھڑے ہو جاتے اور اپنے کام کو پورا فرماتے تھے لیکن اگر عبد و معبود کی رضا کا مقابلہ نہوتا تھا تو آپ اپنی راحت جسمانی پر ہمیشہ مخلوق کی دلدہی کو ترجیح دیا کرتے تھے گھنٹوں خندہ روئی کیساتھ باتیں فرماتے بے تکلف مزاج پرسی کرتے حالات پوچھتے اور لوگوں کے دنیاوی مشاغل و

افکار مین راے دیتے اور تسلّی و تشفی کے کلمات فرمایا کرتے تھے - جس زمانہ مین آپکو اسہال دموی کا مرض شدید لاحق ہوا اور لوگون کو آپ کی زندگی سے یاس ہوگئی آپ پر ضعف کا اس درجہ غلبہ تھا کہ کروٹ لینی دشوار تھی باہر کے مہمان جو عیادت کیلئے حاضر ہوتے شوق زیارت مین بیتابانہ آپ کے پاس بیٹھتے جاتے تھے بسا اوقات اتنا مجمع ہوگیا کہ تندرست آدمی کا جی گھبرا جائے مگر آپنے کبھی زبان سے یہ نہین فرمایا کہ یہان سے اُٹھ جاؤ - گھنٹون اس حالت مین گذرتے تھے کہ ٹھٹ کا ٹھٹ آپکو گھیرے ہوئے بیٹھا رہتا تھا دیکھنے والون کو آپکی حالت پر ترس آتا اور اُنکا اُٹھانا چاہا جاتا تھا مگر حضرت مولانا جب فرماتے تھے یہی فرماتے تھے کہ "میان بیٹھا رہنے دو" آبہہ سہارنپور کے ضلع مین رامپور کے قریب ایک موضع ہے چونکہ اعلحضرت حاجیصاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کبھی کبھی اس گانوُن مین قیام رہا ہے اسلئے حضرت امام ربانی بڑے شوق کیساتھ وہان تشریف لیجاتے اور ساری بستی کو نگاہ وقعت و احترام سے دیکھا کرتے تھے - اس گانوُن کے باشندون کو بھی حضرت کے ساتھ اسدرجہ اُنس تھا کہ عام و خاص مرد و زن مسلمان بلکہ ہندو تک گویا آپ کے عاشق تھے مولوی نظر محمد صاحب جو اس قصبہ کے باشندے اور حضرت کے بچپن سے مخلص خادم ہین فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت رامپور تشریف لائے اور ہم خدام کی درخواست پر وہان سے آبہہ تشریف لانیکا وعدہ فرمایا چنانچہ آپ کیلئے سواری بھیجدیگئی مین علی الصباح اُٹھکر جو مکان سے باہر نکلا تو دیکھا کہ ایک بڑھیا چماری راستہ مین جھاڑو دے رہی ہے مین نے اُس سے پوچھا کہ آج کیا بات ہے اُسنے جواب دیا کیا تمہین معلوم نہین آج مولوی صاحب آتے ہین" آگے چلا تو دیکھتا ہون چار طرف حضرت کی تشریف آوری کا شور مچ رہا ہے اور اہل دیہ عید سے زیادہ خوشی منا رہے ہین - ہندو اور مسلمان بلکہ چھوٹے چھوٹے بچے تک گانون سے نکل نکلکر رامپور کی بٹیا پر چل کھڑے ہوئے ظہر کے بعد حضرت گانون مین تشریف لائے اور ایک شب قیام فرمایا - گھرون کی مستورات کا یہ حال تھا کہ حضرت کی زیارت کو تڑپتی تھین - صبح ہوتے ہی بیسیون درخواستین آئین اور پردہ نشین عورتین حضرت امام ربانی کو اپنے اپنے گھرون پر بلا کر سلسلہ بیعت مین داخل ہوئین اُس روز پھرتے پھرتے حضرت کی کمر مین درد ہوگیا مگر حضرت نے کسی ایک سے بھی یہ نفرمایا کہ مجھے چلنے سے تکلیف ہوتی ہے - دیندار عورتون کی

یہ حالت تھی کہ حضرت کے قدموں سے جدا ہونا اُنکو شاق تھا اسلئے بہتیرے گھروں سے دُو دُو اور تین تین بار بلاوا آیا مجھے ناگوار بھی گذرا کہ بلا وجہ حضرت کو تکلیف دیجاتی ہے مگر حضرت مولانا جتنی دفعہ بھی بلائے گئے اُتنی ہی دفعہ تشریف لیگئے آخر میرے وسوسہ پر مطلع ہوکر فرمایا کہ دہلی مین شاہ عبد القادر صاحب کیخدمت مین ایک بڑھیا کسی کام کو آئی تھی شاہ صاحب نے اُسکو جواب دیدیا کہ اسوقت موقع نہین ہی بیچاری بڑھیا نے سانس بھر کر کہا کہ یا اللہ تجھ تک تو میری رسائی نہین اور جنکی تیرے در تک رسائی ہے وہ میری طرف توجہ نہین کرتے اب مین کرون تو کیا کرون ؟ بڑھیا کا اتنا کہنا تھا اور شاہ صاحب کی حالت کا بدلنا غالبًا یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ نعمت ملی تھی سب چھن گئی آخر کار کئی دن تک شاہ صاحب روتے رہے اور بڑھیا کو تلاش کر کے قصور معاف کرایا اُسکی درخواست کو پورا کیا تب وہ نعمت پھر عطا ہوئی۔ بھائی نظر محمد خان مجھے بہت ڈر لگتا ہے مین تو جتنی دفعہ بھی بلایا جاؤنگا حاضری دون ہی گا۔"

کمال اتباع سنت ہی کا ثمرہ تھا کہ آپ کے نزدیک اہل وطن دوسرون سے اس خاص محبت مین ممتاز تھے بمقتضاے حُبّ الوطن من الایمان آپکو گنگوہ کے بچہ بچہ کیساتھ ایک اُنس خاص تھا مولوی محمد اسمعیل صاحب گنگوہی فرماتے ہین کہ مین جب حسب عادت اپنی جاے ملازمت یعنی گوالیار سے ہر سال دو ماہ کی رخصت لیکر وطن آتا تھا اگر فوراً حضرت کی خدمت مین حاضر ہو گیا تو بہتر ورنہ بُشرہ مبارک پر ملال کا اثر محسوس پاتا تھا جو غایت شفقت کا ثمرہ تھا اسیطرح حضرت کا منشا یون معلوم ہوتا تھا کہ جب گوالیار جاؤن تو عین روانہ ہوتے وقت ملکر جاؤن ایکمرتبہ مین نے اپنے آنیکی اطلاع حضرت کو نہ دی معمولی طور پر ایک عزیز کو لکھدیا کہ حضرت سے بھی اطلاع کر دین مین عنقریب حاضر ہونیوالا ہون اتفاق سے اُنکو یاد نہ رہا کہ حضرت کو اطلاع دین جب بندہ حاضر خدمت ہوا تو جواب سلام کے بعد پہلا فقرہ یہ تھا کہ "کیون ہمین اطلاع بھی نہین" مین نے عرض کیا کہ حضرت فلان شخص کی وساطت سے اطلاع کر چکا تھا آپنے فرمایا کہ اُنھون نے مجھسے نہین کہا۔

کوئی شخص گوالیار جاتا تو آپ مولوی اسمعیل صاحب کا پتہ بتاتے اور فرمایا کرتے تھے کہ اُن سے ضرور ملنا اور میرا سلام کہنا وہ میرے عزیز ہین چنانچہ بہتیرے آدمی مولوی اسمعیل صاحب سے ملنے آتے اور کہتے تھے کہ حضرت کے حکم کی تعمیل مین ملنے آئے ہین ایک مرتبہ مولوی اسمعیل صاحب تبقریب رخصت

آئے ہوئے تھے جب دو ماہ قریب ختم ہوئے تو معمول کے موافق اُنھون نے عرض کیا کہ حضرت پرسون جاؤنگا آپنے فرمایا اچھا اور مولوی محمد یحییٰ کی طرف مخاطب ہوکر بولے "میان مولوی یحییٰ دو ماہ گذرتے ہوئے کچھ دیر نہ لگی مولوی اسمٰعیل جاتے ہین"

صغیر سن بچون کیساتھ آپ بہت محبت فرماتے تھے ایک دن مولوی محمود احمد مرحوم کی یادگار سعید احمد سلمہ جنکی عمر اُسوقت آٹھ سال کی تھی آپکے پاس آئے اور گلے مین بائین ڈالکر کوئی چیز اصرار کیساتھ مانگنے لگے اتفاق سے صاحبزادہ حضرت حکیم صاحب مدظلہ تشریف لے آئے اور میان سعید کو تیز نظر کیساتھ دیکھکر کہا کہ "حضرت یہ تو بہت گستاخ ہوتا جاتا ہے" حضرت امام ربانی مسکرائے اور یہ مصرعہ پڑھا ؎ برگ گل را شاخ گل بر فرق خود جا میدہد*

آپ کے نواسہ حافظ محمد یعقوب صاحب کی صاحبزادی رقیہ جسکی عمر تین چار سال کی تھی جسوقت آپ کے پاس آتی تو آپ اُسکو نہایت محبت کیساتھ اُٹھا کر چارپائی پر بٹھا لیتے تھے رقیہ سلمہا کبھی آپکی گود مین لیٹتی اور کبھی اُٹھتی تھی آپکا دست مبارک کبھی اپنے پاؤن کے جھانور پر رکھتی اور کہتی تھی دیکھو ابا ہمنے یہ پہنا حضرت امام ربانی کو بچی کی ہر ادا بھاتی اور آپ اُسکی ہان مین ہان ملایا کرتے تھے۔ کبھی کہتی کہ اباتم مجھے بیٹی بناؤ آپ فرماتے ہان تو تو میری بیٹی ہے ہی کبھی کہتی کہ ہمین چیز دو آپ مولوی محمد یحییٰ صاحب کو آواز دیتے اور فرمایا کرتے تھے کہ بھائی کچھ ہو تو رقیہ کو دو غرض جبتک پاس رہتی لاڈ اور پیار کی باتین کرتی اور حضرت امام ربانی نہایت ہی مہربانی اور لطف کیساتھ رقیہ کا دل بہلایا کرتے تھے اُسوقت دیکھنے والون کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حسنین رضی اللہ عنہما کیساتھ محبت کا برتاؤ یاد آتا اور خیر القرون مین سردار امت کی شفقت و رافت کا نقشہ نظر کے سامنے پھر جاتا تھا

حضرت امام ربانی کو گوارا نہ تھا کہ بچون کیساتھ ضرورت سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا جائے اگر کسی صغیر سن بچہ کے پٹنے یا کراہنے کی آواز آپکے کان مین پڑتی تو آپ بیچین ہوجاتے اور کبھی باپ کے اپنے لڑکیکو زیادہ مارنیکی شکایت آپ سُنتے تو آپکو صدمہ ہوتا اور مناسب الفاظ مین باپ کو نصیحت فرمایا کرتے تھے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب گنگوہی نے اپنے لڑکے محمد جلیل کو ایکمرتبہ مارا اُنکی پھوپھی نے حضرت سے جا شکایت کی اگلے دن جو مولوی اسمٰعیل صاحب حاضر ہوئے تو حضرت نے فرمایا

مولوی اسمعیل ادھر آؤ مولوی اسمعیل صاحب ہنسنے لگے کیونکہ سمجھ گئے تھے کہ کل لڑکے کے مارنے کی چغلی کھائی گئی ہے حضرت نے فرمایا کہ ہنستے کیا ہو ادھر آؤ اور مولوی یحییٰ تم بھی آؤ (مولوی یحییٰ صاحب بھی اپنے صاحبزادہ محمد زکریا کو بہت مارتے تھے) اسکے بعد چارپائی پر بیٹھکر فرمایا مولوی یحییٰ مین تمسے مسئلہ پوچھتا ہون کہ لڑکے کو کسقدر مارنا چاہئیے؟ نصیحت کیلئے اتنا ہی کافی تھا اب مولوی یحییٰ صاحب جواب دین تو کیا دین حضرت نے کئی مرتبہ اس فقرہ کو دوہرایا آخر فرمایا کہ مولوی اسمعیل تم عہد کرو کہ جلیل کے مارنے مین سختی نہ کرونگا اگر عہد نہین کرتے تو مین جلیل کو گوالیار نہ جانے دونگا مین اسکو خود پڑھاؤنگا کیونکہ یہ میرا دو وجہ سے عزیز ہے اول تمہاری وجہ سے کہ تم میرے عزیز ہو اور دوسرے بھائی عبدالمجیدؒ کا نواسہ ہے آخر مولوی اسمعیل صاحب نے وعدہ کیا کہ حضرت انشاء اللہ اب ایسا نہوگا۔ صاحبزادہ حکیم مولانا مسعود احمد صاحب بھی اسوقت حاضر تھے کہنے لگے کہ حضرت مین بھی تو سعید کو مارتا ہون آپنے فرمایا تمہارا مارنا بھی سعید کو مجھے معلوم ہے لڑکے کو اسقدر مارنا نچاہئیے ایک دو طمانچہ مارنیکا مضائقہ نہین" اس عجیب نرم انداز پر حضرت امام ربانی نے کئی متعلقین کو بالتخصیص اور عام متوسلین کو علی العموم نصیحت فرمائی۔

عالم مین ہدایت کا پھیلنا آپکو اسدرجہ مرغوب تھا کہ شاید اس سے زیادہ کسی شے مین لذت نہ تھی اور مخلوق کی گمراہی وجہالت سے آپکو اسدرجہ صدمہ اور رنج ہوتا تھا کہ اس سے بڑھکر کوئی کلفت آپکے حق مین نہ تھی حق کی اشاعت اور باطل کی اضاعت مین آپ جی توڑ کر کوشش کرتے اور ہمہ تن متوجہ ہوکر پوری سعی کام مین لاتے تھے دین مین جو فتنہ نیا پیدا ہوتا آپ اُسکے انسداد مین اپنی ہمت وقف فرماتے اور جو تدبیر آپ سے بن پڑتی اُسکو عمل مین لے آتے تھے مناظرہ اور مباحثہ سے آپکو طبعاً نفرت تھی مگر بدعات اور معصیت کے پھیلانیوالی تحریر دیکھکر آپ ضبط نہ کرسکتے تھے آپکی آنکھوں مین آنسو بھر آتے بلکہ سچ پوچھئے تو غصہ اور رنج کے باعث گویا خون اُتر آتا تھا آپکے ہاتھ پاؤن کانپنے لگتے اور اُسکے جواب مین سنت کا دامن پکڑ کر غایت ضبط کیساتھ کام لیکر جواب تحریر فرماتے تھے پھر اُسکا طبع ہونا اور کثرت شیوع آپ کو پسند آتا اور جو باہمت شخص اسکا متکفل ہوتا اُس سے آپ خوش ہوتے اور دُعا دیا کرتے تھے چنانچہ فتوے طہر احتیاطی۔ سبیل الرشاد ہدایت المعتدی ہدایت الشیعہ رسایل شریفہ اسی قبیل سے ہین

مردہ سنتون کے زندہ کرنیکی جو تمنا اور طلب آپکو تھی اُسکی نظیر اس زمانہ مین دکھائی نہین دیتی مخلوق کی دینی نفع رسانی کے بدلہ مین جو کوفت آپکو اُٹھانی پڑتی اور آپ اُسکے متحمل ہو کر ہر لحظہ ایک جہاد اکبر کا اجر حاصل فرماتے رہے وہ اِس فقرہ سے ظاہر ہے جو ایکمرتبہ آپکی زبان سے صادر ہوا کہ "بہت جی چاہتا ہے کہ سب چھوڑ کر مکہ چلا جاؤن مگر پھر سوچتا ہون کہ مخلوق کی جہالت اور بڑھیگی اسلئے مجبور رہون"۔

قوت غضبیہ کے اعتدال کا ثمرہ تھا جسکو کرامت عظمیٰ کہنا چاہیئے کہ مخالفین کے جن فتوؤن مین آپ کی جانب کفر و زندقہ نسبت کیا گیا اور جن تحریرون یا تقریرون مین نہایت گستاخانہ کلمات آپ کی شان مین لکھے گئے اُن پر آپ مُسکرائے اور روگردانی فرمائی مگر انوار ساطعہ کی دل آویز تحریر کو آپ ضبط نہ کر سکے اور براہین جیسی ضخیم کتاب جسکے لفظ لفظ سے غصہ و رنج ٹپک رہا ہے چند ہفتون مین آپ کے حکم سے لکھی گئی اور چھپکر اطراف عالم مین شایع ہوگئی غصہ پر یہ خود اختیاری حکومت کہ بحکم شرع جہان غصہ کرنا فرض ہے وہان غصہ لا سکے اور جہان کظم و ضبط مستحب ہے وہان اشتعال طبع کا نام بھی نہ آئے وہ خاص مردانگی ہے جسکو رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے باین الفاظ ظاہر فرمایا ہے کہ "وہ شخص پہلوان نہین جو کسی کو پچھاڑ دے پہلوان وہ ہے جو نفس کو پسپا کرے" کہ غصہ کو جب چاہے ضبط کرے اور مغلوب بنائے اور جب چاہے غالب و ظاہر کرے۔

غلط مسئلہ کا رواج حضرت امام ربانی کو نہایت گران گزرتا تھا اور دین کے بارے مین موقع اور محل پر تشدد کرنا آپکو غایت درجہ پسندیدہ تھا اپنے متوسلین پر چونکہ کسی درجہ کا زور تھا اسلئے اگر کسی کی غلطی پر مطلع ہوتے تو فوراً متنبہ فرماتے اور ایسی شفقت بھری سختی کے ساتھ منع فرماتے تھے کہ اُسکو پھر کبھی جرأت نہوتی تھی ایکمرتبہ پیر جی محمد حسن نے جو حضرت کے خادم تھے اور ایک گانون کی مسجد مین رہتے تھے گانون والون سے یہ روایت بیان کردی کہ "جمعرات کو ارواح موتی چھٹی پاتی ہین کہ اپنے اپنے گھر جا کر سبکو دیکھ بھال آوین" گانون والون نے حضرت مولانا سے اِس روایت کی تصدیق چاہی آپنے فرمایا کہ یہ مسئلہ کون کہتا ہے اُنہون نے کہا کہ پیر جی جو آپ کے پاس بیٹھے ہین حضرت نے پیر جی سے پوچھا کہ تمنے یہ مسئلہ کہان سے کہا پیر جی نے عرض کیا کہ حضرت مقاصد الصالحین مین لکھا ہے حضرت نے بہت ناخوشی ظاہر فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ

ازمولوی محمد اسمٰعیل گنگوہی

ایسی کتابین غلط مین کبھی کوئی بات ایسی مت کہو جو معتبر ذریعہ سے نہ ملی ہو"
اسی طرح ایکدفعہ مولوی محمد اسمعیل صاحب گنگوہی کو اپنے گھر کے پاس لال مسجد مین نماز پڑھانیکا اتفاق ہوا تو عادت کے موافق یہ محراب صحن سے باہر قدم نکالکر کھڑے ہوئے لوگون نے کہا کہ حافظ علی حسن امام مسجد نے تو باہر کی محراب مین کھڑا ہونا جائز کر رکھا ہے حضرت مولانا کے ایک خادم نے بھی کہا کہ ہان حضرت نے بھی جواز کا فتویٰ دیدیا ہے مولوی اسمعیل صاحب کو یقین نہ آیا ور حضرت کی خدمت مین حاضر ہوے تو تصدیق چاہی حضرت مولانا کو غصہ آگیا اور فوراً قائل کو بلا کر دھمکایا کہ مین نے کب یہ فتویٰ دیا ہے میری زندگی ہی مین مجھپر یہ بہتان باندھتے ہو" دو چار دن کے بعد حافظ جی آئے تو حضرت مولانا اُس مسئلہ کو بھولے نہین بلکہ حافظ جی سے بیٹھتے ہی یہ سوال کیا کہ کیون جی تمنے صلوۃ فی المحراب کا فتویٰ کہان سے دیا حافظ جی نے عرض کیا کہ حضرت فلان اُردو کی کتاب مین لکھا ہے آپنے ترشروئی کیساتھ اُنکو جواب دیا اور فرمایا کہ بس اپنی کتاب کو رہنے دو امام کو محراب کے اندر کھڑے ہو کر نماز پڑھانا خواہ محراب اگلی ہو یا پچھلی بہرحال مکروہ ہے۔
اپنے لوگون کے ساتھ حضرت امام ربانی کا برتاؤ نہایت اتحاد اور یگانگت کا تھا سب کو مثل اولاد اور بھائی کے سمجھتے تھے جس طرح اولاد کا گھر مین آنا چونکہ کوئی عجیب اور نئی بات نہین اسلئے بچون کی آمد و رفت پر التفات بھی نہین ہوتا باپ پوچھتا بھی نہین کہ کب آئے اور کیون چلے اسی طرح آپکی خدمت مین بھی جو خدام حاضر ہوتے وہ آنے یا رخصت ہونے مین اجنبیانہ تکلفات اور آؤ بھگت کے ساتھ نہ پوچھے جاتے تھے یہانتک کہ بعض لوگون کو یہ وہم ہوتا تھا کہ حضرت نے توجہ نہین فرمائی مگر اسکے ساتھ ہی یہ ضرور تھا کہ جس مقصود کیلئے اُنکا آنا ہوتا تھا اُسکو پورا کرنیکی جانب حضرت کی قلبی توجہ پوری طرح متوجہ ہوتی تھی آپ اپنے لوگون کے اصلاح حال کا حاضر و غائب ہر وقت فکر رکھتے اور ہمیشہ باطنی ہمت اور شب کے آخری حصہ مین بالخصوص دعا کیساتھ امداد فرمایا کرتے تھے اگر کسی بات پر آپکو وہم ہوتا کہ یہ بات شاید نووارد کو ناگوار گذرے اور بدگمانی پیدا ہو اور فساد قلب کا سبب بنے تو فوراً اصل وجہ بصورت معذرت ظاہر فرما کر خدام کو اپنا والہ و شیدا بنا لیا کرتے تھے مولوی عبداللہ صاحب گنگوہی ایکمرتبہ مہمانون کا کھانا لانے کو دولتخانہ پر گئے تو راستہ مین حضرت کو آتے ہوے پایا فوراً آپنے ارشاد فرمایا کہ "بھائی ایک دو مہمانون کا کھانا تو مین خود بھی لے آیا کرتا تھا لیکن جب سے

اندھا ہوگیا ہون ایک ہاتھ مین لکڑی رہتی ہے دوسری سے ٹوہ کر چلتا ہون اسلئے معذور ہوگیا"۔

ایکدن طبیب اُمت حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ حاضر خدمت ہوئے اور پیرون کی جانب بیٹھ گئے حضرت امام ربانی چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے فرمانے لگے کہ بھائی میری ٹخنون مین درد رہتا ہے اسلئے بیٹھ نہین سکتا تم بُرا نہ ماننا۔

جس درجہ بے تکلف سادگی اور منکسرانہ معمولی الفاظ کا استعمال کرنا حضرت امام ربانی کی عادت مین داخل تھا اُسکی کیفیت کوئی کیا بیان کرے گفتگو مین ہم کے لفظ سے خاصکر اپنی ذات کو تعبیر فرمانا شاید ہی ہے کہ کہین آپ کی زبان سے ظاہر ہوا ہو اسی طرح دوسرون کو آپ اور حضور کے ساتھ مخاطب کرنا بھی غالباً آپ سے کہین صادر نہین ہوا اس قسم کے الفاظ کو آپ تکلف سمجھتے تھے اور مآانا من المتکلفین کے آپ تابع فرمان تھے ہان اکابر دین کے تذکرون اور مشائخ وعلماء کے حالات مین بیان کرتے وقت حضرت اور جناب کا استعمال آپکی عادت مین داخل تھا۔

آپکی بے تکلفی اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مسایل مین بھی جس مسئلہ کا جواب آپکو معلوم نہوتا تھا بے تکلف لا ادری ظاہر فرمادیتے اور نہ جاننے کا اعتراف فرمالیا کرتے تھے حضرت مولانا اشرفعلی صاحب فرماتے ہین کہ ایک شخص کے پاس مین نے چند سوالات لکھے ہوئے دیکھے جنکے جوابات حضرت مولانا نے تحریر فرماکر اُنکے پاس بھیجدئے تھے اُسی پرچہ مین ایک سوال یہ بھی تھا کہ بچون کو نزع کی تکلیف زیادہ کیون ہوتی ہے؟ اسکا جواب حضرت نے صرف یہ لکھا تھا کہ "مجھے تحقیق نہین"۔

دنیاوی حوادث وصدمات پر صبر کرنے مین آپ کوہ استقلال تھے مولوی اسمٰعیل صاحب فرماتے ہین کہ تھوڑے عرصہ کے اندر حضرت مولانا کو خاص کُنبہ کی پانچ موتون کے پے درپے صدمے واقع ہوئے یعنی اوّل آپکے نواسہ حافظ محمد اسحٰق نے انتقال کیا پھر نور نظر مولوی محمود احمد چل بسے انکے بعد آپکی اہلیہ نے مفارقت اختیار کی چوتھے نمبر پر محمود احمد مرحوم کی اہلیہ شیرخوار بچہ چھوڑ کر راہی دارالبقا ہوئین اور پھر حکیم مسعود احمد صاحب کی صاحبزادی نے دادا کیساتھ تمام دنیا کو الوداع کہا مجھے بارہا خلوت وجلوت مین حضرت کے پاس حاضر ہونیکا برسون اتفاق ہوا مگر مین نے ان موتون کا حضرت کی زبان سے ایکمرتبہ بھی ذکر نہین سُنا بندہ اکثر متصدد اُمیدوار رہا کہ جہان اور ذکر مذکور ہوتے ہین کبھی ان حوادث وواقعات جانکاہ کا بھی ذکر آوے مگر توبہ توبہ کبھی ایک حرف بھی

نہین سننے مین آیا ہان عمر بھر مین صرف ایکمرتبہ یہ قصہ پیش آیا کہ آپنے غسل کے بعد جب حجرہ مین تشریف لائے تو مولوی محمد یحییٰ صاحب سے کورتہ طلب فرمایا اتفاق سے مولوی یحییٰ صاحب نے وہ کورتہ نکال دیا جو حضرت کی منشا کے خلاف تھا آپنے فرمایا مولوی یحییٰ تمہاری عقل کو تو ہیضہ ہوگیا یہ کورتہ نہین دوسرا نکالو اتنی گفتگو کے بعد مولوی محمد یحییٰ صاحب تو کورتہ دوسرا دیکر وضو کیلئے باہر چلے گئے فقط مین حجرہ مین رہگیا تب حضرت نے فرمایا بھائی مین نے مولوی یحییٰ سے ویسے ہی کہدیا ورنہ ہمارے گروہ مین مولوی یحییٰ کو سب لوگ عقلمند مانے ہوئے ہین مین نے عرض کیا "حضرت بجا ہے واقعی مولوی محمد یحییٰ صاحب عقلمند شخص ہین" اُسوقت حضرت مولانا نے اتنا ارشاد فرمایا کہ "مزاج دانی تو مسعود احمد کی مان ہی کو تھی" اسدن کے اس فقرہ کے علاوہ میرے کانون نے مرحومین کا کوئی تذکرہ آپسے نہین سُنا۔

مرحومین کے ذکر مذکور نہونیکا یہ مطلب نہین ہو کہ آپکو ان حوادث کا صدمہ نہین ہوا صدمہ کا کیا ٹھکانہ ہے جسپر گذرتی ہو وہی جانتا ہے اولاد کا مرنا تو ایسی چیز ہے کہ حیوان لایعقل بھی مصدوم و متاثر ہوتا ہے اور انسان تو صاحب عقل مخلوق ہو متعلقین کی دنیاوی مفارقت پر حزن وغم لازمہ بشریت ہے جسکے ہاتھون انبیاء علیہم السلام مجبور ہین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے شیر خوار صاحبزادہ ابراہیمؑ کے انتقال پر آنکھون سے آنسو بہا رہے اور روکر یون فرماتے تھے انا بفراقك یا ابراهیم لمحزونون کہ اے ابراہیم تیری مفارقت نے ہمین غمگین بنا دیا" اور بات بھی یہی ہے کہ بی بی بچّے خدا کی دی ہوئی نعمتین ہین انکی علیحدگی پر غم نہ کرنا قساوت قلبی اور سخت دلی ہے خدا کی نعمتون سے بندہ کسی وقت بھی مستغنی اور بے نیاز نہین بنسکتا چنانچہ ایک موقع پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی زبان سے یہ الفاظ بھی صادر ہوئے کہ محمود احمد نے میری کمر توڑدی" مولوی فتح محمد صاحب حضرت کے خادم ہین محمود احمد مرحوم کے انتقال کی انکو اطلاع نہوئی تھی عادت کے موافق خطون مین ہمیشہ محمود احمد کو سلام لکھتے رہے آخر دو سال کے بعد امام ربانی نے انکے کسی خط کے جواب مین یون تحریر فرمایا آپ خط مین "حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا کرین حافظ محمود مرحوم دو سال ہوے کہ اس عالم سے رحلت فرماکر مجھ ناکارہ کو پریشان وحیران کر گئے ہین جب تم اُسکو سلام لکھتے ہو مجکو بیقراری ہوجاتی ہے آئندہ اُسکا نام مت لکھنا۔" قلب مومن کی حالت معتدلہ جسکو استقلال کہتے ہین اس تحریر سے ظاہر ہے کہ کامل

دو سال ضبط بھی فرمایا اور آخر صدمہ کا اظہار بھی فرمایا۔ استقلال محمود شریعت مین اسی کا نام ہے کہ قلب مصدوم مخزون ضرور ہو مگر انسان ازخود رفتہ بلکہ ازجا رفتہ نہ بنے کہ مشغولیت بحق اور طاعت و خدمت مولیٰ مین فرق آئے۔

دین کی اشاعت چونکہ آپکو بالطبع مرغوب تھی اسلئے فتاویٰ نویسی اور مسایل کا جواب لکھنے مین کبھی آپسے کاہلی ظاہر نہین ہوئی امراض اور صدمات کے زمانہ مین بھی خطوط کے جوابات آپ اسی التزام کیساتھ لکھتے تھے جیسے صحت کے وقت مین حضرت مولانا اشرف علیصاحب فرماتے ہین کہ جب سنہ ۱۳۰۵ ہجری مین والد مرحوم کا انتقال ہوا مین نے کچھ سوالات جائداد و ترکہ کے متعلق ایک حجام کے ہاتھ حضرت کی خدمت مین بھیجے اور جلدی جواب عطا فرمانیکے لئے عرض کر دیا سوالات بہت سے تھے اور اتفاق سے اُسوقت حضرت کو آشوب چشم کی تکلیف تھی مگر اللہ رے دین کی خدمت کہ اُسی حالت مین سب جواب تحریر فرما دئے اور اختصار اجوبہ کی وجہ مین یہ بھی تحریر فرمایا کہ "آشوب چشم مین مبتلا ہون چنانچہ چشم بند کردہ جواب لکھ رہا ہون"۔

اللہ تعالیٰ شانہ اور اسکے سچے رسول کی محبت کا ثمرہ تھا کہ آپ خدمت دین مین ایسی مشقت گوارا فرماتے تھے بسا اوقات بیس بیس اور پچیس پچیس خطوط آپ کے پاس آتے تھے جنمین بہتیرے سوالات ہوتے اور دیگر ضروری امور کا عرض حال کیا جاتا تھا اِن سب کے جوابات آپ اپنے قلم سے تحریر فرماتے اور دن کے دن کام پورا کر دیتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا کہ مہمانون کی کثرت یا دوسری دینی خدمات مین مشغولیت کے سبب آپکو دن مین فرصت نہ ملتی اُس روز آپ عشا کے بعد جوابات خطوط لکھتے اور سونے کے معمولی وقت مین کمی فرماتے مگر ڈاک کی روانگی اگلے دن پر نہ رکھتے تھے۔

دلجوئی اور تسلی جس بلیغ اور سلیس طرز پر حضرت قدس سرہ مین دیکھی گئی بہت کم اُسکی نظیر پائی جاسکتی ہے ایکبار ایک شخص نے اپنا خواب آپسے بیان کیا کہ گویا آپکی وفات ہوگئی ہے" اس خواب نے اُس شخص کو بہت پریشان کر رکھا تھا آپنے بیساختہ جواب دیا کہ "بھائی تمھارے سامنے زندہ تو بیٹھا ہون اور آخر کبھی تو مرون ہی گا مگر کیا ضرور ہے کہ خواب کیساتھ ساتھ تعبیر بھی واقع ہو جاوے حق پرستی کی یہ شان تھی کہ اگر کسی مسئلہ مین بمقتضائے بشریت خطا واقع ہوئی تو اطلاع پاتے ہی فوراً رجوع فرماتے اور غلطی کا بالتصریح اقرار فرمالیا کرتے تھے ایکبار میرٹھ سے حضرت کی خدمت مین

استفتا گیا واقعہ یہ تھا کہ حافظ محمد امیر نے رمضان کے عشرۂ آخرہ مین بحالت اعتکاف میان بھورے خزانچی کو بلوانے کے لئے کچہ زیور دیا وہ بیچارے مسجد کی الماری مین رکھکر وضو کرنے لگے اور پھر اُسکو بھول کر چلدیے حضرت کے یہان سوال بھیجا گیا آپنے قاعدہ کلیہ سے جواب تحریر فرمادیا کہ بھورے خزانچی امین ہین اور کوئی تعدی انہون نے امانت مین نہین کی اسلئے ضمان لازم نہ آویگا مولانا اشرف علی صاحب فرماتے ہین کہ اتفاق سے کانپور جاتا ہوا مین میرٹھ اُترا تو ان صاحبون نے مجہہ سے بھی یہ سوال کیا مین نے کتاب نہونیکا عذر کیا اور صرف سوال کی نقل لیکر کانپور چلا گیا وہان طحطاوی مین ایک جزئیہ نظر پڑا کہ اگر امین امانت کو رکھکر بھول کر کھڑا ہوجاوے تو یہ نسیان عذر نہین ہے مین نے اس جزئیہ کیموافق جواب لکھکر بھیجدیا پھر جو ان صاحبون سے ملاقات ہوئی تو انہون نے ذکر کیا کہ ہمنے وہ جواب حضرت کی خدمت مین ملاحظہ کیلئے بھیجدیا تھا حضرت نے اسکی تصحیح اور جواب سابق سے رجوع کی تصریح فرمادی۔

آپ اپنے خدام ومنتسبین مین اتفاق کو بہت محبوب رکھتے اور کبھی کسی کی شکررنجی پر مطلع ہوتے تو توافق مین سعی فرمایا کرتے تھے۔ اپنے مخلصین کیساتھ حسن ظن آپکا اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ بعض لوگون کو اندیشہ ہوتا کہ ہمارا مخالف کوئی بات حضرت کے گوش گذار نہ کردے حالانکہ یہ اندیشہ غلط تھا کیونکہ جسطرح حضرت کے دیگر خصائل حسنہ توسط واعتدال پر قایم تھے اسیطرح حسن ظن کی صفت محمودہ حد اعتدال پر آپ مین موجود تھی اور آپ کو کسی کی شکایت سننی گوارا ہی نہ تھی اگر کسی شخص سے سُنتے تو جھڑک دیتے اور چغلخوری سے منع فرمادیتے تھے۔ جس مضمون کی شکایت ہوتی اُسکی تاویل فرماتے اور محمل حسن پر حمل کیا کرتے تھے مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مین جب فتنہ اُٹھا تو کسی شخص نے مولوی عنایت الٰہی صاحب مہتمم کی بھی شکایت کی کہ اُنہون نے کتاب تجاویز مدرسہ مخالفین کو دکھادی آپنے فوراً جواب دیا کہ مولوی عنایت الٰہی بہت سیدھے آدمی ہین ہمیشہ سے اُن لوگون کے محکوم رہے ہین روزگار کے خوف سے دبگئے اور دبکر ایسا کر بیٹھے ہونگے"۔

انسان کو جب کسی کے ساتھ محبت ہوتی ہے تو اُسکے تمام متعلقات سے الفت پیدا ہوجاتی ہے چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سواد قلب مین حق تعالیٰ شانہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت راسخ ہوگئی تھی اسلئے حرمین شریفین کے خس وخاشاک تک کو آپ محبوب سمجھتے اور خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مدنی کھجورون کی گٹھلیان پسواکر صندوقچہ مین رکھ لیتے اور کبھی کبھی

سفوف بناکر پھانکا کرتے تھے ایکمرتبہ فرمانے لگے کہ لوگ حرمین شریفین کی چیزون زمزمی کے ٹین اور تخم خرما کو یون ہی پھینکدیتے ہین یہ نہین خیال کرتے کہ ان چیزون کو مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کو ہوا لگی ہے" مولوی محمد اسمعیل صاحب فرماتے ہین کہ ایکمرتبہ مدنی کھجور کی گٹھلی پسی ہوئی حضرت نے صندوقچہ مین سے نکالکر مجھے عطا فرمائی کہ لو اسکو پھانک لو ایکمرتبہ مدینہ منورہ کی املی مجھے کھلائی اور ایکدفعہ مدینۃ الرسول کی مٹی عطا فرمائی کہ لو اسکو کھالو مین نے عرض کیا کہ حضرت مٹی کھانا تو حرام ہے آپنے فرمایا "میان وہ مٹی اَور ہوگی"۔

ایثار کی صفت آپ مین اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ اگر کوئی بدن کے کپڑے آپسے مانگتا تو فوراً اُتار کر عطا فرمادیتے تھے مولوی ابوالبرکات صاحب جب وطن کو چلنے لگے تو عرض کیا کہ حضرت کوئی ملبوس خاص عطا فرمایئے آپنے فوراً عمامہ سر سے اُتار کر حوالہ کردیا کہ لو۔ حجاج زیارت حرمین سے فارغ ہوکر آپکی زیارت کو حاضر ہوتے اور تسبیح زمزم مصلّی وغیرہ تبرکات نذر گزرانا کرتے تو آپ بڑی خوشی کیساتھ قبول فرماتے کہ ہدیہ دینے والیکا جی خوش ہوجاتا اور پھر فوراً ہی مجمع پر تقسیم فرمادیتے تھے بہتیرے خدام آپکی خدمتمین حاضر ہوتے اور تسبیح مانگا کرتے تھے آپ بڑی دریادلی سے عطا فرماتے اور سایل کی درخواست کے موافق ایک دو بار اُس پر پڑھکر سایل کے حوالہ فرمادیتے تھے اس دریادلی مین اسکا امتیاز مطلق نہ تھا کہ تسبیح قیمتی ہے یا معمولی ایکدفعہ ایک صاحب آئے اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تسبیح دیجئے آپنے اُسیوقت ایک تسبیح جو بہت خوبصورت اور قیمتی تھی اُنکے حوالہ کی اور فرمایا "پڑھتے رہنا ایسا نہو کہ ویسے ہی رکھی ہوئی رہے"۔

حرمین شریفین سے آئے ہوئے تبرکات کو جب آپ اپنے خدام پر تقسیم فرماتے تو چہرۂ مبارک پر بشاشت اور آواز کے لہجہ مین مسرت وانبساط محسوس ہوتا تھا آپ کا دل چاہتا تھا کہ دوسرے بھی ان اشیا کا احترام کرین ایکمرتبہ مولوی حسین احمد صاحب مہاجر مدنی نے ایک گھڑا بھرکر غسالہ شریفہ کا بھیجا۔ جس وقت اور اہتمام کیساتھ گنگوہ پہونچا ہوگا وہ ظاہر ہے آپنے اُسکے پہونچتے ہی اُسکو کھلوایا اور سبیل لگادی اُسدن جو بھی آیا جواب سلام کے بعد آپکا یہ ارشاد ہوتا تھا "میان مولوی یحییٰ انکو بھی پانی پلاؤ" بندہ بھی خوش نصیبی سے اُسدن جا پہونچا اور تبرک سے فیضیاب ہوا مین دیکھ رہا تھا کہ نووارد مہمان آتے جاتے تھے اور آپکے فرمان کے موافق پانی پیتے جاتے تھے تھوڑی دیر کے بعد آپنے

یہ قصہ نقل فرمایا دہلی مین ایک سقہ مشک لئے پھر رہا اور آواز لگا رہا تھا کہ سبیل ہے سبیل گانون کا ایک گنوار بھی آنکلا جس نے اول ہی اول دہلی دیکھی تھی تھوڑی دیر تک تو کھڑا سنتا رہا کہ سبیل کیا چیز ہے پھر دوسرون کی دیکھا دیکھی اسنے بھی جا او بچہ لگائی اتفاق سے پانی مین ایک مینگنی نکلی اسکو چبا کر نگل گیا جب پانی پی چکا تو لگا کہنے کہ غل تو اتنا اور بس سبیل ایک ہی" اس قصہ کے بعد آپ نے فرمایا" کوئی کیا جانے کہ یہ پانی کیا چیز ہے"۔

حضرت امام ربانی کا جی چاہتا تھا کہ ہر مسلمان حق تعالیٰ اور اُسکے رسول ؐ کی اسدرجہ محبت لئیے ہوئے ہو کہ حرمین کی ہوا لگی ہوئی اشیاء کو جان سے زیادہ عزیز سمجھے مولوی سمٰعیل صاحب فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا نے موم کی بتی کا ذرا سا ٹکڑا مجھے عطا فرمایا اور کہا کہ اسکو نگل جاؤ اور ایکبار غلاف کعبہ کے ریشم کا ایک تار ایثار فرمایا اور کہا کہ اسکو کھالو۔

شعار اسلام کی ترویج آپکو اسدرجہ محبوب تھی کہ خلاف سنت سلام پر آپ غصہ کو ضبط نہین فرماسکتے تھے ایکدفعہ ایک صاحب تشریف لائے حضرت اُسوقت بیت الخلا تشریف لیگئے تھے آنیوالے مسافر کچھ ایسے مغرور وجری تھے کہ بیٹھے ہوئے مجمع سے نہ سلام نہ دعا مونڈھا اُٹھا سب سے آگے بڑھا حضرت کی چارپائی کے پاس جا بیٹھے حضرت استنجا سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو دور ہی سے اُنھون نے پکارا "جناب آداب" حضرت نے بے ساختہ جواب دیا" کون بے ادب ہین جنکو شریعت کا ایک ادب بھی نہین معلوم" ایکمرتبہ ایک صاحب آئے اور بولے "حضرت سلامت" آپ کے چہرہ پر غصہ کا اثر ظاہر ہو گیا اور فرمایا "مسلمانون والا اسلام چاہئے یہ کون ہے حضرت سلامت والا" اس شخص نے عرض کیا مین کچہری مین رہتا ہون وہی عادت ہے آپنے ارشاد فرمایا" یہان تو کوئی کچہری نہین ہے بھائی مین تو فقیر آدمی ہون۔

غلبۂ اتباع سنت وحب اسلام جو حضرت کے قلب مبارک مین عشق کے درجہ پر پہونچا ہوا تھا وہ ان لوگون کی نظرون مین جو سنت کی محبت سے عاری اور محبت کے ثمرات سے ناواقف ہین حضرت امام ربانی کی بدخلقی نظر آتا تھا جس زمین قلب مین محبت کا بیج ہی نہین پڑا اُنکو کوئی کیونکر سمجھائے کہ یہ واقعات خلاصہ اصلاحات قلب ہین" اندھون کے سامنے روئے اور اپنی آنکھین کھوئے" یا اللہ اوّل دل کی آنکھین کھولدیجے اور اپنی محبت دیدیجے تاکہ محبوب کے قانون کی ذرہ برابر خلاف ورزی

جو ناگواری ہوا کرتی ہے اپنے اوپر پیدا ہونے لگے ورنہ دلیل کے دائرہ مین تو بجز شکوک واہیہ کے کچھہ کام چلتا اور مقصود ہاتھ آتا نظر نہین آتا۔

محبت کاملہ پیدا ہوئے پیچھے ہروہ ادا جسمین محبوبیت کا رنگ نہو کیسی ہی چھوٹی ہو ایک بڑا پہاڑ معلوم ہوتی اور دلکو برچھی وتفنگ سے زیادہ صدمہ پہونچاتی ہے جن عورتون نے زلیخا کو غلام کی طرف میلان مین احمق اور ضعیف الہمّتہ خطاب دئے تھے حسن یوسفی کا نظارا کر کے چھری سے اپنے ہاتھ تراش لئے اوران ھذا الا ملك کریم پکار اُٹھین اسی طرح اہل حق کی جو ادائین آج نظر مین کھٹکتی ہین خدا کرے کہ دلکو چاٹ اور محبت کا چسکا لگ جائے اُسوقت پوچھا جاے کہ ایسی خفیف اور معمولی باتون پر کیون نظر ہے جنکے ترک سے مسلمان کافر نہین ہوتا حضرت امام ربانی کا سنت مصطفویہ کیساتھہ عشق اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ آپکو عربی مہینے چھوڑ کر بلا ضرورت انگریزی مہینون کا استعمال بھی گران گذرتا تھا مولوی اسمعیل صاحب حضرت کی خدمت مین حاضر تھے کہ کسی شخص نے پوچھا گو الیار کب جاؤگے اُنہون نے جواب دیا جولائی کی فلان تاریخ کو حضرت مولانا نے تاسف کیساتھہ ارشاد فرمایا کہ ”اور ماہ و تاریخ نہین ہے جو انگریزی مہینون کا استعمال کیا جاوے“ یہی وجہ ہے کہ حضرت کی تحریرات مین کہین انگریزی یا ہندی مہینون کا نام نہین اسی طرح منطق و فلسفہ کیساتھہ آپکا تنفر عداوت کے درجہ پر پہونچا ہوا تھا ایک مرتبہ آپنے ارشاد فرمایا کہ میرا جو مرید اور شاگرد فلسفہ کا شغل رکھیگا وہ میرا مرید اور شاگرد نہین اسکے بعد ایک قصہ نقل فرمایا کہ ایک انگریز لندن سے لکھنؤ مین حاکم ہو کر آیا اُسکو معلوم ہوا کہ یہان مولوی لوگ بہت ہین اور علم کا بہت چرچا ہے اُسنے علماء کو طلب کیا اور ہر ایک سے دریافت کیا کہ تمکو کس کس علم مین دستگاہ ہی؟ ہر ایک نے منطق وفلسفہ کا ذکر کیا وہ متفکر خاموش ہو گیا پھر اتفاق سے وہی انگریز دہلی مین تبدیل ہو کر آیا یہان بھی علماء کی کثرت اُسکو معلوم ہوئی دہلی کے مولویون کو بھی اُسنے بلا کر وہی سوال کیا کہ کون سے علم مین دستگاہ ہے یہان بھی اکثر کی زبانی منطق وفلسفہ ہی کا نام نکلا صرف ایک عالم نے کہا کہ مجھے علم فقہ آتا ہی اسپر وہ انگریز بہت خوش ہوا اور کہا بس تم عالم ہو کیونکہ فلسفہ اور منطق کے عالم تو دنیا کے عالم ہین اپنے دین کے عالم نہین یہ علم تو ہم مین بھی ہے بلکہ تمسے زیادہ۔

حضرت امام ربانی بارہا فرمایا کرتے تھے کہ اس منطق و فلسفہ سے تو انگریزی بہتر کہ اس سے دنیا کے

نفع کی اُمید تو ہے" یہ سب کچھ محض ثمرہ تھا حب خدا و رسولؐ کا جسنے حضرت مولانا کو سنت کا دلدادہ و جان نثار اور شیدا و عاشق نثار بنا رکھا تھا آپکے بال بال اور روئین روئین سے بطحای پیغمبرؐ کی ہر ہر ادا پر شیفتگی ٹپکتی تھی اور آپکا ہر بن مو گویا زبان بنا ہوا تھا جس سے بجز اتباع شریعت کی آواز کے دوسری صدا نکلتی ہی نہ تھی آپ اس محبت کے جام سے اس درجہ سرشار تھے کہ عضو عضو فَفِرُّوا إِلَى اللهِ اور فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللهُ پکار رہا تھا آپ کو اس جانفروش عشق مین کچھ ایسی لذت حاصل ہوئی تھی کہ ہر لحظہ هل من مزید کا سوال تھا آپ نے اپنا مال اپنی اولاد اپنا گھر اپنی راحت اپنا ناموس اپنی عزت یہانتک کہ اپنی جان اسکے ہاتھون بیع کردی تھی آپکی زبان اس سے قبل کہ کوئی کلمہ نکالے سوچ لیتی تھی کہ شرع کے موافق ہے یا مخالف؟ اور آپکی آنکھین اس سے پہلے کہ اوپر اٹھین اور کسی شی پر نظر ڈالین یہ پوچھ لیتی تھین کہ پیغمبرؐ اجازت دیتے ہین یا نہین؟

خدا بخشے مولوی محمود احمد مرحوم عنفوان شباب مین صحبت بد کے ہاتھون کچھ آوارہ ہو گئے اور پہلوانی کے فن یعنی کسرت وغیرہ مین مبتلا ہو کر دینی تعلیم اور قید شرع سے کچھ باہر چل نکلے تھے آپنے یہ حالت دیکھی تو ضبط نفرما سکے حق تعالیٰ کی محبت کے مقابلہ پر بیٹے کی محبت چیز ہی کیا ہے جسکی پرواہ کیجائے آپنے گھر سے باہر نکالدیا اور کہلا بھیجا کہ محمود مجھے صورت نہ دکھائے جب حق تعالیٰ کے فضل و توفیق نے صاحبزادہ کے دلپر دستک دی اور حالت کی اصلاح کا وقت آیا تو حضرت مولانا نے انکو بلا بھیجا اور یون نصیحت فرمائی "محمود کیا ابھی تیرے سنبھلنے کا وقت نہین آیا خدا کے بندے اس بدن کے فربہ کرنے مین کیا دہرا ہے اُسوقت کو یاد کر جب گور مین کیڑے مکوڑونکی غذا بنجائیگا سنبھل اور اپنی بدعادتین چھوڑ"

اس مختصر مگر جامع نصیحت کا صاحبزادہ مرحوم پر وہ اثر ہوا کہ گویا کا یا پلٹ گئی وہی مولوی محمود احمد مرحوم چندروز کے بعد حافظ عالم ذاکر شاغل بنگئے اور شیخ وقت باپ کے اسدرجہ لاڈلے ہوئے کہ بیان سے باہر ہے افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی ورنہ مرحوم آج جس درجہ پر ہوتے ہوتے یا وہ حالت تھی کہ باپ نے باختیار خود گھر سے نکالا اور نظر سے اوجھل کر دیا تھا اور یا یہ حالت ہوئی کہ تفرقہ ڈالنے والی موت کے بعد آپ کا دل محمود احمد کو یاد کرتا اور تلملایا کرتا تھا ایکمرتبہ آپنے یہ الفاظ فرمائے کہ آج کہتا ہون بارہ برس ہوگئے جب سے محمود مرا ہے مجھے ہنسی نہین آئی اور ایک خط مین آپ تحریر فرماتے ہین کہ "۱۶ رجادی الاولےٰ کو میرے فرزند حافظ محمود احمد کا اسہال دموی مین انتقال ہوگیا یہ صدمہ اسقدر جانکاہ ہوا کہ کیا کہون حقتعالےٰ

اُسکو بخشے ایک فرزند دو ماہ کا اُسنے چھوڑا حق تعالیٰ اُسکی عمر کرے کہ اُس سے ہی دل بہلاؤن"۔

یہ محبت حقیقت مین مولوی محمود احمد کے ساتھ نہ تھی ورنہ صورت سے بیزاری کے وقت محمود احمد بدل نہ گئے تھے یہ محبت تھی اعمال حسنہ اور اتباع سنت کی کہ جب اُسکا وجود مرحوم مین نہ تھا تو بجائے محبت نفرت تھی اور اُسی جسم وجان مین جب اسکا اثر نمودار اور راسخ ہوگیا تو محبت عشق کے درجہ پر پہونچگئی" رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مومن کامل نہوگا جبتک کہ مین اُسکے نزدیک مال واولاد اور جان سے زیادہ عزیز ومحبوب نہ بنجاؤن" حضرت امام ربانی کو کمال ایمان کے امتحان اور محبت رسول ومحبت اولاد ومال وجان مین مقابلہ کے بہتیرے واقعات پیش آئے مگر الحمد للہ چھوٹا یا بڑا ایک قصہ بھی ایسا نہ ملیگا جسمین حب الرسول مغلوب ہوئی ہو اور حب المال والولد یا حب النفس غالب رہی ہو سارے واقعات کا احاطہ کرنا نہ میری طاقت مین ہے اور نہ سوانح کا یہ مقصود ہے بمقتضائے تخلقوا باخلاق اللہ یہ ظاہر کرنا تھا کہ سچا خلق جسکا مفہوم کمال اتباع شرع اور انتہاء اتباع وموافقت سنت ہے حضرت امام ربانی مین اسدرجہ غالب اور ظاہر تھا جسکی نظیر نظر آنی مشکل ہے خلاصہ یہ ہے کہ آپ شریعت غرا کی متابعت اور سنت بیضاء کی محبت مین ایسے فنا تھے کہ اپنے نفس کی باگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مین دیدی تھی کہ جدھر آپ چلانا چاہین اُدھر قدم اُٹھے اور جس جانب سے منع کرین اور روکین فوراً باز آجائے اور تھم جائے حقتعالیٰ نے آیت مقدسہ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ مین چونکہ اسی اتباع کامل پر محبوبیت کا وعدہ فرمایا ہے اسلئے آپنے اپنے دعوے محبت خداوندی کو پورا فرمایا اور ایسا پورا فرمایا کہ موتوا قبل ان تموتوا کے مصداق ہوگئے" اپنے اختیارات بالکلیہ سلب فرمادئے اور اپنی عزیز جان کو نہایت شوق اور محبت کیساتھ آستانہ محمدیہ پر ڈالکر حق تعالیٰ کے نام پر نچھاور اور نثار کردیا آپکی روح اور آپکا بدن دونون خدا کے ہوچکے تھے آپ کے ہاتھ اور آپکے پاؤن دونون دیگر اعضا کی طرح شریعت کی سنگین قید مین مقید ہوکر آپ کے اختیار اور ارادہ سے باہر ہولئے تھے دنیا آپکے لئے قید خانہ بنگئی تھی اور آزادی یعنی اپنے خود مختار ارادہ کا کام مین لانا آپ جانتے ہی نہ تھے کہ کسکو کہتے ہین؟

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن	پا بدستے دگرے دست بدستے دگرے

اطاب اللہ ثراہ وجعل الفردوس مثواہ۔

حسن صورت اور ادراک حواس

کمال حسن سیرت کے مناسب خلاق عالم نے حسن صورت بھی آپکو اسدرجہ عطا فرمایا تھا کہ بہت ہی کم کسی کی نظر سے گذرا ہوگا آپکا سراپا نہایت خوش انداز اور خوبصورت تھا آپ متناسب الاعضا حسین وجمیل اور اسدرجہ وجیہ تھے کہ بھرے مجمع مین پہچانے جاتے تھے آپکا قد مستوی اور میانہ تھا بدن دوہرا سر مبارک متوسط بال نرم اور جوانی کے زمانہ مین نہایت سیاہ تھے پیشانی کشادہ اور آئینہ کی طرح شفاف تھی جسمین سچے معبود کی عبادت کا نشان دمکتا تھا دونون بھوین گنجان اور کمان کی طرح خمیدہ ایک دوسرے سے علیحدہ تھین آنکھین بڑی اور سرمگین تھین جنمین سپیدی کے اندر سرخی کے ڈورے جھلکتے تھے پتلی سیاہ اور جس زمانہ مین بینائی قایم تھی اُسوقت دور بین اور نہایت تیز نظر تھی حلقے بدر کے ہالہ کی طرح روشن اور چمکتے ہوئے مژگان دراز اور رسیلی رخسارے نرم ونازک اور پرگوشت بینی ہموار اور درازی مایل لب کشادہ اور سرخی مایل دہن مردانہ اور بتیسی گویا موتیون کی لڑی سپید وچمکدار زنخدان سیب جیسی مدوّر ریش مبارک گنجان اور نیچے چھوٹی ہوئی گردن چمکدار گویا چاندی کی صراحی سینہ فراخ اور شکم کے ہموار ہاتھ سڈول اور بھرے ہوئے ہتیلی فراخ اور نرم انگلیان سیدھی اور پرگوشت پنڈلیان شفاف ولطیف پائے مبارک چکنے اور بلند آواز نہایت لطیف اور بلند تھی کہ بات سمجھنے مین کسی کو تکلف نہوتا تھا خوش الحان تبسم کنان راست گو اور فصیح وبلیغ تھے شجاعت وقوت مین مشہور تواضع اور حسن معاشرت مین امام متقدیٰ ذکر وفکر مین ہروقت مستغرق عقیل ومدبر صایب الرائے اور عادل سخی وبہادر حلیم وصابر عفت مآب شاکر جمیع اوصاف حمیدہ سے متصف اور تمام خصایل رزیلہ سے طبعًا متنفر تھے۔

خلقی طور پر آپکی طبع نفاست پسند تھی اور کثرت ذکر کے سبب لطافت کا یہ عالم تھا کہ ادنیٰ امر موذی سے متاذی ہوتے تھے ایکمرتبہ استنجا کیلئے بیت الخلا تشریف لئے جاتے تھے گولر کے قریب پہونچے تو ٹھٹکے اور فرمایا کہ تمباکو کی بوآتی ہے آپ تو یہ فرماکر چلے گئے خادم نے غور کیساتھ دیکھا تو پان کی پیک پڑی ہوئی تھی جو خشک ہوئی تھی غرض اسکو کھرچا اور زمین کو صاف کردیا گیا واپس تشریف لائے تو فرمایا اب نہین ہی مگر اسکے ساتھ ہی ضبط اس کمال کا تھا کہ جہان اظہار سے کسی کی تاذّی کا احتمال ہوتا تو تحمل اور سکوت فرماتے یا ملیح اشارے سے کسی مخلص خادم پر ڈھالکر فرمادیتے تھے کہ نصیحت بھی

ہو جاوے اور ناگوار بھی نہ گذرے ایکمرتبہ چند آدمی آپکے پاس بیٹھے تھے جنکے کپڑون سے میلے اور عرق آلود ہونیکی وجہ سے بو آتی تھی آپ دلشکنی کے اندیشہ سے اُنکو تو صاف طور پر فرما نہ سکے مولوی محمد یحییٰ صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا "میان مولوی یحییٰ کبھی نہا بھی لیا کرو" دیکھو بدن مین پسینہ کی بو آنے لگی ہے"۔

آپکی خوش الحانی کے متعلق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے ہین کہ آپکی قرأت قرآن و خطبہ وغیرہ سنکر بے اختیار زبان سے نکلتا تھا "لقد اوتیت مزمارا من مزامیر آل داؤد" آپکو کبھی نہین سُنا کہ شعر خوش الحانی سے پڑھا ہو ہان نمازون مین قرآن شریف اور جمعہ عیدین مین خطبے پڑھتے ہوئے سُنا آپ اگرچہ کسیقدر تیز اور چلتا ہوا روان پڑھتے تھے تاہم طبعی و خلقی خوش الحانی کی یہ کیفیت ہوتی تھی کہ گویا تمام بدن مین سے روح سمٹ کر کانون مین آگئی ہے آپ آواز مین تصنع سے نہایت درجہ احتیاط اور احتراز فرماتے تھے اور جب قرأت تمام ہوتی تھی تو دل یہ چاہتا تھا کہ اور بھی پڑھتے خوش الحان دیکھے اور مختلف خوش آوازین سُنی ہین مگر مین کہہ سکتا ہون کہ مین نے ایسی خوش آواز نہ ہند مین سُنی نہ عرب مین۔

آپکا خط نہایت پاکیزہ تھا آپ قلم برداشتہ اور جلد لکھتے تھے تاہم آپکی لکھی ہوئی سطرین موتیون کی لڑیان یا پھولون کی کلیان معلوم ہوتی ہین قلم پر مہینون قط کی نوبت نہ آتی تھی تاہم خط کے حسن انداز مین فرق نہ آتا تھا اسوقت آپکے قلم کی تحریرین خطوط و فتاوے صدہا موجود ہین جنکو اب لوگون نے تعویذ بنا کر بحفاظت رکھ چھوڑا ہے نمونہ دکھانے کیلئے رسالہ مکاتیب رشیدیہ مین ایک خط کو بجنسہ عکسی فوٹو لوا کر شامل بھی کر دیا گیا ہے جسکا جی چاہے دیکھ لے۔ آپ تعلیق لکھتے تھے خط نسخ آپکا نظر سے نہین گذرا۔ اکثر تحریرین آپکی باریک ہین جنمین ایک عجیب کمال یہ ہے کہ طویل مضامین مین بھی کسی حرف کے کاٹنے یا چھیلنے کا نشان نہین ہے اکثر لکھتے لکھتے آپ حاضرین سے باتین کرتے اور سوالات کے جواب دیتے رہتے تھے باایں ہمہ دقیق عبارتون کے اسلوب ربط مین کہین مطلق فرق نہین انتشار و فکر کی حالت کے لکھے ہوئے خطوط و فتاوے یون معلوم ہوتا ہے کہ بہت ہی غور و فکر کے بعد اطمینان و سکون سے لکھے گئے ہین۔

حسن تقریر مین بھی آپ بے نظیر تھے آپکا کلام مختصر اور جامع ہوتا تھا جسمین جوامع الکلم کا پورا نقشہ

جھلکتا تھا جب آپ مسلسل تقریر فرماتے تو وہ گویا موتیوں کی مسلسل لڑی ہوتی تھی آپ کے بعض شاگردوں نے آپکی تقریرات کو جو درس احادیث کے وقت فرماتے تھے لکھ بھی لیا ہے وہ اُنکے پاس موجود ہیں۔ چنانچہ مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندہلوی مقیم گنگوہ اور مولانا ماجد علی صاحب مدرس مدرسہ ریاست مینڈھو کے پاس موجود ہیں اور اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو شایع بھی ہونگی۔

آپکی تحریر کا انداز بھی مثل تقریر تھا یعنی مختصر اور جامع حسب ضرورت مقام مالہ وماعلیہ پر مشتمل چنانچہ آپ کے رسایل و تحریرات شاہد ہیں جسکا جی چاہے دیکھے علاوہ مسائل دین کے دنیاوی معاملات میں بھی آپکی تحریر لاجواب اور بے نظیر ہوتی تھی بیعت کے بعد جب آپکو تھانہ بھون آنے جانے کی نوبت آئی اُن ایام میں مولانا شیخ محمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مقدمات ہو رہے تھے جب اُنکو حضرت امام ربانی کے حسن لیاقت اور حسن تحریر کا حال معلوم ہوا تو مقدمات کے متعلق آپ ہی سے تحریرات لکھواتے تھے یہانتک کہ آپنے مجبور ہو کر اور تنگ آکر حضرت حافظ صاحب شہید کے ذریعہ سے اپنا پیچھا چھڑایا اور حافظ صاحب نے فرمادیا کہ یہ اس کام کے لئے نہیں آتے

حق تعالیٰ شانہ نے غنا اور وقار آپکے اندر ودیعت رکھا تھا آپکے اوضاع سے لجاجت کا شایبہ بھی پیدا نہوتا تھا علی الخصوص امراؤ دولتمندوں سے تو اسدرجہ غنا اور بے نیازی ظاہر ہوتی تھی کہ روکھاوٹ سمجھی جاتی تھی ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ کوئی دولتمند حضرت کیخدمت میں حاضر ہوئے چونکہ اخلاص لیکر آئے تھے اسلئے حضرت نے ضیافت کی اتفاق سے مولانا محمود حسن صاحب اُس روز وہاں حاضر تھے دوپہر کو جب دسترخوان بچھا اور حضرت مہمان کو لیکر کھانا کھانے بیٹھے تو مولویصاحب وہاں سے سر کے مبادا رئیس مہمان کو میری ساتھ کھانا ناگوار ہو حضرت نے پیچھے ہٹتے دیکھا تو فرمایا آتے کیوں نہیں مولویصاحب نے عرض کیا کہ حضرت آپ نوش فرمائیں ہم بعد میں کھا لینگے۔ حضرت سمجھ گئے اور بیساختہ فرمایا یہ نہیں ہو سکتا کہ تم ساتھ نہ کھاؤ اگر انکو تمہارے ساتھ کھانا گوارا نہو تو یہ اُٹھ جائیں مجھے انسے کیا لینا ہے تمہارے ساتھ تو میری موت زندگی کا ساتھ ہے اتنا سُنتے ہی مولویصاحب دسترخوان پر آبیٹھے کہ مبادا حضرت کی یہ تقریر طویل ہو اور مہمان کی دلشکنی کا سبب بنے بعض وہ لوگ جو اپنی آؤ بھگت اور تعظیم و تکریم کے متوقع ہو کر آتے تھے اُنکو آپکی اس خصلت محمودہ پر یہ خیال ہوتا تھا کہ معاذ اللہ آپ متکبر ہیں حالانکہ آپ میں تکبر کا شائبہ بھی نہ تھا یہ صرف آپکا استغنا تھا جسنے بنیاز دربار احدیت کی جبہ سائی کے طفیل مخلوق کی جانب احتیاج و لجاجت کو اطوار و اوضاع تک سے سلب کر لیا تھا مولوی نور محمد فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں

مجھے گنگوہ کی حاضری نصیب تھی اور حضرت سے حدیث پڑھا کرتا تھا دیکھتا تھا کہ طالب علم ہو یا مسافر جو بھی حضرت کی خدمت مین حاضر ہوتا اُسکو تین روز تک حضرت اپنا مہمان سمجھتے اور دسترخوان پر پاس بٹھا کر یا مکان سے کھانا منگا کر اپنے روبرو کھلایا کرتے تھے جب طلبہ کی آمد زیادہ ہوئی اور حضرت کے مشاغل بہت بڑھ گئے تو طلبہ کو کھانا کھلانیکا وہ اہتمام آپ سے نہو سکا جو کبھی کبھی آنیوالے مسافر کا ہوتا تھا مگر تین دن تک مہمانی ضرور قایم تھی اتفاق سے ایک پنجابی طالب علم آئے اور خدا جانے کیا وجہ پیش آئی کہ مکان سے اُنکا کھانا نہ آیا چونکہ یہ طالبعلم میرے پہلے ملاقاتی تھے اسلئے مجھے رنج ہوا اور مین نے حضرت کی خدمت مین حاضر ہو کر بیباکانہ غصہ کیساتھ عرض کیا کہ طلبہ کیا مہمان نہین ہین دوسرے لوگ ہی مہمان ہین آخر اسکی کیا وجہ کہ جو بھی مہمان آتا ہے آپ اُسکو خود کھانا کھلاتے ہین اور ان بیچارونکو دوسرون تک چھوڑ کر اتنی بھی خبر نہین لیتے کہ مکان سے کھانا آیا یا نہین" بعد مین مجھے اپنی اس حرکت اور گستاخ جرءت پر بہت ندامت ہوئی مگر اُسوقت غصہ کیحالت مین جو کہنا زیبا نہ تھا وہ بھی کہہ گذرا میری اس عرض پر حضرت نے ندامت کیساتھ گردن جھکالی اور مجھ ناکارہ سے کہ ادنیٰ شاگرد تھا معذرت کا یہ فقرہ فرمایا کہ "بیشک میری غلطی ہو انشاءاللہ آیندہ نہ دیکھو گے" اُس تاریخ سے مین نے دیکھا کہ حضرت نے طالبعلم کی مہمانی کسی معتمد سے معتمد شخص کے حوالہ بھی نہین کی جو کوئی آیا خود اُسکو کھانا کھلایا آپکی یہ بے نفسی اور للّٰہیت دیکھکر مجھے یقین ہوا کہ حضرت بڑے پایہ کے شیخ ہین۔

جس زمانہ مین تعلیم کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور بڑے زور شور کیساتھ دورہ حدیث ہوتا تھا دورہ مین پچاس پچاس طالب علم مختلف ملکون کے ہوتے تھے اور اُن مین ہر قسم کے طالبعلم ذکی و غبی مستعد و بد استعداد جمع تھے اُس زمانہ میں بھی آپ کے اخلاق کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی سے گو کتنا ہی غلط عبارت پڑھتا ہو یا سمجھنے مین کتنا ہی کیون نہ الجھتا ہو اور کتنا ہی بے موقع سوال کر کے وقت ضایع کرتا ہو آپ کبھی ناخوش اور چین بہ جبین نہوتے تھے اور نہ اُسکو روکتے تھے اسقدر اخلاق کیساتھ درس دینا شاید دوسری جگہہ نظر نہ آئیگا حقیقت مین آپنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فاستوصوا بہم خیرا" کی پوری تعمیل کر کے دکھلائی آپکی کسر نفسی و تواضع یہانتک بڑھی ہوئی تھی کہ عام مسلمانون سے اپنے لئے دُعا کراتے اور یون فرمایا کرتے تھے کہ لوگون کے حسن ظن کیوجہ سے نجات کی امید ہے من آنم کہ من دانم بیسیون خطوط مین آپکے یہ الفاظ موجود ہین کہ "مجھے دعا مین ضرور شامل رکھنا اور

خدا کرے کہ تمہارے ظن کیموافق مجھسے حق تعالیٰ کا معاملہ ہو ایکبار مولانا حکیم محمد حسن صاحب نے اپنے حال قلب کی کچھ شکایت کی کہ مجھے کچھ نفع اور اثر محسوس نہین ہوتا جی چاہتا ہے کہ چھوڑ دون آپنے انکو تشفی دی اور فرمایا کہ میان کام کئے جاؤ ہمت نہین ہارتے چلتے کام کا چھوڑنا کسنے بتایا ہی بہتیرا کچھہ ہو رہا ہے انہون نے عرض کیا کہ حضرت مجھے کیونکر اطمینان ہو جبکہ مین دیکھتا ہون کہ قلب مین کچھ اثر نہین ہے اسوقت آپ کی آنکھون مین آنسو بھر آئے اور بھرائی ہوئی آواز مین یون کہا کہ خدا کے بندے تمہین اپنے بڑے کے کہے پر بھی اعتماد نہین مجھے نہین دیکھتے کہ عام مسلمانون کے حسن ظن پر جی رہا ہون"۔

مکاتیب رشیدیہ مین ایک خط ہے جسکے اندر حکیم عبدالعزیز خان کو آپنے یون تحریر فرمایا ہی کہ بخدا اپنے علم مین بحلف کہتا ہون کہ تمہارے واسطے ہر روز تو دعا یقیناً کرتا ہون مگر پانچ وقت مین شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو لیکن آپکے اس حسن ظن سے سخت پریشان ہوتا ہون کہ تمکو میرے ساتھہ اسقدر عقیدت بے محل ہوگئی مجھہ جیسے صدہا عالم مین موجود اور بہتر بھی بہت ہین بندہ کا حال تو ابھی سے واضح ہو جائیگا کہ تا ایندم شب و روز آپ کے باب مین دعا کرتا ہون اور کچھہ اجابت کے آثار نہین جس سے صاف روشن ہی کہ مثل دیگر عوام مومنین کے مین بھی ایک ہون کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہین جانتا مین بار بار اپنا عیب اور حقیقت جو ظاہر کرتا ہون سو اس سبب سے کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہجاؤ میری عقیدت تمکو مضر نہو جاوے ناقص کے ساتھہ ہوکر اپنا نقصان ہوتا ہے دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا تو مجکو ندامت نہو کہ خلاف توقع ظاہر ہووے گا الخ اس تحریر سے کسر نفسی و تواضع کی سچی کیفیت۔ اور راسخ القلب حالت کا جسدرجہ پتہ لگ رہا ہے وہ خود ناظرین کے سامنے ہے مجھہ مین طاقت نہین کہ لفظ لفظ کا کمال ظاہر کرون۔ مکاتیب مقدسہ مین سیکڑون فقرات نظر آئینگے جنسے اس صفت خاصہ کا کمال علو ظاہر ہے یہ بات مسلّم ہے کہ حضرت امام ربانی کے نزدیک مادح و ذام یکسان تھا جسقدر لوگ آپکی خدمت مین محبت و تعظیم اور تواضع و تکریم کرتے اسیقدر حق تعالیٰ کی جناب مین آپ تواضع والحاح زیادہ کرتے اور یون دعا مانگتے تھے کہ یا اللہ مین جیسا ہون تو جانتا ہے لیکن میرے ساتھہ انکے حسن ظن کیموافق معاملہ فرمانا۔

آپکی شان رفیع تکلف اور شان و شوکت سے بالکلیہ عاری تھی آپ کی طبیعت نہایت سادہ اور سادگی پسند تھی باوجود غایت خُلق اور کرم و تلطف کے حق تعالیٰ نے آپکو ایک رعب عطا فرمایا تھا کہ ہمیشہ

حاضر ہونیوالے مزاج شناس خدام بھی بعض دفعہ بے تکلف بات کرنیکی طاقت نہ رکھتے تھے اور جو آپکی خدمت مین رہنے لگ جاتا تھا وہ آپکی محبت مین دنیا و مافیہا سے یکسو ہو جاتا تھا اور اخلاق کا شیدا و شیفتہ بنجاتا تھا کسی نے کبھی نہ دیکھا ہوگا کہ آپ نے کسی کو مارا ہو یا برا بھلا سخت سست کہا ہو با این ہمہ آپکے چہرہ مبارک پر وہ ہیبت و عظمت نمایان تھی کہ حاضرین دربار پر ایک عالم سکوت طاری رہتا تھا بڑے بڑے جہاندیدہ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور دم بخود رہگئے۔ مولانا اشرفعلی صاحب تحریر فرماتے ہین کہ ۱۲۹۸ھ مین جب میرا نکاح ہوا والد صاحب مرحوم کی درخواست پر شیخ غلام محی الدین مرحوم یعنی حافظ عبدالکریم صاحب رئیس لال کرتی کے بڑے صاحبزادہ شادی مین شامل ہونیکے لئے میرٹھ سے تشریف لائے اور گنگوہ بھی تشریف لیگئے تھے نکاح حضرت قدس سرہ نے پڑھا تھا جب حضرت مولانا مجلس نکاح سے تشریف لیگئے تو شیخ صاحب مرحوم بھی ساتھ ہولئے ایک موقع پر خود احقر سے فرماتے تھے کہ مین نے بہت سے بزرگ دیکھے بڑے بڑے حکام سے ملا اور کھلکر باتین کین لیکن جو رعب و ہیبت حضرت کی دیکھی وہ کسی مین نہین دیکھی یہ حالت تھی کہ بات کرنی چاہتا تھا مگر ہمت نہ پڑتی تھی بڑی مشکل سے اتنی جرأت ہوئی کہ نذر پیش کر سکا" شیخ صاحب مرحوم مردم شناس و عالی حوصلگی مین مسلم و معروف تھے انکی یہ شہادت ایک باوقعت شہادت ہے اسی ہیبت کے باب مین کہا ہے۔

ہیبت حق است و این از خلق نیست	ہیبت این مرد صاحب دلق نیست

حضرت امام ربانی تمام حاستون کے اعتبار سے نہایت ذکی الحواس تھے بیسیون تعجب انگیز قصے آپکی ذکاوت حس اور کمالی ادراک کے مشہور ہین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نے لکھا ہے کہ بھائی عبدالرحمن صاحب فرماتے تھے مجھے چاء کا بہت شوق تھا اور اپنے ہاتھ سے پکایا کرتا تھا حضرت جب چاء پیتے تو فرماتے کہ چاء مین کچے پانی کا ذائقہ آتا ہے مین نے ایکروز دلمین کہا اچھا آج اسقدر پکاؤنگا کہ بھاپ پانی بنجائے چنانچہ کئی گھنٹہ تک پکائی جب تیار ہوئی اور حضرت کو پلائی فرمایا کہ کچے پانی کا ذائقہ تو اسمین بھی ہے مین نے عرض کیا کہ حضرت یہ وہم کا درجہ ہے پھر مجھے خیال ہوا کہ مین نے اسمین کچھ دودھ گھر سے لاکر ڈالا تھا جو کڑھا ہوا تھا پوچھوں کہین اسمین تو پانی نہ تھا" آخر گھر جاکر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ گھر کے لوگون نے اسمین کچھ پانی ڈال دیا تھا۔

مولوی سید احمد صاحب مدنی ایکدن چاء کو ٹھنڈا کرنیکی غرض سے ایک پیالی سے دوسری پیالی مین لوٹ پوٹ رہے تھے کچھہ دیر مین حضرت نے فرمایا اسکی جھلک سے معلوم ہوتا ہی کہ پینے کے قابل ہوگئی

جن ایام مین مولوی حبیب الرحمن صاحب دیوبندی حضرت کیلئے چاء پکایا کرتے تھے کئی دن ایسا قصہ پیش آیا کہ جب حضرت کو چاء پلائی حضرت نے فرمایا کچے پانی کی بو آتی ہے ہر چند مولوی صاحب نے چاء کو جوش دینے مین کوشش کی مگر جب فرمایا حضرت نے یہی فرمایا کہ کچے پانی کی بو موجود ہے آخر بہت پریشان ہوئے کہ یا اللہ کیا بات ہے پانی کو بہتیرا پکاتا ہون دودہ اونٹا ہوا ڈالتا ہون پھر کچا پانی کیسا؟ آخر بہت غور کے بعد پتہ چلا کہ جس پیالی مین چاء نکالی جاتی ہو وہ دُھو کر خشک نہین کیجاتی چنانچہ اُسدن پیالی کو دُھو کر کپڑے سے صاف کیا اور چاء لیکر حاضر ہوئے حضرت نے چاء پی اور فرمایا آج کچے پانی کی بو نہین ہے"۔

حضرت کے مہمان سہ دری مین بیٹھکر کھانا کھاتے تھے حالانکہ دسترخوان اُٹھا کر بوریہ جھاڑ دیا جاتا تھا مگر حضرت تشریف لاتے تو جو کھانا کھایا جاتا اُسکا نام لیکر فرما دیتے کہ فلان شے کی خوشبو آتی ہے ایکمرتبہ کھانا کھاتے مین آپنے فرمایا کہ اسمین کو تھمیر کی خوشبو آتی ہے ہر چند غور کیا مگر مجمع مین سے کسی کو احساس نہوا تحقیق کیا تو پکتی ہانڈی مین پانچ چار پتہ ڈالدئے گئے تھے۔

آپ کے ادراک کے متعلق ایسے ایسے عجیب اور حیرت انگیز قصے لوگون نے دیکھے کہ بغیر دیکھے غالبًا کہنے والیکا یقین بھی نہ آتا ایک مرتبہ جمعہ کے بعد مجمع کثیر آپکی خدمت مین حاضر تھا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کے چھوٹے بھائی مولوی محمد الیاس جنکی عمر اُسوقت دس گیارہ برس کی تھی دبے پاؤن آئے اور چپکے ہی ایک کونہ مین بیٹھ گئے معًا حضرت نے گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا "بچے کا سا سانس ہے" اُسوقت کسی نے کہا کہ حضرت محمد الیاس آئے ہین۔ ایکبار نمبردار فضل حق کا لڑکا اکرام الحق بعد نماز مغرب حاضر خدمت تھا حضرت کو خبر نہ تھی کہ کون کون موجود ہے جب کھانا کھانیکو مکان جانے لگے اور اکرام الحق کے قریب پہونچے تو حضرت ٹھیرے اور فرمایا نمبردار کی سی بو آتی ہے تب کسی نے کہا کہ نمبردار کا لڑکا اکرام کھڑا ہے مولوی محمد یحییٰ صاحب فرماتے تھے کہ عرصہ ہوا میری یہ عادت تھی کہ جب حضرت مکان تشریف لیجاتے تو مین آپکے تکیہ پر سر رکھکر لیٹ جاتا اور آپکے پاؤن کی آہٹ پاتے ہی اُٹھ جاتا تھا دو ایکبار تو ایسا ہو گیا حضرت نے کچھہ نفرمایا ایک مرتبہ تکیہ پر سر رکھ کر لیٹے تو فرمایا کہ بچہ کی بو آتی ہے

اسلیے بعد مین نے آپ کے تکیہ پر کبھی سر نہین رکھا۔

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت امام ربانی حُسن سیرت اور حسن صورت دونون سے بہرہ ور اور بہمہ صفات موصوف تھے آپکی ذات مقدس ایسی مجموعہ محاسن تھی کہ ظاہر و باطن جس پہلو پر نظر ڈالی جاتی ہی عقل کو تحیر ہوتا ہے ہر اہل بصیرت صاحب ذوق سلیم رات دن کے چوبیس گھنٹو مین جسوقت بھی آپکی خدمت مین حاضر ہوا آپ کے کمال حُسن سیرت کا معترف وشیدا ہو کر بے اختیار پکار اٹھا کہ ماھذا بشرا ان ھذا الا ملک کریم اسی طرح حسن صورت کے قدر شناس صاحب بصارت شخص نے طفولیت و شباب اور کہولت و پیری کے چار دن زمانون مین جس زمانہ کے اندر بھی آپ کو دیکھا آپ کے حسن صورت کا عاشق و شیفتہ بنکر کہہ پڑا کہ ؎

آفاقہا گردیدہ ام مہر بتان ورزیدہ ام	بسیار خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزی دیگری

عادات مرضیہ او رمعمولات

کُلُّ امْرِءٍ فِی امُوْرِ الدَّھْرِ مُشْتَغِلٌ	وَانتَ عَنْ کُلِّھَا فِی احْسَنِ الشُّغُلِ
باز گو از نجد و از یاران نجد	تا در و دیوار را آری بوجد
یاد یاران یار را میمون بود	خاصہ کان لیلےٰ و این مجنون بود

انسان سے جو کام باقتضاے طبع ہمیشہ یا اکثر صادر ہوتے ہین وہ انسان کی عادت اور خو کہلاتے ہین۔ حق تعالی کا فرمانبردار مسلمان بندہ جب اپنے اعضا اور جوارح سے کام لیتا ہے تو جن کامو مین حق تعالی کی خوشنودی و رضا جوئی اور امتثال و اطاعت حکم خداوندی مطلوب ہوتی ہی وہ عبادت کہلاتے ہین اور جن کامو مین یہ نیت سبب صدور نہین بنتی وہ عادت محضہ سمجھے جاتے ہین مگر تحریر گذشتہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ خاصان خدا کے دل جسوقت مشکوٰۃ نبوت کی روشنی سے جگمگا اُٹھتے ہین تو طلب رضای حق قلب مین مستحکم اور وہ نسبت یادداشت ثابت و قایم ہو جاتی ہے جو تمام اعضا کو حرکت سے قبل ٹوکتی اور متنبہ کیا کرتی ہے کہ "دیکھو بندہ بنے رہو اور اس خدائی عطیہ کو خدا کے سوا کسی دوسرے کے کام مین نہ لاؤ" پس کسی صاحبدل اور اہل اللہ کے حق مین یہ کہنا کہ فلان عمل اُنکا عبادت مین داخل ہے اور فلان کام عادت مین شامل ہی محض صورت

کے اعتبار سے ہے ورنہ درحقیقت ان حضرات کی تو یہ شان ہے کہ انکے پاس نہ اختیار ہے اور نہ ارادہ انکی زندگی کے جملہ احوال مین جو کچھ بھی انسے ظاہر ہوتا ہے یا عبادت ہوتا ہے یا ذریعہ عبادت اور چونکہ وسیلۂ عبادت بھی عبادت ہے اسلئے انکا کوئی تحرک اور کوئی سکون عبادت مقصودہ یا غیر مقصودہ سے باہر نہین نکلنے پاتا۔ اسکا یہ مطلب نہین ہے کہ اولیاء اللہ سے معصیت نہین ہوتی حاشا وکلا بندہ خاکی بشر از سوا انبیاء ہر وقت خطاوار ہے صدور معصیت سرداران اولیاء امت یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے دیگر اولیاء امت کا تو کہنا ہی کیا مگر بات یہ ہے کہ غلبہ نفس باقتضائے ضعف بشریت مجرم ضرور بنا دیتا ہے لیکن اصل ایمان جسکو نسبت سے تعبیر کیا جاتا ہے معصیت پر فوراً متنبہ کرتا اور منور و بیدار قلب پر اس سیاہ دھبہ کو نمودار پاکر کھٹکتا اور تلملا اُٹھتا ہے توبہ کرتا ہے اور نادم ہوتا ہے روتا ہے اور بلبلا اُٹھتا ہے پس ان حضرات کی معصیت بھی شان غفاری کی مظہر اور صدور توبہ و زیادۃ خشیہ کا سبب بنکر باعث ترقی مراتب و قرب خداوندی ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اہل اللہ کی عادات بے شبہ عبادات مین داخل ہین اور ان حضرات کے صبح سے شام تک نوم و یقظہ اکل و شرب بول و براز سکوت و تکلم راحت و محنت حرکت و سکون وغیرہ جملہ افعال ذریعہ عبادت ہونیکی حیثیت سے طاعت مین داخل ہین اور چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ اس صدی مین اپنے زمانہ کی اس پاکباز جماعت کے پیشوا اور سردار تھے اسلئے آپکی عادات کا عبادت ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ اتباع سنت جسکا اصل عبادت ہونا مسلّم ہے وہ سرنامہ ہے جسکی تفصیل حضرت مولانا کے اعضا اور جوارح کے افعال قرار پائے ہین آپکی خدمت مین حاضر ہونیوالون کی تعداد ہزاران ہزار سے متجاوز ہے انمین سے ایک متنفس بھی یہ نہین کہسکتا کہ آپکا فلان کام آداب شرع کی چار دیواری سے باہر نکل گیا تھا۔ اتباع شریعت آپکا ایسا طبعی امر ہو گیا تھا کہ غفلت سے بھی کوئی امر خلاف شرع صادر نہوتا تھا اور چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلنے اور محکوم و تابع رسول بنکر زندگی گذارنے سے مقصود محض رضای حق تعالیٰ شانہ تھی اسلئے آپکی حیات کے زمانہ کو اگر سراپا عبادت کہین تو بیجا نہین ہے۔ شریعت پر استقامت اور ثبات قدم آپکو اسدرجہ حاصل تھا کہ بلا عذر شرعی کبھی بھولکر بھی آپ سے ترک مندوب یا ارتکاب مکروہ نہین ہوا۔ رات اور دن کے آٹھون پہر مین جسقدر اقوال وافعال آپ سے سرزد ہوتے تھے وہ یقیناً یا نفع رسانی خلایق مین

ہوتے تھے یا رضائے خالق مین پس نفع رسانی خلائق کام اور کلام کا نام اگر عادت رکھ لیا جاے اور رضائے خالق کو عبادت کہا جاے تو اس صوری تفریق سے آپکی عادت اور عبادت مین تشقیق ممکن ہے اور اگر یہ معلوم ہو جاے کہ خلق کی نفع رسانی بھی جزو مرضیات خالق ہے بلکہ شاہی عہدہ دار کیلئے رعایا پروری ہی بڑی خدمت اور اعلیٰ رضا کے حصول کا سبب ہے تو پھر عادت اور عبادت مین امتیاز دشوار پڑ جائیگا آپکا بیدار دل سمجھ چکا تھا کہ زندگی کا مقصود اپنے خالق کی بندگی ہے اسلئے یہی عبودیت آپکی عادت تھی اور یہی اطاعت آپکا معمول ؎

گر تو خواہی حری و دل زندگی	بندگی کن بندگی کن بندگی
زندگی مقصود بہر بندگی است	زندگی بے بندگی شرمندگی است
جز خضوع و بندگی و اضطرار	اندرین حضرت ندارد اعتبار
ہر کہ اندر عشق یا بد زندگی	کفر باشد پیش او جز بندگی
ذوق باید تا دہد طاعات بر	مغز باید تا دہد دانہ شجر

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا روزمرہ جو مشغلہ تھا اسکو حاضرین نے آنکھون سے دیکھا اور غائبین نے کانون سے سنا ہے کہ آپ کہین ملازم نہ تھے اور نہ دنیا مین کسی کے محکوم و پابند آپکی متوکلانہ گذران نے کسب معاش کے مخمصون سے مستغنی اور آزاد بنا کر آپکو مخلوق کا سرپرست و راہبر بنا بٹھا یا تھا کہ تَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا کے محکوم بنکر ہدایت و رشد خلائق مین بالکلیہ مشغول ہو جائین۔ آپ کی استقامت اور دین پر جماؤ کے استحکام نے جو معمول آپ کا قرار دیا تھا اسکو حضرت مولانا **خلیل احمد** صاحب مدظلہ باین الفاظ تحریر فرماتے ہین:۔

جب کبھی مجکو حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے آپکا معمول اس طرح دیکھا کہ نماز فجر سے فارغ ہو کر آٹھ نو بجے تک ذکر و فکر مین خلوت کے اندر مشغول رہتے تھے بعد ازان نوافل پڑھتے اور اسکے بعد طلبہ کا سبق شروع کرا دیتے تھے آپ ابتداءً صرف علوم دینیہ یعنی فقہ اصول تفسیر حدیث کی تدریس تعلیم فرماتے تھے اور آخر مین دورہ صحاح ستہ کی تدریس پر انحصار رہگیا تھا۔ لیکن جب ظاہری بینائی نہ رہی تو تدریس ترک ہو گئی اور ارشاد و تحقیق کا باب زیادہ کھلگیا تھا۔ اثناء سبق مین اگر کوئی مریض دوا پوچھتا تو اسکو دوا بھی بتلا دیتے تھے آپنے علم طب استاد سے نہین پڑھا تھا

اور نہ کسی طبیب سے حسب قاعدہ و معمول مطب کیا تھا مگر آپکا ذہن و حافظہ اس درجہ تیز اور قوی تھا کہ جب آپنے چند کتب طب دیکھکر مطب شروع کیا ہے تو سبحان اللہ بڑا نے تجربہ کار طبیب بھی ایسا مطب نہین کر سکتے۔ اول باقاعدہ مطب فرمایا بعدازان قارورہ دیکھنا چھوڑ دیا لطافت نسبت اسکی متحمل نہو سکی صرف نبض اور بیان حال پر تشخیص کا مدار رہا پھر جب صاحبزادہ حافظ مولوی حکیم مسعود احمد صاحب دہلی سے طب حاصل کر کے آگئے تو مطب بالکل ترک فرمادیا تھا اور تدریس کا مشغلہ بھی زیادہ بڑھگیا تھا۔ تدریس سے فارغ ہوکر خطوط اور استفتا کے جوابات تحریر فرماتے آپکی عادت تھی کہ جو خطوط و استفتا خدمت مین آتے اُنکے جواب جلد بھیجتے تھے آپکی خدمت مین اسقدر خطوط و استفتا آتے تھے کہ باوجود اسقدر مشاغل کثیرہ کے سب کا جواب لکھنا اور دن کے دن کام کا نمٹا دینا آپ کا ہی کام تھا جبتک بینائی قایم رہی تمام جوابات اور فتاوے اپنے قلم سے تحریر فرمائے بعد ذہاب بصر مولوی محمد یحیٰی صاحب کاندہلوی آپکی طرف سے جوابات خطوط و فتاوی لکھنے لگے۔ تحریر سے فارغ ہوکر آپ کھانا کھاتے اور پھر تھوڑی دیر قیلولہ واستراحت فرماتے تھے نماز ظہر سے فارغ ہوکر قرآن شریف مین دیکھکر تلاوت فرماتے اور جب ظاہری بینائی نہ رہی تو حفظ پڑھتے تھے پھر تا عصر تدریس ہوتی تھی۔ عصر سے مغرب تک مجلس عام ہوتی تھی حسب موقع کلمات نصایح اور قصص اکابر بیان فرماکر عوام خواص کی تربیت فرماتے تھے بعد مغرب نوافل اوابین پڑھکر مکان پر تشریف لیجاتے اور بعد فراغ عشا استراحت فرماتے تھے اسکے بعد جبوقت اللہ تعالےٰ چاہتا آپ بیدار ہوتے اور ضروریات سے فارغ ہوکر نوافل تہجد مین مشغول ہوجاتے تھے ابتدا مین آپ آٹھ رکعت پڑھتے تھے اور آخر مین دس رکعات آپکا معمول تھا۔ رکعات آپکی طویلہ ہوتی تھین قرآن شریف اُن مین زیادہ زیادہ پڑھتے تھے قُبیل صبح تک آپ نوافل سے فارغ ہوتے بعد فراغ اگر کچھ کسل طبع محسوس ہوتا تو ذرا لیٹ رہتے تھے ورنہ ذکر و فکر مین مشغول رہتے تھے۔ علی الدوام اسی طرح آپکا معمول تھا البتہ رمضان المبارک مین آپکی مشغولی عبادات کے اندر خصوصًا شب کو زیادہ بڑھجاتی تھی۔

اپنے معاملہ مین آپکا تقویٰ اور احتیاط اسقدر تھا کہ مسئلہ مختلف فیہا مین قول راجح اور اقرب الی الاحتیاط کو اختیار فرمایا کرتے تھے باوجود ضرورت کے احتیاط کو ہرگز نہین چھوڑتے تھے۔ آپکی احتیاط کی ادنی مثال یہ ہے کہ آپنے اپنے امراض مین کیسا ہی شدید مرض کیون نہوا کبھی

بیٹھکر نماز نہین پڑھی - مرض الموت مین جبتک اسقدر حالت رہی کہ دو آدمیون کے سہارے سے کہڑے ہوکر نماز پڑھ سکے اُسوقت تک اسی طرح پڑھی کہ دو تین آدمیون نے بمشکل اُٹھایا اور دونون جانبون سے کمر مین ہاتھ ڈالکر لیکر کہڑے ہوگئے اور قیام و رکوع و سجود اُن ہی کے سہارے سے نماز ادا کی ہر چند خدام نے عرض کیا کہ حضرت بیٹھکر نماز ادا کر لیجیے مگر نہ کچھ جواب دیا نہ قبول فرمایا ایکروز مولوی محمد یحییٰ صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر اسوقت بھی جایز نہین تو پھر وہ کونسا وقت اور کونسی حالت ہوگی جسمین بیٹھکر نماز پڑہنا شرعًا جایز ہے" آپنے فرمایا کہ امام صاحب کے نزدیک قادر بقدرۃ الغیر تو قادر ہوتا ہے اور جب میرے دوست ایسے ہین کہ مجکو اُٹھا کر نماز پڑھاتے ہین تو مین کیونکر بیٹھکر نماز پڑھسکتا ہون" آخر جب نوبت ضعف اسقدر پہونچگئی کہ دوسرون کے سہارے بھی کہڑے ہونیکی قدرت نہ رہی تو اُسوقت چند وقت کی نمازین آپ نے بیٹھکر پڑھین گویا تبلادیا کہ اتباع شرع اسکو کہتے ہین تقویٰ اسکا نام ہے اور اختیار احوط اس طرح ہوتا ہے۔

لباس آپنے گاڑھا دھوتر بھی پہنا اور شال وغیرہ اعلیٰ قسم کا بھی استعمال فرمایا آپکے نزدیک دونون برابر تھے نہ ادنیٰ سے کراہت و نفرت اور نہ اعلیٰ سے رغبت و محبت مگر چونکہ طبع مین نفاست و لطافت زیادہ تھی اسوجہ سے میلے لباس سے تکدر ہوتا تھا لہذا آپکا معمول تھا کہ آپ ہر روز غسل فرماتے تھے حق گوئی مین آپ کسی ملامت گر کی ملامت کا اندیشہ نہین فرماتے تھے بلکہ اگر حق گوئی پر لوگ آپکو بُرا کہتے تو اُسپر نہایت فرحت و سرور ہوتا تھا جس زمانہ مین آپنے دیسی کوّے کی حلت کا فتویٰ دیا اور اُسپر جہلا مین شور و غوغا اُٹھا ہے تو آپنے بارہا فرمایا کہ "مجکو کیا خبر تھی کہ اسمین حق تعالیٰ نے اسقدر اجر رکھا تھا"۔

آپ کو وہ تحمل تھے خلاف طبع امر پر کبھی طبع مین تغیر پیدا نہوتا تھا بعض مبتدعین نے خطوط مین سب و شتم لکھکر بھیجدیے تو آپنے فورًا خط چاک کر دیا اور خدام کے اصرار پر یون فرمایا کہ "میرے دوستون کی اگر نظر پڑجاتا تو اُنکو صدمہ ہوتا" ۱۲ انتہی التحریرۃ الشریف۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عادت جاریہ اور معمول دائمی کے اظہار مین ایک تحریر اور ہدیہ ناظرین کرتا ہون جو حضرت کے شاگرد رشید اور مجاز طریقت عالم العلمین صاحبدل شیخ مولانا الحاج المولوی

محمد اسحاق صاحب نہٹوری دام مجدہ کے قلم کی لکھی ہوئی ہے وہو ہذا ۔

"عادت شریف یوم بلیلہ مین اس طرح تھی ابتدا سے بعد نماز صبح خلوتخانہ مین مشغول بذکر وفکر ومراقبہ جاڑون مین نو بجے تک اور گرمیون مین آٹھ ساڑے آٹھ بجے تک رہتے پھر حاجت ضروری سے فارغ ہوکر آبشار توفیق سے وضو فرماکر اشراق وچاشت کی نوافل اداکرتے کبھی چار رکعات اور کبھی آٹھ رکعات۔ کبھی اشراق خلوتخانہ مین پڑھکر باہر تشریف لاتے اور چاشت گیارہ بجے کے قریب اداکرتے پس بعد اداے صلوۃ ضحیٰ جو چاشت واشراق دونونکو شامل ہو مشغول بتدریس ہوتے دو گھنٹہ یا کچھ کم یہ شغل حدیث رہتا پھر کھانا تناول فرماکر بارہ بجے وقت استوا کے دھوپ گھڑی اور دائرہ ہندیہ سے گھڑی کو مطابق و درست کراتے پھر قیلولہ فرماتے جاڑونمین ایک بجے اور گرمیونمین ڈیڑھ بجے سے پہلے بیدار ہوکر نماز ظہر سے سردیمین ڈیڑھ بجے تک فارغ ہوتے اور گرمی مین دو بجے تک فارغ ہوتے بعد نماز ظہر تلاوت قرآن شریف کا معمول تھا اور خطوط کا ملاحظہ اور آنکا جواب معہ فتویٰ نویسی صبح کو بعد صلوۃ ضحیٰ قبل تدریس معمول تھا اگر جواب خطوط باقی رہتے تو بعد تلاوت یا بعد نماز عصر پورا فرماتے اور موسم گرما مین قبل نماز ظہر غسل فرمانیکا معمول تھا اور کبھی دوسری بار قریب عصر کے بھی غسل فرماتے پھر بعد تلاوت تدریس طلبہ مین عصر تک مشغول رہتے بعد عصر تسبیح لیکر طالبین کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جاتے اسمین کوئی مسئلہ پوچھتا کوئی کچھ حال عرض کرتا کوئی مراقبہ مین مشغول ہوکر مستفید ہوتا بعد نماز مغرب صلوۃ اوابین چھ رکعات ادا فرماتے اُن مین کسیقدر قرآن شریف آدھے پارہ سے لیکر ایک پارہ تک تخمیناً پڑھتے بعد فراغ نوافل صحن حجرہ مین ذرا دیر مہمانون سے بات چیت کرکے گھر مین تشریف لیجاتے وہان سے کھانا تناول فرماکر قریب اذان عشا تشریف لاکر زائرین و حاضرین سے مخاطب ہوتے کبھی لیٹ جاتے اور کبھی بیٹھے رہتے نماز عشا جاڑون مین نو بجے گرمیون مین دس بجے شروع کرتے اگر نمازی جلدی جمع ہوتے تو دیر نفرماتے خصوصاً اس نماز مین تحدید مخصوص نتھی بعد فراغ نماز عشا ذرا بیٹھکر لیٹ جاتے اور گیارہ بجے کے قریب تک خدام خاص پانو دباتے اسمین بعض خواص کو عجیب و غریب کیفیات اور انوار مشاہد ہوتے بعد گیارہ بجے یا ساڑھے گیارہ بجے سب کو رخصت کردیتے پھر قدر مقدر استراحت فرماکر بیدار ہوتے

اُسوقت بنفس نفیس سب کام خود کرتے اُسوقت استعانت وخدمت غیر کو پسند نفرماتے تہجد کو بقراءۃ طویلہ بجہر غیر مفرط بلحن داؤدی ادا فرماتے اسوقت اُٹھنے مین عادت شریف مختلف تھی کبھی بالکل نسوتے جب خدام کو رخصت کیا اور جانا کہ سب لوگ لیٹگئے ہونگے اوٹھ بیٹھتے اور عشاء کے وضو سے نفلین ادا فرماتے جب تھک جاتے قاعدہ استراحت فرماتے بعد استراحت پھر نفلین شروع کرتے صبح تک یہی طور رہتا۔ باوجود ضبط کامل کبھی گریہ اسقدر مستولی ہوتا کہ تمام شب گریہ مین گزرجاتی عدد رکعات اور قدر قراءۃ کا حال معلوم نہین الغرض پچھلی رات نوافل مسنونہ اور ذکر وفکر ومشغولی مین گزرتی تھی پھر نماز صبح بوقت ابتداء یا توسط اسفار ادا فرماتے فرض نماز آنحضرتؐ بہت مختصر اور کامل پڑھاتے تھے پارہ عم کی سورتون کے سوا دوسری سورتین شاذ و نادر پڑھتے تھے صبح کی نماز مین سورہ عم سے لیکر لا اقسم تک کوئی سی دو سورتین پڑھتے اور عشاء مین اکثر والضحیٰ سے لیکر والعادیات تک پڑھتے مغرب مین القارعۃ سے آخر تک اکثر چھوٹی سورتین پڑھتے تسبیح رکوع وسجود کے فرایض مین پانچ بار کہتے اور قومہ وجلسہ فرایض مین ادعیہ ماثورہ نہ پڑھتے تھے لیکن نوافل مین اکثر پڑھتے اس رات دن کے عمل مین مریضون کی دوا اس طرح ہوتی تھی کہ اُسکے واسطے وقت ممتاز نہ تھا معمولی مشغولی مین جب کوئی مریض آتا آپ اُسیوقت اکثر دواء مفرد بتلاکر رخصت کردیتے تھے نسخہ لکھنے اور مرکب دوا بتلانے کا اتفاق بہت کم ہوتا تھا آپ کی برکت سے مریضون کو بکثرت شفا ہوتی اور امراض عسیرہ وممتدہ کا علاج بھی بطور مختصر فرماتے اور ہر قسم کے مریضونکو شفا ہوتی یہ معمول دوازدہ ماہ کا تھا لیکن رمضان شریف مین صبح کو دیر مین خلوتخانہ سے برآمد ہوتے موسم سرما مین اکثر دس بجے تشریف لاتے نوافل وقراءۃ قرآن وسکوت ومراقبہ مین بہ نسبت دیگر ایام بہت زیادتی ہوتی سونا اور استراحت نہایت قلیل کلام بہت کم کرتے بعد نماز مغرب ذرا دیر خلوت نشینی کا ذایقہ لیکر کھانا تناول فرماتے تراویح کی بیس رکعات اوائل مین خود پڑھاتے تھے اور آخر مین صاحبزادہ مولوی حافظ حکیم محمد مسعود احمد صاحب کے پیچھے پڑھتے بعد وتر دو رکعات طویل کبھی کھڑے ہوکر کبھی بیٹھکر پڑھتے پھر دیر تک متوجہ بقبلہ بیٹھکر کچھ پڑھتے رہتے پھر ایک سجدۂ تلاوت کرکے کھڑے ہوجاتے بندہ نے بعض الفاظ سنکر اندازہ کیا ہے

کہ اس درمیان مین سورۂ تبارک الذی اور سورۂ سجدہ اور سورۂ دخان پڑھتے تھے اکثر تمام عشرہ ذی الحجہ اور عاشورا اور نصف شعبان کا روزہ رکھتے تھے۔

اخلاق

آپ اپنے نفس کیوجہ کبھی غصے نہوتے البتہ خلاف شرع پر آپکو سخت غضب آتا اگر کوئی آپ کو اپنی شقاوت کیوجہ سے برا کہتا آپکو ہرگز پرواہ نہوتی اور اصلا تغیر نہ آتا اور اگر کوئی آپکی مدح کرتا تو کچھ خوشی نہوتی اور اصلا تغیر نہوتا۔ قسم کھانیکی ہرگز عادت نہین تھی۔ اگر بنظر کشف و فراست حضرت کو معلوم ہوجاتا کہ نذر دینے والا خود حاجتمند ہے تو اسکا نذرانہ اس طرح رد فرماتے کہ نذر دینے والیکو گران نہ گذرے ایسا امر کاتب الحروف کے ساتھ بھی کبھی پیش آیا ہے اسی طرح مرائی اور غیر معتقد کا نذرانہ بھی قبول نفرماتے البتہ مخلصین کا ہدیہ بطیب خاطر منظور فرماتے۔ بعد ذہاب بصر ظاہری جو وقت تدریس کا تھا وہ بھی ملاحظہ اور مراقبہ مین گزرنے لگا اور اس قسم کی مشغولی بہت زیادہ بڑھگئی آپکے حالات سے کبھی یہ معلوم ہوتا کہ آپ کو اسوقت کسی کا بولنا یا کچھ پوچھنا مکروہ معلوم ہوتا ہے اور کبھی معلوم ہوتا کہ اسوقت آپ کو باتون کی طرف رغبت ہے۔

آپکی مجلس مبارک کو غور کرکے دیکھا ہے تو نمونہ محفل سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم پایا آپکی مجلس مبارک مین بے ضرورت کوئی کلام نکرتا جسوقت آپ کوئی بات فرماتے سب خاموش متوجہ ہوکر سنتے اور جب کوئی شخص کچھ سوال کرتا جب بھی سب خاموش رہتے آپ جواب دیتے مجلس مبارک مین شور و شغب غل غپاڑا لغو باتین ہرگز نہوتین اکثر مسائل کا تذکرہ یا آیت وحدیث کی تحقیق یا توضیح کسی مسئلہ تصوف کی ہوتی یا تذکرہ اولیاء اللہ وعلماء کرام کا کسی کی ہجو یا غیبت اس مجلس شریف مین ہرگز نہوتی بعض جہال جو اپنے شومی سے اس ذات بابرکات سے عداوت کھلم کھلا رکھتے انکا تذکرہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی مجلس مین نہونے دیتے اگر احیاناً کسی نے اس بے ادب کا ذکر کیا تو آپنے جھٹ روک کر دوسری طرف متوجہ کردیا چونکہ اس مجلس شریف مین حسب ضرورت تکلم ہوتا تو اکثر اوقات حاضرین ساکن وساکت کَاَنَّ عَلٰی رُؤُسِھِمُ الطَّیْرُ رہتے برکات وانوار وخیرات سے مجلس شریف معمور اور شر و رفساد سے بمراحل دور تھی چونکہ آنحضرت خود ہر وقت باوضو رہتے تھے تو حاضرین مجلس بھی چار و ناچار باوضو اور بخوف و

توجہ حضرت دل سے رجوع الی اللہ رہتے بعض حاضرین ذکر خفی لسانی اور بعض ذکر قلبی مین مشغول رہتے اور بعض فکر و مراقبہ مین غریق رہتے تھے اور بعض بندہ جیسے صرف منتظر کہ یا حضرت خود کوئی کلام فرماوین یا کسی سائل کا جواب ارشاد فرماوین مجلس کا لطف نااہل و فارغ القلب کو بھی معلوم و محسوس ہوتا تھا رحمۃ اللہ علیہ و علی احزابہ وجعلنا فی زمرتہ۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی عادت شریفہ زیادہ بولنے اور باتین کرنیکی نہ تھی آپ کم گو تھے قلت کلام اور کثرت ذکر کا مصداق اتباع سنت کی حدود کیساتھ آپکی برابر کسی دوسرے مین شاید کسی نے کم دیکھا ہوگا ذکر کا یہ عالم تھا کہ مسجد تک تشریف لانے اور واپسی مین حجرہ تک تشریف لیجانے مین بھی ذکر ہی کے اندر مشغول پائے جاتے تھے۔ یون تو ہر وقت ہی ذکر مین مستغرق اور محو رہتے تھے سوتے سوتے آنکھ کھلتی تو بے اختیار کلمۂ توحید یا استغفار زبان سے نکلتا تھا جس گفتگو سے کوئی دینی نفع حاصل نہو اُسکا سننا بھی آپکو گوارا نہ تھا۔ جب کوئی شخص آپ سے کوئی سوال دریافت کرتا یا بات کہتا اور اُسمین ضرورت سے زیادہ تقریر ہوتی تو آپ اُسکو روک دیتے اور یون فرمایا کرتے کہ "اچھا اچھا اس قصہ سے کیا فائدہ بات کہو" لغو و فضول گوئی سے آپکو کمال درجہ نفرت تھی ذکر اللہ اور دین میں کام آنیوالے شغلہ کے علاوہ دوسرے جھگڑے مین مصروف ہونا اپنے خدام کا بھی آپکو پسند نہ تھا مولانا مولوی سراج احمد صاحب نے ایکمرتبہ چاہا کہ مولوی احمد رضا صاحب کی فحش گوئی کا ترکی بہ ترکی جواب دین ہر چند حسن تقریر سے انہون نے کوشش کی کہ حضرت صراحتہً حکم نہ دین تو ایماہی فرمادین مگر حضرت نے فرمایا تو یہ فرمایا میان کیا دھرا ہے ان قصون مین اُنکی تحریر کا جواب لکھنے سے کوئی نفع نہین تضییع اوقات ہے امید نہین کہ وہ مانین" ایسی صورتون مین جب آپکے خدام کی خواہش جواب لکھنے کی ظاہر ہوئی تو آپنے اُنکو روک دیا اور یون ارشاد فرمایا کہ "آدمی جسقدر وقت کسی کی برائی مین صرف کرے اتنے وقت اگر اللہ اللہ کرے تو کتنا نفع ہو خدام کی تربیت و اصلاح اسدرجہ آپکو محبوب تھی کہ کسی وقت ہمت و توجہ سے غفلت نفرماتے تھے برتاؤ اسدرجہ سادگی کا تھا کہ کوئی پاؤن دبانے کھڑا ہوگیا تو منع نہین فرمایا اور نہ کھڑا ہوا تو فرمایش نہین کی آخر شب مین حالانکہ آپ استعانت غیر کو پسند نفرماتے تھے لیکن اگر کوئی مخلص خادم اسکا متکفل ہوگیا کہ وقت پر پانی کا بھرا ہوا لوٹا مسواک وغیرہ چوکی پر لار کھے تو آپنے انکار بھی

نہین فرمایا اور اگر کسی روز خادم کی آنکھ نہ کھلی تو اس خدمت کا اُنکی انتظار بھی نہین فرمایا سید صوفی کرم حسین صاحب فرماتے ہین کسی زمانہ مین یہ خدمت مین نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی اتفاق ایسا ہوا کہ ایک شب میری آنکھ دیر مین کھلی گھبرا کر حاضر خانقاہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت بیٹھے وضو فرما رہے ہین مجھے اپنی غفلت پر ندامت تھی کہ باوجود تکفل نباہ نہو سکا اور آج حضرت کو خود پانی بھرنا پڑا مین خاموش پاس کھڑا تھا کہ حضرت نے خاص شفقت کیساتھ فرمایا میان بات ہی کیا ہے بندہ بشر ہے آنکھ لگ ہی جاتی ہے۔

عبادات مین جملہ مستحبات وآداب کا لحاظ رکھنا آپکی خاص عادت تھی نماز آپ خود پڑھاتے اور آنیوالے مہمانون کی اس امر مین عام ائمہ کیطرح خاطر و مدارات نہین فرماتے تھے ہان آپکے اُستاد زادے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب تشریف لاتے تو عموماً انکو مصلے پر کھڑا کرتے اور اقتدار فرمایا کرتے تھے طبع مین چونکہ نفاست زیادہ تھی اسلئے عموماً روزانہ قبل ظہر غسل فرماتے اور گرمی مین بعد عشا بھی اکثر نہایا کرتے تھے جمعہ کیدن غسل ہی کے وضو سے نماز پڑھنے کی عادت مستمرہ تھی۔ نماز آپکو تمام مرغوبات سے زیادہ مرغوب اور محبوب تھی اسکا اہتمام جسقدر آپکے یہان دیکھنے مین آیا شاید دوسری جگہ کسی نے کم بلکہ نہ دیکھا ہوگا طلوع وغروب کا دوازدہ ماہی نقشہ لکڑی کے چوکھٹہ مین لگا ہوا چارپائی کے قریب ہمیشہ لٹکا رہتا اور ہر شمسی مہینہ کی پہلی تاریخ کو بدلدیا جاتا تھا بجز اس نقشہ کے انگریزی مہینون اور تاریخونکا آپکے یہان کہین پتہ نہ تھا حجرہ شریفہ مین کئی کئی گھڑیان اور گھنٹے رہتے تھے جنکو روزانہ دھوپ گھڑی سے ملایا جاتا تھا اگر ایک بگڑ جاتا تو دوسرا کام دیتا اور دوسرا خراب ہو جاتا تو تیسرا وقت بتلایا کرتا تھا خانقاہ مین سہ دری کے سامنے والے حجرہ کی دیوار پر دھوپ گھڑی لگی ہوئی تھی جبتک آپکی بینائی قایم رہی اسکا اہتمام خود فرماتے تھے کہ پورے بارہ بجے گھڑیان ملائی جائین بعد مین یہ خدمت مولوی محمد یحیٰی صاحب کے سپرد ہوئی اکثر دیکھا گیا کہ جبتک دھوپ گھڑی سے گھنٹے ملا نہین لئے گئے اُسوقت تک حضرت کو نیند نہین آئی یا تو بیٹھے رہتے تھے اور اگر لیٹ بھی گئے تو کروٹین بدل بدلکر بار بار دریافت فرمایا کرتے تھے کہ کیا بجا ہے بارہ بجے یا نہین۔ لٹکے ہوے نقشہ مین مثلین اور شفق کی غیبوبت کا حساب بھی مسطور تھا اُسکے مطابق پورے حنفی وقت پر نماز پڑھی جاتی اور دن کی روزانہ ایک منٹ یا کچھ کم وبیش زیادتی وکمی کے باعث گویا روزانہ ہر نماز کا وقت آپکے یہان نیا ہوتا تھا

لباس اگرچہ کم قیمت ہو مگر صاف ستھرا آپکو پسند تھا خصوصًا نماز کو کھڑے ہوتے وقت عمدہ سے عمدہ لباس جو آپ کے پاس موجود ہوتا اُسکو زیب تن فرماتے اور یون ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ خدا کی دی ہوئی نعمتین اُسکے دربار مین حاضر ہوتے وقت بدن پر ہونی چاہئین یہ تعمیل تھی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فَلْیُرَ اَثَرُ نِعْمَتِہٖ عَلَیْکَ کی حق تعالیٰ کی حلال ولذیذ نعمتون سے آپکو نفرت نہ تھی آپنے معمولی کھانا بھی کھایا اور عمدہ سے عمدہ غذائین بھی استعمال فرمائین کبھی کسی خاص غذا کے پابند نہوئے نہ کسی شے کا بذات خود کوئی اہتمام فرمایا ہان البتہ ٹھنڈا پانی آپکو نہایت مرغوب تھا اور اسکا آپکی خانقاہ مین اہتمام بھی خاص کیا جاتا تھا گرمی کے موسم مین مشکیزہ گولر کے درخت مین لٹکایا جاتا اور جو تدبیر بسہولت ہوسکتی پانی ٹھنڈا کرنیکے لئے اُسکو عمل مین لایا جاتا تھا۔ ٹھنڈا پانی پیکر آپ بہت خوش ہوتے اور یون فرمایا کرتے تھے کہ یہ بڑی نعمت ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا پانی بہت مرغوب تھا اسی لئے آپنے دعا فرمائی ہی اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ یُّحِبُّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ مَّالِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ اَوْ کَمَا قَالَ خمیری روٹی اور شوربے سے بھی آپکو خاص رغبت تھی کیونکہ ملایم اور سریع الہضم ہونیکی وجہ سے معدہ مین گرانی اور عبادت مین کسل نہین ہونے پاتا تھا۔

خوشبو کیساتھ آپکو بہت محبت تھی ہر قسم کے عطر کا برغبت استعمال فرماتے خصوصًا گلاب۔ ایکمرتبہ مولوی محمد اسمعیل صاحب گنگوہی سے خطاب فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کو گلاب سے بہت محبت تھی سمجھتے بھی ہو کہ اسکا سبب کیا تھا انہون نے عرض کیا کہ حضرت شاید یہ وجہ ہو کہ ایک حدیث ضعیف مین آیا ہی گلاب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرق مبارک سے بنا ہوا ہی آپنے فرمایا ہان اگرچہ حدیث ضعیف ہے مگر ہے تو حدیث۔ ابتداء مین اگر کوئی اصرار کرتا تو پان آپ کھا لیتے جب دانت نہ رہے تو پھر پان آپکو کبھی کھاتے نہین دیکھا چونہ کو پان مین جائز فرماتے تھے مگر ممکن ہے کہ خود احتیاط فرماتے ہون چاے آپ پیتے تھے مگر عادی نہ تھے کسی نے پلادی تو انکار نہین فرمایا اور نہین پلائی تو کبھی مانگی یا پکوائی نہین اکثر ایسا اتفاق ہوا ہی کہ ہفتون متواتر آپنے چاے پی اور دفعۃً چھوڑ دی پھر کبھی پینے کے وقت پر اُسکی جانب خیال بھی نہین کیا۔ ایک شخص نے آپسے عرض کیا کہ حضرت کیا پینے کی چیز مین پھونک مار کر پینا منع ہے آپ نے فرمایا ہان مگر چاے کہ اسکا نفع ہی گرم پینے مین ہے“۔

حلاوت ایمان کا ایک ثمرہ یہ بھی تھا کہ آپکو میٹھے سے زیادہ رغبت تھی عام آدمی دودھ یا چاء مین جتنا میٹھا کافی سمجھتے ہین آپ اسکو پھیکا فرماتے یا کم میٹھا ظاہر کیا کرتے تھے پھلون مین قلمی آم اور الٰہ آبادی دمرّیزی امرود بھی آپکو مرغوب تھے مگر ایک دو قاش سے زیادہ نہین کھاتے تھے شیرین لوکاٹ اور ملایم آڑو بھی آپ رغبت سے کھاتے تھے اور یون تو کسی فصلی پھل سے آپکو نفرت نہ تھی سامنے آگیا اور خواہش ہوئی تو کھالیا ورنہ جس شغل مین آپ مشغول رہتے تھے وہ کسی شی کا خیال بھی نہین آنے دیتا تھا۔

بینائی جانے پر بھی حضرت کی یہ عادت نہ تھی کہ لاٹھی کوئی تھامے یا راستہ بتاتا ساتھ ساتھ چلے آپ کو اوّل تو مشکل تھی دوسرے لاٹھی ہاتھ مین رہتی تھی کہ دیوار تھامکر اور ٹوہکر چلتے تھے۔

کھلکھلا کر ہنسنے کی آپکی مطلق عادت نہ تھی زیادہ سے زیادہ خفیف تبسّم فرماتے تھے حق تعالیٰ کا خوف وخشیہ آپ پر اسدرجہ غالب تھا کہ ہر وقت مغموم ومحزون نظر آتے تھے مگر باوجود اسکے طلاقۃ وجہ اور تلطف ومداراۃ کا یہ عالم تھا کہ اکثر ایسے قصّے نقل فرماتے کہ سامعین ہنستے ہنستے لوٹ جاتے تھے۔ جن باتون پر سُننے والون کے پیٹ مین بَل پڑتے اور درد ہونے لگتا تھا آپ پر ہلکی مُسکراہٹ سے زیادہ اور وہ بھی کبھی کبھی مطلق اثر نمایان نہوتا تھا تقریر کا سادہ لہجہ کچھ ایسا عجیب تھا کہ بڑے بڑے ضبط والے ہنسی کے ہاتھون مجبور ہو جاتے تھے جو لطف اور خاص کیفیت آپکے بیان کے وقت آتی تھی وہ کسی دوسرے کی نقل یا تحریر مین نہین آسکتی تاہم ایک قصّہ عرض کرتا ہون جسکو بندہ کے سامنے جبکہ پندرہ سولہ خدام کا مجمع تھا حضرت نے بیان فرمایا اور شاید کوئی بچا ہو جسکے پیٹ مین ہنستے ہنستے درد نہو گیا ہو رسومات کا تذکرہ تھا کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت مروجہ فاتحہ کی ابتدا کیونکر ہوئی فرمانے لگے میان کسی مسجد مین مُلّا رہتا تھا محلہ بھر کی روٹیان اسکے پاس جمع ہوتی تھین اسنے ذہنون مین ڈالنا شروع کیا کہ مین کھانے پر پڑھکر مُردون کو ثواب پہنچاتا ہون محلہ والے اَن پڑھ اور جاہل یون سمجھتے تھے کہ ثواب پہنچانیکی کوئی ترکیب ہوگی جو ہر کسی کو نہین آتی ایکدن کوئی بڑہیا روٹی لیکر آئی تو ملان جی موجود نہ تھے بیچارہ ایک مسافر بیٹھا تک رہا تھا اسکو ترس آیا اور اسکو روٹی دیدی کہ لو میانجی یہ میری بیٹی کو ثواب پہنچیگا مُسافر نے لیکر کھانی شروع کردی کہ اتنے مین ملان جی آگئے دیکھا تو ساجھی بیٹھا انکا حق نگل رہا تھا تن بدن مین غصّہ کی آگ لگ گئی قہر درویش بجان درویش کچھ بولے نہین حجرہ مین گئے اور موٹا سا ڈنڈا نکالکر لائے مسجد مین آکر دیوانہ وار دیوارون کو چھیتنا شروع کیا ادھر آئے دھم اُدھر بھاگے دھم مخبوط الحواس بنے ہوئے

سر کے بال بکھیرے بنیٹی کے سے بیسیوں چکر لگا دئے اور ساتھ مین بکواس بھی کہ نہین جانیگی کمڑی تورہ ڈ چکھ مزا غرض محلہ والون نے جو شور سُنا تو بھاگے ہوئے آئے کہ ملاّن جی کو جنون ہوگیا لوگ ہین کہ ملان جی کو کولی بھرتے ہین اور ملان جی ہین کہ آپے سے باہر اُنکے ہاتھون سے نکل نکل کر اُسی سونٹہ بازی اور بکواس ہین سرگرم ہین آخر جب تھک گئے تو لگے پسینہ پوچھنے محلہ والون نے جو ہوش مین آیا دیکھا تو پوچھا "ملان جی کیا ہوگیا تھا" کہنے لگے ہوکیا گیا تھا تم جاہلون نے آج مجھے مروا کے چھوڑا ہوتا کوئی کمبخت فاتحہ کی روٹیان لائی اور اجنبی اناڑی آدمی کو دیگئی جسے نہ محلہ کے مُردون کی خبر نہ اُتریہان رہے تو مُردونکی شناخت بھی ہونا واقف آدمی پہنچائے تو کیونکر پہنچائے آخر ساری روحین جمع ہوگئین اور لگین باہم لڑنے وہ کہے میرا ہے وہ کہے میرا جس بیچاری کو پہنچانی تھین اُسکے ہاتھ سے چھینے لیوین جب ڈنڈا لیکر نکلا تو مارنے بھگانے اور بڑھیا کی لونڈیا کا پیچھا چھڑانے مین خون پسینہ ایک ہوگیا خدا خدا کر کے فتح پائی اگر ایکدفعہ اور ایسا ہوا تو مین تو مرمٹا" محلہ والون پر اس ڈھونڈ کا اتنا اثر ہوا کہ کچھ ٹھیک نہین سب کو یقین ہوگیا کہ میان ہمیشہ کا رہتا ملان سبکی روحون سے واقف ہے یہ جسکو پہنچاوی اوسیکو پہنچے ہے اجنبی آدمی کو کھانا دینا تو ضایع ہی کرنا ہی جب اُسے مُردہ ہی معلوم نہین تو پہنچایگا کسے؟

گو صدمات متواترہ نے آپکو شکستہ خاطر بنا دیا اور باقتضائے بشریت آپکو مجسم حزن و غم بنا چھوڑا تھا۔ تاہم آپ اسدرجہ زندہ دل تھے کہ بعض اوقات اپنے خدام کیساتھ اسقدر انبساط اور خوش طبعی فرماتے کہ اجنبی آدمی آپکے مرتبہ کے خلاف سمجھتا یون تو عام مخلصین کیساتھ بے تکلف خوش خلقی کا برتاؤ ہوجاتا تھا مگر بعض اہل خواص کیساتھ تو بہت ہی کھلکر باتین ہونے لگتی تھین آپکی طبع کا اسوقت یہ انداز دیکھکر خواص کا انبساط بھی بڑھ جاتا اور مسنون مزاح کی حد مین داخل ہوکر سبب اجر و ثواب بنجاتا تھا ایک مرتبہ جبکہ حضرت قدس سرہ عشا کے بعد پلنگ پر لیٹ رہے تو مولوی محمد یحییٰ صاحب پاؤن دبانے کھڑے ہوگئے حضرت نے فرمایا "میان کیون شرمندہ کرتے ہو تم ایسے کام کرتے ہو تو بہت ہی شرم آتی ہے" مولوی یحییٰ صاحب بولے کہ حضرت ایک خادم تھا مولوی محمد اسمعیل صاحبؒ کا جب اُنکا انتقال ہوگیا تو کسی نے اُسکو خواب مین دیکھا کہ سارے بدن مین آگ لگی ہوئی ہے مگر ہتیلیان سالم اور محفوظ ہین اُسنے پوچھا کیون بھئی کیا حال ہی اُسنے کہا کیا کہون اعمال کی سزا مل رہی ہو سارے بدن کو تکلیف ہی مگر یہ ہاتھ حضرت مولانا کے پاؤن کو لگے تھے اسلئے حکم ہوا کہ انھین آگ لگاتے ہمین شرم آتی ہے" بیساختہ

حضرت نے جوابدیا "کیا خوب اسکا تو یہ مطلب ہوا کہ تم لیٹ جاؤ اور مین بدن دباؤن اچھا میان یہی سہی"

ایکدفعہ کا ذکر ہے آپ پلنگ پر بیٹھے تھے اور پیچھے ایک مونڈھا پڑا تھا آپکے دو خادم پنکھے پر لگے جھگڑنے ہر ایک یون چاہے کہ مین مونڈھے پر بیٹھکر حضرت کو پنکھا جھلون حضرت نے تھوڑی دیر اس جھگڑے کو سنا پھر فرمانے لگے "دو پیرزادے ایک خانقاہ کے دروازے پر بیٹھا کرتے تھے جو کچھ آتا نصفا نصف بانٹ لیتے بعض چیزون مین جھگڑا بھی ہوتا وہ کہتا مین لون وہ کہتا مین لون ایک مرتبہ ایک شخص کو دیکھا ہاتھ مین پیالہ لئے سہج سہج آرہا ہے سمجھے کہ دہی ہے لگے باہم جھگڑنے یہانتک کہ گلخپ ہو گئے جب وہ قریب آیا تو ایک کی نظر جا پڑی دیکھا کہ خالی ہے بڑا نادم ہوا کہ سوت نہ کپاس جلاہے سے لٹھم لٹھا فوراً الگ ہو کر لگا کہنے "اچھا بھئی تو ہی لے لے" اتنا فرما کر حضرت مولانا نے پاؤن نیچے لٹکائے اور فرمایا لو مین تو گھر جاؤن ہون تم دونون لڑے جاؤ۔

ایک مرتبہ بیت الخلا سے تشریف لائے مولوی محمد یحییٰ صاحب حجرہ مین بیٹھے لکھ رہے تھے فرمایا کیون جی ایک بات پوچھین تم بڑے ذہین کہلاؤ ہو بھلا اسکی نحوی ترکیب کیا ہے "اللہ کرکہ تو مرجا" مولوی صاحب بولے حضرت مین بتادونگا آپنے فرمایا ہان بھئی اسیواسطے تو تمسے پوچھا ہے مولوی یحییٰ صاحب نے کہا التفات ہے اول دعا ہے کہ یا اللہ تو ایسا کر اور پھر اسکی طرف توجہ ہے یعنی یہ کہ تو مرجاوے" حضرت مسکرائے اور خاموش ہو رہے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب کی اہلیت وسعادت خاصہ کے سبب حضرت امام ربانی کو جس درجہ بے تکلف اور محبانہ ومحبوبانہ تعلق انکے ساتھ تھا اُسکی نظیر شاید حضرت کے متوسلین مین دوسری جگہ نظر نہ آئیگی انکے ساتھ بہتیرے واقعات ایسے پیش آئے جنکو مزاح محمود اور انبساط مسنون کی مثال بنایا جاتا ہے ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مولانا عبد الرحیم صاحب اور حافظ قمر الدین صاحب تینون حضرات کھانا کھانیکو سہ دری مین بیٹھے مولوی محمد یحییٰ صاحب جو آئے تو مولانا نے فرمایا میا مولوی یحییٰ جب جانین کہ آج حضرت کیساتھ کھانا کھلواؤ انہون نے جواب دیا جناب بہت اچھا یہ کون بڑی بات ہے اتنا کہا اور اندر جا بیٹھے قلم ہاتھ مین لیکر اس طرح لکھنا شروع کیا کہ حضرت قدس سرہ نے محسوس فرمایا اور بولے کون؟ مولوی یحییٰ؟ عرض کیا جی حضرت! آپنے فرمایا کیون تمنے کھانا کیون نہ کھایا؟ کہنے لگے حضرت کوئی کھانے بھی دے یون فرماوین ہین کہ اگر حضرت کو ہمراہ کھلادی تو

تو بھی تھا ورنہ تو بھی اُٹھ جا حضرت امام ربانی نے مولوی یحییٰ صاحب کا یہ فقرہ سُنا اور مسکرا کر یہ فرماتے ہوئے اُٹھے اچھا میاں ع این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر" باہر تشریف لائے اور کھانے مین شرکت فرمائی - ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت نے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو ایک تعویذ بتایا پھر فرمانے لگے" ایک پیرزادے تھے اُنھون نے ایک شخص سے کہا" ہمارے ساتھ رہا کرو جو کچھ ملا کریگا آدھا ہمارا آدھا تمہارا تھوڑی دور چلے تھے کہ ایک چنا پڑا پایا بولے لو میان اوٹھاؤ چھیلو آدھا ہمین دو آدھا تم لو اسکے بعد فرمایا دیکھو یارون کے ساتھ رہوگے تو یہ مزے ہین -

ایکبار مولوی ولایت حسین صاحب حاضر خدمت ہوئے جب مصافحہ کیا تو حضرت نے حسب عادت شریفہ پوچھا کون؟ اُنھون نے جواب دیا ولایت! آپنے فرمایا سید ھا ولی کیون نہین کہتے؟ -

آپکے مزاج مین صداقت کی شان چونکہ جلوہ گر تھی اسلئے نبوی مزاج کا پورا نمونہ تھا ایک مرتبہ پوتے سعید احمد سلمہ جامن کھا رہے تھے حضرت نے فرمایا بھائی گٹھلی مت نگلیو باقتضائے طفولیت وناز انھون نے جواب دیا کیون؟ ہم تو گٹھلی بھی کھا جائینگے" حضرت نے فرمایا" گٹھلی سے درخت اُگ آیا کرے ہے" سعید احمد ڈر گئے اور لگے گٹھلی تھوکنے آپکی ظرافت مین جسقدر لطافت تھی اُسکی نظیر بھی دوسری جگہہ کم ملیگی ایکبار حدیث کے درس مین اہل جنت کا ذکر آیا کہ مرد سبزہ آغاز بے ریش ہونگے ایک طالبعلم نے عرض کیا کہ حضرت مرد کے چہرہ کی زیبایش تو ریش سے ہوتی ہے جنتیون کیلئے یہ سن کیون تجویز ہوا؟ بیساختہ آپنے مسکرا کر جواب دیا" اسکا مزہ اُن سے پوچھو جو داڑھی منڈاتے ہین -

مولوی محمد سہول صاحب ایکبار کسی مسئلہ پر بحث کرنے لگے اعتراض پر اعتراض اور شبہ پر شبہ جب تقریر طویل ہوئی تو فرمایا تمھارا نام سہول کس نے رکھا تم مین سہولت بالکل بھی نہین تمھارا نام ہونا چاہئے سئول کہ سوال بہت کرتے ہو -

تالیف قلب اور متوسلین کا رنج وفکر زائل کرنیکے لئے یہ انبساط اکثر ظاہر ہوتا تھا ایکبار آپ سخت علیل ہوئے مولوی حکیم محمد اسمعیل صاحب آپ کے معالج تھے دوران علاج مین اتفاقاً حضرت کو تکلیف بڑھ گئی جسکی بنا پر صاحبزادہ حضرت مولوی حکیم مسعود احمد صاحب نے اُنکا علاج چھوڑ کر باپ کا معالجہ جسمانی اپنے ہاتھ مین لے لیا حکیم اسمعیل صاحب کو رنج ہوا اور دو ایک وقت محجوبانہ حاضر خدمت نہو سکے حضرت امام ربانی نے اُنکو بلوایا اور نہایت شفقت کیساتھ فرمایا" بھائی محمد اسمعیل کیا خفا ہو گئے؟ ادا!

یہ فرماکر یہ شعر پڑھا ۵ مصحفی یاد بھی ہے روٹھ کے جانا انکا * اور یہ کہنا کہ ہمین اب منائے کوئی "- حکیم محمد اسمٰعیل صاحب کا سارا رنج وتکدر رفع ہوگیا ہنس دئے اور عرض کیا کہ حضرت مین تو آپکا خادم ہون جس عنوان سے آپکو راحت پہونچے میری عین آرزو ہے "-

اشعار پڑہنے یا تصنیف کرنیسے حضرت مولانا کو مناسبت مطلق نہ تھی خلق نبی کریمؐ وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ کا آپکو حظ وافر عطا ہوا تھا اسیوجہ سے آپکی زبان اور قلم پر تقریر وتحریر مین اشعار شاذ ونادر ہی کہین آئے ہین اور جہان آئین ہین بیساختہ وبلا تکلف آگئے ہین جیسا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے الفاظ کا صدور جسمین بلا فکر وتکلف سجع اور موزونیت پیدا ہوگئی حضرت امام ربانی کی سوانح مین اگر وہ اشعار جمع کئے جاوین جو برمحل آپکی زبان سے گاہے ماہے صادر ہوئے تو شاید بمشکل بیس پچیس کی گنتی پوری ہوتا ہم جہان آپنے شعر پڑھا یا لکھا ہی باوجود بلا غور وتامل مستحضر ہوجانیکے ایسا برمحل اور باموقع ہی کہ گویا خاص اسی جگہہ کیلئے شاعر نے یا خود آپنے تصنیف فرمایا ہے۔ مرض الموت سے چند سال قبل جب آپ سخت مرض مین مبتلا ہوئے اور ہر چند کہ ہر قسم کا معالجہ کیا گیا مگر صورت افاقہ نہوئی تو بعض خدام کا خیال اس طرف گیا کہ کیا عجب ہے کسی نے سحر کیا ہو چنانچہ یہ خیال صحیح بھی تھا اس شبہ پر آپکے جان نثار خدام حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وغیرہ حضرات نے ایک شخص کو دیوبند سے آپکی خدمت مین روانہ کیا جسکو سحر وغیرہ کے معالجہ مین کمال تھا جب وہ معالج بنکر گنگوہ پہونچا تو حضرت امام ربانی کو من اللہ معلوم ہوا کہ یہ تو سحر کرنیوالیکا مرید اور شاگرد ہے اسلئے اُسکو واپس فرمادیا اور جب حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ حاضر خدمت ہوئے تو مصافحہ کرتے وقت آپنے یہ شعر پڑھا

۵ میر کیا سادہ ہین بیمار ہوئے جسکے سبب
اُسی عطار کے لڑکے سے دوا لیتے ہین ز

ظہر کے بعد جب حضرت خلوتخانہ مین تشریف لیجاتے اور حجرہ کے کواڑ بند ہوجاتے تھے تو بعض مرتبہ آپ پر وہ کیف غالب ہوتا کہ دیر تک خلوت پسند رہتے اور کسی کا آنا اچھا معلوم نہوتا تھا یہ مزاج شناسی حق تعالیٰ نے کچھ مولوی محمد یحییٰ صاحب ہی کو عطا فرمائی تھی اور یہی وجہ تھی کہ حضرت اُس خاص محبت کیساتھ جسکو یک گونہ عشق کہا جائے تو شاید نازیبا نہو مولوی محمد یحییٰ صاحب کو اپنی خدمت مین رکھتے تھے چنانچہ بارہا آپنے فرمایا کہ "مولوی یحییٰ تو میری آنکھین ہین" خدا مبارک کرے مولوی محمد یحییٰ صاحب کو وہ نرالا انداز جسکو ناز کہا جاسکتا ہے شاید انکے علاوہ دوسرے کو نصیب

نہین ہوا ایکمرتبہ گھر والون کے بار بار باصرار بلانے پر حضرت سے عرض کیا کہ اجازت ہو تو ایکروز کیلئے ہو آؤن کئی مرتبہ تو حضرت نے ٹالدیا کیونکہ مولوی محمد یحییٰ صاحب کا اجازت طلب کرنا بھی کچھ ایسا ہی تھا انکا خود جی نہ چاہتا تھا کہ حضرت کی خدمت سے ایک لحظہ کیلئے بھی علیحدہ ہون اور نہ حضرت ہی کا دل چاہتا تھا کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب ایک لمحہ کو کہین جائین بارہا ایسا ہوا کہ اتفاقیہ کسی ضرورت کیلئے مولوی محمد یحییٰ صاحب لال مسجد تک گئے یا ادھر اُدھر ہوئے تو حضرت بیچین ہو گئے اور بار بار پکارا آخر جب آئے تو یون فرمایا "میان کہان چلے گئے تھے؟ ایکمرتبہ کسی کام مین مولوی محمد یحییٰ صاحب کو دیر زیادہ لگی اس اثناء مین حضرت نے کئی بار پکارا اور فرمایا خدا جانے کہان بیٹھ رہے آخر جب آئے تو آپ نے فرمایا ؎ مت آئیو وعدہ فراموش تو اب بھی + جس طرح کٹا روز گذر جائیگی شب بھی۔

غرض جب والدہ کے متعدد تقاضے آئے کہ یحییٰ کی صورت دیکھنے کو دل تڑپتا ہی تو مجبوراً انکو گھر جانا پڑا اور حضرت نے خود ہی فرمایا کہ "بھئی ہو آؤ" رخصت کیوقت مصافحہ کیا تو عرض کرنے لگے حضرت دعا فرمائے کہ جلد واپسی نصیب ہو بے ساختہ حضرت کی زبان سے نکلا "کیا تمھارے کہنے سے ہے؟ میان اپنی لگی کو آپ نکلیگی۔ حضرت کی مزاج شناسی مولوی محمد یحییٰ صاحب مین اسدرجہ بڑھگئی تھی اور واقع مین یہ بھی حضرت ہی کی جوتیون کا طفیل تھا) کہ جب کبھی حضرت کو معمول سے زیادہ خلوت پسند ہوئی تو مولوی محمد یحییٰ صاحب کے قلب پر اسکا اثر پڑا اور انہون نے حجرہ نہ خود کھولا نہ کسی کو کھولنے دیا ایکبار ایسا ہی اتفاق پیش آیا اور مولوی یحییٰ صاحب دیر کے بعد کواڑ کھولکر اندر آئے دیکھا حضرت بیٹھے تسبیح پڑھ رہی ہین فرمایا ابتک کہان تھے انہون نے عرض کیا حضرت جی نہ چاہا کہ ابھی حجرہ کھولون فرمایا پھر اب کیون آئے عرض کیا کہ اب دفعۃً جی چاہا کہ کواڑ کھولدون آپ مسکرائے اور یہ شعر پڑھا ؎

وہ نہ آئین تو تو ہی چل رنگین	اسمین کیا تیری شان جاتی ہے

ایک مرتبہ آپ دولتخانہ مین تشریف لیگئے کہین سے خمیری روٹی اور قورمہ آیا تھا نوش فرماکر خانقاہ مین تشریف لائے چہرہ پر بشاشت تھی اور قلب پر انبساط حجرہ مین آکر بیٹھے تو مولوی محمد یحییٰ صاحب سے مخاطب ہوکر فرمایا میان تمہین بھی کچھ بھاوے ہے؟ انہون نے عرض کیا کہ حضرت کچھ نہین ایک ارہر کی دال تو بھاتی نہین باقی جو کچھ ملگیا سب پسند ہی آپ نے بیساختہ یہ شعر پڑھا ؎

کیا کہون حیرت کہ کچھ بھاتا نہین	کچھ تو بھایا ہے کہ کچھ بھاتا نہین

ایکبار آپ نے فرمایا بھئی ہمیں تو حضرت کے درد نالہ میں ایک شعر بہت بھایا ؎

مرا اک کھیل خلقت نے بنایا	تماشہ کو بھی تو میرے نہ آیا

سنہ ۱۴ھ میں بعد رمضان دوسری مسواک نکالی گئی تو مستعمل مسواک کیلئے مولوی مخلص الرحمن صاحب بنگالی نے عرض کیا کہ مجھے عطا فرمادیجئے مولوی ولایت حسین بولے کہ اسکی نسبت تو میرا خیال تھا مولوی مخلص الرحمن نے کہا تم تو پاس کے رہنے والے ہو پھر لے لینا یہ تو مجھے ہی لے لینے دو مولوی ولایت حسین صاحب بولے اچھا اوپر کا حصہ ہم کاٹ لیں باقی تم لے لو دونوں کی گفتگو حضرت سن رہے تھے فرمانے لگے کسی شخص نے مکان تقسیم کیا اسطرح ؎ از صحن خانہ تا بہ لب بام از ان من وز سقف خانہ تا بہ ثریا از ان تو

مرض کی حالت میں معالجہ کرنے اور دوا پینے کے متعلق بھی آپکی عادت وہی تھی جو دیگر اسباب دنیاویہ کے متعلق تھی یعنی محض توکل پر مدار تھا اگر کسی نے دوا تجویز کی اور طیار کر کے پیش کر دی تو سنت سمجھکر بے تکلف پی لی ورنہ اپنی طرف سے کبھی اہتمام نہیں فرمایا بعض دفعہ پاؤں میں یا کسی جگہ چینٹ آگئی ہے تو مکھی سے بچانیکو آپنے صرف ذرا سا کاغذ لب لگا کر اُسپر رکھ لیا ہے جب وہ اُتر گیا پھر کبھی خیال آگیا یا ہاتھ جا پڑا اور احساس ہوا تو پھر کاغذ لگا لیا ورنہ یون ہی آرام ہو گیا البتہ بینائی گیجانے پر ہر چند آپ کے متوسلین نے کوشش کی کہ آنکھیں بنوائی جائیں مگر آپنے نہ مانا کبھی تو یون فرمایا کہ ”آدمی اپنے قوی کو دیکھے آنکھ ہی درست ہو کر کیا ہو گی دیکھو قاری عبد الرحمن صاحب مرحوم نے آنکھ بنوائی چھ مہینہ کے بعد انتقال ہو گیا“ اور کبھی یہ جواب دیا کہ آنکھ بنوانے میں بڑی سخت تکلیف ہوتی ہے نماز پڑھنا مشکل ہو جاتا ہے اتنی تکلیف کون اُٹھائے؟ اور بعض وقت یہ فرمایا کہ بھئی میں نہیں بنواتا سنتا ہون کہ آنکھیں بننے پر چند روز حرکت کرنیکی طبیب ممانعت کرتا ہے اور مجھسے بڑھاپے میں نماز نہیں چھوڑی جاتی لیکن جب ڈاکٹر سبحان علیخان سول سرجن نے جو اس فن میں مشہور ڈاکٹر اور ماہر و سند یافتہ طبیب ہیں خود حاضر خدمت ہو کر واثق وعدہ کیا کہ حضرت نماز آپکی کوئی بھی قضا نہو گی صرف چند گھنٹہ تحرک سے پرہیز کرنا ہو گا جو فجر و ظہر کے مابین ممکن ہے آپ بخوشی رکوع وسجدہ کے ساتھ نماز ادا فرمائیں تب آپنے دوسری طرح ٹالا اور یہ فرمایا کہ مجھسے تکلیف برداشت نہیں ہو سکتی اور آنکھوں بغیر میرا کوئی کام حرج بھی نہیں ہے پھر خواہ مخواہ کیون تکلیف اُٹھاؤں غرض آپنے قبول نفرمایا مولوی عبید اللہ صاحب نے جب عرض کیا تو انکو آپنے یون جواب دیا کہ حدیث قدسی میں آتا ہے کہ خدائے تعالیٰ جسکی آنکھ لے لے اور وہ اُسپر صبر کرے تو اُسکا

بدلہ جنت ہی سو شاید یہی ایک ذریعہ حصول جنت ہو اسلئے مجھے تو اندھا رہنا ہی پسند ہی اور خاص لوگون سے ایکمرتبہ یون بھی فرمایا کہ میان پہلے تو آنکھین بند کرنی پڑتی تھین الحمد للہ اب خود بند ہوگئین پھر ان کے کھلوانے کی تمنا کیسی؟

کوئی لفظ آپکا تکیہ کلام نہ تھا جسکو جاؤ بیجا بلا قصد و اختیار برتا جاتا ہے اور نہ قسم کھانیکی آپکی عادت تھی عمر بھر مین شاید ایک دو مرتبہ واللہ یا خدا کی قسم آپکی زبان مبارک سے نکلا ہو تو نکلا ہو ذو معینین فقرات کا استعمال کہین کہین آپسے ضرور ثابت ہی مگر ایسی جگہہ جہان اسکی ضرورت تھی ورنہ عموماً آپکا جواب نہایت صاف اور کھلا ہوا دو ٹوک ہوتا تھا جہان آپنے ذو معینین لفظ کا استعمال فرمایا ہے وہ اسقدر بلیغ ہی کہ اگر بہ تکلف بھی استعمال ہوتا تو داخل کمال تھا چہ جائیکہ برمحل باموقع بیساختہ و بلا تکلف زبان پر ایسا فقرہ آئے صاحب ذوق سلیم اس ملاحت کی لذت حاصل کرسکتا ہے ایکبار مولوی بدرالدین صاحب نے درخواست کی کہ حضرت میری تحصیل علم ختم ہو چکی اب چندروز خدمت مین رہکر ذکر شغل کرنا چاہتا ہون آپنے فرمایا "میان پڑھ چکے ہو تو اب پڑھاؤ تاکہ یاد رہی یہان تو وہ آوے جسے اپنے علم پر پانی پھیرنا ہو"۔

ایک شخص حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے انکے دلمین وسوسہ آیا کہ یہان تو امیرانہ ٹھاٹھ ہی اس انداز کو درویشی سے کیا مناسبت؟ باوجود اس وسوسہ کے انہون نے بیعت کی درخواست کی حضرت نے انکار فرمایا کہ ابھی نہین پھر دیکھا جائیگا تھوڑی دیر کے بعد انہون نے پھر عرض کیا اور باصرار کہا کہ حضرت مین تو مرید ہونے ہی کو آیا تھا اتفاق سے اُسیوقت کسی شخص نے آپکو چار یا پانچ روپیہ مد تعمیر مسجد مین دئے تھے جنکو حضرت نے جیب مین ڈال لیا تھا جب اس شخص نے بیعت پر اصرار کیا تو آپنے جیب کو ہلایا اور روپیون کو چھنکار کر فرمایا "میان یہان کیا دھرا ہے مین تو روپیون کا آدمی ہون" اسکے بعد یہ شعر پڑھا۔

دست زر آلود سیہ میشود ÷ قلب زر آلود را احوال چیست ÷ مسایل کے باب مین آپکا یہ انداز معلوم ہوا کہ گو اپنے نفس پر تشدد فرماتے اور احوط و بلا خلاف شق معین فرما لیتے مگر مستفتی کو جہانتک گنجایش نکلسکتی سہل صورت بتایا کرتے تھے البتہ بدعات و معصیات مین آپکو تشدد پسند تھا اور سداً للباب مبادی و مقدمات پر بھی عدم جواز کا فتویٰ دیتے تھے ایکمرتبہ ایک شخص نے دریافت کیا کہ حضرت دسوین محرم کو اگر شہادت کا سچا قصہ پڑھا یا سنا جائے تو اسمین تو کچھ حرج نہین؟ آپنے فرمایا "ناجایز ہے

رفض کا مقدمہ ہی اگر جھوٹی روایت کے گناہ سے بچا تو رافض کی مشابہت تو کی مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ حق تعالیٰ نے چونکہ آپکو میسّر بنا کر بھیجا تھا اسلئے آپ مخلوق پر تنگی نہین فرماتے تھے شریعت سے جہانتک سہولت نکلسکتی تھی آپ اُسکو ظاہر فرماتے تھے اور عموم بلوے کا بہت خیال رکھتے تھے ایکمرتبہ حقہ نوشی کا مسئلہ چھڑا آپنے فرمایا حقہ پینا مکروہ ہے کیونکہ مُنہ مین بدبو آتی ہی اور حقہ پر کیا منحصر ہے بدبو کی اور چیزین مثلاً پیاز لہسن مولی وغیرہ سب کچی کھانا مکروہ ہین مولوی محمد اسمعیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت حقہ کے باب مین تو مولویون نے بہت غلو کیا ہے بعض نے تو مثل شراب کے حرام بتایا ہی آپنے ارشاد فرمایا کہ سب غلط ہی تمباکو مثل اور ماکولات کے مباح ہی اسپر کسی خادم نے عرض کیا کہ حضرت رمضان شریف مین جو حقچی دم لگاتے ہین وہ تو اکثر بیہوش ہو جاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ تمباکو نشہ کرتا ہے آپنے فرمایا خلو معدہ مین کالی مرچ سنگھائی جاے تو وہ بیہوش کر دیتی ہی میان تمباکو نشہ نہین کرتا بلکہ اُسکی تیزی خلو معدہ کیوقت البتہ بیہوش کر دیتی ہی جس زمانہ مین رنگت کی پوڑیہ شایع ہوئی اور آپکو یون محقق ہوا کہ اسمین شراب کی آمیزش ہی تو آپنے اس طرح فتوی دیا کہ اول تو اس رنگ سے کپڑے مت رنگو اگر رنگنا ہی ضرور ہی تو بعد رنگنے کے خوب دھو ڈالو" اسپر ایک خادم نے عرض کیا کہ حضرت دُھونے کے بعد جو اجزا رنگ کے کپڑے مین باقی رہینگے وہ بھی تو ناپاک ہین آپنے فرمایا نہین کپڑا پاک ہو گیا چونکہ سایل حضرت کے خاص شاگرد اور بے تکلف تھے بولے حضرت میرے نزدیک تو ناپاک ہی ہے آپ خاموش ہو گئے مولوی اسمعیل صاحب جو اس مجمع مین حاضر تھے اُنہون نے سایل کو الزامی جواب دیا اور کہا کہ فقہا نے لکھا ہے اگر گوبر وغیرہ کپڑے کو لگجائے اور اچھی طرح دھو ڈالے تو جو رنگت کپڑے پر رہجائیگی وہ معاف ہی اسپر حضرت نے فرمایا درست ہے۔

احباب کیساتھ حضرت کی بے تکلفی اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ اُسکی نظیر ملنی مشکل ہی جب کبھی آپکا اور حضرت مولانا قاسم العلوم یا حکیم ضیاء الدین صاحب کا اجتماع ہوتا تو باہم مزاح اور مہذب و متین انبساط کا جو عالم ہوتا تھا اُسکو دیکھنے اور سننے والونکا دل آج چارطرف ڈھونڈتا ہی اور نہین ملتا چھوٹے چھوٹے چٹکلے اور نمک مرچ لگے ہوئے فقرات حضار جلسہ کو پھڑکاتے اور بیداری کیساتھ خوش طبعی و مخلصانہ توافق کا سبق پڑھایا کرتے تھے مولوی نظر محمد خان آبہہ کے رہنے والے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد اور بیعت کے متمنی تھے حضرت مولانا قاسم العلوم عادت شریفہ کیموافق ٹالتے اور ادھر اُدھر کی باتون مین دل بہلا دیتے

تھے ایکمرتبہ انہون نے اپنی خواہش پرچہ پر مفصل لکھی اور مولانا محمد قاسم صاحب کے حضور مین پیش کی مولانا نے پرچہ کو پڑھا اور جیب مین رکھ لیا اُسکا بھی کچھ جواب نہ دیا یہ سمجھے کہ حضرت مولانا نے توجہ نفرمائی اتفاق سے تھوڑے عرصہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نانوتہ تشریف لائے تو مولوی نظر محمد خان صاحب بھی خبر پاکر حاضر ہوئے اب انہون نے دوسری بار درخواست کا اعادہ کیا اور پرچہ پر وہی مضمون لکھکر حضرت امام ربانی کے حضور مین پیش کیا اس تحریر مین اتنا اور لکھدیا کہ مین نے یہ درخواست ایک پرچہ پر لکھکر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کیخدمت مین بھی پیش کی مگر مولانا نے کچہ جواب نہین دیا جسوقت یہ تحریر حضرت کے سامنے کیگئی حضرت مولانا ظہر کیلئے وضو کرنے بیٹھے تھے آپنے پرچہ لے لیا اور پڑہکر جیب مین رکھا ہی تھا کہ مولانا محمد قاسم صاحب بھی پانی کا بہرا لوٹا لیکر وضو کرنیکو حضرت کے پاس آبیٹھے مولوی نظر محمد خان سامنے کہڑے تھے کہ حضرت نے مولانا قاسم العلوم کیطرف دیکھکر تبسم فرمایا اور مولوی نظر محمد خان سے اسطرح فرمایا" ایسے گونگے پیر کو خط کیون دیا تھا جنہون نے جواب بھی نہ دیا" مولانا محمد قاسم صاحب بھی ہنسے اور فرمایا" لو اب بولتے پیر کے پاس آگیا آپ جواب دین"۔

یہی مولوی نظر محمد خان فرماتے ہین کہ ایکمرتبہ حضرتؒ رامپور تشریف لائے اور حسب عادت حکیم ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حجرہ مین قیام فرمایا مین بھی خبر سُنکر حاضر ہوا صبح کو جب ایک بڑی چارپائی پر حکیم صاحب اپنا صندوقچہ کھولکر جسمین ادویات وعطریات وغیرہ اور دوات قلم تھا سامنے رکھکر بیٹھے تو حضرت نے مُسکراکر فرمایا حکیم جی دنیا کی طرف بہت ہاتھ پھیلانے لگے ہو حکیم صاحب نے فرمایا" نہین حضرت" اتنے مین ایک شخص قارورہ لیکر آیا اور حکیم صاحب کے سامنے پیش کیا حضرت ذرا فاصلہ پر بیٹھے تھے آپنے دور ہی سے قارورہ پر ایک نظر ڈالی اور خاموش ہو گئے جب وہ شخص قارورہ پھینکنے گیا تو آپنے فرمایا حکیم جی اس مریض کا علاج ذرا سنبھلکر کیجو" حکیم صاحب حیران ہوئے اور فرمایا حضرت کیون آپنے فرمایا" اُسکا حال ابتر ہے" غرض جب وہ شخص قارورہ پھینککر واپس آیا تو حکیم صاحب نے مریض کا حال پوچھا اُسنے ہچکی وغیرہ کی وہ حالت بیان کی جو جانکنی کے وقت ہوتی ہے تب تو حکیم صاحب گھبرائے اور اسکو حیلہ بہانہ سے ٹالا

رامپور کے قیام مین آپکی خوش طبعی وانبساط کا حال معلوم کرکے طالبعلم آپکو آگھیرتے بہتیری ادھر اُدھر کی باتین پوچھا کرتے تھے ایکبار عشاکے بعد آپ چارپائی پر لیٹے تھے طلبہ نے آگھیرا پاؤن دبانے سوالات کرنے شروع کئے ایک طالبعلم بولا حضرت اڑد کی دال کے خواص کیا ہین؟ آپ نے اسکی

خاصیتین بیان کرنی شروع کین اور بہت دیر تک بیان کین سارے طلبہ اور نیز حضرت حکیم صاحب بیٹھے سُن رہے اور حیران و ششدر رہتے تھے جب آپ اُڑد کے خواص ختم کر چکے تو طالبعلم نے پوچھا اچھا حضرت گاجر کی کیا تاثیر ہی آپ نے فرمایا سیدانی کہو شیخانی کہو مغلانی کہو سب ہنسنے لگے پھر اُس نے پوچھا کہ شلغم کی کیا تاثیر ہے؟ آپ بولے یہ تو بیچارہ جولاھ ہے "صفی خون ہی" پھر طالبعلم نے پوچھا مولی کی کیا خاصیت ہے؟ فرمایا یہ تو چماری ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ جسوقت تکلم فرماتے تو آپکے دہن سے پھول جھڑتے اور سکوت فرماتے تو شاہانہ رعب برستا تھا آپ اسدرجہ خلیق تھے کہ کوئی شخص کیسا ہی پھٹے پرانے یا میلے کپڑون مین کیون نہ آئے آپ اُسکو پاس بٹھاتے مصافحہ کرتے اور میٹھی میٹھی باتین کرنے سے کبھی تنفر نفرماتے اسی طرح کوئی شخص کیسی ہی قلب کی حالت بگاڑ کر کیون نہ حاضر ہو آپ کبھی اُس سے روکھاوٹ نہ برتتے تھے خادم نوازی آپکی خاص شان تھی اور عیب پوشی مین آپکو پورا ملکہ تھا آپ خود بلند ہمت تھے اور اپنے خدام کو عالی حوصلہ بنانے مین سعی فرمایا کرتے تھے اُنکی پست شدہ ہمتون کو اُبھارتے اور بلند کیا کرتے تھے بارہا آپنے فرمایا کہ جو کچھ حق تعالیٰ توفیق دے کئے جاؤ ہمت نہ ہارو اگر قلب مین اثر نہ ہو نسہی آخر زبان سے ذکر ہونا کیا تھوڑا نفع ہی جب زبان اللہ کی یاد کے سبب دوزخ سے بچیگی تو دل بھی بچ جائیگا آپ اپنے متوسلین کے دل مین یاس و ناامیدی پیدا ہی ہونے دیتے تھے مگر اسکے ساتھ ہی ایک حالت پر قائم وقاصر رہنا بھی آپکو گوارا نہ تھا تحریر سے تقریر سے غرض جسطرح بن پڑتا ہر پہلو سے خدام کو توجہ الی اللہ کی رغبت دلاتے اور یون فرمایا کرتے کہ جتنا بھی ہوسکے کرو اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اسی سے ترقی ہوگی وَلَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ۔

آپ ذکر اللہ کی تحریض و ترغیب مین یکتائے زمانہ تھے عالم ہو یا جاہل خاص ہو یا عامی شریف ہو یا وضیع امیر ہو یا غریب جو کوئی بھی آپکی خدمت مین حاضر ہوتا فوز ابدی اور رغبت الی الآخرۃ کا حسب مقدر کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لیکر جاتا تھا اسوقت خدای مخلوق کی کئی ہزار رہت گفتار زبانین اس مضمون پر متفق ہین کہ آپکی صورت دیکھکر خدا یاد آتا اور آپ کی صحبت مین بیٹھکر دنیا سے نفرت پیدا ہوتی تھی اتباع شرع اور تمسک بالسنۃ کی تعلیم کیلئے صرف آپکی زبان نہ تھی بلکہ صبح سے شام اور شام سے صبح تک جو افعال آپ سے صادر ہوتے وہ سب یہ سبق پڑھاتے اور یاد کرایا کرتے تھے کہ حق تعالیٰ کا نام انسان کا بڑا رفیق

ہے اور بطحای پیغمبر کا اتباع مسلمان کا اصل مقصود اور رضای خالق کا مضبوط وسیلہ۔

حق تعالی نے آپکو جس شغلہ مین لگایا تھا اُسکے اندر آپکو اسدرجہ پختگی عطا کیگئی تھی کہ کبھی فرق نہین آیا۔ آفتاب عالمتاب صبح کو طلوع ہوتا اور شام کو اُفق مغرب مین غروب ہوجاتا تھا ماہتاب کبھی ہلال بنکر نکلتا اور کبھی بدر بنتا کبھی دکھائی دیتا اور کبھی عالم کی نظرون سے چھپ جاتا تھا کبھی روز روشن ہوتا تھا اور کبھی شب تاریک کسیوقت سردی جلوہ گر ہوتی اور کسیوقت گرمی غرض عالم حادث ہر روز مختلف ہوتا اور دنیا اپنے انقلاب عظیم کو ہر لحظہ پلٹتی اور بدلتی رہتی تھی مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ کا ایکدم تھا کہ مضمون واحد یعنی خدای یکتا وحدہ لاشریک معبود کی عبادت مین یکسان مصروف تھا آپ اپنے نفس نفیس کی حیثیت سے اس خاصیت مین فرد تھے کہ متغیر عالم کے تغیرات کا اثر آپکے مستحسن مشغلہ پر نہ پڑا۔ آپکے حالات زمانہ کے ماتحت بنکر بیشک مختلف تھے مگر سنت کے اتباع کا امر مشترک سب کو شامل اور ہر حالت مین موجود تھا آپکا دل اندر سے یون چاہتا تھا کہ دنیا مین ایک متنفس بھی ایسا نہو جس سے حق تعالی کی معصیت اور جناب رسول اللہ علیہ وسلم کی مخالفت ظاہر ہو آپ شفقت کے درجہ مین اپنے نفس ہی کے خیر طلب نہ تھے بلکہ تمام عالم کیساتھ آپکو یہ ہمدردی تھی کہ کاش دوزخ مین جانیوالا ایک بشر بھی نہ رہے آپ اسدرجہ رقیق القلب تھے کہ کسی کی حالت تکلیف یا تنگی و بدحالی سنتے تو بے چین ہوجاتے تھے واقف ہو یا ناواقف یگانہ ہو یا بیگانہ کسی شخص کی بدحالی و عسرت آپکو گوارا نہ تھی جس طرح دنیا کی عسرت و بدحالی آپکو صدمہ پہونچاتی اس سے زیادہ آخرت کے افلاس پر آپ تنگدل اور بے چین ہوتے تھے کسی شخص کی معصیت اور بددینی سنکر آپکو جسدرجہ حزن لاحق ہوتا اور اُسکے لئے آپکا دل رویا اور دعا کیا کرتا تھا شاید اپنے فقر و افلاس پر بھی ایسا کسیکو رنج نہ ہوتا ہوگا دشمن سے دشمن کیلئے بھی آپنے کبھی بددعا نہین کی اور اگر منجانب اللہ آپکا دشمن کسی آفت سماوی مین مبتلا ہوا تو اُسکو سنکر آپ کبھی خوش نہین ہوئے بدگوئی و خرافات نویسی کی جتنی ایذائین آپکو مولوی احمد رضا صاحب بریلوی سے پہونچین شاید اتنی نہ دوسرے کو مولوی احمد رضا صاحب نے پہونچائی ہون اور نہ دوسرے سے حضرت امام ربانی کو پہونچی ہون مگر واللہ العظیم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر مین کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سُننے مین نہین آیا جس سے یہ بھی معلوم ہوجائے کہ حضرت اُن کو اپنا دشمن سمجھتے ہین۔ جس زمانہ مین مولوی احمد رضا صاحب کو مرض جذام لاحق ہوا اور خون مین فساد

آیا تو بعض لوگون کو مسرت ہوئی کہ سب وشتم کا ثمرہ دنیا مین ظاہر ہوا مگر جسوقت کسی شخص نے حضرت سے عرض کیا کہ "بریلوی مولوی کوڑھی ہوگئے" تو حضرت گھبرا اُٹھے اور یہ الفاظ فرمائے کہ میان کسی کی مصیبت پر خوش نہونا چاہئے خدا جانے اپنی تقدیر مین کیا لکھا ہے ایکدن آپ ڈاک مین آئے ہوئے خطوط سُننے بیٹھے سب سے پہلا خط جو پڑھا گیا بمبئی سے آیا ہوا کارڈ تھا جسمین لکھا تھا کہ مولوی ہدایت رسول کو ایک منکوحہ عورت سے نکاح کرنیکے جرم مین علی الرسّے سزائے قید کا حکم سُنایا گیا بعض سامعین کو تو مسرت ہوئی کہ یہ حضرت کے بڑے مخالف تھے مگر آپکی زبان سے بیساختہ نکلا

زیادہ سے زیادہ رنج کا اثر جو کسی بدگو مبتدع کیطرف سے آپکو پیش آتا یہ ہوتا تھا کہ آپ اُسکے لئے دعا کرنی چھوڑ دیتے تھے مگر یہ بھی اُسکے لئے جسکی ایذا رسانی آپکی ذات سے متجاوز ہوکر آپ کے مخلصین اور احباب تک جا پہونچی ہو ایکبار کسی شخص نے آپکو خط لکھا اور کسی مصیبت مین مبتلا تھے اُس سے رہائی کی دُعا کرانی چاہی آپنے بیساختہ یہ الفاظ فرمائے کہ یہ وہی تو ہین جنہین مولوی خلیل احمد سے عداوت ہے میرے دوستون سے دشمنی رکھین اور مجھسے دُعا کرانی چاہین یہ مجھسے نہین ہوسکتا اگرچہ کسی کے لئے بد دعا بھی نہین کرتا۔

جس زمانہ مین آپکی بینائی قایم اور دہن مبارک مین دانت موجود تھے اُسوقت کھانا مکان سے آتا اور آپ مہمانون کیساتھ بیٹھکر نوش فرماتے تھے مگر بینائی جانیکے بعد آپ دولتخانہ مین کھاتے اور مہمانون کیلئے کھانا باہر آجاتا تھا مگر آپکو مہمانون کا اسدرجہ خیال تھا کہ نوالہ توڑنے سے پہلے مہمانون کو کھانا بھجواتے اور پھر باہر آکر بھی دریافت فرمایا کرے تھے کہ سبنے کھالیا کوئی رہا تو نہین؟ سادگی چونکہ آپکی عادت و طبیعت مین داخل تھی اسلئے مٹی اور تانبہ کے برتن آپکے نزدیک برابر تھے گھر مین جو کچھ پکتا وہ مہمانون کے سامنے لاکر رکھدیا جاتا اور ایک برتن مین دو دو بلکہ کبھی تین تین کو شریک کردیا جاتا تھا۔

یہ نمونہ ہے عادات ومعمولات اور شمائل وخصائل مین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع تام اور اقتدار کامل کا جو حق تعالیٰ نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمایا تھا چونکہ احاطہ مقصود نہین اور نہ ہوسکتا ہے محض نمونہ دکھانا مطلوب ہے، اور امید ہے کہ انشاء اللہ اتنی بات کیلئے سطور مذکورہ کافی ہون اسلئے اس عنوان کو ختم کرتا ہون حق تعالیٰ توفیق دے ہم ذلیل وخوار کم ہمت وجفا کار خدام کو کہ انتساب کی شرم رکھین اور جہانتک ممکن ہو نبوی سنت کو دانتون سے مضبوط تھام لین کہ اسی مین نجات محصور اور فلاح آخرت محدود ہے واللہ الموفق والمستعان الیہ الانابۃ وعلیہ التکلان ؂

اخذ بیعت

گر ہوائے این سفر داری دلا دامن رہبر بگیر و پس بر آ
در ارادت باش صادق اے فرید تا بیابی گنج عرفان را کلید
بے رفیقے ہر کہ شد در راہ عشق عمر بگذشت و نشد آگاہ عشق

ایک تحریر طبیب امت حضرت مولانا الحافظ الحاج القاری شاہ اشرف علی صاحب تھانوی مد ظلہ العالی نے سوانح شریفہ مین اندراج کیلئے یادیاران کے نام سے موسوم فرماکر کمترین کے پاس ارسال فرمائی تھی جسمین تیس تذکرہ تھے جو بضرورت عنوانات مختلفہ مین اپنے اپنے موقع پر درج کیئے گئے۔ بیعت کے متعلق اُس تحریر کے مضمون کو تبرکاً مقدم کرتا ہون وہو ہذا :-

سب سے اوّل اس نا اہل کو اس دائرہ ارشاد کی زیارت اُسوقت ہوئی جب مین مدرسہ دیوبند مین پڑہتا تھا اور وہان حضرت اپنی تشریف آوری سے اہل مدرسہ و اہل شہر کو گاہ گاہ مشرف فرمایا کرتے تھے سنہ یاد نہین رہا۔ دیکھنے سے میرے قلب مین جو عقیدت و محبت پیدا ہوئی وہ میرے لئے باعث اسکی ہوئی کہ باوجود حقیقت و غایت بیعت کی نہ سمجھنے کے مین نے بیعت کی درخواست کی۔ چونکہ طبیب حاذق کو مریض کی رائے کا اتباع ضرور نہین بلکہ اگر ایسا کیا جائے تو مریض کیلئے مضر بھی ہے اسلئے آپنے ارشاد فرمایا کہ جبتک علم سے فراغ نہو جاوے اُسوقت تک ایسا خیال وسوسہ شیطانی ہے اُسوقت میرے ذہن مین اس جواب کی حقیقت اور عظمت اور حکمت مطلق نہ آئی اور غلط فہمی سے اسکو دفع الوقتی پر محمول کیا لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ یہ جواب حضرت کی اعلیٰ درجہ کی شان ارشاد و تربیت کی دلیل ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ شیطان کا اصل مقصود انسان کو ضرر پہنچانا ہے اور ضرر کچھ معصیت ہی مین منحصر نہین اگرچہ وہ اعلیٰ درجہ کا ضرر ہے لیکن ایک فرد ضرر کی یہ بھی ہے کہ کسی طاعت سے اور اُسکے ثواب سے محروم کردے گو اُس سے کم درجہ طاعت مین مشغول کر دینے ہی سے کیون نہو پس ضرر قسم اوّل کا ادراک تو اکثر صلحاء بلکہ عامہ مسلمین کو بھی ہو جاتا ہے لیکن دوسری قسم کے ضرر کا ادراک کرنا مخصوص ہے محققین بلکہ صدیقین کے ساتھ اسی لئے حدیث مین ہے فَقِيهٌ وَاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ فقیہ ایسے ہی شخص کو کہتے ہین جو حقایق و علل خفیہ و دقیقہ کو سمجھ سکے

پس شیطان اس طریقہ اغوا کو بڑی گہری نظر کے بعد تجویز کرتا ہے اور واقع مین ہی بھی گہری بات کیونکہ جہان گناہ کرا سکنے پر قادر ہونے مین کامیابی کی امید نہو وہان نقص ثواب ہی کو غنیمت سمجھنا نہایت گہرے درجہ کی عداوت ہے اور یہ فقیہہ مبصر نور وہبی سے اسکا ادراک کر کے اسکی قلعی کھولدیتا ہے اور اُسکا بنا بنایا منصوبہ ایکدم مین غلط کرتا ہے پس اُسپر نہایت شاق ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ تحصیل علوم دینیہ بوجہ اسکے کہ خود بھی انسان کیلیے بہت مواقع زلّت مین آلہ ہدایت ہے نیز اسوجہ سے کہ اسکا نفع متعدی بھی ہے لاریب کثرت نوافل و اوراد و نحوہا سے افضل ہی اور تجربہ سے یہ بات بھی تقریبًا متیقن ہے کہ بیعت کے خواص لازمہ عادیہ سے ہے کہ اُسکے بعد ان امور کی طرف میلان و رغبت کی زیادتی ہوتی ہے اور عقلی مسئلہ ہی کہ اَلنَّفْسُ لَا تَتَوَجَّہُ اِلَی الشَّیْئَیْنِ فِیْ آنٍ وَّاحِدٍ پس اس مجموعہ کا لازمی نتیجہ علوم دینیہ سے بے رغبتی ہوتا ہے اور کسی امر کی تکمیل بلا رغبت ہوتی نہین پس ضرور ایسی حالت مین علم ناقص رہیگا جسپر کبھی تو بوجہ جہل بعض امور ضروریہ مین ضرر اعتقادی یا عملی مرتب ہوجاتا ہے جو ضرر قسم اول ہے اور اقل درجہ حالت اعظم سے حرمان تو ضرور ہی ہوتا ہے جو ضرر قسم دوم ہے اس مضمون کی بعض مثالین حضرت قطب الوقت ابن عطار اسکندری رح نے اپنے رسالہ تنویر مین خوب لکھی ہین اور اسی مضمون پر حضرت عارف مسعود بک رح فرماتے ہین ؎

اے قوم بحج رفتہ کجائید کجائید	معشوق درا ینجاست بیائید بیائید

سو اسمین خطاب عام نہین ہی بلکہ خاص اُن لوگون کو ہے جنپر حج فرض نہین اور اُس سے زیادہ ضروری طاعت اصلاح نفس کو چھوڑ کر حج کو جاتے ہین یہ حقیقت ہی حضرت قدس سرہ کے جواب باصواب کی فَلِلّٰہِ دَرُّہٗ وَلِلّٰہِ بِرُّہٗ ۱۲ انتھی تحریرہ الشریف۔

مؤلف عرض کرتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کے دربار گہربار مین سیکڑون بلکہ ہزارون واقعات پیش آئے کہ کسی شخص نے بیعت کی آپسے درخواست فرمائی اور آپنے انکار فرمایا پھر آپکے انکار فرمانیکے بھی اتنے مختلف مراتب اور متعدد درجے تھے کہ اُسکی کیفیت اور کنہ کا ادراک کرنا ہر شخص کا کام نہین آپکا لہجہ آپکا انداز گفتگو آپ کا طرز انکار کچھ ایسا مستفاد ہوتا تھا کہ صاحب وجدان سلیم البتہ سمجھ جاتا تھا کہ کیسا انکار ہے۔ عام افہام کیا جانین کہ راہبر و مرشد عالم کے انکار بیعت مین کیا مصلحت ہے؟ چونکہ آپکی سوانح شریفہ مین بعض کج فہم اصحاب کے نزدیک انکار بیعت کسی درجہ مین وقیع بنگیا اور اسی شبہ

کے رفع کرنیکو طبیب اُمت مولانا تھانوی مدظلہ نے اپنی تحریر کو مبسوط فرمایا ہے اسلئے بنظر توضیح بقدر ضرورت اسکا اظہار مناسب معلوم ہوا۔ بات یہ ہے کہ تصوف حقیقت مین نام ہے روحانی امراض کے علاج کا پس جس طرح کسی لایق طبیب کو جسمانی امراض کے معالجہ مین اپنی حذاقت و دانائی سے کام لینا پڑتا ہے اس سے زیادہ شیخ طریقت کو روحانی علاج مین اپنی بصیرت و فقاہت سے کام لینا پڑتا ہے جسم چونکہ ظاہر ہے اسلئے اُسکے امراض واضح اور علاج و تدبیر بھی ظاہر ہے مگر روح چونکہ باطنی شے کا نام ہے اسلئے اُسکی بیماریان خفی ہین اُسکی شناخت و معرفت بھی اُنھین باطنی آنکھون سے ہوتی ہے جنکو بصیرت کہا جاتا ہے اور جو فقیہ و حکیم صاحبدل ولی کے قلب مین کھولی جاتی ہین۔ امراض جسمانی کی معالجہ کی صعوبتین کسی ایسے طبیب سے دریافت کرنی چاہین جو مخلوق کی جانونکا ذمہ دار بنکر مطب مین آبیٹھا ہو اور سہل و دشوار ہر قسم کی بیماریون والے مریض اُسکی نظر اور ہاتھ کے نیچے سے گذرتے ہون یہی طبیب خوب سمجھ سکتا ہے کہ کس مریض کا کیونکر معالجہ کرنا چاہئے اور کس مرض کو کس قسم کی دوا یا تدبیر سے نفع ہو گا اسی طرح روحانی معالجہ کی دُشواریان اُس حکیم سے معلوم کرنی چاہئین جو مخلوق کے ایمانون کا محافظ و نگران بنایا گیا ہو اور ہادی و مرشد قرار دیکر دنیا کے کسی خطّہ مین بھیجا گیا ہو۔

بُہتیرے امراض مزمنہ ایسے لاعلاج ہین جنکی دوا تجویز کرنا نسخہ لکھنا اور معالجہ کرنا طبیب کو اپنے بیش قیمت وقت کا ضایع کرنا معلوم ہوتا ہے بجز اسکے کہ اپنا وقت دوسرے مفید معالجہ مین صرف کرنیکے لئے صاف انکار یا حیلہ حوالہ سے ایسے بیمارونکو ٹالا جائے اُنکا اور کچھ علاج نہین ممکن ہے کہ ناواقف و کوتاہ نظرین اس طبیب کو حقارت کے ساتھ دیکھین اور سخت دل یا بے رحم کہین مگر جسکو فن طبابت سے کچھ بھی مناسبت ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ مرض لاعلاج کا یہی ایک علاج ہے اسی طرح خدا کی بُہتیری مخلوق حکیم امت راہبر کے ہاتھ پر بیعت ہونیکی اکثر طلبگار ہوئی مگر شیخ کی باطنی خداقت نے اسکے روحانی امراض کو لاعلاج پاکر ہمیشہ انکار سے کام لیا اگرچہ جُہلا نے یون کہا کہ گمراہ کو ہدایت پر لانے سے گریز کیا گیا جو معصیت ہے مگر اس فن سے ادنیٰ التعلق رکھنے والے صاحب بصیرت ہی کو اسکا ادراک ہو سکتا ہے کہ انکار ہی اس بدنصیب کا آخری علاج تھا جس طرح بہتیرے صحیح الاعضا موٹے تازے آدمی بسا اوقات تندرستون کی طرح باتین کرتے اور چلتے پھرتے محسوس ہوتے ہین مگر حاذق طبیب شناخت کرلیتا ہے کہ دق مین مبتلا اور چند روز کا دنیا مین مہمان ہے جانبری دشوار اور حیات

ستعار کا بقا محال ہی اسی طرح بہتیرے وجیہ و شکیل پڑھے لکھے صاحب شعور اشخاص اپنے کمال علم وفضل کے مدعی اور سلامت روح کی صورت لئے ہوئے ہین مگر بصر فقیہ فوراً ادراک کر لیتا ہے کہ تکبر و خودستائی کے اُس دریائے ناپیدا کنار مین غرق ہی جس سے نکلنا دشوار اور رہائی کے بغیر حیات آخرت کا حصول ناممکن ومحال ہے ؎

بامدعی مگوئید اسرار عشق ومستی | بگزار تا بمیرد در رنج خود پرستی

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سراپا سعادت کو جون جون بُعد ہوتا جاتا ہے وون وون برکات وفیضان نبوت مین اضمحلال اور روح کی اہلیت واستعداد مین تنزل وانحطاط ہوتا جاتا ہے جو دن آتا ہی باعتبار دین گذشتہ یوم سے بدتر آتا ہے اور جو لحظہ گذرتا ہے بحیثیت عروج روح لمحہ ماضیہ سے کمزور اور ضعیف گذرتا ہے مگر افسوس کہ اُسکا احساس نہین ہوتا اور احساس ہو کیونکر آخر مرض سے آگاہی یہ بھی تو قوت حس ہی کا ثمرہ ہے جب قلب سرتاپا مرض بنجائے تو مرض کا احساس وادراک بھی دشوار ہے۔ اس عدم احساس ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہر شخص اپنے آپکو اہل صلاح اور معالجہ سے مستغنی سمجھے ہوئے ہے اوّل تو طبیب کے پاس جانے اور مرض کی تشخیص کرانے یعنی بیعت کرنیکی ضرورت ہی نہین سمجھتے اور اگر کسی مطب کو لوگون سے بھرپور دیکھکر بنظر تفریح جانیکا اتفاق بھی ہو گیا تو نبض دکھاتے شرم آتی ہے کہ مریضون کے رجسٹر مین نام درج ہو جائیگا اور اگر ہمت کر کے یہ بھی کر گذرے تو طبیب کے معمولی ایک امتحان کی بھی برداشت نہین کر سکتے اگر کسی ایسے شخص سے جسکی آنکھون مین پانی اُتر آیا طبیب یون کہدے کہ اسوقت علاج نہ کرونگا پھر کبھی آنا اور آنکھ دکھانا جسوقت قابل علاج سمجھونگا اُسوقت بناؤنگا تو وہ شخص جسکو واقعی علاج کرانا مقصود ہی اور جو یہ سمجھے ہوئی ہی کہ آنکھین بڑی نعمت ہین بیسیون بار حاضری دیگا اور جسکو طبیب کا مذاق ہی اوڑانا مقصود تھا وہ بیشک اس جانب رُخ کر کے سوئیگا بھی نہین اسی طرح اس زمانہ پرآشوب کی یہ حالت عموماً دیکھی جاتی ہے کہ شیخ کا یہ کہدینا کہ اسوقت مرید نہ کرونگا پھر کبھی آنا بھالا اور برچھی بنکر لگ جاتا ہے اور یہ کلمہ اسدرجہ ناگوار گذرتا ہی کہ دوبارہ آنا تو درکنار پہلے انکار پر عمر بھر سب وشتم کرین تب بھی اُسکی تلافی نہو سکے یہی خودستائی اور نفس کی بڑائی دلیل ہی اُس نااہلیت کی جسنے مرض کا لاعلاج ہونا ظاہر کر دیا مگر اُسی کیلئے نافع ہو سکتا ہے جسمین شعور واحساس ہو اور جو سرتاپا مرض کبر کا بیمار بننے کے باعث اپنے کو متکبر ہی نہین سمجھتا وہ اس تشخیص

پر ظاہر ہو جانیوالے مرض کا کیونکر اعتراف کرے

از ساحت دل غبار کثرت رفتن	خوشتر کہ بہرزہ در وحدت سفتن
مغرور سخن مشو کہ توحید خدا	واحد دیدن بود نہ واحد گفتن

حضرت امام ربانی قدس سرہ اللہ تعالی کی دی ہوئی روحانی نعمتوں کے قدردان جوہری تھے بیشک آپ نہین چاہتے تھے کہ یہ انمول جواہرات کسی نااہل کے ہاتھ پڑین آپکی غیرت وحمیت دین اور فیضان نبوت کی مرتبہ دانی کبھی اسکو گوارا نہین کر سکتی تھی کہ موتیونکا ہار کسی حبشی سیاہ رو کے گلے مین پہنا دیا جاے زمانہ سے آپکو کیا لینا تھا مخلوق کی طرف سے جو استغنا خالق جل وعلی شانہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا وہ ایسی لازوال دولت تھی جسپر ہفت اقلیم کی ہزارہا سلطنتین نثار کردی جائین آپ اسدرجہ حاذق روحانی طبیب اور امت مرحومہ کے سندیافتہ حکیم تھے کہ اس فن سے مناسبت رکھنے والی جماعت نے متفق اللفظ آپکی حذاقت و دانائی اور فراست وحکمت کا اعتراف کیا بلکہ کنہ معلوم کرنے سے حیران ہو ہو گئے آپکے باطنی حواس اور روح کی ذکاوت جسکو فراست کہا جاتا ہے اس درجہ قوی اور تیز تھی کہ قلب کی ادنی کھوٹ جسکو بہتیرے صاحب بصیرت بھی ادراک نہ کر سکتے تھے آپ کے یہان پرکھی جاتی اور تشخیص مین داخل ہوکر وقت پر اپنا اثر ظاہر کیا کرتی تھی آپ ارشاد نبوی اِتَّقُوا فِرَاسَةَ الْمُؤمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُورِ اللّٰہِ کے مظہر تھے جسکو عالم کے مشایخ طریقت اور اہل نظر صاحب دل اولیاء زمانہ نے مان لیا تھا سیکڑون واقعات آپکے دربار گہربار مین ایسے پیش آئے ہین جنکو آج آپ کی فقاہت کے کمال مین بصورت مثال پیش کیا جاتا ہے بہتیرے آدمی آپکی خدمت مین حاضر ہوکر بیعت کے متمنی ہوئے اور آپنے صاف انکار فرمادیا کہ مین بیعت نہین کرونگا - ہان بیسیون مثالین ایسی بھی ہین کہ اول انکار فرمایا اور چند روز کے بعد جب وہ کھوٹ جاتی رہی تو آپنے اقرار ہی نہین بلکہ سلسلہ مین داخل فرماکر اپنا دامن سایل کو پکڑادیا آپ آخرت کی جاوید نعمتون کے خرچ کرنے مین ہرگز بخیل نہ تھے اگر آپ بخل فرماتے تو آج آپکے مریدین کی جماعت ہزارہا تک کیونکر پہونچتی مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی تھا کہ آپ مسرف ومبذر نہین تھے آپ خوب سمجھتے تھے کہ دنیا کا فنا ہو جانیوالا زر ومال بے محل خرچ کرنے سے انسان خداوندی نعمت کا ناقدردان ناشکر گذار بنجاتا اور اخوان الشیاطین کے زمرہ مین داخل ہوجاتا ہے تو اللہ جل شانہ کی رضا کا انمول جوہر نااہل وناکس کے حوالہ کرنا اور بیجا وبے موقع استعمال مین لانا

غیور ذات کو کیونکر گوارا اور پسند ہو سکتا ہے۔ آپ کے قلب مبارک کو مشکوۃ نبوت کا جو چمکتا دمکتا نور عطا کیا گیا تھا اُس سے طالبین کے قلوب کو روشن کرنیکی اجازت دینے مین آپکو مطلق تامل نہ تھا اگر تامل ہوتا تو آج تیس سے زیادہ آپ کے خلفاء کی تعداد کیونکر پہونچتی مگر ہان اسکے ساتھ ہی آپ یہ بھی اچھی طرح سمجھے ہوئے تھے کہ مُفت حاصل ہو جانیوالا مال بے رحم و فضول خرچ شخص کا اسراف زیادہ کر دیتا ہے اسلئے کہ وہ اُسکی قدر نہین پہچان سکتا پس بغیر پوری محنت لئے اور بلا مشقت تامہ برداشت کرائے شغل ہدایت و فیضان قدسی کسی ناقدردان کے حوالہ کر دینا اُس لاشریک نور السمٰوات والارض شاہنشاہ کو کب پسند آسکتا ہے۔ جسکا یہ سب ظہور ہے۔

آپنے شاہراہ ہدایت بالکل کھولدی تھی مگر اُسپر کسی ایسے نجس ذی روح کو آپ چلنے کی اجازت نہین دیسکتے تھے جو راستہ کو خراب اور مکدر و بودار بنائے آپ حق تعالیٰ کی طرف سے امین تھے اور اسواسطے دنیا مین بھیجے گئے تھے کہ قسام ازل کی لذیذ نعمتین لذت پسند اور صاحب ذوق سلیم جماعت پر تقسیم کرین اہل حق کو حق پہونچائین اور امانت داری کا حق پورا ادا فرماوین۔ سخاوت جو مثل دیگر اوصاف کے اس حالت معتدلہ کا نام ہے جسمین نہ بخل و تنگ دلی کا نام ہو کہ باوجود ضرورت کے خرچ نہ کیا جاے اور نہ اسراف و فضول خرچی کا شائبہ آنے پائے کہ بلا ضرورت یا ناوقت و بے محل صرف کیا جائے منصب ارشاد مین زیادہ قابل اہتمام سمجھی گئی ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے سخاوت کا مفہوم اپنی سوانح مین پورا ظاہر فرمادیا آپ کی فراست اسدرجہ ذکی تھی کہ دوسری جگہہ شاید دیکھنی نصیب نہو آپکی فہم جسکو فقاہت کہا جاتا ہے ایسی قوی اور وسیع الادراک تھی کہ نظیر ملنی مشکل ہے آپ اہل زمانہ کے سرتاج اور اہل حق کے پیشوا تھے لَا یَخَافُوْنَ فِی اللّٰہِ لَوْمَۃَ لَائِمٍ آپکی شان تھی اگر آپ کے قلب مین بڑائی کا جسکو تکبر کہتے ہین ذرہ کی برابر بھی اثر ہوتا تو حاضر آستانہ ہونیوالون مین ایک متنفس بھی بیعت سے محروم نہ آتا۔ مرید بنا لینا اور ہاتھ پکڑ کر توبہ کرا دینا آخر ایسا کون بڑا کام ہے جسکو حضرت امام ربانی نہ کر سکتے ہون۔ جو کام آپنے کئے وہ تو ایسے ہین کہ آپ کے زمانہ مین کسی دوسرے سے ہو نہ سکے آپ اپنی ہمت و طلب کے اعتبار سے جس طرح فرد تھے ایسے ہی مشاغل و ثمرات سعی کی حیثیت سے یکتائے زمانہ تھے انہین کمالات علیہ فردہ کے ضمن مین یہ کمال بھی داخل ہے جو حقیقت مین ثمرہ حذاقت و فراست اور فریضہ منصب ارشاد و ہدایت تھا یعنی یہ کہ ہر شخص کو آپنے بیعت نہین کیا

بلکہ جسکو طلب کے امتحان مین ثابت قدم پایا اُسکو سلسلہ مین داخل کیا اور جسکو اس کسوٹی پر پرکھنے سے کھوٹا پایا اُسکو صاف جواب دیدیا یا طلب کے صادق ہونے تک ڈھیل دیئے رکھا۔ اسی حذاقت کی ایک شاخ یہ بھی تھی جو طبیب اُمت حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہ نے تحریر فرمائی کہ دوا کے مفید ہونیکے وقت کا انتظار فرمایا اور متعدی نفع یعنی علم دین کی تعلیم کے زمانہ مین نفع لازم یعنی ذکر و شغل تلقین نہین فرمائے خلاصہ یہ ہے کہ سب سے پہلے طالب کی طلب کا آپ امتحان لیتے تھے کہ صادق ہے یا کاذب؟ اگر کچھ بھی اسمین کمی ہوتی تو آپکی فراست و نگاہ بصیرت فوراً اُسکو ادراک کر لیتی اور آپ اُسکی بیعت سے ہاتھ کھینچ لیتے تھے اس امتحان کے بعد عطاء نعمت کیلئے وقت و حال کی مناسبت طبع کا انداز مہلت گنجایش مشغلہ صحبت ملازمت سب کچھ دیکھا بھالا جاتا اور تلقین و ارشاد کا جو طریق اُسکے لئے نافع ہوتا وہ اُسکے لئے تجویز کیا جاتا تھا جس طرح مطلق غذا کے لئے اشتہاءِ صادق کی ضرورت ہے کہ سچی بھوک کے بغیر کوئی غذا کیسی ہی بیش قیمت اور لذیذ کیون نہو کھانیوالے کیلئے نافع نہین بلکہ مضر ہے البتہ اشتہار صادق کے بعد طبیعت کے میلان گنجایش وقت موسم و فصل اور میٹھے نمکین وغیرہ ذائقون کا لحاظ ہوتا ہے اسیطرح تعلیم باطنی مین طلب جملہ اذکار و اشغال کی منفعت کیلئے اصل الاصول ہے اور جب یہ کامل ہو جاے تو طرق اربعہ مین چشتیۃ و نقشبندیۃ اور قادریۃ و سہروردیۃ کی مناسبت اور ذکر و فکر و مراقبہ و پاس انفاس وغیرہا کی ملائمت بلحاظ وسعت وقت و فرصت اور اطمینان و سکون معیشت ایک خاص طریق پر طالب کو چلا دیا جاتا ہے۔ مولوی ولایت حسین صاحب فرماتے ہین کہ بندہ جب طالبعلمی سے فارغ ہو کر غالباً ۱۳۱۲ھ مین بعد امتحان مدرسہ عالیہ دیوبند سے گنگوہ بغرض زیارت حاضر ہوا اور بذریعہ تحریر بیعت کیلئے عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ اسوقت نہ بیعت جایز اور نہ نافع آخر ایک روز رہکر جب روانگی کیوقت رخصت کیلئے حاضر ہوا تو فرمایا کہ یہ سب شیطانی دھوکے ہین کہ مشغلہ علم سے باز رکھکر ورد وظایف کی طرف مشغول کرتا ہے تمنے حدیث مین پڑھا ہے کہ شیطان پر ہزار عابد سے ایک عالم زیادہ بھاری ہے جاؤ اور کتب درسیہ پڑھو آخر بے نیل مرام واپس ہوا باین ہمہ جو وجہ حضرت نے فرمائی وہ تو ظاہر ہی ہے۔ دوسری وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُسوقت میرے دلمین تردد تھا کیونکہ مولوی فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ عقیدت خاص تھی اور تذبذب تھا کہ یہان مرید ہون یا گنج مرادآباد پس بیعت سے انکار

فرمانا میرے خیال مین بر سبیل کرامت تھا آخر جب دلمین ادھر کا خیال پختہ ہوگیا اور یکسوئی حاصل ہوئی تو حضرت نے درخواست منظور فرمائی اور بیعت کر لیا۔

حضرت امام ربانی کے دربار گہربار مین بیعت کا طریق اس طرح دیکھنے مین آیا کہ اکثر گنوار اور ان پڑھ یا سپاہی پیشہ طالبین کو درخواست کرتے ہی بیعت فرمالیتے تھے کیونکہ انہین کنج وکاؤ کی استعداد نہین ہوتی اور عموماً اپنے آپکو ناکارہ و نادار اور شیخ کے دامن پکڑنیکا حاجتمند سمجھتے ہین اور صاحبان سلیقہ وشعور خصوصاً طلبہ و علماء اور پیرزادون کو چند روز ٹالکر بعد دریافت پختگی بیعت فرمایا کرتے تھے اسلئے کہ اس گروہ مین عموماً اپنی سیادت و بڑائی ہوتی ہے خواہ بلحاظ پیرزادگی ہو کہ اولیاء اللہ کی اولاد مین ہین یا بنظر علم و فضل ہو کہ جُہلا کے سرپرست و سردار اور نائب رسول مولوی ہین۔

ایک نوجوان شخص جنکی صورت پر صلاحیت برستی تھی ایکمرتبہ گنگوہ آئے اور حضرت سے بیعت کی درخواست کی آپنے صاف جواب دیدیا کہ مین تمہین ہرگز بیعت نہ کرونگا مولوی یحیٰی صاحب سے انہون نے سفارش بھی کرائی مگر منظور نہ ہوئی حضرت امام ربانی کے نام ایک خط پہونچا جو فحش گالیون اور بے تہذیب کلمات سے لبریز تھا مولوی محمد یحیٰی صاحب نے جنکے ہاتھ مین خطوط آتے تھے اس خط کو پڑھنا اور سنانا شروع کیا مگر ایک دو فقرہ پڑھنے پر جب دیکھا کہ بدگوئی کے سوا کچھ نہین اسلئے علحدہ کیا حضرت نے ارشاد فرمایا "تمہین معلوم بھی ہی کہ بھیجنے والے کون بزرگ ہین؟ انہون نے عرض کیا کہ حضرت کیا خبر؟ آپنے آہستہ سے فرمایا وہی تو ہین جنکے مرید کر لینے کی پرسون تم سفارش کر رہے تھے سہارنپور پہونچکر عقیدت ظاہر کی ہے"۔ ایک مولوی جنکا نام لینا خلاف مصلحت ہے ایکمرتبہ آپکی خدمت مین حاضر ہوئے دیکھا کہ نہ آؤ بھگت ہے نہ تعظیم و تکریم اسلئے بہت ہی رنجیدہ ہوئے با دل ناخواستہ بیعت کی بھی درخواست کی آپنے انکار فرمایا اور کہا "یہان کیا دھرا ہے مین مرید نہین کرونگا" یہ صاحب جبتک رہے نہ کسی سے بات کی نہ کھُلے آخر چلدئے اور پھر جس کسی سے ملے تو یون بولے کہ "میان کیا دھرا ہے بس دور کے ڈھول ہین جسکا نام خلق ہی اسکا پتہ بھی نہین ہم تو امتحان لینے گئے تھے جب یہ رنگ دیکھا تو چلے آئے مرید ہو کر لیتے کیا؟" سچ ہے اگر مولوی صاحب کی تعظیم و تکریم ہوتی تو آپ ہی سب کچھ بنجاتے آنیوالے روحانی مریض کی خاطر و مدارات ہی تو طبیب کی حذاقت کا معیار ہے اگر یہ نہین تو حکیم حکیم نہین ؎ گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ٭ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ ٭

ایک دن دو شخص خانقاہ مین آئے اور حضرت سے مصافحہ کر کے بیٹھ گئے آپ نے دریافت فرمایا کون؟ انہون نے عرض کیا کہ حضرت ہم آپ کے مرید ہین" بیساختہ آپ نے فرمایا نہین تم میرے مرید نہین انہون نے پھر عرض کیا کہ حضرت آپکو یاد نہین رہا مگر حضرت نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ نہین تم میرے مرید نہین انہون نے پھر عرض کیا کہ حضرت آپکو یاد نہین رہا مگر حضرت نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ نہین تم میرے ہرگز مرید نہین" آخر دونون صاحب حجرہ سے باہر آئے اور مولوی کفایت اللہ صاحب کے پاس بیٹھکر ادھر ادھر کی باتین کرنے لگے اسی اثنا مین کہنے لگے کہ "مولوی صاحب یہان کھانا بھی ملیگا یا نہین"؟ مولوی کفایت اللہ صاحب اس سوال پر چونکے اور کہا کہ میان لنگر تو یہان ہے نہین کہ جسکا جی چاہے کھائے حضرت کے مہمان جو آتے ہین وہ کھانا بھی کھالیتے ہین باقی خیر صلاٰ ہے" خدا کا شکر ہے کہ آنیوالے مسافر بھی تھے صاف گو یہ صاف گوئی کا جواب سنکر بولے "میان ہمنے تو کھانیکے واسطے یہ ڈھنگ ڈالے تھے مگر مولوی صاحب پہچان گئے۔

ایک مرتبہ ایک صاحب تشریف لائے اور اسدرجہ اخلاص و عقیدت کا اظہار کیا کہ سننے والے بھی سمجھے کہ کوئی بڑا ہی جان نثار اور حضرت کا والہ و شیدا شخص ہے جسوقت حضرت کے سامنے آئے اور لجاجت کے ساتھ بیعت کا قصد ظاہر کیا تو حضرت نے جھڑک دیا اور فرمایا "جاؤ میرے یہان تمہارا کام نہین مین ہرگز مرید نہین کرونگا" سایل رو دیا اور مخلصین سے گڑگڑا کر سفارش کرائی مگر جسنے بھی سفارش کی اُسکو بھی گھڑکی ملی اور یون ارشاد ہوا "مین کہہ چکا مرید نہین کرونگا اُس سے کہدو یہان نہ ٹھیرے روٹی کا کہین فکر کرے" اگر نہ جاوے تو نکالدو اسباب باہر پھینکدو حضرت امام ربانی کی خلاف عادت اس بے توجہی پر دوسرونکو بھی کچھ افسوس ہوا مگر تعمیل کے بغیر چارہ نہ تھا اسباب خانقاہ سے باہر کردیا اور مسافر سے کہدیا گیا کہ حضرت کے مکان سے تمہارا کھانا نہین آئیگا اس برتاؤ پر بھی مسافر نے حسن عقیدت کا اظہار نہ چھوڑا اور رو کر کہا کچھ ہی ہو مین تو بیعت ہی ہونگا حکیم محمد یوسف صاحب کو یہ حالت دیکھکر ترس آیا اور مسافر کو اپنی بیٹھک مین ٹھیرا کر تسلی تشفی کے کلمات کہے کہ بوقت مناسب مین سفارش کر کے تمہین مرید کرا دونگا۔ اگلے دن حکیم صاحب نے قصد کیا کہ حضرت سے عرض کرین ابھی کچھ کہنے نہ پائے تھے کہ حضرت نے خود ہی فرمایا آنیوالا کہان ہے تمنے اُسے کیون ٹھیرا رکھا ہے ٹوکرا یہ کردو

اور کہدو کہ چلتا ہو" اب یہ کہین تو کیا کہین خاموش چلے آئے کہ دوسرے وقت کہونگا عصر کے بعد پھر چاہا کہ تقریب کرین مگر حضرت نے بولنے سے پہلے ہی فرمایا اُسکو ابھی چلتا نہین کیا؟ دبی زبان سے حکیم صاحب بولے کہ حضرت آئے مہمان کو کہین اسطرح نکالا جاسکے ہے" آپنے مُنہ پھیر لیا اور فرمایا "کیسی مروت" آخر پھر چپکے چلے آئے بیٹھک مین قدم رکھا تو دیکھا کہ مسافر کتاب کھولے کچھ لکھ رہا ہی حکیم صاحب کے آتے ہی جلدی سے کتاب بند کر جزدان مین لپیٹ حمایل بنا کر گلے مین ڈال لی اب تو انکا دل کھٹکا اور فکر ہوا کہ کسی طرح حمایل دیکھون کہ اسمین کیا ہے؟

بآسانی محفوظ کتاب کا معائنہ حکیم صاحب کر نہین سکتے تھے اسلئے تدبیر کو کام مین لائے اور رات بھر مسافر کو باتون مین لگائے رکھا یہانتک کہ نیند کے غلبہ سے عاجز آگیا جب انہون نے دیکھا کہ اب حواس بجا نہین تو یہ کہکر اُٹھے "اچھا اب سو رہئے" مسافر لیٹا اور لیٹتے ہی گہری غفلت کی نیند سو گیا اُسوقت اُنہون نے گردن مین سے حمائل نکالی لیمپ کے سامنے لاکر کھولی دیکھا تو کہین انگریزی ہے کہین فارسی کہین اُردو اور کہین عربی عجلت کیساتھ ورق گردانی مین ایک جگہ کسی انگریز حاکم کے نام چٹھی کی نقل نظر پڑی جسمین یہ بھی لکھا تھا کہ مین نے گورنمنٹ کی خیر خواہی مین جان تو جان اپنے ایمان کی بھی پروا نہین کی مگر افسوس کہ میری قدر جیسی ہونی چاہئے تھی وہ نہوئی" اس عبارت کو دیکھکر حکیم صاحب کانپ اُٹھے اور کتاب کو بند کر اوسی طرح حمائل مسافر کے گلے مین ڈالکر باہر چلے آئے علی الصباح کرایہ کا ٹٹو بیٹھک کے دروازہ پر لا کھڑا کیا اور مسافر سے بولے کہ جناب سواری تیار ہی مہربانی فرماکر سوار ہو لیجئے ٹھنڈے ٹھنڈے پہونچ جائیگا۔ اس روکھے انداز پر مسافر بھی کچھ سمجھا کہ رات بیہوشی کی نیند مین مکاری کھُل گئی معلوم ہوتی ہے اسلئے کچھ بولے نہین بستر بغل مین داب کر کھڑے ہوگئے اور گردن جھکائے خاموش وہان سے رخصت ہوئے۔

حکیم صاحب حضرت کیخدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت مُسکرائے اور آہستہ سے فرمایا ہمنے تو پہلے ہی کہا تھا کہ اُسکو چلتا کرو تم ہی نے نہ مانا"۔

غرض ایسے واقعات ایک دو نہین سیکڑون ہین کہ حضرت امام ربانی نے بہتیرے بیعت کی درخواست کرنیوالونکو کورا جواب دیا اور بعد مین ظاہر بھی ہو گیا کہ حقیقت مین یہ لوگ اہل نہ تھے۔ عوام نے جسطرح اس مسئلہ شریعت مین غلطی کھائی کہ سائل کو بھیک دینا ثواب ہے اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ کے

کا مطلب یہ سمجھے کہ قوی ہو یا کمزور تندرست ہو یا معذور مکار و دغاباز ہو یا واقع مین حاجتمند جو بھی بھیک مانگے اور سوال کرے اُسکو جو کچھ مقدور ہو دیدینا چاہیے کسی کا بھی سوال رد کرنا جایز نہین حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غنی اور صاحب قوت کسب کو سوال کرنا حرام فرماتے ہین اور حرام کی اعانت حرام ہے اسلئے ایسے سایل کو بھیک دینے کی حرمت بھی شریعت سے ثابت ہوگئی ہے اسیطرح بہتیرون نے بعض اہل ارشاد کے توسع محدود و محمود کی محض صورت دیکھکر اس بحث مین بھی غلطی کھائی ہے کہ ہر طالب بیعت کو مرید کرلیا جاے عام ہے کہ اہل ہو یا نااہل متکبر ہو یا خاشع و متواضع حقیقت مین اللہ کے نام کا طلبگار ہو یا دیکھے دکھائے اور سُنے سُنائے خواہش ظاہر کرنے لگا ہو حالانکہ نااہل کو علم پڑھانیکی ممانعت خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حدیث مین فرمائی ہے کہ جو اہل نہین اُسکو پڑھانا گویا خنزیر کے گلے مین جوتیون کا ہار پہنانا ہے خصوصاً علم باطنی جو افضل العلوم اور خلاصہ عالم و عالمیان صاحب عز و شرف علم الٰہی ہے اُسکو عام بنا دینا اور کس و ناکس یعنی اہل و نااہل کی تمیز اُٹھا دینا بدترین معصیت اور شان ارشاد کے بالکل خلاف ہے جس حکیم اُمت مین یہ استعداد اور قابلیت فہم و معرفت نہین وہ حاذق اور مسند ارشاد راہبری کا اہل نہین اور جس طبیب روحانی مین یہ تشخیص نہین اُسکا معالجہ ناکافی مطب غیر مفید اور نسخہ نویسی و مداوا نامکمل بلکہ مضر ہے

اس زمانہ مین دنیا کے اندر اکثر سایل وہ ہین جو محض صورت سوال اور باوجود عدم احتیاج کے اپنے کو محتاج و تنگدست بنائے ہوئے ہین اس سوال پیشہ جماعت کو بھیک دینا شرعاً حرام و معصیت ہے اسی طرح اس عصر پرفتن مین بہتیرے طالب حق وہ ہین جنکو حق کی طلب کے معنی بھی معلوم نہین ہوائے نفسانی کا نام طلب رکھ لیا اور اس پاک فن کو منجملہ دیگر رسومات عادیہ کے ایک رسم ٹھیرا لیا ہے کسی شے کی طلب اُسکے حصول کی جن تدابیر اور اسباب کے اختیار کرنے پر مجبور بنا دیتی ہے اگر ان طالبون کو معلوم ہو جائے تو واللہ طلب کا نام بھی لینا چھوڑ دین۔ اگر کوئی شخص کہے کہ مین اولاد چاہتا ہون مگر جسوقت اس سے کہا جاے کہ نکاح کرنا پڑیگا مہر دینا ہوگا بی بی کے نان نفقہ کی فکر کرنی ہوگی اُسوقت گھبرا اُٹھے اور کہے کہ ان بکھیڑون سے معاف رکھئے پس ایسے شخص کی طلب طلب نہین بلکہ بوالہوسی ہے ایسے ہی بیعت کا طالب جسوقت ظاہر کرے کہ مین وصول الی اللہ تعالےٰ چاہتا ہون مگر جسوقت اسکے کان مین ڈالا جاے کہ اپنے کو ملیامیٹ کرنا پڑیگا شب و روز ایک دُھن مین لگنا ہوگا

قدم قدم پر سنت کے اتباع اور جواز و عدم جواز کی محافظت و مراعات کرنی پڑیگی اُسوقت یہ کہے کہ بس جناب تو یون کہئے کہ ہاتھون مین اور پیرون مین بیڑیان ڈالکر جیلخانہ مین مقید ہونا پڑیگا معاف کیجیے ہمسے تو دو وقت کھانیکی برسون سے پڑی ہوئی عادت بھی نہین چھوٹ سکتی پس ایسے شخص کو طلبگار کہنا جہل مرکب ہے ہان بوالہوس کہین تو بجا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے یہان اسی طلب کا امتحان ہوتا تھا۔ اسی ایک کسوٹی پر جو شخص کھرا اور خالص اُترا وہ سلسلہ مین داخل ہوا اور کچھ نہ کچھ لے ہی آیا اور جو کھوٹا نکلا وہ بدنصیب بیعت ہی سے محروم نہین رہا بلکہ اُس لازوال دولت سے محروم رہا جسکی طلب کا مدعی ہوا تھا۔ اس باطنی امر مین امتحان کے اندر کامیابی یا ناکامی کا عوام پر ظاہر ہونا کچھ ضرور نہین ہے حکیم اُمت شیخ کی بصیرت کا ادراک کافی ہے پس ہمین ضرور نہین کہ جہان حضرت نے بیعت لینے سے انکار فرمایا ہے سب جگہ وجہ اور سبب تلاش کرین اور جدا جدا علت و کھوٹ بیان کرین۔

غربا و مساکین کی مراد آپکے دربار مین عموماً جلد پذیرا ہوتی اور امراء اور رؤساء کو ذرا تامل کے بعد بیعت فرمایا کرتے تھے بلکہ حتی الوسع بچتے اور احتیاط و احتراز مناسب سمجھا کرتے تھے ذی وجاہت اور خاندانی لوگون مین چونکہ عموماً نخوت کا اثر ہوتا ہے اسلئے اُنکی بیعت بھی آپکے ہاتھ پر بدشواری ہوتی تھی مستورات کے بیعت فرمانے مین اکثر آپکو مطلق تامل نہین ہوا جب کوئی سوال کرتا آپ منظور فرماتے اور توبہ کرا دیا کرتے تھے مگر پردہ کے پیچھے بٹھاتے اور ہمیشہ نظر سے اوجھل رکھا کرتے تھے کبھی رومال کا ایک گوشہ خود تھامتے اور دوسرا گوشہ بیعت ہونیوالی کے ہاتھ مین پکڑا دیتے اور کبھی اس علاقہ سے بھی احتیاط فرمایا کرتے تھے مولوی نظر محمد خان صاحب فرماتے ہین کہ میری اہلیہ جسوقت آپ سے بیعت ہوئین تو چونکہ مجھے طبعی طور پر غیرت زیادہ تھی اسلئے عورت کا باہر آنا یا کسی اجنبی مرد کو آواز سُنانا بھی گوارا نہ تھا اسوقت بھی یہ وسوسہ ذہن مین آیا کہ حضرت میری اہلیہ کی آواز سنینگے مگر یہ حضرت کی کرامت تھی کہ کشف سے میرے دل کا وسوسہ دریافت کیا اور یون فرمایا کہ اچھا مکان کے اندر بٹھلاکر کواڑ بند کر دو چنانچہ مین نے ایسا ہی کیا جب حضرت گھر مین تشریف لائے تو اُس مکان کے دروازہ کی جانب پشت کر کے بیٹھگئے جہان میری اہلیہ بیٹھی تھی اور کپڑا بھی نہین دیا بلکہ زبانی اسطرح فرمایا کہ " دیکھو جو کچھ مین کہون تم بھی وہی کہتی رہنا مگر آواز تمھاری میرے کانون تک نہ آوے " یہ کہکر بیعت

کرنیکی آپکی عادت مطلق نہ تھی اگر کوئی خادم اپنے بچہ کو لاتا اور عرض کرتا کہ اسکو بیعت فرما لیجئے تو اُسکے سر پر ہاتھ رکھکر برکت و صلاحیت کی دُعا فرماتے یا کچھ پڑھکر دم بھی کرتے اور یون فرمایا کرتے تھے " جب وقت آئیگا دیکھا جائیگا ابھی یہ کیا جانے پیری مریدی کیا شے ہے ؟

مستورات کا بلا ضرورت شدیدہ سفر کرنا چونکہ آپکو ناگوار تھا اسلئے بیعت کی غرض سے عام عورتونکا گنگوہ آنا بھی آپکو زیادہ پسند نہ تھا اگر اپنے شوق سے کوئی آگئی تو آپ اُس سے ناراض بھی نہین ہوئے کہ دلشکنی ہو اور نہ آئی تو آپنے اِس طرح جواب لکھوا دیا کہ یہان آنے اور خواہ مخواہ سفر کرنیکی ضرورت نہین ہے بس مین نے تمہین بیعت کر لیا " یہ بیعت عثمانی کہلاتی ہے اور شرفاء کی مستورات مین اس نوع کی زیادہ مثالین ملینگی۔

بیعت سے قبل اکثر طالبین کو آپ استخارہ کا حکم دیتے اور یون ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بطریق مسنون اس نیت سے دو رکعت پڑھو اور دعائے استخارہ وہی ہو جو حدیث مین آئی ہے یعنی اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ الخ استخارہ کے بعد جب دوبارہ خواہش ظاہر کرتا تو آپ اُسکو بیعت فرما لیتے تھے بعض لوگون کو آپنے دو دو بلکہ تین تین مرتبہ استخارہ کرایا اور پوری پختگی اور سچی طلب ظاہر ہونے پر سلسلہ مین داخل فرمایا ہے۔

ذی شعور یا پڑھے لکھے جسوقت آپ سے بیعت ہونا چاہتے تو اول آپ اُنکو ٹالتے اور یہ فرما کر مجھے کیا آتا ہے اور یہان کیا رکھا ہے اُنکی طلب کا پہلا امتحان لیا کرتے تھے اگر اسپر بھی اُنکی خواہش قایم رہتی تو پھر اُنکو بیعت کی غایت سمجھاتے اور یون فرمایا کرتے تھے کہ بیعت کا مقصود تو یہ ہے کہ آدمی کچھ کرے اور دو چار مہینہ یہان آکر رہے اگر یہ نہ کر سکے تو پھر مرید ہونے سے کیا نفع ؟ اسکے بعد اگر سایل کا سوال پھر ہوا کہ حصول برکت سلسلہ بھی بڑا نفع ہے تو آپ اسکو داخل سلسلہ فرماتے اور توبہ کرا دیا کرتے تھے طلبہ کو جبتک کہ علم دین مین کتب درسیہ ختم نہ کر لین آپ بہت کم بیعت فرماتے بلکہ یون کہئے کہ بیعت ہی نہین فرماتے تھے ایکبار کوئی طالبعلم پانی پت سے آیا آپنے فرمایا اول تحصیل ختم کرو اسکے بعد دیکھا جائیگا طالب علم کی عموماً حجت کرنیکی عادت ہوتی ہے اسلئے انہون نے بھی عادت سے کام لیا اور کہا کہ حضرت فراغت کے بعد خدا جانے کیا ہو کون مرے کون جئے " آپنے فرمایا دین کا کام بند نہین رہتا اگر تمہین توفیق ہوئی تو میرے بعد دوسرے تمہین بیعت کرینگے " طالبعلم نے پھر جواب دیا کہ

حضرت ممکن ہی کہ مین ہی مرجاؤن آپنے فرمایا "طلب مین مرجاؤ گے تو اچھا ہے اجر ملیگا" جب اسپر بھی طالبعلم کی تقریر ختم نہونی اور بار بار یہی سوال ہوا کہ میراجی چاہتا ہے مجھے تو مرید کر ہی لیجئے تو آپکو غصہ آگیا لیٹے سے اوٹھ بیٹھے اور فرمایا تم طالبعلم ہو اچھا بتاؤ مرید کے کیا معنی؟ طالبعلم نے جوابدیا کہ "ارادہ کرنیوالا کسی کام کا" آپ نے فرمایا جبھی تو کہتا ہون تمہین ابھی مرید کے معنی بھی نہین معلوم اور مرید ہونے آگئے یہ باب افعال ہی ہمزہ سلب کا ہے مرید کے معنی ہین مسلوب الارادہ کہ جو پیر کہے وہی مان لے! اپنی طرف سے ارادہ ہی نہ کرے" اس تقریر پر طالب علم نادم اور خاموش ہو گئے پھر نہین کہا کہ مجھے مرید کر لیجئے۔ اکثر طلبہ کی عادت تھی کہ مدرسہ سے فارغ ہو کر سند لیتے اور وطن جاتے وقت حضرت کیخدمت مین بیعت ہونے حاضر ہوتے تھے کہ چلتے چلاتے اس سے بھی فارغ ہو لین یہ طلب بھی حضرت کے نزدیک معتبر نہ تھی اکثر ناپسند فرماتے اور بہتیرون کو صاف انکار بھی فرما دیتے تھے خصوصاً بنگالیون مین یہ شان زیادہ تھی اور اسپر طرہ یہ تھا کہ بعض اصحاب محض بیعت پر وطن جا کر دوسرونکو مرید بنانے لگتے تھے ایکمرتبہ کسی شخص کے اس حال کی حضرت کو اطلاع ہو گئی تھی آپکو غصہ بھی آیا اور رنج بھی بہت ہوا اسکے بعد بنگالیون کو بیعت کرنے مین عموماً آپ تامل فرمانے لگے کئی باریون ارشاد فرمایا کہ "یہ لوگ گھر جا کر پیر بنجاتے ہین خود گمراہ ہوتے اور مخلوق کو گمراہ کرتے ہین"۔

بیعت کو باوضو آپ محبوب سمجھتے تھے اور چونکہ آپ اکثر باوضو رہتے تھے اسلئے بیعت کا آپ کے یہان کوئی وقت مخصوص نہ تھا جسوقت بھی آپ کا منشا ہوا طالب کو وضو کرنیکا حکم دیا اور جب وہ وضو کر کے حاضر ہوا تو آپنے توبہ کرا دی مگر پھر بھی صلوٰۃ مکتوبہ کے بعد خصوصاً عصر یا جمعہ کے بعد آپ اکثر بیعت فرمایا کرتے تھے۔

جس خوش نصیب کی تقدیر مین آپکے دامان عاطفت سے وابستگی حق تعالیٰ نے لکھدی تھی وہ آپکے ہاتھ پر بیعت ہوے انفراد یا اشتراک کی کوئی قید ملحوظ نہوئی کبھی آپنے ایک ہی کو بیعت فرمایا اور کبھی آٹھ آٹھ دس دس لوگون کو ایکبار توبہ کرا دی اور کسی وقت تو بیعت ہونیوالون کی تعداد بیسیون تک پہونچ گئی ہی آپکی اکثر یہ عادت تھی کہ طالبین کے دونون ہاتھ ملا کر اپنے دونون ہاتھون کے درمیان تھام لیتے اور کئی آدمی ہوتے تو سب کے ہاتھون کو باہم ملا کر ہر دو دست مبارک کے بیچ مین لے لیتے تھے مگر بعض وقت اسکا بھی التزام آپنے توڑ دیا ہی طالبین کے مجمع کو سامنے بٹھا کر توبہ کرا دی اور داخل سلسلہ فرما لیا ہے۔

بیعت کرتے وقت عموماً آپ کے الفاظ ایک ہوتے تھے ہان اگر کسی طالب مین کوئی خاص مضمون

قابل اصلاح سمجھا یا کسی خاص معصیت مین ابتلا محسوس فرمایا تو الفاظ معمولہ کو کچھہ بدلا اور حسب حال توبہ کے لفظ کہلوائے ہین اور بیعت کے بعد بھی خصوصیت کیساتھ اُسی امر کی نصیحت فرمائی ہی جسکی اس موقع پر خاص ضرورت دیکھی یعنی اگر کوئی مرید ہو نیوالا امیر شخص ہو اگر حج نہین کیا یا زکوۃ نہین دیتا تو اسی کی نصیحت فرمائی اور اگر کسی بدعتی خاندان کا ہوا تو بدعت کے متعلق وعظ فرمایا غرض چونکہ مقصود اصلاح حال اور مافات کی تلافی تھی عبارت کا دوہرانا یا الفاظ رٹانا اور کہلوانا مطلوب نہ تھا اسلئے ہمیشہ اور ہر جگہ ایک طریق آپنے کافی نہین سمجھا تاہم جن الفاظ سے آپ تجدید ایمان اور توبہ کا عہد و پیمان کرایا کرتے تھے وہ اسدرجہ جامع مانع تھے کہ تمام ضروریات پر مشتمل تھے اسلئے فرق کی شاذ نادر حاجت پیش آئی تھی۔

بیعت حقیقت مین تجدید توبہ کا نام ہے جسپر اللہ کے مقبول بندہ شاہد عدل یعنی شیخ کو گواہ بنایا جاتا ہے اسلئے اس مضمون مین آپ شرع کے پابند بنکر اُسی آیت مقدسہ کا ترجمہ کیا کرتے تھے جو حق تعالیٰ نے اسی ضرورت کیلئے قرآن مین نازل فرمائی اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول رہا جسوقت آپ کسی کو بیعت فرماتے تو گردن نیچے جھکا لیتے اور طالب کو مخاطب بنا کر یون فرمایا کرتے تھے" کہو ایمان لایا مین خدا پر اُسکے فرشتون پر اُسکی کتابون پر اُسکے نبیون پر اور تقدیر پر کہ بھلا بُرا سب خدا ہی کیطرف سے ہے اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر توبہ کی مین نے کفر سے شرک سے بدعت سے اور ساری معصیت سے عہد کیا مین نے جھوٹ نہین بولونگا چوری نہین کرونگا زنا نہین کرونگا کسی پر جھوٹا بہتان نہین باندھونگا پانچ وقت کی نماز پڑھونگا رمضان کے روزے رکھونگا اگر مال ہوگا تو حج کرونگا زکوۃ واجب ہوگی تو زکوۃ دونگا اگر کوئی قصور ہو جائیگا تو فوراً توبہ کرونگا بیعت کی مین نے رشید احمد کے ہاتھ پر خاندان چشتیہ نقشبندیہ قادریہ سہروردیہ مین۔

اسکے بعد آپ ہاتھ چھوڑ دیتے اور مختصر مگر جامع نصیحت فرمایا کرتے تھے کہ بیعت نام عہد کا ہی جو خدا سے کیا جاتا ہے سو اسکا دھیان رکھنا چاہئے کہ ٹوٹنے نہ پائے اصل بیعت یہی ہی کہ آدمی اپنے وعدہ کا پکا رہی اور حق تعالیٰ کی رضا کا طالب رہے سنت کا اتباع ہر وقت ملحوظ رکھے اس سے قدم نہ ہٹائے اسکے بعد بزرگون نے جو طریق ذکر شغل کا تجویز کیا ہے وہ اسی کی مضبوطی کیلئے ہی جسکو ہمت ہو وہ کرے اور نہو سکے تو اپنی نماز روزہ کو درست رکھے یہی سب کچھ ہے

بیعت کیوقت آپکا گردن مبارک جھکانا اُس باطنی توجہ کیلئے ہوتا تھا جسکی ہر وقت اور اس حالت مین خصوصیت کیساتھ طالب کو ضرورت ہوتی ہے آپکی اس گردن جھکانیکا ثمرہ آج نظر آتا ہے کہ وہ شخص جسکو اسوقت کے علاوہ

کبھی دوسرے وقت آپکی زیارت کا بھی اتفاق نہین ہوا وہ بھی اس معاہدہ کا پاس ولحاظ کسی نہ کسی درجہ مین ضرور لئے ہوئے ہے خدا ہی خوب جانتا ہے کہ اس توجہ مین کیا مقناطیسی اثر تھا جس نے سیکڑون سخت دلون کو ایک نگاہ مین آپکا اسدرجہ عاشق بنادیا کہ آج انکی نظرین آپکو ڈھونڈھتی پھرتی ہین منشی ممتاز احمد صاحب محرر مال تحصیل آنولہ کی جو تحریر میرے پاس آئی ہے اُسمین وہ خود لکھتے ہین کہ مجھے صرف ۱۲ جمادی الاول ۱۳۲۲؁ھ ہجری کو حضرت کی زیارت کا اتفاق ہوا اُسیدن مین بیعت ہوا اور واپس چلا آیا اسکے بعد حاضری نصیب نہوئی مگر اسپر بھی انکی تحریر کا لفظ لفظ پکار رہا ہے کہ حضرت امام ربانی معشوق ہین اور وہ عاشق آپ مطلوب ہین اور وہ طالب چنانچہ ایک رباعی جو اسی حالت مین اُنہون نے لکھی ہے ہدیہ ناظرین ہے۔

رباعی

گنگوہ مین ایک خدا رسیدہ دیکھا
اللہ کا برگزیدہ بندہ دیکھا
کیا وصف کرون مین اُسکا ممتاز
انسان کی شکل مین فرشتہ دیکھا

حضرت امام ربانی کی ہمیشہ عادت تھی مجھے علم نہین کہ کبھی اسکا خلاف ہوا ہو آپ اپنے متوسلین سے تعارف حاصل فرماتے اور کیسا ہی اجنبی شخص کیون نہ مرید ہو کم سے کم اُسکا نام ضرور دریافت فرمالیا کرتے تھے اسکے بعد اگر کوئی مرید کچھ پڑھنے کیلئے دریافت کرتا تو حدیث کے اوراد تعلیم فرماتے اور یون ارشاد فرمادیا کرتے تھے کہ اپنی گنجایش دیکھ لینا جتنا ہو سکے اوتنا کرنا چاہیے تھوڑا ہو مگر ہمیشہ ہو نباہ بڑی چیز ہے یہ بات ٹھیک نہین کہ آج کیا اور کل چھوڑا کوئی کام ٹھانے بغیر نہین سنورتا خاصکر دین کا کام اسمین تو بڑی پختگی کی حاجت ہے پیر کی مٹھی مین کچھ نہین دھرا ہوتا کہ مریدون کو پکڑا دے پیر کا کام تو بتادینا ہے کرنا اپنا کام ہے بندہ سے جو کچھ ہو سکے کرے اور کوتاہی کی توبہ کرتا رہے کہ بشر ہر وقت خطا وار ہے۔

دیہاتی مخلصین جو آپ کیخدمت مین حاضر ہوتے آپ اُن سے بہت ہی بشاشت کیساتھ باتین کیا کرتے تھے اور چونکہ صحابہ کرام کی سادگی کا نمونہ آپکو انہین مین نظر آتا تھا اسلئے جب کسی گانؤن کا کوئی باشندہ آپکی خدمت مین حاضر ہوتا تو یون معلوم ہوتا کہ آپنے اپنے ہمجنس کو پالیا عموماً آپ انکے ساتھ دیہاتی زبان مین گفتگو فرماتے اور بہت ہی سادہ عام فہم چھوٹے چھوٹے لفظ استعمال فرمایا کرتے تھے یہ نظارہ بھی حیرت انگیز اور فرحت بخش اور دیکھنے کے قابل ہوتا تھا یہ مخلص وبے ریا سادے اور بے تکلف خادم جس بے تکلفی کیساتھ امام ربانی سے گفتگو کرتے تھے اُسکو شاید شہری حضرات معیوب اور کسی درجہ مین گستاخی سمجھتے ہون مگر سچی بات یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس مبارک کا نمونہ اُسوقت آنکھون کے سامنے پھر جاتا تھا اور

ان مبارک قدمون کے طفیل حاضرین کو اکثر ظاہری و باطنی وہ منافع حاصل ہوجاتے تھے جنکا حصول اس صورت کے بغیر دشوار تھا۔ اس جماعت کو حق تعالی نے اسدرجہ بھولا بنایا ہے کہ بعض دفعہ حمق کہلاتا اور مدعی تہذیب گروہ کے خیال مین بے ادبی وحیوانیت معلوم ہوتا ہے ایکبار بھرے مجمع مین حضرت کی کسی تقریر پر ایک نوعمر دیہاتی بے تکلف پوچھ بیٹھا کہ حضرت جی عورت کی شرمگاہ کیسی ہوتی ہی؟ اللہ رے تعلیم سب حاضرین نے گردنین نیچے جھکالین مگر آپ مطلق چین بہ جبین نہوئے بلکہ بیساختہ فرمایا جیسے گیہون کا دانہ۔ کنج وکاؤ اور تصنع و بناوٹ کی منافقانہ جھلک سے چونکہ یہ جماعت عموماً محفوظ ہوتی ہے اسلئے انکے بیعت کرنے مین کبھی حضرت کو تامل فرماتے نہین دیکھا اکثر جمعہ کی نماز کیلئے یہ لوگ گنگوہ آتے اور بعد فراغ گوہار کی گوہا حضرت کیخدمت مین جمع ہوجاتے تھے "حضرت جی سلام" کہا اور جہان جگہ پائی بیٹھ گئے جو مسئلہ پوچھنا ہوا کھول کھولکر پوچھا اور جو شبہ رفع کرنا ہوا صاف صاف رفع کیا جو کوئی نیا آیا اور بیعت ہونا منظور ہوا وہ پاس آبیٹھا اور کہا کہ حضرت جی مجھے مرید کرلو اُسیوقت حضرت اُسکو توبہ کراتے اور سلسلہ مین داخل فرمالیتے تھے ایک مرتبہ چند دیہاتی آپ سے بیعت ہوئے اور مسئلہ مسائل پوچھکر تھوڑی دیر بعد رخصت ہوئے کندھون پر لاٹھیان رکھ "حضرت جی سلام" کہتے ہوئے چلدئے سلام کے جواب مین امام ربانی کے چہرہ اور لہجہ سے بشاشت ٹپکتی تھی جب وہ چلے گئے تو آپنے فرمایا "بس بیعت توائی ہی کہ سہارا ڈھونڈھ لیا اور بیفکر ہوگئے"۔ منتسبین سے نذرانہ قبول فرمانے مین بھی حضرت قدس سرہٗ کا انداز مختلف دیکھا گیا کسی کی نذر بخوشی قبول فرماتے اور کسی کی بالکل رد کرتے اور صاف انکار فرمادیا کرتے تھے البتہ بعض مخلص حاجتمند خدام جسوقت کچھ پیش کرتے تو اول آپ انکار فرماتے کہ مجھے حاجت نہین اور تم حاجتمند ہو اپنے صرف مین لاؤ مگر جب دیکھتے کہ خادم کا دل ٹوٹتا اور روئے دیتا ہے تو آپ قبول فرمالیتے اور لیکر پاس رکھ لیا کرتے تھے۔

غیبی فتوحات سے حضرت امام ربانی کو نفرت نہ تھی متوکل کی شان یہی ہے کہ جو شے بلا طلب ملے اُسکے لینے سے ناک نہ چڑھائے کہ نعمت رب سے کسی وقت استغنا نہین ہوسکتا ہان اگر نہ ملے تو نفس کو اُسکے پیچھے نہ لگائے سو یہ شان جسدرجہ حضرت امام ربانی مین دیکھی گئی شاید دوسرے مین کم نظر آئیگی باوجودیکہ آپ کے متوسلین مین اکثر خدام گویا آپکے جان نثار عشاق تھے مگر ایک واقعہ ایسا نہ ملیگا کہ کبھی کسی خادم سے آپنے کسی خاص شی کی فرمایش کی ہو یا اپنی حاجت وضرورت ظاہر فرماکر چاہا ہو کہ کچھ معاونت وسلوک کرین ہان جو کوئی اخلاص کیساتھ بطور خود اور بطیب نفس کچھ لے آیا تو اُسکو آپنے رد بھی نہین فرمایا لیا اور ایسی بشاشت

کیساتھ لیا کہ دینے والیکا جی خوش ہوگیا۔

آپ کا قلب چونکہ محبت خدا و رسول کی لازوال دولت سے مالامال تھا اسلئے دنیا اور دنیا کے فانی مال و متاع سے آپکو استغناء تام حاصل تھا۔ غناء قلبی کا اثر آپ کے چھپائے چھپ نہ سکتا تھا ہر چند کہ ہدایا اور تحایف کے بخوشی قبول فرمانے سے آپ استغنا کی اندرونی کیفیت کو مستور و مخفی رکھنے کی بہتیری کوشش فرماتے تھے مگر جو پیمانہ کسی خاص شراب سے لبریز ہوچکا ہو اسکا چھلکے اور اپنی مہک پھیلائے بغیر رہنا دشوار ہے آخر عمر مین آپ بہتیرے مخلصین کے تحائف و ہدایا اور نذرون کے قبول فرمانے سے بھی گھبرانے اور صاف انکار فرمانے لگے تھے ایکمرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب نے نذر پیش کی اور چونکہ بچپن سے مورد عنایات خاصہ رہے اسلئے "کرمہائے تو مارا کرد گستاخ" بار بار باصرار عرض کیا کہ یہ تو آنکو لینی ہی ہوگی مگر آپنے نہ مانا اور ہر بار یہی فرمایا میان مجھے ضرورت نہین ہے ایک دوسرے مخلص نے نذر گزرانی تو انکو بھی آپنے انکار فرمادیا اور یہ الفاظ کہے "مجھے حق تعالیٰ نے اتنا دے رکھا ہے کہ مجھسے اور میرے مہمانون سے کھایا بھی نہین جاتا مین لیکر کیا کرونگا" تیسرے خادم سے جبکہ انکی نذر بھی منظور نہوئی یہ ارشاد فرمایا اس سے کیا نفع کہ اسکو بھی دوسرے روپیون مین ملاکر رکھدون تمہارے تو اس سے بیسیون کام نکلینگے میرے پاس بجز جمع کرنیکے کس کام مین آئیگا؟ آخر جب انکا اصرار بہت ہی زیادہ ہوا تو آپنے روپیون پر ہاتھ رکھدیا اور فرمایا لو بس مین نے لے لی اب اسکو میری طرف سے تم لیکر بال بچون مین خرچ کردو۔

زمانہ کی رسم کے موافق بیعت کے وقت مٹھائی کا ہونا آپکو پسند خاطر نہ تھا بلکہ اسکا اہتمام و التزام بدعت سمجھتے تھے اسلئے عموماً آپکے ہاتھ پر بیعت ہونا نہایت سادہ ہوتا تھا جسوقت مناسب سمجھا طالب کو بلاکر بطریق مسنون آپنے بیعت فرمالیا ہان اگر اخلاص کیساتھ بسہولت تھوڑی بہت مٹھائی کوئی شخص لے آیا تو مجمع پر اسکو تقسیم کردینے مین آپنے مزاحمت نہین فرمائی غرض ہر انداز مین وَمَآ أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کا نور جگمگاتا و ہر امر مین سادگی تھی کہ محب سنت قلب بیچین ہو ہو جاتا تھا بقول شاعر ؎

اس سادگی پہ کون نہ مرجاے اے خدا
لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین

حضرت امام ربانی کے متوسلین کی جماعت مین افراد عالم کے چیدہ اور ایسے منتخب حضرات موجود ہین کہ ایک ایک فرد پر جماعت کا اطلاق صحیح اور جم غفیر کا مصداق بنانا مسلّم ہے خصوصًا وہ علماء ربانی کہ جنکی شان مین فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَاكُمْ حدیث مین وارد ہوا اور جنکے بارے مین فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ أَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ أَلْفِ عَابِدٍ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے بالغ عالم مین اہل اسلام کا

گروہ اگر تختہ گلاب ہے تو امام ربانی کے فیض و سند یافتہ متوسلین کا ہر ہر فرد بمنزلہ روح گلاب ہے جسکا ایک قطرہ منون اور ان گنت پھول کی پتیون کا خلاصہ و ماحصل ہو چہ جائیکہ گنتی اور شمار کے اعتبار سے بھی آپ کے متوسلین کی تعداد غالباً پچاس ہزار سے کم نہو گی جنمین کئی ہزار سے زیادہ حاملین علم دین علماء و طلبہ شامل ہین۔ آپکے یہان کوئی رجسٹر نہ تھا جسمین متوسلین کے نام درج ہوتے ہون اسلئے صحیح تعداد کا بیان کرنا محال ہو مگر آپکی عمر شریف کا پچاس سال سے زیادہ زمانہ مخلوق کی رہبری اور دستگیری مین صرف ہوا اس دراز مدت مین اکثر دن ایسے واقع ہوئے ہین جنمین پچاس پچاس سے زیادہ طالبین کو آپنے بیعت فرمایا ہے آخر عمر مین جبکہ آپکا مرجع خلائق ہونا عالم پر کھلگیا تھا اُسوقت مخلوق کی گنگوہ کیجانب مستانہ وار گروہا گروہ لپکنے اور مرکز دائرہ ارشاد کی طرف جوق جوق کھنچے ہوئے چلے آنیکی جو کیفیت تھی اُسکا احصار و شمار کسی سے ہو نہین سکتا آپکے خلفاء اور چند مشاہیر متوسلین کے نام باب آئندہ مین بیان ہونگے مگر یہان صرف اتنا ظاہر کرنا ہے کہ جو پاکباز جماعت آپکے دامان عاطفت سے بلا توسط وابستہ ہے اُسمین زیادہ تر علماء ہین اور سب سے کم امراء باقی شہری و دیہاتی شرفاء و صغار تاجر و زمیندار مزدور و کاشتکار اہل حرفت و صنعت ہر ملک اور ہر صوبہ کے آپ کے متوسل اور منتسب ہین۔ آپکی ہدایت عامہ اور قطبیت کے فیضان سے ہندوستان ہی نہین بلکہ سرزمین کا خلاصہ اور اصل الاصول ملک حجاز بھی بہرہ مند ہوا۔ ہند کی زرخیز زمین کے آفاق و اطراف اور ساتون صوبون مین کوئی کنارہ ایسا باقی نہین جہان آپکا انتساب نہ پہونچا ہو بنگال و پنجاب جسطرح اس دریائے مواج سے سیراب ہوئے اسی طرح سندھ و دکن اور مدراس و ممالک متوسط سرسبز و شاداب بنے اس احاطہ اور خصوصاً اُن چند اضلاع کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جہان سے مخدوم العالم کے مسکن سایہ افگن کو جتنی قرب و اتصال بھی حاصل تھا۔

بمقتضائے إِنَّ الْإِسْلَامَ بَدَءَ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَءَ بیکس و غریب الوطن مذہب اسلام اور بے یار و مددگار جاوید نعمت کے متعلق ہمیشہ یہی حالت رہی کہ فقراء و مساکین نے دامن پھیلانے اور سمیٹ سمیٹ کر پتے باندھنے مین جلدی کی ہے اسلئے مشکوۃ نبوت سے روشن ہونیوالی گنگوہی مشعل کا چمکتا نور بھی زیادہ تر انہین مین پھیلا اُمراء و متمولین جنکو فنا ہو جانیوالی ہیچ در ہیچ لذتون مین مشغولیت کے باعث اس جانب نگاہ کرنیکی فرصت ہی نہین ملی وہ عالمتاب آفتاب کے نور سے مستفیض نہو سکے الا من شاء اللہ جس رئیس یا رئیسہ کو قسام ازل نے فقر و مسکنت کی محبت کے باعث اُسی زمرہ مین شمار کیا ہے جنکی شان مین

سرورِ عالم نے فَطُوْبیٰ لِلْغُرَبَاءِ ارشاد فرمایا ہے وہ بیشک آسمانی خوان کی پائدار لذت سے بہرہ مند اور مستفیض ہوئے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمین تعلیم دی ہے کہ ہر قوم کے معزز امیر کا اکرام کرین خصوصا وہ امیر جو خاص اپنی جماعت کا ہو اسلئے اعلیٰ طبقہ روسا و والیان مملکت مین حضرت امام ربانی کی بیعت کا شرف حاصل کرنیوالون مین اگر مثال بیان کیجائے تو جناب نواب **سلطان جہان بیگم** صاحبہ فرمانروائے ریاست بھوپال خلد اللہ ملکہا کی بیعت کا قصہ ہدیہ ناظرین ہوگا کہ حق تعالیٰ نے رئیسہ ممدوحہ دام اقبالہا کو دنیاوی جاہ و اقتدار اور شاہانہ عزت و جلال کیساتھ دین کی سدا بہار عزت کیساتھ بھی مالامال فرمایا اور فقراء و صلحاء کی محبت کا یہ ثمرہ ملا کہ تخت و تاج حاصل ہونیکے اگلے سال مخدوم العالم قطب الوقت شیخ سے بیعت عثمانی کا شرف حاصل ہوا

سرکار عالیہ کو ابتداء زمانہ ولیعہدی سے شیخ کامل کی تلاش تھی اور اس خیال مین تھین کہ مکہ معظمہ کا سفر نصیب ہو تو اعلحضرت حاجی **امداد اللہ** شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر بیعت کرین مگر ادھر ممدوحہ کو سفر حجاز مین عجلت کا موقع نہ ملا اور اُدھر اعلحضرت وصال فرما گئے اسلئے اب رئیسہ ممدوحہ کو اعلحضرت کے خلفاء مین حضرت امام ربانی قدس سرہ کے سوائے کسی کی طرف عقیدت نہوئی چنانچہ مراسلت شروع ہوئی اوّل حضرت امام ربانی نے حسب عادت انکار فرمایا اور درخواست کے جواب مین ملیح طرز سے طلب کا امتحان لیا مگر خوش نصیب و عفت مآب خاتون کی طلب حقیقت مین سچی اور پختہ طلب تھی اسلئے درخواست پر اوائل ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ ہجری نبوی مین حضرت کے مخلص متوسل جناب مولانا قاضی **محی الدین** صاحب مرادآبادی قاضی ریاست بھوپال ممدوحہ کا والانامہ لیکر وکیل و سفیر بنکر گنگوہ تشریف لائے اور حضرت قدس سرہٗ نے رئیسہ کی بیعت قبول فرمائی

میر منصب **علی** صاحب منشی دام مجدہٗ کی وساطت سے یکے بعد دیگرے دو خطوط اسی درخواست مین حضرت امام ربانی کے پاس پہونچ چکے تھے اُسکا جواب جو حضرت قدس سرہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا چونکہ اُسی مین والیہ ممدوحہ کی طلب کا امتحان تھا اسلئے اُسکو ہدیہ ناظرین کرنا مناسب معلوم ہوا وہو ہذا۔

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے برحال بندہ۔ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بخیریت ہے آپ کیلئے دست بدعا ہے آپکا عنایت نامہ مشتمل استدعای بیعت نواب سلطان جہان بیگم صاحبہ کئی روز ہوئے آیا تھا مگر چونکہ بمقتضائے سن و بوجہ عروض عوارض مختلفہ میری طبیعت مضمحل رہتی ہے نیز دربارہ تحریر جواب مجھے تردد بھی تھا اسلئے تحریر جواب کی ہنوز نوبت نہ آئی تھی کہ آپکا دوسرا عنایت نامہ بغرض تقاضائے

جواب آگیا اسلئے اب جواب لکھواتا ہون کہ بیعت دو وجہ سے کیجاتی ہے ایک تو بغرض تحصیل نسبت وحصول برکات طریقت۔ اسکے لئے ایک مدت دراز مرشد کے پاس رہنا ضروری ہو اور یہ ظاہر ہے کہ نہ مین وہان آسکتا ہون نہ بیگم صاحبہ کی یہان تشریف آوری مناسب ہے اور بدون اسکے یہ بیعت بیکار ہے دوسری بیعت بغرض شرکت وتعلق بزرگان جسمین محض دخول سلسلہ ہوتا ہے اور اسکو اول تو بندہ کچھہ مفید نہین جانتا دوسرے اسوجہ سے رئیسہ دام اقبالہا کو جو میرے حال پر نظر عنایت وتوجہ اور التفات ہو گی اُس سے مجھے سخت ندامت ہو گی نیز اسکی شہرت سے اہل حاجات بھی بندہ کو روز روز تنگ کرینگے جنمین سے کسیکی سعی وسفارش مناسب ہو گی کسیکی غیر مناسب پھر یہ کہ جب رئیسہ دام اقبالہا کو میرے ساتھ محبت واخلاص ہو تو یہ تعلق واتحاد حاصل ہو باینہمہ اگر اصرار ہو تو دو شرط سے مجھے منظور ہے ایک یہ کہ میرے ساتھ قدیمی برتاؤ مین کوئی تفاوت نہ آوے اور میرے ساتھ کسی قسم کی مروت واحسان نہو دوسرے اس امر کا اظہار نہو اگر یہ دونون امر منظور ہون تو مین اُنکی بیعت اس امر پر قبول کرتا ہون کہ اتباع سنت اور اجتناب بدعت کو اپنا شعار رکھین اور حق پرستی وعدل گستری وانصاف سے رعایا پروری مین مصروف رہین والسلام۔

اُس والا نامہ کے جواب مین قاضی محی الدین صاحب ممدوح کا جو مکتوب لیکر آئے یہ تھا۔

بجناب فضائل مآب حقیقت انتساب حضرت مولانا رشید احمد صاحب دام فیوضہ۔ بعد سلام سنت الاسلام انجاح مرام آنکہ۔ مکرمت نامہ سامی بسر رشتہ منشی سید منصب علی کے نام صادر ہوا۔ اُسکے جواب مین منصب علی کا عریضہ اور مولوی محمد محی الدین احمد صاحب قاضی ریاست حاضر خدمت سراپا برکت ہوتے ہین۔ میرا مدعا منصب علی کی نگارش اور قاضی صاحب معزکی زبانی گذارش سے مبرہن خاطر عاطر ہوگا امید ہو کہ انشاء اللہ تعالیٰ فیضان والا سے ضرور مستفیض ہونگی باقی والسلام مع الاکرام فقط مورخہ دوم ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ ہجری۔ مہر

رئیسہ عالیہ کی خوش تقدیری تھی کہ زیارت حرمین سے مشرف ہو کر قطب العالم قدس سرہ کے وصال سے دو ماہ قبل اس دامن سے وابستگی ہو گئی اگر خدانخواستہ آٹھ ہفتہ کی تاخیر ہو جاتی تو ممدوحہ کا وہ افسوس دوچند ہو جاتا جو ۹ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ ہجری کو اعلحضرت حاجی صاحب کے وصال پر ہوا تھا مگر فرخندہ بخت صاحب نصیب ممدوحہ کی تقدیر مین کاتب ازل نے دنیاوی زر ومال کے ساتھ جاویدنعمت کے اس بھرپور خزانہ سے مالامال ہونا چونکہ لکھدیا تھا اسلئے ممدوحہ اس گوہر شہوار کی تحصیل مین صبر نہو سکا اور پے در پے خطوط آتے رہے یہانتک کہ غالباً ۵ یا ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ کو حضرت امام ربانی نے بسفارت قاضی صاحب ممدوح بیعت کی قبولیت کا اظہار فرمایا اور اسی سال بتاریخ ۸ جمادی الثانی کو رحلت فرمائے عالم جاودانی ہوئے۔

نسبتِ مسلسلہ وشجرات

نفس نتوان گشت الا ظل پیر — دامن آن نفس کش راسخت گیر

مخدوم العالم امام ربانی مرشدنا ومولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کو نسبت بیعت وارتباط صحبت وخرقہ واجازت حاصل ہوا اعلیحضرت مولانا حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے اور اعلیحضرت حاجی صاحب کی نسبت وصحبت کا اتصال سرورعالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متعدد طرق سے ضیاء القلوب میں مذکور ہے ناظرین سوانح اور متوسلین آستانہ گنگوہیہ کی آگاہی کیلئے مختصراً عرض کرنا ضرور ہوا

(خاندان چشتیہ صابریہ قدس سرہم) امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد انصاری ایوبی نعمانی محدث گنگوہی
وصال ۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ مرقد گنگوہ

قدس سرہٗ از اعلیحضرت حاجی امداد اللہ شاہ فاروقی مہاجر مکی از میانجیو نور محمد علوی جھنجھانوی از حاجی سید عبدالرحیم فاطمی شہید
۱۲ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ جنت المعلی مکہ معظمہ — ۴ رمضان ۱۲۵۹ھ جھنجھانہ — ۲۴ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ

ولایتی از شاہ عبدالباری صدیقی امروہی از شاہ عبدالہادی صدیقی امروہی از سید عضدالدین از شاہ محمد مکی جعفری
۱۰ شعبان ۱۲۲۶ھ امروہہ — جمعہ ۳ رمضان ۱۱۹۰ھ امروہہ — ۷ رجب ۱۱۲۳ھ — ۱۱ رجب امروہہ

از شاہ سید محمدی از شیخ محب اللہ صدیقی الہ آبادی از شاہ ابو سعید نعمانی نوشیروانی گنگوہی از شاہ نظام الدین بلخی
۳ رجب ۱۱۰۷ھ اکبرآباد — پنجشنبہ ۹ رجب ۱۰۵۸ھ الہ آباد — ۲ ربیع الاول ۱۰۴۹ھ گنگوہ محلہ سرائے — ۸ رجب ۱۰۳۵ھ بلخ

فاروقی از شاہ جلال الدین تھانیسری فاروقی از قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی نعمانی از شیخ محمد فاروقی ردولوی از شیخ احمد
جمعہ ۳ ذی الحجہ ۹۸۹ھ تھانیسر — سہ شنبہ ۲۳ جمادی الثانی ۹۴۵ھ گنگوہ سرائے — ۹۰۰ھ ردولی — ۱۷ صفر ۸۹۶ھ

فاروقی ردولوی از شیخ عبدالحق فاروقی ردولوی از شیخ جلال الدین محمد عثمانی پانی پتی از شیخ شمس الدین ترک علوی پانی پتی
ردولی — ۱۵ جمادی الثانی ۸۳۷ھ ردولی — ۱۳ ربیع الاول ۷۶۵ھ پانی پت — ۱۹ شعبان ۷۱۶ھ پانی پت

امام الملۃ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر حسینی از شیخ فرید الدین شکر گنج فاروقی از شیخ قطب الدین بختیار کاکی
۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ پیران کلیر — ۵ محرم ۶۶۴ھ یا ۶۹۰ھ پاک پٹن — ۱۴ ربیع الاول ۶۳۳ھ دہلی کہنہ

اوشی حسینی از امام الطریقہ خواجہ معین الدین حسن سنجری از شاہ ابوالنور عثمان ہارونی از منیر الدین حاجی شریف زندنی از
دوشنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ اجمیر — ۵ شوال ۶۳۳ھ مکہ معظمہ — ۳ رجب ۵۸۴ھ زندنہ (بخارا)

قطب الدین مودود چشتی حسینی از سید ناصر الدین ابو یوسف چشتی حسینی از سید ابو محمد محترم چشتی حسینی از سید ابو احمد ابدال حسنی
غرہ رجب ۵۲۷ھ چشت (خراسان) — یکم جمادی الاولی ۴۵۹ھ چشت — ۳ ربیع الاول ۴۱۱ھ چشت — یکم یا ۴ جمادی الثانی ۳۵۵ھ

از خواجہ شرف الدین ابو اسحاق شامی از خواجہ کریم الدین ممشاد علو دینوری از خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری از خواجہ
۱۴ ربیع الثانی ۳۲۹ھ عکہ (شام) — ۱۴ محرم ۲۹۹ھ — ۷ شوال ۲۸۷ھ بصرہ

سدید الدین حذیفہ مرعشی از سلطان العارفین ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم فاروقی از خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاض
۱۴ یا ۲۳ شوال ۲۵۲ھ — یکم شوال ۱۶۲ھ یا ۱۵۰ھ شام — محرم ۱۸۷ھ مکہ معظمہ

از خواجہ ابو الفضل عبد الواحد بن زید از سیدنا امام حسن بصری از مولانا ابو الحسن و ابو تراب عمزادہ و داماد
۲۷ر صفر ۱۷۷ھ بصرہ — یکم رجب یا ۴ر محرم ۱۱۰ھ بصرہ — شب دو شنبہ ۲۱ر رمضان ۴۰ھ
رسالتمآب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ از نبی الحرمین وسیلتنا فی الدارین محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔
نجف اشرف غالباً — دو شنبہ ۱۲ر ربیع الاول ۱۱ھ ہجری نبوی مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً

(خاندان چشتیہ نظامیہ قدوسیہ) حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سلسلہ نسبت و اجازت تا قطب العالم شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ مثل سابق ہے اور آگے سلسلہ اس طرح ہے کہ شیخ عبد القدوس گنگوہی اجازت طریقہ نظامیہ از مرشد خود شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از سید جلال الدین بخاری از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی از سلطان المشائخ امام الملۃ شیخ نظام الدین اولیاء بن محمد احمد بدایونی از خواجہ فرید الدین شکر گنج تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز قطب العالم عبد القدوس گنگوہی کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے مرشد شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی سے اس طرح بھی حاصل ہے کہ شیخ درویش از مرشد خود شیخ سعد اللہ از شیخ افلح اللہ از شیخ صدر الدین طبیب دہلوی از سلطان المشائخ شیخ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس سلسلہ کا نام چشتیہ نظامیہ افلحیہ ہے۔

نیز قطب العالم کو اپنے مرشد شیخ درویش سے اس سلسلہ کی اجازت بایں طور حاصل ہے کہ شیخ درویش از مرشد خود میاں بن حکم اودھی از سید صدر الدین اودھی از سید محمد گیسو دراز از خواجہ نصیر الدین از سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیاء تا آخر۔ اور اس سلسلہ کا نام چشتیہ نظامیہ گیسو درازیہ قاسمیہ ہے۔

(خاندان علیہ قادریہ قدوسیہ) کی نسبت بیعت و ارتباط صحبت و حصول خرقہ و اجازت امام ربانی مولانا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کیساتھ بوسائط مذکور قطب العالم عبد القدوس گنگوہی سے اس طرح حاصل ہے کہ قطب العالم عبد القدوس گنگوہی از درویش محمد بن قاسم اودھی از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از سید جلال الدین بخاری از شیخ ابو المکارم فاضل از شیخ قطب الدین ابو الغیث از شیخ شمس الدین علی افلح از شیخ شمس الدین حداد از امام الاولیاء سید الطائفہ شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی از شیخ ابو سعید مخزومی از شیخ ابو الحسن قرشی علی الہکاری از شیخ ابو الفرح طرطوسی از شیخ عبد الواحد تمیمی از شیخ ابوبکر شبلی از شیخ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از شیخ حبیب عجمی از امام حسن بصری از امیر المومنین علی ابن ابی طالب از سرور عالم محمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز حضرت غوث الثقلین محی الدین عبد القادر جیلانی قدس سرہ کو اس سلسلہ کی اجازت جدی سلسلہ سے

باین طور حاصل ہے کہ غوث الثقلین از ابو صالح از موسیٰ جنگی دوست از سید عبد اللہ جیلی از سید یحییٰ زاہد از سید موسیٰ مورث از سید داؤد مورث از سید موسیٰ الجون از سید عبد اللہ المحض از امام حسن مثنیٰ از امام حسن از علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم صلی اللہ علیہم اجمعین اس سلسلہ کا نام سلسلہ جیلانیہ آبائیہ ہے۔

نیز قطب العالم عبد القدوس گنگوہی کو اس سلسلہ کی اجازت اس طرح بھی حاصل ہے از حضرت ابراہیم حسنی از شاہ موسیٰ از شیخ احمد جیلی از شیخ عبد القادر از شیخ محمد حسن از شیخ ابو النصر از شیخ ابو صالح از غوث الثقلین شیخ عبد القادر جیلانی تا سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور اس سلسلہ کا نام قادریہ ابراہیمیہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس سلسلہ علیہ کی اجازت اعلیحضرت حاجیصاحب کے بواسطہ حضرت شاہ رحم علی صاحب بھی حاصل ہے انکی اسناد اس طرح ہے حضرت مخدوم العالم از اعلیحضرت حاجی امداد اللہ شاہ از میاں نجیو نور محمد از حاجی عبد الرحیم شہید از سید رحم علیشاہ از سید عبد الرزاق از سید عبد الحی از سید محمد غوث از سید ابو محمد از شاہ محمد از سید قمیص الاعظم از سید الیاس مغربی از سید عبد الحق مغربی از سید مولانا مغربی از سید احمد قدسی از سید عبد القادر راسی از سید عبد الوہاب از سید موسیٰ از سید یحییٰ زاہد از سید زین الدین از سید عبد الرزاق از غوث الثقلین سید عبد القادر جیلانی از ابو سعید مخزومی از ابو الحسن ہکاری از ابو الفرج طرسوسی از عبد الواحد تمیمی از ابو بکر شبلی از جنید بغدادی از سری سقطی از شیخ معروف کرخی از امام علی بن موسیٰ رضا از امام موسیٰ کاظم از امام جعفر صادق از امام محمد باقر از امام زین العابدین از امام حسین شہید کربلا از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ از محبوب رب العلمین محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہم اجمعین وبارک وسلم۔

(خاندان عالیہ نقشبندیہ قدوسیہ) اس سلسلہ کی نسبت بیعت وارتباط صحبت وخرقہ واجازت امام ربانی حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیحضرت حاجی صاحب کیساتھ بوسائط مذکورہ قطب العالم عبد القدوس گنگوہی کیساتھ اس طرح حاصل ہے کہ شیخ عبد القدوس از درویش محمد بن قاسم اودھی از سید بدہن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از شاہ عبد الحق از خواجہ عبید اللہ احرار از خواجہ مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاؤ الدین عطار از امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند از خواجہ سید امیر کلال از خواجہ محمد بابا سماسی از خواجہ عزیزان علی رامیتنی از خواجہ محمود ابو الخیر فغنوی از خواجہ محمد عارف ریوگری از خواجہ عبد الخالق غجدوانی از خواجہ یوسف ہمدانی از خواجہ ابو علی فارمدی از خواجہ امام ابو القاسم قشیری از خواجہ ابو علی دقاق از خواجہ ابو القاسم نصر ابادی از خواجہ ابو بکر شبلی از سید الطائفہ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیا

حسن بصری از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

نیز اس سلسلہ عالیہ کی اجازت حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ایۃ من آیات اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے بھی حاصل ہی باین طور کہ مرشدنا گنگوہی قدس سرہ از اعلحضرت حاجی امداد اللہ شاہ از میانجیو نور محمد از حضرت سید احمد شہید از شاہ عبد العزیز محدث دہلوی از شاہ ولی اللہ از شاہ عبد الرحیم از سید عبد اللہ از سید آدم بنوری از امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی از خواجہ باقی باللہ از خواجہ امکنگی از مولانا درویش از مولانا زاہد از خواجہ عبید اللہ احرار از مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاؤ الدین عطار از امام الطریقہ خواجہ بہاؤ الدین نقشبند تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ ولی اللّٰہیہ ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد شاہ عبد الرحیمؒ صاحب کو نسبت و صحبت و خرقہ و اجازت جن طرق متعددہ سے حاصل ہی وہ مفصل و مبسوط شاخین قول جمیل مین مذکور ہین وہان دیکھ لیجائین اُن تمام شعب و شجرات کو بجنسہا حضرت امام ربانی قدس سرہ کے شجرات و اسانید سلسلہ کہا جا سکتا ہی۔ تطویل کے اندیشہ سی یہان ذکر نہین کیا گیا۔ خواجہ ابو علی فارمدی کو نسبت اویسیت حاصل ہی ابو الحسن خرقانی کیساتھ اور انکو بایزید بسطامی سے روحی فیض پہونچا اور انکی تربیت امام جعفر صادق کی روحانیت سے ہوئی اور امام جعفر صادق کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کیساتھ انتساب حاصل ہی اور انکو حضرت سلمان فارسیؓ کیساتھ اور آپکو حضرت خلیفہ رسول اللہ صدیق اکبر ابوبکر بن ابی قحافہ کیساتھ اور حضرت صدیق نے جو کچھ حاصل کیا سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اس نسبت اویسیت کو صدیقیہ نقشبندیہ نظامیہ قدوسیہ کہدیتے ہین۔

نیز حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس سلسلہ علیہ کی اجازت اعلحضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب سے باین طور بھی حاصل ہی کہ مرشدنا گنگوہی از اعلحضرت حاجی امداد اللہ صاحب از سابق مرشد خود حضرت مولانا نصیر الدین دہلوی از شاہ محمد آفاق دہلوی از خواجہ ضیاء اللہ از خواجہ محمد زبیر از خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی از خواجہ محمد معصوم از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ نصیریہ ہے۔ نیز چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اجازت اور بیعت تمام طرق چشتیہ قادریہ سہروردیہ کبرویہ مداریہ اور قلندریہ کی اپنے پیر و مرشد شیخ عبد الاحد سے حاصل ہی اور انکو اپنے مرشد شیخ رکن الدین گنگوہی سے اور انکو اپنے مرشد و والد ماجد شیخ عبد القدوس گنگوہی سے اسلئے حضرت امام ربانی کا سلسلہ نسبت باین طریق تمام خاندانوں مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ قریب تر ثابت ہوگا۔

(خاندان عالیہ سہروردیہ قلندریہ) اس سلسلہ مین نسبت بیعت وارتباط صحبت وخرقہ واجازت حضرت مرشدنا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیحضرت حاجی صاحب کے ساتھ بوسائط مذکورہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ سے باین طور حاصل ہے کہ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی از درویش محمد بن قاسم از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از سید جلال الدین بخاری از شیخ رکن الدین ابوالفتح از والدخود شیخ صدرالدین از والدخود شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی از امام الطریقہ شیخ شہاب الدین سہروردی از شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی از شیخ وجیہ الدین عبدالقاہر سہروردی از شیخ ابو محمد بن عبداللہ از شیخ احمد دینوری از شیخ ممشاد علو دینوری از حضرت جنید بغدادی از معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز سید اجمل بہرائچی قدس سرہ کو طریقہ مداریہ اور قلندریہ مین امام الطریقہ شیخ بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ سے اجازت ونسبت بلاواسطہ حاصل ہے اور شاہ مدار کا سلسلہ اس طرح ہے کہ شاہ بدیع الدین از شاہ طیفور شامی از شاہ عین الدین شامی از شاہ یمین الدین شامی از حضرت بدر الدین علمبردار از امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ کا نام مداریہ قلندریہ قدوسیہ امدادیہ رشیدیہ ہے۔

نیز شیخ جلال الدین بخاری کو سلسلہ کبرویہ کی اجازت شیخ حمید الدین سمرقندی سے باین سلسلہ حاصل ہے کہ شیخ حمید الدین از شیخ شمس الدین بن ابی محمد بن محمود بن ابراہیم بن ادہم از شیخ عطا یار خالدی از شیخ احمد بابا کمال خجندی از شیخ نجم الدین کبریٰ از عمار یاسر از ابوالنجیب سہروردی از شیخ احمد غزالی از ابوبکر نساج از ابوالقاسم گرگانی از خواجہ ابوعثمان مغربی از ابو علی کاتب از شیخ علی رودباری از سید الطائفہ جنید بغدادی از معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہ وجمیع احبابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

سلاسل مشہورہ مین حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سلسلہ ارتباط واجازت بطریق مشہور یہ ہے جو مذکور ہوا ان سلاسل مین جو بحیثیت اصل ایک ہونے اور فیوضات وبرکات کے باہم وابستہ اور ایک کے دوسرے کی جانب منتقل ہوتے رہنے سے جو شاخین پیدا ہوگئی ہین وہ اس کثرت سے ہین کہ احاطہ دشوار ہے اسلئے ان سے بحث نہین کیگئی حضرت امام ربانی قدس سرہ کا تربیت باطنی وفیوضات روحانی مین قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی ذات بابرکات کیساتھ زیادہ مناسبت رکھنا نسبت اویسیت

وفیضان روحانیت کے علاوہ اسلئے بھی ہے کہ سلاسل اربعہ مشہورہ مین حضرت شیخ کا واسطہ غالبًا قایم ہے حضرت امام ربانی کی بافیض ومجمع برکات ذات سے متوسلین کو حسب نصیب بقدر ہر خاندان اور ہر سلسلہ مین فیض پہونچا مگر چونکہ چشتیہ خاندان کا فیضان زیادہ ہوا اسلئے شجرات مین یہی شجرہ زیادہ تر طبع اور شایع ہوا اور متوسلین کی جماعت کثیرہ کے پاس یہی موجود بھی ہے اگرچہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ کا واسطہ اس سلسلہ مین آنیکے سبب کہہ سکتے ہین کہ چارون خاندان بلکہ تمام شاخین اور فروعات اسمین شامل ہوگئے مگر اوپر جاکر اس سلسلہ کا ارتباط چونکہ امام الطریقہ حضرت معین الدین اجمیری قدس سرہ سے ملتا ہے اسلئے صورۃً فیضان کا انتساب چشتیہ کیجانب منسوب ہے عمر بھر مین حضرت امام ربانی قدس سرہ کو شعر گوئی کا صرف ایکبار اتفاق ہوا اور اس حالت مین آپنے وہی شجرہ نظم فرمایا ہے جو عام طور پر آپکے متوسلین کی دعاؤن کا توسل قرار پاتا ہے تبرکًا اُسکو ہدیہ ناظرین کرکے اس عنوان کو ختم کرتا ہون **شجرہ منظومہ**

بہر امداد و بنور حضرت عبدالرحیم — عبد باری عبد ہادی عضد دین مکی ولی
ہم محمدیؐ و محب اللہ و شاہ بوسعید — ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف و ہم عبد حق شیخ جلال — شمس دین ترک و علاؤ الدین فرید جودھنی
قطب دین و ہم معین الدین و عثمان و شریف — ہم ممشاد و ابو یوسف محمد و احمدی
بواسحاق و ہم ممشاد و ہبیرہ نامور — ہم حذیفہ و ابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دین — سید الکونین فخر العلمین بشری نبی
پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش — بہر ذات خود شفایم دہ ز امراض دلی

حضرت امام ربانیؒ کے متوسلین کی استدعا پر جناب قاری مغیث الدین صاحب سہارنپوری مدظلہ نے اوّل مین اسی بحر پر دو شعر بڑھا کر حضرت مخدوم العالم قدس سرہ کا اسم مبارک شامل شجرہ کردیا ہے خدام آستانہ گنگوہیہ کیلئے وہ بھی شجرہ کے ہر دو طرف حاشیہ پر درج ہین۔ اب نہایت ادب و خلوص کے ساتھ بدرگاہ واہب العطیات دعا و مناجات ہے کہ وہ ذات قاضی الحاجات اس مؤلف نامراد وسیہ کار اور حضرات ناظرین سوانح کو اس جماعت مقبولہ و حزب مبرور کے فیوضات و برکات سے بہرہ مند و فائز المرام بنائے اور اپنی سچی و نافع محبت کا شمہ عطا فرمائے انتساب کو ثبات و قرار بخشے اور میدان حشر مین ان حضرات کی شمولیت و ہمرکابی نصیب ہو آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

تلقین و تربیت خدام

بین کہ اسرافیل وقت اند اولیا	مردہ را زایشان حیات است و نما
گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی	چون بصاحب دل رسی گوہر شوی
کار پاکان روشنی و گرمی است	کار دونان حیلہ و بے شرمی است
از حدیث شیخ جمعیت رسد	تفرقہ آرد دل اہل حسد
شیخ نورانی ز رہ آگہ کند	با سخن ہم نور را ہمرہ کند

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے علم ظاہری مین جس طرح مجتہدانہ استعداد عطا فرمائی تھی اسیطرح تربیت باطنی مین بھی آپکا انداز مجتہدانہ تھا یعنی آپکی خداداد فہم و فراست اور زکا و حذاقت کے آثار و ثمرات شریعت و طریقت دونون علم مین بدرجہ مساوات ظاہر ہوتے تھے۔

مؤلف ناکارہ اس کوچہ سے محض نابلد اور اس مبحث سے بالکل ناآشنا ہے اسلئے لکھتے ہوئے قلم رُکتا ہے مگر اپنے بزرگون سے جو سُنی سُنائی اور خاصان خدا کی تحریرات مین دیکھی بھالی باتون کا خلاصہ مجھ ناسمجھ کی فہم مین جو کچھ آیا ہی تمہیداً ہدیہ ناظرین کرتا ہون بات یہ ہی کہ نسبت لغت عرب مین نام ہے دو شے کے ارتباط کا اور چونکہ مخلوق کو اپنے خالق جل و علی شانہ کیساتھ ربط ہی وہ ربط کہ جسکی کوئی انتہا نہین اسلئے کہسکتے ہین کہ جسقدر اسماء صفات ہین اُسیقدر حق تعالیٰ اور اُسکے بندو نمین نسبتین قایم ہین مثلاً خالق و مخلوق مین نسبت خلق ہی رازق و مرزوق مین نسبت رزق ہی رحیم و مرحوم مین نسبت رحمت ہے علی ہذا اس نسبت سے واقع مین کوئی بھی خالی نہین اور خالی کیونکر ہو کہ خلو محال ہی اس نسبت کا سرسری علم جسکو نفس علم کہسکین سب ذوی العقول کو حاصل ہی ورنہ ایمان ہی نہ رہے ظاہر ہے کہ ہر عامی سے عامی مسلمان حق تعالیٰ کو خالق و رازق و رحیم جانتا اور سمجھتا ہے بلکہ اس ربط کا علم کسی درجہ مین کفار کو بھی حاصل ہی کہ اصل فطرت ہی اگرچہ عنداللہ اتنی واقفیت معتبر اور کافی نہین سمجھی گئی اور اسیوجہ سے خطاب کفر کے مستحق اور عذاب دائمی کے سزاوار قرار پائے الغرض یہی ربط و نسبت جو حق تعالیٰ شانہ اور اُسکے بندہ مین قایم ہے صوفیہ کے نزدیک نسبت کے نام سے مشہور ہی اور اُسکے حاصل ہونیکے معنی یہ ہین کہ قلب مین راسخ و پیوست ہو کر موثر بنجائے اور وہ علم جو سرسری تھا علم یقین بنکر حضور کے درجہ پر پہونچ جائے جسوقت یہ اذعان بفضل اللہ تعالیٰ کسی بندہ کو

حاصل ہوجاتا ہے اسوقت وہ سالک اصطلاح اہل اللہ مین صاحب نسبت کہلاتا ہے جسکا حصول محض وہبی ہے اگرچہ طرق ووسایل کسبی اور اختیاری ہین یُضِلُّ مَنْ یَّشَاءُ وَیَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ

نوع انسان کو حق تعالیٰ نے طبایع مختلف عطا فرمائی ہین اور طبیعت چونکہ فطری امر ہے اسلئے اسکی تبدیل انسان کے اختیار مین نہین پس نسبت معتبرہ پیدا ہونے پر بھی طبیعت وہی رہتی ہو جو اس سے قبل تھی مگر اُسکے آثار و مقتضایات بلپٹ جاتے ہین مثلاً اگر طبیعت کسیکی تشدد پسند ہو تو صاحب نسبت بنکر بھی تشدد کا مضمون قایم رہیگا مگر یان اول اہل حق کیساتھ تشدد اور سختی کا برتاؤ تھا تو اب عصاۃ اور اہل باطل پر تشدد ظاہر ہوگا یا مثلاً طبیعت مین بے پروائی تھی تو اول طاعات اور فکر آخرت سے بے پروائی تھی اب ایک فکر کے پیچھے پڑ کر دنیا اور ساری مخلوق سے استغنا ہوگا علیٰ ہذا القیاس تمام امور طبعیہ اسی مضمون کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہو کہ اشدھم فی الجاھلیۃ اشدھم فی الاسلام۔

خلاصہ یہ ہو کہ نسبت معتبرہ کا اثر اخلاق و عادات پر تبدیل کے درجہ مین ظاہر ہوتا ہے کہ بدخصلتین زایل ہوجاتی اور نیک عادتین پیدا ہوجاتی ہین اور تمام خصایل رذیلہ خصایل حمیدہ سے بدلجاتے ہین مگر طبایع اور جملہ امور فطریہ پر صرف اتنا اثر پڑتا ہے کہ مصرف ومحل پسندیدہ بنجاتا ہے اور چونکہ طبایع بدرجات عدیدہ مختلف اور متنوع ہین اسلئے نسبت کے آثار بھی جنکو رنگہائے نسبت کہا جاتا ہو بکثرت پیدا ہوئے اور یہی تنوع کج فہم اور کوتاہ بینون کیلئے سبب محرومیت بنگیا کہ وہ اختلاف کو خلاف سمجھکر کسی نہ کسی گروہ کی شان مین بے ادب اور گستاخ بنگئے اور مقصود کی بے بہرگی کیساتھ انجام کار نفس ایمان مین حرمان نصیب قرار پائے اعاذنا اللہ منہ

انسان کی طبیعت کا خاصہ ہو کہ تمثیل کیساتھ مضمون اچھی طرح سمجھ لیتا ہے اسلئے یون سمجھنا چاہیے کہ نور معرفت قلب سالک مین بمنزلہ چراغ کے ہے تاریک مکان یا کسی مکان مین اگر چراغ روشن ہو تو اُسکے چاندنے مین کاروبار کرنیوالا شخص جو کچھ کر رہا ہے ظاہر ہے کہ دیکھا بھالا کام کر رہا ہو اگرچہ خود اُسکو اپنی روشنی مین ہونیسے ذہول ہو اور اختتام کام تک اسکا خیال بھی نہ گذرا ہو کہ مین چاندنے مین بیٹھا ہون اسی طرح صاحب نسبت عارف اپنے قلب مین نور ہدایت کی مشعل لئے ہوئے جو کچھ کر رہا ہے حق اور اجر و ثواب کے کام کر رہا ہے اگرچہ خود اُسکو اپنے افعال و حرکات کے صادر ہوتے وقت اس امر کی جانب توجہ بھی نہوئی ہو کہ میرے عضو کا یہ فعل قلبی روشنی سے مستفیض مترشح ہوکر صادر ہوا ہے اس بنا پر اہل اللہ کے وہ حالات جو باقتضائے طبعی صادر ہوتے اور بظاہر غیر مستحسن معلوم ہوتے ہین قابل گرفت و مواخذہ نہین ہوتے

اسلئے کہ انکا منشا یعنی وہ قوت باعثہ جو اُس فعل کی محرض اور سبب قرار پائی ہی مستحسن پختگی اور محمود تسلیم کریگئی ہی اسکو غلبہ حال کہتے ہین اور مغلوب الحال عقلاً و نقلاً بہر صورت معذور ہی یہ دوسری بات ہے کہ معذور کا اتباع اور آسکے فعل کی تقلید غیر معذور کو عقلاً و نقلاً کسی حال صحیح و درست نہین طالب علم جسوقت اپنے اُستاد سے درسیات پڑھکر فارغ ہوتا اور اُستاذ اُسکو قابل اور اہل سمجھکر دستار فضیلت عطا کر دیتا ہے تو گویا اسکی اجازت دیتا ہے کہ جو علم مجھسے حاصل کیا ہے اُسکو دوسرے دلونمین ڈالو اور اس افاضہ کی جو تدبیر مناسب سمجھو اُسے اختیار کرو اسیطرح صاحب نسبت سالک جسوقت اپنے راہنما شیخ سے مجاز طریقت ہوتا ہے تو گویا مرشد اُسکو اجازت دیتا ہے کہ یہ نسبت سلسلہ یعنی اذعان و علم یقین جو تمکو حاصل ہوا ہے اسکے طلبگار مسلمانون کے قلوب مین پیدا ہو جانیکا جو طریق مناسب سمجھو اُسکو عمل مین لاؤ اس اجازت کے بعد جب عملی حالت شروع ہوتی ہے تو شان ارشاد مین طبعی حذاقت و دانائی اور فطری زکاوت و فطانت کو دخل ہوتا ہے اور ہر مرشد و عارف اپنی فہم و استعداد افاضہ کیموافق مریدین کی تربیت کرتا اور مخلوق کو تحصیل نسبت و توجہ الی اللہ مین مستفیض و فایز بناتا ہے اسدرجہ مین ممکن ہے کہ مرید عارف تشخیص طبایع مین جو شان ارشاد کا رکن اعظم ہے اپنے شیخ عارف سے اپنی حذاقت کے سبب بڑھجاے اور طریق تربیت مین تجدید و تخالف ان مسترشدین کے رشد و فلاح مین زیادہ مفید ثابت ہو۔

جنگ کا مقصود سب کو معلوم ہے کہ دشمن پر فتح پانا ہے پس جو تدبیر باقتضاے وقت و حال مناسب ہوتی ہی وہ عمل مین لائی جاتی ہے ممکن ہے کہ کسی زمانہ مین تیر و تفنگ سے یہ مقصود حاصل ہو اور دوسرے زمانہ مین توپ اور بندوق سے نیز یہ بھی ممکن ہے کہ دو بہادر سرداران فوج اس مقصود متعین کے حاصل کرنے مین اپنی اپنی تدبیر مختلف کرین اور نو تعلیم یافتہ کی تدبیر پرانے تجربہ کار کے خلاف ہو مگر یہ خلاف وہ خلاف نہین جسکو بغاوت و مخالفت کہتے ہین چنانچہ ظاہر ہی کہ مسائل شریعت و طریقت کی تعلیم کا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جو طریق تھا وہ آج نہین ہی اُس زمانہ مین اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے مسایل کا بتا دینا اور ضروریات پر متنبہ کر دینا یا رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے خدام و منتسبین کو صرف اپنی صحبت مین بٹھالینا ہر دو مقصود کے انتہائی مرتبہ پر پہونچا دینے کو کافی تھا مگر آپکے بعد اُسی مقصود کے حاصل کرنیکو آپکے سچے جانشینون اور آپ ہی کی مشعل ہدایت سے منور ہونیوالے خلفاء و ائمہ نے اُسی مقصود کے حاصل کرانے اور دوسرون تک پہونچانیکا دوسرا طریق اختیار کیا کہ تعلیم شریعت کیلئے

مدارس و قرات کتب درسیہ اور طریقت کیلئے ذکر و شغل و مراقبہ پس یہ خلاف وہ خلاف نہین جسکو بدعت کہا جا سکے اور ضلال و ضلال مین داخل ہو اسی طرح ہمیشہ اور ہر زمانہ مین اہل اللہ نے مقصود معین کے پھیلانے اور اُسکے حصول و تحصیل کے درپے ہو جانے پر اپنے جانشینون کو مختار و مجاز بنایا ہے کہ جو طریق مناسب سمجھو عمل کرو عام ہے کہ وہی ہو جو حصول کیوقت اپنے ساتھ برتا ہوا دیکھا ہے یا دوسرا اسلئے انداز تربیت و طریق ارشاد مین تجدید و تنوع کو شیخ یا مشائخ کا خلاف معیوب کہنا مقصود کے معین ہوتے ہوئے کسیطرح مناسب نہین اسلئے کہ زمانہ سراپا برکت سے آج تک اہل اللہ مین ہمیشہ ایسا ہوا اور قیامت تک قایم رہیگا۔

صاحب نسبت شیخ اور عارف باللہ مرشد چونکہ روحانی بیماریون کا معالج اور قلبی ذی اعتدالیونکا مصلح طبیب ہے اسلئے تشخیص امراض و لحاظ طبایع اور تجویز دوا و طریق اصلاح مین جسطرح طبیب جسمانی کو اپنی حذاقت و فہم اور قوت فکریہ سے کام لینا پڑتا ہے ایسا ہی بلکہ اس سے زیادہ حکیم امت اور طبیب روحانی کو طالبین کی اندرونی حالت کے سنوارنے مین دانائی سے کام لینا پڑتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ثمرہ علاج یعنی صحت و شفاء امراض کے درجہ مین جسطرح شاگرد طبیب کا اپنے استاد سے بڑھجانا ممکن اور واقع ہے اسیطرح اصلاح و رشد خلائق کی منفعت کے مرتبہ مین بسا اوقات صاحب نسبت مرید اپنے پیر سے بڑھجاتا ہے کہ فوق کل ذی علم علیم حق تعالیٰ شانہ کا فرمان واجب الاذعان ہے۔

مقدمات مذکورہ کے ملحوظ نظر رہنے پر یہ امر واضح ہو جائیگا کہ کسی شیخ کی شان ارشاد کا تذکرہ جسمین روشن چراغ کے چاندنے مین واقع ہونیوالے حرکات و سکنات اور تدابیر و معالجات کا بیان کرنا لازمی ہے دیگر حضرات کی توہین و تنقیص یا معاذ اللہ ہتک و بے حرمتی سے بمراحل دور ہے چونکہ حصۂ اول کے بعض مضامین پر اسی اصل پر مرتب ہونیوالے عوام کے بعض شبہات سننے مین آئے اسلئے بصورت تمہید تربیت کے عنوان مین اس توضیح کی ضرورت ہوئی تاکہ معلوم ہو جاے کہ جو شخص اس فن شریف سے ادنیٰ مناسبت رکھتا ہو وہ سمجھ سکتا ہے کہ اہل اللہ کے طبایع کا اختلاف رنگہاے نسبت کا تنوع خداداد حذاقت و تفقہ کی فطرۃً کمی بیشی اور خدمات و مناصب کا تفرقہ و تعدد امور دیگر ہین اور نفس نسبت کا حصول یا ولایت و کمال علم دوسری چیز ہے اگر چودہوین صدی کے کسی قطب الارشاد کے تذکرہ مین یہ بات لکھی جائے کہ حق تعالیٰ نے اسکو مرجع خلایق بنایا اور تلقین مین وہ برکت و شفا عطا فرمائی کہ دیگر اہل اللہ کی صحبت سے مستفیض نہو سکنے والے بھی انجام کار یہان حاضر ہو کر بامراد و کامیاب

ہوئے تو اس تقریر سے ہمعصر یا گذشتہ اولیاء اللہ کی گستاخی و بے ادبی کا الزام لگانا اُس شخص کا کام ہے جسکو اس علم شریف سے مناسبت نہین یا ہے مگر قلیل اور کمزور۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ آمین شک نہین کہ اپنے زمانہ مین اہل شریعت و طریقت کے مقتدا و پیشوا اور دونون شریف علم و فن کے امام تھے۔ ظاہری علم مین جسطرح آپکو وہ مجتہدانہ مرتبہ عطا ہوا تھا جسکے سبب آپ مرجع علماء بنے باطنی علم مین بھی اسی طرح آپکو وہ مجددانہ بلند و عالی درجہ عطا ہوا تھا جسکی وجہ سے اولیاء زمانہ کے آپ مربی و سرپرست قرار پائے آپکی نسبت کا رنگ اسدرجہ لطیف تھا کہ اُسکا ادراک لوگون کو دشوار تھا۔ نیابت نبوت اور منصب ارشاد و ہدایت نے چونکہ آپکا سراپا عبد اور بندہ معبود تعالےٰ شانہ ہونا ظاہر کر دیا تھا اسلئے آپ امتثالاً للامر سچے طالب کو بیعت کرنے مین تامل نفرماتے تھے مگر تاہم آپکی طبعی غیرت اور نسبت کی لطافت چاہتی تھی کہ مرید جبتک سرتاپا طلب نبجائیگا اور مقصود کو قابل قدر محبوب سمجھکر اُسکی طلب اور ٹوہ مین بےچین نہو گا اُسوقت تک مراد یاب نہو گا۔ آپکی سوانح شریفہ مین ایک واقعہ بھی شاید نہ ملے جسمین یہ ظاہر ہوتا ہو کہ آپنے کسی کو اُسکی درخواست کے بغیر کچھ بتایا ہو۔ اس مضمون مین آپکی غیرت یہانتک بڑھی ہوئی تھی کہ تعلیم و تلقین مین کسی درمیانی شخص کا توسط آپکو ناگوار گذرتا اور سعی و سفارش مکروہ معلوم ہوتی تھی ایکمرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دام مجدہٗ حاضر آستانہ ہوئے آپکے ہمراہ عزیز محمد یامین سلمہ آپکے داماد بھی تھے اُنہون نے حضرت مولانا سے عرض کیا کہ مجھے اعلحضرت سے بیعت کرا دیجے چنانچہ موقع پا کر حضرت مولانا نے عرض کیا کہ محمد یامین داخل سلسلہ ہونا چاہتا ہے حضرت قدس سرہٗ نے خفیف اعراض کیساتھ ارشاد فرمایا "خود بہکا کر لائے ہو گے"؟ مولانا دام مجدہ نے جرأت کرکے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو اس امر مین ایسی غیرت ہے کہ کبھی اشارۃً بھی کسی سے یون کہنا گوارا نہین کہ حضرت کی طرف رجوع کرو۔ مین تو اپنے شیخ کو آفتاب سمجھے ہوئے ہون لاکھ دفعہ کسیکا جی چاہے وہ آستانہ پر حاضر ہو ورنہ جہان چاہے مارا پھرے کسیکو بہلانے پھسلانے اور اپنے شیخ سے بیعت کیطرف توجہ دلانے مین مجھے تو بڑی عار آتی ہے" حضرت مولانا دام مجدہ ارشاد فرماتے تھے کہ جسوقت مین یہ عرض کر رہا تھا دیکھتا تھا کہ حضرتؒ کے چہرہ مبارک پر بشاشت کے آثار ہین حضرت امام ربانی قدس سرہ کا اس تقریر پر مسرور ہونا صرف اسوجہ سے نہ تھا کہ آپکی نسبت لطیفہ اور طبع غیور کا منشا پورا ہو گیا بلکہ اسوجہ سے بھی کہ آپ اپنے روحانی بیٹے کی طبیعت کو اپنے طبع کے موافق پا رہے اور نسبت مسلسلہ معتبرہ مین اپنا انداز بعد وصال بھی باقی

رہنے والا کانون سے سن رہے تھے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

حضرت قدس سرہ کی غیرت پسند طبع کا یہ انداز عنوانات گذشتہ وآیندہ مین بیسیون واقعات سے ظاہر ہو جائیگا اور گو بعض اہل ارشاد کا ذوق اسکے خلاف بھی ہمیشہ رہا کہ تکثیر جماعت حقہ کی محبت مین مغلوب ہو کر دوسرونکو اپنے شیخ کیطرف متوجہ کرنا پسندیدہ سمجھتے رہے مگر اسکو کوئی کیا کرے کہ آپکی طبع کا یہ رنگ نہ تھا۔ آپکی حمیت کا ثمرہ تھا کہ طالب کی ادنے کم رغبتی آپکو شاق گذرتی اور یون فرما دیا کرتے تھے کہ کوئی پوچھنے کیلئے آوے تو بتایا جاوے یون ہی کسی کے سر چپکنے کی تو چیز نہین ہے" چونکہ یہ امر طبعی ہے اسلئے ہر دو فریق اپنے خیال پر ماجور و مثاب ہین تاہم یہ ضرور ہے کہ حضرت قدس سرہ کے اس طبعی امر کا اثر آپکے متوسلین پر اچھا پڑتا اور نفع دن بدن بڑہتا جاتا تھا۔

آپکے اس طبعی انداز اور رنگ نسبت کا اقتضا یہ تھا کہ متوسلین کی تعداد بہت ہی کم ہوتی اور پھر منتفع اور فایز المرام تو بہت ہی قلیل نکلتے مگر یہ حق تعالیٰ کا محض فضل اور آپکی کرامت ظاہرہ تھی کہ متوسلین اور فایزین کی شمار سیکڑون ہزارون بلکہ لاکھون تک پہونچگئی اسی کو برکت منجانب اللہ اور شفاء خداداد سے تعبیر کیا جاتا ہے کہ اسباب کا مقتضیٰ کچھ اور ہے اور نتیجہ وثمرہ کچھ اور۔

آپ عموماً متوسلین کو بیعت کرنیکے بعد یہ تعلیم فرماتے تھے کہ فجر و مغرب کی نماز کے بعد سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ سو سو بار پڑھ لیا کرو اور ایک تسبیح استغفار کی جسوقت فرصت ملے پڑھ لو اور اگر سوتے وقت یعنی بعد نماز عشا تمام کاروبار سے فارغ ہو کر پڑھا جائے تو بہتر ہے۔ استغفار کوئی مخصوص نہ تھا جو الفاظ بھی ہون وہ پڑھے جائین بعض متوسلین کو آپنے فرمایا کہ سوتے وقت کم سے کم دس مرتبہ پڑھا کرو اسکے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "یا اللہ میری توبہ ہے" اس طرح کہنا بھی کافی ہے غرض جسطرح اور جن الفاظ سے توبہ استغفار کرے بہتر ہے تاہم سید الاستغفار کیساتھ آپکو زیادہ اُنس تھا اسلئے کہ وہ حدیث مین منقول ہے اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِىْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَىُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

نیز عموماً متوسلین کو درود شریف پڑھنے کی تعلیم فرماتے تھے کہ کم سے کم تین سو مرتبہ روزانہ پڑھا جاوے اور اتنا نہو سکے تو ایک تسبیح مین تو کمی نہونی چاہیئے آپ فرمایا کرتے تھے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے پھر آپ پر درود بھیجنے مین بھی بخل ہو تو بڑی بے مروتی کی بات ہے درود شریف آپکو زیادہ تر پسندہ وہ تھا جو نماز مین پڑھا جاتا ہے اور اسکے بعد وہ الفاظ صلوٰۃ وسلام جو احادیث مین منقول ہین

باقی دوسروں کے مؤلفہ درود تاج وکبھی وغیرہ عموماً آپکو پسند نہ تھے بلکہ بعض الفاظ کو دوسرے معنی کا موہم ہونیکے سبب خلاف شرع فرما دیتے تھے۔ یہ اوراد قریب قریب تمام متوسلین کو آپنے تعلیم فرمائے اور چونکہ متوسلین کی فراغت ومشغولیت کے حالات مختلف تھے اسلئے مقدار کی کمی بیشی اُنکے حسب حال آپ فرمادیا کرتے بلکہ اجازت دیدیا کرتے تھے کہ جسوقت ہوسکے اور جتنا بھی بسہولت ہوسکے پڑھا کرو البتہ دوامر پر آپکی توجہ زیادہ تھی ایک یہ کہ گو تھوڑا کام کیا جاوے مگر نباہ کر بالالتزام کیا جاوے آپنے بارہا فرمایا کہ "وہ قلیل جسکا نباہ ہو بہتر ہے اُس کثیر سے جو کبھی ہو اور کبھی نہو" دوم یہ کہ جو وقت کسی ورد کا تجویز کیا جاوے اُسکی پابندی کیجاوے اسمین یہ بھی مصلحت ہے کہ انضباط وقت معمولات کے نباہ کا وسیلہ بنجاتا ہے اور ورد قضا نہین ہونے پاتا برخلاف اسکے کہ وقت معین نکیا جائے اسمین اکثر سہو ونسیان پیش آجاتا ہے اور نباہ نہین ہوتا۔

اوقات مختلفہ مین جسطرح ادعیہ ماثورہ کے آپ پابند تھے اسی طرح اپنے متوسلین کا پابند بنانا آپکو پسند تھا اور وقتاً فوقتاً تعلیم بھی فرماتے تھے مثلاً مسجد مین داخل ہوتے وقت پڑھا جائے رب اغفرلی وافتح لی ابواب رحمتك اور باہر نکلتے وقت رب اغفرلی وافتح لی ابواب فضلك پاخانہ جاتے وقت پڑھا جائے اللھم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث اور باہر نکلتے وقت غفرانك الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذی وعافانی اگر کسی مریض یا پریشان حال پر نظر پڑے تو پڑھا جائے الحمد للہ الذی عافانی مما ابتلاك بہ وفضلنی علی کثیر ممن خلق تفضیلا سوتے وقت داہنی کروٹ لیٹکر آیۃ الکرسی معوذتین اور آخر آیات سورۃ البقرہ پڑھی جائین اور اسکے بعد اللھم باسمك اموت واحیی صبح کو جاگتے وقت الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور غرض جملہ حالات اور حرکات وسکنات مین حدیث کے اندر وارد ہونیوالی دعائین آپ خود پابندی کیساتھ پڑھنے کے عادی تھے اور اپنے متعلقین ومتوسلین کو اسی کی تعلیم فرماتے تھے اسکے بعد اگر طالب آگے بڑھنا چاہتا اور سلوک کا متمنی ہوکر ذکر کا ملتجی ہوتا تو آپ ذکر وشغل تعلیم فرماتے اور پوری توجہ کیساتھ اُسکی رہبری فرمایا کرتے تھے اذکار واشغال مین آپ کسی خاص طریق کے پابند نہ تھے طالب کی طبیعت کا رنگ دیکھکر اُس کی تربیت فرماتے اور جو صورت اُسکے لئے انفع اور انسب خیال فرماتے وہ عمل مین لایا کرتے تھے کسیکو چشتیہ خاندان کی تعلیم فرماتے اور کسیکو نقشبندیہ کی اور کبھی دو دو خاندانونکی مجموعی تعلیم ترکیب کی صورت سے عمل مین لاتے اور مرکب شغل کا پابند بنایا کرتے تھے۔

آپکا مجتہدانہ انداز کسی خاص طرز مین محدود نہ تھا آپکی حذاقت ورسائی ذہن اور فراست وخداداد استعداد اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ مناسب طبع کی تشخیص مین غلطی نہونے پاتی تھی بہتیرے قصے ایسے پیش آئے کہ کسی شخص کو آپنے چشتیہ تعلیم کے مناسب پاکر اس خاندان کی تعلیم شروع فرمائی اثناء تعلیم مین طالب کو دوسرے اہل اللہ کی خدمت مین حاضر ہونیکا اتفاق ہوا تو اُنھون نے یا تو اول ہی تصدیق فرمائی اور یا دوسری تعلیم شروع کرانے پر جب اثر خلاف طبع دیکھا تو پہلی تعلیم پر لوٹا کر یہ الفاظ فرمائے کہ تمھین وہی تعلیم نفع دیگی جو حضرت مولانا نے فرمائی ہے۔

ایک مقصود کے حاصل کرنیکے متعدد وان گنت طریقون مین آپکا طریق تربیت اسدرجہ اسلم تھا کہ راہزنی وقطع کا اندیشہ کمزور پڑ گیا تھا شاقہ محنتین چلہ کشیان ریاضات اور کثرت نوافل وعبادات کا اہتمام آپکی تعلیم مین نظر نہین آتا آپکی عالی نظر سالک کو ذات حق تعالیٰ شانہ کیطرف توجہ دلانیکی جانب زیادہ متوجہ تھی جسکے طرق مختلفہ مین یہ طریق آپنے زیادہ پسند فرمایا تھا کہ ذکر اللہ سے تمام تعلقات ماسوی اللہ مغلوب ہو جائین اور ایسے دب جائین کہ گویا کسی سے کوئی علاقہ ہی نہین ہے آپ سالک کو دوازدہ تسبیح تعلیم فرماتے اور اتنا اہتمام کرایا کرتے تھے کہ اگر شب کو نہو سکے تو دن کو پوری کیجائین اور آج نہو سکین تو کل کو قضا کیجائین بالجہر نہو سکین تو آہستہ آہستہ ہون بیٹھکر نہ پڑھی جاسکین تو لیٹ کر پوری کیجائین وضو قایم نہ رہسکے تو بے وضو پڑھ لیجائین غرض جہانتک ممکن ہو اور جسطرح بھی ہوسکے ناغہ نہ کیجائین اسکے بعد جب سالک کو ذکر اللہ کیطرف رغبت پیدا ہو جاتی تو اسم ذات اَللّٰہ اَللّٰہ یا نفی اثبات لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی تعداد بڑھاتے اور ایکہزار سے بارہ ہزار بلکہ چوبیس ہزار تک ذکر بالجہر کی تعلیم فرمایا کرتے تھے اسکے ساتھ ہی پاس انفاس تلقین فرماتے اور سانس کی محافظت بذکر اللہ کا طریق سمجھاتے تھے۔

کسی طالب کو پاس انفاس کی جگہ ذکر قلبی تعلیم فرماتے اور چونکہ ذکر لطیفہ قلب محدود نہین اسلئے بلا تعین عدد وشمار ہر وقت اس خاص دھیان مین لگا دیتے تھے۔ اس تعلیم کی چندروزہ تعمیل پر جو کیفیت کالبد خاکی کے اندرونی وبیرونی گوشت وپوست اور نیز قلب کو حاصل ہوتی تھی وہ بیان کی حد سے باہر ہے نہ اسکے بیان کی کسی مین قدرت ہے نہ اسکے اظہار کی ضرورت یہ ابتدا تھی اُس جمال جہان آرا سے تعلق محبت کی جسکے لقا کی تمنا مین سیکڑون بندگان خدا کو تخت وتاج پر خاک ڈالنی سہل معلوم ہوئی اور مقدمہ تھا اُس شاہنشاہی اطاعت کی لذت کا جسکے پیچھے پڑکر آباد جسم کی ویرانی کو ہزارہا مخلوق نے منتہاے مرادات سمجھا کہ اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا

قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً

پاس انفاس یا ذکر قلبی کا اثر جب آپ اپنے متوسل سالک پر محسوس فرماتے تو مراقبہ حضوری و معیت تعلیم فرماتے یا جو شغل اُسکے لئے نافع خیال فرماتے وہ اُسکو بتلاتے تھے اس مختصر اور چند روزہ تعلیم کے آثار و ثمرات جو کچھ پیدا ہوے وہ اُنکے دلون سے پوچھئے جنپر یہ قصے گذرے مگر اُنکی زبانون پر بھی قفل لگے ہوئے ہین اُنکو حاجت کیا کہ بیان کرین ہان اتنا ظاہر ہے کہ طاعات کیساتھ اُنس بڑہتا اور معصیت سے تنفر و استکراہ زیادہ ہوتا چلا جاتا تھا شرم وحیا کا مضمون پیدا ہو کر حق تعالی شانہ کی نافرمانی مین چھپے اور کُھلے تامل ہونے لگتا اور کوئی روکنے والا دربان بنکر قلب پر کھڑا ہو جاتا تھا کہ ماسوی اللہ کو آنے سے روکتا تھا ذکر کا لطایف مین سریان ہوتا اور دل و دماغ ہی کو نہین بلکہ بدن کے رونگٹے رونگٹے اور بال بال کو ایک ایسا حظ حاصل ہونے لگتا تھا جسکی کیفیت بیان نہین ہو سکتی اخلاق رذیلہ آہستہ آہستہ خود بخود کمزور ہو ہو کر معدوم بنتے جاتے اور اخلاق حمیدہ سہج سہج قوت پا پا کر راسخ اور مستحکم الاصل ہوتے جاتے تھے۔ دلکو ایک بیکلی محسوس ہوتی تھی گویا کسی شے کا متلاشی اور طلبگار ہے قلب مین ایک ٹوہ اور تمنا محسوس ہوتی کہ خارج از فہم و ادراک ذات وراء الورا کے بندہ بننے کی سچی آرزو ہے یہانتک کہ وہ نور حاصل ہو جاتا جسکو نسبت سے تعبیر کرتے ہین اور وہ حضور قایم ہو جاتا جسکو یادداشت کے نام سے موسوم کرتے ہین۔

اسمین شک نہین کہ متوسلین کی طبائع کے اختلافات کی بنا پر آپکی تعلیم کے آثار بھی مختلف ظاہر ہوتے تھے کوئی کسی رنگ پر چلتا تھا اور کوئی کسی انداز پر کسی پر کوئی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور کسی پر کوئی حالت نمودار۔ یہ حضرت قدس سرہ کا کمال علو تھا کہ سب کا نباہ اُنکی کیفیات طبایع کے موافق کرتے اور ہر ایک کی تکمیل اُسکے انداز و طرز پر فرماتے تھے واردات جن سے سالک کا قلب بہت کم خالی ہوتا ہے آپکے متوسلین پر عجیب و غریب انداز پر واقع ہوتے اور آپ ہر منتسب کو اُسکی حالت اُسکے ذوق اُسکی طبیعت اور اُسکے ادراک و فہم کے مطابق اُسکی رہنمائی فرما کر اوپر چڑھاتے اور آگے بڑھاتے تھے۔

حق تعالی نے مخلوق کے انداز و خواص جُدا رکھے ہین کسی درخت کا نشوونما کُھلے آفتاب کی شعاعون کا محتاج ہے اسلئے عالم آشکارا ہونے سے اُسکو مضرت نہین اور کسی سایہ پرورد درخت کی شادابی و سرسبزی اخفا و کتمان کی حاجتمند ہے کہ کُھلی ہوئی دھوپ سے کمہلاتا اور مُرجھایا جاتا ہے۔ چونکہ قلبی واردات کتمان پسند اور تستر و اخفا دوست ہونیکے سبب اسی درجہ مین ہین کہ اُنکو زبان سے نکالکر عالم آشکارا نہ بنایا جائے

اسلئے مین کسی صاحب حال کی حالت بیان نہین کرسکتا۔ مؤلف ناکارہ کا منصب سوانح مین اپنے احباب کی زبانی سنی سنائی باتون کے بیان کردینے کا ہے مگر اس مبحث مین خود کچھہ آیا نہین اور دوسرون نے کچھہ سُنا یا نہین اور اگر ادھر اُدھر سے کچھہ معلوم ہوا تو اُسکے اظہار کی اجازت نہین ملی اسلئے واقعات غریبہ ولطائف عجیبہ وثمرات نادرہ وواردات غیبیہ کے اظہار سے یہ عنوان خالی رہا تکملۂ عنوان کیلئے اتنا عرض کرنا ضرور ہے کہ حضرت قدس سرہ کے دامان عاطفت مین پرورش پانیوالے متوسلین کے قلوب پر عجیب عجیب واردات طاری ہوتے تھے مبشرات منامیہ اور رویاے صالحہ سے اُنکی تسلی جداگانہ ہوتی تھی اکابر سلاسل وراہنمایان خاندان کے فیوضات وبرکات کے آثار جدا محسوس ہوتے۔ کہین جوش وولہ اپنا رنگ جماتا اور کہین سکر وتحیر اپنا کیف دکھاتا تھا کسی پر قہقہہ کی کیفیت غالب ہوتی کہ جا وبیجا ہنسنے اور کھلکھلانے مین بے بسی اور کسی پر گریہ کی حالت طاری ہوتی کہ بجز آٹھ آٹھ آنسو رونے اور رخسارہ ولحیہ کو آنسوؤن سے دھونیکے دوسرا کام نہین جس زمانہ مین حضرت قدس سرہ بیمار تھے اور طبیب نے جنگلی کبوتر کا گوشت آپکی غذا قرار دے رکھی تھی اس خدمت کو آپکے ایک خادم نے اپنے ذمہ لے رکھا تھا اُن پر حالت قہقہہ غالب تھی کہ جہان بیٹھتے قہقہے مارتے اور ہنستے ہنستے لوٹے جاتے تھے حضرت کے سامنے حاضر ہوتے تو منہ مین کپڑا ٹھوستے اور قہقہہ کے ضبط کی کوشش کیا کرتے تھے مگر پھر بھی کبھی آواز نکل ہی جاتی تھی ایکبار جنگلی کبوتر پکڑنے جنگل گئے ایک غار نظر پڑا ہمراہی سے یہ کہکر کہ یہان ضرور کبوتر ہین ہنستے ہوئے اُسکے اندر ہاتھ ڈالدیا اتفاق سے اُسمین کالا سانپ تھا وہ پھنپھنا کر باہر نکلا ساتھی خوفزدہ ہو کر ایکطرف ہوگئے مگر یہ کھڑے ہوئے قہقہے اُڑاتے رہے آخر ادھر اُدھر دو تین بار ہاتھ ڈالکر دو کبوتر نکال ہی لائے اور قہقہے مارتے ہوئے واپس آگئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے صحت کے بعد انکا یہ قصہ سُنکر اُنکو دعا دی اور فرمایا بھائی جو کوئی کچھہ کرتا ہے اپنے ہی لئے کرتا ہے۔

ایک اور شخص تھے جنپر گریہ کا غلبہ تھا کہ مبہوت ومتحیر مجنونانہ وار چیختے اور چلاتے رہتے تھے عاشقانہ اشعار پڑھتے اور زار قطار بلبلا بلبلا کر روتے تھے گویا کسی غایت صدمہ سے مصدوم اور کمال کلفت مین مبتلا ہین کہ ضبط ناممکن اور صبر محال وممتنع ہے اُنکی زبان حال ہر وقت یہ شعر پڑھتی تھی کہ ؎

کتاب حسن تو روزے قضا میخواند در گوشم		شدم از خویش بیگانہ نہ عقلم ماند نے ہوشم	

کوئی اس طلب مین پڑجانا ہی حصول مراد سمجھتا اور راہ تمنا مین مرجانا ہی زندگی اور عین حیات یقین کئے ہوئے تھا

؎ برویش تا نظر کردم دل از کونین برکندم — بریدم از ہمہ عالم چو شد با دوست پیوندم
ز بستان وصال او اگرچہ نیستم حظے — بتشریف خیال او بحمد اللہ کہ خرسندم

دن کی چمکتی شعاعوں اور شب کی سنسان گھڑیوں میں اگر زبان سے کچھ نکلتا تو یہ نکلتا تھا کہ ؎

اگر فرہاد را حاصل نشد پیوند با شیرین — ہم آخر جان شیرینش برآمد در تمنائش

بعض ایسے بھی تھے کہ حسرت و افسوس میں جان کھپاتے اور اشتیاق لقاء محبوب میں فنا ہوئے جاتے تھے بامراد ہوتے اور اپنے کو نامراد سمجھکر تڑپتے اور بزبان حال کہتے ؎

آخر اے شاخ تر و تازۂ نوبر تاچند — خار حسرت خورم و جانب خرما بینم

الغرض کسی کے باطن کا حال کیونکر بیان ہو کسی پر غلبہ خضوع تھا کسی پر غلبہ تحیر و تفکر کوئی درجہ صبر مین تھا کوئی دایم الحزن والبکا کسی پر آثار عشق و مودت تھے کسی پر آثار سکینہ و اطمینان قلب کوئی شغف و ولہ مین سرگرم تھا اور کوئی غیرت و کتمان مین مشغول و منہمک ہان طاعت امر محبوب اور تمنائے حصول مطلوب بصورت امر مشترک سب کے حالات مین قایم اور جملہ کیفیات مین موجود تھا ہر سالک منتسب کسی حال مین مبتلا اور کسی کیف مین مغلوب کیون نہو زبان حال سے اپنے آقاے لاشریک کو مخاطب بناکر یون عرض کرتا تھا کہ ؎ تو بادشاہی من گدا ہر چہ کنی باشد روا + من بندۂ فرمان تو ہان تا چہ فرمائی کنم۔

امام ربانی قدس سرہ کی مقدس و بابرکت جماعت مین ایسے نفوس بھی تھے جو آپکی طبع کے مناسب طبع لیکر دنیا مین آئے اور نسبت عبدیت کے رنگ سے مانوس ہونیوالے انداز پر ابتداسے انتہا تک قایم رہے نہ ان حضرات پر کبھی کسی حال کا غلبہ ہوا نہ کبھی کیفیت عارضہ کا طریان ایک سادہ اور عالمانہ طرز پر طاعت مین مشغولیت اور درس و تدریس یا تعلیم و تعلم شریعت مین مصروفیت اور حضور و یادداشت قایم ہوکر نسبت حاصل ہوگئی انکی کیفیت قلبی کا ثمرہ بجز اسکے کچھ نہ تھا کہ حق تعالیٰ شانہ کے احکامات قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم ہوگیا اور اپنی رضا و خواہش رضائے محبوب کے تابع ہوگئی ؎

اگر مراد تو اے دوست نامرادی ماست — مراد خویش ازین پیش من نخواہم خواست

طاعت و امتثال اوامر مین لذت آنے لگی اور بندہ نواز آقا کی بندگی سے رغبت ہوکر دل کا یون تقاضا ہوا کہ

؎ از من گمان مبر کہ دل از دوست برکنم — تا جان درین تن است دم از عشق میزنم
گر بشنوی کہ قافلۂ مرد در غمت — اول کسے کہ جان دہد از بہر تو منم

آپ کے بعض متوسلین ایسے بھی تھے جنپر وجد اور حال کی کیفیت طاری ہوتی اور مسجد کے فرش پر گھنٹون لوٹا کرتے اور مستانہ وار چیخین مارا کرتے تھے اور بعض ایسے بھی تھے کہ اپنے بھائیون کی رقت وبیتابی کا یہ عالم دیکھکر حیران ہوتے اور سوچا کرتے تھے کہ یہ کیفیت کس طرح پیدا ہوجاتی ہے غرض اپنا اپنا نرالا رنگ تھا اور اپنا اپنا جُداگانہ انداز ایک حضرت امام ربانی قدس سرہ کا دم تھا کہ مختلف الطبایع اور مختلف الاحوال منتسبین کے حالات کی نگہداشت فرماتے اور ہر کیفیت کیساتھ اُسی کیفیت کے طرز کا برتاؤ فرماکر روحانی تربیت کیا کرتے تھے آپکی دلی خواہش تھی کہ قلب پر جو کیفیت وارد ہو اسکی قدر کیجائے اور عالم الغیب والشہادۃ کا احسان سمجھکر شکر گذاری کیساتھ اُسکا تحفظ کیا جائے ایکمرتبہ ایک شخص کے قلب پر ایک کیفیت طاری ہوئی جسکو وہ ضبط نکر سکے اور گونہ تفاخر کیساتھ اُسکا اظہار غیرون پر شروع کردیا لوگون مین اسکا چرچا ہونا تھا کہ وہ کیفیت زایل ہوگئی۔ نعمت کا زوال ایسا نہین کہ سالک کا قلب اُسکو ادراک نہ کرے اور تلملاوے نہین چنانچہ انہون نے حضرت کی خدمت مین اپنا حال لکھ بھیجا آپنے جواب تحریر فرمایا " لطیفہ غیبی مہمانیست نازک مزاج کہ بادنی بے التفاتی رو میگرداند"۔

اسکے ساتھ ہی آپ اپنے متوسلین کو ان حالات وواردات کیطرف متوجہ نہونے دیتے بلکہ یون ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ یہ امور مقصود نہین ہین اصل مقصود حق تعالیٰ شانہ کی اطاعت اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا اتباع ہے اس تعلیم کا یہ نتیجہ ہوتا تھا کہ آپکے متوسلین کیفیت حاصلہ پر بس نہین کرتے تھے جون جون واردات پیش آتے اُنکو غیر مقصود سمجھکر اپنے کام مین لگے رہتے اور آگے بڑھے چلے جاتے تھے یہان تک کہ وہی سادگی کا انداز یعنی اذعان ویقین کیساتھ بطوع ورغبت اتباع شریعت کا مضمون حاصل ہوجاتا تھا جسمین راہزن شیطان کی راہزنی کا اندیشہ کمزور ہے۔ آپکے بعض متوسلین پر ابتدائی حالت مین وہ عجیب کیفیتین پیدا ہوئی ہین کہ دوسری جگہ بہت وقیع بنکر مشہور ہوتین مگر آپکے یہان کوئی کمال کا درجہ نہین سمجھا گیا اور آپنے جب فرمایا یہی فرمایا کہ توجہ نکرو۔ ایک شخص بذریعہ خط آپسے بیعت ہوئے اور تحریری تعلیم پر ذکر مین مشغول ہوگئے چند روز مین اُن پر یہ کیفیت طاری ہوئی اولیاء سلاسل کی ارواح طیبہ سے لقا حاصل ہوا اور پھر یکے بعد دیگری انبیاء علیہم السلام کی پاک روحون سے ملاقات ہوئی رفتہ رفتہ یون محسوس ہوتا تھا کہ سر سے لیکر قدم تک رگ رگ اور بال بال مین ارواح طیبات سے وابستگی ہے اسی حالت مین ایک مدہوشی اور سکر کا عالم

پیدا ہوتا جسمین مغیبات کا انکشاف اور مجلس سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی کا اعزاز حاصل ہوتا تھا بسا اوقات مجذوبانہ بیہوشی طاری ہوتی اور بے حس و حرکت پڑے رہتے مگر نماز کا وقت معین آتے ہی ہوش آجاتا اور فرائض پڑھتے ہی پھر بیہوشی طاری ہوجاتی تھی اسی بیہوشی مین کبھی بے اختیاری کی صورت مین دفعۃً اوٹھ کھڑے ہوتے اور روٹی مانگتے تھے اور جسوقت ماحضر فوراً پیش کیا جاتا مجنونون کی طرح دو چار لقمے کھاکر آخری لقمہ تھوک دیتے اور بیہوش ہوجاتے تھے انداز سے یون معلوم ہوتا تھا کہ حکماً کھاتے اور حکماً ختم کرتے ہین مہینون انکی یہ حالت رہی اور حضرت کو اطلاع بھی ہوگئی مگر جب جواب لکھا آپنے یہی لکھا کہ یہ سب امور غیر مقصود ہین یہان آنا ہو تو ساتھ لیتے آنا اور علم شریعت پڑھانیکی تدبیر کرنی چاہیے چنانچہ انکے والد ماجد انکو لیکر گنگوہ حاضر ہوئے تو حضرت قدس سرہ نے اپنے پاس بٹھاکر گردن جھکالی حضرت کی اس توجہ کا اثر دیکھنے والون کو صرف اتنا معلوم ہوا کہ مغلوب الحال پر خواب کی حالت طاری ہوئی اور اونگھنے کے طرز پر گردن جھک کر گویا زمین سے لگ گئی چند لحظہ کے بعد حضرت بھی باتین کرنے لگے اور وہ بھی سیدھے سادے مسلمان ہوکر بیٹھ گئے آخر دیوبند کے مدرسہ مین طالبعلم بنے اور پھر کبھی کوئی کیفیت پیدا نہوئی مگر اسکے ساتھ ہی توجہ الی اللہ اور رغبت فی الطاعۃ مین ترقی ہوگئی۔

بعد مغرب صلوۃ الاوابین مین جسوقت آپ مشغول ہوتے تو بعض متوسلین پر اکثر کیف غالب ہوتا اور وجد مین آکر بیتابانہ چیختے ہوئے فرش پر لوٹا کرتے پُر درد اشعار پڑھتے اور محزون و غمزدہ دل سے استغاثہ کیا کرتے خصوصاً جسوقت آپ فارغ ہوکر چلنے لگتے تو بے اختیار فریاد کی آوازین بلند ہوتین اور عشاق جانباز باین الفاظ دھاڑین مارا کرتے کہ حضرت خدا کیواسطے رحم فرماؤ ترس کھاؤ آپ نہایت استقلال کیساتھ یہ کلمات سنتے اور چپکے چلے جاتے تھے چونکہ یہ احوال کسی درجہ مین وقیع نہ تھے اسلئے ظاہراً کوئی توجہ اور التفات آپکا ظاہر نہوتا تھا مگر اسکے ساتھ ہی چونکہ نیک راستہ کے نظارے اور قابل تفریح منظر تھے اسلئے آپ بنگاہ نفرت بھی نہ دیکھتے تھے ظاہر ہے کہ جو کچھ پیش آتا تھا اُسی پاک ذات کی طلب مین پیش آتا تھا جسکے لئے مخلوق نے جانین کھپا دین پس طلب مین مرجانا بھی بمقتضائے و من یخرج من بیتہ مھاجراً الی اللہ و رسولہ فقد وقع اجرہ علی اللہ کسی درجہ مین مطلوب کا حاصل ہوجانا ہی ہے اسلئے آپ کا جی چاہتا تھا کہ اچھا ہے اسی حالمین مرجائین اس موت پر لاکھ زندگیان قربان اور اس فنا کو ہزارون بقا پر ترجیح ہے ایک بزرگ نے آپکے ایک متوسل مغلوب الحال کی کیفیت لکھی اور اس حالت پر ترس کھاکر سفارش کی کہ

حضرت کی توجہ سے انکو ہس تکلیف کی حالت سے نجات ملجاے تو بہتر ہے آپنے پلنگ پر لیٹے ہوئے سارا خط اول سے آخر تک سُنا اور خاص لہجہ مین یون ارشاد فرمایا کہ اچھا ہے میان مرجائین اسی حال مین۔ اسکے بعد دوسری جانب کروٹ لیلی اور بات کو سُنیا منسیا بنا دیا ؎

اے دل بہوش بر سر کارے نرسی
تا غم نخوری بغمگسارے نرسی
چون شانہ بزیر ارّہ تا تن نہ نہی
ہرگز بسر زلف نگارے نرسی

تڑپن اضطراب بیخودی بیتابی سب کچھ تھا مگر آپکی نگہداشت کا ثمرہ تھا کہ جون جون صعوبت بڑہتی وون وون اشتیاق وصل کی آگ بھڑکتی اور بیابان ناپیداکنار مین مسافرت بے سروسامانی کی ہر مشقت فوز مرام وحصول مقصود نظر آتی تھی طلب سے ہمت ہارتی نہ تھی اور مردانہ وار قدم پیچھے ہٹنے کے بجائے ہر لحظہ آگے بڑہتا چلا جاتا تھا ؎

گر صد دل بود ہر دم شود صد پارۂ از غم
بجنت ہر زمان شوقم بدیدارت بود افزون

حال وجد اور کیفیات کے طریان وظہور پر چونکہ رخنہ انداز شیطان کی رخنہ اندازی کا اندیشہ قوی تھا اسلئے منتسبین کے حالات مبارکہ کی آپ تصدیق فرماتے تسلی ویکر ڈھارس بندھاتے اور بڑی تاکید و اہتمام کیساتھ تمسک بالشریعت اور اتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر فرمایا کرتے تھے آپنے ہمیشہ اپنی تحریر سے تقریر سے ترہیبًا وترغیبًا علمًا وعملًا اپنے تمام متوسلین اور خصوصًا اصحاب حالات ارجمند منتسبین کے دلو مین یہ اعتقاد گویا پلادیا تھا کہ شریعت مصطفویہ کا دامن عاطفت چھوڑکر کوئی حالت اور کوئی کیفیت کیسی ہی لذیذ اور بھلی کیون نمعلوم ہو ہیچ درہیچ اور قابل ردوطرد ہے ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا
توان رفت جز در پے مصطفیٰ
خلاف پیمبر کسے رہگزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

سالک کو زمانہ سلوک مین جو کچھ آپ تعلیم فرماتے تھے اُسکا خلاصہ صرف اسقدر تھا کہ حق تعالیٰ کی وہ سچی محبت سودا قلب مین راسخ ہوجاے جسکا ثمرہ ہر حال مین اتباع شرع اور قدم قدم پر محبوب رب العالمین کا اقتدا ہے اسلئے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی جانب وصول اور اپنے حصول کا یہی ایک طریق بیان فرمایا اور وحی متلو بناکر صادق ومصدوق محبوب کی معرفت ہم تک پہونچایا ہے اسی طریق کی تعلیم کا خلاصۃ الانبیاءٗ سرور عالم کو حکم دیا گیا تھا اور اسکی یاددہانی اپنے منتسبین کو امام ربانی فرمایا کرتے تھے پس اگر یون کہا جاے کہ آپکی تعلیم نائب رسول ہونیکی وجہ سے نیابۃً اُسی امر کی تبلیغ وترویج تھی جسکو آیہ مقدسہ قُلْ اِنْ

كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ مین ذکر کیا گیا ہے تو بیشک حق ہے۔

آپ اپنے متوسلین کی اصلاح و ترقی حال سے کبھی غافل نہین ہوتے تھے یون تو آپکی عملی حالت اور سرتاپا آپکا وجود باجود مستقل طور پر راہبر اور رہنما تھا کہ ہر خادم آستانہ کو آپکے اتباع کی رغبت ہوتی اور کام مین مشغولیت اور نباہ و محافظت کی ہمت بڑھتی تھی مگر آپ اسپر اکتفا نفرماتے اور زبانی نصیحت و ترغیب اور باطنی تصرف و توجہ سے خدام کی معاونت فرمایا کرتے تھے ایک شخص ولایتی آپکی خدمت مین رہتے اور ذکر شغل کیا کرتے تھے چند روز بعد اُن پر ایک کیفیت پیدا ہوئی کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا چہرہ مبارک اُنکو بدر کامل سے زیادہ روشن اور چمکتا ہوا آفتاب جیسا معلوم ہوتا تھا جسکے سبب حب شیخ بڑھتی اور رغبت و اعتقاد کا مضمون مستحکم ہوتا تھا یہ صاحب جسوقت اہل خانقاہ کے پاس آتے تو اُنسے دریافت کیا کرتے کہ مجھے تو حضرت کا چہرہ ایسا روشن معلوم ہوتا ہے تمکو بھی معلوم ہوتا ہی یا نہین؟ خانقاہ مین رہنے والے ذاکرین شاغلین پر کیا ضرور ہے کہ یکسان حالت طاری ہو جب دوسرون سے نفی کا جواب سُنا تو شیطان نے تفاخر و تکبر کا مضمون دلمین ڈالا اور اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ ذکر کا جو اثر مجھپر طاری ہوا یہ سب لوگ اُس سے محروم ہین میری محنت مقبول ہو گئی اور مجھے بڑی بات حاصل ہو گئی اس وسوسۂ داہیہ کا یہ اثر ہوا کہ ذکر و شغل مین کسل و کاہلی پیدا ہو گئی دو ایک دن اس حال مین گذرے ایک رات عشا کے بعد حضرت کے پاؤن دبا رہے تھے چند خدام اور بھی تھے کہ انہین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ اس آیت مین لفظ ما عام ہے جملہ اشیاء ذی روح و غیر ذی روح کو تو کیا ساری چیزین خدا کی تسبیح کرتی ہین؟ آپنے ارشاد فرمایا ہان جمیع اشیاء حق تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہین یہانتک کہ چیونٹی اپنے بھٹ مین اور یہ حالت اکثر سالکون پر منکشف بھی ہوتی ہے کہ ہر چیز سے اللہ کا ذکر نکل رہا ہی لیکن انسان ہی ایسا کم ظرف ہے کہ ایک دو دن ذکر کر کے پھول جاتا اور یون سمجھنے لگتا ہے کہ مین کچھ ہو گیا کچھ انوار معلوم ہوئے اور کہدیا کہ مین بھی کسی رتبہ پر پہونچ گیا یاد رکھو ایسے خیالات مردود بارگاہ بنا دیتے ہین حقتعالےٰ کے ہمپر اتنے احسان ہین کہ ایک نعمت کا شکریہ بھی کسی طرح ادا نہین کر سکتے تھوڑا بہت ذکر شغل کر کے اپنے کو مقرب اور کسی درجہ کا مستحق سمجھنا تو کیونکر صحیح ہو سکتا ہے اسکے بعد یہ قصہ بیان فرمایا کہ پچھلے زمانہ مین ایک شخص بڑا عابد زاہد تھا اسنے اپنی ساری عمر اللہ تعالیٰ کی عبادت مین گذاری اور عبادت

بھی اخلاص سے کرتا تھا ہماری تو عبادتین ہی کیا ہین کہ ریا بھرا پڑا ہے اس شخص کی عمر ہزار سال کی تھی اتنا کثیر زمانہ ہمہ تن اللہ کی یاد مین صرف ہوا آخر وقت مین مرنے سے قبل اسکے دلمین یہ خطرہ آیا کہ مین نے حق تعالیٰ کی عبادت بہت کی ہے ساری عمر اُسکی یاد مین مشغول رہا ہون مجھے خدا کے یہان بڑا مرتبہ ملیگا جب وہ شخص مرگیا اور حق تعالیٰ کے حضور مین پیش ہوا تو ملائکہ کو حکم دیا گیا کہ اسے جہنم مین جھونکدو فرشتے حکم کے بندے اُسکو کشان کشان لے چلے اسنے عرض کیا کہ بار الٰہا مین نے تیری عبادت ہزار برس کی ہے مین تو جنت کا مستحق تھا اُسوقت فرشتون کو حکم ہوا کہ اچھا ساحل جہنم پر کھڑا رکھو چنانچہ وہ دوزخ کے کنارہ کھڑا کر دیا گیا اُسوقت اُسکو بڑی شدت کی پیاس لگی بیتاب ہو کر اُسنے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار معبود مجھے پانی پلا دینے کی اجازت دیجیے کہ مین پیاس کے مارے مرا جاتا ہون حق تعالیٰ نے فرشتون کو حکم دیا کہ اس شخص سے کہو یہان پانی مفت کا نہین ہے ہزار سالہ عبادت کے معاوضہ مین ایک کٹورا پانی خریدنا چاہے تو خریدلے ورنہ خاموش رہے یہ سُنکر اس پیاسے عابد نے بڑی خوشی سے عرض کیا کہ مجھے منظور ہے پانی تو ملجائے کہ جان بچ جاے اگر کئی ہزار سال کی عبادت بھی قیمت قرار دیجاتی تو مین غنیمت سمجھتا اور منظور کرتا اُسوقت حق تعالیٰ نے ملائکہ سے ارشاد فرمایا کہ اس شخص سے پوچھو دنیا مین ہزار سال تک ہزارہا کٹورے ٹھنڈے اور میٹھے پانیکے پی چکا ہے پہلے اُسکی قیمت کا حساب کردے اسکے بعد اس ایک کٹورے کے بدلے ہزار سال کی عبادت لیجائیگی۔

یہ حکایت نقل فرماکر حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا سو میان ہم تو حق تعالیٰ کے عطا فرمائے ہوئے ایک کٹورہ پانی کا بھی شکریہ ادا نہین کرسکتے جو ہزارہا سال کی عبادت کے معاوضہ مین بھی ارزان ہے چہ جائیکہ ہزارہا انعام اور لکھوکھا احسانات انسان پہلے بیشگی لی ہوئی تو بیباق کردے تب ہی آئندہ چڑھاؤ کا استحقاق قایم کرے" آپکی اس تقریر سے مخاطب متوسل کے دل سے شیطانی وسوسہ ایسا نکلا کہ نام کو بھی اثر باقی نہین رہا اس قصہ کے چند روز بعد ان پر گریہ کی حالت طاری ہوگئی اور اپنی ہیچمدانی و ناکارگی کا اذعان بڑھتا چلا گیا۔

بعض متوسلین پر جبکہ ذکر و شغل کا اثر اپنے خیال مین ظاہر ہوتا نہ دیکھتے تو شیطانی رخنہ اندازی یاس کی صورت مین ہویدا ہوتی اور یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ مہینون گذر گئے کوئی کیفیت اور کسی قسم کی لذت ہی محسوس نہین ہوتی آئندہ ہی کیا اُمید ہے اس نقص کو آپ اُمیدین بندھا کر اور بڑھاوے چڑھاوے

دیگر رفع فرماتے اور اُنکی فہم و سمجھہ کے موافق یون ارشاد فرمایا کرتے کہ بعض اہل اللہ کو کئی کئی برس کے بعد خفیف سا اثر محسوس ہوا حضرت جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ نے درس تدریس چھوڑ کر دو سال برابر ذکر بالجہر کیا اور کوئی اثر محسوس نہوا بجز اسکے کہ صوت سرمدی کا شروع معلوم ہوتا تھا اپنے شیخ حضرت شیخ الشیوخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین اپنا حال لکھا کہ حضرت برابر دو سال سے ذکر مین محنت کر رہا ہون اور حضرت کو معلوم ہے کہ درس تدریس چھوڑ کر مین نے اس کام کو شروع کیا ہے لیکن ابھی تک ذکر کا کچھ اثر معلوم نہین ہوتا فقط ایک آواز سر سے ذرا ذرا آتی ہے" شیخ نے جواب تحریر فرمایا گھبراؤ مت استقلال کیساتھ کام کئے جاؤ ہر چند کہ دیر است آہو بچنگ شیر است الخ

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ اس قسم کی حکایات صالحین سے طالبین کی تسلی فرماتے اور متوسلین کی ہمت کمزور نہونے دیتے تھے بارہا آپ یہ شعر پڑھتے اور خطوط کے جوابات مین تحریر فرماتے کہ ؎

کارکن کار بگذر از گفتار		کاندرین راہ کار باید کار	

آپ کے متوسلین مین وہ علماء جو آپکی تلقین کیموافق درس تدریس مین مشغول رہتے تھے یہی خدمت دین تھین اُنکے لئے ریاضت و مجاہدہ اور ذکر و شغل کا کام دیتی اور مقصود پر پہونچا دیتی تھی بعض وقت ذکر و شغل مین رات دن لگے رہنے والے اہل صفہ کو یہ بھی خیال ہوتا کہ یہ لوگ گاہے ماہے حاضر خدمت ہوتے اور بہتیر اکچھ لیجاتے ہین اور ہمین باوجود محنت و مشقت اُٹھانے اور مہینون یہان پڑے رہنے کے کچھ حاصل نہین ہوتا حضرت امام ربانی ان وساوس پر مطلع ہوتے اور کسی دوسری تقریر کے ضمن مین ارشاد فرمایا کرتے کہ مقصود ذکر و شغل سے حق تعالیٰ کی یاد اور اُسی طرف لگاؤ ہے چونکہ علماء کو درس و تدریس مین یہ بات حاصل ہوتی ہے اسلئے دل و دماغ کا یہ مجاہدہ اور شب و روز قال اللہ و قال الرسول مین لگا رہنا اُنکی اصلاح کا بڑا ذریعہ بنجاتا ہے علماء کو یون سمجھنا کہ ذکر شغل نہین کرتے سمجھ کی غلطی ہے۔

ایکمرتبہ آپکے کسی متوسل نے شکایت کی کہ ذکر شغل کرتے مدت گذر گئی مگر اثر کچھ بھی نہین معلوم ہوتا آپنے یہ شعر پڑھا ؎ کارکن کار بگذر از گفتار ✦ کاندرین راہ کار باید کار ✦ اسکے بعد فرمایا میان پہلون نے تو بڑی بڑی مشقتین اُٹھائی اور برسون محنتین کی ہین تم اتنے ہی مین گھبرائے جاتے ہو معلوم بھی ہے حضرت جلال تھانیسریؒ کو تین سال کے بعد سلطان الاذکار شروع ہوا تھا غرض آپ مایوس و ناامید نہونے دیتے اور کمزور دلون کو اوبھار اوبھار کر کام مین لگائے رکھنے کی سعی فرمایا کرتے تھے اسلئے کہ ذکر اللہ کا

اصل نفع یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی یاد قایم ہے اور جب انسان کریم آقا کی دربانی پر مستعد رہتا ہے تو ایک نظر بین نواز بھی لیا جاتا ہے کیا خبر ہے کہ وہ نظر کرم کسوقت ہو؟ ؎

ہر چند نہ ام لایق درگاہ سلاطین۔ نامیدیم	کاخر بکرم ہم بنوازند گدا را۔ گاہے بہ نگاہے

حصول ثمرات مجاہدہ وظہور آثار ریاضات مین عجلت وتقاضہ کرنیوالی طبیعتین چونکہ اپنے ہادی پر فرمایش کرتی ہین جو ایک قسم کی گستاخی و بے ادبی ہونیکے سبب محرومیت وخسران کا وسیلہ بنجاتی ہے اسلئے اس مضمون کی اصلاح سے امام ربانی بے توجہی نفرماتے تھے تقریر سے تحریر سے ارشاد سے اکابر کے قصوں سے اور سب کے ساتھ باطنی توجہ اور قلبی تصرف سے آپ اس خیال بد کو طالب کے قلب سے نکالتے اور یہ مضمون ذہن مین جماتے تھے کہ دنیا مین ہر کمال کا حصول بہ تدریج اور آہستہ آہستہ برسون مین جاکر ہوتا ہے بچہ کتنے دنون مین جوان بنتا اور جاہل کتنی مدت مین عالم ہوتا ہے پھر بھلا حق تعالیٰ شانہ کا قرب جسکی برابر عزیز و رفیع اور باحرمت مرتبہ کوئی ہو ہی نہین سکتا چند روز مین کیونکر حاصل ہو سکتا ہے اس صاحب فضل و شرف اور قابل قدر جوہر کا حصول اگر عمر نوح خرچ کرنے پر بھی ہو جائے تو بہت جلدی اور خوش نصیبی کی علامت ہے

؎ قرنہا باید کہ تا یک کودکے از لطف طبع	عاقلے کامل شود یا فاضلے صاحب سخن
سالہا باید کہ تا یک سنگ اصلی آفتاب	لعل گردد در بدخشان یا عقیق اندر یمن
ماہہا باید کہ تا یک مشت پشم از پشت میش	صوفئے را خرقہ گردد یا حمارے را رسن
ہفتہا باید کہ تا یک پنبۂ از آب و گل	شاہدے را حلہ گردد یا شہیدے را کفن
روزہا باید کشیدن انتظار بیشمار	تا کہ در جوف صدف باران شود دُرِّ عدن

بندہ کا کام بندگی ہے اور بندگی نام ہے بیچارگی کا کسنے بتایا ہے آقا پر فرمایش کرنا اور کون جایز سمجھتا ہے محبوب پر نگاہ لطف ووصال کا تقاضہ ؎

اگر بر وصلت لیلے برغبت خاطری داری	چو مجنون فرد باید شدہم از خویش وہم از خویشان

اس پاک راستہ مین تو جملہ آرزؤن کا مٹا دینا ہی سچی آرزو ہے اور تمناؤن کا خون کر دینا ہی عین تمنا ہے یا تو اس طلب کا نام نہ لے اور نام لے تو مردانہ وار جان کھپا دینے کے ارادہ مین پختہ ہوکر دھن کا پکا بنے ؎

با دل گفتم مرا ببر بر در او	کو بادشہ است من ندارم سر او	دل گفت بر حدیث بیہودہ مکن	یا بر در او کشند یا در بر او

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تعلیم مین حق تعالیٰ نے کچھ ایسی برکت اور خاص تاثیر عطا فرمائی تھی کہ مہینون

بلکہ ہفتون مین وہ بات حاصل ہوتی تھی جو برسون مین بھی اگر حاصل ہوتی توارزان تھی آپکی خدمت مین چند لحظہ کا حضور اور قلب مین آپکے ساتھ کسی درجہ کا تعلق اور وابستگی نفع مین چلہ کشی سے بہتر اور ریاضات و مجاہدات سے زیادہ سودمند تھا صوفی کرم حسین صاحب نے کچھ اپنا حال لکھا ہے کہ جب حضرت نے مجکو ذکر تعلیم فرمایا تو یون ارشاد فرمایا کہ یکہزار مرتبہ نفی اثبات اور یکہزار مرتبہ اثبات اور تین ہزار مرتبہ اسم ذات بالجہر آخر شب مین کیا کرو اور چوبیس ہزار مرتبہ اسم ذات خفی مختلف اوقات مین پورا کرلو جسوقت حضرت قدس سرہ تلقین فرمارہے تھے اُسوقت میرے قلب مین حق تعالیٰ کی محبت کا ایک جوش پیدا ہوتا معلوم ہوا اُسکے ساتھ ایک حرارت محسوس ہوئی جو قلب سے متجاوز ہوکر تمام بدن مین سرایت کرتی اور پھیلتی گئی شب کو جب مین نے ذکر جہر ختم کیا تو بیٹھے بیٹھے کچھ غنودگی طاری ہوئی اور عالم واقعہ مین یہ حالت محسوس ہوئی کہ گویا بارود مین آگ لگادی گئی مین دیکھتا تھا کہ زمین آسمان اور اُسکا درمیانی خلا آگ کا ایک شعلہ ہے اور اُسکو میرے جسم نے اس طرح بھردیا کہ زمین پر بیٹھا ہون اور سر آسمان سے لگا ہوا اور دونون مونڈھے جنوب و شمال سے ملصق ہین اور جسم پتھر جیسا بنگیا زبان اسقدر بڑھگئی کہ اسنے سارا موہنہ بھردیا اور بات کا نکلنا مشکل پڑگیا تھوڑی دیر مین یہ حالت رفع ہوگئی مگر اُسکے آثار بدن مین موجود تھے صبح کو حضرت قدس سرہ سے حالت عرض کی تو آپنے فرمایا "بارک اللہ ذکر کا اثر شروع ہوگیا" اسکے بعد مختلف رنگ کے انوارات ذکر کیحالت مین نظر آتے اور اسم ذات کا خیال بڑھتا جاتا تھا۔

حضرت کے ایک خادم ذکر بالجہر کیا کرتے تھے چندہی روز گذرے تھے شب کو حضرت کے پاؤن دبلنے کھڑے ہوئے قلب پر ایک کیفیت محسوس ہوئی اور بڑھتی رہی دفعۃً حضرت نے اسی جانب کروٹ لیلی اُسوقت تو کیف اتنا بڑھا کہ ضبط مشکل ہوگیا حضرت نے فرمایا بس جاؤ یہ حجرہ مین آکر لیٹ رہے اور چراغ گل کردیا وہ اثر جو پاؤن دباتے مین پیدا ہوا تھا یہانتک بڑھا کہ جسم معدوم معلوم ہونے لگا صرف اتنا محسوس ہوتا تھا کہ کہین ہے ضرور پھر ایک حجاب سا اُٹھا اور خاکی نور ظاہر ہوا جسکی وسعت زمین و آسمان سے زیادہ معلوم ہوتی تھی اور اُسکا رنگ مثل صبح کے وقت کے تھا حجرہ حالانکہ تاریک تھا مگر یون معلوم ہوتا تھا کہ فلق صبح کھلی ہوئی ہے اسکے بعد اسمین سے سرخ نور ظاہر ہوا اُسکی وسعت بھی اسیقدر تھی اسکے بعد دیگر الوان اور رنگ برنگ کے انوار ظاہر ہوئے آخر مین لطیفہ اخفی کا نور محسوس ہوا صبح کو جب انہون نے حضرت سے حال عرض کیا تو آپنے فرمایا بارک اللہ یہ لطائف کے انوارات تھے۔

اسی درمیان مین صوت سرمدی شروع ہوگئی ابتداءً اسکا ورود اس شدت کیساتھ ہوا کہ بدن مین لرزہ پڑجاتا تھا کبھی مثل برق کے اور کبھی زنجیر کی کھڑکھڑاہٹ کے اور کبھی دوسری آوازون مین اسکا احساس ہوتا یہانتک کہ ہر ہر عضو سے یہی آواز محسوس ہوتی اور اُس آواز مین سے لفظ اَللّٰہ نکلتا ہوا معلوم ہوتا تھا اسکے چند روز بعد یہ حالت ہوئی کہ ہر چیز سے یہی آواز نکلتی ہوئی مسموع ہوتی اور آخرکار اپنے قلب سے نام مبارک اَللّٰہ اس طرح مسموع ہونے لگا کہ گویا کوئی دوسرا شخص پاس بیٹھا ہوا ذکر کر رہا ہے اور یہ حالت بھی یہانتک بڑھی کہ بدن کے ہر حصہ اور عضو عضو سے ذکر کی آواز محسوس اور مسموع ہونے لگی۔

بعض متوسلین پر چند روز کے ذکر و شغل مین انوارات کا اسدرجہ ورود ہوتا تھا کہ شب کو تاریک حجرہ منور ہوجاتا اور غلبہ کے سبب راستہ چلنا مشکل پڑجاتا تھا کبھی کبھی یہ انوارات انسان کی شکل مین سبز یا سرخ پوش نظر آتے اور اپنے قریب ذکر مین مشغول یا نماز پڑھتے ہوئے معلوم ہوتے تھے بعض وقت یون محسوس ہوتا کہ انوارات متشکلہ کو نماز یا ذکر مین کیفیت آرہی ہے یہ دیکھکر صاحب انوار سالک متوسل کو بھی جوش آتا اور لذیذ کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ الغرض امام ربانی قدس سرہ کی تعلیم کے برکات و آثار اور ثمرات و نتائج اُن کے دل مانے ہوئے ہین جنھون نے اس غیبی خوان نعمت کی قدر پہچانی اور تھوڑے یا بہت متمتع و منتفع ہوئے جو لذیذ بیتابی اور مزہ دار اضطراب و چشک آپکی ابتدائی تعلیم پر پہلی شب عمل کرنے مین قلب کو حاصل ہوتی تھی وہ صیاد کا لاسہ بنکر طایر دل کو مقید بنا کر ایسا جکڑ لیتی تھی کہ اُسی پر مر مٹنے کو منتہاے مرادات اور عین حصول حیات سمجھا جاتا تھا ؎

دل بسوے دلبرے ہر لحظہ مارا میکشد	آنجا کہ مارا میکشد این دل ہمانجا میکشد

یہ قصہ تو ایسا لذیذ ہے کہ چھوڑنیکو جی نہین چاہتا اور طویل اتنا ہے کہ ختم ہونا دشوار ہے عنوان سے مقصود یہ تھا کہ آپکی تعلیم مین سب سے بڑا اہتمام اتباع سنت مصطفویہ کا تھا اور اسکے بعد نگہداشت اہل اللہ کے ادب و وقر کی کہ کسی خاندان کی تعلیم کا پابند کیون نہو جملہ سلاسل اور تمام اولیاء کے ساتھ حسن ظن و عقیدت اور محبت رکھے اسکے بعد جو کچھ ذکر یا شغل پاس انفاس یا مراقبہ آپ تلقین فرماتے اُسپر نباہ کرنا اور کام مین لگجانا مثمر برکات اور وسیلہ حصول فیوضات بنتا تھا اب طبائع کے اختلاف کی بنا پر اپنا اپنا رنگ تھا اور اپنے اپنے انداز کسی کے حالات کچھ تھے کسی کے کچھ کسی پر واردات غیبیہ کا ہجوم تھا اور کسی پر اطمینان و سکون کیساتھ غلبہ حضور و استقامت فی الدین کوئی وجد و حال مین سرگرم ہوتا اور کسی پر جزع و فزع اور گریہ و

زاری کا طریان کوئی سکر و تحیر مین مبہوت بنتا اور کوئی اضطراب و حزن مین مبتلا اور مستانہ وار گرفتار یہ مختلف کوائف اور متنوع احوال نہ کسی کی فہم مین آسکین نہ اظہار و بیان کے قابل نہ طریق و تدبیر معالجہ کا تذکرہ سود مند نہ کوئی خاص اور محدود طرز و روش معین کہ جسکو مسلسل ہدیہ ناظرین کردیا جائے اسلئے اُن سے سکوت کیا گیا اور یکسوئی محمود سمجھی گئی مگر ہان اتنا عرض کرنا ضرور ہے کہ آپ کے فیضان مین جوش و خروش بہت ہی کم طبایع پر پیدا ہوتا تھا اور جنپر ہوتا تھا اکثر چند روز کے بعد ہی سکون کیساتھ بدل جاتا تھا چونکہ آپکی نسبت کا رنگ بہت ہی مخفی اور بھاری بھر کم تھا آپکی عالی ظرف ذات اپنے منتسبین مین بھی اُسی سادگی کو زیادہ پسند کرتی تھی جسکی کانون کان کسی کو خبر نہونے پائے چنانچہ آپکے صاحب نسبت خلفاء مین اکثر اسی رنگ مین رنگے گئے اور الحمدللہ یہ سلسلہ باین طریق جاری و ساری ہے۔

تجرد و ترک تعلقات کا رنگ آپکو چونکہ پسند نہ تھا اسلئے متوسلین پر اگر یہ حالت طاری ہوتی تو آپ اُس کے سلب کی کوشش فرماتے تھے منشی قادربخش صاحب بلندشہری جسوقت بیعت ہوکر اپنے مکان پر واپس ہوئے اور حضرت کا تعلیم فرمایا ہوا ذکر و شغل شروع کیا تو چندہی روز مین کیفیات عجیبہ اور حالات غریبہ کا ورود شروع ہوگیا۔ آخر اس لذت مین مسرور ہوکر یون خیال ہوا کہ دنیا کے جھگڑون مین مبتلا رہکر تھوڑے سے ذکر و فکر مین جب یہ لذت ہے تو سب کو چھوڑ چھاڑ کر کسی پہاڑ کی کھو مین یا سنسان جنگل کے گوشہ مین بیٹھکر اللہ کی یاد مین کیا کچھ حظ ہوگا؟ اس خیال کے آتے ہی عزلت و خلوت کا شوق بڑہنا اور اہل و عیال کی محبت کا کم ہونا شروع ہوگیا یہانتک کہ بچون سے جی گھبرانے رشتہ دارون سے نفرت اور متعلقین کے پاس آنے جانیسے وحشت ہونے لگی طبیعت کا یہ رنگ اقارب نے دیکھا تو پریشان ہوئے اور سمجھے کہ ایک مرد کا دم نظر آتا ہے وہ یون چلا منت سماجت سے سمجھاتے خوشامدین کرتے ہاتھ جوڑتے اور رو کر پوچھا کرتے کہ آخر ہمسے کیا قصور ہوا جو ہر وقت رنجیدہ اور الگ تہلگ رہتے ہو؟ شدہ شدہ سب کو معلوم ہوگیا کہ ذکر کا اثر ہے اور تنہائی کی ایسی محبت ہوگئی ہے کہ زایل ہونی مشکل ہے جب سبکو یقین ہوگیا کہ عنقریب ہمین چھوڑ کر جنگل کو نکلجائینگے تو طعن و تشنیع شروع کئے کہ شاید غیرت ہی کے مارے یہ خیال دور ہوبی بی کہنے لگی کہ معلوم ہوا اب تمسے کمایا نہین جاتا اسیوجہ سے سب کو چھوڑ کر اپنا دم لیکر کہین نکل جانیکا قصد ہے مان بولی کہ مولویصاحب نے مرید کیا کیا میرا بیٹا ہی مجھسے چھین لیا دنیا مین ایک سہارا تھا وہ یون ہاتھ سے چلا مین تو مولویصاحب کو لکھونگی کہ تمنے بیٹے کو مان سے جدا کیا ہے تم ہی بتاؤ ہم عورت ذات کیا کرین غرض سب کچھ تدبیرین کی جاتی تھین مگر یہان ذرہ برابر اثر نہ تھا

آخر حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اطلاع ہوئی آپنے منشی قادربخش کو بلا بھیجا جسوقت وہ حاضر ہوئے آپ انکو تنہا حجرہ مین لیگئے اور پاس بٹھا کر قلب پر اثر ڈالا اسکے بعد ارشاد فرمایا میان قادربخش کیا وہ کام کرنا چاہتے ہو جو سلسلہ کے بزرگون اور خدا اور رسول سب کے خلاف ہے بھلا انکی مخالفت کرکے کہان رہوگے اور کیا پھل پاؤگے مین سنتا ہون تمنے یہ بات ٹھان رکھی ہو کہ بی بی بچون اور بوڑھی مان کو چھوڑ کر کہین نکل جاؤ سو سن رکھو یہ بات ہرگز نہین ہوسکتی" حضرت قدس سرہ جسوقت یہ تقریر فرما رہے تھے مان اور بی بی بچون کی محبت کا ایک جوش انکے دلمین اُبل رہا اور یہ شوق پیدا ہو رہا تھا کہ کسی طرح جلد مکان پر پہونچون اور انکی صورتین دیکھون آخر مکان پر واپس ہوئے اور آج تک اُنسی تعلق و محبت کیساتھ مکان پر مقیم مین اس قصہ کے بعد کبھی تجرد و رہبانیت کا وسوسہ بھی نہین گذرا۔

طبایع کی تشخیص اور ضعف وقوت کی مراعاۃ مین آپکو خاص ملکہ تھا آپکی مقبولیت کے طفیل مین آپ کے ناتجربہ کار راہروان جادہ طریقت منتسبین پر بھی رحمت خداوندی کا ابر چھایا ہوا تھا اور آپکے جبہ مخلص ہونیکی بدولت آپ کی ناز پروردہ روحانی اولاد اور پرخطر سفر مین قدم اٹھانیوالے ناواقف و ناسمجھ بچون کا قدم قدم پر حق تعالیٰ کا لطف و فضل شامل حال تھا آپکے ظل شفقت مین جس عافیت کیساتھ آپکے بچون نے تربیت پائی اور پھلے پھولے اُسکی واقعی قدر حق یہ ہے کہ خود اُنہون نے بھی نہ پہچانی جس دور دراز رستہ مین چلنے کا نام لیتے ہوئے بہتیرے جوانمرد ہر ہرا اُٹھے الحمد للہ کہ آپکی اولاد نے اس اطمینان کیساتھ اُسکو طے کیا کہ تکان بھی محسوس نہوا اور جس خطرناک گھمسان جنگل مین بڑے بڑے شیر دل بہادرون کے پتے پانی ہوتے ہین خدا کا شکر ہے کہ آپکے لاڈلے بچون نے ایسی راحت سے اُسکو عبور کیا کہ کانون کان کسی کو خبر نہوئی دوسرون کا کیا ذکر خود انکو پتہ نہ چلا کہ راہ مین کسی راہزن کا اندیشہ ہے یا نہین؟

منتسبین کی تحصیل معاش کے حلال و پاک وسایل کا بلا وجہ قوی ترک کرنا آپکو پسند نہ تھا اور استشارہ پر بھی کبھی یہ رائے نہ دیتے تھے کہ مسلمان بالقصد اپنے نفس کو توکل مستحب کے امتحان مین ڈالے ہان جن اصحاب کی طبایع قوی پاتے اور یون سمجھتے کہ مشاق و صعوبات پر صبر کرسکتا ہے اُسکو اشارۃً ایما فرمایا کرتے کہ اسباب معیشت سے مستغنی ہو کر متوکل بنکر بیٹھ جاؤ چنانچہ حضرت مولانا اشرفعلی صاحب کے استشارہ پر آپنے صاف فرمادیا کہ جایداد وغیرہ رکھو تو مباح ہے اور نہ رکھو تب بھی حق تعالیٰ تمکو روزی سے کبھی پریشان نہ کرینگے اور مولوی محمد اسمعیل صاحب گنگوہی نے گوالیار کی ملازمت سے گھبرا کر ترک تعلق چاہا تو آپنے آنکے خط کا جواب

اس طرح تحریر فرمایا کہ تعلق کا ترک کرنا اسکو زیبا ہے کہ بے تعلقی پر صبر کرسکے اہل علم کا منصب مسجد مین بیٹھ کے فقر و فاقہ پر گذرانے کا ہے اگر اسپر آپ صبر کرسکتے ہین ترک کردو مگر اپنی طبیعت کو جانچ لو کہ اُسوقت کیسے معاملہ پڑیگا اور نہین تو وہان کی مشاق کو گوارا کرکے وہین پڑے رہو اور بندہ آپکے واسطے دعا کرتا ہے اور تم یَا مُغْنِی کو بعد نماز فجر کے گیارہ سو بار اور یَا بَاسِطُ کو بعد نماز عشا کے گیارہ سو بار ہر روز پڑھتے رہو" چنانچہ حضرت مولانا تھانوی نے اُس ارشاد پر عمل فرمایا اور ہر قسم کی دولت سے مالا مال ہوئے اور مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے اس حکم کی تعمیل کرکے وظیفہ شروع کیا تو چند ہی روز مین پریشانیان رفع اور حالت درست ہوگئی کبھی تنگدستی پیش نہ آئی۔ سلوک مین چونکہ سب سے زیادہ نظر قلب پر ہے اور ظاہر ہے کہ کوئی کام اطمینان اور سکون کے بغیر نہین سنورتا اسلئے سالک کی یکسوئی کا لحاظ آپکے دربار مین مقدم تھا۔ پریشان حالی اور فکر اور تشویش کے دور کرنیکی جو تدبیر تحت آپ عمل مین لاسکتے وہ لایا کرتے اور اس بحث مین عجیب عجیب طریقون سے طالبین کی دستگیری فرمایا کرتے تھے۔ معاش ایسی چیز ہے کہ جسکے وسایل حصول کی بیڑیون مین انسان چارون طرف سے جکڑا ہوا ہے اور عموماً اسی ایک حال کی ابتری مین مخلوق کو وہ پریشانیان پیش آتی ہین جنکی اصلاح کا اگر فکر نکیا جاے تو مومن کا ایمان بھی خطرہ مین پڑجاتا ہے اسلئے قوی القلب مشایخ کی فتوحات اور یکسوئی پر ریجھ کر ابتدا سلوک مین مباح ذریعہ معاش کے ترک کا جو ولولہ پیدا ہوتا ہے وہ حاذق طبیب روحانی کے نزدیک مطلق قابل اعتبار نہین سمجھا گیا اور روزی کمانے کی صعوبتون کو ترک کے بعد پیش آنیوالی مہلک و تباہ کن تشاویش سے بہتر قابل برداشت مانا گیا ہے اسلئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی جماعت کثیرہ مین اُسی فریق کی شمار بڑھی ہوئی ہے جو عالم الاسباب مین اسباب معیشت کے پابند اور دل بیار و دست بکار کے مصداق بنے ہوئے ہین ہان وابستگی تعلقات مین جو افکار اور یکسوئی پر حملہ کرنیوالے عوارض پیدا ہوتے ہین اُنکی مدافعت دوسرے مناسب طریقون سے آپ ہمیشہ فرمایا کرتے تھے کبھی بزرگون کے قصے اور صالحین کی حکایات سے تسلی دیتے کبھی صبر کی ترغیب اور احزان و آلام پر اجر و ثواب کے وعدے یاد دلاکر مسرور و جری بناتے کبھی دُعا فرمانیکا وعدہ کرکے ڈھارس بندھاتے اور کبھی کوئی وظیفہ تعلیم فرما دیتے تھے اِدھر یہ عارضی امور ہمت بڑھاتے رہتے اور اُدھر آپکا تعلیم فرمایا ہوا ذکر و شغل قلب کو قوی بناتا اور حق تعالیٰ شانہ کیساتھ علاقہ محبت کو مضبوط کرتا رہتا تھا آخر کار یہی افکار جو یکسوئی کے مزاحم بنکر راہزنی کے درپے ہوتے تھے محبوب کا مرسلہ ہدیہ بنکر لذیذ معلوم ہونے اور سبب ترقی مراتب بنجاتے تھے ۵

ہر درد و رنج کز تو رسد بر دل حزین — آن محض راحتست مرا عین عافیت

غم جو کسی زمانہ مین بسبب ہجر و دوری تھا اب علامۃ وصل و نشان قرب ہوجاتا تھا ؎

ہر دل کہ بعشق مبتلا شد — کان غم و محنت و بلا شد
بیگانہ شد از نشاط ہر دل — کو با غم عشق آشنا شد
ممکن نبود کہ راست گردد — قدے کہ زعاشقی دوتا شد

بلاؤ مصیبت جو کسی وقت مین وحشت ناک منظر بنا ہوا تھا اب شعار مقربین و لباس ابرار دکھائی دیتا اور زمرہ محبین مین شمولیت کی خبر دیتا ہے ؎

سریست در حروف محبت برائے ما — عشاق از دو دیدہ کشد ابتلاء ما
گہ زہر را نصیبۂ حلق حسن کنیم — گہ تیغ بر جبین زند کبریاء ما
ما پروریم دشمن و مامے کشیم دوست — کس را چرا و چون نرسد در قضاء ما
ارہ بتارک زکریا فرد کنیم — یحیے اکشیم ودم نزند در بلاء ما

فکر معیشت و بلاء تنگدستی سے گھبرا جانیوالی بعض طبیعتین کیمیا کی طلب یا دست غیب کی تلاش مین اپنے تباہ کرنیکی خواہشمند بنتی تھین اور اسکو سہل الحصول حلال و طیب طریقہ معاش سمجھکر سرگردان ہوتی تھین چونکہ یہ علاج جداگانہ مرض ہی کہ ایک پریشانی کا دفعیہ دوسری پریشان حالی سے اسلئے امام ربانی اس حالت سے بھی جلد نکالنے کی تدبیر فرماتے تھے کیمیا کے پیچھے پڑنیکی بدحالی و ناکامی یاد دلاتے اشارۃً و صراحۃً اس واہیات مشغلہ مین مبتلا ہونیسے منع فرماتے اور حکایات صالحین کے ضمن مین اپنے قلبی تصرف اور باطنی ہمت کو کام مین لاکر ان وساوس سے طالب کے قلب کو فارغ اور خالی الذہن بنا دیا کرتے تھے۔ منشی قادر بخش تحریر فرماتے ہین کہ ملازمت نہ ملنے اور اہل و عیال کا خرچ زیادہ ہونیکی وجہ سے پریشان حال رہتا تھا طبع کو ذکر و شغل پر مجبور کرتا مگر یہ فکر ہر وقت سوار رہتا اور انبساط کو مکدر کردیتا تھا آخر ایکدن یہ سوچکر گنگوہ روانہ ہوا کہ حضرت سے دست غیب کا عمل دریافت کرونگا تاکہ بے فکری سے گھر مین بیٹھکر یاد الٰہی کیا کرون آستانہ علیہ پر حاضر ہوا عرض معروض کا موقع نہ ملا آخر ایکدن حضرت قدس سرہ حجرہ مین تنہا تشریف فرما تھے اسوقت کو غنیمت سمجھکر مین نے چاہا کہ درخواست پیش کرون ابھی کچھ کہنے نہ پایا تھا کہ حضرت نے ارشاد فرمایا "بھئی قادر بخش یہ وظیفہ پڑھ لیا کرو تمکو بہت نفع دیگا اور انشاء اللہ کبھی کسیطرح کی تنگی پیش نہ آئیگی" اسوقت مین نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو کوئی دست غیب بتا دیجے آپنے فرمایا "ہان یہی کافی ہے" آخر کار یہ واپس وطن ہوئے جسدن سے

اُسکا ورد کیا ہے آسودگی کیساتھ گذران کر رہے ہین کیسا ہی دشوار کام پیش آئے منجانب اللہ اُسکے اسباب مہیا ہو جاتے ہین اور سکون و راحت کیساتھ ضرورت رفع ہو جاتی ہے ؎

بندگان خاص علام الغیوب	در جہانِ جاں جواسیس القلوب
پیش او مکشوف باشد سر حال	در درونِ دل در آید چوں خیال

غرض ایمان کی بات یہ ہے کہ سالک جو نام ہے رونده راه خدا کا اُسکی تربیت چونکہ محافظۃ خیالات و معالجہ اندرون اور تدابیر اصلاح قلب کو متضمن ہے اسلئے در مکنون کیطرح مخفی و مستور ہے قطع نظر اس سے کہ وجدانی مضمون ہر جسکو وجدان ہی سمجھ سکتا ہی عالی بھی اس درجہ ہے کہ مجھ جیسے نا اہلون کی فہم سے بمراحل دور ہے وہ ظاہری اصلاحات جنکے کسی روحانی مرض کیلئے نافع ہونے پر اطلاع ہو گئی خود ایسے دقیق ہین کہ سمجھنا دشوار ہے حق تعالیٰ شانہ جسوقت کسی بندہ کے قلب کی آنکھین کھولدیتے ہین وہ خود بخود سمجھ جاتا ہے کہ روح کس مرض مین مبتلا ہے اور اُسکی صحت کا بہتر طریق کونسا ہے اس عنوان سے نہ طریق تربیت کی تعلیم مقصود ہی نہ اسکی طاقت و قدرت محض یہ بات ظاہر کرنی مراد ہے کہ امام ربانی قدس سرہ کو منصب ارشاد مین حذاقت و فہم خداداد کی بدولت وہ پایہ علیا عطا ہوا تھا کہ اس فن کا بھی آپکو مجدد کہنا زیبا ہے اس مسیحا نفس خداوندی نعمت کے ہاتھون جتنے مردہ دل زندہ ہوئے وہ ایک کرشمہ تھا قدرت خداوندی کا جسکی کنہ کا ادراک اور تہ تک پہونچنا دوسرون سے نہین تو میری فہم سے ضرور خارج ہے جسمانی امراض کے معالجہ کی طرح ان روحانی امراض کی تدابیر آپ ضرور عمل مین لاتے تھے مگر تدبیر محض تدبیر ہے اور ظاہر فقط ظاہر ہی حق یہ ہے کہ سب کچھ ثمرہ تھا اُس اندرونی قوت سے سلب امراض کا جسکو باطنی تصرف اور ہمت اور توجہ سے تعبیر کرتے ہین۔

خلاصہ یہ ہی کہ آپکی تعلیم و تربیت کا خلاصہ یہ تھا کہ رونده راه خدا مسلمان اپنے آقائے وحدہ لاشریک کا ایسا بندہ بیچارہ بنجائے کہ اُسکی رضا ہر مرغوب سے مرغوب شئے پر فائق و غالب ہو اور اُسکی اطاعت ہر محبوب سے محبوب کے امتثال سے بڑھی چڑھی ہو۔ بندہ طفل نوزائیدہ ہو اور ید قدرت اُسکی دایہ بندہ مردہ ہو اور حکم باری اُسکا غسال کہ جس کروٹ چاہے اُٹھائے اور جس پہلو چاہے بٹھائے۔ تعجائی پیغمبر کی لائی ہوئی شریعت سرتاپا اعضاء و جوارح کے حرکات و سکنات ہون اور وقت ولادت سے لحد کی آغوش مین پہونچنے تک جو زمانہ حیات کہلاتا ہے نقشہ مجسم تصویر بنجائے اس عالیشان شاہی محل و مکان کا جسکی تعمیر فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تئیس سالہ زمانہ نبوت مین فرمائی ہی نہ اپنے ارادہ سے سکون ہو نہ اپنے قصد سے

حرکت اگر سووے تو امتثال امر رسول مین سووے اور جاگے تو تعمیل ارشاد پیغمبر مین جاگے اسی کا نام محبت ہے اور اسی کا نام عشق یہی سلوک کہلاتا ہے اور یہی طریقت ہے

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن	پا بدستے دگرے دست بدستے دگرے

یہی وہ تعلیم ہے جو خلاصہ صلاحات و زبدہ تعلیمات بناکر قرآن مجید مین باین الفاظ وحی کیگئی ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم ان اللہ غفور رحیم۔ اسی محبت کی طلب پر اتباع محبوب رب العلمین متفرع ہے اور اسی مطاوعت پر محبوبیت و مطلوبیت کے تمغۂ بے بہا کا وعدہ ہے یہی اصل ولایت و قرب ہے اور یہی مغفوریت و مقبولیت کا پروانہ اسی کے حصول مین لاکھون تیغ اپنی جانین کہپائین اور اسی کی تعلیم و تعلم پر عالم کا بقا موقوف ہے اسی مین مرکھپنا عین حیات ہے اور اسی پر مٹنا لاکھ زندگیون کی ایک زندگی اے کاش کہ مولف نامراد بھی ایک شمہ اس مضمون کا حاصل کرے اور اس دور و دراز راہ پر خطر کے راہرو جماعت کا دامن پکڑے ہوئے مراد یاب بنجائے کہ

زندگانی نتوان گفت حیاتے کہ مرا	زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

تزکیہ و تصرفات

برنویس احوال پیر راہ دان
آن رشید احمد شہ برنا و پیر
زندہ دل زندہ نفس والاصفات
حجتے بر خلق از رب الفلق
ظل او زندہ کند مردہ دلان
با خدا راز و نیاز دلگداز

از حدیث شیخ شور طب اللسان
قطب عالم غوث دوران بی مثال
تشنہ گان عشق را آب حیات
ذیل او از فضل و امداد آکہ
تاب او روشن کند قلب جہان
گر بگویم تا قیامت نعت او

دستگیر بیکسان روشن ضمیر
گنج عرفان نور ایقان خوشخصال
ہادی گم گشتگان راہ حق
طالبان را ہے برو تا پیشگاہ
بے نیاز از خلق آن خادم نواز
ہیچ آن را مقطع و غایت مجو

آب جیحون را اگر نتوان کشید	ہم ز قدر تشنگی نتوان برید

اس بحث کا مدار چونکہ ادراک باطنی پر موقوف ہے اور اس مضمون سے لذت پانا وجدان کا کام ہے اسلئے پوری توضیح پر قلم یا زبان قادر نہین تاہم اتنی بات ہر شخص سمجھتا ہے کہ انسان کو جسطرح حواس خمسہ عطا کئے گئے ہین جنکے استعمال سے مرغوبات کیطرف میلان اور مکروہات سے تنفر ہوتا ہے مثلاً آنکھ کو

حسین اور عمدہ صورت کے دیکھنے سے لذت آتی ہے اور بدنما شکل کے نظارہ سے نفرت ہوتی ہے کان کو خوش الحان مین مزہ معلوم ہوتاہے اور بری آواز سے وحشت ہوتی ہے زبان کو مزہ دار کھانے اچھے لگتے اور بدمزہ سیٹھے یا کڑوے پھل ناگوار گذرتے ہین علی ہذا القیاس قوت شامّہ کو خوشبو سے رغبت اور بدبو سے نفرت ہے اور قوت لامسہ کو نرم ونازک شے کے مس مین لذت اور کرخت وسخت چیز کے چھونے سے کراہت ہی اسیطرح انسان کو ایک چھٹا حاسّہ عطا ہوا ہے جسکا محل قلب ہے اسکو بھی حواس ظاہری کی طرح اپنی مرغوبات مین لذت آتی ہے اور مکروہات سے نفرت ووحشت ہوتی ہی اور جسطرح حواس ظاہری کی تندرستی کا یہ مطلب ہے کہ واقع مین لذت والی شے سے لذت حاصل کرے اور حقیقت مین قابل تنفر چیز سے گھبرائے اور مانوس نہو اسی طرح ادراک قلبی کی صحت سے یہ مراد ہے کہ اپنے خالق جل وعلیٰ شانہ کی طاعت ورضا جوئی سے مانوس ہو اور لذت پائے۔ غافل انسان حق تعالیٰ کی معصیتون مین مبتلا ہو کر گناہونکی بدپرہیزی کا جسوقت خوگر ہوجاتا ہے تو قلب کا ذوق منعکس ہو کر بالکل پلٹ جاتا ہے جسطرح بخار زدہ شخص کی زبان میٹھی شے کو کڑوا ادراک کرتی ہے اسیطرح نشہ غفلت کا سرشار بندہ معصیت مین لذت پاتا اور طاعت کو گران بار سمجھکر اُس سے اُکتانے اور گھبرانے لگتا ہی۔ قلب کے اس ادراک کو اپنی حالت پر لے آنیکا نام اہتداء ہی اور اسی پر دین بلکہ دنیا کے بھی وجود کا توقف ومدار ہی۔ اللہ کے مقبول بندے جنکا باطنی ادراک صحیح وتندرست ہوچکا سلیم القلب بنکر طاعات کی لذیذ غذاؤن کا جون جون استعمال کرتے ہین وون وون اُنکا قلب قوی وزور آور ہوتا جاتا اور اپنے ادراک مین جلاؤ صفائی بڑھاتا ہے یہانتک کہ جسطرح جسمانی قوت اجسام محسوسہ مین تصرف کرتی اور زبردست شخص اشیاء ظاہری مین تغیر وتبدل کردینے پر بحول اللہ قادر ہوجاتا ہے اسی طرح قلبی قوت جسکو قوت قدسیہ کہتے ہین قلوب مین موثر ہوتی اور اُن تاریک وزنگ آلود دلون کے صیقل کرنے پر باذن اللہ قادر ہوجاتی ہے جسکے دفع ہوئے بغیر باطنی ادراک حاصل نہین ہوسکتا۔ اسی قوت قدسیہ کے کام مین لانیکا نام تصرف ہے اور یہی وہ تزکیہ ہے جسکو منصب نبوت کا تبلیغ احکام کے بعد دوسرا کام ظاہر کیا گیا ہی کہ یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم اسکے بعد جو تعلیم ہوتی ہے وہ مورث حکمۃ واستقامۃ فی الدین بنجاتی ہی ویعلمہم الکتاب والحکمۃ ہر موثر کیلئے متاثر کی قابلیت واہلیت کا ضروری ہونا تو ظاہر ہے اور تصرفات کا دارومدار چونکہ متصرف شیخ کے قلب کی قوت اور روحانی طاقت پر ہے اسلئے بعض اہل اللہ کے تصرفات اس درجہ

بڑھگئے ہین کہ جو افہام اس مضمون سے بالکل بے بہرہ ہین انکو یقین آنا بھی محال ہے اور بات بھی درست ہے جو شخص جو اس خمسہ کے علاوہ اس اندرونی چھٹے حاسہ سے آگاہ ہی نہین وہ اُسکے تصرفات کو کیا جانے اور سُننے تو کیونکر یقین کرے اسی بنا پر ان مضامین کا تعلق اُس وجدان پر رکھا گیا ہے جو ہر صاحب ذوق سلیم مسلمان کو حاصل ہے اور جو مشعل ہی حق کا راستہ دکھلائیگی۔

امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے نائب رسول بنا کر چونکہ اس پُر آشوب زمانہ مین تعلیم احکامات شرعیہ اور تزکیہ و تطہیر قلوب کیلئے بھیجا تھا اسلئے آپکی قوت قدسیہ کا پوچھنا کیا کہ کس حد پر تھی اپنے پیغمبر سے تیرہ سو برس بعد پیدا ہونیوالی اُمت جسکو زمانہ کی رسومات نے جکڑ کر فرائض کی جگہ اپنا پابند غلام بنا لیا ہو وہ جسقدر بھی باطنی ادراک سے بے بہرہ ہو ظاہر ہے خصوصاً جبکہ خواہشات نفس نے بدعات کو عبادات بنا کر دلون مین بلا دیا اور دنیا دار مولویون نے مقدس اہل اللہ کے مجمع کو وہابی کے خطاب سے مشہور کر کے انکی صورت دیکھنے سے مخلوق کو بیزار اور اُنکے پاس بیٹھنے سے متنفر کر دیا ہو ایسی حالت مین اُنکے نفرت کھائے ہوئے دلون کا کھینچ لینا بہت بڑے قوی القلب شیخ کا کام ہے مولوی نظر محمد خان آبھ کے رہنے والے ہین انکے والد بیچارے دیندار شخص تھے مگر یہ سُنکر کہ دیوبندی مولوی وہابی ہین ان حضرات کی صورت دیکھنے سے بیزار تھے ایکمرتبہ حضرت امام ربانی مولانا محمد قاسم صاحبؒ اور مولانا محمد یعقوب صاحبؒ کے ہمراہ نانوتہ تشریف لائے جمعہ کا دن تھا آبھ سے بھی چند آدمی نماز جمعہ کیلئے نانوتہ چلے نظر محمد خان صاحب اُسوقت بچہ تھے مگر سمجھدار اسلئے باپ سے کہنے لگے کہ مین بھی نانوتہ جاؤنگا سنا ہی کئی مولوی آے ہوئے ہین" باپ نے منع کیا اور کہا "نا بھائی وہ تو وہابی ہین وہابیون کی صحبت سے بچنا چاہیے انہون نے کہا ہان وہابی تو ہین مگر مین نے کبھی وہابی دیکھے نہین جی چاہتا ہے دیکھون وہابی کیسی صورت کے ہوتے ہین؟ باپ نے صاحبزادہ کو غیرون کے ساتھ بھیجنا پسند نہ کیا آخر خود ساتھ ہو لئے کہ مین نے بھی کبھی نہین دیکھا چلو دیکھ لین غرض جسوقت جامع مسجد مین قدم رکھا تو سب سے پہلے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ پر نظر پڑی۔ مولانا غسل فرما کر باہر کھڑے بال سکھا رہے تھے اوّل تو حسین تھے ہی اُسپر طرہ انوار و تجلیات کا اسلئے متحیر ہو کر دیر تک کھڑے تکتے رہے کہ وہابیون کی صورت تو شیعہ سے زیادہ مسخ ہونی چاہیے اور یہ تو سراپا نور کے ٹکڑے ہین وہان سے چلے تو حضرت امام ربانی کیخدمت مین حاضر ہوئے وہان اندر ہی اندر دلون پر کچھ اور اثر پڑا اور محبت کا مضمون پیدا ہو گیا بعد نماز جمعہ اعلان ہوا کہ مولانا محمد قاسم صاحب کا وعظ ہو گا حضرت مولانا چونکہ

امام ربانی کا ادب بہت فرماتے تھے اسلئے انکار فرمایا مگر جب حضرت ہی فرمانے لگے کہ نہین مولانا ہی وعظ فرمادینگے تو مولانا قاسم العلوم نے فیضان چھڑکنا شروع کیا۔

مولوی نظر محمد خان خود فرماتے تھے ہمارے کانون مین یہ بات ڈالی گئی تھی کہ یہ دیوبندی گروہ رسول کا منکر اور بے ادب وہابی گروہ ہے حضرت مولانا کی کرامت تھی کہ وعظ شروع کیا تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مناقب ہی بیان فرمائے خوش بیانی تو مولانا کی ظاہر ہی ہے مگر اس وعظ مین تو وہ نکات بیان فرمائے کہ بیچارے مولود پڑہنے والون نے خواب مین بھی نہ سُنے ہونگے۔ دل تھا کہ پھول کیطرح کھلا جاتا تھا یہانتک کہ مین نے والد صاحب سے کہا کہ جناب اگر وہابی ایسے ہی ہوتے ہین تو مین تو وہابی بنگیا والد نے جواب دیا ہان بھئی بڑی غلطی مین پڑے رہے اگر یہ لوگ وہابی ہین تو مین بھی پکا وہابی ہون انکا ساتھ مجھسے نہین چھوڑا جاتا خلاصہ یہ کہ آئے تھے معترض بنکر تماشہ دیکھنے اور اُٹھے غلام و خادم محو جمال معتقد بنکر اسکے بعد اخلاص وللّٰہیت کے جو ثمرات پیدا ہوئے وہ دن بدن بڑہتے اور پھلتے پھولتے ہی رہے۔

اس قسم کے واقعات ایک دو نہین بلکہ سیکڑون ہین نمونۃً ایک قصہ صرف اسلئے بیان کیا گیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ غیر معتقدین پر تصرف کرنیکی قوت حق تعالی نے اسی مقدس گروہ کو عطا فرمائی ہے ورنہ دوسرونکو باوجود خُلق و تلطف کا جال پھیلانیکے اپنے معتقدین کا بھی سنبھالنا دشوار ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کے متوسلین کی باعث کثیرہ مین بکثرت وہ لوگ ہین جو کسی زمانہ مین بد عقیدگی لیے ہوئے تھے اور آپکی خدمت مین حاضر ہو کر آپکی قوت قدسیہ کے سلسلے ایسے مغلوب ہوے کہ خوش عقیدہ ہی نہین بلکہ جان نثار خادم بنگئے اجانب پر آپکے تصرفات عامہ کا جب یہ حال ہے تو کسی قسم کا انس پیدا ہوجانے یا خادم و منتسب بنجانیکے بعد اُن پر جو ثمرات ظاہر ہوتے تھے اُنکا تو شمار کرنا بھی دشوار ہے۔ کوئی مسلمان کیسا ہی دنیا دار کیون نہو جسوقت آپکی خدمت مین حاضر ہوتا اپنے قلب مین توجہ الی اللہ اور حق تعالیٰ کی طاعت کا وہ شوق ضرور پاتا تھا جسکا وجود حاضری آستانہ سے قبل خواب مین بھی کبھی نظر نہ آیا تھا وہ قلوب جو فکر و مشاغل فانیہ مین منہمک اور سرشار رہتے تھے آپکی صحبت مین بیٹھکر ادس رقت اور بیداری کا اثر نمایان دیکھتے تھے جو گویا اُنسے دریافت کرتے تھے کہ ناپایدار مخمصات مین کبتک پڑے رہوگے اور پایدار لذتون کے حصول سے کیون بے خبر ہو؟ گذشتہ عمر کے بیکار گذرنے پر ندامت و پشیمانی پیدا ہوتی اور رغبت الی الآخرۃ کی جھلک نظر آتی تھی اور چونکہ یہی زینہ ہے حصول ثمرات آخرۃ کا اسلئے جون جون اسمین ترقی ہوتی وہ

دون طلب حق کا شوق دوبالا ہوتا اور قصد وہمت کا میلان وصول الی اللہ کیجانب بڑہتا چلا جاتا تھا
امام ربانی قدس سرہ کے تصرفات باطنیہ ایسے قوی ظاہر ہوئے کہ انکی کنہ کا ادراک دشوار ہوا اور چونکہ
اسمین زیادہ دخل متوسل کی مناسبت وتعلق مودت کو ہے اسلئے آپ کی قوت قدسیہ کے سامنے قریب
وبعید اور حاضر وغائب اس انتفاع مین یکسان تھے صوفی کرم حسین ایکبار اپنے وطن مین مقیم تھے نماز فجر
سے فارغ ہونیکے بعد دنیاوی ایک کام مین ایسے مشغول ہوئے کہ ظہر کی اذان ہوگئی مجبور کام چھوڑکر
انہون نے ظہر کی نماز پڑھی اور پھر اُسی کام مین لگ گئے یہانتک کہ عصر کا وقت ہوا مغرب کا وقت ہوا
اور نماز عصر ومغرب ادا کرکے پھر اُسی دھندے مین مصروف ہوئے خلاصہ یہ کہ ایسی دُھن لگی کہ دن
کے اوراد واذکار سب قضا ہوگئے فرض نماز ضرور ادا کی مگر وہ بھی اس طرح کہ جسم خدا کے حضور مین اور
دل کام مین پڑا ہوا تھا بعد مغرب یہ اپنے کام مین لگے ہوئے تھے کہ دفعۃً قلب کسی بیرونی اثر سے
متاثر ہوا جو چاہتا تھا کہ یہ کام چھوڑو اور اوراد کی قضا کرو صوفی کرم حسین جون جون اُس خیال کو
دفع کرتے اور اپنے دھندے مین لگنا چاہتے وُون وُون وہ بڑہتا اور زور کرتا جاتا تھا یہانتک کہ وہ
اثر موسلا دھار بارش کیطرح قلب پر اس زور سے برسا کہ انکے ہاتھ پاؤن بے قابو ہوگئے اور کام
چھوٹ گیا آخر عشا کی نماز پڑھی اور کئی گھنٹے کامل ندامت وانابۃ الی اللہ کی لذت قلب کو حاصل
ہوتی رہی - حافظ عبد العزیز صاحب بریلوی نے اکیس سال کی عمر مین قرآن شریف حفظ کرلیا تھا دو تین
محرابین بھی سنائین مگر اسکے بعد حصول معاش کے دھندے مین ایسے مبتلا ہوئے کہ کلام اللہ کی تلاوت بھی
چھوٹ گئی ظاہر ہے کہ یاد کا مدار مزاولت پر ہے اور جب یہ ہی نہو تو قرآن شریف یاد کیونکر رہے چند سال
مین سب بھول بھال گئے اوّل اوّل کچھ افسوس ہوا کہ محنت سے حاصل کی ہوئی نعمت ہاتھ سے جاتی
رہی مگر آخرکار یہ حسرت بھی جاتی رہی پورے بائیس برس اسی حالت مین گذر گئے اور کبھی وسوسہ بھی
نہ آیا کہ کیا دولت حاصل تھی جو چھن گئی اور فقیر بنا گئی پینتالیس سال کی انکی عمر تھی کہ حضرت کی خدمت
مین حاضر ہوئے اور بیعت کی چند روز کے بعد انکے والد کا انتقال ہوگیا اور بجائے اسکے کہ دنیاوی افکار
کا بوجھ بڑھے دفعۃً انکو خیال پیدا ہوا کہ افسوس مجھ بدنصیب نے حفظ کلام اللہ کے منافع سے مرحوم باپ
کو بھی محروم بنایا یہ خیال اسدرجہ بڑھا کہ کسیوقت دہیان سے نہ اترا اپنی عمر پر نظر کرتے تو دماغ کمزور
اور سارے قوی خصوصاً ذہن وحافظ کو باجواب دیچکا تھا مگر شوق تھا کہ بیچین کئے ہوئے تھا چونکہ

اس عمر مین دفعةً اس خیال کا پیدا ہونا تصرف تھا شیخ کا اسلئے اُسی نے ہمت بندھائی اور حضرت نے انکو اطلاعی خط کا جواب تحریر فرمایا کہ محنت کرو خدا مالک ہے ورد شغل سب چھوڑ کر اسی مین مشغول ہوجاؤ ؎ مرد باید کہ ہراسان نشود ✦ مشکلے نیست کہ آسان نشود ✦ غرض توکل بخدا قرآن شریف کے دوبارہ یاد کرنے مین مشغول ہوئے اور چند ماہ مین کامیاب ہوگئے کئی محرابین سُنا چکے ہین اور اب باوجود مشاغل دنیویہ کے تلاوت سے گویا عشق ہے کہ ایک منزل کسی دن ناغہ نہین ہوتی۔

مولوی محمد سہول صاحب جس زمانہ مین مدرسہ شاہجہانپور کے مدرس تھے ایکدن عشا سے قبل لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی خواب دیکھا کہ گویا گنگوہ حاضر ہین جماعت ہو رہی ہے اور حضرت نماز پڑھا رہے ہین یہ بھی شرکت جماعت کیلئے وضو کرنے لگے مگر وضو پورا نہونے پایا تھا کہ سلام پھر گیا اور یہ معہ چند اور آدمیون کے جماعت سے محروم رہے نماز سے فارغ ہوکر حضرت امام ربانی قدس سرہ مسجد کے صحن مین کھڑے ہوکر ان لوگون کی طرف مخاطب ہوئے جو جماعت سے نماز نہ پڑھ سکے اور غصہ کیساتھ یون ارشاد فرمایا کہ لوگ میری طرف منسوب ہوکر نماز سے اسقدر غافل رہتے ہین" اس ارشاد پر مولوی سہول صاحب اپنی غفلت پر نادم ہوئے اور فوراً آنکھ کھلگئی دیکھا تو شب کے بارہ بج چکے تھے اُسیوقت اُٹھکر نماز پڑھی اور آیندہ کیلئے احتیاط کی۔

داروغہ اسد علی صاحب جو ابتدا مین پکے دنیادار تھے ظاہر ہے کہ پولیس کی ملازمت اور اُسمین انسپکٹری سند ون کا حاصل کرنا کسی معمولی کارگذاری کا نتیجہ نہ تھا وہ خود معترف ہین کہ میری طبع نہایت تشدد پسند اور ظلم مین جری تھی سرتاپا انگریزی لباس تو برسون کا شعار ہوگیا تھا جایز و ناجایز اور خطاوار و بیگناہ مین تمیز باقی نہ رہی تھی ایسی حالت مین حضرت سے بیعت ہوئے جسوقت جلئے ملازمت پر واپس ہوئے تو دنیا سے وحشت اور آخرت کیطرف رغبت کا وہ مضمون ساتھ لیکر آئے جسنے کار منصب کی انجام دہی سے بھی دل اُچاٹ کردیا رہ رہ کر عمر کی اضاعت کا افسوس پیدا ہوتا اور یون جی چاہتا تھا کہ نوکری چھوڑ چھاڑ کر کسی پہاڑ کی کھوہ مین اللہ اللہ کرین خود بخود شریعت کے اتباع سے اُنس پیدا ہوا اور بلا کسی کی نصیحت یا فہمایش کے انگریزی وضع اور لباس سے نفرت ہوگئی چند روز مین نیچا کرتہ اور ٹخنون سے اونچا شرعی پاجامہ پہننے والے ملا بنگئے نہ وہ جوش رہا نہ خروش ترقی کی فکر رہی نہ کارگذاری کی اُمنگ و ترنگ لوگ انکا یہ انداز دیکھکر ہنستے اور مذاق اُڑاتے تھے مگر انکو اپنی گذشتہ بداعمالیون پر ندامت و افسوس اتنا بڑھتا جاتا تھا کہ تنہائی مین بیٹھکر رویا کرتے اور کہا کرتے کہ افسوس کس کام کیلئے دنیا مین آیا تھا اور کیا ساتھ لیکر چلا؟ ایسی حالت مین تھانہ داری ہو تو

کیونکر ہو آخر معتوب ہوئے اور کئی جگہ تبدیلی پر تبدیلی ہوئی یہ ملازمت سے اسدرجہ گھبرا گئے تھے کہ علحدگی کو نعمت سمجھتے تھے آخر استعفا بھیجکر حضرت کو اطلاع دی کہ مین کام سے معطل و بیکار ہو گیا اب بجز اسکے کوئی تمنا باقی نہین کہ آستانہ پر حاضر رہکر عمر گذاردون حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جواب تحریر فرمایا "مقدر سے جو امر پیش آوے اُسی کو خیر جانین اور اُسپر رضا مند رہین اگرچہ وہ بظاہر ناگوار طبع ہو بندہ آپکا اور سب احباب کا بہی خواہ اور دعا گو ہے اُنکی بھبودی کیلئے دست بدعا رہتا ہے اور اس عاجز سے کسی کیساتھ کیا سلوک ہو سکتا ہے فقط والسلام نامنظوری استعفا کو بھی مصلحت خیال فرماوین" منشی اسد علیصاحب اس تحریر پر متعجب تھے کہ حکام کے نزدیک معتوب ہو چکا اور استعفا بھیج چکا یہ نامنظوری کیسی؟ مگر خدا جانے بھیجا ہوا استعفا کس دفتر مین گم ہو گیا برس گذر گئے اور کچھ جواب نہ آیا اُسی ملّائی وضع پر اُنکی قدر ہونے لگی اور اب پشاور مین انسپکٹر ہین

حاجی دوست محمد خان صاحب مرحوم حضرت سے بیعت ہونیکے قبل بہتیرے بزرگون کی خدمت مین بیٹھ چکے تھے ایکبار فرمانے لگے کہ پولیس کی ملازمت کے زمانہ مین ایک مفرور ملزم کی سراغرسانی کیلئے پیلی بھیت گیا ہوا تھا جمعہ کی نماز کو جامع مسجد مین گیا تو نماز کے بعد ایک بزرگ کا وعظ ہوا مین بھی بیٹھ گیا اثناء وعظ مین اُنھون نے فرمایا کہ بزرگون کے حالات عجیب ہوتے ہین اگر وہ ہنسین تو سب ہنسنے لگین اور رو دین تو سب رونے لگین" یہ کلمہ اُنکا قال ہی نہ تھا بلکہ حال تھا اسلئے کہ ایکبار وعظ کہتے کہتے کسی بات پر ہنس پڑے اُنکا ہنسنا تھا کہ ساری مجلس ہنسنے لگی تھوڑی دیر کے بعد واعظ پر گریہ طاری ہوا تو جملہ حاضرین روتے روتے بیتاب ہو گئے حاجی دوست محمد خانصاحب جب یہ قصہ کہہ چکے تو انکے نواسہ منشی عبد العلیم صاحب نے دریافت کیا کہ نانا جی ایسی کرامات آپنے کبھی مولانا گنگوہی سے بھی ظاہر ہوتی دیکھی ہین؟ فرمانے لگے میان کیا پوچھتے ہو حضرت کے یہان تو وہ بات دیکھی کہ دنیا بھر مین کہین دیکھنی نصیب نہوئی اٹھائیس سال پولیس کی ملازمت کرتے رشوت کھائے بیسیون ناکردہ گناہ مخلوق کو پھانسی دلاتے اور کالا پانی بھجوائے ہزارہا زیادتیان اور سختیان کرتے حق کو ناحق اور ناحق کو حق بنائے گذرے تھے اس مدت مین کبھی اچھے اور بُرے کا تمیز نہوا تھا دل ایسا سخت ہو گیا تھا کہ آخرت کی طرف متوجہ ہونا جانتا ہی نہ تھا صرف تین دن حضرت امام ربانی کی خدمت مین حاضر رہا تھا خدا جانے کیا کیا کہ جب لوٹا ہون حلیم رحیم منصف نمازی تہجد گذار رشوت سے متنفر ناجایز لباس سے بیزار متبع سنت اور راہ مستقیم کا والا و رشیدا بنکر لوٹا ہون اور یہ مضمون قبل از بیعت صرف حضرت کی صحبت سے حاصل ہو چکا تھا اسلئے کہ جبتک قلب کی پوری اصلاح نہین

ہوگئی اسوقت تک حضرت نے بیعت بھی نہین فرمایا اور بیعت کے بعد تو حضرت کے تصرفاتنے جو کچھ کیا وہ بیان کے قابل نہین۔

یہی حاجی دوست محمد خان صاحب ہین جنکو نواب محمود علیخان صاحب نے جبکہ ریاست کا انتظام کرنے ہندوستان آئے ہین تار دیکر بمبئی بلایا اور اپنا خاص منتظم ریاست بنایا تھا اسلئے کہ اعلیحضرت حاجی صاحب نے انکو نصیحت فرمائی تھی کہ دوست محمد خان کی برابر دیندار امانت دار شخص ملنا مشکل ہے انکو اپنے پاس ضرور بلالینا چنانچہ واقع مین انکی پرہیزگاری اور دیانت کے وہ وہ عجیب قصے مشہور ہین کہ سُننے سے حیرت ہوتی ہے رقت قلب اسدرجہ بڑھگئی تھی کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنے بیٹھتے تو روتے روتے بیہوش ہوجاتے اور آنسوؤن سے اوراق بھیگ جایا کرتے تھے بعض دفعہ تو بیتابی اتنی بڑھتی کہ دیکھنے والونکو جانکنی کا احتمال ہوتا اور قبض روح کا خیال بندھتا تھا اس حالت مین اگر حضرت امام ربانی کا ذکر انکے سامنے ہوتا تو تڑپنے لگتے اور تمام داڑھی آنسوؤن سے تر ہو ہوجاتی تھی آخر وقت مین جب مرض الموت لاحق ہوا تو الہ آباد کے مشہور ڈاکٹر نے یہ تشخیص کیا کہ کسی بڑی چیز کے اثر سے دل اور جگر پر انکے صدمہ پہونچا ہے انکا جگر کٹ گیا اور پاخانہ پیشاب کے راستہ ہوکر نکلتا ہی انکو منع کرو قرآن نہ پڑھین انکے پیر کا انکے سامنے ذکر مت کرو ورنہ جانبری دشوار ہے مگر یہ کس سے ہوسکتا تھا کہ منع کرے اور منع کرے بھی تو مانے کون حاجی صاحب مرحوم گویا تلاوت کے عاشق تھے مرتے دم تک قرآن شریف کا پڑھنا اور تہجد قضا نہین ہوا جس شب کی صبح کو انتقال فرمائینگے ذکر بالجہر شروع کردیا اور کم سے کم سو بار گھڑی دیکھی کہ کیا بجا ہے جب فرمایا یہی فرمایا کہ ابھی رات بہت ہے تہجد اور ذکر سے فارغ ہوکر ہاتھ پاؤن دبوائے اور نماز فجر ادا کرکے گھڑی دیکھی جسوقت چھ بجے تو یہ کہکر کہ اب وقت تھوڑا ہے سب کو اپنے پاس سے علیحدہ کردیا اور آپ لیٹے لیٹے نماز اشراق مین مشغول ہوگئے اسی حالت مین چار پانچ منٹ نزع کے گذار کر انگشت شہادت اور نظر آسمان کیجانب اُٹھائے ہوئے واصل بحق ہوئے اور اپنے سلسلہ کے شیخ حضرت محب اللہ الہ آبادیؒ کی پائینتی مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون حاجی صاحب مرحوم جسوقت قبر مین رکھے گئے اور مُنہ کھولا گیا تو حاضرین پر عجیب حالت طاری ہوئی موافق ومخالف ہر شخص کی زبان سے نکل رہا تھا کہ اللہ اللہ ایسی موت پر ہزارون زندگیان قربان حضرت مولانا رشید احمد کے مریدین کا یہ حال جسکو واصل بحق دیکھنا ہو انکو دیکھے یہانتک کہ منہ ڈھانپ کر تختے پاٹ دیئے گئے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو جسوقت حاجی صاحب کے انتقال کی اطلاع ملی تو آپنے تعزیت

مین انکے بڑے صاحبزادہ نذر محمد خان بھونگامی کو خط بھیجا اور یہ بھی تحریر فرمایا کہ گھبراؤ مت تمھارے والد کی انشاءاللہ مغفرت ہوگئی اطمینان رکھو" یہ بشارت نامہ انہون نے دستاویز بنا کر ابتک رکھ چھوڑا ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کے باطنی تصرفات کوئی کہانتک بیان کرے آپکے متوسلین کی جماعت کثیرہ مین جو لوگ مثمر و بارآور ہین انکے کمالات علمیہ و عملیہ تو سب پر کھلے ہوئے اور ظاہر ہین حق یہ ہے کہ ادنی سے ادنی خادم بھی بے بہرہ و ناکام نہین دنیادار سے دنیادار اور مشاغل فانیہ مین منہمک سے منہمک شخص جس نے آپکا دامن پکڑ لیا چند خصایل مین دوسرے لوگون سے ضرور ممتاز ہے۔ آپکے فیضان صحبت اور برکات بیعت کا ادنے کرشمہ یہ ہے کہ ہر خادم کے قلب مین فنا ہوجانیوالی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح ضرور ہے آپکے بہتیرے خدام جو غلبہ شہوات نفسانیہ کے سبب معصیت جوارح مین مبتلا ہین ادنی ترہیب سے خوفزدہ ہوجاتے اور ذرا سی ترغیب سے متوجہ الی اللہ بنجاتے ہین اور کچھ بھی نہو تو کبھی کبھی سنسان رات کی سنسناہٹ انکے لئے ناصح بنجاتی ہے کہ تباہی و بربادی دین پر متاسف ہوتے اور خلوت مین اپنے آقائے لاشریک کے سامنے شامت اعمال پر رو دیتے ہین وہ تخم جو انکے زمین قلب مین جم گیا ہے کسی اندھیاؤ کے تصادم اور سمندر کے تلاطم سے زایل نہین ہوتا والحمد للہ علیٰ ذٰلک۔

دلمین درد آخرت کا پیدا ہوجانا جو ادراک باطنی کا پیش خیمہ ہے آپکے تصرفات مین وہ معمولی تصرف ہے جس سے میرے خیال مین آپکا ایک متوسل بھی خالی نہین اب رہے ثمرات وہ موقوف ہین توجہ قلب اور قلبی حالت کے بقا کی سعی پر سو جسکو حق تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی وہ آپکی صحبت سے مستفید اور خدمت سے بہرہ مند ہو کر چند روز مین وہ لیگیا جو دوسری جگہہ برسون مین حاصل ہونا دشوار تھا پتھر موم ہوئے برف پگھلکر پانی ہوا برودت و بلادت منقلب ہوئی حرارت و ذکاوت کیساتھ غفلت کیجگہ تنبہ آیا خواب سے بیداری حاصل ہوئی قبض کی حالت بسط سے بدلی پستی سے رفعت حاصل ہوئی اور بہتیرے راہ روندگان راہ حق کی ایک دامن کے ظل عاطفت مین وہ رہ مشکل کشائی اور حاجت روائی ہوئی کہ بال بال اور روان روان شکریہ ادا کرے تو ادا نہین ہوسکتا۔

طبیب اُمت حضرت مولانا اشرفعلی صاحب دام مجدہ تحریر فرماتے ہین:- آپکی صحبت مین یہ اثر تھا کہ کیسی ہی پریشانی یا وساوس کی کثرت کیون نہو جون ہی آپکی صحبت مین بیٹھے اور قلب مین ایک خاص قسم کا سکینہ اور جمعیت حاصل ہوئی جس سے سب کدورات رفع ہوگئین اور قریب قریب آپکے کل مریدین

عقاید کی درستی۔ دین کی پختگی خصوصًا حب فی اللہ وبغض فی اللہ بدرجہ کمال مشاہدہ کیا جاتا ہے یہ سب برکت آپکی صحبت کی ہے۔ اور ان کمالات کی شہادت مین بے شمار واقعات موجود ومشہود ہین احقر پر یون تو ہر صحبت اور ہر مخاطبت مین کچھ نہ کچھ فیض واحسان فائض رہتا تھا لیکن حسب ارشاد نبوی مَنۡ لَّمۡ یَشۡکُرِ النَّاسَ لَمۡ یَشۡکُرِ اللّٰہَ دو احسان زیادہ قابل ذکر ہین ایک علم ظاہری کے متعلق دوسرا باطن کے متعلق اوّل کا بیان یہ ہے کہ مین مسایل اختلافیہ مین اہل حق اور اہل بدعت کے متعلق باوجود صحت عقیدہ کے (والحمد للہ) ایک غلطی مین مبتلا رہا اور اُس غلطی پر بہت سے خیالات اور بہت سے اعمال متفرع رہے یعنی بعض اعمال رسمیہ مثل مجلس متعارف میلاد شریف وامثالہ جنکو محققین بعض مفاسد کیوجہ سے عوام کیلئے مطلقًا ممنوع بتاتے اور اُن عوام الناس کے ساتھ خواص کو بھی روکتے ہین اُن مفاسد کو تو مین ہمیشہ مذموم اور اُن کے مباشر کو ہمیشہ ملوم سمجھتا تھا اور یہ صحت عقیدہ کی تھی اور عوام الناس کو ہمیشہ اُن مفاسد پر متنبہ اور مطلع کرتا تھا لیکن یہ بات میرے خیال مین جم رہی تھی کہ علت نہی کی وہ مفاسد ہین اور جہان علت نہوگی وہان معلول بھی نہوگا پس خواص جو کہ اُن مفاسد سے مبرا ہین اُنکو روکنے کی ضرورت نہین اور اسیطرح عوام کو بھی عَلَی الۡاِطۡلَاق روکنے کی حاجت نہین بلکہ اُنکو نفس اعمال کی اجازت دیکر اُنکے اُن مفاسد کی اصلاح کر دینا چاہئے بلکہ اس اجازت دینے مین یہ ترجیح اور مصلحت سمجھتا تھا کہ اس طریق سے تو عقیدہ کی بھی اصلاح ہو جائیگی جسکا فساد مدار نہی ہے اور بالکل منع کر دینے مین عوام مخالف سمجھینگے اور عقیدہ کی اصلاح بھی نہوگی۔ ایک مُدّت اِس حالت مین گذر گئی اور باوجود دائمی درس وتدریس فقہ وحدیث وغیرہما کے کبھی ذہن کو اسکے خلاف کی طرف انتقال والتفات نہین ہوا۔ حضرت قدس اللہ سرہ کا شکریہ کس زبان سے ادا کرون کہ خود ہی غایت رافت وشفقت سے مولوی منور علیصاحب دربھنگوی مرحوم سے اس امر مین میری نسبت تاسف ظاہر فرمایا اور اُسی غلطی کے شعبون مین سے ایک شعبہ یہ بھی واقع ہوا کہ بعضے درویشون سے جنکی حالت کا انطباق شریعت پر تکلف سے خالی نہ تھا مین نے یہ خیال خُذۡ مَا صَفَا وَدَعۡ مَا کَدَرَ بعض اذکار واشغال کی تلقین بھی حاصل کر لی تھی اور آمد ورفت وصحبت کا بھی اتفاق ہوتا تھا اور لزوم مفاسد کی نسبت وہی خیال تھا کہ خواص کے عقاید خود درست ہوے ہین وہان مفسدہ لازم نہین اور عوام کو حق وباطل پر تقریرًا متنبہ کرتے رہنا دفع مفسدہ کیلئے کافی ہے سو حضرت ؒ نے خصوصیت کیساتھ اسپر بھی تاسف ظاہر فرمایا اور غایت کرم یہ قابل ملاحظہ ہے کہ جیسا حدیث مین ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم غایت کرم وحیا سے بالمشافہہ کسی پر عتاب

نفرماتے تھے اسی طرح حضرت قدس سرہٗ نے باوجود حاضری کَرَّۃً بَعْدَ مَرَّۃٍ کے بالمشافہ کبھی اس سے تعرض نہین فرمایا اور اس سے زیادہ لطف و کرم یہ کہ اگر کبھی کسی نے اعتراض کیا تو میرے فعل کی تاویل اور اسکو محمل حسن پر محمول فرمایا اُسی غلطی کی ایک فرع یہ تھی کہ حضرت پیر و مرشد قبلہ و کعبہ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تقریر درباب ممانعت تنازع و اختلاف مسایل معہودہ مین اجمالاً ارشاد فرمائی اور مجکو اُسکی تفصیل کا حکم دیا چونکہ میرے ذہن مین وہی خیال جما ہوا تھا اسلئے اُسکی تفصیل بھی اُسی کے موافق عنوان سے حیز تحریر مین لایا اور حضرت حاجی صاحب کے حضور مین اُسکو سُنایا چونکہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بوجہ لزوم خلوت و قلت اختلاط مع العوام و بنابر غلبہ حسن ظن عوام کی حالت اور جہالت و ضلالت پر پورا التفات نہ تھا لامحالہ اس مفصل تقریر کو پسند فرمایا اور کہین کہین اُسمین اصلاح اور کمی بیشی بھی فرمائی اور ہر چند کہ وہ عنوان میرا تھا مگر چونکہ اصل مضمون حضرت نے ازخود ارشاد فرماکر قلمبند کرنیکا حکم دیا تھا لہذا حضرت نے اُس تقریر کو اپنی ہی طرف سے لکھوایا اور خود اپنے دستخط و مہر سے مزین فرمایا اور اپنی ہی طرف سے اشاعت کی اجازت دی جو بعنوان "فیصلہ ہفت مسئلہ" شایع کردیا گیا جسکو بعضے کم سمجھون نے اپنی بدعات کا مؤید سمجھا وَاَنّٰی لَهُمْ ذٰلِكَ کیونکہ اُن مفاسد کا اسمین بھی صراحۃً رد ہی صرف خوش عقیدہ و خوش فہم لوگون کو البتہ رخصت و وسعت اُسمین مذکور ہے جسکا مبنیٰ وہی خیال مذکور ہے کہ عوام کے مفاسد کا خود خواص پر کیون اثر پڑے ؟ غرض حضرت قدس اللہ سرہٗ نے اس سب کے متعلق مولوی منور علی صاحب سے تذکرہ فرمایا۔ مولوی صاحب نے احقر سے ذکر کیا تو حضرتؒ کے قوت فیضان سے اجمالاً تو مجکو فوراً اپنی غلطی پر تنبہ ہو گیا لیکن زیادہ بصیرت کیلئے مین نے اس بارہ مین مکاتیب کی بھی ضرورت سمجھی چنانچہ چند بار جانبین سے تحریرات ہوئین جنکی نقل دو چار جگہ محفوظ بھی ہیلہ بالجملہ نتیجہ یہ ہوا کہ مجکو بصیرت و تحقیق کیساتھ اپنی غلطی پر بفضلہ تعالیٰ اطلاع ہو گئی اور اُسپر اطلاع ہونے سے ایک باب عظیم علم کا جو کہ مدت تک مغلق تھا مفتوح ہو گیا جسکا ملخص یہ ہے کہ مدار نہی فی الواقع فساد عقیدہ ہی ہے لیکن فساد عقیدہ عام ہے خواہ فاعل اُسکا مباشر ہو خواہ مرتکب اُسکا سبب ہو پس فاعل اگر جاہل عامی ہے تو خود اُسی کا عقیدہ فاسد ہو گا اور اگر وہ خواص مین سے ہے تو گو وہ خود صحیح العقیدہ ہو مگر اُسکے سبب سے دوسرے عوام کا عقیدہ فاسد ہو گا اور فساد کا سبب بننا بھی ممنوع ہے اور گو تقریر سے اُس فساد پر تنبیہ عوام کی ممکن ہے مگر کل عوام کی اس سے اصلاح نہین ہوتی اور نہ سب تک اسکی تقریر پہونچتی ہے پس اگر کسی عامی نے اس خاص کا فاعل ہونا تو سُنا اور اصلاح کا مضمون اُس تک نہ پہونچا تو یہ شخص اُس عامی کے ضلال کا سبب بنگیا اور ظاہر ہے

فرع

لہ اسی تذکرہ کے حصہ اول میں بعنوان مراسلات ... شائع ہو گئے ہیں ... ۱۲ مؤلف

کہ اگر ایک شخص کی ضلالت کا بھی کوئی شخص سبب بنجاوے تو بُرا ہے اور ہرچند کہ بعض مصلحتین بھی فعل مین ہون لیکن قاعدہ یہ ہی کہ جس فعل مین مصلحت اور مفسدہ دونون مجتمع ہون اور وہ فعل شرعاً مطلوب بالذات نہو وہان اُس فعل ہی کو ترک کردیا جائیگا پس اس قاعدہ کی بناپر اُن مصلحتون کی تحصیل کا اہتمام نکرینگے بلکہ اُن مفاسد سے احتراز کیلئے اُس فعل کو ترک کردینگے البتہ جو فعل ضروری ہی اور اُس مین مفاسد پیش آوین وہان اُس فعل کو ترک نہ کرینگے بلکہ حتی الامکان اُن مفاسد کی اصلاح کیجائیگی چنانچہ احادیث نبویہ اور مسایل فقہیہ سے یہ سب احکام وقواعد ظاہر ہین ماہر پر مخفی نہین اُن مین سے کسیقدر رسالہ اصلاح الرسوم مین بندہ نے لکھ بھی دیا ہی جب میرے اس خیال کی اصلاح ہوگئی تو اسکے سب فروع وآثار کی اصلاح بفضلہ تعالیٰ ہوگئی چنانچہ خلاف شریعت درویشون کی صحبت وتلقی سے بھی نجات ہوئی اور فیصلہ ہفت مسئلہ کے متعلق بھی ایک ضروری ضمیمہ لکھکر شایع کردیا گیا جس سے اُسکے متعلق اہل افراط وتفریط کے سب اوہام کو رفع کردیا گیا۔
دوسرا احسان متعلق باطن کے ہے اُسکی تفصیل مین چونکہ مخفیات کا اظہار بھی ہے اور وہ قصہ بھی نہایت دردناک اور ناگوار ہے اسلئے محض اس اجمال پر اکتفا کرتا ہون کہ میری شامت اعمال وکثرت معاصی سے مجھپر ایسی ایک حالت شدید طاری ہوئی تھی کہ باوجود صحت بدنی کے زندگی سے مایوسی تھی بلکہ موت کو ہزارہا درجہ حیات پر ترجیح دیتا تھا اور اُسکو اس سے زیادہ عنوان کیساتھ تعبیر نہین کرسکتا کہ ؎

دوگونہ رنج وعذاب است جان مجنون را	بلائے فرقت لیلے ووصلت لیلے

اُسوقت حضرت قدس سرہ نے دعا وتعلیم وہمت سے خاص توجہ فرمائی جس سے ہوش وحواس درست ہوئے اور جان مین جان آئی اور اُس حالت کے طریان کے فواید اور پھر اُسکے زوال کے منافع بحمداللہ محسوس ہوئے ان دونون احسانون کو اُمید ہے کہ عمر بھر نہ بھولونگا اور حکم بھی یہی ہی مَنْ لَمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰهَ انتھی
ایکمرتبہ آپ درس حدیث مین مشغول تھے ایک شخص نہایت پریشان حال حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت لِلّٰہ میری طرف توجہ فرمایئے آپنے جواب دیا بھائی مین تو مُلّا ہون کوئی مسئلہ پوچھنا ہی تو مجھسے پوچھو درویشون کی باتین درویش جانین" اُس شخص نے کہا حضرت مین زندگی سے تنگ آگیا کیا آپکو گوارا ہے کہ مین خودکشی کرلون اور مر رہون آپ مُسکرائے اور فرمایا اچھا مجھے پڑھانے دو سامنے دیوار سے لگ کر جا بیٹھو اتنا فرماکر آپنے درس شروع کرادیا اور وہ شخص حجرہ شریفہ مین دیوار سے کمر لگاکر بیٹھ گیا پڑھاتے پڑھاتے دوتین مرتبہ آپنے اُس مبتلا کی جانب نظر فرمائی اور پھر تقریر مین طلبہ کی طرف مخاطب ہوگئے سبق ختم

نہونے پایا تھا کہ وہ شخص ہنستا ہوا اُٹھا اور اسدرجہ مسرور ہو کر چلا کہ سلام کرنا بھی بھول گیا جب وہ چلا گیا تو بعض طلبہ نے حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت یہ کون تھا اور کس مرض مین مبتلا تھا، آپنے فرمایا درویش ہی قبض طاری تھا الحمدللہ رفع ہو گیا اتنے مسرور ہوئے کہ چلتے وقت سلام بھی نہ کیا۔

ایک بزرگ ذاکر شاغل تھے اُنکو عادت پڑ گئی مغرب وعشا کے مابین سوجانیکی ہر چند اسکے ترک کی کوشش کرتے تھے مگر عشا سے قبل نیند کا اتنا غلبہ ہوتا کہ بے اختیار ہو جاتے اور آنکھ لگجاتی تھی انکو خیال ہوتا تھا کہ حدیث مین اس عادت کی مذمت بھی آئی ہو اور نیز عشا کی نماز مین وقت مستحب کے ہاتھ سے جاتے رہنے یا کم سے کم کسل و اضمحلال پیدا ہونیکا سبب ہے اسلئے ہمت ضرور کرتے تھے کہ نہ سوؤن مگر کچھ مجبوری کی سی حالت ہو گئی تھی کہ آنکھ لگ ہی جاتی تھی آخر گنگوہ حاضر ہوئے جسوقت خانقاہ مین پہونچے ہین مغرب کی نماز ہو چکی تھی اور حضرت دولتکدہ تشریف لیگئے تھے چھپر کے نیچے چارپائی پر بیٹھ گئے اور عادت کے موافق جب نیند کا غلبہ ہوا تو راستہ کیجانب پشت کر کے وہین پڑ کر سو گئے خواب مین دیکھا کہ حضرت دولتخانہ سے تشریف لائے اور انکی کمر مین لات مار کر غصہ کیساتھ ارشاد فرمایا کہ کیا واہیات حرکت ہے حدیث کے خلاف یہ کوئی وقت سونے کا ہے؟ دفعۃً آنکھ کھل گئی تو کروٹ بدلکر دیکھا کہ نہ آدمی ہے نہ آدمزاد خیال ہوا کہ شاید حضرت تشریف لے آئے ہون خانقاہ مین گئے تو معلوم ہوا کہ حضرت ابھی دولتخانہ سے واپس نہین آئے خواب کو خیال سمجھکر دوبارہ چارپائی پر آلیٹے ہر چند کوشش کی کہ سو رہون مگر آنکھ ہی نہ لگی تھوڑی دیر کے بعد حضرت تشریف لائے تو یہ بھی حاضر خدمت ہوئے اُسدن کے بعد پھر کبھی مابین المغرب والعشا انکو نیند نہین آئی اگر لیٹ بھی گئے تو عشا کا فکر ایسا دل پر سوار رہا کہ بیچینی کیساتھ کروٹین بدلتے رہے اور جبتک نماز سے فراغت نہولی آنکھ ہی نہ لگی۔

حکیم عبدالرحیم صاحب مالک دواخانہ فیض عام بمبئی بارہ تیرہ سال کی عمر تھی کہ بھوپال سے روانہ ہو کر حاضر آستانہ ہوئے حضرت عصر کا وضو فرما کر مسجد کیجانب چلنے لگے تو بالتخصیص انکو ارشاد فرمایا آؤ عبدالرحیم نماز پڑھین" یہ بھی وضو کر کے شریک جماعت ہو گئے اُسدن سے نماز کیساتھ انکو ایسا اُنس اور شوق پیدا ہو گیا ہے کہ جب تک پڑھ نہ لین بیتاب رہتے ہین اگر کبھی قضا ہو جائے تو دل ایسا تملاتا ہے جیسے کسی بڑی نعمت کے چھن جانے سے تلملایا کرتا ہے۔

ایک شخص ذاکر شاغل حضرت کیخدمت مین رہتے تھے اُنکا کھانا قصبہ مین ایک شخص کے مقرر تھا وہین مسجد

مین نماز پڑھانے جایا کرتے تھے شیطان تو ہر مسلمان کیساتھ لگا ہوا ہے اتفاق سے انکو کسی عورت سے تعلق ہوگیا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ ملاقات کا وقت مقرر ہوگیا شیطانی حرکت کسی پر ظاہر کرنیکے قابل نہ تھی اسلیئے کسی کو خبر بھی نہوئی کہ چلتے چلاتے کام مین شیطان نے کس رخنہ اندازی کا انداز اختیار کیا ہے وعدہ کی شب مین عشا کے بعد حضرت کے پاؤن دبا کر جب سمجھے کہ حضرت سو گئے وہانسے کھسکے اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتے خانقاہ سے باہر ہوئے جسوقت باہر قدم نکالا تو مطلع بالکل صاف تھا دو چار قدم چلے تھے کہ آسمان پر سیاہ بدلی نظر آئی جون جون یہ آگے بڑھتے رہے وون وون بادل بڑھتا اور اوپر چڑھتا رہا یہانتک کہ جسوقت اُس مکان کی دیوار کے نیچے پہونچے جہان عورت حسب وعدہ کھڑی ہوئی تھی تو اس سے قبل کہ بات کرین دفعۃً بادل اس زور سے گرجا کہ دونون گھبرا گئے اُدھر عورت بھاگی کہ گھر والے جاگین اور مجھے نہ پائینگے تو کیا گل کھلیگا اور ادھر یہ سراسیمہ دوڑے کہ حضرت کی چارپائی باہر بچھی ہوئی ہے مین ہی قریب سوتا ہون حضرت آواز دینگے اور مین نہونگا تو کیا نتیجہ ہوگا غرض بنیل مرام دوڑتے ہانپتے خانقاہ مین پہونچے جسوقت اندر قدم رکھا مطلع بالکل صاف ہوگیا تھا آہستہ آہستہ حضرت کیطرف چلے جھانک کر دیکھا تو حضرت امام ربانی چارپائی کی دونون پٹیون پر ہتیلیان ٹیکے گردن جھکائے اسطرح بیٹھے ہین جیسے توجہ دینے کی حالت مین شیخ مستغرق ہو کر بیٹھتا ہے یہ چپکے ہی چپکے دبے پاؤن چلکر اپنی چارپائی تک پہونچے جو حضرت کی چارپائی سے کچھ ہی فاصلہ پر گور کے نیچے بچھی ہوئی تھی جسوقت وہان پہونچ لئے حضرت نے گردن اوپر اُٹھائی اور لیٹ رہے۔

صبح ہوئی تو اشارۃً حضرت نے نصیحت فرمائی اور امتحان کے موقع پر نفس کے قابو مین رکھنے کے فضائل بیان کئے یہ چند کلمات سُنکر ندامت کا قلب پر اتنا غلبہ ہوا کہ جس حد تک معصیت ہوئی تھی اُسکو یاد کر کے رویا کرتے اور گڑگڑا گڑگڑا کر توبہ کیا کرتے تھے چند ماہ مین حق تعالیٰ نے نسبت معتبرہ سے نوازا اور مجاز طریقت ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے اسمین شک نہین کہ حضرت امام ربانی کا ہر خادم آپکے فیضان کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لئے ہوئے ہے اور ہر شخص پر آپکے تصرفات کا اثر کبھی نہ کبھی لابد ہوا ہے باقی کسی کو اطلاع ہوئی اور کسی کو اطلاع نہوئی کوئی سمجھ گیا کہ بیرونی قوت کا زور ہے جو معصیت سے روکتا یا طاعت پر آمادہ کر رہا ہے اور کوئی نہ سمجھا اتفاق وقت پر محمول کر کے روحانیت سے بے خبر رہا۔ اس باطنی قوت قلبیہ کی تاثیرات کے جتنے قصے لوگون کو معلوم ہین اُنکا عشر عشیر بھی بیان کرنیکی گنجایش

نہین سچ یہ ہے کہ آپکو جو منصب عطا کیا گیا تھا اُسکے لئے قلب مین اتنی قوت کا ہونا لازمی تھا جو گروہا گروہ کو ایک بندش مین باندھ سکے اور تعلیم و تزکیہ کی جو خدمت آپکے سپرد کیگئی تھی اُسکے لئے اسی اہلیت و استعداد کی ضرورت تھی کہ اقارب و اباعد اور اصاغر و اکابر کو یکسان قابو مین لا سکے۔ آپکے فیضان صحبت سے بہتیرے وہ لوگ بھی مستفیض ہوئے جو بڑے بڑے درباروں مین بھی کچھ نہ حاصل کر سکے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بیان فرماتے تھے کہ مولوی منظور احمد صاحب ایک عالم تھے جو حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے وہ بھی حج کو جا رہے تھے اور مین بھی شریک سفر تھا اتفاق سے ہم دونون ایک ہی اونٹ پر سوار ہوئے راستہ مین انہون نے اپنا حال بیان کرنا شروع کیا اور کہا کہ شاہ صاحب سے بیعت ہو کر جب ذکر شغل کرنے لگا تو چند روز کے بعد ایک بات حاصل ہوئی تھی تھوڑے دنون قایم رہکر جاتی رہی اب اُسکو دل تلملاتا ہے اکثر بزرگون کی خدمت مین حاضر ہوتا ہون اور اسی نیت سے بیٹھتا ہون مگر گئی ہوئی حالت واپس نہین ہوتی مین نے معمولی طور پر اُنکو جواب دیدیا کہ اگر ہمارے حضرت کی خدمت مین کبھی حاضری کا اتفاق ہو جائے تو وہان بھی بیٹھکر دیکھنا مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے تھے کہ مجھے اسکا وسوسہ بھی نہین گذرا کہ یہ بات انکے ذہن مین جم گئی ہوگی یا کبھی انکو ہندوستان واپس آکر گنگوہ جانیکا اتفاق ہوگا مین تو حج کرکے واپس چلا آیا مولوی منظور احمد صاحب وہین مقیم رہے خدا کی شان کہ اگلے سال حضرت امام ربانی قدس سرہ حج کیلئے عرب روانہ ہوئے اور وہان مولوی منظور احمد صاحب کو زیارت حاصل ہوئی مولوی صاحب حضرت کیخدمت مین حاضر ہوئے اور سارا حال عرض کرکے یہ بھی کہدیا کہ مولوی خلیل احمد صاحب نے یہ کہا تھا کہ حضرت کیخدمت مین بیٹھکر دیکھنا حضرت مسکرائے اور فرمایا "اچھا" چند ہی روز کے بعد مولوی منظور احمد صاحب خوش ہو گئے اور فرمایا کہ جو بات چاہتا تھا ملگئی بلکہ کچھ زیادہ۔

اس قسم کے واقعات بیسیون ہین کہانتک بیان کئے جائین خلاصہ یہ ہے کہ آپکا وجود باجود ظاہراً و باطناً اس زمانہ مین عالم کیلئے رحمت خداوندی تھا کہ اپنی اپنی استعداد کیموافق سب ہی آپکے فیضان سے مستفید ہوئے ؎ شکر فیض تو چمن چون کند ای ابر بہار * کہ اگر خار و گر گل ہمہ پروردۂ تست۔

شان تربیت کیساتھ آپکی مقبولیت ایسی کھلی ہوئی شے ہے کہ محتاج بیان نہین اسی مقبولیت کا ثمرہ تھا کہ جو کوئی بھی عملاً یا اعتقاداً آپکے آستانہ کا ہو رہا خداوند کریم نے اُسکو تہیدست نہین لوٹایا صرف دل کے اندر آپکی ذات سے محبت رکھنے والے مسلمان آج جس دولت سے مالامال نظر آتے ہین وہ ایسی

لازوال اور قابل شکر گذاری ہے کہ دوسرے دروازوں پر سالہا سال جبہ سائی کے بعد بھی حاصل ہونی شاید دشوار تھی آپ دنیا سے تشریف لیگئے مگر آپکے تصرفات عالم میں اپنا کام برابر کر رہے ہیں اور جس باغ کی باغبانی کیلئے آپ تشریف لائے تھے وہ ایسا شاداب اور بار آور ہوگیا ہے کہ مخلوق سالہا سال تک انشاء اللہ اُس سے متمتع ہوتی رہیگی جن مقدس ذوات ستودہ صفات کو آپکی روحانیت نے کامل و مکمل بناکر دنیا میں چھوڑا ہے اُنکے کمالات علمیہ و عملیہ مستقلاً آپکے فیضان کی قوت ظاہر کر رہے ہیں اور وہ تصرفات باطنیہ جو آپکی تربیت یافتہ جماعت کے سرگروہ خلفاء کو حق تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں صاحب ذوق اور اہل فہم کیلئے امام ربانی قدس سرہ کے تصرفات کی وہ زندہ مثالیں ہیں جو انشاء اللہ برسوں اور مدتوں قایم رہینگی۔

میں عرض کر چکا تھا کہ اس عنوان کا مدار وجدان اور ذوق پر ہے ظاہر ہے کہ دلپر گذری ہوئی باتیں دل ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں زبان میں یارا نہیں کہ ادا کر سکے اسلئے جو کچھ لکھا گیا بیشک ناتمام لکھا گیا آج حضرت کے متوسلین پر نظر اُٹھا کر دیکھتا ہوں تو ساری جماعت میں سب سے ادنےٰ اور کمتر اپنے نفس کو پاتا ہوں لیکن اگر یوں کہوں کہ محروم ہوں تو ناشکر گذاری و کفران نعمت ہے عملاً بدحال اور سرتاپا خطاوار ضرور ہوں مگر الحمد للہ سنت نبویہ کیساتھ آستانہ گنگوہیہ کی بدولت اتنا اُنس قلب میں ضرور ہے کہ خود اتباع کی توفیق نہیں تو اتباع کرنیوالے مقدس فرقہ کے قدم چومنے کو بے اختیار جی چاہتا ہے جب اس ناکارہ پر باوجودیکہ عمر کا ابتدائی بڑا حصہ بدعات کی محبت میں صرف ہو چکا تھا امام ربانی کے تصرفات کا یہ رنگ ہے تو دوسروں کا حال کیا پوچھنا جو کچھ بھی ہو تھوڑا ہے۔

آپکے قلبی تصرفات کے ثمرات کا خلاصہ یہی تھا جو آپکی تعلیم و تربیت کا خلاصہ تھا یعنی یہ کہ سالک اپنی مرادات کا منتہا اتباع سنت مصطفویہ کو سمجھکر حق تعالیٰ شانہٗ کی رضاجوئی میں جو کچھ سعی کر سکے کرے اور منہیات و معصیات سے بچکر طاعات و عبادات میں مشغولیت کا جو کچھ حصہ لے سکے لے سو الحمد للہ تیس پنتیس نفوس اس مضمون سے مستفید ہو کر اُس کمال پر پہونچے کہ دوسروں کو اس مضمون سے متاثر بنانیکی اُن میں طاقت آئی نسبت سلسلہ معتبرہ سے فایز المرام ہو کر مجاز طریقت اور امام ربانی کے خلفاء و سچے جانشین قرار پائے باقی حسب نصیب مقدر توجہ الی اللہ کی کھٹک اور چھٹے حاسہ کی سلامتی وادراک قلب کا فایدہ تو ہزارہا مخلوق نے حاصل کیا یہ لوگ اگر دوسروں کو کامل نہیں بنا سکتے تو انشاء اللہ ایسے مستحکم ہیں کہ دوسروں کے بگاڑے بآسانی بگڑ بھی نہیں سکتے بدعات سے اجتناب و نفرت کا مادہ انکے دلوں میں ایسا

مستحکم ہو گیا ہے کہ دشمنان سنت کے دیئے ہوئے وہابیت کے خطاب سے انکو عار نہین آتی طعن و تشنیع سے انکو توحش نہین ہوتا چونکہ لَا یَخَافُوْنَ فِی اللہِ لَوْمَةَ لَائِمٍ کا مفہوم تخم بنکر انکے زمین قلب مین جم چکا ہے اسلئے ہر حال مین اپنی دھن کے پکے اور آج بھی اُسی پختگی کیساتھ اپنے طریقہ مرضیہ پر قایم ہین جیسا کہ اب سے تین سال قبل حضرت امام ربانی کی حیات مین تھے البتہ چند نفوس کی حالت مین آپکے وصال کے بعد تغیر آیا اور انقلاب حالت نے اپنا اثر ضرور دکھایا ہے وَقَلِیْلٌ مَّا ھُمْ یہ وہ لوگ ہین جنکے کمزور دلون پر امام ربانی کی محبت کا سکہ جم نہ سکا اور محبت کے راسخ نہونیکے سبب تصرفات و فیوضات سے پوری طرح مستفیض نہو سکے ایسے لوگون کا وجود جنکو امام ربانی کے بعد آپکے طریقہ مرضیہ سے انحراف پیش آیا سنت اضطراری ہونیکے سبب حضرت قدس سرہٗ کا کمال علو ظاہر کر رہا ہے ان لوگون کے نام ظاہر کرنیکی ضرورت نہین اسلئے کہ جب امام ربانی کا مسلک اور مشرب ہر شخص کو معلوم ہے اور سنت کیساتھ آپکا تمسک اور بدعات مروجہ سے تنفر عالم آشکارا ہے تو آپکے متوسلین مین جو شخص بھی چھوٹا ہو یا بڑا اجتنابی سنت سے دور اور بدعت سے قریب دیکھا جاے اُسکو اس جماعت مین سمجھ لیا جاے اگرچہ وہ مدعی ہو امام ربانی کے خادم ہونیکا۔

امام ربانی قدس سرہ کے تصرفات مین اجگہہ مولوی احمد صاحب سورتی کا وہ خواب درج کرکے اس عنوان کو ختم کرتا ہون جو گویا حضرت کی بنامی وصیت ہے اپنے متوسلین کی ساری جماعت کو۔ اُمید ہے انشاء اللہ نافع ہوگا حضرت کے وصال سے ایکدن قبل دو پہر کیوقت مولوی احمد صاحب خانقاہ مین اپنے حجرہ کے اندر پڑے سوتے تھے کہ خواب مین حضرت امام ربانی تشریف لائے اور انکے سارے بدن پر ہاتھ پھیر کر یون ارشاد فرمایا "احمد مین تمھارے بدن کے اوپر ہاتھ پھیرتا ہون اور تمکو اللہ تعالیٰ مال دیگا" انہون نے عرض کیا کہ حضرت بندہ کو مال نہین چاہئے آپ بندہ کیلئے دعا فرماوین اور آخرت مین مجھے اپنے ساتھ رکھین حضرت نے اسکے جواب مین یہ کلمات ارشاد فرمائے "احمد ہمارے ساتھ آخرت مین وہی شخص رہیگا جو اللہ تعالیٰ کی طاعت کریگا اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کریگا اور سنت کے اوپر اُسکا عمل ہوگا اور جو شخص بدعت کریگا اور اللہ تعالےٰ کی طاعت نہ کریگا اور اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باز رہیگا وہ شخص قیامت مین ہمارے ساتھ نہو گا اگرچہ کوئی کیسا ہی ہمارا قریب کا ہو اور ہمارا ہو" اسکے بعد آنکھ کھلگئی۔

حق تعالیٰ مجھے اور آپکو اس مقدس جماعت کی شمولیت نصیب فرمائے اور قیامت کے ہولناک دن امام ربانی قدس سرہٗ کے زیر لوا محشور فرمائے۔ آیئے اب اُس جامع مسجد کا نقشہ ملاحظہ کراون جہان آپ نماز پڑھاتے تھے یہی مسجد کا فرش اور جنوبی سمت کے حجرات اہل صُفّہ ذاکرین شاغلین کے خلوتخانے کی جگہہ ہے اور شمالی جانب حضرۃ شیخ عبد القدوس کا مزار ہے۔

خلفاء و مستفیدین

اس عنوان مین جن حضرات کا ہمین ذکر کرنا مقصود ہے وہ صرف وہ حضرات ہین جنکو امام ربانی قدس سرہٗ نے تعلیم سلوک و معالجہ روحانی اور تلقین اذکار و اشغال معہودہ کی طوعاً و رغبۃً بلکہ امتثالاً لامرہ تعالی اجازت دی اور امر فرمایا کہ طالب کو بیعت کرین تاکہ سلسلہ حقہ کا بقا رہے۔ یہ صاحب اجازت حضرات ظاہر ہے جبتک حب جاہ سے فارغ اور بڑا بننے سے کارہ نہین ہوئے اُسوقت تک کمال و تکمیل کی قوت قدسیہ سے نہین نوازے گئے اور جبتک نفس کا یہ اندیشہ ناک تخم بالکل نیست و نابود نہین ہوگیا اُسوقت تک سلسلہ مشایخ مین اپنے شیخ کے معتبر جانشین یعنی خلفاء نہین گردانے گئے۔ ان حضرات کو مجاز طریقت کہا جاتا ہے انکے مراتب کا کیا پوچھنا؟ جس بات کے پیچھے مخلوق تخت و تاج پر خاک ڈالتی ہو وہ حق تعالی نے انکو گھر بیٹھے عطا فرمائی اور جسکی تحصیل مین انسان اپنا خون پسینہ ایک کرتا ہے واہب العطایا خدا نے اُس بھرپور نعمت سے انکی گودین بھردین حب خدا و رسول کا بازآور درخت انکے زمین قلب مین جم گیا اور اخلاص و طلب رضاء حق سبحانہ نے انکے دلون مین اپنا گھر بنالیا اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے اسی تقسیم کا خیر القرون معدن و مبدا تھا اور اسی نعمت لازوال کے بانٹنے کو بطحائی پیغمبر تشریف لائے تھے اس امانت حقہ کا حامل بنانے کے لئے نیابت نبوت کا قسام ازل کو جسے حصتہ پہونچانا منظور تھا انکو اپنے مقبولین کے ہاتھ پہونچایا اور جنہین پہونچانا منظور ہو قیامت تک پہونچائیگا۔

تقرب الی اللہ کے درجہ مین خلفاء کے مراتب بھی مختلف ہونگے مگر یہ وہ جانے جسکو ان حضرات کے مراتب معلوم کرنیکی قابلیت ہو پس تفضیل کا درپے ہونا قطع نظر جہالت کے شان تعلّی و مشیخت اور اثر کبر و نخوت ہے خدا پناہ مین رکھے اُس خصلت سے جو اہل اللہ مین بڑائی چھٹائی کا خیال پیدا کرکے ہتک و تنقیص تک پہونچا کر دین و ایمان کی بربادی کا سبب بنتی ہو الحمد للہ امام ربانی قدس سرہ کے آستانہ کی خاکبوس جماعت اگرچہ فطری موافقت اور اُنس طبع کی بنا پر ایکطرف کی ہو رہی ہو مگر سب حضرات کی محبت و تکریم اور دامن سے وابستگی کو ذریعہ نجات سمجھے ہوئے ہے۔ چونکہ وہ اکابر جنکو مجازین طریقت کہا جاتا ہے ہندوستان کے اطراف مین پھیلے ہوئے اور اپنے آپکو اسدرجہ مٹائے ہوئے ہین کہ پتہ لگنا دشوار ہے اسلئے امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء کی بالکل صحیح تعداد معلوم نہو سکی کہ کتنے ہین مشاہیر نہین

اور پر تیس مین جنکو بلا لحاظ تقدیم و تاخیر مراتب بیان کرتا ہون خدا شاہد ہے کہ ترتیب اسماء سے ترتیب مدارج مقصود نہین

حضرۃ مولانا الحاج الحافظ المولوی **خلیل احمد** صاحب انبہٹوی مدرس اوّل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور مدت فیوضہ - آپکا سلسلہ نسب چند پشت پر حضرت امام ربانی قدس سرہٗ سے ملتا ہے اور نیز ایک سلسلہ سید شاہ ابو المعالی رحمۃ اللہ علیہ سے متصل ہے اسوقت بظاہر کسیکی بیعت حضرت کے ہاتھ پر آپ سے مقدم نہین ہے قدرت کے ہاتھون صورت اور سیرت مین آپکو اپنے شیخ کیساتھ مشابہت کا حظ وافر عطا ہوا ہے ایکبار آپنے بعد رمضان ۱۲۸۵ھ مین اپنا خواب حضرت سے بیان کیا کہ "حضرت مین اعتکاف مین تھا خواب مین دیکھا کہ خربزہ تراش رہا ہون اور قاشین آپکو دے رہا ہون آپ رغبت کیساتھ کھا رہے ہین اور کھانیکے وقت آپکے دہن سے جو لعاب وغیرہ گرتا ہے وہ مین اپنی زبان پر لیتا ہون" حضرت مسکرائے اور فرمایا "تم خود سمجھتے ہوگے آخر نسبت تو ایک ہی ہے" - مولانا ممدوح ۱۲۹۳ھ مین جب پہلی بار حج کیلئے مکہ معظمہ روانہ ہوے تو امام ربانی نے مرشد العرب والعجم اعلیحضرت حاجی صاحب کیخدمت مین لکھا کہ مولوی خلیل احمد کو اجازت فرمادین" حضرت اعلیٰ مولانا کی حالت دیکھکر بہت مسرور ہوئے محرم ۱۲۹۴ھ مین خلافت نامہ مزین بمہر کرکے عطا فرمایا اور کمال مسرت سے اپنی دستار مبارک سر سے اُتار کر مولانا کے سر پر رکھدی مولانا ممدوح نے دونون عطیہ حضرت امام ربانی کے حضور مین پیش کردیئے اور عرض کیا کہ "بندہ تو اس لائق نہین یہ حضور کی ذرہ نوازی ہے" حضرت نے فرمایا "تمکو مبارک ہو" اسکے بعد خلافت نامہ پر دستخط فرماکر مع دستار آپکو خود عطا فرمایا۔ مگر آپکا یہ ادب تھا کہ طالب کو بیعت کرتے وقت معاصی سے توبہ کرانیکے بعد یہ الفاظ فرماتے تھے کہو بیعت کی مین نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے خلیل احمد کے ہاتھ پر۔

حضرت قدس سرہٗ کو مولانا سے خاص محبت تھی ایکمرتبہ بھوپال سے یکصد روپیہ مشاہرہ پر آپکی طلبی ہوئی مگر جب آپنے حضرت کیخدمت مین لکھا تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ مین اپنے لوگون کو اپنے سے جدا کرنا اور دور بھیجنا نہین چاہتا حضرت نے ایکمرتبہ آپکے بارہ مین فرمایا کہ "جو مین ہون وہ مولوی خلیل احمد" ایک خط مین حضرت مولانا کو یہ شعر تحریر فرماتے ہین ؎ در گور برم از سر گیسوئے تو تارے ٭ تا سایہ کند بر سر من روز قیامت۔

حضرت مولانا الحاج المولوی **محمود حسن** صاحب مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند مدت فیوضہ - آپ نسبًا عثمانی شیخزادہ ہین علوم دینیہ مین خصوصًا حدیث کے اندر شہرہ آفاق اور بخاری وقت ہین کمالات علمیہ و عملیہ سے مالامال اور دولت شریعت و طریقت کے پادشاہ ہین اپنی حالت کا اخفا اور کتمان اسدرجہ ہے کہ خواص کو پتہ لگنا دشوار ہے حضرت مولانا قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ کے خاص شاگرد ہین اسوقت آپکی

بابرکت ذات سے کئی سو بلکہ کئی ہزار علماء محدثین بنچکے ہین اسوقت ہندوستان مین اگر آپکو استاذ الکل کا خطاب دیا جاوے تو بجا ہے۔ کسر نفس اور تواضع کا سبق آپکے قدم قدم پر ہر حرکت وسکون سے حاصل ہوتا ہے باین وجہ بیعت لینے سے عموماً اپنے کو بچایا مگر جوہر کو کتنا ہی گودڑ مین دبایئے اور مُشک کو کیسا ہی کپڑون مین چھپایئے کُھلے اور مہکے بغیر نہین رہتا آخر طالبین نے دامن پکڑا اور الحمد للہ ظاہری و باطنی نعمتون سے مالامال ہو رہے ہین مولانا ممدوح کو چونکہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی تعلق زیادہ تھا اسلئے آسمان ہدایت کے ہر دو نیرین کے رنگ نسبت سے مستفیض ہین۔ مولانا کی مدتون عادت رہی کہ جمعہ کیدن علی الصباح دیوبند سے پاپیادہ گنگوہ پہونچتے اور جمعہ کی نماز حضرت امام ربانی کے پیچھے ادا فرما کر رات کو دیوبند آلیتے تھے کیونکہ صبح کو مدرسہ مین درس دینا تھا ہر ہفتہ ایکدن مین چالیس کوس کی مسافت کا طے کرنا جس غلبہ شوق ومحبت مین ہوتا تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ تکان نہ مانتے تھے۔

حضرت کیخدمت مین حاضر ہوتے تو چپ چپاتے جا پہونچتے اور عام خدام کی طرح بیٹھ جاتے تھے ایکبار حضرت نے آپکے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ "مولوی محمود حسن تو علم کا کُٹھلا ہین"۔

حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی عبد الرحیم صاحب رائپوری مدت فیوضہ۔ اصل وطن آپکا تگری ضلع انبالہ ہے مگر عرصہ سے رائپور ضلع سہارنپور مین قیام ہے آپکی ذات جامع جمیع کمالات ہے جو قلب ابتداء ولادت سے حضرت کی محبت کا تخم اپنے اندر لئے ہوئے تھا وہ میرے علم مین صرف آپکا قلب ہے بقصہ غدر اعلیحضرت حاجی صاحب کی روپوشی کے زمانہ مین جبکہ امام ربانی قدس سرہ پنجلاسہ جاتے ہوئے تگری مین ٹھیرے تو آپ ہی کے والد ماجد راؤ اشرف علیخان صاحب کے مہمان بنے تھے مولانا ممدوح اُسوقت طفل سالہ تھے حضرت نے پیار کیا اور سر پر ہاتھ رکھکر دعا دی تھی اُسیوقت سے آپکو امام ربانی کیساتھ تعلق تھا جون جون ہوش سنبھالا باپ کی زبان سے حضرت کے مناقب سن سن کر گویا حضرت ہی کی محبت مین نشو ونما پایا۔ جس قلب مین قطب وقت کی بدعقیدگی کا کبھی وسوسہ بھی نہ گذرا ہو اُسکے مراتب علیہ کی کنہ کوئی کسطرح ادراک کرے آپنے طفولیت ہی مین گنگوہ کی آمد ورفت شروع کر دی اور حضرت کے مربیانہ فیضان سے مستفید ہونے لگے تھے سہارنپور مین بزمانہ طالبعلمی حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور صاحب نسبت و مجاز طریقت بنے اُس زمانہ مین بھی امام ربانی قدس سرہ کیخدمت مین حاضری اُسی محبت وشوق کیساتھ رہی جو ماقبل و مابعد زمانہ مین تھی اور باوجود مولانا کے دوسری جگہ بامر اللہ

مرید بنجانیکے حضرت کا تعلق بھی آپسے وہی مربیانہ رہا جو اس سے قبل یا بعد مین تھا۔ شاہ صاحب مرحوم
کے وصال کے چار سال بعد آپکو حضرت نے بیعت کیا اور بیعت کے ساتھ ہی ساتھ مجاز طریقت بنایا۔
مولانا ممدوح اپنی ستوکلانہ گذران مین اپنے شیخ کی شبیہ مجسم ہین باوجودیکہ تگری ورائپور مین آپکی موروثی
جائداد قابل گذران موجود ہے مگر آپکے استغنا کی بدولت دوسرون کے کام آرہی ہے تواضع اور تذلل مین
آپکا ثانی مین نے آج تک نہین دیکھا مہمان نوازی کی حد نہین دسترخوان کی وسعت دیکھکر امرا حیران ہوجاتے
ہین کتمان حال بڑا انتہا اور لطافت نسبت خلوت پسند ہے چونکہ صناع بیچون کی گلکاری کے نظارہ سے طبع
زیادہ مانوس ہے اسلئے رائپور کے مغرب سمت لب نہر جمن شرقی اُس باغ مین آپکی سکونت ہے جو دنیا و دین
کی راحت رسانی کے اعتبار سے گویا دنیا مین جنت ہے آپکی مقبولیت کے آثار بدیہیات سے زیادہ نمایان
ہین نقشبندیہ کے فیضان سے اُنس پانیوالی جماعت کو آبشار نہر کی دلکش صداؤن اور جنگل کے درختون کی
روح بخش سنسناہٹ مین آپکی بابرکت ذات کے بقار حیات کی دعا مسموع ہوتی ہے اور یون توشاذ
قصبہ کے ہر ہر پتے کو آپکے فیضان شام کو شبنم اور صبح کو بادنسیم بنکر ہرا بھرا منظر بنائے ہوئے ہے آپکے
حالات اسدرجہ عجیب ہین کہ غنچہائے دل انکے تصور و خیال سے کھلے جاتے ہین مگر چونکہ انکا اظہار
آپکو ناگوار ہے اور مجکو ممانعت کردیگئی ہے اسلئے بجز اسکے کچھ نہین لکھ سکتا کہ اَلسَّعِيْدُ مَنْ سَعِدَ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ

۵	زدلم نشان چو خواہی کہ زدل خبر ندارم		تو بگو کہ دل چہ باشد من از واثر ندارم

حضرۃ مولانا الحاج المولوی **صدیق احمد صاحب** انبہٹوی مدرس اول مدرسہ فتحپوری دہلی مدت فیوضہم
آپ حضرۃ مولانا خلیل احمد صاحب کے چچازاد بھائی اور ہموطن ہین چونکہ آپکو قدرت نے مولانا ممدوح کے تحصیل
مراتب و اکتساب قربات کا بالطبع حریص بنایا تھا اسلئے بمقتضائے وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ
بچپن مین تعلیم دینیات کے اندر اور جوانی مین حفظ قرآن کے اندر آپنے مولانا کا جس طرح ساتھ نہین چھوڑا
اسیطرح امام ربانی کے ہاتھ پر بیعت ہونے اور آخر صاحب نسبت و مجاز طریقت بننے مین بھی آپ مولانا کے
ہمراہ و ہمسفر رہے آپکی بابرکت ذات صاحب احوال بلند و واردات ارجمند ہے سلوک مین انوار و تجلیات
اور واردات کی جسدرجہ تفصیلی سیر آپکو کرائی گئی امام ربانی قدس سرہ کے خلفا مین شاید دوسرے کو نصیب
نہین ہوئی آپکے مناقب مین صرف یہ امر لاکھون مناقب کے قایم مقام ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جب
آپکو مجاز فرمایا تو وہ دستار خلافت جو اعلحضرت حاجی صاحب نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمائی اور اجتک آپنے

بحفاظت رکھ چھوڑی تھی مولانا کو عطا فرمائی یہ وہ نعمت تھی جسمین واردات غیبیہ کیطرح مولانا اپنے زمانہ مین فرد اور یگانہ ہین - ان چارون حضرات سے ناکارہ کو تعلق نیازمندی حاصل ہی ہر ایک کے کمالات علمیہ و عملیہ شمار سے افزون ہین چونکہ ترتیب اسماء مبارکہ مشعر ترتیب فضایل و مناقب نہین اسلئے کیفما اتفق تذکرہ کردیا ورنہ حق یہی ہے کہ چارون گوشون مین جس گوشہ پر نظر ڈالتا ہون مستحق تقدم پاتا ہون اگر ممکن ہوتا تو تذکرہ مین بھی امام ربانی قدس سرہ کے مرکز رشد وکمال کا ان حضرات کے اسماء کو دائرہ بناتا کہ محیط کا ہر نقطہ مرکز سے تعلق مین مساوی اور باہم وہ نسبت لئے ہوئے کہ نہ کسی کو مقدم کہسکتے ہین نہ موخر -

آپکے بیش بہا مکاتیب جو ہجوم واردات و منامی مبشرات کے اظہار مین حضرت کے پاس آئے انکو حضرت جمع فرماتے جاتے تھے کہ کسی دوسرے کے کام آوین اور سلوک کے عنوان مین باقیات صالحات بنین - ظاہری بینائی جانے پر وہ مجموعہ آپکے پاس واپس کردیا گیا چنانچہ اس عجیب ذخیرہ کے جوابات مین پچیس [۲۵] والا نامجات حضرت امام ربانی کے مکاتیب رشیدیہ مین طبع بھی ہوگئے ہین - اصل خزانہ مولانا کے پاس موجود ہے جسکی قدردانی خود مولانا کا منصب ہے یا اُسکا جسکو اس فن سے مناسبت ہو -

حضرت مولانا الحاج المولوی محمد **روشن خان** صاحب مرادآبادی مدت فیوضہ - آپ حضرت مولانا قاسم العلوم صاحب سے بیعت تھے اور مولانا ہی کے بھیجے ہوئے امام ربانی کی خدمت مین حاضر ہوے تھے یہین حدیث پڑھی اور اسی آستانہ پر وہ اکتساب کیا جسکا ثمرہ حصول نسبت و اجازت طریقت ہے - امام ربانی کے خلفاء مین صرف آپ ہی ہین جو نسبت وجدی کیساتھ نوازے گئے شوق و ذوق اور ولولہ و اشتیاق کا صدور جسم کے بال بال اور بدن کے روئین روئین سے ٹپکتا ہے آپ امتثالاً للامر شیخ حضرت کی حیات ہی مین طالبین کو بیعت کرتے اور ذکر و شغل تلقین فرماکر ازدیاد سلسلہ علیہ کا ذریعہ بنتے تھے آپکے متوسلین قابل ہو ہو کر حضرت کیخدمت مین پیش کئے جاتے تو امام ربانی بہت مسرور ہوتے اور روحانی پوتون کے حالات ارجمند سُن سُنکر دل سے دعائین دیا کرتے تھے - آپکے متوسلین کی تعداد ریاست گوالیار کے علاقہ مین زیادہ ہے اور بعض اُن مین وہ صاحب نسبت بھی ہین جنکو حضرت کی طرف سے بھی بیعت کی اجازت ملچکی ہے مثلاً مولانا قاسم علیصاحب دام فیضہ - باپ کی خوش نصیبی ہے کہ بالغ اولاد سے پیدا ہونیوالی نسل بھی اپنی حیات مین دیکھ لے اسلئے امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء مین وہ بابرکت شیخ جسکا دامن پکڑ کر اللہ کی مخلوق وہ استعداد حاصل کرے جس سے آیندہ کو بقاء نسل کی قوی اُمید ہے میرے علم مین مولانا ممدوح ہی کا وجود باجود ہے کہ ادھر

قطب العالم سے نسبت سلسلہ حاصل کی اور اُدھر کفرستان مین خلقت کو اہل اللہ بنا کر مولانا کی حیات ہی مین اُس نسبت سلسلہ کے چراغ روشن کرنے شروع کردئے۔

حضرت مولانا الحاج المولوی **محمد صدیق** صاحب مہاجر مدنی مدت فیوضہ۔ آپکا پہلا وطن موضع الہداد پور تحصیل ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے حسینی سید ہین ہندوستان مین اٹھارہ یا اُونیس پشت گذار کر ۱۳۱۶ھ مین اپنے والد مولوی حبیب اللہ صاحب کے ہمراہ جو مولانا فضل الرحمن صاحب گنج مرادآبادیؒ کے خلیفہ راشد ہین مدینۃ الرسول کو ہجرت فرما گئے دیوبند مین تعلیم دینیات سے فارغ ہوکر اوایل ۱۳۱۳ ہجری مین امام ربانی سے بیعت ہوکر کئی سال مجاہدات و ریاضات نفس مین مصروف رہے آخر ۱۳۱۹ھ مین شوق مین مغلوب ہوکر اہل و عیال سے اطلاع کئے بغیر بغرض اکتساب و حصول فیضان گنگوہ مراجعت فرمائی اور نسبت سلسلہ سے مالامال ہوکر پڑھتے اور گریہ و وجد کے روزانہ مزے لیتے ہین صبر و استقامت کا پوچھنا ہی کیا جبکہ اہل مدینہ کی متوکلانہ گذران سے ہر مسلمان واقف ہے امتحاناً بہتیری بلاؤن مین جھڑ جھڑائے گئے مگر جب پختہ اُترے تو خادم نواز آستانہ علیہ محمدیہ سے اب کوئی انکو علیحدہ کرنیوالا نہین حرم محترم مین درس بھی دیتے ہین اور دولت غنا سے مالامال ہین۔

حضرت مولانا الحاج المولوی **حسین احمد** صاحب مہاجر مدنی مدت فیوضہ۔ آپ مولانا محمد صدیق صاحب کے حقیقی برادر خورد ہین بڑے بھائی کیساتھ دیوبند مین علوم شرعیہ کی تکمیل کی اور اپنے والد کے ارادہ ہجرت پر ۱۳۱۶ھ مین حضرت سے بیعت ہوکر والد و برادران کے ہمراہ جد امجد کے بلدہ طیبہ مین اقامت اختیار کی۔ مکہ معظمہ پہونچکر حسب اجازت امام ربانی قدس سرہ اعلیحضرت حاجی صاحب سے رجوع کیا اور اذکار تعلیم فرمودہ قطب العالم پر بھی بہمت تمام کاربند رہے اس زمانہ مین جو کچھ واردات عجیبہ و کیفیات غریبہ ظاہر ہوئین انکی اطلاع گنگوہ مین آستانہ علیہ پر کرتے رہے یہانتک کہ ۱۳۱۸ھ مین حضرت کا والا نامہ پہونچا کہ "چند روز کیواسطے گنگوہ آکر مجھسے ملجاؤ تو بہتر ہوتا" اس فرمان والاشان پر مطلوب بنکر باوجود تنگدستی و بےسروسامانی کے مراجعت ہندوستان کا تہیہ کردیا باپکا باقتضائے محبت جی چاہا کہ بھائیون مین کوئی ایک رفیق سفر ہوتا تو اچھا تھا چھوٹے بھائی مولوی سید احمد صاحب جو انکے دو چار مہینہ آگے پیچھے سلسلہ خدام مین داخل ہوئے تھے غلبہ شوق کے سبب فرضی ضروریات ذاتی و خانگی قایم کرکے باپ سے ہمراہی برادر کی اجازت بھی لیچکے مگر قدرت کو منظور ہی کچھ اور تھا بڑے بھائی مولانا محمد صدیق صاحب در پردہ خفیہ انتظام کرکے چھپکر چند روز پہلے روانہ بھی ہو لئے جسکی اطلاع بارہ گھنٹے کے بعد قریب

مغرب ہوئی مجبور مولوی سید احمد صاحب کو ارادہ فسخ کرنا پڑا اور مولوی حسین احمد صاحب تنہا روانہ ہوئے جدہ مین دونون بھائی ملگئے اور حج بیت اللہ سے فارغ ہو کر گنگوہ پہونچے چند روز گذرے تھے کہ امام ربانی نے اپنا ایک جوڑا یعنی ملبوس کورتہ اور پاجامہ دونون کو عطا فرمایا چونکہ اسمین ٹوپی یا عمامہ نہ تھا اسلئے دونون مین سے کسی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ "ارشاد ہو تو ہم خدام اپنا اپنا عمامہ حاضر کرین اپنے دست مبارک سے عطا فرمادیا جاوے" یہ سُنکر حضرت نے سکوت فرمایا اور بمقتضائے ادب دونون بھائی عطیہ قطب العالم کو سر آنکھون پر رکھکر شکریہ ادا کرتے اوٹھ گئے۔ تھوڑے ہی دنون بعد دونون صاحب بلائے گئے اور حکم ہوا کہ اپنے اپنے عمامے لاؤ اور جب دونون صاحبون نے اپنے عمامے حاضر کئے تو حضرت امام ربانی نے اپنے دست مبارک سے دونون سرون پر باندھکر یون ارشاد فرمایا کہ کچھ جانتے بھی ہو کہ یہ کیا ہے؟ مولوی محمد صدیق صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ "دستار فضیلت" ارشاد ہوا کہ "دستار خلافت" امام ربانی قدس سرہ کی قولی وفعلی خلافت کے مجموعہ کی مثال مین آپکے خلفاء کے اندر صرف یہی دو حضرات پیش کئے جاسکتے ہین جنکے کمالات علمیہ وعملیہ اسی سے ظاہر ہین کہ مدنی مہاجر اور بطحائی پیغمبر کے پڑوسی ہین مولانا حسین احمد صاحب کا درس حرم نبوی مین بحمد اللہ بہت عروج پر ہے اور عزت وجاہ بھی حق تعالی نے وہ عطا فرمایا ہے کہ ہندی علماء کو کیا معنے کسی وشامی بلکہ مدنی علماء کو بھی وہ بات حاصل نہین ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء آپ سرتاپا خلق مہمان نواز غیور باحیا اور بعض اُن صفات حمیدہ سے متصف ہین جنپر دیکھنے والون کو حیرت ہوتی ہے۔

مولانا الحاج الحکیم مولوی محمد اسحاق صاحب نہٹوری مدت فیوضہ۔ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے شاگرد بھی ہین اور مجاز طریقت خلیفہ بھی چونکہ طبع کتمان پسند بہت ہے اسلئے اپنے منصب کا اظہار گوارا نہین رقیق القلب بہت زیادہ ہین۔ شیخ کے آثار مشاہدہ دیکھکر بیتاب ہو جاتے اور احبۂ خلفاء کی صورت دیکھکر رو پڑتے ہین خاشع خاضع خوش خلق مزاح پسند بے تکلف مسکین نواز صابر شاکر اور ہمہ صفت موصوف ہین محلہ تیلی واڑہ صدر بازار دہلی کی اونچی مسجد مین مقیم ہین لوجہ اللہ درس دیتے اور اُس بیس تیس روپیہ ماہوار پر قانع ہین جو حضرت کے متوسل دیندار مخیر خادم حاجی محمد اسمعیل صاحب سوداگر انکو دیتے اور مخدوم و پشت پناہ دین بناکر انکو اپنے پاس رکھنا چاہتے ہین۔

ان آٹھ حضرات سے مولف ناکارہ کو چونکہ تعارف حاصل ہے اسلئے کچھ وضاحت کیساتھ حالات لکھ سکا باقی خلفاء کی زیارت سے بھی ابتک محروم ہون اسلئے صرف اسماء پر اکتفا کرتا ہون۔

مولانا الحافظ محمد صالح صاحب ڈنکو در ضلع جالندہر مولانا قدرت اللہ صاحب مرادآبادی مولانا عبد الصمد صاحب

سونی پتی [12] مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادی [13] حافظ محمد یسین صاحب نگینوی [14] مولانا صدیق احمد صاحب کاندہلوی [15] نمبرداجلہ نصیر الحق صاحب کاندہلوی [16] مولانا محمد اکرام صاحب (اگرسہارے) [17] شیخ عبد الغفور صاحب جے پوری [18] مولانا مخلص الرحمن صاحب بنگالی [19] مولانا فیض احمد صاحب بنگالی [20] مولانا ضمیر الدین صاحب بنگالی [21] قاری محمد ابراہیم صاحب بنگالی [22] مولانا عبد الباری صاحب بنگالی [23] مولانا عبد اللطیف صاحب بنگالی متعنا اللہ بطول بقائہم۔

امام ربانی قدس سرہ کے چھ خلفا وصال فرما چکے جنمین حضرت [24] مولانا صادق الیقین رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیخ کے ساتھ بعد ماہ محرم الحرام ۱۳۲۴ھ مکہ مکرمہ مین واصل بحق ہو کر جنت المعلی مین مدفون ہوئے اور [25] مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی حضرت [26] مولانا داؤد احمد صاحب گنگوہی [27] مولانا قادر علی صاحب دہلوی [28] مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب پوری [29] مولانا بہاؤ الدین صاحب کابلی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت [30] مولانا حافظ قمر الدین صاحب امام جامع مسجد سہارنپور مدت فیوضہ بھی اغلب یہ ہے کہ حضرت امام ربانی سے مجاز ہین مگر اخفا بہت فرماتے ہین اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کیطرف سے تو اجازت بیعت بالفاظ صریحہ ہو چکی ہے۔

حضرت [31] مولانا قاری مغیث الدین صاحب ساڈھوروی دام مجدہ گو اپنی حالت کا کمال درجہ اخفا فرماتے ہین مگر چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے یقیناً خلیفہ ہین اسلئے ہین ذکر کئے بغیر نہین رہسکتا۔ آپ صاحب احوال بلند و مراتب ارجمند ہین آپکے فیوضات و برکات سے پنجاب کے اضلاع خصوصاً انبالہ کا گرد و نواح زیادہ شاداب و بہرہ یاب ہے ناکارہ مؤلف کی زبان اور قلم مین طاقت نہین کہ آپکے حالات جمیلہ بیان کرسکے آپکا نام سب کے آخر صرف اس نیت سے لکھا ہے کہ اپنے حسن خاتمہ کا تفاؤل حسن ہنجائے۔ ایکاش کہ جس نعمت سے مولانا مالا مال ہوئے ہین اُسکا شمہ اس خادم آستانہ کو بھی حاصل ہو۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ۔

ممکن ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء طریقت اور بھی حضرات ہون مگر اپنی حالت کو چھپانیکے سبب مجھے اُنکا علم نہین ہوسکا اور تذکرہ مین درج نہین ہوئے چونکہ اس بحث مین احتیاط فرض ہے اسلئے میرے خیال مین جن حضرات کی اجازت متیقن تھی اُنکو ذکر کردیا غلبۂ ظن یا قرائن قویہ پر بھی اعتماد نہین کیا مولانا محمد یحیی صاحب کاندھلوی ام فضلہ کا چونکہ باوجود مخلص خاص خادم ہونیکے حضرت سے مجاز ہونا مجھے معلوم نہین ہوا اسلئے انکو اس زمرہ مین شامل نہین کیا ہان سال گذشتہ مین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کیطرف سے یقیناً مجاز ہوگئے ہزارون مستفیضین کے نام بیان کردینا میری طاقت سے باہر ہے اسلئے کچھ نہین عرض کرسکتا بارک اللہ فی اعمالھم و احوالھم

معنوی کمالات

ہرکس کہ کمال اولیارا نشناخت	چون نعمتِ خاص بے بہا را نشناخت
پس شکر نگفت وحبّ ایشان نگرید	میدان بیقین کہ او خدا را نشناخت

اِس مضمون کی بہت ساری مثالین اوراق سابقہ مین نظر ناظرین ہو چکی ہین مگر اِس نیت سے کہ بتخصیص اِس بحث پر آگاہی حاصل ہو جائے کچھ عرض کرتا ہون - بات یہ ہے کہ ہر ترقی کرنے والی شے پر جب اُسکا وقت آتا ہے ایک خاص حالت اور کیفیت مخصوصہ ظاہر ہوتی ہے جسپر پہونچنے سے اُس شے کے ثمرات ونتائج ظاہر ہونے لگتے ہین مثلاً ثمرات کا کمال یہ ہے کہ اچھی طرح پک جائین اور کھانے کے قابل بنجائین عقل کا کمال یہ ہے کہ خطا وصواب سمجھنے لگے تاکہ غلطی سے بچنے اور راست روی کے پسندیدہ ہونے کے سبب زندگی آرام سے گزر سکے علم کا کمال یہ ہے کہ مضبوط ومستحکم ہو جائے اور حق وباطل مین ہر جگہہ اور ہر وقت امتیاز ہو سکے تاکہ حق کے اتباع اور باطل سے اجتناب کی بدولت معلوم شے معمول بنجائے اسی طرح دین اور معرفت الٰہیہ جسکو ایمان اور طریقت سے تعبیر کیا جاتا ہے اُسکے لئے بھی وہ حالت مخصوصہ ہے جسکو اُسکا کمال کہا جاتا ہے معنوی کمال سے میری مراد یہی کمال ہے جسکا اثر بندۂ مومن کے قلب پر پیدا ہوتا ہے اور جسکا ادراک حقیقت مین بصیرت سے ہوتا ہے مگر اُسکے آثار وعلامات جو بدن کے اعضا وجوارح پر نمایان ہوتے ہین وہ اِن آنکھون سے بھی نظر آسکتے ہین بشرطیکہ دیکھنے والا اِس فن کے قانون مجوزہ یعنی شریعت محمدیہ کو آلۂ شناخت اور معیارِ صداقت وکذب قرار دے معرفت الٰہی کا کمال یہ ہے کہ تعالیٰ شانہٗ کی ذات وصفات کا علم ضروری وبدیہی اور حضوری بنجائے شان جلال وجمال اور صفت رحمت وغضب کا اذعان حاصل ہو جائے وجود باری اور قدرت الٰہیہ پر ایمان کے ساتھ اقرار رسالت شامل ہو کر رضا وسخط اور جزا وسزا کا وہ یقین حاصل ہو جائے جسپر طاعات کی رغبت اور معصیت سے نفرت مرتب ہو رضائے خالق کی طلب ومحبت اور حق تعالیٰ کی ناراضی سے احتراز ونفرت متفرع ہو۔

دنیا مین جتنے کمالات ہین سب زوال پذیر اور ایک دن انحطاط مین آنے والے ہین مگر یہ معرفت الٰہیہ اور حلاوت ایمان ہی کا خاصۂ لازمہ ہے کہ اِسکا کمال زمانہ کی رفتار سے بجائے مضمحل ہونے کے

قوت پکڑتا ہے اور جون جون گردشِ فلک کی بدولت مدت گزرتی یا وقت نکلتا ہے وون وون اِس حالت معنویہ کے کمال میں عروج وترقی نمایان ہوتی ہے جس زبان قلب کو اسکی چاٹ لگجاتی ہے وہ اسکا چھوڑنا جانتی ہی نہین اور جو دل اِس مزے سے آگاہ ہوجاتا ہے وہ اسکا شغف وعشق بڑہائے بغیر رہ نہین سکتا

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی — مرض بڑہتا گیا جون جون دوا کی

یون تو ہر محبت کا خاصہ ہے کہ قلب مین آئے پیچھے جانا دشوار ہے جو دل حب کی چاشنی سے آشنا ہوجاتا ہے اُسکے نزدیک محبوب کی محبت کا بڑہتا رہنا ہی معالجہ نظر آتا اور ہجر ووصل کی یاس وامید کا رنج وانتظار ہی سبب راحت وآرام ہے مگر محبت خدا ورسول کے لئے تو واقع مین اصل محبت ہونے کی وجہ سے گویا لازم اور بمنزلہ جزو لاینفک ہے کہ دنیا ومافیہا سے بے خبر بنکر اسی ایک دروازہ کا ہو رہے اور اِس جنون کا اِتنا دیوانہ ہو کہ مخلوق مجنون کہنے لگے ارشاد پیغمبر "اُذکروا اللّٰہ حتی یقولوا انہ لمجنون" اِسی کمال محبت کے تحصیل کا شوق دلا رہا ہے اور موتوا قبل ان تموتوا اسی محویت مین فنا ہونے اور مر کھپنے کی تعلیم دے رہا ہی

تداویت من لیلیٰ بلیلیٰ من الھوےٰ — کما یتداوی شارب الخمر بالخمر

جسوقت یہ محبت اپنے کمال پر پہونچتی ہے تو قلب جو اُسکا محل ومسکن ہے رضائے حق تعالیٰ شانہ کا بندہ بنجاتا ہی یہی حالت اعتدال کہلاتی ہے اور اسی کو قلب کی صلاحیت اور سنورنا کہا جاتا ہے یہی وہ حلاوت ایمان ہے جسکا ثمرہ بمقتضائے حدیث یہ نمایان ہوتا ہے کہ معصیت کا ارتکاب آگ مین جل مرنے سے زیادہ ناگوار گزرتا ہے۔ قلب مین محبت آمیتہ راسخ ہوئے پیچھے عمر بھر کے جملہ احوال مین سنت مصطفویہ کا اتباع بسہولت اُن اعضا بدن کے معمولات اور جوارح کے طبعی حرکات وسکنات بنجاتے ہین جو واقع مین قلب کے ماتحت ملازم اور صنعت کے آلات واوزار بنائے گئے ہین خلاصہ یہ ہے کہ شریعت پر پختگی اور اتباع سنت کا سانس کی آمد ورفت کے مثل طبعی وغیرارادی بنجانا کمال معنوی کا وہ ثمرہ ہے جسکو ظاہری آنکھین بھی دیکھ سکتی اور انجلا قلبی کا پتہ لگا سکتی ہین۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سنت کے اتباع مین وہ ثبات قدم جسکو استقامت کہتے ہین ایسا واضح اور عالم آشکارا ہے کہ محتاج دلیل بنانا بے ادبی کے علاوہ گویا سورج کو چراغ دکھانا ہے سنت کے ساتھ محبت رکھنے والے دنیا مین اور بھی ہین مگر اہل حبۃ القلب اور سوداء دل مین اِس محبت کا وہ رسوخ بہت ہی کم نظر آئیگا جسکو محویت وفنائیت کہہ سکین اور جسکا جسم پر یہ ثمرہ ظاہر ہو کہ کبھی بھولکر یا سہواً بلا قصد بھی

امر خلاف شرع کا صدور ہو نہ کسی قوم کا سردار وہی شخص بن سکتا ہے جسکو حاکم بالا نے اپنی فہم کے مطابق ساری قوم مین قابلیت کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ سمجھ لیا ہو ممکن ہے کہ انسانی تجویز مین غلطی ہو مگر خلاق عالم جس سلیم القلب بندہ کو زمانہ کے اولیاء و علماء اور دیگر عوام الناس کے جم غفیر کا مقتدا و پیشوا بنا کر بٹھائینگے یہ نہین ہو سکتا کہ اُسکا معنوی کمال دوسرون کے مساوی یا اُن سے بھی گرا ہوا ہو پس امام ربانی کا مرجع خلائق اور اس زمانہ کا قطب الارشاد ہونا ہی پیام خداوندی ہے کہ آپ استقامت مین یکتائے زمانہ اور قلبی اعتدال کے اعتبار سے اہل عصر مین افضل و اکرم ہین۔ امت محمدیہ مین ہر زمانہ کے اندر بکثرت ایسے نفوس قدسیہ رہے جنکو پیغمبر کی تقلید مرغوب رہی اور جنہون نے ہر فعل و قول مین جادہ شریعت کا سلوک صواب اور سبب نجات سمجھا مگر وہ دقیق مضمون جسکو مراعاۃ حدود اور حفظ مراتب کہا جاتا ہے بختگی کے ساتھ جسدرجہ حضرت مین دیکھا گیا سچ یہ ہے کہ کسی دوسرے مین نہین دیکھا گیا۔ حفظ مراتب لفظ بہت ہی مختصر اور مجمل ہے اسکا مفہوم سمجھنا بھی ہم جیسون کے نزدیک مشکل امر ہے تمثیلات ہی سے کچھ تھوڑا بہت معلوم ہو جاتا ہے چہ جائیکہ اُسکی عملی حالت۔ اُسکا دشوار و صعب الحصول ہونا اسی سے سمجھ لیجئے کہ ہر صدی کے متعدد طبقات و حالات والے کروڑہا مسلمانون مین صرف ایک شخص کو حاصل ہوتا ہے جسکو مجدد کہتے ہین۔

مسلمان حق تعالیٰ شانہ کا محب و متوالا بنکر بھی اس سے مامون نہین ہوتا کہ یا افراط مین آپڑے یا تفریط مین جا پڑے گو منشا کے مستحسن ہونیکی بنا پر یہ نقصان معذوری کے درجہ مین داخل ہو سکتا ہے مگر ضعف پھر ضعف ہے اور نقصان آخر نقصان ہے مغلوب الحال سالک کتنا ہی محبت حق مین ڈوبا ہوا کیون نہ ہو اُس بندۂ رضا باہوش سیانہ رو مستقیم الحال ولی کے پایہ کو ہرگز نہین پہونچ سکتا جو ہر صفت محمودہ مین افراط و تفریط کے مابین کی حالت متوسطہ پر چنگل مارے اور ہر محل و ہر موقع پر خالصًا مخلصًا سنت نبویہ کو دانتون سے مضبوط تھامے ہوئے ہے یہی توسط وہ کمال معنوی اور تحفظ حدود ہے جسکا پروانہ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا مین امت مرحومہ محمدیہ کو عطا کیا گیا ہے جسکی بنا پر بمقتضائے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ بہترین امم ماضیہ قرار پائی۔ اِس معنوی کمال کا عطر و لب لباب سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر مین رکھا گیا تھا جسکی وجہ سے آپ جملہ انبیاء علیہم السلام سے افضل و اعلیٰ قرار پائے۔ کسی خاص صفت محمودہ مین شغف و مغلوبیت سے انبیاء علیہم السلام بھی باین کمال و طہارت قلب خالی نظر نہین آتے ہان عالم مین اس مقدس و معصوم گروہ مین ایک نسبت محمدیہ ہے جو اس کمال معنوی مین یکتا نظر آئی کہ جو صفت ہے معتدل ہے

اور جو کیفیت مستحسن ہے متوسط ہے اگر بغض فی اللہ تھا تو اپنے محل پر اور اُسی مقدار پر تھا جو مفید و مناسب ہے اور رافت و شفقت تھی تو اپنے موقع پر اور اسی حد و انداز پر تھی جو نافع اور کار آمد ہے۔

شان عبدیت آپکا خاص زیور ہے اور محبوبیت آپکا شاہی عطا شدہ تمغہ پس اس معنوی کمال میں یکتائی کے بعد آپکو دیگر انبیاء علیہم السلام کی طرح خوارق عادات اور ظاہری معجزات کا دیا جانا ضرور نہ تھا بلکہ سچ پوچھئے تو مناسب تھا کیونکہ معجزات چونکہ ظاہر ہین اسلئے اُنکو بصارت محسوس کرتی ہے اور معنوی کمالات چونکہ باطن ہین اسلئے انکو بصیرت ادراک کرتی ہے ظاہر بینان دنیا کے لئے وہ مستدل ہے اور اہل باطن و دور بینان عالم کے نزدیک یہ دلیل و علامت افضلیت ہے حق تعالیٰ نے نہ چاہا کہ لاڈلے محبوب کی نبوت ظاہرہ اہل بصارت کے اُن مدرکات سے ثابت ہو جن مین غیر کا شریک ہونا اگرچہ دوسرے زمانہ مین ہو مگر ممکن ہے برخلاف اس کمال معنوی کے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مثیل و شبیہ اس مضمون خاصہ مین کسی نبی اور رسول کو بھی نہین کہا جا سکتا عوام کا ساجھی اور سہیم ہونا تو معنی چہ۔

اسی طرح اولیاء امت محمدیہ کہ در اصل علماء ہین بحکم علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل مسند نیابت پر بیٹھکر صرف تبلیغ ہی کے درجہ مین مقلد و تابع نہین بلکہ حالات و کیفیات قلبیہ مین بھی حسب استعداد نفس اس پاکباز گروہ کے پرتو اور ظل لئے ہوئے ہین جسکی بنا پر باوجود تقدس نفس اور محبت خلاق عالم کسی نہ کسی حال مین مغلوب نظر آتے ہین کسی پر خُلق کا وہ غلبہ ہے کہ سیاست ہاتھ سے جاتی رہی اور کسی پر بغض فی اللہ کا وہ قوی اثر ہے کہ رفق و ترحم کا پلہ نیچا پڑ گیا۔ کہین خوف و خشیہ غالب نظر آیا اور رجا کا مضمون مغلوب ، کسی جگہہ رجا کا پلہ جھکا ہوا دکھائی دیا اور خوف کا پلہ اُٹھا ہوا۔ کہین جمال مین استغراق ہے اور کہین جلال مین۔ کسی جگہہ محویت و فنائیت غالب ہے اور کہین شان سیاست و انتظام خلق کوئی حالت سکر مین مست ہے اور کوئی صناع بیچون کی صناعیون کا شیدا اور متوالا۔ کہین استغنا اسدرجہ ہے کہ مخلوق سے وحشت کی نوبت آگئی اور کہین شفقت علی الخلق مین وہ افراط ہے کہ کثرت اختلاط کی بدولت اپنے اوقات کا انضباط نہو سکا۔ کہین یہ اثر ہے کہ بہار پر نظر پڑے تو بیہوش ہو جائین سیاہ رو حبشی کو دیکھ پائین تو آہ مار کر گر پڑین کہ یہ بھی ہمارے خالق جل و علیٰ شانہ کی کاریگری ہے اور کہین محض عبدیت ہے کہ جو حکم ہو اُسکی تعمیل کے لئے طیار ہین کسی کے قتل کا حکم ہو تو گریز نہین اور تباہ و برباد کرنے یا جلا کر خاکستر بنا دینے کا امر ہو تو انکار نہین بس اُن کا مشرب ہے کہ ع

سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار مین آئے ؎ شعر

ہر گل کی بُو الگ ہے وضع و ادا جدا ہے کیا فیض بخش و دلکش گلزار مصطفےٰ ہے

تیرہ سو برس سے عالم مین ہر صدی کے اندر علماء ربانیین مین ایک مقدس نفس ایسا ضرور پیدا ہوا ہی جسکے سر پر روحانیت محمدیہ پرتو افگن ہوئی اور نسبت عبدیت نے قلب پر اپنا رنگ جمایا وہ شخص اولیاء زمانہ کا سرتاج اور محبوب رب العالمین کا محب و محبوب بنا اور کمال درجہ پختگی کے ساتھ تابع و متبع سنت مرشد عالم نائب رسول راہبر خلق بنکر دنیا مین آیا کہ اہلِ عصر کی اصلاح حال کرے اور بُعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر کا کچھ نمونہ دوبارہ دکھا جائے۔ چونکہ حضرت امام ربانی ایسے آشوب زدہ اور پرفتن زمانہ مین تشریف لائے تھے جسکی بدحالی اپنے پیغمبر سے تیرہ سو برس بعد وجود مین آنے کی وجہ سے بہت ہی بڑھگئی تھی استعدادات پر ضعف غایت درجہ چھا گیا تھا حاذق طبیب سے تنفر و توحش پھیلگیا تھا روحانی امراض کی ادراک کرنے والی قوت قلبیہ گویا بالکلیہ زایل ہوچکی تھی اسلئے اعتدال حالات اور توسط و میانہ روی مین کچھ اسدرجہ آپکو استقامت عطا کی گئی تھی کہ بیان ہونا دشوار پڑ گیا بجز اتباع سنت کے کہ یہی معنوی کمال کی جڑ اور اصل ہے دوسری کسی حالت کا کبھی آپ پر غلبہ نہین ہوا۔ آپکی سلامت روی اور سادگی کچھ اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ ظاہر پرست کرامت پسند مخلوق کا آپکو ولی سمجھنا دشوار تھا چہ جائیکہ سرتاج اولیاء یا مرشد عالم خلاصہ عصر شیخ سمجھا جائے آپ کے معمولی حرکات اور روزمرہ کے معمولات پر جسوقت نظر ڈالی جاتی ہے تو ہر ہر فصل کا نمونہ نبوی سوانح مین نکلتا ہے جسکو تطبیق کے ساتھ بیان کرنیکے لئے دفتر چاہئے اور حق تو یہ ہے کہ پھر بھی حق ادا نہین ہوسکتا جو کچھ مین عرض کرچکا یا اب کرونگا اُسکو پڑھکر ناظرین اوراق بشرط فہم خود یقین کرلینگے کہ سب اُس کمال معنوی کا ثمرہ ہی جو مذہب اسلام مین اصل کمال سمجھا گیا ہے اور جسکے سامنے کشف و کرامات کے ہزار ہا وقائع ہیچ در ہیچ اور لاشے محض ہین اور جنکی زبان قلب اس چاشنی سے آگاہ ہی نہین اُنکے لئے تطبیق و تمثیل بھی غیر مفید اور بیکار ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تحریر فرماتے ہین جب بندہ نے حج کا ارادہ کیا تو باوجود حضرت کی خدمت مین حاضر ہوکر اجازت و رخصت حاصل کرآنے کے عین روانگی کے دن بذریعہ تحریر مین نے حضرت کو اطلاع دی کہ بندہ آج روانہ ہوتا ہے آپ کے پاس سے جو تحریر آئی اُسمین یہ بھی لکھا تھا کہ وہان حضرت حاجی صاحب کی خدمت مین حاضر ہوکر مجھے بھی یاد رکھنا اور اُسکے بعد یہ شعر مسطور تھا ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی   بیاد آر محبان بادہ پیمارا

یہ اتباع ہے اُس مضمون کا کہ جب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عمرہ کی اجازت بارگاہ رسالت سے چاہی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح ارشاد فرمایا کہ "بھائی وہان حاضر ہو تو دعا کے اندر ہمین مت بھول جانا"۔

مولوی حکیم محمد اسمٰعیل صاحب گنگوہی نے ایک قصیدہ آپکی مدح مین لکھا اور چونکہ مورد عنایات ہونے کی وجہ سے بے تکلف زیادہ تھے اسلئے ہر چند حضرت نے سُننے سے تنفر ظاہر فرمایا مگر انہون نے باصرار سُنایا جب ختم کر چکے تو آپ جُھکے اور زمین سے خاک اُٹھا کر اُنپر ڈالدی اُنہون نے عرض کیا کہ حضرت میرے کپڑے خراب ہو گئے آپنے فرمایا "مُنہ پر مدح کرنیوالیکی یہی جزا ہی مین کیا کرون جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے"

ایک بار آپ فرمانے لگے کہ مین حج کے لئے روپیہ جمع کیا کرتا تھا پچاس ساٹھ ہو گئے تھے انہین دنون مین سلمانون نے تجارتی شرکت کی ایک کوٹھی کھولی مین نے بھی اپنا روپیہ اُسمین داخل کر دیا۔ ماشاء اللہ کوٹھی والون کا دوالہ نکلگیا مین نے اپنا روپیہ معاف کر دیا۔

ایک شخص سہارنپور سے آئے اور عرض کیا کہ حضرت میرا لڑکا بہت بدچلن ہے گھر والے سب مال واسباب تقسیم کرانا چاہتے ہین مشورہ لینے آیا ہون کہ تقسیم کر دون یا نہین آپ نے فرمایا "نہین تم اپنی زندگی مین کسی کو مت دو اگر دیدیا تو پھر تمکو کوئی بھی نہ پوچھیگا ذلیل ہو جاؤ گے" اسکے بعد فرمایا "بدچلنی بھی ایک مرض ہے اور مرض کے لئے سورہ فاتحہ کافی ہے کسی برتن مین لکھکر گھولکر پلایا کرو"۔

چونکہ یہ صاحب سہارنپور سے آئے تھے اور انہین ایام مین مظاہر العلوم کا سالانہ جلسہ ہوا تھا اسلئے اِس قصہ کے بعد آپ نے اُن سے دریافت فرمایا مدرسہ مظاہر العلوم کے جلسہ مین کیا چندہ ہو گیا؟ یہ بیچارے جلسہ مین شریک بھی نہین ہوئے تھے بتاتے تو کیا بتاتے چُپ ہوئے آخر کہنے لگے کہ حضرت مین جلسہ مین نہین گیا تھا" اِس جواب کو سُنکر آپکو صدمہ ہوا اور رنج کا اثر چہرہ مبارک پر ظاہر ہوا۔ یہ حالت دیکھکر اُنہون نے معذرت کی کہ حضرت اُسوقت میرے پاس کچھ دینے کو نہ تھا اِسلئے جلسہ مین جانا نہوا" آپ نے فرمایا "میان اگر دینے کو نہ تھا وہان شامل تو ہو جاتے کوئی کلمۃ الخیر کہدیتے آجکل معلوم بھی ہے دین اسلام کی کیا حالت ہے"؟

مولوی ابو النصر صاحب کی زمین آپ کے دولتکدہ کے متصل تھی ایک بار اُنہون نے عرض کیا کہ

اُس زمین کو اپنے گھر مین لیلیجئے اِس سے مکان مین وسعت ہو جائیگی آپ نے جوابدیا بھائی مین اپنے دن پورے کر چکا مجھے اِسکی ضرورت نہین اسکے بعد اُنکی دلدہی کے لئے ارشاد فرمایا مین انکار نہین کرتا مسعود احمد سے پوچھو لین بنائین۔

ایک دن پیرزادگان گنگوہ کی خوش اعتقادی کا ذکر تھا حضرت نے کسی شخص کا نام لیکر فرمایا کہ انہون نے شیخ کے روضہ کی چوکھٹ کو مخمل یا کسی اور کپڑے سے منڈہ دیا تھا کسی کا پاؤن جو چوکھٹ پر پڑگیا تو وہ اُسپر بہت خفا ہوئے کہ "بے ادب دیکھتا نہین" حالانکہ حضرت شیخ کے وقت مین اُسکا کچھ وجود نہ تھا اور وہ حجرہ جس مین حضرت شیخ اٹھارہ برس تک عبادت کرتے رہے اُسکی یہ قدردانی تھی کہ دھوبیون کے گدھے اسمین بندہتے تھے حضرت شیخ کی کافیہ لکھی ہوئی ردّیون مین پڑی پھرتی تھی چوہے اُسپر پیشاب کرتے تھے پھر مقام ابراہیم کا ٹکڑہ جو حضرت کے پاس تھا اُسکی نسبت ارشاد فرمایا کہ میرے پاس ایسی چیز ہے کہ اگر شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ موجود ہوتے تو وہ بھی اُسکی زیارت کو آتے"

حضرت امام ربانی تبرکات کے نہایت قدردان تھے حق تعالیٰ نے آپکو تبرکات بھی وہ عطا فرمائے تھے جنکا دوسری جگہہ وجود نہ تھا مقام ابراہیم جسکی زیارت سے حرم محترم مین بھی ہزارہا مخلوق محروم رہتی ہے اور اگر زیارت ہوتی ہے تو عموماً رشوت دیکر جو معصیت ہے اُسکا ٹکڑا آپ کے پاس تھا جسکو خدام کی خواہش پر آپ صندوقچی سے نکالتے اور پانی مین ڈالکر نکال لیتے اور پانی کو مجمع پر تقسیم کرادیا کرتے تھے اِس انمول تبرک کی آپکو اسدرجہ محبت و قدر تھی کہ کبھی معتبر سے معتبر خادم کے بھی حوالہ نہین فرمایا جسوقت آپ اُسکی زیارت کراتے تو سر سے پیر تک باغ باغ ہو جاتے تھے بمقتضائے واما بنعمۃ ربک فحدث آپ نے بارہا یہ الفاظ فرمائے کہ مجھے حق تعالیٰ نے وہ شے عطا فرمائی ہے جو دوسرے کے پاس نہین ہے۔

آپ کے پاس بیت اللہ زادہا اللہ شرفاً و تعظیماً کی مقدس چوکھٹ کا چھوٹا سا ایک ٹکڑا بھی تھا اُسکی محبت و قدردانی بھی اسی درجہ کی تھی بلکہ شاید اس سے بھی کچھ زیادہ۔

اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عطا فرمایا ہوا جُبہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی انہین تبرکات کے صندوقچہ میں رہتا تھا جسوقت آپ اُسکو نکالتے تو اول خود دست مبارک مین لیکر اپنی آنکھون سے لگاتے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسرونکو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے اسوقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یون فرمایا کرتے تھے کہ اسکو کئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجکو خصوصیت کے ساتھ عطا

فرمایا تھا جو شخص لیکر آیا تھا اُس سے یون کہلا بھیجا تھا کہ اسکو پہنا سو کبھی کبھی بتعمیل ارشاد کو پہنا کرتا ہون تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے۔

افراط و تفریط دونون سے بچے ہوئے تبرکات واقعیہ کی محبت تعظیم قدر شناسی حب حرمین حب شیخ حفظ مراتب جیسا حضرت قدس سرہ کے یہان دیکھا گیا دوسری جگہہ کم نظر آئیگا۔ آپکی سخاوت اسدرجہ مخفی تھی کہ ہر وقت پاس رہنے والے خدام کو بھی کبھی کبھی پتہ لگ جاتا تھا ورنہ جو کچھ آپکا داہنا ہاتھ خرچ کرتا اُسکی اطلاع شاید بائین ہاتھ کو بھی نہ ہوتی تھی آپ نے اپنے کنبہ اور اقارب مین بہتیری رانڈ بیوہ عورتون اور یتامیٰ کی خبر گیری اپنے ذمہ لے رکھی تھی مگر اس طرح کہ انکو اپنی احتیاج اور قابل سلوک ہونکی اطلاع سے ملال نہونے پائے صلہ رحمی کے لئے ضرورت ہے رشتہ اور قرابت سے واقفیت کی جسکو علم الانساب کہا جاتا ہے سو اکثر دیکھا اور سُنا گیا کہ آپ نے اپنی کئی کئی پشتون کا سلسلہ بیان کیا اور دور دور کے رشتہ دارون کا اپنے ساتھ تعلق قرابت ظاہر فرمایا۔ آنکو حضرت امام ربانی کے ساتھ اپنے رشتہ داری کا غالبًا علم بھی نہو مگر حضرت فرمادیا کرتے تھے کہ فلان بن فلان اتنے واسطون سے میرا رشتہ دار ہے۔ رامپور حالانکہ آپ کے دادا نے چھوڑا تھا مگر دادھیال کے تمام کُنبہ اور برادری کے نام آپکی نوک زبان تھے اور جب کوئی رشتہ دار کتنا ہی بعید علاقہ والا کیون نہو رامپور سے گنگوہ آتا تو آپکے چہرہ پر اُسکے ملنے سے خاص بشاشت پیدا ہوتی اور ہمدردی ظاہر ہوا کرتی تھی احسان و سلوک مین آپکی عادت نہایت متوسط اور محمود تھی بخل و اسراف کی کسی جانب کو مطلق غلبہ نہ تھا ایک مرتبہ آپ ارشاد فرمانے لگے کہ جب ہمارا قافلہ حج کے واسطے دوسری مرتبہ مکہ معظمہ گیا تو مولوی محمد قاسم صاحب کی عادت روزمرہ کی یہی ہوگئی کہ ہر روز بلاناغہ دو چار آدمیون کو کھانے کے وقت دسترخوان پر لا بٹھاتے تب آپ دمی بھوکے رہنے لگے مین نے کہا کہ بھائی اپنا اپنا کھانا آپ پکاؤ اور کھاؤ بعدہ مولوی صاحب مرحوم سخت بیمار ہوگئے اور مجھسے تنہا بلا کر کہا کہ مجھے اپنی زندگی کی اُمید نہین ہے اور میرے ذمہ سات سو روپیہ قرض ہوگئے ہین اگر میرا انتقال ہوجائے تو یہ روپیہ تم ادا کردینا سوائے تمہارے مجھے اور کسی سے اسکی ادائگی کی اُمید نہین ہے مین نے کہا حضرت بہت اچھا اُسی وقت مین نے وہ رقم ادا کردی اور وہ صحت پاکر واپس بھی آگئے بس اسکے بعد کچھ نہ فرمایا کہ وہ روپیہ مولانا سے لیا یا نہین۔

آپکی متوکلانہ گزران اور اسباب معیشت سے بالکلیہ علیحدگی سید المتوکلین جناب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی ایام گزاری کا وہ نمونہ تھا جو ہر چھوٹے بڑے کو معلوم ہے لجاجت وطلب مال اور طمع کا شائبہ بھی آپ مین نہ تھا جسکا نام زہد ہے اُسکی حالت معتدلہ پر جیسا آپ کا قلب مبارک مشتمل تھا اُسکی نظیر اس زمانہ مین ملنی مشکل ہے عام متوسلین کیخدمت کا خیال و وسوسہ تو کس شمار مین ہے جب آپنے رئیسہ بھوپال کی بیعت قبول فرمائی ہے تو اول یہ شرط لگائی تھی کہ میرے ساتھ مالی سلوک نکرین۔

ایک مرتبہ طب کا تذکرہ تھا فرمانے لگے کہ سل کے مریض کو ایک شخص کے سوائے کہین اچھا ہوتے نہین دیکھا پیرجی نورالحسن گنگوہی کا نام لیکر فرمایا کہ وہ ناہن پہاڑ پر تھے وہین بیمار ہوئے اور سخت بیمار ہوئے لوگ اُنکو لانے گئے وہان کے ڈاکٹر نے کہا کہ یہ تو یہان سے اُترتے اُترتے مرجائینگے غرض کسی طرح وہ گنگوہ آئے اور میرا علاج شروع ہوا۔ مین اُنہین دیکھنے جایا کرتا تھا دہکنیون ریم جو آتا تھا حالانکہ وہ سب برتن علٰحدہ کردیئے جاتے اور جگہہ صاف کردی جاتی تھی مگر تب بھی بدبو سے بُرا حال ہوجاتا تھا۔ غرض وہ اچھے ہوگئے اسکے بعد وہ ریاست پٹیالہ مین نوکر ہوئے وہان راجہ کے متعلقین مین کسی کو یہ مرض ہوا اُنہون نے مجھے لکھا کہ اگر آپ یہان تشریف لائین تو بہت کچھ فائدہ ہو مینے اُنکو لکھدیا کہ مین ایسے فائدہ پر جوتے لگاتا ہون مریض کا جی چاہے تو یہان آوے جہان تک مجھسے ہوسکیگا علاج کردونگا ہ

زہد و تقویٰ چیست اے مرد فقیر لا طمع بودن ز سلطان و امیر

انکسار اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ کبھی کسی تقریر سے اپنی خوبی کا کچھ بھی اثر ظاہر ہوا تو معاً اُسکی تردید فرماتے اور اپنے سے اُس انتساب کی نفی فرمادیا کرتے تھے ایکبار حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے خرقہ کا تذکرہ فرمارہے تھے کہ پچاس برس حضرت کے بدن پر رہا ہے اُسی ضمن مین فرمایا اِسی حجرہ مین حضرت شیخ اور شیخ جلال تھانیسری رہا کرتے تھے بیچ مین دیوار حائل تھی سو کہان تو فقر کا یہ حال تھا اور اب اُسی حجرہ مین دنیا بھری پڑی ہے۔

جن ایام مین غالباً سرحد پر جنگ واقع ہوئی ایک دن عشا کی نماز کے بعد حضرت ہلکی سی دُلائی اوڑھے چارپائی پر استراحت فرمارہے تھے چند خدام پاؤن دبارہے تھے اُن مین سے ایک طالب علم نے جو ذرا بے تکلف تھے دریافت کیا کہ "حضرت اِس لڑائی کا کیا انجام ہونے والا ہے" حضرت نے ترشی کے ساتھ بیساختہ جواب دیا "مین کیا جانون مجھے تو دُلائی مین سے تمہارا مُنہ بھی نظر نہین آتا"۔

مذہب اسلام کا پاس ولحاظ اور کافر و مسلم کا فرق مراتب آپکی طبعی عادت تھی۔ ایکمرتبہ عصر کا وقت تھا

حضرت امام ربانی صحن مین چارپائی پر تشریف فرما تھے سامنے پورب رُخ دوسری چارپائی پڑی تھی اُسپر پائینتی کی طرف آپکے خادم منشی تفضل حسین صاحب بیٹھے تھے حضرت تسبیح پڑھ رہے تھے یکایک آپ نے منشی صاحب سے خطاب فرمایا کہ سرہانے کو بیٹھ جاؤ یہ تکلف سمجھے اور بلحاظ ادب عرض کیا کہ حضرت آرام سے بیٹھا ہوں اسپر آپنے جھڑک کر بتاکید فرمایا کہ سرہانے بیٹھو اِسوقت اِنکو تعمیل کرنی پڑی چندہی منٹ گزرے تھے کہ ایک ہندو ساہوکار آیا خادم کے سرپر مٹھائی کی تھالی تھی اور شاید کچھ نقد بھی تھا رئیس جب سامنے آیا تو اُس نے جھککر سلام کیا اور منتظر رہا کہ بیٹھنے کی اجازت ملے مگر اسکی نوبت ہی نہین آئی وہ کھڑا ہی تھا کہ حضرت نے پوچھا لالہ تمہاری لڑکی کو آرام ہے؟ اُس نے عرض کیا حضور کے صدقہ سے بالکل آرام ہے اُسی خوشی مین تھوڑی سی مٹھائی خدام کے لئے لایا ہون اپ نے فرمایا اِسکی کچھ حاجت نہین غرض معلوم نہین کہ آپ نے واپس فرمادی یا وہین طلبہ کو بانٹ دی منشی تفضل حسین صاحب فرماتے ہین اُسوقت مین سمجھا کہ پائینتی اِس بنیہ کے لئے چھڑوائی گئی تھی۔

حضرت امام ربانی کی سوانح شریفہ پر نظر ڈالنے سے عقل کو ایک حیرت پیش آتی ہے اور خصوصاً اِس بات پر تعجب بھی ہوتا ہے کہ جو حالت استقامت آہستہ آہستہ اور تدریجی طور پر حاصل ہوا کرتی ہے حق تعالیٰ شانہ نے آپکو ابتداہی مین عطا فرمادی تھی مقبولان خدا صاحبدلون کی سوانح دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب الٰہی کے طلبگار بندون نے جسدن اِس راستہ مین قدم رکھا اور اوپر چڑھنا شروع کیا تو بقدر نصیب بمقدار اُنکو حصہ ضرور ملا درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور مراتب عالیہ پر فائز ہوتے گئے یہانتک کہ جب طاعات سے طبع کو ایسی رغبت حاصل ہوگئی جیسی طبعی پسندیدہ غذاؤن سے ہوتی ہے اور معصیت سے طبیعت کو وہ نفرت ہونے لگی جو نجاست اور گندگیون یعنی قاذورات اور طبعی مکروہات سے ہوتی ہے تو اصل نسبت حاصل ہوئی جو اصل ثمرہ محبت خدا و رسول ہے اِسکے بعد اِس حالت پر جماؤ اور ثبات قدم نصیب ہوا جسکو استقامت کہتے ہین اب یہ کیفیت ہوئی کہ فنا اور متغیر ہونے والے زمانہ مین لاکھ تغیر ہون مگر انکا اپنی لذت و کیف مین مصروف رہنا کسی پہلو پلٹا نہین کھاتا خدا کی بے نیاز شان کا کرشمہ ہے کہ جو مضمون لاکھ برس کے مجاہدہ مین حاصل ہوجانا بھی ارزان ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ابتدا مین عطا فرمادیا گیا پس آپکی سوانح مین اگر کوشش بھی کی جائے کہ واقعات جدیدہ سے ناظرین کو مسرور بنائین تو مشکل ہے آپکی حالت معتدلہ اور آپ کے قلب سلیم کی استقامت و پختگی نے ساری سوانح کو اِتنی بات مین محدود کردیا ہے کہ ابتدا سے انتہا تک انضباط

اوقات اور پابندی معمولات و اتباع سُنت مصطفویہ کی ہمیشہ حالت یکسان رہی آپکی ذاتی کیفیات ظاہر مین نہ کبھی فرق آیا اور نہ جدت نمودار ہوئی جو زمانہ دوسرون کے تغیر حالات اور بمقتضائے "لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ" اُس عروج و ترقی کا تھا جسکو بصارت ظاہری بھی ادراک و امتیاز کر سکے حضرت امام ربانی کے لئے وہ زمانہ اپنی استقامت حاصلہ پر بقا و ثبات اور اتباع سنت پر مداومت و مواظبت کا تھا جس مین باطنی ترقی جسکا تعلق بصیرت سے ہے دن بدن بلکہ لحظۃً فلحظۃً اُس حد پر پہونچ رہی تھی جسکا علم سوائے حق تعالیٰ کے دوسرے کو حاصل نہین۔

بجز اسکے کہ یون عرض کر دیا جائے حضرت امام ربانی کا قلب خلقی اور فطری طور پر محبیت و محبوبیت حق جل و علیٰ کا اہل اور شیدا تھا اور آپ اِس صدی مین بطحانی پیغمبر کے طریقہ مرضیہ کو عملی صورت مین دکھانے کے لئے دنیا مین بھیجے گئے تھے اور کچھ نہین کہا جا سکتا۔ واقعات جو کچھ لکھے جاتے ہین سب اسی اصل کی فروع ہین اگرچہ عنوانات مختلف ہین اور حالات جو کچھ بیان کئے جاتے ہین معنیً سب اسی پر متفرع ہین گو صورتین متعدد اور جدا جدا ہین۔

آپکا تحذر آپکی احتیاط اور عالم الاسباب مین اپنے خالق کے قائم فرمائے ہوئے نظام پر کاربندی وہ عجیب خصلتین ہین جنہون نے عبدیت کے اعلیٰ طبقہ پر آپکو ممتاز کیا تھا ایک مرتبہ کوئی عرب آپ کی خدمت مین حاضر ہوا آپ نے خانقاہ مین اُسکو ٹھیرنے کی اجازت نہ دی اُس نے شہر مین بہتیری شکایتین کین اور بدزبانی و گستاخانہ الفاظ سے آپکو یاد کیا یہانتک کہ بعض خدام کے قلوب مین بھی وسوسہ پیدا ہوا کہ ایسی بے مروتی کیون کی گئی حضرت امام ربانی اُس خادم کے وسوسہ پر مطلع ہوئے اور چونکہ طالب کی اصلاح ضرور تھی اسلئے اِدھر اُدھر کے تذکرون مین یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "ز این سنگر سابق انسپکٹر گنگوہ مجھسے کہہ گیا تھا کہ عرب ولایتی واعظ مولوی اور نامعلوم پردیسیون سے بہت احتیاط رکھنا یہ لوگ عموماً جاسوس اور خفیہ پولیس کے ملازم ہوتے ہین چنانچہ ایک عرب کے پاس سے جاسوسی کی بیاض بھی برآمد ہوئی اِسلئے مین ایسے لوگون سے احتیاط رکھتا ہون، ور خانقاہ مین ٹھیرنے نہین دیتا اسمعیل عرب کو بھی اسی لئے یہان جگہہ نہ دی" کسی نے عرض بھی کیا کہ حضرت اسمعیل نے سُنا ہے شکایتین کین آپ نے فرمایا خیر جی ہمین کسی کی شکایت سے کیا ڈر۔

دنیا مین رہکر جب انسان کو اہل دنیا کی حالت معلوم ہوتی ہے اُسوقت سنبھلتا اور تجربہ حاصل کرتا ہے

جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت صرف دین کی حیات عطا فرمانے مین محدود نہ تھی بلکہ آپ نے مزرعۃ الآخرۃ کی مستعار زندگی کے بآرام گزرنے کا طریقہ بھی دین کے ساتھ تعلیم فرمایا ہے اسلئے نسبت محمدیہ سے مستفیض ہونے والے اولیاء اللہ بھی کبھی اُن احتیاطون سے غافل نہین ہوئے جنکو سبب ہونے کے درجہ مین دنیا کی کلفت یا اذیت کے بچاؤ مین دخل ہے۔ جس زمانہ مین شاہ سلطنت خدادا یعنی سلطان حبیب اللہ خان والی ملک افغانستان نے خاص اپنے سفیر تجارت متعینہ پشاور کے ہاتھ پانچہزار روپیہ آپکی خدمت مین بھیجا اور سفیر صاحب سہارنپور سے گنگوہ کا کچّا راستہ دقّت کے ساتھ قطع کرکے حاضر آستانہ ہوئے تو حضرت امام ربانی نے نذر قبول نہین فرمائی اور نہ سفیر سلطنت کو خانقاہ مین ٹھیرنے کی اجازت دی ہان فرمان پڑھوایا اور سُنا اُسمین لکھا تھا کہ "پنج ہزار روپیہ بندگان عالی مین پیش کرتا ہون آیندہ ہر سال اِتنی رقم نثار آستانہ ہوتی رہیگی اسکو قبول فرماوین اور معاوضہ اسکا صرف دعا ہے"۔
سفیر ممدوح کا خانقاہ مین نہ ٹھیرانا گو اکثر خدام کے رنج اور تعجب کا باعث ہوا مگر "رموز سلطنت خویش خسروان دانند" جو جو حکمتین اور راز اُس مین پوشیدہ تھین وہ تو حضرت ہی کو معلوم تھین بظاہر ایک بڑی مصلحت اسمین یہ بھی تھی کہ دشمنون کو موقع ملیگا کہ گورنمنٹ کے کان بھرین اور بغاوت کے الزام لگائین دنیاوی بادشاہ اور دینی سلطان کے مابین مخلصانہ برتاؤ پر نظر کرنا مشکل ہے صورۃً یہ تعلق کی وابستگی کا اظہار ایذارسانی کا سبب ہو جائیگا اور کم سے کم اُس بہترین شغل مین کسی نہ کسی درجہ خلل انداز ضرور ہوگا جس مین آپ خلوتخانہ گنگوہ کے اندر بیٹھے ہوئے مشغول تھے چنانچہ بعض خدام سے آپنے فرمایا بھی کہ اسلام یا والی اسلام سے بحیثیت دین جو قلب کو علاقہ ہے وہ ہے مگر نذر کے قبول کرنے سے بڑی مضرت کا اندیشہ تھا مین تو اپنی گزار چکا مگر میرے لوگون پر بدگمانی ہوکر جانے کیا کیا مصیبتین پڑتین۔
سفیر نے جب اگلے دن واپسی کا قصد کیا اور رخصتی سلام کو حاضر ہوئے تو درخواست کی کہ امیر کبھی یقین نہ کرینگے کہ مین گنگوہ پہونچا اور حضرت نے نذر واپس فرمائی انکو ضرور یہ خیال ہوگا کہ گھر بیٹھے بات بنادی اسلئے میرے حاضر خدمت ہونے کی رسید عطا فرمادین کہ بارگاہ سلطانی مین پیش کردون ورنہ نوکری کے ساتھ میری جان بھی جاتی رہیگی اُسوقت آپنے سلطانی فرمان کا جواب فارسی زبان مین لکھوا کر قاصد کے حوالہ کیا اور رخصت فرمایا اِس جواب کا مضمون نہایت مختصر تھا اور صرف اِتنا ظاہر کیا گیا تھا کہ بحیثیت اسلام مجھے آپسے تعلق ہے اور میرا دل آپکو ہمیشہ دعا دیتا ہے خصوصاً موجودہ حالت محبت اسلام اور قدر و منزلت

علم کی خبریں لکھو میں بہت خوش ہوتا ہوں حق تعالیٰ برکت عطا فرمائے آپکی نذر پہونچی مگر چونکہ میں بوڑھا ہوگیا ہوں اور حق تعالیٰ نے مجھے بہتیرا کچھ دے رکھا ہے جمع کر کے کیا کروں گا اسلئے واپس کرتا ہوں کسی دوسرے مصرف خیر میں خرچ کردیا جائے اور مجھے بہرحال دعا گو سمجھئے۔"

احتیاط و تحفظ کے علاوہ زہد و استغنا عن الخلق کے لئے آپکی عمر بھر میں یہ ایک واقعہ کافی تھا مگر جن لوگوں نے آپ کے زہد کو ان کے جوہریں گلشنوں میں دیکھا ہے اُن کے نزدیک آپکے زہد کی مثال میں یہ قصہ نقل کرنا مناسب بھی نہیں ہے۔

جس طرح مسائل شرعیہ اور احکام آیتیہ میں حکمتوں کا ڈھونڈھنا اور معلوم ہوجانا ضرور نہیں اسی طرح اہل اللہ کے حرکات و افعال کی مصلحتیں ہر شخص پر کھل جانی لازمی نہیں ہیں جبکہ ایک عاقبت اندیش اور مدبر دنیا دار شخص کی بابت یہ گمان ہے کہ وہ بلا کوئی معتد فائدہ سوچے قدم نہیں اُٹھاتا پھر عالی فہم اور کامل عقول والے صاحبوں کے معاملات کا کیا پوچھنا ہو نہیں سکتا کہ ان حضرات کا کوئی کام مصلحت و حکمت سے خالی ہو اگرچہ ہم ناقص العقل دنیا داروں کی سمجھ میں نہ آئے اسی لئے بزرگان دین کے اقوال و افعال پر اعتراض اور دارو گیر سے قلب و لسان کا احتراز کو تصوف میں ادب اور شرط فیضان سمجھا گیا ہے پس کچھ ضرور نہ تھا کہ وہ امور مباحہ جو حضرت امام ربانی سے ظاہر ہوتے تھے انکی حکمتیں بجائے خود دوسروں پر ظاہر ہوں یا کوئی شخص معلوم کرنیکی خواہش کرے اور انکو بتادی جاویں مگر پھر بھی حضرت کی سوانح شریفہ اس سے بھری ہوئی ہے کہ آپ اپنے خدام کو تذبذب و توسوس یا تعجب و تحیر میں ڈالے رکھنا پسند نہیں فرماتے تھے بلکہ وجہ بیان فرماتے اور خطرات کو شفا کیا کرتے تھے

ایک مرتبہ اُستاذی مولانا محمد الحسن صاحب حاضر خدمت تھے دل میں وسوسہ گزرا کہ بزرگوں کے حالات میں زہد اور فقر و تنگدستی غالب دیکھی گئی ہے اور حضرت کے جسم مبارک پر جو لباس ہے گو مباح و مشروع ہے مگر بیش قیمت ہے" حضرت امام ربانی اُسوقت کسی شخص سے باتیں کر رہے تھے دفعۃً ادھر متوجہ ہو کر فرمایا کہ "عرصہ ہوا مجھے کپڑے بنانے کا اتفاق نہیں ہوتا لوگ خود بنا بنا کر بھیجدیتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ تم ہی پہنو انکی خاطر سے پہنتا ہوں چنانچہ اسوقت بدن پر جتنے کپڑے ہیں سب دوسروں کے ہیں اور مستعار ہیں چند روز بعد اپنے اپنے کپڑے آکر لیجائیں گے اور جب خود بناتا تھا تو گاڑھے اور دھوتری کے بنایا کرتا تھا" یہ فرما کر پھر پہلے شخص کی باتوں میں مشغول ہوگئے حاضرین

تو یہ تقریر بے محل اور جملہ معترضہ معلوم ہوئی مگر مولانا کی جسکے خطرہ نفس کا جواب تھا ندامت سے پیشانی پر پسینہ آگیا۔

سچی تواضع اور انکسار نفس جتنا امام ربانی مین دیکھا گیا دوسری جگہہ کم نظر سے گزریگا حقیقت مین آپ اپنے آپکو سب سے کمتر سمجھتے تھے بحیثیت تبلیغ جو خدمت عالیہ آپ کے سپرد کی گئی تھی یعنی ہدایت و رہبری اُسکو آپ انجام دیتے بیعت فرماتے ذکر شغل بتلاتے نفس کے مفاسد و قبایح بیان کرتے اور معالجہ فرماتے تھے مگر با این ہمہ اسکا کبھی وسوسہ بھی آپ کے قلب پر نہین گزرتا تھا کہ مین عالم ہون اور یہ جاہل مین پیر ہون اور یہ مرید مین مطلوب ہون اور یہ طالب مجھے انپر فوقیت ہے اور میرا درجہ اِن کے اوپر ہے کبھی کسی نے نہ سُنا ہوگا کہ آپ نے اپنے خدام کو خادم یا متوسل یا منتسب کے نام سے یاد فرمایا ہو ہمیشہ "اپنے لوگون" سے تعبیر فرماتے اور دعا مین یاد رکھنے کی ضرورت اپنے لئے طالبین سے بھی زیادہ ظاہر فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ تین شخص بیعت کے لئے حاضر آستانہ ہوئے آپ نے اُنکو بیعت فرمایا اور یون ارشاد فرمایا کہ تم میرے لئے دعا کرو مین تمہارے لئے دعا کرون بعضا مرید بھی پیر کو تر الیتا ہے۔"

یہ عمل ہے اُس حدیث پر جس مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری امت کو عام حکم فرمایا ہے کہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان بھائی سے دعا کرانی چاہئے کہ اپنے نفس کی بہ نسبت دوسرے کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے"۔ آپ حقیقت مین اپنے آپکو خدام بلکہ عام مسلمانون کی دعا کا جتنا حاجتمند سمجھتے تھے شاید عام خدام اپنے آپکو آپکی دعا کا اتنا محتاج نہ سمجھتے ہون منصب تعلیم و ارشاد مین آپ اپنے آپکو مامور من اللہ اور خادم و متبع رسول اللہ سمجھکر مرید فرماتے اور بمقتضائے سید القوم خادمہم آپکی یہی خدمت آپکو سردار بنائے ہوئے تھی مگر خادمیت کا اذعان اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ اسکی بدولت مخدومیت کے حصول کا خطرہ بھی کبھی آپکو نہ ہوتا تھا۔ تینون مریدون سے دعا کی درخواست کے بعد آپ نے ایک قصہ نقل فرمایا جس سے اپنی احتیاج کی واقعیت اور طلب نجات و رضائے حق کی ضرورت مین اپنا دوسرون کے مساوی ہونا اچھی طرح ظاہر فرما دیا جسکا نام تواضع ہے آپ نے ارشاد فرمایا "شیخ صنعان بڑے کامل ولی تھے ایک دفعہ معہ زمرہ مریدان حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے راستہ مین کسی شہر پر گزر ہوا تو ایک عیسائی عورت پر طبیعت آگئی سب اعمال چھوڑ چھاڑ اُسکے در پر ہو بیٹھے جب اُس نصرانیہ کو خبر ہوئی تو اُس نے کہلا بھیجا کہ چار شرطین منظور کرو تو مجھے حاصل کر سکتے ہو اُنہون نے شرایط دریافت کین نصرانیہ نے کہا اول تو زنار پہنو دوم قرآن مجید کی بے ادبی کرو تیسرے میرے سورون کو چرانا ہوگا چوتھے شراب پینی پڑیگی۔ شیخ صنعان نے قرآن مجید

کی بے ادبی تو گوارا کی نہین باقی تینون شرطین مان لین اور وہ نصرانیہ آملی۔ مریدون نے جب پیر کا یہ حال دیکھا تو چھوڑ چھاڑ چلدئے کچھ تو مکہ چلے گئے اور باقی اپنے اپنے گھر واپس ہو گئے۔ مکہ جانے والون نے حج کیا اور حج کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے وہان شیخ صنعان کے مرید تھے عطار اُن سے بھی ملے اور مرشد کی تباہی بیان کی اُنہون نے کہا "افسوس تم نے برا کیا کہ انکو چھوڑ کر چلے آئے جب پیر کی بدحالی دیکھی تھی تو تمکو چاہیئے تھا کہ اصلاح کی فکر کرتے اور اُن کے لئے دعا مانگتے کہ حق تعالیٰ اصلاح فرمائے وہ مقلب القلوب ہے اُسکے نزدیک کون بڑی بات تھی"؟ اُس وقت انہین بھی افسوس ہوا کہ واقع مین یہ خیر خواہی کی بات نہ تھی چنانچہ سب لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوئے اور رو رو کر ہدایت مرشد کی استدعا کی۔ دعا قبول ہو گئی اور یہ بشارت لیکر شیخ صنعان کی طرف دوڑے کہ جاکر سناوین وہان شیخ صنعان کی یہ حالت ہوئی کہ آنکھ کُھلی اور زنار توڑ ڈالا سور ونکو چھوڑ چھاڑ وہان سے چلدئے نصرانیہ عورت نے جسکے پیچھے شیخ کا یہ حال ہوا تھا جب یہ دیکھا تو وہ بھی مسلمان ہو گئی اور ان کے ساتھ ہی ساتھ وہان سے چلدی"۔ اسکے بعد حضرت نے فرمایا تو میان اسی طرح بعض مرید بھی اپنے پیر کو لغزش سے بچا لیتا ہے۔

سنت کے ساتھ آپکی محبت کا انداز ہونا بھی مشکل ہے اتباع طریقہ مصطفویہ مین افراط اور تفریط دونون سے آپکو نفرت تھی اور دیگر خصائل محمودہ کی طرح اس اصل مضمون مین بھی آپکو میانہ روی پسند تھی کسی شخص نے زمانہ کے غیر مقلدین کی بابت دریافت کیا کہ شریعت کیا حکم دیتی ہے تو آپ نے یون تحریر فرمایا کہ "بے علم لوگ جو مشکوٰۃ کا ترجمہ دیکھکر عامل بالحدیث ہونے کے مدعی ہین مین اُنکو مفسدین امت مین سے جانتا ہون البتہ جو سنت کی محبت سے بلا شر و فساد آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ کرے اُسکو برا نہین جانتا مگر سلف پر طعن کرنے والون سے قطع کرتا ہون۔

نفسانیت کے فروعی نزاع اور عصبیت و جہالت کے اختلاف سے آپکو غایت درجہ نفرت تھی جہالت کے مناظرے اور مباحثے مین آپ بنفس نفیس تو کیا دلچسپی حاصل فرماتے دوسرون کو اس لغو مضمون مین مشغول پاتے تو تعجب فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ضواد اور دُواد کا جھگڑا آپ کے سامنے پیش ہوا تو اِس طرح جواب تحریر فرمایا کہ " ت ط ص س ث ز ذ وغیرہا حروف کو ایک دوسرے کی جگہہ پڑھتے ہین اور کوئی اختلاف نہین کرتا ض مین اختلاف ہوا کہ کس طرح ادا کیجائے عجب بات ہی

یہ حرف نہ مشابہ دال کے ہے نہ ظ کے اِسکو ایسا پڑہے کہ سب سے الگ رہے۔ یہ جھگڑا بھی نفسانیت کا ہے ایسی باتون کے پیچھے پڑنا دین کی بات نہین۔ یہ مسئلہ علمار سے پوچھنے کا نہین ہے اگر زیادہ تحقیق منظور ہو تو قاریون سے دریافت کرو۔

بدعات سے اسدرجہ احتراز تھا کہ حضرت امام ربانی نے وہ امور مباحہ بھی ترک فرما دئے تھے جن سے دیکھنے والے کو بدعت کی جانب میلان کا واہمہ پیدا ہو یا صورۃً استناد و استدلال لاسکے ایک مرتبہ خود ہی ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مین اول بارہا حاضر ہوا اور بیٹھا ہون مگر مبتدعین کے باعث عرصہ سے اِسکو ترک کر دیا اب حاضری کے لئے بہت طبیعت بیقرار ہوتی ہے مگر اِس خیال سے نہین جاتا کہ پیرزادے کہین گے اب پھر ادہر کو جھک آئے اور بدعات کی طرف مائل ہو گئے اِس اندیشہ کے سبب یہین سے سلام پر اکتفا کرتا ہون اُدہر جانیکا قصد بھی نہین کرتا۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے آپکو اطلاع دی کہ فلان شخص امام مسجد بوچران کو وہ شملہ جو آنحضرت سے بیعت کا تعلق رکھتے ہین مجالس مولود مروجہ اور تیجا دسوان وغیرہ بدعات مین شریک ہوتے ہین اور کوئی اعتراض کرتا ہے تو حضور کی اجازت بیان فرماتے ہین اسپر حضرت امام ربانی کو نہایت غصہ آیا اور فوراً جواب لکھا کہ ”جو شخص اِن کو کرے اور میرا نام لے وہ کاذب ہے اُسکو اِس پرچہ کے ذریعہ سے فہمایش کرو اگر باز آوے بہتر ورنہ بیعت فسخ ہو جائیگی“۔

جن مسایل غیر ضروریہ کے اظہار مین فتنہ کا اندیشہ اور عوام کے ابتلا کا واہمہ ہوتا آپ طبعاً اُسکے بیان سے متنفر اور محترز تھے ہان بحیثیت تبلیغ خواص کے مجمع مین اُسکو ظاہر ضرور فرماتے مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی ارشاد فرما دیا کرتے تھے کہ عوام مین اِسکا چرچا نہو ورنہ مخلوق ڈوبے گی یہ ثمرہ تھا اُس شفقت علی الخلق کا جو راہبر زمانہ اور ہادی وقت ہونے کے درجہ مین آپ کے قلب کے اندر منجانب اللہ ودیعت رکھی گئی تھی باایں ہمہ دوسرون کے شہرت دینے یا کسی غیر اختیاری سبب پیدا ہو جانے سے اگر اُس مسئلہ کا افشا ہو جاتا تو راضی برضا ہو کر اُن ایذاؤن کو آپ نہایت استقلال اور جوانمردی کے ساتھ برداشت فرماتے تھے جو عوام الناس یا مخالفین علماء کی طرف سے آپکو پہونچتی تھین باختیار خود آپ خدائی امتحان مین اپنے نفس کو نہ ڈالتے تھے اور نہ ایسی آزمایش پر کبھی جرات فرماتے تھے آپ حق تعالی کے مقبول و مطیع بندے تھے شان عبدیت آپ کے ہر قول و فعل اور حرکت و سکون سے

ظاہر ہوتی تھی اپنے آپکو نہایت درجہ عاجز اور قاصر و مقصر خیال فرماتے تھے حق تعالیٰ کے ابتلا پر ثابت قدمی کا آپ دعویٰ تو کیا فرماتے کبھی اسکا وسوسہ بھی نہین گزرتا تھا کہ مجھسے لغزش نہوگی اور مین گھبراؤنگا نہین مگر اسکے ساتھ ہی بلاقصد و خیال جسوقت ابتلا پیش آتا اور آپ کے مراتب عالیہ مین ترقی عطا فرمانے کے لئے صبر و تحمل کی جانچ کیجاتی تو پھر آپ سے زیادہ مستقل مزاج عالی ظرف بُردبار و صابر شاکر اور ہر کہ و مہ کی ہزار ہا بدگوئیون کو خدا پر حوالہ کر دینے والا شخص زمانہ مین دوسرا نہ تھا امکان کذب حلت غراب وغیرہ مسائل سب اسی قبیل سے ہین جنکو صلیت معلوم ہے اُن کے لئے امام ربانی کے یہ دونون وصف بصیرت و عقیدت بڑہانے کا سبب ہوئے اور اُنہون نے جان لیا کہ حقیقت مین شان عبدیت کیا چیز ہے مولوی ولایت حسین فرماتے ہین کہ عرصہ بارہ تیرہ سال کا ہوا مین فقہی کتب بینی مین مشغول تھا دفعۃً چند روایات دیکھکر میرے ذہن مین خیال پیدا ہوا کہ یہ دیسی کوا جسکو عام آدمی حرام سمجھے ہوئے ہین احناف کے نزدیک تو حلال ہے مین نے اپنے خیال کی تصدیق کو گنگوہ کی حاضری پر محول رکھا چنانچہ جب حاضر آستانہ ہوا تو اتفاق سے مجلس شریف مین کوئی شخص کہنے لگے کہ کوّے غلہ کو بہت نقصان پہونچاتے ہین مین نے کہا فقہ کی کتابون مین تو اِس کوّے کو حلال لکھا ہے حضرت امام ربانی میری اِس تقریر کو سُن رہے تھے مسکرائے اور فرمایا "ہان کھانا شروع کردو کسی طرح تو کم ہون" اِسکے بعد ارشاد فرمایا کہ "بعض مسایل فی نفسہ حق ہوتے ہین مگر اُنکی اشاعت مین فتنہ ہوتا ہے"۔ قصہ رفت گزشت ہوا مگر دس بارہ سال کے بعد اتفاقیہ کسی شخص کے استفسار پر جب حضرت نے یہی مضمون حلت ظاہر فرمایا تو بات پھیلی اور پھر جو کچھ عوام مین شور و غوغا ہوا وہ سب نے دیکھا۔ اسکو حضرت امام ربانی کی کرامت و کشف کہئے یا ذکاوت و فراست کہ اِسکی اشاعت کو عوام کے فتنہ اور شور شغب کا سبب ارشاد فرمایا جو کچھ بھی ہو تاہم وہ دونون اوصاف جنکا پایا جانا مرشد عالم مین لازمی ہے ظاہر ہوگئے اگر آپکو فتنہ سے طبعًا احتراز نہوتا تو مولوی ولایت حسین صاحب کی تقریر پر تصویب و تصدیق فرماکر بار بار ذکر فرمانا یا تحریرًا شایع کر دینا کون بڑی بات تھی؟ یا یہ کہ شور و شغب پر اظہار کرنے والے یا فتویٰ پوچھنے والے کی تلاش اور اسپر عتاب و غیظ و غضب ظاہر ہوتا یا کم سے کم ان عامی اشخاص کی بدگوئیون اور گستاخ تحریرون پر جنہون نے باوجود عربیت سے ناواقف ہونے کے سب کچھ لن ترانیان بگھارین آپ رنجیدہ و مضمحل ہوتے اور ندامت و افسوس فرماتے بحمد اللہ کچھ نہین ہوا اگر ہوا تو یہ کہ جب بعض مخلصین نے حالت زمانہ

ظاہر کی تو آپنے فرمایا "مجھے کیا خبر تھی کہ حق تعالیٰ نے اِس مسئلہ مین اسقدر اجر رکھا ہے"۔

حضرت امام ربانی باوجود اِس مجاہدہ اور اتباع سنت مین سرتاپا محویت وفنائیت کے اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا ہر وقت قصوروار اور خطاکار سمجھتے تھے زبان ہی سے نہین بلکہ آپ کا دل اسکو مانے ہوئے تھا کہ معبود کا حق عبدیت ادا نہین ہوسکا اور نہ سنت نبویہ کا پورا اتباع نبھ سکا۔ اپنی کوتاہی کا اعتراف واذعان گو فی نفسہ محمود اور ذریعہ قرب الٰہی ہے مگر اسکے ساتھ ہی اِس یقین کی بدولت ہر وقت آپکی ہمت مین بلندی اور شوق ورغبت وصول الی اللہ مین زیادتی اور علو پیدا ہوتا تھا جو ہر آن اور ہر لحظہ آپ کو مراتب علیہ پر ترقی دے رہا اور ولایت کی غیر متناہی معراج پر سیڑھی بر سیڑھی چڑھا رہا تھا۔ ایک مرتبہ غالباً مولانا مظفر حسین صاحب کا نام لیکر آپنے فرمایا کہ وہ فرمایا کرتے تھے اس زمانہ مین نماز روزہ تو بڑھ گیا مگر اخوت اور ہمدردی کم ہوگئی اِسکے بعد آپنے افسوس کے ساتھ ارشاد فرمایا دیکھو لو بھائی صاحب سے ملاقات ہوئے زمانہ ہوا جایا نہین جاتا ہے حالانکہ خدام آستانہ نے بارہا دیکھا ہے کہ جب امام ربانی کھانا کھانے تشریف لیجاتے تو دروازہ پر پہونچکر خادم سے پہلا سوال یہ ہوتا تھا کہ "بھائی صاحب کے یہان کھانا گیا؟" خادم کبھی تو یہ جواب دیتا کہ جاچکا اور کبھی یون کہتا کہ لئے جاتا ہون اِس سے زیادہ ہمدردی کیا ہوگی مگر حضرت امام ربانی کے نزدیک یہ اخوت بھی وہ اخوت نہ تھی جسکے حاصل کرنے کا آپکا قلب سلیم مشتاق تھا ملاقات نہونے کا سبب دونون حضرات کی معذوری تھی مگر پھر بھی حضرت چاہتے تھے کہ موجودہ حالت سے زیادہ ہمت فرمائین

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مذاکرے آپ بڑے جوش کے ساتھ بیان فرمایا کرتے تھے ایک مرتبہ جنگ جمل کا تذکرہ فرمایا اور اُسی ضمن مین یہ بھی ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار تھین لڑائی مین اُس اونٹ کے تین پاؤن کاٹ دیئے گئے تھے مگر تب بھی اونٹ محمل لئے کھڑا رہا یہ حضرت صدیقہ کی کرامت ہوئی۔ حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما کی شہادت کا تذکرہ فرمایا تو آپ آبدیدہ ہوگئے اور آنکھون مین آنسو بھر آئے یہ واقعات آثار ہین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُس سچی محبت کے جو مسلمانون کے قلب مین ہونی چاہیے اور جسکے بغیر ایمان کسی کا بھی کامل نہین ہوتا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تقریر کا کچھ ایسا نرالا انداز تھا کہ آپ شریعت وطریقت کے مسائل سب ہی کچھ بیان فرماتے مگر کسی لفظ مین اپنے نفس کی جانب کسی کمال کا انتساب اشارۃً بھی نہونے پاتا تھا ایک مرتبہ حضرت مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی نے کَانَ الْاِنْسَانُ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا کی تفسیر دریافت

فرمائی ظاہر ہے کہ مولانا عالم تھے اور عالم بھی خصوصًا فن تفسیر مین مشہور اسلئے مقصود مولانا کا آیۃ مقدسہ کے دوسرے ہی مطلب کا ظاہر کرانا تھا چنانچہ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ صوفی تو اسکو مدح پر حمل کرتے ہین کیونکہ عاشق کی یہی شان ہوتی ہے کہ معشوق کی باتون کو جاہل نادان بنکر اپنے نفس کو ستا کر اور مشقتون مین ڈالکر بھی مان لیتا ہے

ہر چند کہ آپکی تقریر اظہار حال سے محترز تھی مگر حق تعالیٰ شانہ کی وہ محبت جو آپکے دل فیض منزل مین پلادی گئی تھی آپکے ضبط کئے ضبط نہین ہو سکتی تھی۔ یہ خدا کا رنگ تھا جس مین مقبولان بارگاہ احد کو رنگ دیا گیا ہے اسلئے باختیار نہ سہی بلا اختیار آپکی تقریر پر اندرونی حالت کا اثر نمودار ہوتا تھا ایکبار عید کے دن خطبہ مین آیۃ کریمہ وماخلقت الجن والانسان الا لیعبدون کا آپنے وعظ فرمایا تو لیعبدون کا ترجمہ یون فرمایا "تاکہ وہ میرے غلام بنے رہین" اور پھر فرمایا کہ "غلام کی شان یہ ہے کہ اُسکے جان ومال سب مالک کے ہوتے ہین اسکو اُن مین کسی قسم کے تصرف کا کوئی حق حاصل نہین ہوتا" حضرت امام ربانی نے اِس تقریر کو نہایت بسط اور عام فہم الفاظ مین بیان فرمایا وعظ کا جو لطف تھا وہ حاضرین کے لئے مخصوص تھا خصوصًا قائل کی قلب سے موافقت کرنے والی زبان سے بیان ہوتے وقت اسلئے اگر اب سارا وعظ نقل بھی کیا جائے تو وہ لذّت کہان ؟

حق تعالیٰ نے حضرت امام ربانی کو ذکاوت اس درجہ عطا فرمائی تھی کہ بہت جلد بات کی تہ پر پہونچتے اور تشفی بخش جواب بیساختہ دیا کرتے تھے آپ علماء زمانہ کے پیشوا تھے اذکیا جس مضمون مین عاجز ہوتے اور فہم رسا کی جس جگہہ رسائی دشوار سمجھتے تھے اُن باتون کو حضرت امام ربانی سے دریافت کرتے اور حضرت بے تکلف ایسا جواب عطا فرماتے کہ سُننے والا حیران ہو جاتا تھا ایک مرتبہ یاجوج وماجوج کا تذکرہ تھا حضرت مولانا اشرفعلی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت یاجوج وماجوج حق تعالیٰ کو بھی جانتے ہین یا بالکل ہی جاہل ہین ؟ آپنے بیساختہ فرمایا جانتے کیون نہین حدیث مین آیا ہے کہ جب انشاءاللہ کہینگے تو اگلے دن دیوار کو چاٹ کر باہر نکل آئینگے اِس سے معلوم ہوا کہ اللّٰہ کو جانتے ہین"۔

حضرت کی یہ ذکاوت طبعی اور فطری تھی جسکو حق تعالیٰ نے آپ مین ابتدا ہی سے ودیعت رکھا تھا مولوی ڈپٹی کریم بخش صاحب مقنن ریاست گوالیار جو دہلی کی طالبعلمی کے زمانہ مین حضرت کے ہم سبق رہ چکے ہین ایک مرتبہ مولوی اسمٰعیل صاحب گنگوہی سے فرمانے لگے کہ تمہارے حضرت سے

ملاقات ہوئے مجھے پچاس سال کا عرصہ ہوا اب تو حضرت کے علم کی شہرت ہونی ہی چاہیئے کہ ایسا حنفی عالم دوسرا نظر نہین آتا مگر ہمنے طالبعلمی کے زمانہ مین دیکھا ہے کہ سارے طالب علم مولوی صاحب سے ڈرتے تھے اور مدرسہ کے طلبہ نے مولانا کا لقب ھل من مبارز رکھ چھوڑا تھا بلکہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کی زمانہ طالبعلمی مین یہ حالت نہ تھی" مولوی محمد اسمعیل صاحب گنگوہی نے جب ڈپٹی صاحب کا قول نقل کیا تو حضرت مسکرانے لگے اور پھر دیر تک ڈپٹی صاحب کا حال دریافت فرماتے رہے۔

جن دنون حضرت امام ربانی جناب مولوی کریم بخش صاحب پنجابی کی خدمت مین پڑھا کرتے تھے ایک طالب علم ولایتی دہلی مین آیا جسکو دعویٰ تھا کہ مجھے یہان کوئی عالم پڑھا نہین سکتا یہ شخص شافیہ پڑھتا تھا مولوی کریم بخش صاحب کو طالب علم کا دعویٰ پسند نہ آیا سبق ہو رہا تھا حضرت امام ربانی شریک جماعت تھے جب فراغت ہوئی تو مولوی کریم بخش صاحب نے ارشاد فرمایا کہ رشید احمد لو یہ تو جار بردی ہے اور یہ کافیہ ہے اُس ولائتی کو سبق پڑھا کر آؤ یاد رکھنا اگر نیچا دیکھکر آئے تو سر گنجا کر دون گا حضرت امام ربانی کتاب بغل مین دبا کر اُٹھے اور سیدھے طالب علم کے پاس پہونچے باتون باتون مین کتاب کھولی اور بحث شروع کر دی یہانتک کہ ولایتی طالب علم جسکو اپنی استعداد پر ناز تھا حیران ہو گیا اور آخر کار یہ لفظ کہے کہ ہمین پوری کتاب دوہرادو اُسوقت حضرت نے کتاب بند فرما دی اور کہا "پڑھانا منظور نہین ہے صرف ناک کاٹنی تھی کہ دہلی مین جن علماء کے متعلق یہ خیال ہو کہ پڑھا نہ سکینگے اُن کے ادنیٰ شاگرد نے زچ کر دیا" یہ فرما کر مولوی صاحب کے پاس چلے آئے اور فرمایا کہ "حضرت پڑھا آیا اور مات دے آیا"

آپکی ذکاوت اور خداداد استعداد بجائے خود معنوی کمال ہے اسپر طرہ یہ کہ با این علوم مرتبت آپ اپنے کو ادنیٰ سے ادنیٰ طالب علم کی برابر بھی نہین سمجھتے تھے ایک مرتبہ تدریس کے زمانہ مین جبکہ آپ کی حسن تقریر پر بعض طلبہ نے آپکی کچھ تعریف کی تو بیساختہ خلاف عادت آپکی زبان سے قسم نکلی اور آپنے یون ارشاد فرمایا کہ "بخدا مین اپنے آپکو تم مین سے ادنیٰ طالب علم کی برابر بھی نہین سمجھتا" یہ ہے وہ کمال جسکی نظیر ملنی مشکل ہے ذکاوت حق تعالیٰ نے بہتیرون کو دی ہے گو حسب نصیب مقدار متفاوت ہے مگر اول تو مطلقاً علم کے ساتھ فروتنی کا اجتماع دشوار نظر آرہا ہے چہ جائیکہ کمال علم کے ساتھ کمال فروتنی این است کمال و الکل یرل و یزال۔

صغار پر رحم و شفقت اور کبار کا ادب و قر گویا آپکا طبعی امر تھا جس مین کبھی خلاف نہین ہوتا تھا آپکے

خدام اپنی عاقبت سنوارنے کے لئے پاؤن دبانے حاضر ہوتے توآپ پاؤن دبواتے اورانکو اصلاح حال کا موقع دیا کرتے تھے مگر اسکے ساتھ ہی ذراسی دیر ہوئی تو نہایت شفقت کے ساتھ فرماتے "بس بھائی جاؤسور ہو بارک اللہ۔

ایک مرتبہ میان سعید سلمہ کو کسی شرارت پر صاحبزادہ حکیم مسعود احمد صاحب نے ڈانٹا اور کہا "او خبیث" حضرت امام ربانی نے یہ کلمہ سنا اور بیساختہ یہ فرماکر کہ " یہ کیون ہوتا خبیث" میان سعید کو گلے لگالیا اور دیر تک لگائے رکھا۔

مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ عمر مین حضرت امام ربانی سے بڑے تھے مگر عقیدت کے اعتبار سے گویا حضرت کے جان نثار خادم اور عاشق جان باز تھے جب تشریف لاتے بے اختیار حضرت کے قدمون پر بوسہ دیتے اور آنکھون مین آنسو بھر لایا کرتے حضرت امام ربانی شرماتے اور یون فرمایا کرتے کہ مولانا آپ مجھے کیون نادم فرمایا کرتے ہین آپ میرے بڑے ہین مجھپر آپکا ادب ضروری ہے آپ ایسا کام کرتے ہین تو مجھے بڑی شرم آتی ہے " مولوی محمد مظہر صاحب رحمۃ اللہ علیہ صاحب بصیرت تھے حضرت کی علوشان ومرتبت اور اپنی فرط محبت کے سبب جو کچھ کرتے تھے وہ انکا طبعی اقتضا تھا مگر حضرت امام ربانی کبر سن کے پاس ولحاظ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مَنْ لَمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا فَلَيْسَ مِنَّا کے امتثال کو بھول نہین سکتے تھے۔

مولوی محمد اسمعیل صاحب کے دادا بوڑھے شخص تھے اسکے ساتھ ہی حق تعالیٰ نے قلب مین نور عطا فرما رکھا تھا جسکی وجہ سے حضرت امام ربانی کے مرتبہ شناس تھے جب تشریف لاتے تو اِس قدر عقیدت واخلاص کے ساتھ خادمانہ برتاؤ کرتے کہ دیکھنے والے انکو حضرت کا مرید سمجھتے تھے ایک بار مولوی محمد اسمعیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے دادا صاحب آپکے معتقد ہی تھے یا بیعت بھی تھے؟ آپ نے فرمایا کہ بیعت تو قاضی مولوی محمد حسن صاحب مرحوم سے تھے مگر اعتقاد مین مریدون سے بھی زیادہ تھے اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ایک مرتبہ مین حجرہ کے اندر بیٹھا بخاری شریف کا سبق پڑھا رہا تھا تمہارے دادا صاحب آئے باوضو تو تھے مگر لوٹا پانی کا بھر کر پیر دھو کے حجرہ مین داخل ہوئے بوڑھے ہو کر اُن کا یہ برتاؤ مین نے دیکھا تو بہت شرمایا اور مین نے کہا کہ حضرت مجھے کیون شرمندہ کرتے ہو انہون نے یہ جواب دیا آپکی بڑی شان ہے شاید میرے پیر مین کوئی شے لگی ہو۔

بڑون کی توقیر اتباع سنت کے سبب معنوی کمال ہے مگر اسکا اپنے مرتبہ پر رکھنا اُس محافظہ حدود مین داخل ہے جسکو دقیق کمال کہا جاتا ہے اور جسکا وجود نادر وکمیاب ہے باوجودیکہ امام ربانی اپنے سے زیادہ عمر والون کا ادب فرماتے تھے مگر یہ ممکن نہ تھا کہ خلاف شرع امر مین اُن کے ادب اور لحاظ کی وجہ سے سکوت یا مداہنت فرماوین۔ یہ ادب جس سے ادب نبوی مین فرق آئے حقیقت مین بے ادبی اور ضعف قلبی ہے جس سے اولیاء اللہ محفوظ رکھے گئے ہین مولوی محمد اسمٰعیل صاحب کے دادا جنکا ابھی تذکرہ ہوا ایک مرتبہ زوج مفقود الخبر کے متعلق استفتا لائے جس مین حضرت امام ربانی کی رائے اورونکی رائے کے خلاف تھی اسلئے آپنے بلا مہر کئے اُسکو واپس فرمادیا اور کہدیا کہ میرے نزدیک ٹھیک نہین ہے مین دستخط نہ کرون گا۔ مولوی صاحب نے ایک مرتبہ اِس قصہ کا تذکرہ کیا حضرت نے فرمایا تمہارے دادا کا اِس مسئلہ مین امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق عمل تھا اِسلئے مین نے اُسوقت اُسپر مہر نہین کی اب چونکہ شہر در شہر ریل اور تار جاری ہے مفقود الخبری بھی مفقود ہوگئی اِس لئے اب میرا بھی عمل موافق مذہب امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ہے۔

ایک بار مولوی محمد اسمٰعیل صاحب نے عرض کیا کہ حضرت میرے دادا صاحب اتنے محتاط تھے کہ ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے کو جب تک خود نہ دھولین پہنتے نہ تھے حضرت نے بیساختہ ارشاد فرمایا "یہ تمہارے دادا صاحب کا وہم تھا ورنہ شرعًا ہندو دھوبی کے یہان کے دُھلے کپڑے ناپاک نہین ہین دیکھو انگریزونکی ولایت سے کسقدر پارچہ آتا ہے اُسے کون ناپاک کہیگا آخر سب پہنتے ہی ہین۔

چونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہین کہ "جب کسی قوم کا سردار تمہارے پاس آئے تو تم اُسکا اکرام کیا کرو" اِسلئے حضرت امام ربانی کی خدمت مین اگر مخالفین کی جماعت مین سے کوئی بڑا شخص آتا تو آپ اُسکے اکرام مین مطلق پہلو تہی نفرماتے تھے مگر باوجود اسکے امر متنازع فیہ مین مداہنت ممکن نہ تھی کہ ذرہ برابر بھی ظاہر ہو اور بات بھی یہی ہے کہ کسی کا اکرام جب امتثال امر پیغمبر مین کیا جاتا ہے تو اکرام پیغمبر سے چشم پوشی کیونکر صحیح ہوسکتی ہے۔ ایک بار مولوی عبدالسمیع صاحب کسی تقریب مین گنگوہ گئے اور حضرت کی خدمت مین بھی حاضر ہوئے تو آپ نہایت خلق کے ساتھ ملے اور فرمایا کہ آج کسی وقت کا کھانا میرے یہان کھائیے حالانکہ یہ زمانہ وہ تھا کہ مولوی صاحب انوار ساطعہ لکھ چکے تھے اور ادھر سے بتصدیق امام ربانی اُسکا جواب شایع ہولیا تھا۔ فتنہ کے دبانے اور بدعات کی

اردمین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس امر کا مسلمان کو مامور بنایا ہے وہ آپ پورا فرما چکے تھے پس اب درجہ تھا اکرام ضیف اور اکرام امیر قوم کا سو اسکو آپنے اسطرح پورا فرمایا چنانچہ مولوی عبدالسمیع صاحب نے دعوت قبول کی اور حضرت کے مہمان بنکر کھانا کھایا۔ حضرت امام ربانی نے ایک مکتوب مین اِس دعوت کا تذکرہ فرمایا ہے اُسی مین یہ بھی لکھا ہے کہ میرا خیال تھا کہ بدعات کا زبانی تذکرہ ہوگا اور خوب خوب جواب دونگا مگر مہمان نے اشارۃً بھی کوئی لفظ نہین کہا سو میزبان کو کیا لازم تھا کہ یہ ذکر نکالکر مناظرہ کی کوفت مین ڈالے اب دیکھئے وہان جاکر براہین کے جواب کی فکر کرتے ہین یا نہین؟ اگر کچھ لکھا تو پھر وہی جواب ہے۔

مولوی صاحب کی ضیافت کے عملی طرز اور تحریر مذکورہ کے لفظ لفظ سے امام ربانی کے اُس کمال معنوی کا پتہ چل رہا ہے جو اتباع شریعت کو ملحوظ رکھکر مخالف کے ساتھ خُلق واکرام کے برتاؤ سے اُس مسلمان کو حاصل ہوتا ہے جو معتدل القوام جادۂ مستقیم کا ماہر ہے۔ حفظ مراتب ہی وہ اصل کمال ہے جسکی نگہداشت سے بہتیری مخلوق عاجز ہوگئی اور بہتیرے صاحب کمالات لغزش کھا گئے ہین۔

مخلوق کو حق تعالیٰ نے مختلف مراتب عطا فرمائے ہین جنکی وجہ سے مسلمان بندہ اپنے خالق کا مطیع بنکر اُسی کے حکم سے اُسکی بہتیری مخلوق کا فرمانبردار اور محکوم بنتا ہے مگر ظاہر ہے کہ ساری مخلوق کی اطاعت چونکہ حق تعالیٰ کے حکم سے ہے اِسلئے وہ ساری فرمانبرداریان حقیقت مین ایک خالق کی فرمانبرداری واطاعت ہے پس جسطرح بمقتضائے "لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق" مخلوق مین سے کسی متنفس کی ایسے امر مین اطاعت جایز نہین ہے جس سے اطاعت خالق فوت ہوجائے اسی طرح مخلوق کے مراتب مختلفہ مین ماتحت کی وہ فرمانبرداری زیبا نہین جس سے مافوق کی نافرمانی پیدا ہو عرفاً یون ہی کہ باپ بڑا بھائی اُوستاد آقا پیر امام رسول سب اپنے بڑے اور مطاع ہین مگر چونکہ سب کے مراتب مختلف اور درجے الگ الگ ہین اِسلئے بڑے بھائی کا وہ کہنا نہین مانا جاتا جس مین باپ کی نافرمانی ہو اور والدین یا اوستاد کے اُس حکم کی تعمیل نہین ہوتی جس مین روحانی باپ یعنی شیخ طریقت کی معصیت لازم آئے یہانتک کہ پیر کے بھی اُس حکم کی تعمیل جایز نہین جو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کو ہاتھ سے چھڑا دے پس متعدد طاعات کے محکوم و پابند مسلمان کی بڑی آزمایش اسی حفظ مراتب اور تحفظ حدود مین ہے کہ ہر مطاع کو اپنے درجہ پر قایم رکھکر اُسکی اطاعت کرے۔ مخلوق مین جسکا

بھی ادب قائم رکھنے کا خالق نے حکم دیا ہے اُسکی رعایت شریعت کو تھامکر ہر مسلمان پر لازمی کی گئی ہی کہ دیکھ بھالکر اصل وفرع کا لحاظ قائم رکھکر آداب بجالائے اس امتحان مین پورا اُترنا حقیقت مین اُسی ثابت قدم صائب ستقامت اہل بصیرت کاملہ شیخ کا کام ہے جو سرتاپا اتباع شریعت مین فناو ستغرق ہو چکا ہو اور سنت کی محبت اُسکے رگ وپے مین ایسی سرایت کرگئی ہو کہ اُسپر چلنا طبعی بنگیا ہو۔

یہی کمال جسکو حفظ مراتب کہا جاتا ہے واقع مین دل ہے تمام کمالات معنویہ کا عوام کا تو کیا ذکر اُن کے نزدیک تو اس کمال کا نام کفر رکھا گیا ہے حق یہ ہے کہ بہتیرے خواص بھی اُسکا پورا حق ادا نہین کر سکے اس دقیق مبحث مین قلم اُٹھانا میرا منصب نہین اور نہ مین اسکا اہل ہون مگر سُنی سُنائی باتون سے اتنا ضرور جانتا ہون کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت امام ربانی کا اسی کمال اصل الکمالات مین امتحان لیا تھا آپ جسطرح مرتبہ مین بڑے تھے اسی طرح آپکے امتحان کا نصاب بھی بڑا تھا آپکے مرشد برحق اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل مختلف فیہا مین حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ جو کچھ بھی ظاہری تخالف تھا وہ منجانب اللہ اُس آزمایش کا معیار تھا جسپر سالک طریقت نائب رسول متبع سنت شیخ کو پرکھنے کی حاجت ہے۔ شیخ طریقت کے عمل اور سنت نبویہ کے اتباع مین ایک کی دوسرے پر ترجیح اور بصیرت ومحافظت ادب کے ساتھ حفظ مراتب اسی درجہ مین آکر اسدرجہ دشوار پڑا تھا جسکے اشکال رفع کرنے مین قطب وقت کا امتحان ہوا۔ اعلیحضرت حاجی صاحب عیاذاً باللہ مبتدع نہ تھے نہ ذرہ برابر بدعات کی جانب میلان تھا چنانچہ اہل بصیرت کے نزدیک حضرت کے کمالات علمیہ وفیضان قدسیہ اسپر دال ہین اور عوام کے لئے براہین پر جو تقریظ اعلیحضرت نے تحریر فرمائی ہے وہ اس دعوی کی دلیل صریح ہے مگر بقول شخصے تا نباشد چیزکے مردم نگوید چیزہا۔ اعلیحضرت کو وہ تشدد پسند نہ تھا جسکو امام ربانی نے اصلاح خلق واحیاء سنت کے لئے دانتون سے مضبوط پکڑ رکھا تھا۔

تصوف کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ صاحب نسبت ہونے کے بعد منتہی کو شیخ کے ہر ہر فعل کا اتباع ایسا ضروری نہین ہے جیسا کہ مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ سلف صالحین کی سوانح اس قسم کے واقعات اور بعض بعض مسایل مین مرید کا پیر کے فعل کو قابل اتباع نہ سمجھنے کی حکایات سے بھری پڑی ہین اولیا اللہ کا تو کیا ذکر صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح مین اہل بصیرت کو اسکا پتہ چلتا ہے مگر چونکہ نہ وقت اس بحث کا نہین اسلئے اسکو چھوڑتا ہون مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مسلمہ کی بنا پر اعلیحضرت کی طرف ــــ

اہلیت و استعداد تام کا پروانہ ملے پیچھے صاحب نسبت مجاز طریقت بنکر اعلیحضرت کے اس خیال سے امام ربانی کا موافقت نہ فرمانا شریعت میں تو کیا طریقت میں بھی کسی الزام کا باعث نہیں ہو سکتا مگر با این ہمہ اس اختلاف سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کا حفظ مراتب کے کمال معنوی میں امتحان پورا ہو گیا کہ آپنے اعلیحضرت کو شیخ اور طریقہ نبویہ کا راہبر سمجھا تھا خود نبی یا رسول نہیں سمجھا تھا واسطہ اور ذوالواسطہ کا فرق انسان کے لئے کھلی ہوئی بات ہے مگر یہاں اِس امتیاز کا قائم رکھنا ہر کس و ناکس سے نہیں ہو سکا ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔ اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اختلاف امتی رحمۃ حق ہے جانبین کے متمسک اور خیال ورائے کی وجہ للّٰہیت اور اخلاص تھی اُدھر درجہ محبوبیت میں غلو تھا اور خلق پر بایں طور شفقت و نرمی محمود سمجھی گئی تھی تو اِدھر محبیت میں استغراق تھا اور ارشاد و اصلاح خلق کا یہ طریق تفقہ کے ساتھ اتباع سنت سمجھا گیا تھا جو کچھ بھی ہو بدنفس معاندین کے لئے اس دقیق بحث میں پڑنا سبب ضلال ہو گیا اور جس نے جو چاہا کہا مگر خدا شاہد ہے بات یہی تھی کہ لاریب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو قدوۃ العلماء اور جامع شریعت و الطریقت نائب رسول بنکر اُس طریق کا اختیار فرمانا جو بظاہر شیخ کے قول و عمل سے ظاہر ہو رہا تھا وہ زبردست لغزش تھی جو آپکو اس مرتبہ عالیہ تک پہونچنے کے لئے مضبوط دیوار بنکر روکنے والی تھی ؎

بے ادب را اندرین رہ بار نیست　　جائے او بردار شد در دار نیست
از خدا خواہیم توفیقِ ادب　　بے ادب محروم گشت از فضلِ رب

آپکی استقامت کا درفش اس بال سے زیادہ باریک راستہ میں بھی آفتاب نصف النہار کی طرح ایسا چمکا کہ عالم نے دیکھ لیا اور منصب ارشاد و نیابت کا بے بہا تاج اس تحفظ مراتب و محافظۃ حدود کے درجہ میں بھی آپ کے فرق اقدس پر ایسا جلوہ نما رہا کہ گوشہ ہائے دنیا اُس سے آگاہ ہو گئے لیھلک من ھلک عن بینۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ۔

اپنی اپنی نسبت اور خداوندی عطیہ نعمت کے ثمرات میں روحانی باپ بیٹوں کے خیال اور رائے کا فرق بس یہ تھا جو عرض ہوا مگر با این ہمہ اُدھر شفقت و رافت میں امام ربانی کی طرف سے مطلق فرق نہ آیا تھا اور ادھر عقیدت و ادب میں اعلیحضرت مرشد العرب والعجم کی جانب سے حبہ برابر تفاوت پیدا نہوا تھا اگر یہاں سے خط جانے میں توقف ہوتا اور خیریت معلوم ہونے میں چند روز کی دیر ہو جاتی تو حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ بیتاب ہو جاتے اور بار بار خیریت طلب خط پر خط ارسال فرمایا کرتے تھے اور اگر اعلیحضرت کا کوئی والا نامہ موسم حج کے علاوہ کسی کے ہاتھ آگیا تو حضرت امام ربانی خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے اور احباب کو بار بار مژدہ سُنایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی عافیت مزاج بے موسم معلوم ہو گئی۔

حضرت حاجی صاحب کا تعلق شفقت و محبت مکاتیب رشیدیہ سے معلوم ہوگا جس مین بارہ خطوط اعلیحضرت کے بنام حضرت امام ربانی مقدم درج کئے گئے ہین تاہم اس جگہہ اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ نزاع پسند اور خلاف دوست طبیعت والے اصحاب نے جی توڑ کر کوششین کین کہ دو مقدس دلون مین کسی طرح شکر رنجی پیدا ہو جائے مگر یہ دل وہ دل نہ تھے کہ اِن کج رفتارون کے قابو مین آجاتے اور متاثر ہو کر نامراد حرمان نصیبون کی مراد پوری کرتے۔ اُدہر یہ لگایا جاتا تھا کہ مولانا گنگوہی مولود کرنے والون کو کافر و مشرک بتاتے ہین جن مین آپ بھی شامل ہین اور اِدہر یون کہا جاتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب نے آپکی بیعت فسخ کر دی اور اپنے سے بے تعلق وجُدا فرما دیا۔ تفرقہ انداز تمام اپنی سعی مین کوتاہی نہ کرتے تھے مگر طرفین کا وہ قلبی علاقہ جو حق تعالیٰ شانہ کا جوڑا ہوا تھا کسی کے توڑے نہ ٹوٹا پر نہ ٹوٹا۔

بدگوئیان جب حد سے گزرین اور متوحش افواہین چار طرف پھیلین تو حضرت امام ربانی نے عریضہ لکھا اور دریافت کیا کہ اِن باتون کی اصل کیا ہے ؟ اعلیحضرت کی طرف سے جو طویل والا نامہ جواباً آیا تھا اُس کو ملخصاً ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم۔ از فقیر امداد اللہ عفی اللہ عنہ بخدمت فیضدرجت جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا مولوی رشید احمد صاحب محدث گنگوہی متع اللہ بطول حیاتہ و دمر اعدائہ۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ مکتوب برکت اسلوب مورخہ چہار دہم رمضان شریف بدست مولوی ممتاز علی صاحب ورود سرور لایا ممنون و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپکو باین عنایت و محبت مکروہات دارین سے محفوظ رکھکر کونین مین درجات عالیات قرب و رضا عطا فرمائے۔ مولانا آپکی تحریر باعث انشراح قلب و موجب جمعیت خاطر فقیر ہے اسلئے آرزو ہے کہ ہمیشہ اپنی خیر و عافیت و حالات ظاہر و باطن وغیرہ سے مسرور و مبتہج فرماتے رہو۔

آپ کے اس خط کے ہر لفظ اور ہر فقرہ سے عجب کیفیت و شگفتگی پیدا ہوئی ع اے وقت تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی + مولانا ضیاء القلوب مین جو کچھ آپکی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہین لکھا گیا جیسا القا ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہیات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعۂ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے

علیحدگی کرنا سخت جہالت و محرومی وادبار ہے۔ خارج کرنا چہ معنی فقیر تو تم علماء صلحاء کی جماعت مین اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح کونین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت مین جلاوے و مارے۔ وہ شخص مُدبر ہے جو تم مقدس و مقتدائے زمان سے کچھ دل مین کینہ یا سوء ظن یا بد عقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔ فقیر تو آپکی سب حرکات و سکنات و اقوال و افعال کو منبع حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کل امور مین مخلص و صادق یقین کرتا ہے الخ۔ آخر مین تحریر فرماتے ہین اسی لئے فقیر نے مسائل مختلف فیہا کے باب مین کوئی آپکی تحریر نہ دیکھی نہ پڑھی نہ اسکی تفتیش کی غرض کیا ہے کیونکہ فقیر تو آپ کے سب اقوال کو موافق شرع جانتا ہے اگرچہ بعض مسائل مین موافق نہ سہی اور اس اختلاف کو صحابہ کا اختلاف سمجھتا ہے اور آپ کے ہر قول کی تاویل و توجیہ میرے دل مین نہایت جمعیت بخش و تسلی دہ ہے۔

اِس جانب اعلیحضرت کے ساتھ محبت کی جو حالت تھی اُسکو کیونکر ظاہر کیا جائے جبکہ ضبط و استقلال کا یہ عالم تھا کہ محبت رسول جس مین آپکو استغراق تھا وہ بھی ایسی نہ کھلتی کہ دیکھنے والا آپکو عاشق رسول سمجھ لے آپکی روحانی قوت اور عالی ظرفی قلب کی وہ برداشت جس نے ثمرہ محبت کو اطاعت و امتثال مین محدود سمجھکر آپکی ساری عمر کو پاک شریعت مصطفویہ کی خدمت مین گذارا اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجز پابندی فرمانہائے محبوب کے اور کسی انداز کے ساتھ محبت و عشق کا ظہور نہوا تاہم جسوقت اعلیحضرت کے وصال کی خبر وحشت اثر ہندوستان مین پہونچی اور حضرت امام ربانی کے کانون مین پڑی اُسوقت صدمہ سے جو حال آپکا ہوا وہ پاس رہنے والون نے دیکھا۔ باوجودیکہ آپ کوہ استقلال تھے جگر گوشہ اولاد اور ثمرۃ الفواد قرۃ العیون کے متواتر صدمات پر آپ پر وہ اضمحلال ہرگز طاری نہین ہوا جو مرشد العرب والعجم کے دنیاوی مفارقت سے آپ پر ہویدا ہوا کئی وقت آپ کھانا نہ کھا سکے کسی سے بات کرنا یا مجمع مین بیٹھنا آپکو گوارا نہوسکا آنکھون سے بے اختیار آنسو جاری ہوتے اور ہر چند آپ ضبط فرماتے مگر بیتاب ہو ہو جاتے تھے۔

سالہا سال کے بعد آج یہ مضمون عام طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانی کو اعلیحضرت کے وصال کا جو صدمہ ہوا شاید دنیا مین کسی کو ایسا صدمہ نہوا ہو۔ مہینون آپکی یہ حالت رہی کہ شب کو چارپائی پر لیٹتے ہی خدام کو رخصت فرما دیتے اور خلوت مین پلنگ پر پڑے ہوئے گھنٹون رویا کرتے تھے بعض مخلصین اتفاقیہ ایسی حالت مین جا پہونچے ہین اُنہون نے ایسی آواز سُنی ہے جیسے دیگچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جوش

مارتی ہے۔ یہ آپکا ضبط تھا کہ آنے والے کی آہٹ پاتے ہی آپ غم کو پی جاتے اور اُسی حالت پر آجاتے تھے جو مطمئن اور صاحبِ راحت و سکون شخص کی ہونی چاہئے۔

ضرورت نہ تھی کہ آپ کے اس مخفی حال کا اظہار کیا جائے خصوصاً ایسی حالت مین جبکہ آپنے بقیہ عمر مین خود ہی کبھی اسکا اظہار نہ چاہا ہو مگر ضرورت نے مجبور بنا کر یہ مضمون لکھوایا۔ رنج و غم کے متعلق آپکی یہ حالت حالانکہ مہینون رہی مگر جب آپ اعلحضرت کا تذکرہ فرماتے تو یہی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے حضرت کے ساتھ وہ محبت نہین ہے جو دوسرون کو ہے" اسکا یہ مطلب تھا کہ آپ اس محبت کو بھی کافی اور قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے اس حالت محمودہ مین بھی آپ اپنے آپکو دوسرون سے کم اور دوسرون کو اپنے سے زیادہ سمجھے ہوئے تھے اندر سے آپکا جی چاہتا تھا کہ کاش اس سے بھی زیادہ تعلق و محبت قلب کو عطا ہو۔

اعلحضرت کی دنیاوی مفارقت کے حادثہ پر مخفی طور پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنا آہ کرنا رونا اور بیتاب ہو جانا جو کچھ بھی خلوت مین ہوتا تھا اُسکا تو خاص ہی لوگون کو علم ہے مگر عام لوگون نے اتنا مضمون ظاہر بھی دیکھا ہے کہ جب مجلس مین اعلحضرت کا تذکرہ ہوتا یا کوئی نووارد مہمان تعزیت کے کلمات کہتا تو آپکی آنکھونمین آنسو بھر آتے اور بیچین ہو جاتے تھے آپکا جی چاہتا تھا کہ چیخین مارین مگر ضبط کو کام مین لاتے اس کشاکشی سے آپکے حرکات پر وہ تغیر نمودار ہوتا تھا جسکا رفع ہونا گھنٹون مین مشکل پڑ جاتا تھا یہانتک کہ آپکی یہ حالت دیکھکر واقفین و حاضرین نے اس تذکرہ سے احتیاط کر لی اور جو نووارد یا اجنبی شخص آتا اُسکو پہلے ہی منع کر دیا جاتا کہ اعلحضرت کے وصال پُر ملال کا ذکر مذکور نفرماوین۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے اس مبحث مین جسدرجہ سخت امتحان لیا گیا اُسکا اندازہ ہونا بہت دشوار ہے بلکہ حق یہ ہے کہ ہو نہین سکتا اِدہر محبت شیخ و تادب مرشد اور اُدہر اتباع شریعت اور اصلاح خلق مین نیابت نبوت دونون کو آفتاب و ماہتاب سمجھکر آپنے اپنی آنکھون کا نور بنایا اور اُس مستقیم صراط پر عبور فرما گئے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز تھی اور جسپر چلنا حقیقت مین آپ ہی کا کام تھا آپنے وسیلہ کو وسیلہ سمجھا اور مقصود کو مقصود یہانتک کہ مراتب کی نگہداشت اور حدود اللہ کی محافظت کا وہ حق ادا فرما دیا جو بتوفیق ایزد متعال ہر صدی کے مجدد پورا فرماتے رہے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

ہر چند کہ اس دقیق راستہ کی راہروی مین نادان مخلوق اور ناواقف لوگون کی زبانون سے آپکو ہر قسم کی ایذا پہونچی مگر حق تعالیٰ کا لطف و فضل آپکے سر کا چتر اور پشت پناہ بنا ہوا تھا اسلئے قدم نہ ڈگا پر نہ ڈگا سکا

لکھو کھا برچھیاں کھائیں ہزاروں تیر اور بھالے | پیا پے وار نے تلوار کے ٹکڑے کیا دل کو
زبان سے اُف نہ نکلی اور نہ ٹپکا آنکھ سے آنسو | مبارک تُو شہیدوں کا ثواب اِس نیم بسمل کو

حضرت امام ربانی کو اپنے محسن کی شکر گذاری میں ایک لذت حاصل ہوتی تھی ایک دن صوفی کرم حسین جب اپنی حالت حضرت سے عرض کر رہے تھے اثناء گفتگو میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ "میں شاہ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر مدت دراز تک بیٹھا ہوں اور مجکو شاہ صاحب نے تعلیم بھی کی ہے اور جو کچھ نفع ہوا ہے وہ حضرت حاجی صاحبؒ اور شاہ عبدالقدوس صاحبؒ ہی کا طفیل ہے" حضرت شیخ کی شکر گذاری کے موقع پر اعلیحضرت کا اسم مبارک مقدم بیان فرمانا وہ ادب محمود اور اصل مدح و منقبت ہے جسکو کمال معنوی کا فرد اعظم کہنا چاہیے۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام ربانی قدس سرہ کا دل فیض منزل جس بے بہا اور انمول جوہر کا حامل بنایا گیا تھا اُسکی ماہیت معلوم ہونی دشوار ہے اور اگر کسی کو معلوم بھی ہو جائے تو بیان ہونی محال ہے بندہ ناکارہ نے جو کچھ لکھا خدا شاہد ہے کہ ناکافی لکھا وجان جو کچھ سمجھے ہوئے ہے اُسکو الفاظ کا لباس پہنانے کی اپنے اندر طاقت نہیں پاتا اور حق یہ ہے کہ سقیم الحال اور اس فن سے محض ناآشنا ہونے کی وجہ سے سمجھ بھی نہیں سکتا کہ حضرت میں کون کون معنوی کمالات ودیعت رکھے گئے تھے بالاختصار اسقدر جانے ہوئے ہوں اور یہی لکھ چکا اور لکھنا چاہتا ہوں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت بیضاء کا محمود اور سچا اتباع آپ کے قلب میں راسخ اور اعضا و جوارح کا معمول بنگیا تھا آپکی ہر ادا اِسی اتباع سنت کی تعلیم دیتی اور آپکا ہر طور و طریق اسی مضمون کی مخلوق کو رغبت دلاتا تھا یہ ایک کمال اصل تھا اور باقی کمالات اسکی فروع اور شاخیں یہ کیفیت راسخہ حاکم تھی اور جملہ حرکات و سکنات اسکی ماتحت اور تابع فرمان۔

آپ زہد و قناعت میں مجاہدہ و ریاضت میں ہجوم مصائب پر صبر اور نعمتہائے ربانی پر شکر ادا کرنے میں تقویٰ و طہارت میں اخلاص و اظہار عبدیت میں صدق و صفا میں حلم و وفا میں رافت علی الخلق و شفقت علی الناس میں اصلاح و شان تربیت میں ایثار و سخاوت میں حیا و عفت میں قسنائے خالق پر رضا اور رزاق عالم پر توکل میں خوف و خشیہ میں رجاء رحمت میں افتقار الی الرب المتعال میں حب فی اللہ میں بغض فی اللہ میں غرض ہر خصلت محمودہ اور کمال معنوی میں وہ مرتبہ پائے ہوئے تھے جو سرداران مذہب یعنی علماء کے امام و پیشوا کو حاصل ہونا چاہیے نبوی توکل کے آفتاب عالمتاب سے آپ اِس زمانہ میں خصوصیت کے ساتھ مستفید ہوئے تھے آپ کے ارشاد و تربیت کا ابتدائی زمانہ چند ماہ کے لئے تعلیم اطفال میں گذرا جو فی الجملہ

تحصیل معاش کا ذریعہ بھی تھا مگر اسمین بھی اتباع سنت تھا تا کہ انبیاء علیہم السلام کی ابتدائی عمر مین بکریون کی پاسبانی کا اقتدا ہو جائے اور آنے والے زمانہ مین اصلاح و تعلیم خلق اللہ اور بندگان خدا کی پاسبانی و نگہداشت کی عادت پڑجائے اسکے بعد جبکہ آپ مسند ارشاد و تربیت پر بیٹھے اور نیابت نبوت کا عمامہ آپ کے سر پر رکھدیا گیا تو اسباب معاش سے بالکلیہ یکسوئی آپ نے اختیار فرمائی چونکہ آپکا ستھرا دل طفولیت ہی مین اسکا یقین کر چکا تھا کہ جو بندہ اپنے خدا کا ہو رہیگا حق تعالیٰ اُسکی ضروریات و حاجات کے خود متکفل ہو جائینگے اسلئے آپ نے نہ چاہا کہ آقا کے دین کی خدمت چھوڑ کر رزق موعود کی تلاش مین ایک لحظہ بھی ضائع فرماوین اپنے سچے خدا کے وعدون پر آپکا اعتماد و وثوق اتنا بڑھا ہوا تھا کہ باوجودیکہ شروع مین عسرت و تنگدستی کے اندر مبتلا فرما کر آپکو جھڑ جھڑایا گیا اور فاقون تک کی نوبت پہونچائی گئی مگر آپ جس در کے دربان ہو چکے تھے اُسپر خادم و ملازم بنے پڑے رہے دوسرا دروازہ جھانکنے کا وسوسہ بھی آپکے قلب مین نہین آیا آپکا جفاکش حوصلہ اور وعدہ کی سچی عالی ظرفی نے اپنی احتیاج و تنگ حالی کا اپنے جیسے محتاج انسان پر ظاہر کرنا بھی بے غیرتی اور محبوب کی شکایت سمجھا آپکی بلند ہمت اور وسیع و رفیع صداقت عہد نے کبھی گوارا نکیا کہ آپکا یہ زمانہ افلاس آپ کے اہل وطن دیکھ پائین اکثر ایسا ہوا کہ آپکے دولتکدہ مین آگ نہین سُلگی اسلئے کہ پکانے اور کھلانے کو کچھ موجود نہ تھا مگر آپ نے کبھی کسی شخص سے قرض نہین لیا۔ آپکا قرض نہ لینا اسپر دلالت کرتا ہے کہ آپ عمر بھر اسی حالت فقر و فاقہ مین بسر کرنے پر بھی راضی تھے اور یون سمجھتے تھے کہ اگر حق جل و علیٰ شانہ نے اسی حالت مین مبتلا رکھا تو لیا ہوا قرض کیونکر ادا ہوگا اور ادا نہونے کی صورت مین وعدہ خلافی و کذب کی معصیت کا مرتکب ہونا پڑیگا اسلئے فاقہ کرنا بہتر ہے قرض لیکر پیٹ بھرنے سے اور آقا کے ابتلا مین ثبات قدم افضل ہے ماسوی اللہ کیجانب صورۃ احتیاج ظاہر کرنے سے

باغبان گر پنج روزے صحبتِ گل بایدش | برجفائے خار ہجران صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال | مُرغ زیرک چون بدام افتد تحمل بایدش

اسکے بعد جب فتوحات کا دروازہ کُھلا ہے تو حق تعالیٰ نے مخفی و قلبی نعمتون کے ساتھ ظاہری تمول و تونگری سے بھی آپکو مالا مال بنا دیا آپ دنیا سے بھاگتے تھے اور دنیا کا مال و متاع آپکے قدم پکڑتا اور نعلین پر نثار ہوتا تھا آپ خدام کی نذرین قبول فرمانے سے انکار کرتے اور گھبراتے تھے مگر بے نیاز خدا آپکو مجبور بنا بنا کر دلواتا اور دلشکنی سے احتراز کا فرمان واجب الاذعان اپنا محکوم و مطیع بنا کر مال و زر آپکا مقبوض و مملوک ٹھیرایا کرتا تھا ایکبار مخالفین کے عناد اور حکام تک جھوٹی شکایات پہونچانے کا یہ نتیجہ نکلا کہ سرکاری عہدہ دار آپ کے حال کی تحقیقات پر تعینات

ہوا اور دورہ کرتا کرتا گنگوہ پہونچکر آپکی خانقاہ مین آیا آپ اُسوقت چونکہ درس حدیث مین مشغول تھے اسلئے متوجہ نہوئے جب فراغت پائی تو آپ نے آپکا ذریعہ معاش دریافت کیا گیا آپنے فرمایا "توکل" وہ نہ سمجھا کہ توکل کیا شے اور معاش کا ذریعہ کسطرح ہے اُس نے اسباب معیشت گنوانے شروع کئے اور ہرایک کا نام لیکر دریافت کیا کہ زراعت کرتے ہو؟ تجارت کرتے ہو؟ زمیندار ہو؟ کسی کے نوکر ہو؟ کہین سے تنخواہ بندھی ہوئی ہے؟ کوئی حرفہ جانتے ہو؟ سب سوالات پر آپکا جواب نفی مین تھا آخر جب کہا گیا کہ پھر کھاتے کہان سے ہو اور کرتے کیا ہو؟ تو آپنے فرمایا خزانہ غیب سے ملتا ہے اور توکل کرتا ہون۔ خلاصہ یہ کہ مفتّش نے گردن جھکالی اور دیر تک کسی فکر و سوچ مین غرق رہا آخر خدا جانے کیا سمجھا کہ جیب سے بیس (عـہ) روپیہ کا نوٹ نکالکر آپکی نذر کیا اور واپسی کے لئے قدم اُٹھایا آپنے بلا تامل نوٹ لے لیا اور فرمایا "یہ ہے توکل جو میرا ذریعہ معاش ہے" اور جسکا جسے سوال کیا جاتا تھا

سچے علم کا ثمرہ یعنی بے نیاز خدا کا خوف اور خشیہ جیسا آپکے قلب مین تھا شاید زمانہ کی آنکھون نے کہین نہ دیکھا ہو گر ضبط اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ اظہار مشکل تھا جسوقت آخر شب مین آپ تحریمہ باندھکر اپنے خدا کے سامنے کھڑے ہوتے اور دست بستہ عرض معروض شروع فرماتے تو آپ پر وہ حالت نمایان ہوتی تھی جو شہنشاہ کے حضور مین حاضر ہوتے وقت غلام پر ہونی چاہئے بسا اوقات آپ پر گریہ طاری ہوجاتا آواز بھراجاتی ہچکی بندھ جاتی آنکھون سے آنسوؤن کے تار موتیون کی لڑیان بنکر بہتے اور سارے بدن پر ایک رعشہ پیدا ہوجاتا تھا شاہنشاہی فرمان یعنی مقدس قرآن کی آیت آپ پڑھتے اور تغیر حال کے سبب رُک جاتے تھے پھر شروع فرماتے اور پھر ٹھیر جاتے تھے کبھی کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک آیۃ شریفہ پر آپنے صبح کر دی کہ اُسی کو بار بار دہراتے اور اعادہ فرماتے رہے۔

مولوی ممتاز علی صاحب مہتمم تحریر فرماتے ہین کہ جب یہان بلوچستان مین حضرت قدس سرہ کے وصال کی خبر پہونچی تو اتفاق سے مولانا ابوالخیر صاحب یہین مقیم تھے دوبار اُن کا پیغام میرے پاس پہونچا کہ مجھسے آکر ملجاؤ مجھے فرصت نہ ملی آخر جب مین حاضر ہوا تو دیکھا کہ مولانا بے اختیار رو رہے ہین مجھے دیکھتے ہی گریہ اور زیادہ ہوا یہانتک کہ چیخین نکلنے لگین سارے مجمع پر اس کیفیت کا یہ اثر تھا کہ قریب تھا دھاڑین مارتے مارتے سب لوگ بیہوش ہوجاوین اسی حالت مین مولانا ابوالخیر نے فرمایا آہ مولوی ممتاز علی ہندوستان سے بڑا شخص اُٹھگیا ہائے افسوس مخلوق نے قدر نہ جانی کہ مولانا کیا چیز تھے مین نے معتبر ذریعے سے سنا ہے کہ حضرت مولانا قدس سرہ نے ایک آیۃ پر روتے روتے تمام رات گذار دی تھی اور وہ آیۃ یہ تھی یَوۡمَ تُبۡلَى السَّرَآئِرُ فَمَا لَهٗ مِنۡ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ

نااہل مؤلف جو حضرت قطب عالم قدس سرہ کا خود ناقدر شناس بنا رہا اُن وجدانی کوائف کو کسطرح سمجھے یا زبان قلم پر لائے جنکا سمجھنا وجدان سلیم اور اُسی قلب کا کام ہے جسمین کچھ چٹک پیدا ہوئی ہو یا اس راستہ کی ہوا لگ کر قدرے ذائقہ مُنہ کو لگ لیا ہو۔ نابالغ بچہ سے کتنا ہی کوئی سچا اور فہیم و صاحب بانجھ بیان کرے مگر لذت جماع قبل بلوغ ہرگز سمجھ نہین سکتا پھر بھلا عشق و محبت کی وہ آگ جو کسی عاشق کے قلب مین بھڑک رہی ہو صورت دیکھنے والا اور عشق کے معنی سے ناواقف شخص کیونکر سمجھ سکتا ہے ؎

نظر کو کیا خبر پردہ کے اندر دل لگی کیا ہے کوئی آزاد کیا جانے کسی دلکی لگی کیا ہے

ایک مرتبہ ظہر کے بعد حجرہ شریفہ مین آپ تلاوت قرآن کے اندر مشغول تھے بندہ نادان و نادار مولوی محمد یحیٰی صاحب کے پاس اس طرح دبے پاؤن خاموش جا بیٹھا کہ حضرت نے آہٹ بھی نہ سنی تھوڑی دیر مین مولوی محمد یحیٰی صاحب کسی ضرورت سے باہر تشریف لے گئے اور مین تنہا بیٹھا رہگیا چند منٹ گذرے تھے کہ حضرت قدس سرہ کے لہجہ تلاوت مین تغیر شروع ہوا اور رفتہ رفتہ یہ نوبت پہونچی کہ آپکا سارا جسم کانپنے لگا بے اختیار آپ آٹھ آٹھ آنسو رونے لگے آواز رک گئی ہر چند آپ پڑہنا چاہتے مگر گریہ کا غلبہ حلق کو پکڑ پکڑ لیتا تھا خدا شاہد ہے وکفی بہ شہیدا خوف کی جو حالت اُسوقت حضرت پر طاری تھی شاید تند مزاج خونخوار شیر کے سامنے پڑکر کسی کمزور و ناتوان ضعیف القلب شخص کی بھی یہ حالت نہوگی اور خشیہ جو اُسوقت آپ پر ہویدا تھا غالبًا کسی جبار و باقدرت شاہنشاہ کے سامنے کھڑے ہو کر کسی خطاوار سے خطاوار مجرم غلام پر بھی ظاہر نہوا ہوگا۔ آپکی یہ حالت اتفاقیہ اور عمر بھر مین پہلی بار میری نظر پڑی تھی مین ابتک بھی نہین جانتا کہ کس بات سے آپ ڈرتے تھے اور کیون کانپ رہے تھے یہی قرآن مجید ہے جسکو اول سے آخر تک مسلمان پڑہا کرتے ہین خدا جانے وہ مضمون کونسا اور کہان ہے جسپر کچھ خوف یا خشیہ پیدا ہوتا ہے اِسلئے دفعۃً یہ تغیر حال دیکھکر مین تھرّا او ٹھا اور اسدرجہ پریشان ہوا کہ اب تصور آتا ہے تب بھی گھبرا جاتا ہون دل مین خوف زدہ ہو کر کہنے لگا کہ یا اللہ آج کس مصیبت مین آپھنسا نہ جائے رفتن ہے نہ پائے ماندن اگر بیٹھا رہون ممکن ہے کہ حضرت کو میرے بیٹھنے کی کشف یا اور کسی طرح اطلاع ہو جائے تب معتوب ہوا اور اُٹھون تو پاؤن کی آہٹ سے اطلاع ہوتی ضرور اور اُس موہوم سے یہ غالب خیال زیادہ خطرناک اسلئے خدا ہی جانتا ہے کہ اُسوقت میرے دل کی کیا حالت تھی نہ مین آسمان پر تھا نہ زمین پر ساکت و صامت بُت بنا بیٹھا رہا اور وحشت زدہ دل بجائے اسکے کہ اسکی حالت سے مستفید ہوتا کمال الحاح اور اخلاص کے ساتھ یون دعا مانگتا رہا کہ یا اللہ کسی طرح مولوی محمد یحیٰی جلد آدین۔

دعا حقیقت مین دل سے نکلی اور عین اضطرار و توحش مین واقع ہوئی تھی اسلئے شاید چند لحظہ گذرے ہون کہ مولوی محمد یحییٰ صاحب جو حجرہ کی آمد و رفت کے ہر وقت مجاز تھے آگئے انکا حجرہ کی چوکھٹ پر قدم رکھنا تھا اور حضرت کا اس حالت کو ضبط فرما کر سیدھا ہو بیٹھنا۔ خدا جانے یہ حالت عجیبہ دفعۃً پیدا کیونکر ہوئی اور اس طرح یک لخت ضبط کسطرح ہوگئی بجز اسکے کہ بالاجمال اتنا سمجھا یہ بھی کوئی حالت محمودہ ہے جو اتباع سنت نبویہ مین اولیاء اللہ پر طاری ہوتی ہے جو جوان کو بوڑھا اور قوی کو کمزور بنا دیتی ہے اور کچھ نہ اسوقت سمجھا نہ اب سمجھ سکتا ہون۔

خادم نوازی اور سادگی و بے تکلفی امام ربانی کی خاص شان تھی ایک مرتبہ رمضان کا مہینہ تھا مولانا حبیب الرحمن صاحب دیوبندی اتفاق سے سحر کو وقت معمول پر نہ اٹھ سکے حضرت قدس سرہ نے انکے حجرہ کے دروازہ پر کھڑے ہو کر آواز دی مولوی صاحب گھبرا کر اٹھے اور باہر آکر عرض کیا کہ حضرت آپنے کیون تکلیف فرمائی؟ آپنے جواب مین ارشاد فرمایا مجھے اسوقت خیال آیا کہ حبیب سو گیا معلوم ہوتا ہے سحر کا وقت اخیر ہونے والا ہے اگر مین نہ جگاؤنگا تو وہ تمام دن بھوکا رہیگا"

بارہا ایسا ہوا کہ موذن کی وقت پر آنکھ لگ گئی اور حضرت چپکے ہی مسجد مین تشریف لائے اور اذان دیکر اپنے حجرہ مین چلے گئے پھر موذن سے یہ بھی دریافت نکیا کہ آج اذان کے وقت کیون سو گئے تھے؟ آپ رقیق القلب تھے کسی کی تکلیف آپسے دیکھی نہ جاتی تھی اپنا ہو یا بیگانہ اگر آہ کا کلمہ آپکے کان مین پڑتا تو بیتاب ہو جایا کرتے تھے محمد عاشق نورباف کا لڑکا مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاس پڑھتا تھا گند ذہن اور غبی زیادہ تھا سبق کے کئی بار بتانے پر بھی جب اسکو یاد نہوا تو مولوی محمد یحییٰ صاحب نے اُسکو مارا دفعۃً یہ چیخا اور ہائے کی آواز حضرت کے کان مین پڑی بے تحاشا حضرت چارپائی سے اتر کر دوڑے کہ اسکو بچائین سامنے گولر کا درخت تھا نظر نہ آنے کے سبب سر مبارک مین اس زور سے لگا کہ کئی دن تکلیف رہی اپنی تکلیف کا اظہار تو کچھ بھی نفرمایا ہان مولوی محمد یحییٰ صاحب کو نصیحت کی کہ "بھائی اسقدر بچون کو مارنے سے کیا فائدہ جسقدر حقتعالیٰ نے ذہن بنا دیا ہے کیا اسقدر مارنے سے اُسمین ترقی ہو جائیگی"؟

مولوی محمد یحییٰ صاحب کے پاؤن مین ایکمرتبہ موچ آگئی تو آپنے انکو گھر نہ جانے دیا حجرہ مین رکھا آدمی مالش کرنے آتا تو آپ پاس بیٹھ جاتے اور جب تک وہ پاؤن کو تیل ملتا رہتا آپ بیٹھے رہا کرتے تھے بار بار حال پوچھتے اور کھانے پینے کے علاوہ بھی ہر قسم کی خبرگیری فرماتے تھے۔

اپنے ہمعصر احباب کے ساتھ حضرت امام ربانی قدس سرہ کا جو مخلصانہ برتاؤ تھا اُسکی نظیر ملنی مشکل ہے ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھانے کو آپ مصلے پر کھڑے ہوئے پیچھے سے کسی شخص کا یہ کلمہ آپکے کان مین پڑا مولوی صاحب آگئے مولوی صاحب آگئے آپنے مُنہ پھیر کر دیکھا تو مولانا محمد یعقوب صاحبؒ تشریف لارہے تھے چونکہ پیدل راستہ قطع کر کے تشریف لائے تھے اسلئے پیرون پر غبار چڑھا ہوا تھا حضرت امام ربانی اپنے اُستادزادہ کو دیکھتے ہی مصلے سے سرکے اور یہ دریافت فرماتے ہوئے پیچھے ہٹ آئے کہ مولوی صاحب وضو ہے؟ مولانا نے فرمایا جی ہے اور اُسی سادگی کے ساتھ مصلے پر آکھڑے ہوئے حضرت امام ربانی کی نظر قدمون پر پڑی تو پنڈلیان تک غبار آلودہ تھین اپنے کپڑے کا دامن لیکر آپنے مولانا کے پاؤن کا غبار جھاڑنا شروع کر دیا حضرت مولانا پر بھی اُسوقت کوئی حالت طاری تھی کہ کھڑے ہوئے پاؤن صاف کراتے رہے حضرت امام ربانی نے خوب اچھی طرح غبار صاف کیا اور بعد مین مسرت کے ساتھ فرمایا کہ مولوی صاحب کے پاؤن صاف کر کے میرا بڑا جی خوش ہوا زیادہ تر اسوجہ سے کہ اُنھون نے تکلف نہین کیا۔

تقویٰ اور احتیاط کے ساتھ صاف گوئی آپکی اسدرجہ بڑھی ہوئی تھی کہ کوئی کیسا ہی رئیس یا رئیس زادہ کیون نہو جب اُسکی کوئی حرکت آپکو ناگوار گذرتی تو صاف فرما دیتے اور تعلق کے ترک کو ظاہر کر دیتے تھے نواب محمود علیخان صاحب مرحوم رئیس چھتاری کے ساتھ آپکی خاص محبت سب کو معلوم ہے اور اسکا سبب نواب صاحب کا صرف خوش عقیدہ ہونا تھا جس زمانہ مین یتیم پوتے کی ریاست کا انتظام فرمانے کو نواب صاحب عرب سے ہندوستان تشریف لائے تو زمانہ کے رسم و رواج کے موافق اُسی ریاست کی آمدنی مین سے حکام کی دعوتون وغیرہ کے متعلق وہ اخراجات بھی ہوتے تھے جنکا شریعت نے نواب صاحب کو مستحق نہ بنایا تھا ریاست کے دیندار کارندون نے جو حضرت سے علاقہ رکھتے تھے بصورت استفتا سارا حال بذریعہ تحریر عرض کیا کہ نوکری کے متعلق ہمین کیا حکم ہے آپنے جواب لکھا کہ یتیم کے مال مین غیر مشروع تصرف کا کسی کو حق حاصل نہین ہے نہ اُسکی معاونت جائز اسلئے ایسی جگہہ کی ملازمت کو بھی مین تمھارے لئے پسند نہین کرتا خدا رازق ہے وہان سے چھوڑو گے دوسری جگہہ سے ملیگا" حضرت کے اس ارشاد پر حاجی دوست محمد خان وغیرہ معتمد ملازم فوراً مستعفی ہو گئے یہ حضرت کی کرامت اور اُنکی استقامت و پختگی عقیدت کا ثمرہ تھا کہ بیکار نہ رہے یہان سے مستعفی ہوئے تو دوسری ریاست مین ملازم ہو گئے۔ ابھی انتظام ریاست کے زمانہ مین نواب صاحب مرحوم نے حضرت کی خدمت مین عریضہ لکھا اور اپنے خاص

خدمت ہونے کی اطلاع دی فوراً ہی آپنے اُن کے خط کا جواب اس طرح لکھوایا "ایسے آنیسے کیا فائدہ کہ نہ آپ مجھسے ملکر خوش ہون اور نہ مین آپسے ملکر خوش ہون مین نے سُنا ہی کہ یتیم کے مال مین آپ بے احتیاطی بہت کرتے ہین مجھے اسکا افسوس ہی کہ آپکو آخرت مین اسکا جواب دینا پڑیگا یتیم کی ریاست کا جبتک معقول انتظام اور شرع تحفظ نہو جائے دور ہی دور سے ملاقات کافی ہے۔

ایک مرتبہ آپ دولتخانہ سے تشریف لائے حجرہ مین داخل ہوکر دریافت فرمایا کون کون ہے جب معلوم ہوا کہ خاص خاص لوگ موجود ہین تو آپ بیٹھ گئے اور ارشاد فرمایا کہ سب سمجھدار ہی آدمی ہین ایکبات کہون اسکے بعد آپنے ایک حدیث کا مطلب بیان فرمایا اُسکا خلاصہ یہ تھا کہ حق تعالیٰ قیامت کے دن جب دوزخیون کو دوزخ مین بھیجدینگے تو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم شفاعت فرماوینگے حکم ہوگا اچھا جسکے قلب مین رائی کے دانہ کی برابر بھی ایمان ہو اُسکو دوزخ سے نکال لو چنانچہ حضرت صلعم بہتیرے دوزخیون کو باہر نکالینگے اسکے بعد حکم ہوگا کہ ذرہ کی برابر بھی جسکے قلب مین ایمان ہو اُسکو بھی نکال لو چنانچہ حضرت صلعم بہتیرے دوزخیون کو باہر نکالینگے پھر حکم ہوگا اچھا ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ کا ایمان جسکے قلب مین ہو اُسکو بھی نکال لو چنانچہ حضرت صلعم بہتیرے دوزخیون کو نکالینگے۔ پھر جناب باری کا حکم ہوگا کہ جسکے قلب مین کچھ بھی ایمان کا حصہ ہو اُسکو نکالو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عرض کرینگے کہ بار الٰہا اب دوزخ مین کوئی بندہ ایمان والا باقی نہین رہا اُسوقت حق تعالیٰ ارشاد فرماوینگے اچھا سب شفاعت کرنیوالے سفارشین کر چکے اب ہم باقی ہین چنانچہ تین لپین بھر کر دوزخیونکو دوزخ سے باہر نکالینگے اور جنت مین بھیجدینگے۔ اب غور طلب یہ مضمون ہی کہ وہ کون لوگ ہین جو حق تعالیٰ کی لپون مین جہنم سے باہر نکالے گئے ظاہر ہے کہ کافر نہین ہین کیونکہ کافر کیلئے خلود فی النار کا خود حکم فرما چکے ہین وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ قِیْلًا پس ضرور وہ لوگ بھی ایمان والے ہین مگر انکا ایمان اسدرجہ مخفی تھا کہ خلاصۂ موجودات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے مبصر اور دقیق النظر پیغمبر بھی اُسکا ادراک نفرما سکے آپنے بھی اُنکو کافر سمجھکر جہنم مین چھوڑ دیا مگر علام الغیوب جو ہر پوشیدہ سے پوشیدہ چیز کی خبر رکھتا ہے اُن کے غایۃ خفا مین دبے اور چھپے ہوئے ایمان کی بناء پر انکو بھی جہنم سے باہر نکال لیگا پس جب ایمان کا ایسا خفی اور مستور درجہ بھی کسی مرتبہ مین حق تعالیٰ کے نزدیک مقبول اور قابل عفو و مغفرت ہے تو بھائی کسی شخص کو کافر کہنے کی ہمت نہین ہوتی۔ ہماری نظر اور ہمارا ادراک جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ادراک کے سامنے حقیقت ہی کیا رکھتا ہی جسکی بناء پر یون کہہ سکین کہ

جسے ہمنے کافر سمجھا وہ کافر ہی ہے مومن نہین اس حدیث پر غور کیا جاتا ہے تو کافر کو بھی کافر کہتے ڈر معلوم ہوتا ہے امام ربانی قدس سرہ جب اس حدیث کی مبسوط تقریر فرما چکے اور علماء کا موجودہ جلسہ متاثر ہو گیا تو آپنے ارشاد فرمایا مگر بھائی شریعت کا حکم ہے کہ کافر کو کافر کہو اسلئے بندہ کو تعمیل مین عذر کیا جسپر علامت کفر دیکھین گے ہم تو اُسے کافر سمجھینگے اور کافر ہی کہینگے" یہ فرما کر خاموش ہو گئے اور پھر دوسرا ذکر شروع فرمادیا۔

اس حدیث سے امام ربانی قدس سرہ کا تفقہ اور مجتہدانہ شان کا استنباط ہی ثابت نہین ہوتا بلکہ ذکاوت اور مضمون دقیق سے متاثر ہونا آپنے کو ہیچ سمجھنا جسکو تواضع کہا جاتا ہے اور معرفت الٰہیہ کے ساتھ پاس شریعت تحفظ ادب امتثال امر اور تعلیم و تادیب علماء کا خاص اسلوب ظاہر ہو رہا ہے کہ بظاہر دو متضاد امور سے آپکا قلب و جسم بدرجہ مساوی متاثر تھا اور کسی ایک حالت کا دوسری پر غلبہ نہ تھا ادہر قلبی تواضع اور حق تعالے کی بے نیازی کا اذعان بدرجہ اتم تھا اور اُدہر سیاست شرعیہ و فریضہ منصب ارشاد کمال کے درجہ پر پہونچا ہوا تھا

امام ربانی قدس سرہ کے کمالات کوئی کیا سمجھے اور کیونکر بیان کرے آپکا دلی منشا اور طبعی اقتضا جس خلوت و یکسوئی اور اپنے ایک معبود لاشریک لہ کے ذکر و فکر مین محو و مستغرق رہنے کا تھا اُسکو مسند ہدایت کی جانشینی کے سبب مخلوق کے ساتھ وابستگی اور تعلیم و ارشاد خلق مین مشغولیت کے حکم نے مغلوب بنا دیا تھا آپکی عبدیت کا اقتضا یہی تھا کہ بندۂ حکم بنے رہین دلبر چاہے ہر وقت آرے چلین مگر اطاعت محبوب سے سر مو تجاوز نہونے پائے اسمین شک نہین کہ آپکا قلب ہر وقت بزبان حال کہتا تھا کہ ؎

کہ در ہر دو جہان جانان ندارم جز تو دلدارے | نخواہم جز تو یک ساعت تفکر در دگر کردن

مگر اسکے ساتھ ہی اسمین بھی شبہ نہین کہ آپکے جسم و جان کی ہر حرکت و سکون سے یہ مضمون ظاہر ہو رہا تھا

آنہا کہ خواندہ ام ہمہ از یاد ما برفت الّا حدیث دوست کہ تکرار میکنم

جو مہتم بالشان خدمت آپکے سپرد کی گئی تھی حقیقت مین آپ اُسکے اہل تھے چنانچہ آپ نے اُسکو چالیس سال تک نباہ کر دکھلا دیا کہ مسند ارشاد و تربیت پر نشستہ رو بجانب خلق تھا اور دل بسوئے خالق عزّ نوالہ ؎

دل پیش تو ام دیدہ بجائے دگر ستم | تا خلق نداند کہ ترا مے نگرستم

ایک دن مولوی امیر شاہ خان صاحب نے حضرت قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ مین ایک روز مسجد حرام مین ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اُن کے پاس ایک نوعمر درویش آئے اور بیٹھ گئے وہ بزرگ جنکے پاس مین بیٹھا ہوا تھا اس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بھائی تمہارے قلب مین

بڑی اچھی چیز ہے اُن بیچارون نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر اُنہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا کہنے لگے کہ تمہارے قلب مین ایک عورت کی شبیہ ہے اُسکی ناک ایسی ہے اور آنکھیں ایسی ہین اور بال ایسے ہین غرض تمام حلیہ بیان کر دیا اُسوقت وہ درویش بہت نادم ہوے اور اقرار کیا کہ بیشک آپ سچ فرماتے ہین ابتداء جوانی مین مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا ہر وقت اُسکے دہیان مین رہنے سے اُسکی شبیہ میرے قلب مین آگئی ہے اب جب کبھی طبیعت بیقرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اُسکو دیکھ لیتا ہون کچھ سکون ہو جاتا اور طبیعت ٹھیر جاتی ہے مولوی امیر شاہ خان صاحب یہ قصہ بیان کر کے منتظر رہے کہ حضرت کچھ ارشاد فرماوینگے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا سُنکر خاموش ہو گئے جب کئی مرتبہ مولوی صاحب نے بات اُٹھائی تب حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ آنکو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونیکی نوبت پہونچتی تھی میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسون یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپکے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ مین تھے اور اسکے بعد جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسون رہا ہے اسکے بعد۔ اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے کچھ نفرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگون رہے مطلب ظاہر ہے کہ حقتعالے شانہ کی اجازت کے بغیر نہ حرکت ہوتی ہے نہ سکون۔

امام ربانی قدس سرہٗ کو حقتعالی نے جو کمالات عطا فرمائے تھے حقیقت مین وہ اسدرجہ دقیق ہین کہ اُنکا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ سارے کمالات کا مجموعہ آپ مین یہ کمال تھا کہ آپ مثل عام مومنین کے سر تا پا عبدیت ایک بندہ مومن تھے نہ آپ پر اضطراب تھا نہ بیخودی نہ سکر تھا نہ تحیر نہ ولہ تھا نہ عاشقانہ شوق اور بیتابانہ اشتیاق بس ایک اتباع شریعت مصطفویہ کا ہر دم خیال تھا اسی دُھن مین آپ مستغرق تھے اور اسی مشغلہ مین ہر لحظہ مشغوف تھے۔ خدائی سیغمبر کے پھیلائے ہوے طریقہ مرضیہ کو آپنے ایسے مضبوط ہاتھون سے تھاما تھا کہ دیندار متشرع اور محب سنت شخص سے محبت کرنا اور بددین فاجر اور مخالف سنت بدعتی کو مبغوض سمجھنا آپکا فطری اور طبعی اقتضا بنگیا تھا آپکا رُوان رُوان پکار رہا تھا کہ ؎

من دشمنت را دشمنم چون دشمنت باشد کسے		جز آنکہ با دیوے بود یا غول یا دیوانۂ

دن کی چمکتی شعاعون اور رات کی سُنسان گھڑیون مین جسکی آپکو تلاش رہتی تھی وہ صرف ایک رضائے محبوب تھی جسکا حصول آپنے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے عادات وعبادات مین اتباع کرنے پر موقوف سمجھ لیا تھا۔

حق تعالیٰ کی عظمت و جلالت شان چونکہ آپکی رگ رگ مین پیوست تھی اسلئے قرآن مجید کی تلاوت کیوقت آپ پر اکثر حالت کا غلبہ ہوتا اور اگر اغیار سے مجلس خالی ہوتی تو اُسکا اظہار بھی ہوجاتا تھا آخر شب مین جبکہ خالی مکان کے اندر آپ اپنے آقا کے حضور مین دست بستہ کھڑے ہوتے اور نوافل مین قرأت قرآن مجید شروع فرماتے تو عموماً آپ پر گریہ طاری ہوتا اور پڑھتے پڑھتے رُک رُک جاتے تھے ہبکیان آپکا حلق تھام لیتین اور بکا پر مجبور کرنیوالی حالت آپکو ساکت و صامت بنادیا کرتی تھی آنکھون سے آنسو بہتے اور رخسارہ و لحیہ پر گذرتے ہوئے موتیون کی طرح مصلے پر گرا کرتے تھے آپ آیات کلام اللہ سے صرف تجلیات و معرفت ہی کے حاصل کرنے پر اکتفا نفرماتے تھے بلکہ اسکے ساتھ آپکے اعضاء جسم پر ایک خاص اثر اور وہ حالت پیدا ہوا کرتی تھی جو مضمون آیت کے مناسب ہوتی تھی تلاوت مین آپ جب ایسی آیت پر پہونچتے جہان ذکر رحمت و وعدۂ مغفرت ہے تو رجا و مسرت سے انبساط پیدا ہوتا اور جسوقت وہ آیت پڑھتے جہان غضب و وعید عذاب مذکور ہے تو آپکا بدن کانپنے لگتا اور رعشہ پڑجاتا تھا۔ حق تعالیٰ شانہ کی کبریائی اور بے نیازی کا مضمون پڑھتے تو گردن جھک جاتی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جلال خداوندی کے مشاہدے سے نیست و نابود ہوئے جاتے ہین اور تخویف و ترہیب کے مضمون پر گذرتے تو ہیبت کے سبب رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور یون محسوس ہوتا تھا کہ خوف کے مارے دبے جاتے اور گویا زمین مین گڑے جاتے ہین۔ آپکے تاثر کی یہ طبعی حالت بعض وقت متعدی ہوتی اور اقتدا کرنیوالے نمازیون پر بھی طاری ہوجاتی تھی مولوی عبدالرحمن صاحب خورجوی کہتے تھے کہ ایکمرتبہ مین گنگوہ حاضر ہوا رمضان کا مہینہ تھا اور تراویح مین کلام اللہ حضرت ہی سنایا کرتے تھے ایک شب آپنے تراویح شروع کین مین بھی جماعت مین شریک تھا قرآن مجید پڑھتے پڑھتے آپ اُس رکوع پر پہونچے جس مین خوف و خشیۃ دلایا گیا تھا جماعت مین جالانکہ نصف سے کم عربی زبان کے سمجھنے والے تھے اور باقی سب ناواقف مگر آپکے اس رکوع کی قرأت پر خوف کا اثر سب پر پڑ رہا تھا کوئی روتا تھا اور کسی کے بدن پر لرزہ کوئی بیقرار اور کوئی تھر تھر کانپ رہا تھا اس رکوع کے بعد جب آپنے دوسرا رکوع شروع کیا تو اُسمین رحمت خداوندی کا بیان تھا اُسوقت دفعۃً تمام جماعت پر سرور طاری ہوگیا اور پہلی حالت یک لخت منقلب ہوگئی فرحت و انبساط کے ساتھ یہانتک کہ بعض مقتدی ہنسی ضبط نکرسکے اور قہقہہ جاری ہوگیا۔

دنیا ایک مسافر خانہ ہے اور تمام مخلوق عمر کی کشتی پر سوار ہوکر اس سفر کو قطع کررہی ہے اسلئے مسافرین آخرۃ اہل اللہ اپنے سرائے کے ہمجنس مسافرون کے ساتھ جو حسن سلوک و شفقت کا نیک برتاؤ کرتے ہین وہ جداگانہ

عملی کمال سمجھا جاتا ہے۔ امام ربانی قدس سرہ کو باوجودیکہ آپکے قلب سے ماسوی اللہ کی محبتوں کے علاقے کٹ لئے تھے اس درجہ مین اللہ کی مخلوق اور دیندار متوسلین کے ساتھ جو محبت تھی وہ غالباً بیٹے کے ساتھ باپ کی محبت سے بڑھی ہوئی تھی مولانا محمد حسن صاحب مرادآبادی دام فضلہ کی عادت تھی کہ ماہ رمضان مین اکثر گنگوہ حاضر ہوا کرتے تھے ایک مرتبہ علالت کے سبب نہ آسکے تو حضرت نے کئی مرتبہ دریافت فرمایا کہ مولوی محمد حسن نہین آئے خدا جانے کیا سبب ہے؟ آخر بعض مرادآبادی لوگون سے جب وہ جانے لگے یون ارشاد فرمایا مولوی محمد حسن سے سلام کہدینا اور کہنا کہ اپنی اور متعلقین کی خیریت سے جلد اطلاع دین کہ طبیعت کو تعلق ہے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب ایکبار اپنی اہلیہ کو لیکر کاندھلہ روانہ ہوئے وضع حمل کے دن قریب تھے بہل کے ہچکولون سے راستہ مین اسقاط ہو گیا جسوقت آپکو اس قصہ کی اطلاع کسی خادم نے دی تو بے اختیار آپکی آنکھون سے آنسو جاری ہو گئے اور نہایت افسوسناک لہجہ مین آپنے یہ شعر پڑھا ؎

اس کشمکش کے دم سے کیا کام تھا ہمین　　اے الفتِ چمن ترا خانہ خراب ہو

اپنی عاقبت سوارنیکو جو کوئی بھی آپکی خدمت کرتا تھا آپ اُسکو اپنا محسن سمجھتے اور احسانمندی و شکر گذاری ظاہر بھی فرماتے تھے ایک مرتبہ کسی خادم نے تبرکاً آپکے مستعمل پرانے کپڑے کا سوال کیا آپنے ارشاد فرمایا بھائی عرصہ سے میرے پاس کوئی مستعمل کپڑا نہین رہتا خدا برکت دے دینے والون کے مال مین کہ نئے کپڑے بنا کر لاتے ہین اور ایکبار پہنا کر دو کر دیجاتے اور پہلے لیجاتے ہین یہی سلسلہ اکثر رہتا ہے چنانچہ اسوقت بھی جو کچھ پہنے بیٹھا ہون سب ڈاکٹر عبدالرحمن صاحب کا عطیہ ہے۔

ایک مرتبہ نواب محمود علیخان صاحب رئیس چھتاری نے غالباً سو روپیہ کا نوٹ چپکے سے آپکی نذر کیا باہر تشریف لاکر آپنے علی الاعلان ارشاد فرمایا نواب صاحب نے مجھے اتنی رقم عطا فرمائی۔ نواب صاحب نے گردن جھکائی تو آپنے فرمایا بھائی کوئی کسی پر احسان کرے تو کیا اُسے ظاہر بھی نکرے؟

مفلس و تہیدست مؤلف سچ یہ ہے کہ آپکے کمالات علمیہ و عملیہ کے اظہار کا حق ادا نہین کر سکتا خلاصہ یہ ہے کہ ملت بیضاء محمدیہ کو اگر آسمان کہا جائے تو آپکو اُسکا کوکب دری کہنا پڑیگا اور شریعۃ غراء مصطفویہ کو اگر بحر زخار مانا جائے تو آپکو اُسکے صدف کا در فرید سمجھنا چاہئے یہی کمال آپکے جملہ کمالات کی اصل ہے اور اسی کمال کو اللہ کی مقبول جماعت نے منتہائے مرادات سمجھکر اصل مطلوب و مقصود قرار دیا ہے وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝

حسّی کرامات

اولیارا ہست قدرت از الٰہ	تیر جستہ باز آرندش ز راہ
بستہ درہائے سوالید از سبب	چو پشیمان شد ولی از دست رب
گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب	تا ازان نے سیخ سوزد نے کباب

کرامت اُس خرق عادت امر کا نام ہے جو متبع سنت کامل التقویٰ مومن سے صادر ہو۔ کرامت کیلئے ضرور نہین کہ اُس ولی کو جو مظہر کرامت بنا ہے اُسکا علم بھی ہو اور نہ یہ لازم ہے کہ قصد وارادہ اُسکے ساتھ متعلق ہو پس کہین علم وقصد دونون ہوتے ہین اور کہین دونون مین سے ایک بھی نہین ہوتا اور کہین علم ہوتا ہے قصد نہین ہوتا۔ کرامت کی دو قسم ہین ایک حسّی ایک معنوی عوام چونکہ حسّی کو جانتے اور اسی کو کمال شمار کرتے ہین اسلئے کرامت گویا انہین ظاہری امور کا نام ہو گیا ہے جو قانون عادت سے خارج اور صورۃً عجیب ہین مثلاً کسی کے مافی الضمیر پر مطلع ہو جانا پانی پر چلنا ہوا پر اُڑنا وغیرہا لیکن خواص کے نزدیک بڑا کمال کرامت معنوی ہی جسکو امتیاز کے لئے کمال کے عنوان سے تعبیر کر دیا جاتا ہے جیسے شریعت پر مستقیم رہنا مکارم اخلاق کا خوگر ہو جانا نیک کامون کا بے تکلف صادر ہونا عادات ذمیمہ سے قلب کا طاہر ہو جانا اور کوئی سانس غفلت مین نہ گذرنا یہ وہ کرامت ہے جس مین استدراج کا احتمال نہین اور یہ وہ یکتائی ہے جسکا کوئی ساجھی نہین۔

جی نہین چاہتا کہ کمالات معنویہ کے ساتھ کرامات حسّیہ کا تذکرہ کیا جائے کیونکہ اعلیٰ کے ہوتے ادنیٰ کا ذکر فضول ہے مگر سوانح کا نام مجبور کرتا ہے کہ ہر عنوان بقدر ضرورت ہدیۂ ناظرین ہوا سلئے چند واقعات نمونہ کی صورت مین بیان کرنے پڑے ورنہ حقیقت مین جسطرح آفتاب عالمتاب کا چمکتا ہوا چہرہ دکھلانے کو ٹمٹماتا چراغ جلا کر ہاتھ مین لینا شرم کی بات ہے اسی طرح قطب الوقت مخدوم العالم نائب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مراتب علیہ کا تذکرہ کرتے وقت بصورت استدلال ایسے خوارق عادت امور کی تسطیر جو قرب خدا اور اصل مقصود ولایت کے مقابل ہیچ در ہیچ ہین ندامت کا سبب ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کی اصل کرامت آپکے دل عرفان منزل کی وہ کیفیت راسخہ تھی جس نے آپکو حق تعالےٰ شانہٗ کی رضا کا سچا طلبگار بنا دیا تھا اسی کا ثمرہ تھا وہ اتباع سنت مصطفویہ جسکے سانچہ مین آپکی عادات اوضاع اطوار غرض جملہ ضروریات گویا ڈھال دی گئی تھین۔ ظاہر ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے ارادہ و

مشیت کے آگے اپنے قصد و اختیار کا مسلول و مسلوب کر لینا ہی حق تعالیٰ کا سچا عشق ہے ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جانان بودن — پابدستے دگرے دست بدستے دگرے

اسی عشق کا درد و اندوہ وہ سچی راحت ہے جو صاحب نصیب خوش قسمت جوانمردون کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ عالم حادث مین جو حوادث پیش آتے اور رنج و مسرت کے واقعات صادر ہوتے ہین وہ بارادۃ اللہ ہونے کے سبب انکی مرضی اور منشاء کے موافق ہوتے ہین اسلئے کہ انکی مراد وہی ہے جو اُس محبوب حقیقی کے ارادہ سے متعلق ہو ایسے پاکیزہ نفوس کے حالات کوئی لکھے تو کیا لکھے اور ان شیفتگان رضا و محبت کے عشق حقیقی کا راز کوئی ظاہر کرے تو کیا ظاہر کرے ؎

قلم بشکن سیاہی ریز کاغذ سوز دم درکش — حمید این قصۂ عشق است در دفتر نمے گنجد

اسی ایک عشق کے ثمرات ہین جو اولیاء اللہ کے عادات و شمائل بنتے ہین اور جنکا تذکرہ اس سوانح کے عنوانات سابقہ مین ہو چکا ہے علم حلم تواضع عفت قناعت زہد ورع تقویٰ حسن انبساط حسن ہیئت حیا ظرافت لطافت مساعدت شجاعت دیانت عفو احتمال ثبات شہامت شفقت نجدۃ کرم احسان ضبط صبر وقار حسن معاملہ در حضور و غیبت نیک خواہی صدق و صفا محبت و رضا اور مطاوعت جمیع امور شرعیہ علیٰ صاحبہا الف سلام و تحیہ سب شاخین ہین اسی ایک اصل کی اور انہین خصائل حسنہ کی وہ پختگی کہ گویا فطری بنجائین اور ملکہ راسخہ ہو جائین استقامۃ کہلاتی ہے جسکو صوفیہ رحمہم اللہ نے فوق الکرامۃ مانا ہے چونکہ امام ربانی قدس سرہ کو حق تعالیٰ نے ان جواہرات بے بہا کے بھرپور خزانے عطا فرمائے تھے اسلئے کرامات حسیہ کو انکے پہلو مین ذکر کرنا کیا وقعت رکھتا ہے؟ آپ نائب رسول قطب الارشاد قرار پائے تھے اسلئے آپ مین نہ وہ جوش و خروش تھا جو متوسط الحال اولیاء اللہ مین ہوتا ہے اور نہ وجد و غلبۂ حال یا تڑپ اور بے قراری و اضطراب کا وہ مضمون ظاہر تھا جسکو عوام الناس بھی دیکھکر ولایت و کمال سمجھ لیتے ہین آپکا کمال یہی تھا کہ آپکی حالت بالکل معمولی سی معلوم ہوتی تھی ؎

جملہ عالم زین سبب گمراہ شد — کم کسے از سرّ حق آگاہ شد
گفتہ اینک ما بشر ایشان بشر — ما و ایشان بستۂ خوابیم و خور
این ندانستند ایشان از عمیٰ — در میان فرقے بود بے منتہا
این خورد گردد پلیدی زو جدا — زان خورد گردد ہمہ نور خدا

کار پاکان را قیاس از خود مگیر ۔۔۔ گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کی وہ کرامت عظمیٰ جو آپ کے وصال کے بعد بھی باقی ہے یہ ہے کہ آپکا دامن پکڑنے والی مخلوق اس زمن پرفتن مین بھی شریعت مصطفویہ کو دونون ہاتھون سے مضبوط تھامے ہوئے اور اس مضمون پر سچے دل سے ایمان لائے ہوئے ہے کہ ؎

محال است سعدی کہ راہِ صفا ۔۔۔ توان رفت جز در پئے مصطفا

آپکا ناکارہ سے ناکارہ غلام اگرچہ عمل کے درجہ مین کمزور ہو مگر علم کے مرتبہ مین پختہ ہے ہوائے نفس گو دنیا مین منہمک ہو مگر سواد قلب مین توحید و رسالت کا تخم لئے ہوئے اور یون سمجھے ہوئے ہے کہ نشان ہدایت و علامتِ سعادت اگر ہے تو بس متابعتِ شریعت ہے ؎

ہر کہ در راہ محمدؐ رہ نیافت ۔۔۔ تا ابد گردی ازین در گہ نیافت

ہر نور و سرور کہ پناہ شریعت مین نہوا نکے نزدیک مکر و وسوسہ ہے اور ہر خرق عادت و اعجوبہ جو متابعت سنت کے ظل عاطفت مین نہو استدراج و سفسطہ ہے ؎

ہر چہ در داعیہ شرع نیست ۔۔۔ وسوسہ دیو بود بے نزاع

چونکہ وضع شریعت ظہور حقیقت ہی کے لئے ہے پس آپ کے متوسلین کا قلباً و جناناً اس مضمون مین پختہ ہونا بھی وہ نعمت کبریٰ ہے جو امام ربانی کی جوتیون کے طفیل اُس متوسل کو بھی حاصل ہوا جس نے صرف ایک بار بنگاہ محبت و اخلاص آپکی زیارت کی اور طالبانہ و مستمندانہ ارادت کا اظہار کیا حق تعالیٰ کا یہ فضل تھوڑا نہین ہے اگر مجھسے سچ پوچھئے تو اصل ولایت یہی ہے اور اعمال و طاعات اسکے فروع و ثمرات ؎

ہر آن کو در شریعت راسخ آید ۔۔۔ حقیقت راہ بروے خود کشاید

اگر تامل و غور کیا جائے تو آپکا وجود باجود سرتاپا کرامت نظر آتا ہے کہ باوجود آپکی خلوت نشینی عزلت گزینی اور ایک چھوٹے سے قصبہ مین جسکو چار طرف دشوار گذار راہین محیط تھین آپکی سادہ اور مولویانہ گذران اور سب پر طرہ خود اخفاء و استتار حال مین سعی و کوشش اور جد و جہد ہونے کے آپ اطراف ہند و آفاق ارض مین بکمال علم و علو فضل مشہور ہوئے اور مرجع عوام و خواص بنے آپ جلوت و اژدحام خلق سے گھبراتے تھے اور اللہ عزاسمہ کی مخلوق آپ کے قدمون پر اپنا جان و مال نچھاور کرنا عین سعادت سمجھتی تھی آپ جتنا لوگون سے کھنچتے تھے اُسی قدر لوگ آپکی طرف کھنچتے تھے بہتیرے بندگان خدا نے اپنا گھر بار چھوڑ کر

آپکی خدمت مین فقیرانہ گذران پر پڑا رہنا سلطنت سمجھا اور آپکی یکساعت صحبت کو اہل وعیال اور وطن پر ترجیح دی سب جانتے ہین کہ ظاہر مین نگاہون کی دلچسپی کا کوئی سامان آپکی بارگاہ مین نہ تھا اور رائج الوقت دلداری ووابستگی کے اسباب مین کوئی سبب آپ کے دربار مین نظر نہ آتا تھا مگر با این ہمہ گدا و توانگر شریف و وضیع چھوٹے اور بڑے سب آپکی طرف جھکتے اور زیارت کی سعادت حاصل کرنے کو لپکتے تھے۔ خدا جانے وہ مقناطیسی کشش کیا تھی جسکی جانب قلوب کی کھچاوٹ بے اختیارانہ ہوتی تھی اور اللہ ہی کو علم ہے کہ وہ کون باطنی قوت تھی جسکی کرامت کا ثمرہ آفاق عالم سے جوق جوق مخلوق کا ایک ایسے گانون کیجانب کھینچ لینا تھا جسکی اطلاع ضلع کے باشندون کو بھی قابل تعجب معلوم ہوتی ہے۔ تعجب ہے کہ گنگوہ سے اُن لوگون کو بھی واقفیت ہے جو سہارنپور کے نام سے واقف نہین اور اگر واقف ہین تو تبعاً یعنی گنگوہ کا ضلع ہونے کے سبب وھذا ھو عکس الموضوع۔

آپکی عمر شریف کا ہر سن وسال بلکہ ہر مہینہ اور ہر دن گویا بالاستقلال کرامت ہے آپکی متوکلانہ گذران آپکی جان ومال کا تحفظ اعداء ومخالفین کی ایذارسانی کے منصوبون اور تکلیف دہی کے مقاصد مین ناکامی اور آپ کے پاک مقصد مین آناً فاناً ترقی وعروج کے ساتھ مبتدعین کا بیجا اور ناحق کوششون مین حرمان اور خیبوبت وخسران سب آپکی کرامات مین داخل ہین مگر چونکہ عوام کے نزدیک معنوی ہین اسلئے سمجھنا دشوار ہے۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہین کہ ایکمرتبہ مین نے حضرت سے رائے لی کہ اگر جائداد نہ رکھون تو کیسا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا "اگر رکھو تو رخصت ہے اور نہ رکھو تب بھی حق تعالیٰ روزی سے تمکو کبھی پریشان نہ کریگا" چنانچہ ابتک جس آرام سے بسر ہو رہی ہے مین اِس لائق ہرگز نہ تھا یہ حضرت کی صریح کرامت ہے خواہ حسیہ سمجھئے اگر کہا جاوے کہ آپکو کشف ہوا تھا یا معنوی اگر کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ پر اعتماد کامل کرکے فرمادیا تھا۔ ایسا اعتماد کشف سے ہزار درجہ بڑھکر کرامت عظمیٰ ہے ۱۲ انتہے تحریرہ الشریف

الحمدللہ ثم الحمدللہ حضرت مولانا جسوقت سے جامع العلوم کانپور کی ملازمت چھوڑکر آئے اور سو روپیہ ماہوار کی موعودہ رقم کو غیب کے خزانہ عامرہ پر توکل واعتماد کی بدولت ترک فرمایا جدی ترکہ کی مستقل آمدنی سے دست برداری کی ہے اُسوقت سے آجتک نہ کوئی ضرورت بند ہوئی نہ احتیاج کی ضیق پیش آئی دنیاوی آسایش کا تو یہ حال اب رہی روحانی راحت اور اندرونی کیف اُسکا پوچھنا ہی کیا حق تعالیٰ نے جس

دولت للازوال سے مالامال فرما رکھا ہے نہ کسی مین تاب سوال ہے نہ مولانا اُسکا جواب عطا فرماوین مگر اتنا ظاہر ہو کہ

بادوست کنج فقر بہشت است و بوستان	بے دوست خاک بر سر جاہ و تونگری

ایسے واقعات آپکی سوانح مین ایک دو نہین سیکڑون بلکہ ہزارون نکلینگے جن مین کرامت حسیہ و معنویہ دونون کا اشتراک ہے تفصیل کرنے کو جی ہی نہین چاہتا اور کیونکر چاہے جبکہ حاضر ہونے والون نے خود اپنے نفس اور نیز دوسرون پر روزانہ اسطرح کے متعدد واقعات تعلیم و تلقین افہام و تفہیم ارشاد و مشورہ تک مین گذرتے ہوئے ہمیشہ آنکھون سے دیکھے - ایک مرتبہ ایک نابینا شخص آپکی خانقاہ مین آیا اور اپنے اخلاص و اشتیاق زیارت کا بہت ہی مبالغہ کے ساتھ اظہار کیا اور کہا کہ پاپیادہ میرٹھ سے روانہ ہوکر گنگوہ پہونچا ہون صرف اسلئے کہ اللہ کا نام سیکھون یہانتک کہ اہل خانقاہ اُسکے عاشقانہ شوق سے متاثر ہوئے اور حسب وسعت خاطر و مدارات کی جب اذان ہوئی اور حضرت مسجد مین تشریف لائے تو اس شخص نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑہائے حضرت نے ہاتھ جھٹکدئے اور بہت ہی بے پروائی کے ساتھ اپنے سے علٰحدہ کردیا ہرچند کہ اس نے اپنی طلب کا سچا ہونا اور مدت دراز سے زیارت کا متمنی و آرزومند ہونا ظاہر کیا مگر حضرت نے ہنی بھی توجہ نہین فرمائی جتنی کسی فارغ الذہن اجنبی آنے والے کی جانب ہوتی تھی جنہون نے اس نو وارد کو اُسکی لسانی و گریہ تصنع کے سبب حضرت کا عاشق زار سمجھا تھا اُنکو تعجب بھی ہوا مگر کسکو ہمت تھی کہ لب ہلائے بعض مخلصین نے سفارش بھی کی کہ حضرت نابینا مایوسی کے سبب بہت پریشان ہی مگر حضرت کو سفارش بھی ناگوار گذری اور غصہ کے ساتھ فرمایا "جب تمہین دخل نہین تو اس کام مین بولا کیون کرتے ہو اور اُسکے قلب کو تو دیکھو دنیا بھری پڑی ہے" پھر کسی کی جرٔت نہوئی کہ کچھ عرض کرے آخر وہ نابینا چلا گیا دس بارہ روز ہی گذرے تھے کہ عرس کا زمانہ آگیا دیکھا تو نابینا موجود تھے اور قوالی مین خوب خوب حال لاتے تھے صوفی کرم حسین صاحب جو ابتدائی قصہ دیکھ چکے اور متعجب ہوئے تھے یہ حالت دیکھکر دم بخود رہگئے اور موقع پاکر نابینا سے کہنے لگے "میان حضرت کے ساتھ شوق و ولہ کہان گیا؟ یا باین شوراشوری یا باین بے نمکی" بیچارے تھے اہلگو کہنے لگے "بھیا یہ تو یارون کے دھندے ہین خیال تھا کہ تمہارے میان صاحب پر سکہ جم جائیگا تو اُو بھگت کے ساتھ چندروز گذر جائینگے پھر عرس کا وقت آئیگا اور یہان حال قال مین بھرم بندھیگا باقی کیسا شوق اور کیسی تمنائے زیارت ہم تو سیاح آدمی ہین یون ہی گذارتے پھرتے ہین ؎

نے خادم ہیچکس نہ مخدوم کسے	گوشاد بزی کہ خوش جہانے دارد

مولوی حسن احمد صاحب سنبھلی

جن دنون ندوة العلماء اپنی ابتدائی شان وشوکت کا دل آویز لباس پہنکر اُٹھا اور اہل اسلام نے عموماً اکثیر مخلصین اللہ والون نے خصوصاً اُسکی ضرورت اُسکا استحسان اور اسکی خوبیان تسلیم کرکے شمولیت اختیار کی تھی حضرت امام ربانی نے موافقت نہین فرمائی ہرچند کہ آپکی صدارت وسرپرستی پر زور دیا گیا خود مولانا مولوی محمد علی صاحب ناظم ندوہ یہ درخواست لیکر منظوری کی سعی فرمانے کے لئے گنگوہ کے عازم ہوئے گر جب دیوبند پہونچے تو حضرت نے کہلا بھیجا کہ "اس ارادہ سے گنگوہ کا قصد نفرماوین کیونکہ مین شامل ہرگز نہونگا گفتگو جو کچھ کرنی ہو دیوبند مین مولانا محمود حسن صاحب یا سہارنپور مین مولانا خلیل احمد صاحب سے کرلین" آخر ناظم صاحب کو سہارنپور ہی سے واپس ہونا پڑا اور حضرت یا آپ کے متعلقین شامل نہوئے پر نہوئے چونکہ ندوة العلماء کے عالی وبلند ارادون اور مقاصد عظمیٰ کی اولوالعزمیون مین اُسوقت کسی کو واہمہ یا شک بھی نہین ہوسکتا تھا اسلئے حضرت کے بعض واقفین نے عرض بھی کیا کہ صاحبزادہ صاحب اور حضرت مولانا دیوبندی کو اجازت عطا فرماوین کہ شریک جلسہ سالانہ ہوجائین مگر آپ نے بذریعہ تحریر انکو آگاہ فرمایا "مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ انجام اسکا بخیر نہین اسواسطے مین اپنی طرف سے کسی کو اجازت نہین دیسکتا" کسی کو کیا خبر تھی کہ بہتیرے کام ابتدا مین حسین بنکر اُبھرتے اور چند روز بعد متغیر ومتنکر ہوکر بیٹھ جاتے ہین اور اسکا ادراک بہت ہی دقیق بصیرت کا منصب ہے یا کشف والہام کے ساتھ وابستہ ہے چنانچہ کچھ عرصہ بعد مولانا محمد علی صاحب کو بھی مستعفی ہونا پڑا اور سنت مصطفویہ کے متمسکین اہل اسلام نے دیکھ لیا کہ جس خاص مضمون کے سبب مسلمانون کے قلوب ندوہ کیجانب کھنچتے تھے وہ بات اسمین نہ رہی مبادی کیا تھے اور ثمرات کیا پیدا ہوئے مقصود اور علّت غائی کیا تھی اور نتیجہ ومآل کار کیا ظاہر ہوا۔

دیوانہ بہار دید گفتا کہ دے است — در شیشہ گلاب دید گفتا کہ مے است

ہرکس بزبان حال سرّے گفتند — جنبیدن ہرکسے از انجاست کہ وے است

مولوی علی رضا صاحب بریلوی حضرت کے شاگرد ہین فرماتے ہین کہ طالبعلمی کے زمانہ مین حضرت کو تناول طعام کے بعد چاء پلانے کی خدمت مین نے اپنے ذمہ لے رکھی تھی ایک روز دوپہر کے وقت مین تہ خانہ مین بیٹھا ہوا چاء پکا رہا تھا کہ پینے کا وقت آگیا جلدی سے سماوار لیکر باہر نکلا اور لپکا ہوا خانقاہ کی طرف چلا دیکھا کہ چند احباب تخت پر بیٹھے مٹھائی کھارہے ہین جو حضرت کی دی ہوئی تھی اُنہون نے میری صلاح بھی کی کہ آؤ تم بھی شریک ہوجاؤ مگر چونکہ حضرت دوتخانہ سے کھانا تناول فرماکر آچکے تھے اسلئے مین لپکا ہوا چلا گیا ہان یہ خیال اُسوقت

ضرور ہوا کہ دیکھئے حضرت نے مجھے مٹھائی مین بھی یاد نہ رکھا" چار حضرت کو بلا کر مین اپنے حجرہ مین آلیٹا گو بشریت کا اقتضا تھا کہ مخدوم کا خادم کو عطا کے وقت بھولجانیکا وسوسہ بار بار آتا رہا چند لمحہ گذرے تھے کہ حضرت نے مسجد کے قریب تک تشریف لا کر مجھے پکارا مین گھبرا کر باہر نکلا دیکھا تو حضرت گوشۂ مسجد سے لگے کھڑے ہین ہاتھ مین مٹھائی ہے جب مین پاس پہونچا تو آپ نے مٹھائی عطا فرمائی اور یہ کہکر کہ "لو کھالو" تشریف لیگئے مجھے اُسوقت ایسی ندامت ہوئی کہ ہفتون سامنے جانے سے جھجکتا اور شرماتا رہا کہ حضرت خیال فرماتے ہونگے بڑا بدنیت اور لالچی شخص ہے ؂

خدام جو حاضر ہون رکھ چھوڑنا اُنکے حصص	اور بعد مین دینا انہین ہے سنت خیر البشر

صوفی کرم حسین صاحب فرماتے ہین جس زمانہ مین بندہ حضرت کی خدمت مین حاضر تھا میرے ایک دوست گنگوہ آئے مین اُنکو حضرت کی خدمت مین لیگیا حضرت نے دریافت فرمایا کیون آئے؟ چونکہ بزرگون کیخدمت مین حاضر ہونا طلب دین ہی کے لئے ظاہر کیا جاتا ہے اسلئے انہون نے عرض کیا کہ "بیعت کے واسطے حاضر ہوا ہون" حضرت امام ربانی نے اس جواب پر تسلی نہ پائی فرمایا "ٹھیک ٹھیک کہو بھائی آنے سے غرض کیا ہے؟" آدمی بڑے سچے تھے اسلئے کہنے لگے حضرت اصل بات تو یہ ہے کہ مین ایک مقدمہ مین پریشان حال ہون اُس مین کامیاب ہونیکی دعا کرانے آیا ہون۔ آپکو یہ راستگوئی اُنکی بہت پسند آئی اور خوش ہو کر فرمایا "ہان یہ مسلمانون کی سی بات کہی ہے" اسکے بعد صورت معاملہ دریافت فرما کر دعا کا وعدہ کر لیا دوسرے وقت اُنکو بلوایا اور فرمایا مین نے اسوقت تلاوت کلام اللہ کے بعد تمہارے لئے دعا کی تھی اُمید ہے حقتعالٰی تمکو کامیابی دے۔" یہ صاحب ایک روز مقیم رہے اگلے روز مجھسے کہنے لگے کہ کرم حسین لو مقدمہ تو فتح ہو گیا اب مجھے مرید بھی کرادو چنانچہ مین اُنکو حضرت کی خدمت مین لیگیا اور عرض کیا کہ حضرت یہ میرے دوست ہین اُنکو بیعت فرما لیجے مجھپر احسان ہوگا حضرت نے اُسی وقت اُنکو بیعت کیا اور مجھے یون فرمایا تمہاری خاطر اُنکو بیعت کر لیا ہے اُنسے کچھ نہو سکیگا۔" اسکے بعد وہ صاحب چلے گئے چند روز بعد معلوم ہوا کہ مقدمہ اُنکی منشا کے موافق طے ہو گیا اور حضرت کی تعلیم وتلقین کی اب تک کچھ بھی پابندی نہ کر سکے۔

حضرت امام ربانی دیوبند تشریف فرما تھے مولوی حسین شریف مدراسی جو حضرت کے شاگرد بھی ہین ایک سماوار جس مین کل چھ پیالی چار تھی تیار کر کے اپنے شوق مین بھرے ہوئے حضرت کو پلانے لیکر آئے یہان دیکھا تو مکان آدمیون سے بھرا ہوا تھا اکثر علماء اور مولوی حسین شریف کے اساتذہ تھے اب

حیران ہوئے کہ کسکو دون اور کسکو نہ دون آخر یہ سوچکر کہ خاص خاص کو بلاکر چکا ہی چلدونگا سماوار لیکر دہلیز پر بیٹھ گئے حضرت نے ارشاد فرمایا مولوی حسین شریف ایک طرف سے دینا شروع کرو حضرت کے ارشاد پر گو نہ پریشان تو ہوئے مگر تعمیل ضرور سمجھکر چاء پیالی مین نکال داہنی طرف سے تقسیم شروع کردی تقریباً بیس پچیس آدمی مجمع مین موجود تھے جب سب نے چاء پی لی تو سماوار کھولا دیکھا تو اسمین ابھی چاء موجود تھی۔

یہی مولوی حسین شریف صاحب جب اپنے مکان جانے لگے تو گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت سے عرض کیا کہ خرچ کم ہے صرف بیس روپیہ میرے پاس ہین اور وطن دور ہے حضرت نے دو روپیہ اپنے ہاتھ سے اُنکی تھیلی مین رکھدئے اور طرز نکالنے کا بتاکر یون فرمادیا کہ تھیلی کو اُلٹنا نہین نکال نکال کر خرچ کیے جانا۔ مولوی صاحب وہان سے رخصت ہوکر مکان پہونچے وہان حساب لگایا تو ستر خرچ کی میزان ہوتی تھی اور تھیلی مین ابھی روپیہ موجود تھے جسکو اُنکے بھائی نے اُلٹ کر نکال لیا روپیہ ختم ہوگیا اور تھیلی خالی۔

حضرت کے بھانجے مولوی عزیز الرحمن صاحب فرماتے ہین ہمارے عزیزون مین ایک نکاح ہوا مین بھی شریک تھا بعد نماز جمعہ جب ایجاب وقبول ہولیا تو میرے عزیزون نے مجھے اصرار کیا کہ چھوارے تم تقسیم کرو مین حضرت کے قریب بیٹھا تھا ہر چند مین نے انکار کیا مگر وہ لوگ اصرار سے باز نہ آئے آخر مین نے عذر کیا کہ مجھے گن گن کر بانٹنا آتا ہی نہین حضرت نے فرمایا کیا مضائقہ ہے جسطرح جی چاہے تقسیم کردو اُسوقت مین اُٹھا اور دل کھولکر مٹھی بھر بھر حاضرین کو چھوارے دینے شروع کئے مسجد کے اندر جو مجمع تھا اُنمین تقسیم میرے ہاتھون ہو رہی تھی باہر ایک اور صاحب تقسیم کر رہے تھے۔ میرے دو ہتڑ بھر بھر کر بانٹنے پر اُنہون نے شور مچایا کہ "اجی کیا غضب کرتے ہو اتنے اتنے مت دو" مین نے چھوارے اُسی وقت ہاتھ سے رکھدئے اور یہ کہکر اپنی جگہہ آبیٹھا کہ لیجئے مجھسے گن کر تقسیم نہین ہو سکتی۔ جتنے چھوارے میرے حوالہ کئے گئے تھے وہ سارے بھی اتنے آدمیون پر تقسیم نہین ہو سکتے تھے مگر خدا جانے اسمین کہان سے برکت آگئی تھی کہ اتنے لوگون کو بانٹ بھی چکا اور جب ہاتھ کھینچا تو وتنے ہی موجود تھے یا کچھ ہی کم۔

حضرت امام ربانی کا معمول تھا کہ حجرہ کی گھڑیان روزانہ بارہ بجے دھوپ گھڑی سے ملایا کرتے تھے ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ کئی دن متواتر ابر غلیظ آسمان پر محیط رہا اور گھٹا کی وجہ سے گھڑی ملانے کی نوبت نہ آئی مولوی علی رضا صاحب جو آپ کے شاگرد ہین فرماتے ہین کہ انہین ایام مین ایک دن ابر کچھ پھٹا ہوا تھا کبھی دھوپ ہو جاتی اور کبھی گھٹا چھا جاتی تھی اُسدن بارہ بجے سے قبل حضرت امام ربانی مکان سے تشریف لے آئے چھپر کے

نیچے جو حجرہ شریفہ کی شرقی جانب پڑا ہے لیٹ رہے اور مجھسے فرمایا کہ دھوپ گھڑی کے پاس کھڑے ہو جاؤ جب بارہ بجین مجھے خبر کر دینا چنانچہ مین دھوپ گھڑسی کے پاس آ کھڑا ہوا اُسوقت آفتاب برابر نہ تھا لیکن جسوقت سایہ خط کے برابر پہونچنے کے قریب آیا تو دفعۃً ابر کا ایک طویل وعریض ٹکڑا آفتاب پر چھا گیا مین نے گھبرا کر عرض کیا کہ حضرت دھوپ چھپ گئی۔ آپ اُسی وقت اُٹھ بیٹھے اور گھڑی ہاتھ مین لیکر دھوپ گھڑسی کے پاس آ کھڑے ہوئے آپکا آ کر کھڑا ہونا تھا اور ابر کا یکایک آفتاب کی ٹکیا پر سے پھٹ جانا چنانچہ آپ نے گھڑسی ملائی اور حجرہ مین تشریف لے آئے مین حیران تھا کہ ابر کی غلظت یون بتارہی تھی کہ ابھی دس بارہ منٹ آفتاب نہ نکلیگا اور یا آپ کے آتے ہی آفتاب کے مُنہ پر سے ابر کھلگیا اور ایسا ہو گیا جیسے کوئی اپنے برقع سے مُنہ کو نکالدے یا جھروکے سے جھانکنے لگے۔

صوفی کرم حسین صاحب کا بیان ہے کہ مین حضرت کی خدمت مین حاضر تھا میرے پاس ایک دوست کا خط پہونچا کہ مین ایک مقدمہ مین ماخوذ ہون رہائی کی کوئی صورت معلوم نہین ہوتی تم حضرت سے دعا کرادو چنانچہ مین نے حضرت سے عرض کیا آپ نے غایت شفقت کے ساتھ مقدمہ کی صورت دریافت فرما کر یون ارشاد فرمایا کہ "تم اُنکی تسلی کردو انشاءاللہ بری ہو جائینگے" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجود اندیشہ ناک اور مایوسانہ حالت کے صاف رہا ہو گئے۔

منشی اختر جمیل صاحب فرماتے ہین ایکبار مجھپر فوجداری کا سنگین مقدمہ قائم ہو گیا اثناء مقدمہ ہی مین مجھے حضرت سے شرف بیعت حاصل ہوا چند دشمنون کی مخالفتون کے باعث اس مقدمہ مین ایسی گنجلین پڑگئی تھین کہ بظاہر رہائی سے بالکل ناامیدی تھی بیعت کے بعد مین نے اپنی پریشانی اور یاس بیان کی حضرت امام ربانی نے کچھ دیر تامل کر کے ارشاد فرمایا کہ "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" تا انفصال مقدمہ پڑھتے رہنا۔ حضرت کے اِس ارشاد پر خود بخود میرے دل مین کھٹکا ہوا کہ شاید انفصال مین دیر لگے چنانچہ مقدمہ پورے ایک سال بعد طے ہوا مگر الحمدللہ بالکل میری منشا کے موافق ہوا۔

جن دنون نواب محمود علیخان صاحب مرحوم رئیس چھتاری جنکے ساتھ اخلاص وارادت کے سبب حضرت کو بھی بہت تعلق تھا علیل ہوئے اور مدہوشی طاری ہوئی سب کو زندگی سے یاس ہو گئی اُسوقت ایک شخص چھتاری سے صرف اسی لئے گنگوہ بھیجے گئے کہ نواب صاحب کے لئے حضرت سے دعا کرائین چنانچہ وہ آئے اور حضرت سے نوابصاحب کی حالت بیان کر کے دعائے صحت کی درخواست کی آپ نے حاضرین جلسہ سے

فرمایا "بھائی دعا کرو" چونکہ حضرت نے خود دعا کا وعدہ نہین فرمایا اسلئے فکر ہوا اور عرض کیا گیا کہ حضرت آپ دعا فرماوین اُسوقت آپ نے ارشاد فرمایا" امر مقدر کردیا گیا ہے اور انکی زندگی کے چند روز باقی ہین" حضرت کے اس ارشاد پر اب کسی عرض معروض کی گنجائش نہ رہی اور نوابصاحب کی حیات سے سب کو ناامیدی ہوگئی تاہم قاصد نے عرض کیا کہ "حضرت یون دعا فرمادیجے کہ نوابصاحب کو ہوش آجائے اور وصیت وانتظام ریاست کے متعلق جو کچھ کہنا سُننا ہو کہہ سن لین" آپنے فرمایا "خیر اسکا مضائقہ نہین" اسکے بعد دعا فرمائی اور یون ارشاد فرمایا انشاء اللہ افاقہ ہو جائیگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ نوابصاحب کو دفعۃً ہوش آگیا اور ایسا افاقہ ہوا کہ عافیت وصحت کی خوشخبری دور دور پہونچ گئی کسی کو خیال بھی نہ رہا کہ کیا ہونیوالا ہے یکایک حالت پھر بگڑی اور مخیر ودریادل نیک نفس وسخی رئیس نے انتقال بعالم آخرت فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔

صوفی اکرم حسین صاحب خانقاہ مین مقیم تھے کہ ایک روز دفعۃً انکی پسلی مین سخت درد اُٹھا گھبرائے ہوئے طبیب روحانی کی خدمت مین حاضر ہوئے اور کرب وتکلیف کا اظہار کیا حضرت اُسوقت غسلخانہ کی جانب جارہے تھے چلتے ہی چلتے فرمادیا" انشاء اللہ جاتا رہیگا اور نہوگا" حضرت کی زبان مبارک سے غالبًا یہ الفاظ پورے نہ نکلے تھے کہ یک لخت درد جاتا رہا اور الحمد للہ اب تک پھر کبھی نہین ہوا۔

حضرت مولانا صادق الیقین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایکبار سخت علیل ہوئے واقفین احباب بھی یہ خبر سُنکر پریشان ہوگئے اور حضرت سے عرض کیا کہ دعا فرماوین حضرت خاموش ہورہے اور بات کو ٹالدیا جب دوبارہ عرض کیا گیا تو آپ نے تسلی دی اور یون فرمایا "میان وہ ابھی نہین مرینگے اور اگر مرینگے تو میرے بعد" چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اُس مرض سے صحت حاصل ہوگئی اور حضرت کے وصال کے بعد اُسی سال بماہ شوال حج بیت اللہ کے لئے عرب روانہ ہوئے مکہ معظمہ مین بیمار ہوئے مرض ہی مین عرفات کا سفر کیا یہانتک کہ شروع محرم مین واصل بحق ہوکر جنت المعلیٰ مین مدفون ہوئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً حضرت امام ربانی اور مولانا صادق الیقین صاحب کے وصال مین کچھ دن کم وبیش سات ماہ کا تفاوت ہوا۔

میر محبوب علی صاحب عطر فروش دہلوی کی ننہیال گنگوہ مین ہے انکی نانی کا ارادہ ہوا کہ مکان مسکونہ دونون صاحبزادیون کے نام منتقل کردین گنگوہ مین تحصیل نہ تھی اسلئے رجسٹری کے لئے نکوڑ جانے کی ضرورت تھی بیچاری بڑہیا ضعیفہ کو یہ سفر بہت ہی دشوار معلوم ہوتا تھا اور گھبرایا کرتی تھین آخر کاغذ منگالیا اور ہبہ نامہ مرتب کرالیا صرف رجسٹری باقی رہی جسکے لئے ہمت باندھکر طیار ہوگئین خدا کی شان کہ چلنے کے دن دست اور قے شروع ہوگئے اور اتنی

کثرت کے ساتھ کہ لینے کے دینے پڑ گئے اور سب کے ہاتھ پاؤن پھول گئے تھوڑی دیر بعد اسہال و استفراغ تو بند ہو گئے مگر پیٹ مین درد موجود تھا اور کمزور اسدرجہ ہو گئین کہ چار پائی سے اُٹھنا مشکل پڑ گیا اِدھر نانی کی علالت کا فکر اور اُدھر لکھے لکھائے بیقیمتی کاغذ کے ضائع ہونے کا ملال اور تاخیر و التوا میش آجانے کا افسوس غرض چند در چند خلجان مین مبتلا ہوئے تو حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور حال عرض کیا آپنے فرمایا جاؤ جوارش کمونی کہلا دو آرام ہو جائیگا" میر صاحب اُسی وقت مکان واپس آئے اور جوارش کہلائی رات ہی رات مین مریضہ کو آرام ہو گیا اور صبح اُٹھین تو ایسی تندرست کہ اپنے پاؤن چلکر گاڈی مین بیٹھ گئین بعافیت نکوڑ پہونچین اور اقرار و تصدیق کر کے دن کے دن گنگوہ واپس آگئین ایسی حالت مین اتنا طویل سفر کیا اور مطلق تکان تک نہوا۔

مولوی میر جہان شاہ جو اسوقت عدن مین مدرسہ اسلامیہ کے مدرس اول ہین مظاہر العلوم مین حضرت مولانا خلیل احمد صاحب دام فضلہ سے حدیث پڑہتے تھے دفعتہً حج کا شوق اُبھرا اور حضرت مولانا سے عرض کیا کہ آپ اجازت عطا فرما دین تو مین بھی حرمین شریفین کی زیارت کر آؤن حضرت مولانا نے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ حاضر ہو کر حضرت سے اجازت لے آؤ میری بھی اجازت سمجھو چنانچہ یہ گنگوہ پہونچے اور اپنا شوق و ارادہ ظاہر کیا سب کو معلوم ہے کہ حضرت امام ربانی لوگون کی ایسی درخواست پر دریافت فرمایا کرتے تھے کہ خرچ کافی پاس ہے یا نہین اگر کافی نہوتا تو کبھی اجازت نہین دیتے بلکہ یون فرمایا کرتے تھے کہ بھیک مانگتے جانا درست نہین جب زاد راہ موجود نہین تو جانے سے کیا حاصل؟ مگر مولوی میر جہان شاہ سے آپ نے کچھ بھی دریافت نفرمایا اور یون جواب دیا "جاؤ اللہ تعالیٰ سب کچھ آسان کر دیگا" یہ خوش خوش وہان سے واپس ہوئے اور حجاز روانہ ہوئے جسوقت ریل مین سوار ہوئے کل پندرہ روپیہ انکے پاس تھے اور غیور وشرمیلے اتنے تھے کہ کیسا ہی دوست کیون نہو روٹی کھاتے وقت پاس بیٹھنا بھی گوارا نہ تھا کسی سے سوال کرنا یا اپنی ضرورت کا بصورت حال ظاہر کرنا تو کیسا؟ مکہ معظمہ پہونچے اور وہان سے پیدل صرف ایک رفیق سفر ہمراہ لیکر مدینہ منورہ حاضر ہوئے آخر چھٹے مہینہ بعزت و راحت سہارنپور واپس آگئے چند ماہ بعد ہی عدن سے مدرس کی طلبی مین درخواست آئی اتنی دور جانے پر کوئی راضی نہوا انہون نے منظور کر لیا حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مد ظلہ نے انہین کو روانہ کر دیا الحمد للہ ابتک وہان مقیم ہین۔

مولوی نظر محمد خان آبھ کے باشندہ حضرت کے مخلص خادم ہین ایک مرتبہ انکا صاحبزادہ جسکی عمر اُسوقت

چار پانچ برس کی تھی سخت علیل ہوا بڑی دقت یہ تھی کہ کوئی دوا کھاتا نہین تھا اول تو مرض کی زیادتی اُسپر دوا کی صورت دیکھتے ہی رونے چلانے اور منہ بند کر لینے کی عادت نے متعلقین کو گھبرا دیا مولوی صاحب نے بحالت اضطراب حضرت کو عریضہ لکھا آپ نے ایک تعویذ عطا فرمایا اور کہا کل خبر دینا کیا حال رہا؟ تعویذ کا باندہنا تھا کہ اُسی دن حق تعالیٰ نے مرض دفع فرما دیا ہفتہ عشرہ مین مولوی نظر محمد خان صاحب بچہ کو اپنے ساتھ گھوڑی پر بٹھاکر خود ہی گنگوہ حاضر ہوئے حضرت نے بچہ کو پیار کیا اور فرمایا پلنگ پر لٹادو اُسوقت بچہ کو کچھ کھانسی کی دھسک باقی تھی حضرت حجرہ مین تشریف لے گئے اور چند جبوب لاکر چارپائی پر بیٹھے نہایت شفقت سے بچہ کا نام لیکر فرمایا شفیق یہ بٹی ہین نہ میٹھی ہین نہ کڑوی ہین تو انکو کھالے" یا تو بچہ دوا کے نام سے چیخ اُٹھتا تھا یا فوراً اُس نے مُنہ کھولدیا حضرت نے اپنے دست مبارک سے جبوب اُسکے مُنہ مین ڈالدئے وہ نگل گیا اور مُنہ بھی نہ بنایا اسکے بعد چند گولیان باپ کو عطا فرمائین کہ لو چند روز اس کو کھلا دینا اس قصہ کے بعد دوا کھانے سے بچہ نے انکار نہین کیا۔

میر محبوب علی دہلوی کے والد ایک مرتبہ مقروض ہوئے ہر چند فکر کیا مگر ادائگی کی صورت ہی نہوئی اِدہر دوکان خالی ہوتی جاتی تھی اُدہر قرض بڑہتا جاتا تھا یہانتک کہ ہمت پست ہوگئی اور گھبرا اُٹھے محبوب علی صاحب سے باپ کی یہ پریشانی دیکھی نہ گئی حضرت کی خدمت مین عریضہ لکھا کہ "مال طیار کرنے کا موسم آگیا اور یہان ابھی قرض سے بھی سبکدوشی نہین حضرت دعا فرماوین تو بیڑا پار ہو" خدا کی شان کہ چند روز مین قرض بھی سب ادا ہوگیا فصل پر مال بھی طیار ہوگیا اور یہ معلوم نہین ہوا کہ روپیہ کہان سے آیا؟

آبہ مین ایک مرتبہ گھوڑون مین مرض پھیلا دو گھوڑیان دفعۃً مرگئین مولوی نظر محمد صاحب نے بھی ایک گھوڑا پال رکھا تھا اور انکو اُسکے ساتھ محبت بھی بہت تھی اسی زمانہ مین اُسپر بھی مرض کا اثر ہوا دفعۃً اُسکی چستی و چالاکی جاتی رہی کان ڈھلکائے کہڑا رہتا جس کسی نے دیکھا کہا گھوڑا بیمار ہوگیا انکو فکر ہوا اُسی وقت اُسپر سوار ہوکر گنگوہ پہونچے راستہ مین بھی اُسکی یہی حالت رہی کہ تیز رفتاری بھول گیا کبھی پچھلا پاؤن نہ اُٹھائے اور کبھی اگلا انکو اور زیادہ فکر ہوا کہ گھوڑا ہی ہاتھ سے گیا جمعہ کی نماز سے فارغ ہوکر حضرت سے عرض کرنے لگے ایک گھوڑا ہے سواری کا آرام ہے جب جی چاہتا ہے اُسی پر گنگوہ آجاتا ہون وہ بیمار ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کیا گھوڑون مین بیماری ہے؟ انہون نے عرض کیا کہ حضرت دو پٹھانون کے دو گھوڑے مرچکے ہین آپ نے ارشاد فرمایا اچھا تعویذ باندھو خدا فضل کریگا اور مولوی محمد یحیی صاحب سے

فرمایا کہ مولوی یحییٰ انکو ایک تعویذ گھوڑے کے واسطے دو چنانچہ مولوی نظر محمد خان نے تعویذ تو گھوڑے کے باندہ دیا اور سوار ہو کر روانہ ہوئے اُسی وقت سے گھوڑا تندرست نظر آنے لگا دو ایک دن مین بالکل اچھا ہو گیا اور پہلی حالت پر لوٹ آیا ایک ہفتہ بعد جب پھر گنگوہ آئے تو حضرت نے دریافت فرمایا میان گھوڑا ابھی اچھا ہے؟ انہون نے عرض کیا جی حضرت بالکل تندرست ہے آپ نے فرمایا اُسکی سُستی بھی دفع ہو گئی؟ انہون نے کہا حضرت بالکل دفع ہو گئی اور اب بہت تیز رفتار ہے آپنے فرمایا بہتر

مولانا روشن خان صاحب مرادآبادی فرماتے تھے کہ میرا لڑکا محمد شفیع بچپن مین کہین دوڑا ہوا جاتا تھا کہ گرا اور ایک ہاتھ مین سخت چوٹ آئی اُسکا علاج کیا مگر خدا جانے کہان اور کیسا صدمہ پہونچا تھا کہ آرام نہوا مشہور جراحون اور نامی ڈاکٹرون کے بھی معالجے ہوئے مگر کوئی علاج کارگر نہوا یہانتک کہ ہاتھ پتلا پڑ گیا اور خشک ہو کر بیکار محض ہو گیا بحالت ناامیدی حضرت کی خدمت مین عریضہ لکھا آپنے جواب تحریر فرمایا مین دعا کرتا ہون حق تعالیٰ شافی مطلق ہے" علاج چھوٹ چکا تھا خدا کی شان کہ چند روز مین خود بخود درست ہو گیا اور خشک و بیکار شدہ ہاتھ پہلی حالت پر لوٹ آیا۔

مولوی محمود حسن صاحب نگینوی فرماتے ہین کہ میری خوشدامن صاحبہ جو اپنے والد کے ہمراہ مکہ معظمہ مین بارہ سال تک مقیم رہین نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ تھین سیکڑون احادیث بھی اُنکو حفظ تھین اُنہون نے مجھسے فرمایا کہ بیٹا حضرت کے بہت شاگرد و مرید ہین مگر کسی نے حضرت کو نہین پہچانا جن ایام مین میرا قیام مکہ معظمہ مین تھا روزانہ مین نے صبح کی نماز حضرت کو حرم شریف مین پڑھتے دیکھا ہے اور لوگون سے سُنا بھی کہ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ہین گنگوہ سے تشریف لایا کرتے ہین۔

میر واجد علی صاحب قنوجی فرماتے ہین میرے مرشد حضرت مولانا مولوی محمد قاسم صاحب نے مجھسے بیان فرمایا کہ مین ایک مرتبہ گنگوہ گیا خانقاہ مین ایک کورا بدہنا رکھا ہوا تھا مین نے اُسکو اُٹھا کر کوئین مین سے پانی کھینچا اور اُسمین بھر کر پیا تو پانی کڑوا پایا ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی عرض کیا آپ نے فرمایا کنُوین کا پانی تو میٹھا ہے کڑوا نہین ہے" مین نے وہ کورا بدہنا پیش کیا جس مین پانی بھرا تھا حضرت نے بھی پانی چکھا تو بدستور تلخ تھا آپنے فرمایا اچھا اسکو رکھدو یہ فرما کر نماز ظہر مین مشغول ہو گئے سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے نمازیون سے فرمایا کہ کلمہ طیب جسقدر جس سے پڑھا جائے پڑھو اور خود بھی حضرت نے پڑھنا شروع کیا تھوڑی دیر بعد حضرت نے دعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور نہایت

مولوی قاسم علی صاحب

خشوع وخضوع کے ساتھ دعا مانگ کر ہاتھ مُنہ پر پھیر لئے اسکے بعد بدھنا اُٹھا کر پانی پیا تو شیرین تھا اُسوقت مسجد مین جتنے نمازی تھے سبنے چکھا کسی قسم کی تلخی اور کڑواہٹ نہ تھی تب حضرت نے فرمایا اس بدھنے کی مٹی اُس قبر کی ہے جسپر عذاب ہو رہا تھا الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہوگیا۔

مولوی عبدالسبحان صاحب انسپکٹر پولیس علاقہ گوالیار فرماتے ہین ایک تحصیلدار میرے ملنے والے تھے وہ کسی بات پر برخاست ہوگئے ہرچند کوشش کی مگر کامیابی نہوئی آخر دعا کے لئے گنگوہ پہونچے حضرت نے فرمایا "تمہارے وطن کے قریب جو میدان ہے وہان ایک فقیر مجذوب رہتے ہین اُن سے ہمارا سلام کہدینا" تحصیلدار صاحب برخاستگی اور ناکامی کے سبب بہت ہی دل برداشتہ ہوگئے تھے یون سمجھکر کہ حضرت نے ٹالدیا واپس وطن ہوئے اور فقیر کے پاس بھی نہ گئے کچھ دنون بعد اتفاقیہ اُس میدان کیطرف انکا گذر ہوا تو مجذوب فقیر بیٹھا ہوا تھا دور ہی سے انکو دیکھکر فقیر نے کہنا شروع کیا "بابا مولوی صاحب نے بھیجا ہے جا جا پہاڑ پر چڑھ جا" یہ سنکر انہون نے حضرت کا سلام تو پہونچا دیا مگر رنجیدہ ومغموم یہ سوچتے ہوئے مکان کو واپس ہوئے کہ مولانا صاحب نے یون ٹالا اور انہون نے اسطرح ٹالا کام کچھ بھی نہوا۔ اسی پیچ وتاب مین تحصیلدار صاحب مکان پر پہونچے تو حکم آیا ہوا ملا کہ تم بحال کئے گئے اور نینی تال کا تبادلہ ہوا۔

مولوی نظر محمد خان کی اہلیہ کے ایکبار پھوڑا نکلا موقع ایسا نازک تھا کہ پٹی باندھنا کھولنا بھی نہو سکتا تھا ہرچند کئی مہینے علاج کیا مگر کچھ بھی افاقہ کی صورت نظر نہ آئی کمزوری اتنی بڑھگئی کہ اُٹھنا بیٹھنا مشکل ہوگیا بیچاری زندگی سے مایوس ہوگئی تو خاوند سے کہا کہ حضرت کی خدمت مین جاؤ تو میرا سلام کہدینا اور حالت سنا دینا کہ کوئی دن کی مہمان ہون مولوی نظر محمد خان گنگوہ آئے تو حضرت کو پیام پہونچایا حضرت نے تاسف فرمایا اور کہا "بالکل گھبرا گئی ہوگی اُسکو میرا سلام کہنا اور کہنا کہ آج دوا میری طرف سے پیئے عرق سونف اور مکوہ پلانا اور کہدینا کہ مین نے بتایا ہے اُسکی تسلی ہوجائیگی خدا تعالیٰ شفا دیگا" اسکے تھوڑی دیر بعد فرمایا "شاید بہت جلد وہ دنبل ٹوٹ جاوے" مولوی نظر محمد خان اُسی دن عشا کے وقت اپنے گھر پہونچے اور حضرت کا سلام وپیام پہونچا کر اُسی وقت عرق بادیان ومکوہ پلا دیا اسکے بعد سب سو گئے آدھی رات گذری ہوگی کہ مریضہ نے خاوند کو آواز دی اور کہا ذرا جاگو دیکھو میرا تمام بستر اور کپڑا تر ہوگیا مولوی نظر محمد خان اُٹھے اور کہا الحمد للہ دنبل ٹوٹا مگر دیکھا تو حقیقت مین دنبل سے اسقدر پیپ نکلی کہ پھوڑے کی جگہہ ورم کا نشان تک باقی نہ رہا بس جو کچھ ہونا تھا اسی رات ہولیا صبح کو اچھی خاصی اُٹھ بیٹھی نہ پھر پیپ آئی نہ دنبل کا پتہ نشان لگا خدا جانے

اکمان گیالوگون کاخیال تھاکہ دنبل ٹوٹ بھی گیاتوناسو ضرور پڑجائیگامگرحضرت کی دعاکاثمرہ تھاکہ کچھ بھی اثرباقی نہین رہاایسامعدوم ہوگیاگویاکبھی پھنسی تک نہ نکلی تھی۔

مولوی نظرمحمدخان نے ایکمرتبہ پریشان ہوکرعرض کیاکہ حضرت فلان شخص جووالدصاحب سے عداوت رکھتاتھااُنکے انتقال کے بعداب مجھسے ناحق عداوت رکھتاہے بیساختہ آپکی زبان سے نکلا "وہ کب تک رہیگا" چندروزگذرے تھے کہ دفعۃً وہ شخص انتقال کرگیا

منشی نظرحسین سابق ناظرعدالت علاقہ گوالیارفرماتے ہین کہ مین ایک بارایسے مرض مین مبتلاہواکہ کارمنصب انجام نہ دیسکامرض ایساتھاکہ کسی طبیب کی سمجھ ہی مین نہ آیا۔جب تشخیص ہی درست نہو توعلاج کیانفع دے آخرمین نے سوچاکہ آخری وقت ہے لاؤگنگوہ مین حضرت کی زیارت توکرآؤن چنانچہ روانہ ہوااوردیوبندپہونچاوہان دفعۃً ہیضہ مین مبتلاہوگیااورزندگی کی کوئی امیدنہ رہی اُسی حالت مین دل کا تقاضاہواکہ کاش مرنے سے پہلے حضرت کی زیارت کرلیتاہرچندسواری تلاش کرائی کہ پڑاہواچلاجاؤن مگرکوئی شخص میرے سوارکرنے اورگنگوہ لیجانے کوراضی نہواتب مین بہت پریشان ہواکہ یااللہ کیاکرون یہ حسرت کیاقبرمین ساتھ ہی لیجانی پڑیگی اس خیال کے آتے ہی مجھے اپنے جسم مین خفت اورصحت کی صورت محسوس ہوئی اورمین اُٹھ بیٹھااتنی کامیابی پرمجھے سرورہوااورمین نے کھڑے ہونے کاقصدکیاتوکھڑابھی ہوگیا اسکے بعدوہان سے چلااورایک طرف کوہولیاسامنے سے ایک بہل آتی نظرآئی جوگنگوہ جاتی تھی اس نے بہت ہی کم کرایہ پرمجھے بٹھالیااورمین اُسی دن گنگوہ پہونچ گیاتین دن حضرت کی خدمت مین رہاہیبت کے سبب کچھ عرض نہ کرسکاآخررخصت کے وقت حضرت نے ایسی شفقت فرمائی کہ مجھے اپناحال بیان کرنے کی جرأت ہوگئی اورمین نے اپنے مرض سابق سے صحت پانے کی دعاچاہی اُسی وقت حضرت دست بدعاہوئے مین رخصت ہوکراپنی جائے تعیناتی پرآیااورکارمتعلقہ انجام دینے لگانہ کوئی دواکھائی نہ دارو اُسی دن سے روزبروزتوانائی حاصل ہوتی گئی حالانکہ بچپن سے مین لاغراورنحیف تھامگراب جسم بھی فربہ ہوگیااورضعف وکسل کی کوئی شکایت کسی قسم کی بھی نہین۔

منشی عبدالحلیم صاحب بھونگامی فرماتے ہین کہ میری منجھلی خالہ کسی ایسے مرض مین مبتلاتھین کہ اولادجیتی نہ تھی کئی بچے ہوئے مگرچلہ کے اندراندرمرگئے اسکے علاوہ وضع حمل کے بعدتکلیف ایسی لاحق ہوتی تھی کہ زندگی سے ناامیدی ہوہوجاتی تھی علاج معالجہ تعویذگنڈاسب ہی کچھ کیامگرکچھ کارگرنہواآخردل

مین بچہ قصد کرلیا کہ اگر اب ولادت ہوئی تو بچہ کو گنگوہ لیجا کر حضرت کے قدمون مین ڈالدونگی اور دعا کراؤنگی خدا کی شان حمل قرار پایا ابھی ولادت نہوئی تھی کہ حضرت کے مرض الموت کی خبر وحشت اثر سنی آخر اسی حال مین یہ گنگوہ حاضر ہوئین حضرت پر شدت مرض کا غلبہ اور مدہوشی طاری تھی عرض معروض کا موقع ہی نہ تھا مجبور صاحبزادی صاحب سے عرض کر کے اُنکے ہمراہ ڈولی مین بیٹھکر حضرت کی زیارت کر کے واپس وطن ہوگئین - اس حمل کی جب ولادت ہوئی الحمد للہ بچہ بھی زندہ اور تندرست ہے اور ماں بھی مرض معتاد سے مامون و مستریحہ نہ کوئی تکلیف ہوئی نہ شکایت

مولوی عبد السبحان صاحب انسپکٹر پولیس ضلع گوالیار فرماتے ہین کہ مولوی محمد قاسم صاحب کمشنر بندوبست ریاست گوالیار ایکبار پریشانی مین مبتلا ہوئے اور ریاست کی طرف سے تین للکھ روپیہ کا مطالبہ ہوا انکے بھائی یہ خبر پاکر حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین ، گنج مرادآباد پہونچے حضرت مولانا نے وطن دریافت فرمایا انہون نے عرض کیا "دیوبند" مولانا نے تعجب کے ساتھ فرمایا گنگوہ حضرت مولانا کی خدمت مین قریب تر کیون نہ گئے اتنا دراز سفر کیون اختیار کیا ؟ انہون نے عرض کیا کہ حضرت یہان مجھے عقیدت لائی ہے مولانا نے ارشاد فرمایا تم گنگوہ ہی جاؤ تمہاری مشکلکشائی حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہی کی دعا پر موقوف ہے مین اور تمام روئے زمین کے اولیا بھی اگر دعا کرینگے تو نفع نہوگا چنانچہ واپس ہوئے اور بوسیلہ حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے حکیم صاحب نے سفارش کی تو حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ میرا کوئی قصور نہین کیا یہ صاحب مدرسہ عربی دیوبند کے مخالف ہین جو اللہ کا ہے سو قصوروار بھی اللہ پاک کے ہوئے حق تعالیٰ سے توبہ کرین بندہ دعا کریگا چنانچہ اِدہر انہون نے توبہ کی اُدہر مطالبہ سے برات کا کمشنر صاحب کے پاس سے حکم آگیا۔

حاجی دوست محمد خان صاحب کے صاحبزادہ عبد الوہاب خان ایک شخص کے معتقد ہوگئے اور بیعت کا قصد کیا وہ شخص جن سے بیعت ہونا چاہتے تھے محض صورت کے درویش تھے اور واقع مین تھے دنیا دار اسلئے دوست محمد خان کو صاحبزادہ کی یہ کجی پسند نہ آئی اور کئی بار منع کیا کہ اس شخص سے مرید نہو عبد الوہاب بعض خوارق دیکھکر ایسے ریجھے کہ باپ کا کہنا بھی ناگوار گذرا ماننا تو درکنار ادہر پیر صاحب کو فخر تھا کہ دوست محمد خان کا لڑکا پولیس کا کوتوال مرید ہوتا ہے آخر حاجی صاحب نے جب بیٹے کا اصرار دیکھا تو باقتضائے محبت دست

بدعا ہوئے اور مراقب ہو کر حضرت کی جانب متوجہ ہو کر خلوت مین جا بیٹھے عبدالوہاب خان پیر کے پاس آئے اور مودب دوزانو بیٹھ گئے بے اختیار پیر کی زبان سے نکلا اول باپ سے اجازت لے آؤ اسکے بغیر بیعت مفید نہین ہے۔ غرض ہاتھ بیعت کے لئے تھا کھینچ کر چھوڑ دئے اور انکار فرما دیا حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جسوقت مین امام ربانی کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا حضرت غایت شفقت کے ساتھ عبدالوہاب کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ مین پکڑاتے اور یون فرماتے ہین "لو اب یہ اُسکا مرید ہوگا" یہ وہی وقت تھا کہ اُنہون نے عبدالوہاب کا ہاتھ چھوڑا اور یہ کہکر بیعت سے انکار کیا کہ باپ سے اجازت لے آؤ۔

مولوی نظر محمد صاحب کی اہلیہ ایکبار درد چشم مین مبتلا ہوئی دن بدن بینائی ضعیف ہوتی گئی اور تکلیف بڑہتی رہی قریب تھا کہ آنکھین جاتی رہین حضرت سے عرض حال کرا بھیجا آپ حجرہ مین تشریف لے گئے اور یون ہی کسی جگہہ ہاتھ ڈالکر پتلی پتلی لکڑی کی دو تین شاخین عطا فرما کر کہا انکو باریک پیسکر سرمہ مین ملا لو اور آنکھون مین لگاؤ چند ہی روز استعمال کرنے سے درد بھی بالکل جاتا رہا اور بینائی ایسی تیز ہوگئی کہ قرآن مجید پڑہنے لگین۔

مولانا محمود حسین صاحب بریلوی جب سفر حج سے وطن واپس ہوئے سمندر مین طوفان عظیم آیا پانی کا تموج و تلاطم الامان الحفیظ اب بھی خیال و تصور سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے تمام جہاز مین ایک کہرام بپا تھا بجز چیخنے دہاڑنے اور رونے چلانے کے دوسری آواز نہ آتی تھی جسوقت یہ طوفان آیا ہے دوپہر کا وقت تھا ناخدا نے مایوس ہو کر اطلاع دیدی کہ حاجیو دعا کرو کہ نجات ہو ورنہ جہاز کی تباہی مین شبہ نہین مولانا ممدوح تحریر فرماتے ہین کہ اس وحشتناک حالت مین جسکے سننے سے بدن کانپ اُٹھتا ہے الحمدللہ اپنے حضرات کی اقدام بوسی کے طفیل حق تعالیٰ نے میرے قلب کو ایک خاص اطمینان عطا فرمایا کہ نہ ہول تھی نہ ہراس البتہ اُسی جہاز مین ایک حاجی جاوا کے رہنے والے سوار تھے اُنکا مین چند دام کا مقروض تھا سو اسکا فکر مجھے ضرور تھا کہ کاش اس حق العبد سے سبکدوشی نصیب ہو جائے کہین سے کچھ ملجائے تو انکو ادا کر دون یا معاف کرا لون اس سوچ کے علاوہ جزع فزع مطلق نہ تھا ہان بتوسل بزرگان دعا ضرور تھا کہ یا اللہ ہمارے حال پر رحم فرما اور بلائے بے درمان سے نجات دے اسی حالت مین شام ہوگئی طوفان کی تیزی بدستور اور تلاطم کا زور شور اُسی حال پر قائم تھا کبھی یہ کنارہ اوپر جائے اور وہ کنارہ پانی مین ڈوبے اور کبھی اسکا برعکس آخر رات ہوئی تو کسکا سونا اور کیسا آرام جہاز کے تمام مسافرون سے بہوش

اور گریان جیسے بیٹھے تھے اُسی طرح تمام رات گذار دی آخر شب مین مجھپر کچھ غنودگی کی ایسی حالت طاری ہوئی جسکو خواب و بیداری کے بَین بَین کہنا چاہیے کیا دیکھتا ہون کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ دریا مین کھڑے ہین اور ایک کشتی کو جو گہری دلدل مین پھنسی ہوئی ہے نکالنے کے لئے سہارا دے رہے اور زور لگا رہے ہین فوراً ہی مجھے ہوش آگیا ایک ڈہارس بندھگئی کہ اب انشاء اللہ نجات ملی خدا کی شان کہ چند لحظہ کے بعد ہی طوفان رفع ہو گیا اور جہاز اپنی اصل حرکت پر آگیا اُسوقت کپتان نے کہا کہ جہاز میرے اختیار سے باہر ہو کر راستہ سے ڈہائی سو میل علحدہ ہو لیا ہے تم لوگون کی خوش نصیبی ہے کہ سمندر مین کسی پہاڑ سے ٹکرایا نہین ورنہ ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتا۔

ایکبار چند طلبۂ دیوبند کسی مقدمہ مین ماخوذ ہوئے دُشمنون کی مخالفت کا ثمرہ تھا کہ ناکردہ گناہ مظلومون پر عدالت سہارنپور مین جرم کا ثبوت ہوا اور قید کا حکم ہو گیا حضرت بیٹھے وضو فرما رہے تھے ایک صاحب سہارنپور سے آئے کسی نے دریافت کیا کہ طالبعلمون کے مقدمہ مین کیا ہوا انہون نے کہا "قید ہو گئی" حضرت نے تعجب کے ساتھ دریافت فرمایا کیا ہوا اُنہون نے عرض کیا حضرت ہوتا کیا بیچارے مظلوم قید ہو گئے آپ نے فرمایا کچھ نہین میان آپ چھوٹ جائینگے خدا کی شان کہ اپیل ہوا حاکم بالا کو اُنکی مظلومیت ظاہر ہو گئی اور فوراً رہا کر دئے گئے۔

مولوی نظر محمد خان صاحب کو ایکمرتبہ مرض لاحق ہوا کہ صبح شام ہاتھ پاؤن اور سارا مُنہ سُوج آتا اور آفتاب نکلنے پر اُتر جاتا تھا حضرت امام ربانی رامپور تشریف لائے یہ بھی آبد سے حاضر خدمت ہوئے عصر کی نماز پڑہکر مرض کے سبب واپسی کا قصد کیا حکیم ضیاء الدین صاحب مرحوم نے فرمایا اپنے پیر سے تو اجازت لیلو غرض حضرات کی اجازت نہوئی اسلئے ٹھیرنا پڑا مغرب کے وقت دونون حضرات تشریف فرما تھے انہون نے مرض کا ذکر کیا حضرت نے حکیم صاحب سے فرمایا آج مونگ کی دال بھی پکوانا غرض شب کو جسوقت کھانا آیا تو دسترخوان پر مونگ کی دال بھی تھی اور گوشت بھی حضرت نے گوشت کا پیالہ انکے آگے سے اُٹھا لیا اور مونگ کی دال سامنے کو سرکا دی حکیم صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت گوشت کیون اُٹھالیا آپنے فرمایا انکو کچھ مرض ہے گوشت مضر ہے حکیم صاحب نے فرمایا انکو تو ضعف جگر ہے دال مضر ہے یہ کہکر حکیم صاحب نے دال سامنے سے اُٹھالی اور گوشت کا پیالہ سامنے رکھدیا مولوی نظر محمد صاحب نے ہاتھ کھینچ لیا اور کہا کہ حضرت کی اجازت بغیر مین تو گوشت کھاؤنگا نہین" اُسوقت حضرت نے بھی فرمایا

اچھا بھائی بوٹی مت کھانا کچھ شوربا کچھ دال ملاکر کھالو غرض کھانے سے فارغ ہوکر عشا کی نماز پڑھی اور سو گئے صبح کو اُٹھے تو ورم اور دلون سے بھی زیادہ موجود تھا یہ پریشان ہوئے اور حکیم صاحب سے عرض کیا حکیم صاحب نے فرمایا مونگ کی دال بھی کھائی تھی یہ اُسکا نقصان ہے" اشراق کی نماز سے جب حضرت فارغ ہوئے تو انہون نے حضرت سے حال عرض کیا حضرت نے فرمایا گوشت کھایا تھا اُسکا ضرر ہے" الغرض جب آبجہ کو واپس ہونے لگے اور حکیم صاحب سے رخصتی مصافحہ کیا تو حکیم صاحب نے فرمایا" بھائی تم اپنے لئے دعا کرو تمکو بیماری سخت ہے" مولوی نظر محمد خان نے جواب دیا حضرت مریض تو اپنے لئے دعا کیا ہی کرتا ہے جناب دعا فرماوین حکیم صاحب نے کہا" دعا کیا دوا کرو" اس کلمہ پر یہ بہت گھبرائے حضرت امام ربانی تھوڑے فصل پر بیٹھے یہ گفتگو سن رہے تھے اشارہ سے انکو پاس بلایا اور کمال محبت کے ساتھ تسلی دیکر یون ارشاد فرمایا" جاؤ حکیم جی کا کہنا نہ سنو سب فضل ہو جائیگا" وہ دن ہے اور آج کا دن حق تعالےٰ کا ایسا فضل ہوا کہ ورم نام کو بھی نہین ہوا نہ دوا کی ضرورت ہوئی نہ کسی کی دعا کی اگلے ہی دن ورم موقوف ہوگیا اور اُترنے کے بعد دوبارہ چڑھنا جانا ہی نہین کہ کیونکر ہوتا ہے۔

مولوی بدرالدین صاحب گلاؤٹھوی فرماتے تھے ایک دن حضرت کے یہان چار مہمان آگئے اتفاق ایسا ہوا کہ گھر مین کچھ نہ تھا حضرت مکان تشریف لے گئے اور اہلیہ سے فرمایا کہ چار مہمان ہین اُنہون نے عرض کیا اللہ مالک ہے آپنے فرمایا کیا کچھ نہین ہے" پیرانی صاحبہ نے جواب دیا اللہ کا نام ہے اور کچھ نہین آپ نے فرمایا دیکھو تو سہی غرض دیکھا تو تقریباً پاؤ بھر چاول نکلے حضرت نے فرمایا اللہ مالک ہے پکاؤ اور دیکھو کچھ گھی بورا ہو تو بہتر ہے غرض وہی پکوا کر حضرت امام ربانی رکابی مین نکلوا کر خود لیکر باہر تشریف لائے اور مہمانون کے سامنے رکھدیا مہمان یہ سمجھے کہ کھانا سینی مین آتا ہوگا رکابی زاید ہونے کے سبب حضرت لیکر چلے آئے اسلئے خوان آنے کے منتظر رہے حضرت نے یہ دیکھا تو فرمایا" یہی کھانا ہے بسم اللہ کرو" مہمانون نے کھانا شروع کیا عموماً میٹھا تھوڑا کھا کر جی بھر جاتا ہے مگر یہ شکرانہ کچھ ایسا لذیذ تھا کہ خوب ہی شکم سیر ہوکر کھایا یون کہتے تھے کہ عمر بھر مین وہی میٹھا ایسا کھایا ہے جس سے جی نہین اُکتایا نیت بھی بھری اور پیٹ بھی بھر گیا سب فارغ ہوگئے اور آدھی رکابی چاول بچ بھی رہے جسکو حضرت امام ربانی مکان واپس لے گئے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ رکابی مین سوت ہین کہ نیچے سے کھانا بڑھتا جاتا تھا۔

مولوی ولایت حسین صاحب فرماتے ہین کہ میرے ہمراہ سفر حج مین ایک حکیم صاحب سالکن انبالہ تھے

جو اعلٰحضرت حاجی صاحبؒ کے مرید تھے اسی تعلق سے اُنکو حضرت امام ربانی کے ساتھ تعارف بلکہ غایت عقیدت تھی وہ فرمانے لگے میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ مولانا کی زبان سے جو بات نکلتی ہے تقدیر الٰہی کے مطابق ہوتی ہے اور یہ قصہ اپنے اوپر گذرا ہوا نقل کیا کہ اس سفر حج کے قبل مین گنگوہ حاضر ہوا تو حضرت نے مجھسے دریافت فرمایا تم نے حج بھی کیا؟ مین نے عرض کیا کہ نہین جی تو چاہتا ہے مگر روپیہ کم ہے" یا بلا استفسار خود ہی انہون نے عرض کیا کہ حضرت میرا قصد حج کا ہے مگر روپیہ کی کمی سے پریشان ہون بہر حال امام ربانی نے ارشاد فرمایا "جاؤ حج کرآؤ روپیہ کی فکر مت کرو خدا سامان کرنے والا ہے حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی یون ہی نکل کھڑے ہوئے تھے مگر جب کلکتہ پہونچے تو لوگ کوٹھون سے اُنکی گاڑی مین روپیون کی تھیلیان پھینکتے تھے حکیم صاحب فرماتے تھے کہ بس مین گھر اگر ڈیڑھ سو یا پونے دو سو روپے جو کچھ موجود تھے اُنکو لیے سیدھا اسٹیشن پر آیا اور کسی کو اطلاع نہین کی ریل تک پہونچتے پہونچتے ایک صاحب کو میرے حج کو جانے کی خبر معلوم ہوئی وہ سو روپے لئے ہوئے اسٹیشن پر آئے اور چپکے سے میرے حوالہ کئے مین تو سمجھ ہی گیا کہ حضرت کی کرامت اور ارشاد کی برکت ہے اُنکو لیکر ریل مین بیٹھ گیا

حاجی حافظ فصیح الدین صاحب سوداگر کمپ میرٹھ فرماتے ہین کہ جب حضرت نے مجھے اپنی غلامی مین قبول فرمایا تو بیعت کے بعد مین نے عرض کیا کہ حضرت مجھپر حج فرض ہے بہت جی چاہتا ہے کہ ادا ہو مگر پانی سے بالطبع خوف معلوم ہوتا ہے سمندر تو بڑی چیز ہے اس ہراہٹ سے ہمت پست ہو جاتی ہے آپ دعا فرماوین تو بیڑا پار ہو جاوے حضرت خاموش ہو رہے حافظ صاحب فرماتے ہین کہ رخصت ہو کر وطن واپس ہوا میرٹھ کے اسٹیشن سے ابھی اُترنے نہین پایا تھا کہ پانی سے ڈرنا بالکلیہ زایل ہو چکا تھا ہر چند دل کو ٹٹولتا تھا مگر سمندر سے کوئی خوف وہراس مطلق محسوس نہوتا تھا چنانچہ بحمد اللہ زیارت حرمین سے فیضیاب ہوا اور نہایت اطمینان وراحت کے ساتھ سفر پورا ہوا۔

مولوی حیات علی صاحب فرماتے ہین مین عرصہ سے بازار کی چیزون کو مشتبہ سمجھکر چھوڑے ہوئے تھا مطلق نہ کھاتا تھا جو وقت گنگوہ حاضر ہوا سب سے پہلے حضرت نے مجھکو بازار کی مٹھائی عطا فرمائی حضرت کا عطیہ اور تبرک سمجھکر مین نے اُسکو کھا لیا الحمد للہ نہ کچھ نقصان ہوا نہ وہ بات باقی رہی جسکے سبب سے کھانا ترک کر رکھا تھا

حکیم عبد العزیز مرحوم گلاؤٹھوی اپنے بھائی عبد القیوم کو ساتھ لیکر ایکبار گنگوہ پہونچے یکہ واپسی کا کرایہ کیا تھا اگلے دن واپس ہونے کے قصد سے حاضر خدمت ہوئے خود ہی حضرت نے ارشاد فرمایا

اگر جانے کا ارادہ ہو تو جاؤ انہون نے عرض کیا "بہتر" حضرت نے فرمایا کچھ کھانا ساتھ رکھ لینا انہون نے عرض کیا کہ حضرت ایسی ہی ضرورت ہوگی تو انبہٹہ جا کھائینگے آپنے فرمایا خدا جانے کیا قصہ پیش آئے کھانا ساتھ رکھ لو" خدا کی شان گنگوہ سے دو ڈھائی میل نکل آئے تو یکہ کا پہیہ ٹوٹ گیا ہر چند کوشش کی مگر اصلاح نہوئی آخر مجبور رات وہین جنگل مین گذارنی پڑی اور ساتھ رکھا ہوا کھانا کام آیا۔

حاجی دوست محمد خان صاحب بھوگامی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کے نہایت مخلص خادم تھے بچپن ہی سے انکو گائے کا گوشت ہضم نہوتا تھا اسلئے ہمیشہ پرہیز رکھتے تھے اگر بھولکر بھی کھا لینے کا اتفاق ہوتا تو فوراً نقصان کرتا تھا مہینون بیمار رہتے اور خمیازہ اُٹھاتے تھے ایکبار گنگوہ حاضر ہوئے صاحبزادہ محمود احمد مرحوم کے ہمراہ کھانا کھانے دستر خوان پر بیٹھے دستر خوان پر جہان اور کھانے تھے ایک پیالہ مین گاو گوشت بھی تھا حاجی صاحب نے گوشت مین ہاتھ نہ ڈالا دوسرا کھانا کھاتے رہے مولوی محمود احمد مرحوم نے فرمایا حاجی صاحب گوشت کیون نہین کھاتے حاجی صاحب نے سچا عذر ظاہر کر دیا کہ کبھی موافق ہی نہین آیا مرحوم نے انکا ہاتھ پکڑکر گوشت کے برتن مین ڈالدیا اور فرمایا بسم اللہ کر کے کھاؤ یہ فقیرون کے یہان کا پکا ہوا گوشت ہے انشاء اللہ نقصان نہ کریگا حاجی دوست محمد خان صاحب نے حکم کی تعمیل فرمائی اور خوب شکم سیر ہوکر گوشت کھایا کہ جو کچھ ہوگا ہو رہیگا۔ حقیقت مین فقیرون کے یہان کا گوشت نقصان دینے والا نہ تھا چنانچہ ہضم ہوگیا اور اسکے بعد گائے کا گوشت انکو ہمیشہ ہضم ہوتا رہا بلکہ برغبت کھانے لگے۔

حاجی صاحب مرحوم کی اہلیہ ایکبار سخت علیل ہوئین فم معدہ مین اس شدت سے درد ہوتا کہ تڑپتی اور لوٹتی تھین آخر غش آجاتا اور بیہوش ہوکر دم رک رک جاتا تھا اس درد کے متواتر دورے تقریباً دو ماہ تک ہوتے رہے آخر ایک دورہ ایسا سخت پڑا کہ بتیسی بند ہوگئی ہاتھ پاؤن کی نبضین چھوٹ گئین غشی طاری ہوگئی اور تمام جسم ٹھنڈا پڑگیا حاجی صاحب کو اہلیہ کے ساتھ محبت زیادہ تھی بیقرار ہوگئے پاس آکر دیکھا تو حالت غیر تھی صرف سینہ مین سانس چلتا محسوس ہوتا تھا۔ زندگی سے مایوس ہوگئے رونے لگے اور سرہانے بیٹھکر لیسین شریف پڑھنی شروع کر دی چند لمحہ گذرے تھے کہ دفعۃً مریضہ نے آنکھ کھولی اور ایک لمبا سانس لیکر پھر آنکھ بند کرلی سب نے سمجھ لیا کہ اب وقت اخیر ہے حاجی دوست محمد خان اس حسرتناک نظارہ کو دیکھ نسکے بے اختیار وہان سے اُٹھے اور مراقب ہوکر حضرت امام ربانی کی طرف متوجہ ہوئے کہ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہے تو یہ تکلیف جو متواتر تین دن سے

ہو رہی ہے رفع ہو جائے۔ مراقبہ کرنا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھولدین اور باتین کرنی شروع کردین نبضین اپنے ٹھکانے لگین اور افاقہ ہوگیا دو تین دن مین قوت بھی آگئی اور بالکل تندرست ہوگئین اسکے بعد کبھی درد نہین اٹھا۔ حاجی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جسوقت مین مراقب ہوا حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا حضرت امام ربانی کو بہیئت اصلیہ موجود دیکھتا تھا تین شبانہ روز یہی حالت رہی جب مریضہ بالکل تندرست ہوگئی اُسوقت یہ حالت بھی رفع ہوگئی۔

مولوی محمد یسین صاحب دیوبندی فرماتے ہین ایک مرتبہ مین بمعیت مولانا عبدالمومن صاحب اور حافظ لیاقت علی صاحب گنگوہ حاضر ہوا جب واپسی کے وقت حضرت سے رخصت ہونا چاہا تو دوپہر کا وقت تھا اور یون خیال تھا کہ رامپور دس کوس ہے عصر کے وقت تک وہان پہونچ لینگے رات حضرت حکیم ضیاء الدین صاحب کی خدمت مین گذار کر علی الصباح دیوبند روانہ ہولینگے حضرت نے فرمایا "اُسوقت کیون جاتے ہو رات کو کہان مارے مارے پھروگے" مین نے عرض کیا کہ حضرت شب کو رامپور مین ٹھیرنیکا قصد ہے اسپر بھی آپنے یہی فرمایا "رات کو ناحق راستہ مین پریشانی ہوگی کیا فائدہ ہے صبح کو چلے جانا"۔ سب کو تعجب ہوا کہ گرمی کا موسم ہے ایسے بڑے دن مین دس کوس کی مسافت ہی کیا ہے چار گھنٹہ نہین پانچ گھنٹہ سہی رات مین تو ابھی سات گھنٹہ باقی ہین۔ مین نے پھر عرض کیا کہ کل کو بندہ کا مدرسہ مین حاضر ہوجانا ضروری ہے حضرت نے فرمایا "مدرسہ کے حرج کا تو مجھے بھی بہت خیال ہے لیکن تمہاری تکلیف کی وجہ سے کہتا ہون کہ ناحق راستہ مین مارے مارے پھروگے سخت تکلیف اُٹھاؤگے" باوجود حضرت کے بار بار اس فرمانے کے ہمین مطلق خیال نہوا کہ "شیخ ہرچہ گوید دیدہ گوید" اپنی ہی کہے گئے آخر حضرت نے مصافحہ کیا اور فرمایا "اچھا بھائی جاؤ فی امان اللہ" غرض چلدیے جب آبادی سے باہر نکلے تو حافظ لیاقت علی کو تنبہ ہوا کہنے لگے میان خدا خیر کرے آج دیکھئے کیا مصیبت جھیلنی پڑے ہمنے حضرت کا ارشاد نہین مانا اور اُسوقت کچھ نہ سوچا کہ کیا کرنا چاہیے حضرت کا فرمانا خالی نہ جائیگا مین ایک دفعہ پہلے تجربہ کرچکا ہون اسکے بعد انہون نے اپنا قصہ سنایا کہ حضرت سے ایکبار مین رخصت ہونے لگا آپنے فرمایا "اب نہ جاؤ راستہ مین بارش مین بھیگ جاؤگے پریشان ہوگے" چونکہ اُسوقت آسمان بالکل صاف اور آفتاب نکلا ہوا تھا مجھے بارش کا وسوسہ بھی نہین گذرا مین نے عرض کیا کہ حضرت آسمان پر ابر کا نشان بھی نہین آپنے پھر یہی فرمایا کہ "راستہ مین بارش مین بھیگوگے پریشان ہوگے" مین نے پھر عرض کیا حضرت ابھی تو بارش کا کوئی بھی سامان

نہین اور مجھے بوجہ ملازمت آج ہی وطن پہونچنا ضروری ہے میرے اصرار پر حضرت نے اجازت دیدی اور مین گنگوہ سے باہر نکلا دو تین کوس چلا ہونگا کہ دفعۃً ابر نمودار ہوا اور چارطرف گھٹا چھاگئی پاس نزدم کی بارش ہوئی کہ پاؤن اُٹھانا اور ایک قدم چلنا مشکل پڑگیا سر سے لیکر پاؤن تک خوب نہایا اور بدقت تمام خدا خدا کرکے نانوتہ پکڑا مجبور وہین رات کو ٹھیرنا پڑا اور بڑی تکلیف اُٹھاکر اگلے دن دیوبند پہونچا۔ سو دیکھئے آج کیا تقدیر مین لکھا ہے ؟ اسی فکر مین جارہے تھے کہ ایک بٹیا نظر پڑی یہ سوچکر کہ یہ پیدل کا راستہ بہ نسبت لیکھ کے قریب تر ہے تینون اُسی راستہ ہو لئے کہ دو کوس کی بچت نکل آئیگی شام تک چلتے رہے مگر رامپور ہی نظر نہ آیا مغرب کے وقت ایک گانو نظر آیا وہان جو رامپور کا راستہ پوچھا تو معلوم ہوا کہ گنگوہ سے پندرہ کوس آلئے اور یہان سے رامپور سات کوس ہے۔ تینون مسافر گھبرا اُٹھے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن آخر بعد مغرب وہان سے بھی چل پڑے اندھیری رات تھی اور اتنی شدید کہ پاس کی چیز بھی دکھائی نہ دیتی تھی آخر بٹیا بھی چھوٹ گئی کھیتون مین بے راہ چلنا پڑا دو دن ہوئے بارش ہوئی تھی اسلئے جگہہ جگہہ گھٹنون تک پانی تھا اور کہین ایسی دلدل کہ نکلنا مشکل اُفتان خیزان ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے جدھر مُنہ اُٹھا چل رہے تھے نہ آدم نہ آدم زاد کہ بھٹکے مسافرونکو رستہ بتادے آخر ایک بَن سامنے نظر پڑا جسکے گنجان درختون مین گھُسنے کی بھی جگہہ نہ ملی نگاہ اُٹھاکر دیکھین تو میلون مین پھیلاؤ دکھائی دیا اور دوسری طرف کہین راستہ نظر نہ آیا حیران پریشان کہ کہان جائین اور کیا کرین مجبور تھک کر یہان کھڑے ہوگئے اور بیکسی کی حالت مین دعا مانگی کہ یا اللہ راہبر بھیج کہ مشکل آسان ہو چند منٹ گذرے تھے کہ پاس کے کھیت مین سے ایک شخص ادھر ہی آتا معلوم ہوا اور دور ہی سے اُس نے آواز دی کون کھڑے ہین ہم نے کہا بھائی مسافر ہین اُس نے کہا گھبراؤ نہین مین آگیا اگر مین نہ آتا تو تمکو راستہ نہ ملتا آؤ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ" یہ کہکر وہ اُسی بَن مین گھُسا ہم اُسکے پیچھے ہو لئے چند قدم چلے تھے کہ ایک بٹیا نظر آئی اُسپر چل پڑے نہ کہین پانی ملا نہ گارا راستہ مین اس شخص نے یہ بھی کہا کہ تم جس جگہہ جاتے ہو وہان کل رات ایک شخص کے یہان چوری ہوگئی بہت مال گیا ہمین خیال بھی نہ ہوا کہ یہ شخص کون ہے اور کیونکر اسکو علم ہوا کہ ہم کہان جاتے ہین خلاصہ یہ کہ دس پندرہ منٹ مین اس شخص نے رامپور کی آبادی کے قریب ہمین پہونچادیا اور کہا دیکھو یہ چراغ جو نظر آرہے ہین رامپور ہی ہے چلے جاؤ۔ تب ہم نے اُس شخص سے پوچھا اور تم کہان جاتے ہو اُنہون نے کہا مین بھی آتا ہون

استنجا کرکے یہ کہکر ہمارے قریب ایک درخت کے نیچے استنجا کا بہانہ کرکے بیٹھ گئے اُسوقت ہمین خیال ہوا کہ ایسی حالت مین خضر علیہ السلام رہبری فرمایا کرتے ہین ضرور یہ وہی ہین ان سے ملنا چاہیئے یہ سوچتے ہی ہم لپکے چار طرف دیکھا مگر کہین نشان نہ پایا آخر رامپور پہونچے اور رات وہان گذاری۔

اِس قسم کے واقعات حضرت امام ربانی قدس سرہ کی سوانح شریفہ مین سیکڑون بلکہ ہزارون ہین جو عام وخاص متوسلین پر وقتاً فوقتاً پیش آئے مُشتے نمونہ از خروارے چند امور ہدیۂ ناظرین کردئے گئے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدّت فیوضہ ابتدا مین ایسے ضعیف الطبع تھے کہ چند آدمیون کے مجمع مین گفتگو فرمانے سے بھی جھجکتے اور مرعوب ہو جاتے تھے جن دنون حضرت مولانا ریاست بھاولپور مین مدرس تھے اور مخالفین سے مناظرہ ہونا معین ہوگیا تو مولانا ہی اس جانب سے مناظر قرار فرمائے جب حضرت امام ربانی کی خدمت مین حاضر ہوئے تو ضعف طبع اپنا ظاہر کیا اور عرض کیا کہ حدیث مین آیا ہے جریر بن عبداللہ بجلی گھوڑے پر سوار نہو سکتے تھے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے انکا یہ ضعف جاتا رہا اور اعلیٰ درجہ کے شہسوار ہوگئے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی قوتون اور تصرفات کا اثر امور طبعیہ پر بھی پڑتا ہے حضرت میرے لئے بھی دعا فرماوین مجھے یہی فکر ہے کہ میری مرعوب ہو جانے والی طبیعت کئی ہزار عوام وخواص کے مجمع مین مناظر بنکر کسطرح تقریر کی اجازت دیگی چنانچہ حضرت نے فرمایا حق تعالیٰ مین سب قدرت ہے اسکے بعد حضرت مولانا کی طبیعت مین جو جرأت پیدا ہوئی وہ اسی سے ظاہر ہے کہ علماء ہندوستان مین رئیس المتکلمین کے لقب سے ملقب ہین اور بڑے مجمعون مین تقریر کرنے یا مخالفین کی ہزارہا تعداد والی جماعت مین مباحثہ اور مناظرہ کرنے کے لئے مولانا ہی منتخب ہوتے اور آگے بڑہائے جاتے ہین۔

یہ ثمرات ہین اُن تصرفات کے جو حق تعالیٰ نے اپنے مقبولین کو عطا فرمائے ہین اور آثار ہین اُس مقبولیت وقرب منزلت کے جسکے سبب خلاف عادت امور ظاہر ہوکر کرامت کے نام سے مشہور ہوتے ہین امام ربانی قدس سرہ کی کرامات کا حصر واحصا کرنا میری وسعت سے باہر ہے خصوصاً جبکہ اپنی معلومات بھی بتمامہا عرض نہین کرسکتا۔ کشفی واقعات جنکو عوام نے ولایت کا مدار اور عرفان معرفت کا آلہ سمجھ رکھا ہے اگر دیکھے جائین تو امام ربانی قدس سرہ کی سوانح مین اس کثرت سے نکلینگے کہ گنتی اور شمار بھی مشکل ہے مگر چونکہ آن غواص بحر حقیقت کی خاکبوسی کے طفیل یہ ثمرہ عام متوسلین کو ملا ہے کہ

اصل کمال یعنی اتباع شریعت محمدیہ کے مقابلہ پر ایسے واقعات کو ہیچ در ہیچ سمجھا جائے اسلئے نہ کبھی کسی کو جمع کرنے کی توجہ ہوئی نہ محفوظ رکھنے یا قلمبند کر لینے کا خیال پیدا ہوا آپ کے متوسلین کی ہزاران ہزار جماعت مین شاید کوئی شخص ایسا نہو جسپر کشف یا کرامت کے متعلق کوئی واقعہ پیش نہ آیا ہو پھر اس بحر زخار کو کوزہ مین کوئی کیونکر بند کر سکتا ہے تکملۂ عنوان کی غرض سے چند واقعات اسکے بھی درج کرتا ہون۔

مولانا علی رضا صاحب حضرت کے شاگرد ہین فرماتے ہین کہ زمانہ طالبعلمی مین مجھے ایسا مرض لاحق ہوا کہ وضو قائم نہ رہتا تھا بعض نماز کے لئے تو کئی کئی بار وضو کرنا پڑتا تھا ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ فجر کی نماز کو بندہ مسجد مین سویرے آگیا سردی کا موسم تھا اور اُسدن اتفاق سے جاڑہ بھی زیادہ تھا بار بار وضو کرنے مین بہت تکلیف ہوتی تھی جی چاہتا تھا کسی طرح جلد نماز سے فراغت ہو جائے تقدیری بات کہ حضرت امام ربانی نے اُسدن معمول سے بھی کچھ زیادہ دیر لگائی مَین کئی مرتبہ سخت سردی مین وضو کرنے سے بہت پریشان ہوا اور وسوسہ گذرا کہ ایسی بھی کیا حنفیت ہے حضرت ابھی اسفار ہی کے منتظر ہین اور ہم وضو کرتے کرتے مرے جاتے ہین۔ لحظہ دو لحظہ کے بعد ہی حضرت تشریف لائے اور جماعت کھڑی ہوگئی۔ فراغت کے بعد حسب معمول دیگر اشخاص کے ہمراہ مَین بھی حضرت کے پیچھے پیچھے حجرہ شریفہ تک گیا جب سب لوگ لوٹ گئے اور حضرت نے دروازہ بند کرنا چاہا تو مجھے پاس بلا کر ارشاد فرمایا کہ بھائی یہان کے لوگ نماز فجر کے واسطے تاخیر کر کے آتے ہین اسوجہ سے مین بھی دیر کر دیتا ہون یہ فرما کر حضرت حجرہ مین تشریف لے گئے اور مین ندامت سے پسینہ پسینہ ہوگیا۔

منشی نثار علی اور گوہر خان ملازم پلٹن نمبر ۳۵ رخصت لیکر بارادہ بیعت لکھنو سے گنگوہ روانہ ہونیکو طیار ہوئے دروازہ پر سواری تک آکھڑی ہوئی اتفاق سے کسی حاکم کی آمد کا تار آیا اور عین وقت پر انکو افسر کے حکم سے رکنا پڑا دس دن کے بعد فارغ ہو کر گنگوہ پہونچے تو حضرت نے صاف ارشاد فرمایا کہ تم دونون صاحب فلان روز روانہ ہونا چاہتے تھے مگر روک لئے گئے تھے اور جب کھانا دسترخوان پر آیا تو فرمانے لگے کہ آپ کے ساتھ دو ٹٹو بھی تو ہین آخر وہ بھی میرے مہمان ہین اول انکو گھاس دانہ پہونچنا چاہئے حالانکہ دونون کے ٹٹوؤن پر سوار ہو کر آنیکی اطلاع آپکو کسی آدمی نے نہین دی تھی۔

منشی محمد حسن صاحب نائب محافظ دفتر بجنور ایک مرتبہ حاضر آستانہ ہوئے اور کوئی بات تخلیہ مین عرض کرنی چاہتے تھے اسلئے موقع کے منتظر تھے مگر خدام کی آمد ورفت مین ایسا وقت ہی نہ ملا کہ عرض

معروض کر لین آخر حجرہ مین آکر مولوی حبیب الرحمٰن صاحب سے کہا کہ آپ میری تقریب کر دین کہ تنہائی مین کچھ عرض کر لون" چند لمحہ گذرے تھے کہ ایک شخص حجرہ کے دروازہ پر آئے اور انہین سے کہا کہ ابھی تمکو حضرت یاد فرماتے تھے کہ محمد حسن جب آئے ہین انہون نے کچھ کہا سنا نہین چنانچہ یہ گئے تو حضرت تنہا حجرہ مین تشریف فرما تھے جب منشا کے مطابق عرض معروض کر چکے تو پھر لوگون کی آمد شروع ہو گئی۔

حضرت مولانا صادق الیقین رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے والد شاہ سراج الیقین صاحب سے جو اپنے والد کی طرف سے مجاز تھے اور طریقہ متعارف پر فاتحہ وغیرہ کے قایل تھے انہین مسایل مین کچھ جھگڑا ہوا مولانا سراج الیقین صاحب عرس بلا منا ہیر کو سبب برکت بتلاتے اور معمول قرار دیئے ہوئے تھے اور مولانا مرحوم انکار فرماتے تھے باپ بیٹون مین اس اختلاف کے سبب رنج ہو گیا اور مولانا مرحوم کشیدہ خاطر ہو کر گنگوہ چلے آئے۔ آنے کو تو آگئے مگر والد صاحب کی ناراضی کا اکثر خیال آتا تھا ایک دن حضرت کیخدمت مین حاضر تھے یکایک حضرت نے ان سے ارشاد فرمایا کہ "مین نے تمہارے والد کی طرف خیال کیا تھا ان کے قلب مین تمہاری محبت جوش مار رہی ہے اور یہ خفگی صرف ظاہری ہے امید ہے کل پرسون تک تمہارے بلانے کو انکا خط بھی آجائے" چنانچہ دو کر ہی دن شاہ صاحب کا خط آیا جس مین مفارقت کا صدمہ و رنج ظاہر کیا اور یون لکھا تھا کہ تم فوراً چلے آؤ جس طریق پر تم کہو گے اُسی طرح عمل کرونگا۔

ایکبار حضرت کے ایک خادم نے حاضر آستانہ ہو کر مصافحہ کیا آپ حجرہ مین تھے انکے بیٹھتے ہی حضرت نے فرمایا پہلے اپنا اسباب لا کر سامنے کے حجرہ مین رکھدو ایک خادم نے عرض کیا ابھی رکھ اسباب مین لے آیا ہون آپ نے فرمایا نہین بھائی اپنا اسباب آپ ہی خوب دیکھا جاتا ہے" اس اشارہ پر وہ اُٹھے اور خادم کا لایا ہوا اسباب دیکھا تو لوٹا نہین تھا سواری واپسی کی تھی مگر اتنا غنیمت تھا کہ دوسری جگہہ جا ٹھیری تھی ابھی لوٹی نہ تھی آخر بدقت اگلے دن لوٹا دستیاب ہوا۔

صوفی کرم حسین صاحب فرماتے ہین کہ قبیل عصر جب حضرت تلاوت سے فارغ ہوتے اور حجرہ کا دروازہ کھلنے کا وقت آتا تو مین حاضر ہوتا مگر اس خیال سے کہ شاید تلاوت کے بعد حضرت خواب استراحت مین ہون بہت ہی آہستہ آتا تھا کہ مطلق آہٹ نہو اور باہر سہ دری ہی مین بیٹھ جاتا تھا کچھ وقفہ نہ گزرتا کہ حضرت امام ربانی اکثر میرا نام لیکر اور کبھی کبھی باین الفاظ کہ کون ہے آجاؤ مجکو باریابی عطا فرمایا کرتے تھے

صوفی کرم حسین صاحب ایکمرتبہ بیمار ہوئے اور چند روز کے بعد صحت ہو گئی ان کے مکان سے

طلبی کا خط پہونچا تو انہون نے روانگی کا قصد کیا حضرت سے جب رخصت ہونے گئے تو خلاف عادت فرمانے لگے کرم حسین کل کو مت جاؤ دو تین روز کے بعد جانا۔ ارادہ کا فسخ طبع کو گران تو ہوا مگر ٹھیر گئے اگلے دن دفعۃً تپ ولرزہ آیا اور وہ بھی اس شدت کے ساتھ کہ عشا کے وقت تک اُٹھ ہی نہ سکے تو وقت خیال ہوا کہ آج راستہ مین ہوتا تو کیسا مزہ آتا غرض اُسی روز آنا ہوا جو حضرت نے فرمایا تھا۔

منشی اختر جمیل صاحب کی پولیس سے کچھ مخالفت ہو گئی اور ایک سنگین مقدمہ مین مبتلا ہو گئے جب چار طرف سے یاس ہوئی اور پریشانی بڑھی تو حضرت کی خدمت مین عرض حال کیا آپنے جواب تحریر فرمایا تمکو کچھ پریشان ہونیکی ضرورت نہین تمہارا کوئی کچھ نہین کر سکتا۔ حضرت کی دعا کا ثمرہ تھا کہ اس معاملہ مین انکا بال بھی بیکا نہوا۔ اسکے بعد عدالت مال مین مدعا علیہ بنائے گئے اس مرتبہ انکی استدعا پر یہ جواب تھا کہ "مقدرات ٹلتے نہین مین بھی دعا کرتا ہون اللہ قبول فرمائے لیکن مقدرات نہین ٹلتے" چنانچہ مقدمہ مین ناکام رہے اور دلخواہ نتیجہ نہ نکلا۔

میر محبوب علی صاحب اپنی اہلیہ کو اپنی خالہ کے پاس گنگوہ لیگئے تھے انکو وہان اُتار کر خود حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے یکایک دل مین خیال آیا کہ گھر والی کو بھی حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرا دیتا تو بہتر تھا چنانچہ حضرت سے عرض کیا حضرت نے فرمایا بہتر ہے لے آؤ۔ اب انکو خیال ہوا کہ ایسی بے طہارتی مین لانا ٹھیک نہین کل کو غسل کر کے آنا مناسب ہے حضرت نے پھر فرمایا جاؤ لے آؤ انہون نے عرض کیا کہ حضرت کل کو لے آؤنگا۔ حضرت نے لوٹ پھیر کر کئی بار فرمایا مگر یہ نسمجھے اور یون ہی عرض کرتے رہے کہ کل کو لے آؤنگا آخر حضرت نے ارشاد فرمایا خیر تمہاری مرضی کل کو لے آئیو آج لے آتے تو اچھا تھا۔ اگلے دن جب یہ بیچاری نہا دھو کر حاضری کے لئے طیار ہوئی دفعۃً اس زور کی آندھی آئی کہ آنا ہو ہی نسکا مجبور تیسرے دن شرف بیعت حاصل ہوا۔

منشی قادر بخش صاحب بلند شہری تحریر فرماتے ہین کہ مولانا خلیل الرحمن جنکو سابق امیر کابل یعقوب خان انکی بزرگی کے سبب ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے ہین فرماتے تھے کہ مین جس زمانہ مین حضرت کی خدمت مین حدیث پڑہتا تھا ایک طالب علم تھے ولی محمد بیچارے بہت مسکین اور پارسا شخص تھے جو تھوڑا سا خرچ انکے گھر سے آیا کرتا بس اُسی مین گذر کیا کرتے تھے کیسی ہی ضرورت ہو کبھی دوست یا ہم جماعت تک سے ذکر نہ کرتے تھے ایکبار مکان سے خرچ آنے مین دیر ہوئی اور انکو ایک یا دو فاقہ کی نوبت

پہونچی مگر نہ انہون نے کسی سے ذکر کیا نہ کسی صورت یہ حال کسی پر ظاہر ہوا اسی حالت مین صبح کیوقت بغل مین کتاب دبائے پڑھنے کے واسطے حضرت کی خدمت مین آرہے تھے کہ راستہ مین حلوائی کی دوکان پر گرم گرم حلوا بک رہا تھا یہ کچھ دیر وہان کھڑے رہے کہ کچھ پاس ہو تو کھائین مگر پیسہ بھی نہ تھا اسلئے صبر کرکے چلدئے اور خانقاہ مین پہونچے حضرت گویا انکے منتظر ہی بیٹھے تھے سلام کا جواب دیتے ہی فرمایا مولوی ولی محمد آج تو حلوا کھانے کو ہمارا جی چاہتا ہے لو یہ چار آنہ لیجاؤ اور جس دوکان سے تمکو پسند ہو وہین سے لاؤ غرض مولوی ولی محمد اُسی دوکان سے حلوا خرید کر لائے اور حضرت کے سامنے رکھدیا حضرت نے ارشاد فرمایا "میان ولی محمد میری خوشی یہ ہے کہ اِس حلوے کو تم ہی کھالو" مولوی ولی محمد صاحب اس قصہ کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ حضرت کے سامنے جاتے مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ قلب کے وساوس اختیار مین نہین اور حضرت اُنپر مطلع ہوجاتے ہین۔

حافظ عبدالحفیظ صاحب میرٹھی تاجر بمبئی فرماتے ہین کہ مین اپنی اہلیہ کو بمبئی لیجانا چاہتا تھا گنگوہ حاضر ہوا تو مشورۃً حضرت سے قصد ظاہر کیا بیساختہ آپنے فرمایا "کیا مارنے کے واسطے لئے جاتے ہو"؟ یہ بیچارے کیا سمجھتے کہ مطلب کیا ہے دوبارہ پھر عرض کیا کہ حضرت وہان مجھے تکلیف بہت ہوتی ہے آپنے ارشاد فرمایا "اچھا لیجاؤ مگر عید تک گھر پہونچا دینا" غرض وہان سے رخصت ہوئے اور اہلیہ کو لیکر بمبئی پہونچے چونکہ حضرت کا ارشاد یاد تھا اسلئے عید سے پہلے میرٹھ پہونچا دیا چند ہی روز بعد دفعۃً مبتلائے مرض ہوئی اور دار فانی سے رحلت کرگئی اُسوقت خیال ہوا کہ چند روز تساہل کرتا تو یہ سانحہ یہان بمبئی ہی مین پیش آتا۔

ایکمرتبہ دو شخص اجنبی آپکی خدمت مین حاضر ہوئے اور سلام و مصافحہ کے بعد بیعت کی تمنا ظاہر کی آپنے فرمایا "دو رکعت پڑھو" حضرت کے اِس ارشاد پر تھوڑی دیر تو دونون صاحب گردن جھکائے بیٹھے رہے پھر چپکے ہی اُٹھکر چلدئے جب دروازہ سے باہر ہولئے تب حضرت نے فرمایا "دونون شیعہ تھے میرا امتحان لینے آئے تھے" حاضرین مین سے بعض آدمی اسکی تحقیق کو اُنکے پیچھے گئے اور معلوم کیا تو واقع مین رافضی تھے۔

مولوی محمد سہول صاحب کے ایکمرتبہ بعض مسائل حقہ کے علی الاعلان بیان کرنے پر لوگ مخالف بہت ہوگئے اور یہ مخالفت یہان تک بڑھی کہ تذلیل و توہین کی سعی مین مخالفون نے کوتاہی نہ کی جھوٹے الزام قائم ہوکر فوجداری کا مقدمہ بھی قایم کردیا گیا جب بہت پریشان ہوئے تو حضرت نے

جواب جہے پر فرمایا گھبراؤ نہیں مین دعا کرتا ہون خدا پر بہروسہ رکھو "دشمن اگر قویست نگہبان قوی تر است"
حضرت کی اس تحریر سے گونہ تسکین ہوئی مگر جو رنگ آنکھون سے دیکھ رہے تھے وہ ہراسان بناتا تھا کچہری مین ملزم بنکر پیش ہونا پڑیگا خدا جانے کیا سوال ہو اور کیا جواب منہ سے نکلے اسی پریشانی مین آنکھ لگ گئی خواب مین دیکھا کہ حضرت انکا ہاتھ پکڑے اپنے ساتھ لئے جاتے ہین۔ یکایک آنکھ کھلگئی اور قلب سے اضطراب رفع ہوگیا دوایک دن بعد مقدمہ خارج ہوگیا اور انکو عدالت مین جانا بھی نہ پڑا۔

مرزا غلام احمد قادیانی جس زمانہ مین براہین لکھ رہے تھے اور اُنکے فضل وکمال کا اخبارات مین چرچا اور شہرہ تھا حالانکہ اُسوقت تک انکو حضرت امام ربانی سے عقیدت بھی تھی اسطرف کے جانے والون سے دریافت کیا کرتے تھے کہ حضرت مولانا اچھی طرح ہین؟ اور دہلی سے گنگوہ کتنے فاصلہ پر ہے؟ راستہ کیسا ہے؟ غرض حاضری کا خیال بھی معلوم ہوتا تھا اُسی زمانہ مین حضرت امام ربانی نے ایک مرتبہ یون ارشاد فرمایا تھا کہ "کام تو یہ شخص اچھا کررہا ہے مگر پیر کی ضرورت ہے ورنہ گمراہی کا احتمال ہے" اسکے بعد ہی مجددیت ومہدویت وعیسویت کے خیالات ظاہر ہونے شروع ہوگئے۔

حافظ محمد ابراہیم صاحب خویش حضرت قدس سرہ فرماتے تھے ہماری طالبعلمی کے زمانہ مین، سہ دری طیار نہوئی تھی حضرت کے حجرہ شریفہ مین لوٹے بھرے رہتے تھے ہان حضرت نوافل صرف وہان ادا فرمالیتے تھے خربزہ کا موسم تھا ایکبار ہم طالبعلمون نے کچھ بتاسے جو خربزون کے ساتھ کھانیکو لائے تھے اِدہر اُدہر لوٹون مین چھپادئے جب نماز کو باہر آئے تو بجماعت طلبہ نے مجھسے کہا کہ جاؤ چپکے سے بتاسے نکال لاؤ مین دبے پاؤن نہایت آہستہ گیا دیکھا تو حضرت آستین اُتار رہے تھے فرمایا جا جلدی نکال لیکر بیجا نماز کا حرج ہو رہا ہے"۔

افسر الاطبا مولانا حکیم احمد سعید امروہی فرماتے ہین مجھے ابتدا سے بزرگان دین کی زیارت کا شوق رہا اور دور دراز کے سفر بھی کئے مشاہیر اکابر کی خدمت مین حاضر بھی ہوا مگر خدا جانے کیا سبب تھا کہ کہین دلکو ایسا اطمینان نہوا کہ بیعت کرتا اسی خیال مین گنگوہ بھی حاضر ہوا اور حضرت کے کمال اتباع سنت کو دیکھکر عقیدت بڑھی مگر تاہم یہ خیال تھا کہ جب تک اُدہر ہی سے قلب کو نہ کھینچا جائیگا بیعت نہ کرونگا کئی دن قیام کیا آخر آپکے معمولات پسندیدہ واخلاق حمیدہ دیکھکر بیعت کا ارادہ ہوہی گیا بعض خدام کے واسطہ سے مین نے یہ درخواست پیش کی حضرت نے صاف انکار فرمادیا کہ نہین

بھائی معاف کر دیجئے لوگون کو مرید کرنا جان کو آفت مین ڈالنا ہے کوئی سفارش کراتا ہے کوئی الزام لگاتا ہے غرض ٹھیک نہین" حضرت کا جواب مین نے سُنا تو بہت افسردہ ہوا کہ افسوس مجھ مین قابلیت بھی نہین کہ مرجع خلائق فیاض زمان راہبر کی دست بوسی نصیب ہو اسی افسوس وحسرت مین کئی دن گذر گئے آخر ایک دن حضرت تنہا حجرہ مین تشریف فرما تھے موقع غنیمت سمجھکر جرأت کر کے مین اندر چلا گیا اور عرض کیا کہ حضرت مجھے محرومی کی امید نہ تھی گو مین ناقابل ہون مگر حضرت تو سب قابل ہین اُسوقت حضرت نے میری طرف نظر فرمائی اور کہا "اچھا جلدی کیا ہے ابھی اپنے قلب کا اطمینان تو کر لو" مین اپنے وسوسہ واہیہ اور خیال فاسد پر بہت نادم ہوا اور معذرت کی آپ نے فرمایا نہین نہین بیعت سے پہلے انسان کو ہر طرح قلب مطمئن کر ہی لینا چاہیئے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست		پس بہر دستے نباید داد دست	

بالفعل تم جاؤ اور اپنا کام شروع کرو حق تعالیٰ برکت عنایت فرمائیگا" اسکے بعد ہی میرے قلب پر سکون پیدا ہونا شروع ہو گیا بے چینی جاتی رہی اور وہ تعلق قائم ہو گیا جو مرید کو اپنے شیخ سے ہوتا ہے وطن سے حیدر آباد واپس آیا تو دنیاوی برکات بھی بہت کچھ حاصل ہوئین افسر الاطبا رکارئیس کی طرف سے خطاب بھی ملا اور بڑے بڑے ڈاکٹرون کے مقابلہ پر بارہا کامیابیون کے سبب دن بدن اعزاز بڑھتا رہا۔

مولوی ولایت حسین صاحب ایکبار حاضر خدمت ہوئے حضرت اُسوقت مولوی صدیق احمد صاحب سے استفتا کا جواب لکھوا رہے تھے انکے دل مین خیال آیا کہ کاش یہ خدمت میرے سپرد ہوتی اُسی وقت حضرت نے یہ قصہ بیان فرمایا ایکبار مین حضرت کی خدمت مین تھانہ بھون حاضر ہوا وہان مولانا شیخ محمد صاحب نے مجھسے مقدمات کے جواب دعوے لکھوانے چاہے مین نے حضرت حاجی صاحب سے عرض کیا کہ آپ مجھے مکان جانیکی اجازت عطا فرما دیجے مین یہان جواب نویسی کیلئے نہین آیا ہون۔

اسی طرح ایک مرتبہ مولوی صاحب کو وسوسہ ہوا کہ حضرت مجدد صاحب اپنے بعض مکتوبات مین ذکر جہر کو بدعت فرماتے ہین حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے تو انہین کو مخاطب بنا کر حضرت نے ارشاد فرمایا ذکر جہر کی اجازت بعض وقت حضرات نقشبندیہ بھی دیدیتے ہین۔

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب گنگوہی کو فقیرون سے ملنے کا شوق تھا جب کہین سُنتے کہ ایک بزرگ آئے ہین یہ بھی ان سے ملنے کو لپکتے تھے ایک مرتبہ اسی شہرت پر ایک فقیر کے پاس گئے تو

کسی کو بیٹھا پایا اُسیوقت اُلٹے پاؤن لوٹ آئے دوسری بار کوئی مولوی آئے لوگون نے اُنکی بہت تعریف کی کہ بڑے بزرگ ہین یہ اُن سے بھی ملنے کو گئے تو اُنکو بدعتی پایا آخر جب گوالیار سے گنگوہ آئے اور حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے تو حضرت نے بدعتی فقیرون اور مولویونکا تذکرہ شروع فرمایا اور خصوصیت کے ساتھ اُنکو مخاطب بنا کر کہا مولوی اسمٰعیل تمکو خاصکر کہتا ہون کہ بدعتی فقیرون مولویون سے مت ملا کرو" اُس روز سے مولوی اسمٰعیل صاحب نے توبہ کی کہ آیندہ جب تک پورا اطمینان نہوگا کسی کے پاس نجاؤنگا۔

ایکبار مولوی اسمٰعیل صاحب حضرت کیخدمت مین حاضر تھے اپنے شاگردون کی عدم ترسیل خطوط کی شکایت ذہن مین تھی حضرت نے اِدہر اُدہر کی باتونمین اُسیوقت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ میرے تین سو شاگرد ہین مگر دو چار ہی خط سے یاد کرتے ہین

غرض اس قسم کے واقعات اس کثرت کے ساتھ پیش آئے کہ حضرت کے متوسلین بھی اسکو معمولی بات سمجھتے ہین نہ کسی کو یاد رکھنے کی طرف توجہ ہوئی نہ محفوظ کرنے کا خیال پیدا ہوا ؎

این شرح بے نہایت کز حسن یار گفتند | حرفیست کز ہزاران کاندر عبارت آمد

آپکے خدام کی ہزاران ہزار جماعت مین شاید کوئی متنفس ایسا ہو جسپر ایک یا زیادہ واقعات ایسے نہ گذرے ہون نمونہ کے طور پر چند وقائع نذر ناظرین کردئے گئے ورنہ اصل بات یہ ہے کہ آپکے باطنی تصرف اور قلبی توجہ کے سامنے کشف کونی و زمانی کا ایسا مرتبہ نہین جسکو لذت کے ساتھ بیان کیا جائے منصب ارشاد و ہدایت کے درجہ مین جو تفقہ اور فہم و حذاقت حق تعالیٰ شانہ نے آپکو عطا فرمائی تھی وہ اسدرجہ وسیع ہے کہ اُسکے ذکر مین زبان کو اور تحریر مین قلم کو ذوق حاصل ہوتا ہے تعلیم و تلقین اور خدام کی نگہداشت و تربیت مین جو استعداد تشخیص و ملکہ علاج آپکی فطرت مین ودیعت تھا اور جسکے ظل حمایت مین نیابت نبوت محمدیہ کا بے بہا تاج آپکے فرق اطہر پر رکھا گیا پس وہ قلبی انجلا اور اذعان و یقین کا چمکتا ہوا چراغ آپکے مرتبہ کمال کا علو ظاہر کرنے کو کافی ہے اسلئے مناسب ہے کہ آپکے چند ارشادات جمع کردئے جائین کہ ذریعہ ہدایت خلق اور صدقہ جاریہ ہین جب تک حق تعالیٰ کو منظور ہو قائم و برقرار ہین۔ ہر چند کہ آپکی زبان مبارک سے نکلا ہوا ہر لفظ آخرت کی جانب رغبت دلانے والا اور رہبری کا کام انجام دینے والا ہے مگر بعض الفاظ کی منفعت جلی و واضح ہے اور بعض کی خفی و دقیق کہین سوال کا جواب ہے اور کہین بطور خود تقریر و تبیان اسلئے ارشادات صالحین کی حکایات اور ملفوظات تین عنوانات مین پھیلا کر اسکا نمونہ دکھلانا مناسب معلوم ہوا۔ ہر سہ مضامین کا لطیف فرق اور دقیق تمایز اس تقسیم کا باعث ہوگیا ورنہ مقصود تینون کا ایک اور ثمرہ واحد ہے۔ واللہ الموفق وعلیہ التکلان

ارشادات

گفتم کہیم دہان ولبت کامران کنند	گفتا بچشم ہرچہ تو گوئی ہمسان کنند
گفتم خراج مصر طلب میکند لبت	گفتا درین معاملہ کمتر زیان کنند
گفتم ز لعل نوش لبان پیر را چہ سود	گفتا بوسۂ شکرینش جوان کنند
گفتم دعائے دولت تو ورد حافظ است	گفت این دعا ملائک ہفت آسمان کنند

اصطلاح حضرت ابو الحال ابن الحال

ایک بار ارشاد فرمایا بعض لوگ ابو الوقت ہوتے ہین اور بعض ابن الوقت۔ ابو الوقت وہ ہین جنکا حال تابع ہوتا ہے کہ جب چاہین غلبہ کی کیفیت اپنے اندر لائین اور جب چاہین اُسکو دفع کر دین۔ اور ابن الوقت دونون صورتون مین مجبور ہے نہ لانے کی ہمت ہے نہ اُسکے دفع کی قوت۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جسکے قلب مین ذکر کا اثر آجائیگا وہ شخص اہل بصیرت کے نزدیک صاحب حال ہوگا مگر اثر جو اس کے بدن پر ظاہر ہوتا ہے جسکو اہل ظاہر حال کہتے ہین اُسکا کوئی وقت معین نہین بعض کو ابتدا مین پیدا ہوتا ہے پھر جاتا رہتا ہے بعض کو درمیان مین ہوتا ہے آخر مین رفع ہو جاتا ہے اور بعض کو آخر مین پیدا ہوتا ہے اور باقی رہتا ہے اور بعض کو درمیان مین پیدا ہوتا ہے اور نہین جاتا اور بعض کو ابتداء سے آخر تک رہتا ہے اسپر شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کا تمثیلاً تذکرہ فرمایا اسکے بعد فرمایا اور بعض کو بالکل ہوتا ہی نہین کمال مقصود کے واسطے دونون ضرور نہین جسکو جو طریق بھی حق تعالےٰ نصیب فرمائے۔

ایضاً

ایک روز کسی شخص نے حال کی حقیقت دریافت کی آپنے ارشاد فرمایا ہر شخص مین ایک قوت بہیمیت کی رکھی ہوئی ہے اور بہائم کی قوتین مختلف ہین اور اس بہیمیت کو تعلق اس عالم سے ہے اسی سے اسکو راحت ہے نیز ہر شخص مین روح ہے اور اُسکا تعلق عالم قدس سے ہے وہی اسکے لئے سبب راحت ہے جسوقت روح اُس عالم کی طرف چلتی ہے اس بہیمیت کو تکلیف ہوتی ہے اُسوقت اس مین حرکت وبیقراری شروع ہوتی ہے پس اگر یہ بہیمیت ضعیف ہے تو مغلوب ہو کر بیہوش ہو جاتی ہے اور روح اپنا کام کرتی ہے اور اگر قوی ہے تو کچھ تڑپ کر بیہوش ہو جاتی ہے اور اگر بہت ہی قوی ہے تو روح اپنا کام کرتی رہتی ہے اور یہ ادہر تڑپتی رہتی ہے آخر مین اسی قوت کے موافق

آثار پیدا ہوتے ہین اگر کسی شخص مین شیر کی قوت ہے تو درجہ کمال پر پہونچکر اسمین شجاعت وہمت غایت درجہ بڑہجاتی ہے اس مضمون کو شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہمعات مین مفصل لکھا ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ جب مین مکہ معظمہ گیا وہان ایک درویش تھے سید قاسم نقشبندی انکو اہل مکہ بہت مانتے تھے ایک شخص اُنکے سامنے حضرات نقشبند کی توہین کیا کرتے اور وہ بیچارے ضبط فرماتے تھے ایک دن غصہ مین آکر اُسپر توجہ ڈالدی وہ شخص تڑپنے لگا مجاورین کعبہ نے جب دیکھا کہ یہ شخص مرجائیگا بُرا حال ہے تو شبری پر لاد رسی سے باندہکر اُسکے مکان پر پہونچادیا آٹھ روز تک وہ شخص تڑپا کیا آخر اُسکی مان نے سیّد صاحب کی منت خوشامد کی تب آپنے پانی پڑہکر دیا اور فرمایا کہ تیرے بڑھاپے پر مجکو ترس آتا ہے ورنہ مین کبھی نہ ہٹتا یہانتک کہ اُسکی روح نکل جاتی۔ اسکے بعد حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھسے اُنکی تعریف فرمائی مین بھی اُن سے ملنے گیا مجھسے نہایت محبت سے ملے اور فرمایا اس زمانہ مین اکل حلال بہت دشوار ہوگیا حالانکہ بڑی ضرورت اسکی ہے مین کسی سے کچھ لیتا نہین ہون خود سونا بنا لیتا ہون تم بھی سیکھ لو مین نے انکار بھی کیا مگر جب اُنھون نے زیادہ اصرار کیا تو مین نے عرض کیا کہ حضرت اسوقت تو اسقدر مہلت نہین کہ آپ میرے سامنے بنائین اور مین دیکھون اور اچھا نہین معلوم ہوتا کہ حج کو آؤن اور سونا بناتا پھرون اگر ایسا ہی آپکا اصرار ہے تو نسخہ لکھا دیجے چنانچہ اُنھون نے نسخہ لکھا دیا اور فرمایا اگر کچھ بھول جاوے تو مجھسے پھر دریافت کر لینا۔ مین نے آکر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے سارا قصہ ذکر کیا آپ نے فرمایا تو ہرگز مت بنائیو بلکہ وہ نسخہ بھی اپنے دل سے بُھلا دیجیو کیونکہ اس سے توکل مین فرق آویگا مین نے ایسا ہی کیا کہ وہ نسخہ اُسوقت تو بیگ مین لاکر رکھدیا اور یہ خیال کیا کہ ہمارے دوست حکیم جی نے کہا تھا کوئی چیز ہمارے واسطے لانا بس یہ تحفہ اُنکے واسطے اچھا ملا پھر جب وطن آیا اور حکیم ضیاء الدین مرحوم ملنے آئے تو وہ کاغذ جون کا تون انکو دیدیا اور خود بُھلا دیا اسکے بعد فرمایا کہ بھائی الحمد للہ میری کوئی حاجت بند نہین رہتی ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ نانک جنکو سکھ لوگ بہت مانتے ہین حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مین سے ہین چونکہ اہل جذب سے تھے اسوجہ سے اُنکی حالت مشتبہ ہوگئی مسلمانون نے کچھ اُنکی طرف توجہ نکی سکھ اور دوسری قومین کشف وکرامات دیکھکر اُنکو ماننے لگے۔

ایکبار کسی خادم نے تصور شیخ کے متعلق دریافت کیا آپنے ارشاد فرمایا کہ خیال دو طرح کا ہوتا ہی ایک آمد جیسے خیال ولد وغیرہ کا جو خود بخود آئی اسطرح پیر کا تصور بوجہ محبت ہو تو کچھ مضائقہ نہیں دوسرا آورد کہ خواہ مخواہ تصور باندہا جاوے سو اسکی حاجت نہیں

ایک روز فرمانے لگے کسی نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ میان تیرا کوئی پیر بھی ہی؟ اُس نے کہا جی پیر تو میرے بہت سے ہین مگر دو پیر میرے اصلی ہین ایک طوطا اور ایک تلنگا (سپاہی) اور یہ اسطرح کہ میرے محلہ مین ایک تلنگا رہتا تھا ہمیشہ سویرے اُٹھتا مُنہ ہاتھ دھوتا وردی پہنتا اور بن سنور کر بادشاہ کے یہان اپنی نوکری پر جایا کرتا تھا مین اُسکو دیکھا کرتا تھا آخر ایک دن مجھے خیال ہوا کہ اگر ایک دن یہ اپنی نوکری پر نہ جاوے تو بادشاہ اسکو موقوف کردے اِسی طرح اگر تو اپنے آقائے وحدہ لاشریک کی حضوری اور اللہ کی یاد سے غافل ہوا تو تو بھی تلنگے کی طرح موقوف کردیا جائیگا پس اسی دن سے مین ذکر الٰہی مین شاغل ہون کبھی ناغہ نہین کرتا۔ طوطے کا پیر ہونا اِس طرح ہے کہ میرے محلہ مین ایک پڑوسی نے طوطا پال رکھا تھا جو میٹھی میٹھی باتین کرتا اور اپنی بولیون پر لوگون کو فریفتہ بنایا کرتا تھا ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ اُسکو بلّی نے آدبوچا جسوقت بلّی کے پنجہ اُسپر پڑے تو اُس نے کہا ٹین بجز اِس لفظ کے اُسکو کچھ بھی یاد نہ رہا ساری بولیان اور دل بہلاؤ چہچہانا بھول گیا مین یہ قصہ دیکھ رہا تھا اُسی وقت دل مین یہ مضمون پیدا ہوا کہ اسی طرح موت کے پنجہ کا شکار ہوتے وقت آدمی سب کچھ بھول جاتا ہے بجز اُس اصلی حالت کے جو طبعی ہے اور کوئی بات یاد نہین رہتی پس مین سب کچھ چھوڑ چھاڑ اللہ کی یاد مین لگ گیا تاکہ مرتے وقت ذکر اللہ کے سوائے کچھ نہ نکلے۔ اسکے بعد حضرت نے فرمایا سو ذکر الٰہی اسی واسطے کرتے ہین کہ مُنہ سے آخری وقت مین اللہ ہی کا نام نکلے۔

ایک دن تقریباً دس بجے دن کو چارپائی پر لیٹے تھے کہ آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے اور فرمایا کہ اسوقت مین یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ "حج مکہ معظمہ مین ہون" پھر فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اگر کوئی شخص خواب مین حج کرتے دیکھنے کی تعبیر پوچھتا تو آپ فرمایا کرتے تھے کہ تو حج کریگا مگر مین نے یہ بات زاید کردی کہ اگر حج نہین کریگا تو ثواب حج کا ضرور ملجائیگا اور یہ بات یون ہے کہ ایک بزرگ حج کے لئے تشریف لے گئے جب حج سے فارغ ہوئے تو خواب دیکھا کوئی شخص کہتا ہے کہ امسال تین لاکھ آدمی نے حج کیا مگر حج کسی کا قبول نہین ہوا بجز ایک شخص کے جو حج کو آیا نہین مگر اُسکا حج قبول ہوا۔ اِن بزرگ نے اُس شخص سے کہا تعجب ہے جو شخص حج مین حاضر نہو اُسکا حج قبول

کیونکر ہوا اُس نے جواب دیا کہ ضرور قبول ہوا اس مین کچھ شک ہی نہین بزرگ نے خواب ہی مین کہا اچھا اُس شخص کا مجھے پتہ بتاؤ مین اُس سے ملونگا اور بات پوچھونگا اُس شخص نے نام اور نشان بتادیا کہ فلان شہر مین رہتا ہے اسکے بعد انکی آنکھ کھل گئی یہ وہان سے چلے اور تلاش کے بعد پتہ لگا ہی لیا اُس شخص سے جاکر ملے اور اپنا خواب سُناکر دریافت کیا کہ اب بتاؤ تم نے کون ایسا عمل نیک کیا جسکا یہ ثمرہ ملا ہے اُس شخص نے جواب دیا کہ مین تو بجز فریضہ نماز کے کوئی عمل اپنے اندر نہین پاتا بزرگ نے کہا سوچو غور کرو کوئی عمل خاص ضرور ایسا ہے جس نے حج مبرور تمہارے نامہ اعمال مین لکھوایا آخر اس شخص نے کہا ہان یاد آیا مین نے ایک سال حج کے لئے روپے جمع کئے تھے الحمد للہ سارا سامان پورا ہوگیا تھا صرف جانے کی دیر تھی میری عورت حاملہ تھی ایسا اتفاق ہوا کہ ایک رات مین سوتا تھا کہ آدھی رات کو اُس نے مجھے جگایا اور کہا کہ اسوقت میرا جی گوشت کھانے کو بہت چاہتا ہے مین نے کہا کہ خدا کی بندی آدھی رات کو کہان سے گوشت لاؤن؟ اُس نے ضد کی اور کہا جہان سے ہوسکے مجھے اسوقت گوشت کھلاؤ مین پریشان ہوا اور محض اُسکی دلدہی کے لئے اچھا کہکر گھر سے باہر نکل آیا باہر جو نکلا تو ایک پڑوسی کے گھر مین سے گوشت کے بگھار کی بُو میری ناک مین آئی مین اُسکی طرف چلا اور دروازہ پر کھڑے ہوکر پڑوسی کو آواز دی وہ بیچارا میری آواز سُنتے ہی گھبرایا ہوا باہر آیا مین نے کہا کہ تمہارے یہان گوشت پک رہا ہے میری حاملہ عورت نے گوشت کی خواہش کی اور مجھپر تقاضہ شدید کیا ہے سو مہربانی کرو تھوڑا سا گوشت دیدو وہ میری درخواست سُنکر چُپ ہو رہا اور گردن جھکاکر کہا کہ گوشت تو میرے گھر مین ضرور پک رہا ہے مگر تمہارے کام کا نہین مین نے کہا ایسا کون گوشت ہے کہ تم کھا سکو اور ہم نہ کھا سکین اُس نے بات کو ٹلایا اور کہا میری بات کو سچ مانو اگر تمہارے کھانے کا ہوتا تو واللہ مجھے دینے مین عذر نہوتا کبھی کا لا دیا ہوتا آخر مین نے باصرار دریافت کیا کہ بات بتاؤ کیسا گوشت ہے جب وہ مجبور ہوا تو آبدیدہ ہوکر کہنے لگا کہ ہم سارا کنبہ چار دن کے فاقہ سے ہین آخر جب حالت غیر ہوئی تو ایک کُتا ذبح کیا اور اسوقت اُسکا گوشت پکایا ہے کہ کھاکر جان بچائین۔ مین ہمسایہ کی یہ بات سُنکر کانپ اُٹھا چپکا گھر کی طرف چلا دل مین اپنے آپکو نفرین کرتا تھا کہ پڑوسی کی یہ حالت اضطرار ہے کہ اُسپر حرام بھی حلال ہوگیا اور تیرا ارادہ حج کا ہے مین نے چپکے ہی جمع کئے ہوئے روپے نکالے اور اُس ہمسایہ کو دے آیا کہ لو اپنا کام چلاؤ ہرچند کہ لیتے وہ شرمایا مگر مین نے اصرار کے ساتھ دے ہی دئے بس یہ عمل

تو ایک ہے جو شاید حق تعالیٰ کے یہان قبول ہوا ہو باقی خیر صلا۔ بزرگ نے فرمایا مبارک ہو میان بیشک یہی عمل ہے کہ حج مین شریک سمجھے گئے اور تین لاکھ کی جماعت مین قبولیت سے نوازے گئے۔

پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوروی نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کیمیا مرکبات سے بنتی ہے یا قدرتی جمادات سے؟ آپ نے فرمایا کیمیا مرکبات سے بنتی ہے مگر تم اسکو ہرگز نہ سیکھنا ایک شخص نے مجکو کیمیا کا نسخہ بتایا تھا مین نے کبھی اُس نسخہ کے بنانے کا ارادہ بھی نہین کیا اور نہ وہ نسخہ اب میرے یاد رہا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک دن فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ اِس نسخہ اکسیر سے سونا بنتا ہے مین نے اُس مہوس سے کہا کہ مین ہندوستان کو چھوڑ کر مکہ معظمہ مین جو آیا ہون تو اللہ کی تلاش کے لئے آیا ہون کیمیا کی تلاش مین نہین آیا۔

پیرجی صاحب ہی فرماتے ہین کہ مجھسے ایک صوفی مشرب شخص نے ایک مرتبہ کہا کہ شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ ساڈھورہ مین مدفون نہین ہین یون ہی مزار بنا کر مشہور کر دیا گیا ہے ایک صالح صورت کی زبان سے یہ سنکر مجھے بھی شک پیدا ہو گیا اور نیت کی کہ حضرت سے تحقیق کرونگا چند روز کے بعد جب گنگوہ آیا تو اس قصہ کا بھی خیال آیا تصدیق کی نیت سے مین حضرت کے پاس جا کر بیٹھا چاہتا تھا کہ بات کرون مگر ہیبت کی وجہ سے بول نہ سکا تھوڑی دیر مین حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنجلاسہ مین ٹھیرے ہوئے تھے راؤ سراج الدین خان نبیرہ راؤ عبداللہ خان ایک دن گنگوہ آئے مین نے حضرت کی زیارت کے لئے اُن کے ہمراہ پنجلاسہ کا قصد کر دیا جب ساڈھورہ پہونچا تو شہر کے اندر نہین گیا بالا ہی بالا شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور پھر پنجلاسہ روانہ ہو گیا وہان پہنچکر حضرت سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھسے کہا تھا کہ حضرت قمیص رح خانقاہ ساڈھورہ مین دفن نہین ہین حضرت مرشدنا نے فرمایا تھے جس شخص نے ایسا کہا غلط کہا ہے حضرت شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ اسی جگہ تشریف رکھتے ہین اور جب مین ساڈھورہ حاضر ہوا تھا تو میرے حال پر حضرت نے بہت عنایت فرمائی تھی کیونکہ مین شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ مین بیعت ہون اِسی طرح حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے حال پر شاہ قمیص رحمۃ اللہ علیہ نے بہت عنایت فرمائی ہے کیونکہ شاہ رحم علی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ مین بیعت ہین۔

ایک دن مولوی سید احمد صاحب مدنی کو مخاطب بنا کر فرمایا "میان مولوی سید تم جو مدینہ منورہ

چھوڑ کر آئے ہو تو چار پلائے نہین آئے جس کام کو آئے ہو وہ کرو فضول جھگڑون مین اپنا وقت صرف کرنا اچھا نہین اسکے بعد فرمایا ایک دن حضرت بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ اصلاح بنوا رہے تھے دفعۃً اللہ اللہ کرنے لگے حجام نے کہا حضرت تھوڑی دیر کے لئے اللہ اللہ کہنا موقوف فرماوین ورنہ لب مبارک کٹ جائیگا حضرت بابا صاحب نے فرمایا کہ مین لب کے کٹنے پر صبر کر سکتا ہون مگر ذکر الٰہی ترک کرنے پر صبر نہین کر سکتا۔

ایک دن میرٹھ کے ایک شخص حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت میری عورت پر آسیب ہے لوگ کہتے ہین کہ ماموں الٰہ بخش ہین حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی الٰہ بخش کی یہ شناخت ہے کہ کبھی ہنسنا کبھی رونا اور حق حق کرنا یا کلام مجید کی آیات کا پڑھنا جس مریض کی یہ حالت ہو اُسپر سمجھو کہ الٰہ بخش ہے ہمارے ہان تو اللہ اللہ کرنا ہی ہے بھوتون کے ساتھ کون بیر بسائے اسکے بعد فرمایا کہ ہمارے یہان ایک پیرجی غلام محمد ہین وہ اکثر حاضرات وغیرہ کیا کرتے ہین اُنہون نے ایک دن مجھسے کہا کہ مین دن کو ایک روز باہر جنگل مین گیا ہوا تھا کہ دو آدمی مجھے جنگل سے اُٹھا کر لیچلے اور بوڑھے کھیڑے کے جنگل مین لا کر چھوڑ دیا وہان دیکھتا ہون کہ ہزارون آدمیون کی فوج ہے وہ سب مجھپر حملہ آور ہین کہتے ہین اسکو مارو اسکو مارو مین بہت خوف زدہ اور حیران تھا کہ دیکھئے اب کیا ہو یکایک ایک بزرگ معمر سفید ریش تشریف لائے اور اُن آدمیون سے مخاطب ہو کر فرمایا میان چھوڑ بھی دو اسکو کیون مارتے ہو پھر ان بزرگ نے مجھے وہان سے اُٹھا کر گنگوہ کے جنگل مین چھوڑ دیا اور یون فرمایا کہ تم جو روپیہ آٹھ آنے کے لالچ مین حاضرات کیا کرتے ہو اُسکو چھوڑ دو ورنہ آج تمہاری جان جاتی رہتی اسکے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ اتفاقاً مولوی محمد قاسم صاحب تشریف لائے تو مین نے یہ قصہ پیرجی غلام محمد ہی کی زبانی مولوی صاحب کو سُنوایا۔

ایک روز فرمایا کہ شیخ جلال الدین تھانیسری اور حضرت شاہ قمیص کا زمانہ ایک تھا اور دونون حضرات کا آپس مین دوستانہ تھا۔

ایک دن حضرت کی خدمت مین بے ریش لڑکا حاضر ہوا اور بیعت کی درخواست کی آپنے بیعت نہین فرمایا اور یہ قصہ بیان کیا کہ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کے والد بغرض بیعت حاضر ہوئے یہ حضرت صغیر سن تھے حضرت نے فرمایا تم علم حاصل کرو بعد تحصیل علوم ہمارے لڑکے رکن الدین سے بیعت ہو جانا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ شاہ صاحب کی وفات کے

بعد مجدد صاحب کے والد نے گنگوہ آکر مولوی رکن الدین صاحب سے بیعت کی اور فیضان سلسلہ حاصل کیا اسکے بعد آپ نے فرمایا اسی واسطے مین لڑکون کو بیعت نہین کرتا صاحبزادہ تم علم حاصل کرو بعد حصول علم بیعت ہوجانا

ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک زمانہ تھا بادشاہ دہلی کے پاس جاکر کسی نے چغلی کھائی کہ شہزادہ صاحب حضور کے واسطے بد دعا کرانے کو بادشاہ مرجا دین مجدد صاحبؒ اور شاہ نظام الدین صاحبؒ کے پاس حاضر ہوئے تھے شاہ دہلی نے غصہ ہوکر حضرت مجدد صاحبؒ کو تو گوالیار کے قلعہ مین قید کردیا اور شاہ نظام الدین صاحبؒ کیلئے جلاوطنی کا حکم دیا چنانچہ شاہ صاحب تھانیسر سے بلخ تشریف لے گئے اور تادم اخیر وہین قیام پذیر رہے اُسدن سے اِس ہندوستان کو دارالکفر کہتے ہین اور اسی واسطے اولیاء اللہ اِس مین نہین رہتے اور جو رہتے ہین وہ محض بغرض ہدایت رہتے ہین۔

مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک دن دریافت کیا کہ حضرت قلندر صاحب کا مزار کرنال اور پانی پت دونون جگہہ کیون ہے؟ حضرت نے فرمایا اصل قبر پانی پت مین ہے بات یہ ہوئی کہ جب قلندر صاحب پانی پت مین بہت بیمار ہوئے تو کرنال کے معتقدین لانے کو گئے وہان حضرت کا انتقال بھی ہوچکا تھا پانی پت والون نے نعش جانے نہ دی تب یہ لوگ شرم مٹانے کو ایک خالی نعش کی صورت بناکر لے چلے اور کرنال مین آکر پردہ کرکے دفن کردیا اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ مین ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کو وحشت طاری ہوئی تین دن تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقب رہے مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا آخر حضرت میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور فرمایا امداد اللہ یہان کیا بیٹھے ہو؟ پھر قبر کھود کر دکھلا دیا کہ کچھ نہین ہے۔

ایک دن ارشاد فرمایا شاہ حکیم اللہ صاحب ایک بزرگ سہارنپور مین رہتے تھے اُنکی خدمت مین ایک شخص بغرض سلام حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت مین حیدرآباد دکن کو جاتا ہون۔ شاہ صاحب نے فرمایا اچھا جاؤ حیدرآباد کے راستہ مین فلان شہر پڑیگا اُس شہر کے متصل ایک جھڑی ہے اُس مین ایک بزرگ رہتے ہین یہ اُن کا نام ہے اُن سے ملنا اور میرا سلام کہنا" یہ شخص رخصت ہوکے حیدرآباد روانہ ہوئے شاہ صاحب کے ارشاد کے موافق جب جھڑی کے پاس پہونچے تو دیکھا کہ ایک مندر بنا ہوا ہے اسکی چاردیواری کے گرد بہت سے ہندو فقیر الگ الگ بُت ہاتھون مین لئے پوجا کر رہے ہین یہ شخص بہت

متحیر ہوا کہ یہان یہ کیا قصہ ہو رہا ہے آخر آگے بڑہا اور ایک ہندو فقیر سے پوچھا کہ اس مندر مین کون رہتا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ ہمارا گرو رہتا ہے انہون نے نام پوچھا تو وہی تھا جو شاہ صاحب نے بتایا تھا اس شخص نے فقیر سے کہا کہ اپنے گرو کو اطلاع کردو کہ ایک شخص شاہ حکیم اللہ سہارنپوری کا بھیجا ہوا سلام کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے ہندو فقیر نے جواب دیا کہ ہم لوگ تو وہان تک پہونچ نہین سکتے البتہ تمہارا پیام ڈیوڑھی کے فقیرون تک پہونچاتا ہون وہان سے سلسلہ بسلسلہ گروجی تک پہونچ جائے گا غرض اس طرح پر جب پیام اندر پہونچا تو انہون نے اِن مہمان مسافر کو اندر بلالیا وہان جاکر دیکھتے ہین تو ایک بزرگ سفید ریش صاف ستھرے چبوترہ پر بیٹھے قرآن شریف کی تلاوت کررہے ہین جب فارغ ہوکر کلام مجید جزدان مین رکھہ لیا تو انکی طرف متوجہ ہوئے اور سلام وکلام ہوا اس شخص نے کہا کہ حضرت یہان کے قصے نے تو مجھے حیران بنادیا باہر بُت پرست جوگیون کا مجمع کیسا ہے؟ بزرگ نے فرمایا میان کیا پوچھتے ہو باہر جتنے لوگ معتقد بنے بیٹھے ہین سب ہندو ہین انکو یہانتک پہونچنے کی ممانعت ہے جب کسی قدر اُنکی اصلاح ہوجائیگی تو ڈیوڑھی پر آجائینگے اور پھر جب حالت زیادہ سنور یگی تو یہان آ جائینگے یہان آکر مسلمان بنینگے چنانچہ یہ لوگ جنکو میرے پاس دیکھتے ہو بحمد اللہ سب مسلمان ہین اور جب مکمل ہوجائین گے تو اِس سامنے والے دروازہ سے انکو نکالدونگا اِس دروازہ سے باہر جانے والے لوگ پھر کبھی باہر کے لوگون سے نہ ملین گے غرض یہی سلسلہ رہیگا یہانتک کہ میرا وقت پورا ہوجائے جتنے لوگ تم دیکھ رہے ہو سب مین فرق مراتب ہے ہر ایک کو علحدہ علحدہ پڑہنے کے لئے بتایا گیا ہے اور ہر ایک کو دوسرے سے اپنا حال کہنے کی ممانعت ہے اِسی طرح بہتیرے خدا کے فرزند مسلمان بنکر یہان سے روانہ ہوئے اگر کھلم کھلا اسلام کی طرف ان لوگون کو بلایا جائے تو یہان کے لوگ مسلمان کو قتل کرڈالین مین بھی مارا جاؤن اور یہ بھی اسلئے اسلام کی خدمت اور دین کی جانب ہدایت کا مین نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے اِس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اسی طرح اکثر بزرگ پوشیدہ ہوکر خلقت کو راہ ہدایت پر لاتے ہین اسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے اور پوشیدہ ہوکر ہدایت کرتے تھے اِنکی گرنتھ کا پہلا شعر یہ ہے ؎

اول نام خدا دا دوجا نام رسول ۔۔۔ تیجا کلمہ پڑہ لے نانکا جو درگاہ پوین قبول

ایام غدر مین حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ قصبہ کیتھل مین بھی کچھ دنون مقیم رہے ہین بھی حضرت

کی خدمت مین حاضر تھا وہان ایک بزرگ حضرت کی ملاقات کے لئے اکثر تشریف لایا کرتے تھے سکھ لوگ اِن کے معتقد زیادہ تھے چنانچہ ان کے ہمراہ سکھ بھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت مین حاضر ہوتے اور گرو کی حالت دیکھکر حضرت حاجی صاحب کا ادب کیا کرتے تھے۔

ایک دن پیرجی محمد جعفر صاحب ساڈھوری نے عرض کیا کہ صوفی اسمٰعیل مدنپوری نومسلم نے سلام عرض کیا ہے اور یون کہا ہے کہ مین نے اپنی مان کو ہرچند سمجھایا مگر وہ مسلمان نہین ہوتی آپ دعا فرمادین کہ حق تعالیٰ اُسکو بھی اسلام کی توفیق عطا فرمادے اُسوقت حضرت نے یہ نکتہ ارشاد فرمایا کہ صوفی اسمٰعیل نومسلم سے کہدینا کہ دوسرے تیسرے دن گوشت کی بوٹی مان کے مُنہ کو ہنسی سے لگادیا کرین رفتہ رفتہ کفر کی سیاہی دور ہوجائیگی اور اِس تدبیر سے انشاءاللہ چندروز بعد مسلمان ہوجائیگی اِسی سلسلہ مین ارشاد فرمایا کہ ایک قانون گو مسلمان میرے دوست تھے وہ بیان کرتے تھے کہ مین اور ایک ہندو منشی دونون ایک جگہہ ملازم تھے وہ ہندو میرے مکان کے پاس ہی رہتا اور حسب رواج چوکے پر بیٹھکر روٹی کھایا کرتا تھا ایک روز مین اُسکے مکان پر گیا دیکھا کہ چوکے پر بیٹھا روٹی کھارہا ہے مین اُسکے چوکے کے قریب جاکر کھڑا ہوگیا وہ گھبرایا اور بولا بھائی جی ذرا میرے چوکے سے الگ رہنا مین ہنسنے لگا اور تھوڑی دیر بعد چلا آیا اگلے روز پھر اُسی وقت گیا اور اس مرتبہ ہنسی سے اُسکے چوکے کو اپنی لاٹھی کا سرا لگادیا وہ اُچھل پڑا اور کہا ہا ہا یہ تم نے کیا کیا میرا چوکا ہی خراب کردیا چونکہ ایک جگہہ دونون نوکر تھے ہر وقت کا پاس اُٹھنا بیٹھنا تھا اسلئے اور کچھ نہ کہہ سکا مین ہنسکر چُپ ہورہا تیسرے دن پھر اُسی وقت مین آموجود ہوا اور اس دفعہ چوکے پر اپنا جوتہ ہی رکھدیا یہ دیکھکر وہ ہندو کچھ رنجیدہ اور ترش رو ہوا مگر پھر کچھ نہین خاموش ہوگیا اگلے روز مین اُسکے چوکے پر جاکر کھڑا ہی ہوگیا اسی طرح چند بار ہونے پر اُس بیچارے نے چوکا کرنا ہی چھوڑدیا اور اسکو جو نفرت مسلمانون سے تھی وہ جاتی رہی آگے یہ معلوم نہین ہوا کہ مسلمان بھی ہوا یا نہین؟

ایک دن فرمایا کہ آجکل کے واعظ وعظ کہکر فخر کیا کرتے ہین مولوی نواب قطب الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ حال تھا اگر کوئی شخص آکر کہتا کہ حضرت آپنے جو وعظ کہا تھا میری عورت نے نہین سُنا اُسی وقت اُسکے ساتھ ہولیتے اور اُسکے گھر جاکر وعظ دوہراتے تھے اِسکے بعد فرمایا کہ جب مین نواب صاحبؒ کی خدمت مین سلام کے لئے حاضر ہوتا تو خوش ہوتے اور فرمایا کرتے تھے "آہا ہا رشید احمد ہے" میرا

طالبعلمی کا زمانہ تھا کچھ خیال نہین تھا اب بہت یاد آتے ہین۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب نہایت پرہیزگار تھے اور پھر بھی یون فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے پرہیز نہین ہو سکتا اسکے بعد فرمایا کہ اکثر لوگ جو پہاڑون مین چلے گئے ہین بوجہ پرہیزگاری چلے گئے ہین مگر ہم کہان چلے جائین ہم سے تو بالکل پرہیزگاری نہین ہو سکتی۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ شاہ اسحٰق صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی شخص نے سوال کیا کہ حضرت اولاد کی محبت مان باپ کو زیادہ ہوتی ہے حالانکہ اولاد کو اپنے مان باپ کی اتنی محبت نہین ہوتی اسکی کیا وجہ؟ شاہ صاحب نے فرمایا جسم سے گوشت کی بوٹی کاٹکر اگر دور ڈالدی جائے تو اُس بوٹی کو کچھ تکلیف نہین ہوتی تکلیف اُسی جگہ کو ہوتی ہے جہان سے بوٹی کاٹی گئی۔

ایک مولوی حضرت شاہ اسحٰق صاحبؒ کا مخالف تھا اُسکو کچھ ضد ہوگئی تھی کہ شاہ صاحب جو کچھ فرماتے اُسکی تردید کرتا ایک دن اِس نے شاہ صاحب کی خدمت مین کہلا کر بھیجا کہ یاد رکھنا جس چیز کو تم حرام کہوگے مین اُسے حلال بتاؤنگا اور جسے تم حلال بتاؤگے مین اُسکو حرام کہونگا شاہ صاحب نے بیساختہ فرمایا ہم تو اُسکی مان کو اُسپر حرام کہتے ہین وہ حلال کہدے۔ اِس جواب کو سُنکر مولوی صاحب دم بخود رہ گئے۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے حضرت امام ربانی سے سوال کیا کہ حضرت اولیاء اللہ کا جسم قبر مین گل جاتا ہے یا باقی رہتا ہے آپ نے فرمایا بعض کا گل جاتا ہے اور بعض کا نہین اسکے بعد ارشاد فرمایا جس زمانہ مین مین سہارنپور شائستہ خان کے پڑھایا کرتا تھا دہلی کے دو معتبر آدمیون نے مجھسے نقل کیا کہ دہلی مین ایک پرانی قبر سے دو مُردے برآمد ہوئے ایک مرد کی نعش تھی دوسری نعش تیرہ چودہ برس کی لڑکی کی تھی دونون کا کفن ویسا ہی سفید تھا نہ اُن کے بدن کو مٹی نے کھایا جیسے دفن کئے گئے تھے ویسے ہی تھے۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ ایک قزاق تھا لوٹ مار مین بہت مشہور تھا تمام عمر اُس نے قزاقی مین گزاری آخر جب بوڑھا اور ضعیف ہوگیا تو دل مین سوچا کہ اب اگر مین چوری کی تو پکڑا جائیگا کوئی اور حیلہ ایسا کرنا چاہئے جس سے بڑھاپا آرام سے گزر جائے بہت سوچا آخر خیال کیا کہ سوائے پیری مریدی کے اور کوئی پیشہ ایسا نہین جس مین یہ آخری عمر راحت سے کٹے بس یہ سوچکر وہ شخص ایک گاؤن کے قریب جنگل مین برلب دریا تسبیح ہاتھ مین لیکر بیٹھ گیا۔ پانچون وقت فریضہ نماز ادا کرتا اور تسبیح پڑھا کرتا لوگ جو ادہر کو آتے جاتے وہ اسکو دیکھا کرتے آخر چند روز کے بعد گاؤن والون مین اسکی عقیدت پیدا ہونے لگی باہم تذکرے ہونے

لگے کہ یہ کوئی بزرگ ہین ہماری خوش نصیبی سے اِدہر آنکلے رفتہ رفتہ لوگون کی آمد شروع ہوگئی اور لگے اِنکی خاطر مدارات کرنے یہانتک کہ دونون وقت کھانا آتا اور ہر ایک یون چاہتا کہ مین اُنکی خدمت کرون ایک جھونپڑا بھی اُن کے رہنے کو لوگون نے وہین دریا کے کنارے پر بنا دیا۔ اِس شخص نے کم گوئی اختیار کرلی تھی مشایخ کی سی صورت بنا کر کچھ وظیفہ بھی شروع کر دیا تھا غرض لوگ زیارت کو آتے آتے بیعت کی خواہش بھی کرنے لگے اِس نے اُنکو مُرید بنایا اور ذکر کرنے کے لئے کلمۂ توحید تلقین کر دیا۔ مُرید بیعت ہونے کے بعد اپنا کام کرنے لگے اور یون سوچکر کہ میان صاحب تن تنہا جنگل مین پڑے رہتے ہین رات برات کو تکلیف ہوتی ہوگی لاؤ دریا کے کنارے اُن کے قدمون مین رہایش اختیار کرین وہ بھی یہین آپڑے اب تمام شب نفی اثبات کا ذکر ہونے لگا غرض کثرتِ ذکر سے جنگل معمور و منور ہوگیا۔ لوگ دور دراز سے اُنکی خدمت مین آتے اور نذرین پیش کیا کرتے۔ فتوحات کی جب زیادتی ہوئی تو خدام نے لنگر بنایا اور آئند و روند کو روٹی دینے لگے پھر تو آنے والون کی تعداد اور بھی بڑھ گئی خدا کی شان وہ دس بیس خدام بباعث اعتقاد تھوڑے عرصہ مین منزل مقصود کو پہونچ گئے اُسوقت اِن خادمون نے مشورہ کیا کہ لاؤ خیال تو کرین کہ حضرت کیسے مرتبہ پر پہونچے ہوئے ہین لگے خوض کرنے چھ ماہ تک فکر کیا مگر پیر کے مقام کا پتہ نہ لگا آخر کہنے لگے کہ حضرت کے مقامات اسدرجہ عالی ہین کہ ہمارا اگند فکر وہان تک پہونچنے سے قاصر ہے سب نے متفق ہوکر مرشد کی خدمت مین عرض کیا کہ حضرت ہم خدام نے چھ ماہ تک غور کیا مگر آپکے مقامات کا پتہ نہ چلا آپ ہمکو برائے خدا اپنے مرتبہ سے مطلع فرماوین۔ پیر صاحب مین نیک لوگون کی صحبت اور کثرت نماز و روزہ سے حق گوئی کی خصلت پیدا ہوگئی تھی اسلیئے جواب دیا "بھائیو مین ایک قزاق ہون عمر بھر لوٹ مار کرکے کھاتا رہا اب بڑھاپے مین جب مجھسے یہ پیشہ نہو سکا تو کھانے کا یہ حیلہ اختیار کیا باقی درویشی کے فن سے مجھے کچھ بھی مناسبت نہین" خادمون نے کہا اجی نہین حضرت تو کسر نفسی سے ایسے الفاظ فرماتے ہین تب اُس شخص نے قسم کھائی اور کہا واللہ مین نے جو کچھ کہا ہے سچ کہا ہے اس مین انکسار نہین ہے مین ہرگز اِس قابل نہین ہون کہ کوئی بیعت ہو مین نہایت گناہگار اور نااہل شخص ہون تم لوگ محض حسن عقیدت کی بنا پر اس مرتبہ کمال کو پہونچ گئے ہو اُسوقت اِن لوگون نے پیر کے ارشاد کو حق سمجھکر جناب باری مین التجا کی کہ بار الہٰا جنکے باعث تو نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمکو ہدایت فرمائی ہے اُنکو بھی اپنے خاص بندون مین شامل فرمالے" اللہ تعالیٰ نے اِن لوگون کی دعا سُن لی اور پیر کو بھی اپنے پاک لوگون مین

شامل فرمالیا اس قصہ کو نقل فرما کر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا "مجھے بھی کچھ آتا جاتا نہیں ہے لوگون کو توبہ کرا دیا کرتا ہون کہ یہی وسیلہ میری نجات کا ہو"۔

ایک روز حضرت مولانا خلیل احمد صاحب زید مجدہ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ حافظ لطافت علی عرف حافظ مینڈھو شیخ پوری کیسے شخص تھے حضرت نے فرمایا "پکا کافر تھا" اور اسکے بعد مسکرا کر ارشاد فرمایا کہ "ضامن علی جلال آبادی تو توحید ہی مین غرق تھے"۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ضامن علی جلال آبادی کی سہارنپور مین بہت رنڈیان مرید تھین ایکبار یہ سہارنپور مین کسی رنڈی کے مکان پر ٹھیرے ہوئے تھے سب مریدنیان اپنے میان صاحب کی زیارت کیلئے حاضر ہوئین مگر ایک رنڈی نہین آئی میان صاحب بولے کہ فلانی کیون نہین آئی رنڈیون نے جواب دیا "میان صاحب ہم نے اُس سے بہتیرا کہا کہ چل میان صاحب کی زیارت کو اُس نے کہا مین بہت گناہگار ہون اور بہت روسیاہ ہون میان صاحب کو کیا منہ دکھاؤن مین زیارت کے قابل نہین" میان صاحب نے کہا نہین جی تم اُسے ہمارے پاس ضرور لانا چنانچہ رنڈیان اُسے لیکر آئین جب وہ سامنے آئی تو میان صاحب نے پوچھا "بی تم کیون نہین آئی تھین؟" اُس نے کہا حضرت روسیاہی کی وجہ سے زیارت کو آتی ہوئی شرماتی ہون۔ میان صاحب بولے "بی تم شرماتی کیون ہو کرنے والا کون اور کرانے والا کون وہ تو وہی ہے" رنڈی یہ سنکر آگ ہو گئی اور خفا ہو کر لاحول ولا قوۃ اگرچہ مین سیاہ و گنہگار ہون مگر ایسے پیر کے منہ پر پیشاب بھی نہین کرتی"۔ میان صاحب تو شرمندہ ہو کر سرنگون رہ گئے اور وہ اُٹھکر چلدی۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ ایک ملحد کے سامنے سے تین شخص گزرے پہلا تو خاموش اور تیز رفتاری کے ساتھ لپکا چلا گیا ملحد کی طرف منہ پھیر کر بھی نہ دیکھا اور دوسرا شخص آہستہ آہستہ سامنے کو نکلا مگر چلا گیا کچھ بولا نہین اور تیسرا شخص ملحد کی تردید کے درپے ہو گیا اور کھڑا ہو کر لگا کہنے تو فاسق ہے اور ایسا ہے ویسا ہے ملحد نے کہا یہ تیسرا شخص تو یقیناً میرا ہو لیا پنجہ سے نکلنا محال ہے اور دوسرا ابھی غالب ہے کہ قابو مین آجائے مگر پہلا سالم بچ نکلا اور کورا گیا۔

ایک دن رسول شاہی فقیرون کا تذکرہ تھا حضرت امام ربانی نے فرمایا رسول شاہ الور کا باشندہ ایک فقیر تھا اگرچہ احکام شرع کا پابند تھا مگر شراب پیا کرتا تھا اور شاید اسکی وجہ ہو گی کہ اُس نے اپنی جماعت

یون سمجھا کہ حالت سکر مین طبیعت زیادہ لگتی ہے اُسکا ایک مرید تھا محمد حنیف اُس نے چار ابرو کا صفایا
یعنی سر داڑھی بھون اور مونچھون کا منڈانا ایجاد کیا اُسکا خلیفہ ہوا فدا حسین اس کمبخت نے یہ
زیادتی کی کہ نماز سے منع کرتا اور جنابت کے لئے بدن پر بھبوت کا مل لینا کافی سمجھتا تھا ساری شریعت
کا یہ مردود انکار کرتا تھا مگر باینہمہ صاحب تصرف تھا حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے
زمانہ مین یہ شخص دہلی آیا تو بہت لوگ اِس کے معتقد ہو گئے شاہ صاحب نے اسکو کہلا بھیجا کہ تو مسلمان
کہلاتا ہے اور شریعت کا انکار کرتا ہے تجھے زیبا نہین کہ دعوی اسلام کرے اور پھر قطعیات کا انکار کرے
اِنے شاہ صاحب کے پاس جواب بھیجا کہ نہ تو آپ میرے پاس آئین اور نہ مین آپ کے پاس جاؤن یون کرو
کہ اپنے کسی معتبر شاگرد کو بھیجدو کہ مجھسے مناظرہ کر جائے۔ شاہ صاحب کے شاگردون مین عبداللہ بڑے
ذکی اور ذی استعداد طالب علم سمجھے جاتے تھے اُنھون نے کہا حضرت مجھے بھیجدیجے شاہ صاحب نے
فرمایا اچھا کوئی بات دریافت کرنی ہو تو کر لینا۔ گرمی کا زمانہ تھا دہلی مین یون بھی گرمی زیادہ ہوتی ہی
اور پہلے تو آجکل سے بھی زیادہ گرمی پڑتی تھی بلکہ ہماری طالب علمی کے وقت دہلی مین جتنی گرمی پڑتی تھی
وتنی اب نہین پڑتی اُس سے پہلے تو اور بھی زیادہ ہوگی غرض سبق کے بعد عبداللہ مناظرہ کے لئے بھیجا
گیا۔ گرمی کا وقت تھا عین دوپہر کو فدا حسین کے پاس پہونچا اُس نے اِنکی بڑی خاطر کی اپنے چیلون
سے کہا مولوی صاحب کو پنکھا کرو اور ان سے کہا کہ آپ تھوڑی دیر لیٹ رہین گرمی کا وقت ہے ذرا آرام
لیلو تو اطمینان سے مناظرہ ہوگا اِنکی جو شامت آئی تو لیٹ رہے ٹھنڈی ہوا مین عافیت معلوم ہوئی لیٹتے
ہی سو گئے اور فدا حسین پاس بیٹھکر توجہ دینے لگا اور چیلون سے کہا کہ ہنڈیا پکاؤ کسی نے کہا ابھی کہ حضرت
کوئی چیلہ تو ہونے والا ہے نہین پھر ہنڈیا کیون پکواتے ہین؟ اُس نے دھمکا کر کہا تمہین اِس سے
کیا غرض (اُسکے یہان چیلہ بنانے کے وقت کسی قسم کی ہنڈیا پکتی تھی) تھوڑی دیر بعد مولوی صاحب
جو اُٹھے تو یہی کہتے اُٹھے کہ حضرت مجھے چیلہ کر لیجئے۔ اُس کمبخت نے سوتے سوتے اپنا کام کر لیا فدا حسین نے
کہا میان تم تو مناظرہ کرنے آئے تھے مرید ہونا کیسا؟ بولے بس حضرت ہو لیا مباحثہ مجھے تو مرید کر لیجئے آخر
فدا حسین نے مولوی عبداللہ کی داڑھی مونچھ منڈوائی اور وہ ہنڈیا منگائی جو مریدون سے پکوائی
تھی جب ہنڈیا آئی تو مولوی عبداللہ سے پوچھا تم اسے اپنے اُستاد کے پاس بھی لیجا سکتے ہو؟ عبداللہ
نے کہا جہان حکم ہو لیجاؤن غلام کو کیا انکار ہے۔ غرض ہنڈیا لیکر شاہ عبدالعزیز صاحب کی خدمت مین

پہونچا ادہر شاہ صاحب اُسکے انتظار مین بیٹھے بار بار فرماتے تھے "شاید مناظرہ طویل ہو گیا" اتنے مین عبداللہ سر پر ہنڈیا رکھے آپہونچا حضرت شاہ صاحبؒ تو اُسوقت نابینا ہو چکے تھے میر محبوب علی صاحبؒ جو حضرت کی خدمت مین بہت ہی بے تکلف تھے عبداللہ کو چار ابرو کا صفایا کیئے دیکھکر کہنے لگے "لیجیے حضرت آپ کے مولوی عبداللہ مچھندر بنے آرہے ہین" شاہ صاحب حیران ہوئے اور فرمایا تم یون ہی بکا کرتے ہو میر صاحب نے عرض کیا اب پہونچا چاہتے ہین معلوم ہو جائیگا۔ تھوڑی دیر مین عبداللہ پاس آیا اور کہا مرشد نے بھیجا ہے لینا ہو تو لیجیئے ورنہ جاتا ہون"۔ شاہ صاحب متحیر تھے کہ کیا قصہ ہے آخر فرمایا "میان کیا شبہ پیش آیا جسکا جواب بن نہ پڑا تجھے کیا ہوا کس بلا مین گرفتار ہوا"؟ شاہ صاحب نے سب کچھ کہا مگر اُس نے کچھ جواب نہ دیا کہا تو یہ کہا "کچھ نہین ہوا بس مرید ہو گیا" شاہ صاحب نے خفا ہو کر فرمایا دور ہو۔ اُس نے کہا "بہتر مجھے اسکی بھی پروا نہین۔ اور چلا گیا۔

اسکے بعد حضرت امام ربانی نے غالباً اِسی عبداللہ کا نام لیکر یون فرمایا کہ اس مین یہ اثر تھا کہ جو اُسکے پاس گیا وہ اُسی کا ہو گیا ایک شخص کا نام لیکر فرمایا کہ وہ کہتے تھے ایک بار مین اُسکے پاس چلا گیا اُس کمبخت نے مجھے گلے سے لگا لیا اُسی وقت میرے سینہ مین ایک آگ لگ گئی اور مین فوراً اُسکے پاس سے بھاگا۔

حضرت نے فرمایا میری طالبعلمی کے زمانہ مین وہ دہلی کے اندر موجود تھا اور دہلی بھر مین یہ بات مشہور تھی کہ اُس سڑک سے لوگ نہین جاتے۔ ایک مرتبہ اِس قصہ کے بعد یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب دجال نکلے تو اُسکے سامنے مت پڑنا پہاڑ کی چوٹیون پر اور غارون کے اندر پناہ پکڑنا" ہزارہا مخلوق اُسکے مقابلہ پر آئیگی مگر اُسی کی ہو رہیگی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم سے اہل باطل کا تصرف اور اہل حق پر غلبہ ظاہر ہوتا ہے آخر اسکے مقابلہ کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائینگے۔

ایکبار شاہ سلیمان تونسی کے مرید میان دادا بخش جو ایک لاکھ مرتبہ اسم ذات اور کئی ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کرتے تھے اِس بات پر کہ توکل حسین نے انکے پیر کا ایک مرید توڑ لیا تھا فدا حسین کے خلیفہ توکل حسین مچھندر کے پاس چلے گئے اور شکایت کی کہ تجھے مناسب نہین ہے کہ دوسرون کے مرید کو اپنا مرید بنائے اِس نے جواب دیا "سلیمان زنخہ کیا جانے درویشی اور فقیری کیا چیز ہے اسی لئے مین اُسکے مریدون کو اپنا مرید بنا لیتا ہون پیر کی شان مین یہ کلمہ ان سے ضبط نہو سکا غصہ آگیا

اور لگے بُرا بھلا کہنے کہ تو خود گمراہ ہے دوسرون کو گمراہ بناتا ہے تجھے نماز روزہ سے سروکار نہین ان باتون پر توکل حسین کو بھی غصہ آگیا اِس نے لال پیلی آنکھین نکالین اور چیلون سے کہا نکالدو کان پکڑکے مجھسے شکایت کرنے آیا ہے" بس اتنے ہی قلیل عرصہ مین انپر اثر ہوگیا اور ہاتھ جوڑکر لگے کہنے مجھے مرید کر لیجیئے وہ تو خدا کا فضل تھا کہ غصہ کے جوش مین توکل حسین نے انکی طرف التفات نہین کیا نہ انکی درخواست پر توجہ کی یہی کہے گیا کہ نکالدو کان پکڑکے مریدون نے دونون کان پکڑکر انکو باہر دھکیل دیا آخر جب نیچے آئے تو آنکھ کھلی اور ہوش آیا کہ زبان سے کیا درخواست نکلی اُسی وقت اُٹھ کر بھاگے اور اپنے گھر آکر دم لیا اسکے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا یاد رکھو مجذوبون سے ہمیشہ پرہیز کرنا چاہیئے پاس جانا بہتر نہین اس توکل شاہ مچھندر کو مین نے بھی دور سے دیکھا ہے۔

مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک بار استفسار کیا کہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ سماع مین لکھا ہے کہ شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کو سماع بامزامیر مین غلو تھا سو یہ صحیح ہے یا نہین حضرت نے فرمایا کہ بندہ کے نزدیک یہ صحیح نہین ہے مزامیر کی نسبت یا تو قاضی صاحب کو غلط خبر ملی یا یہ کہ کسی نے اُن کے رسالہ مین الحاق کر دیا ہے۔

ایک بار فرمایا کہ شیخ سوندہار رحمۃ اللہ علیہ نے اقتباس الانوار مین تحریر فرمایا ہے "پیران ماہرگز ہرگز سماع نشنیدہ اند بلکہ تصفیق را ہم روا نداشتہ اند"۔

میرٹھ کے ایک شخص جمعہ کے دن بیعت کے لئے حاضر ہوئے آپنے اُنکو چشتیہ خاندان مین بیعت کیا اور بیعت کے وقت یون ارشاد فرمایا کہ اِس زمانہ مین سب سے زیادہ چشتیہ طریقہ بدنام ہے کہ اس مین اتباع شریعت کی ضرورت نہین ہے حضرت جلال تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ بھی آخر چشتیہ تھے مگر مرض الموت مین جب بیماری سے زیادہ مجبور ہوئے اور اُٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی لوگ دوا پلانے کے لئے لائے حضرت جلال نے فرمایا مجھے چارپائی سے اُتارو غرض چارپائی سے نیچے اُتر کر دوا پی اور یون فرمایا کہ چارپائی پر لیٹے لیٹے دوا کھانا سنت سے ثابت نہین۔ جس وقت حضرت نے یہ قصہ ارشاد فرمایا ہے کثیر مجمع تھا سب حجرہ بھرا ہوا تھا باہر بھی آدمی کھڑے تھے ساری مجلس پر ایک اثر پڑ رہا تھا حضار جلسہ مین شاید کوئی ایسا ہو جو آبدیدہ نہ ہوگیا ہو۔

حضرت مولانا محمد حسن صاحب مرادآبادی نے ایک بار دریافت کیا کہ کیا شاہ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ

علیہ کا قول قدمی علی راس کل ولی اللہ صحیح ہے؟ حضرت نے فرمایا بیشک صحیح ہے اور اُن کے زمانہ کے اولیاء اللہ مراد ہین اور اگر بعد کے اولیاء بھی مراد ہون تو کیا عجب ہے؟ آخر وہ سید الاولیاء تھے۔ مشہور ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہے مگر آجکل کے چشتی اسکو تسلیم نہین کرتے اور حضرت خواجہ کی برابر کسی بزرگ کو نہین سمجھتے مین کہتا ہون اگر حضرت خواجہ بڑے پیر صاحب کے مرید بھی ہون اور پھر اُن سے بڑھے ہوئے بھی ہون تب بھی کوئی حرج نہین آخر مرید پیر سے بڑھ بھی جاتے ہین۔ آدمی کو چاہیے کہ بڑون کے درمیان تفضیل کا درپے نہو اسکے بعد فرمایا کہ منیٰ مین مسجد خیف کے اندر بیٹھے ہوئے ایک صاحب حضرت پیران پیر کو اور دوسرے صاحب حضرت شیخ مجدد کو افضل کہہ رہے تھے۔ قادری صاحب پھلواری کے تھے آخر یہانتک بات بڑھی کہ قادری صاحب نے حضرت مجدد کو اور نقشبندی صاحب نے حضرت پیران پیر کو کافر کہدیا نعوذ باللہ اسیواسطے ہمارے حضرات بیعت کے وقت چارون مشایخ کا نام لے دیتے ہین تاکہ سب سے برابر عقیدت رہے اور سب بزرگون کے فیوض سے مستفیض ہو اگرچہ شجرہ چشتیہ دیتے ہین۔ اور چارون خاندان کے نام لینیکا طریقہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ سے نکلا ہے۔

ایک مرتبہ کوئی عورت فریب سے کر لوگون کے گھرون سے کچھ لے لوا گئی تھی حضرت کی مجلس مین اتفاق سے اسکا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا "روٹی کھائی شکر سے دنیا کمائی مکر سے" اسکے بعد فرمایا ایک شخص لکھا پڑھا تنگی معاش سے گھبرا گیا آخر جب اُسکو کچھ بن نہ پڑا تو سفر اختیار کیا اور ایک جگہہ پہونچکر جاہل سقیم اللسان بنگیا اور کسی مکتب مین جاکر قرآن پڑھنے کی تمنا ظاہر کی اُستاد نے سبق شروع کرادیا اب یہ پڑھکر یاد کرنے بیٹھتا بہتیرا یاد کرتا مگر یاد ہی نہوتا اور مکاری سے اس حالت پر اسقدر روتا کہ دیکھنے والون کو ترس آتا جو دیکھتا وہ افسوس کرتا کہ بیچارا اتنی محنت کرتا ہے مگر حافظہ ایسا خراب ہے کہ یاد نہین ہوتا ایک دن صبح کو سوتا جو اٹھا تو ہنستا مسکراتا اُٹھا کہنے لگا بھئے آج جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب مین دیکھا کہ آپنے لعاب دہن شریف میرے منہ مین ڈالدیا جس سے مجھے سب کچھ آگیا۔ پڑھا لکھا تو تھا ہی سب کچھ پڑھکر سنا دیا۔ پھر کیا تھا لوگون کو اُس سے اعتقاد ہو گیا اور خوب آؤ بھگت ہوئی۔

ایک دن کرنال کے ایک عالم نے عرض کیا کہ حضرت بزرگون کا قصہ سُنتے ہین لوگون نے انکے ہاتھ پاؤن سر اور دھڑ الگ الگ دیکھا" آپ نے فرمایا میرے مامون صاحب (یا اور کسی کا نام لیا) تذکرہ

کر رہے تھے کہ مین میانجی نور محمد جھنجانوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین دوپہر کے وقت گیا حجرہ شریفہ بند تھا مگر کواڑ اچھی طرح نہ لگے تھے۔ کواڑ جو کھولا تو کیا دیکھتا ہون کہ حضرت کا دھڑ سارا الگ الگ ہے مجھے دیکھتے ہی اعضا باہم ملگئے اور حضرت میانجی صاحب اُٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے کہ کسی سے کہنا نہین۔ اِس قصہ کو نقل فرما کر حضرت امام ربانی ارشاد فرمایا "مگر یہ درجہ کمال کا نہین"۔

ایک دن مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا حضرت اسکی کیا وجہ ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سب لوگ اچھا کہتے ہین اور ملتے ہین مگر اسی خاندان کے دوسرے حضرات کو بُرا کہتے ہین حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا "میان کہونگا تو تمہین بھی بُری لگیگی اور مجھے بھی بات یہ ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بعض لوگون کے اعتراضات تھے شاہ عبدالعزیز صاحبؒ انکو دفع کرنا چاہتے تھے اِس وجہ سے بات لگا کر کہتے تھے ایک مرتبہ شاہ صاحب سے وعظ کے بعد کسی شخص نے پوچھا حضرت بڑے پیر صاحب کا دوگانہ پڑھنا کیسا ہے؟ شاہ صاحب نے فرمایا "بھائی حدیث مین تو کہین نہین آیا ہے ہان فعل مشایخ ہے" میر محبوب علی صاحب وہان موجود تھے کہنے لگے کہ حضرت سائل حدیث اور فعل مشایخ کو نہین پوچھتا وہ تو جواز اور عدم جواز دریافت کرتا ہے شاہ صاحب نے پھر وہی فرمایا اِسپر میر محبوب علی صاحب نے کہا "صاف فرما دیجئے کہ جایز ہے یا ناجایز ہے تب تو سائل بھی کہنے لگا جی ہان میری بھی یہی غرض ہے" شاہ عبدالعزیز صاحب نے میر محبوب علی صاحب کو ڈانٹ کر کہا "تو مجھے لوگون سے گالیان سنوانی چاہتا ہے ایک مرتبہ مَا اُہِلَّ کا مسئلہ لکھا تھا تو ابتک گالیان سُن رہا ہون" اُسوقت میر محبوب علی صاحب نے سایل سے کہا "سُن لو حضرت اِس نماز کو ناجایز فرما رہے ہین مگر گالیون کے ڈر سے صاف جواب نہین دیسکتے" اِس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ بات لگا کر کہنے سے کوئی نفع نہین ہوتا بُری بات چھوٹتی نہین۔ شاہ اسحق اور مولانا اسمٰعیل صاحب اِن سب حضرات کا ایک ہی مشرب تھا مگر شاہ اسحق صاحب نے شقوق نکالکر کہا کچھ فائدہ نہوا مولوی اسمٰعیل صاحب نے صاف صاف منع کیا بہتیرے مان گئے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ شیطان بزرگون کو بھی یہ دھوکہ دیتا ہے کہ کیمیا سیکھ لو حلال روزی ملیگی اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین ایک ولایتی آیا اور اُس نے بیان کیا کہ ہم شملہ پہاڑ پر کیمیا کی ایک بوٹی کی تلاش مین آئے تھے مگر نہ ملی چونکہ ہندوستان مین آئے تھے اِسلئے

آپکی خدمت مین بھی زیارت کے لئے حاضر ہوگئے یہان سے واپس جائینگے تو اپنے اُستاد سے پھر اچھی طرح اُس بوٹی کا حال دریافت کرینگے" شاہ صاحب نے ولایتی کا یہ خیال دفع کرنے کے لئے فرمایا کہ تم اِتنی دور سے آؤ اور کہین پھر نہ ملے تب ؟ اُس ولایتی نے جواب دیا "کب تک نہ ملیگی دوسری مرتبہ تیسری مرتبہ چوتھی مرتبہ" یہ سنکر شاہ صاحب کے آنسو نکل پڑے اور اپنے مریدون کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا "دیکھا دنیا کے لئے اسکی کتنی بڑی عالی ہمت ہے اور تم لوگ برس چھ مہینہ میرے پاس رہتے ہو تو کہتے ہو کچھ حاصل نہ ہوا۔

مولانا ولایت حسین صاحب فرماتے ہین مین نے ایک بار دریافت کیا کہ مشہور ہے شیطان پیر کی صورت نہین بن سکتا کیا یہ صحیح ہے ؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ہان اگر مرید کو توحید مطلب حاصل ہوا ور اسکے یہ معنی ہین کہ مرید کا اعتقاد پیر کے ساتھ اسقدر راسخ ہو کہ دنیا کے اندر اُسکے سوائے کسی کو ذریعہ ہدایت نسمجھتا ہو او کما قال یہ بھی فرمایا کہ توحید مطلب کی تعریف رسالہ مکیہ مین خوب کی گئی ہے بندہ نے عرض کیا کہ کیا مسائل مین بھی پیر کے ساتھ اختلاف نہو ؟ ارشاد فرمایا نہین مسائل مین تو اختلاف ہوتا ہی آیا ہے مولانا ممدوح نے ہی ایک مرتبہ دریافت کیا کہ حضرت تصفیۃ القلوب مین قبور اولیاء اللہ سے استفادہ کی نسبت لکھا ہے کہ انہین اپنے پیر کی صورت پر تصور کرے حضرت نے ارشاد فرمایا "یہ اہل نسبت کے لئے ہے"۔

ایک بار ارشاد فرمایا اِس اصطلاح کے معنی کہ "مر گئے مردود نہ فاتحہ نہ درود" گڈھی عبد اللہ خان مین جاکر معلوم ہوئے کہ فاتحہ فقرا کے کھانے کو کہ خدا کے لئے کیا جاوے کہتے ہین اور اسکے اگلے دن جو برادری کا کھانا ہوتا ہے اُسکو درود کہتے ہین" اِسی ضمن مین گُتھرا کی بابت جو شاہ عبد القادر صاحب کے ترجمہ مین آیا ہے فرمایا کہ کُتھرا مین کاف نفی کا ہے یعنی خراب بمعنی ایسا ویسا ضد ستھرا کا اور فرمایا کہ ولا تصعر خدک کا ترجمہ شاہ صاحب نے کیا ہے گال مت پُھلا اسپر بھی لوگون نے اعتراض کیا ہے کہ خد رخسارہ کو کہتے ہین اور گال وسطی حصہ کو تو ٹھیک ترجمہ کیونکر ہوا ؟ لیکن عرف مین محاورہ کا یہی ترجمہ ہے جو شاہ صاحب نے کیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی کا ذکر فرمایا کہ وہ شکیل جمیل سُرخ سفید رنگ کے تھے اور گاتری آنکھین تھین حضرت شاہ اسحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن سے محبت رکھتے تھے اور حدیث وغیرہ کی تعلیم خاص وقت مین فرماتے تھے اُنہون نے فرط شفقت سے فرمایا کہ مولوی صاحب. شاہ صاحب کی لڑکی سے نکاح کرلین مولوی صاحب نے عرض کیا کہ مین اپنی دادی صاحبہ کی رضامندی دریافت کرلون اُسوقت جواب دونگا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے اپنی دادی کو لکھا اُنہون نے در جواب کہا کہ شاہ صاحب

اور ہم ذات مین برابر نہین وہ ہیٹے ہین اِسلئے ہمکو منظور نہین" خدا کی شان کچھ دلون بعد مولوی صاحب نے ایک کنجڑی سے شادی کرلی - لوگ طعن کرتے تھے کہ شاہ صاحب تو ذات مین برابر نہ تھے ہان اب خوب ہم کفو ملی - پھر مولوی صاحب نے اَور دو شادیان کین لیکن زندگی پُر لطف نہ گزری اور سچ بھی ہے جو بزرگون کی بات نہین مانتا بالآخر پشیمان ہوتا ہے آخری شادی انبہٹہ ہوئی تھی -

ایک بار منشی ابراہیم خان صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت قرآن شریف کو بے وضو پڑھتے تو جی ہچکچاتا ہے اور وضو سے ہر وقت رہا نہین جاتا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ ورق گردانی بجائے ہاتھ کے چاقو یا کسی اور چیز سے کرلیا کرو اور بڑا قرآن مجید رکھو چھوٹا قرآن رکھنا تو مکروہ بھی ہے اِسکے بعد فرمایا کہ ہینڈن ایک ندی ہے قریب مدرسہ شاہ عبدالرحیم دہلوی کے ایک دفعہ اُس ندی کی ایک ڈہانگ گری اُس مین سے ایک لاش جون کی تون نکلی جسکا کفن میلا تھا اور وہ وہان سے بہکر عین دہار مین ٹھہر گئی کچھ دیر بعد دوسری ڈہانگ گری اور اس مین سے بھی ایک لاش نکلی جسکا کفن بالکل صاف تھا کہین داغ دھبہ بھی نہ تھا وہ پہلی لاش سے ملکر دہاری دہار چلدی جیسے کوئی کسی کا منتظر ہو اور دونون ملکر روانہ ہوجاوین لوگون نے اِن لاشون کی تحقیقات کرنی شروع کردی جستجو کے بعد ایک بڑھیا نے بتایا کہ یہ دونون قرآن حافظ تھے اسکے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا اب ایسا قیاس جاتا ہے کہ جسکا کفن صاف تھا وہ باوضو تلاوت کرتا ہوگا اور دوسرا بے وضو - پھر منشی صاحب کے سوال پر یہ بھی فرمایا کہ حافظ کے والدین حشر کے دن ایسے تاج پہنائے جاوینگے جسکی روشنی سورج سی ہوگی -

ایک دن کچھ تاویلات کا ذکر تھا حضرت فرمانے لگے ہان جی مولوی لوگ تاویل بنالیا کرتے ہین ایک قاضی تھے کسی نے اُن سے آکر کہا قاضی جی ایک بیل نے دوسرے بیل کے سینگ ماردیا ہے اسمین شریعت کا کیا حکم ہے قاضی صاحب نے کہا اسمین حکم کیا ہوتا ؟ پھر اُس نے کہا اجی حضرت مارنے والا بیل تیلی کا تھا اور پٹنے والا آپکا قاضی صاحب نے کہا کہ ہان ! یون ہوا ہے تو اچھا کتاب دیکھکر کہین گے چنانچہ کتاب منگائی اور کھولکر دو چار جگہہ نظر ڈالکر بولے "لال کتاب بولی یون - تیلی بیل لڑا وے کیون کھلائی اکھل کیا ستھنڈ - بیل کا بیل اور پانچ کا ڈنڈ -

ایک بار منشی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت بیعت کس کس گناہ سے فسخ ہوجاتی ہے آپ نے فرمایا حدیث مین آیا ہے "اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ" بس جب تک اپنے محبوب کے مطابق رہیگا بیعت بھی رہیگی

اور مخالفت کریگا تو فسخ ہو جائیگی اسی باب مین ارشاد فرمایا کہ کانپور مین کوئی نصرانی جو کسی اعلیٰ عہدہ پر تھا مسلمان ہو گیا تھا مگر مصلحۃً چھپائے ہوئے تھا اتفاق سے اسکا تبادلہ کسی دوسری جگہہ کو ہو گیا اس نے اُن مولوی صاحب کو جن سے دین اسلام کی باتین سیکھی تھین اپنے تبادلہ سے مطلع کیا اور تمنا کی کہ کسی دیندار شخص کو مجھے دیدیجئے جس سے علم دین حاصل کرتا رہون چنانچہ مولوی صاحب نے اپنے ایک قابل شاگرد کو اُس کے ساتھ کر دیا کچھ عرصہ بعد جب یہ نصرانی بیمار ہوا تو اس نے مولوی صاحب کے شاگرد کو کچھ روپئے دیے اور کہا کہ جب مین مرجاؤن اور عیسائی مجھے اپنے قبرستان مین دفن کر آوین تو تم رات کو جاکر مجھے قبر سے نکالنا اور مسلمانون کے مقبرہ مین دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا جب مولوی صاحب کے شاگرد نے حسب وصیت رات کو اُنکی قبر کھولی تو دیکھا کہ اُسمین وہ نصرانی تو ہے نہین البتہ مولوی صاحب پڑے ہین وہ سخت پشیمان ہوا کہ یہ کیا ماجرا ہے میرے اُستاد یہان کیسے؟ آخر دریافت سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب نصرانیون کے طور طریق پسند کرتے اور اچھا جانتے تھے۔

پس نیکون سے صحبت رکھنی مثمر حسنات اور ذریعہ نجات ہے دوسری بات جو بیعت کو فسخ کرتی ہے کبایر گناہون پر اصرار ہے کہ ایک گناہ کرتا ہے اور اُسکو باوجود منع کے برابر کئے جاتا ہے اور نہین مانتا اس صورت مین بھی بیعت فسخ ہو جاتی ہے اور یہ بات بھی پہلی بات کا گویا ایک حصہ ہے باقی آجکل کی پیری مریدی کہ مرید اور پیر خواہ کیسے ہی کام کئے جاوین چاہے پیر اور مرید مین جوتی پیزار بھی ہو جائے تب بھی وہ بیعت لوہا لاٹھ ہی رہتی ہے یہ تو کچھ قابل اعتماد نہین۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہ نے لکھا ہے بعض علماء دیندار متبع سنت سنیہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض درویشون سے زیادہ دوست رکھتے اور پسند فرماتے ہین

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ایک بزرگ تھے کہین جارہے تھے اتفاق سے ہندوؤن کے تہوار کا وہ دن تھا جس مین یہ لوگ حیوانات وغیرہ کو رنگتے ہین یہ بزرگ پان کھا رہے تھے راستہ مین ایک گدھا نظر پڑا جسپر رنگ نہ تھا انہون نے اُسپر تھوک دیا اور مذاق مین فرمایا تجھے کسی نے نہین رنگا لے تجھے مین رنگ دون انکی وفات کے بعد کسی نے اُنکو خواب مین دیکھا کہ سب حالات اچھے ہین مگر مُنہ مین ایک سانپ لگا ہوا ہے اِس شخص نے کہا حضرت کیا حال ہے؟ فرمایا سب حال اچھا ہے مگر ایک دن گدھے پر پیک ڈالدی تھی اُس مین گرفتاری ہو گئی اور حکم ہوا کہ ہمارے دشمنون کے ساتھ مشابہت کیون کی تھی سو عذاب

مین مبتلا ہون اور کئے کو بھگت رہا ہون۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ بعض لوگ آتے ہین اور کہتے ہین ہمین ایک نظر مین پایہ کمال پر پہونچا دیجے ہم سے محنت مشقت نہین ہو سکتی اور اسپر بعض بزرگون کے قصے پیش کرتے ہین اسکی تو ایسی مثال ہے کہ ایک شخص جنگل مین جارہا تھا اتفاقاً ٹھوکر لگی گر گیا اٹھکر جو دیکھا تو ایک دیگچہ نظر آیا اُسکو کھودکر نکالا تو زر و سیم سے بھرا پایا اب اسکو سُنکر اگر کوئی شخص جنگلون مین گرتا پھرے کہ اسی طرح خزانہ ملجائے تو کیا یا تھہ آسکتا ہے

منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک بار عرض کیا کہ ایسے ملک کو جسے انگریز ان ۵۹ سال سے فتح کررہے ہین اہل اسلام کیونکر بنایا گیا ہوگا؟ حضرت نے ارشاد فرمایا "مسلمان کرنے والے اُن سے بھی زیادہ قوی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔

مولوی محمد یحییٰ صاحب نے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ صوفیائے کرام بہ نسبت فقہائے عظام زیادہ مشہور کیون ہین حالانکہ دین کے رکن یہ ہین حضرت نے ارشاد فرمایا جو صوفیا ہوئے وہ فقہا بھی تھے پس شہرت فقہا کی ہی ہوئی۔ دوسرے صوفیہ بوجہ ذی مرتبہ ہونے کرامات ظاہر ہونے اور تارک الدنیا ہونے کے سبب دنیا مین مشہور زیادہ ہوگئے۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ زمانہ کی بدعات بدون امام مہدی علیہ السلام کے نہین اُٹھینگی

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ ذاکر کو گوشت کھانا کچھ مضر نہین مگر ہفتہ مین دو بار سے زیادہ کھانا دلکو سخت کردیتا ہے

اِس عنوان کا بھی حصر مقصود نہین ہے نمونۃً چند ارشادات ہدیۂ ناظرین کئے گئے اب حضرت مولانا صادق الیقین صاحب کرسوی رحمۃ اللہ علیہ کے جمع فرمائے ہوئے ارشادات مین سے تبرکاً پندرہ ارشادات نقل کرکے اس حصہ کو ختم کرتا ہون مولانا مرحوم حضرت امام ربانی کے مجاز طریقت خلیفہ تھے حق تعالےٰ غریق رحمت فرمائے۔ تیسرا سال ہے مکہ معظمہ مین بمرض اسہال وحرارت وصال فرماگئے۔ مولانا نے حضرت کے ارشادات کا بڑا ذخیرہ جمع فرمایا ہے اگر توفیق شامل حال ہوئی تو کسی وقت مین نذر ناظرین ہونگے چونکہ جملہ ارشادات مولانا نے فارسی مین لکھے ہین تصرف کو جی نہ چاہا اسلئے بجنسہ نقل کرتا ہون

(۱) حُفرہ کہ قریب باب است معجن یعنی نغار گل بود وقت تعمیر بیت ابراہیم علیہ السلام ساختہ آنچہ مشہور است غلط است وہمچنین سنگ زرد کہ درو نصب است محض برائے زینت است شہرت نفع یرقان غلط محض است۔

(۲) از حطیم بن شش ذراع کہ طریق مرور حطیم ساختہ اند داخل بیت بود باقی حطیم جائے بود کہ گوسفندان

حضرت ہاجرہ درانجا می بودند۔

(۳) درحرم صرف شش جا صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت گشتہ۔ اندرون بیت مابین الاسطوانتین و پیش باب وقت خروج از بیت خلف المقام۔ تحت المیزاب۔ پیش رکن یمانی کہ درانجا سنگ سیاہ است۔ مقابل حجر اسود پیش اسطوانہ مطاف کہ مقابل حجر اسود است۔

(۴) العلم علمان علم المکاشفہ وعلم المعاملہ۔ مراد از علم مکاشفہ سیر فی اللہ است کہ علم الیقین وعلم شہود ازان حاصل می شود ورنہ کشف وکرامات چیزے نیست۔

(۵) تصرفات وکرامات اولیاء اللہ بعد ممات بحال خود باقی می ماند بلکہ در ولایت بعد موت ترقی می شود حدیثے کہ ابن عبدالبر نقل کردہ شاہد است۔

(۶) حضرت صاحب ہرچہ می فرمایند درست می فرمایند۔

(۷) در کشف کمل اولیاء غلط نمی شود۔

(۸) طعن بر اولیاء نباید کرد حتی الوسع تاویلش باید کرد اگر ممکن نشود در تخلیہ وجہش دریافت باید نمود۔

(۹) در اذکار واشغال ہر کسے باالہام غیبی تجدیدے وتغیرے از سلف تا خلف نمودہ است لیکن تجدید و تبدیل در طریق اول نفع باقی نمی ماند واگر نفع می شود قلیل می شود بہ نسبت ثانی ہمچو نسخ۔ این تقریر یا بکمال بسط بیان فرمودند۔

(۱۰) در نسبت صحابہ صمدیۃ بود یعنی خود محض لاشے وخدائے تعالیٰ را در ذات خود متصرف می دانستند ہمین جہت تمامی مال خود را در راہ مولیٰ بلا تکلف صرف می فرمودند وحضرت سید صاحب باذات بجت صفات سمیع وعلیم وبصیر را ملحوظ می کنانیدند ازین کیفیتے پیدا می شد اگر کوہے بنظر می آمد استادہ بگریہ وزاری می افتادند کہ این ساختہ اوست تعالیٰ شانہ ہمچنین بر تمامی اشیاء۔

(۱۱) چون بشب چشمت بیدار شود پس ازان خواب نکنی کہ ازین خواب وقت معہود یافتن خیلے دشوار است۔

(۱۲) بدون درشتی وسختی نمودن بر نفس کارے درست نمی شود۔

(۱۳) نیک خوری نور شود زشت خوری ظلمت شود بسیار خوری غفلت شود کم خوری طبیعت چاق و درست ماند وکار درست وخوب شود آب کم خوری خواب کم آید از بسیار خوردن تبخیر بدماغ شدہ خواب می آید۔

(۱۴) النسبتہائے صحابہ وجدانی بود اگر کشفی بودے از انہا کارے مثل جہاد وغیرہ بر نیامدے لا تتحرک ذرۃ

الا باذن اللہ جملہ از واست تعالیٰ شانہ و بدون مشیت او جل شانہ چیزے نمی شود و بظہور نمی پیوندد پس با انکشاف این معنی کسے راچگونہ بد پنداشتے وجہاد فرمودے۔

(۱۵) سمعت شیخی سیدنا مولانا الجنجوھی یقول سمعت الشاہ احمد سعید یقول سمعت الشاہ محمد اسحٰق یقول سمعت الشاہ اھل اللہ یقول سمعت الجن یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول مَنْ تَزَیَّا بِغَیْرِ زِیِّہٖ فَقُتِلَ فَدَمُہٗ ھَدَرٌ الحدیث و بالفاظ اخری مَنْ قُتِلَ فِیْ غَیْرِ زِیِّہٖ فَدَمُہٗ ھَدَرٌ الحدیث وفی الحدیث قصۃٌ وھی ھذہٖ حضرت شاہ اہل اللہ روزے در کتاب مشغول بودند مارے نزد شان گزشت حضرت ممدوح از قلمدان گرفتہ اورا بقتل رسانیدند و بشغل کتاب شدند بعدہ چون مار را دیدند نیافتند فہمیدند کہ شاید جانورے بردہ باشد من از شغل کتابت ادراک نمودم بعدہ دو کس آمدند و گفتند شمارا بادشاہ می طلبد فرمودند شاہ را بافقیر چہ کار گفتند حالا ما بادب عرض می کنیم مارا حکم است ما بجبر خواہیم برد۔ مجبوراً رفتند جانب دلی دروازہ قصد فرمودند گفتند اینجانب یعنی بیرون شہر بیائید فہمیدند شاید بقصد شکار وغیرہ در قطب صاحب آمدہ باشد بیرون شہر دیدند کہ خیمہا استادہ اند در یک خیمہ رفتہ دیدند کہ بادشاہے غیر شاہ دہلی در غضب بر تخت نشستہ است و نعشے ہم موجود است شاہ بکمال غضب گفت چرا قتل کردی فرمودند من کسے قتل نمودہ ام گفت قتل کردہ چرا قتل کردی بعدہ گفت چیزے را قتل کردی فرمود البتہ مارے را کشتہ ام بعدہ قاضی صاحب کہ نہایت معمر و ضعیف بودند تشریف آوردند پادشاہ بتعظیم استاد و بر تخت جا داد و طلب حکم نمود کہ ازین قاتل قصاص گرفتہ آید قاضی صاحب حدیث مذکور خواند۔ بادشاہ از حضرت ممدوح گفت بروید حضرت ممدوح دست قاضی صاحب گرفتہ فرمودند کہ زمان کثیر از یک ہزار گزشت شما سمعتُ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چگونہ گوئید قاضی صاحب فرمودند
(شنیدہ ام از پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم)
من صحابی ام از اصحاب صفہ می بودم من خود از ان کریم این حدیث شنیدہ ام مایان از جنات ہستیم۔ انتہی

صالحین کی حکایات

لعل اللہ یرزقنی صلاحا	احب الصالحین ولست منہم

یہ اولیاء اللہ کے چند قصص ہیں جو مجلس ارشاد و تربیت میں حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے سننے میں آئے ایکبار فرمایا کہ شیخ عبدالقدوس عشاء سے فجر تک ذکر جہر کیا کرتے تھے آخر اسقدر غلبہ ہو گیا تھا کہ صاحبزادے

آتے تو شیخ اُنکا نام دریافت فرماتے تھے وہ نام بتاتے اس سے آگے کچھ عرض کرنے نہ پاتے تھے کہ شیخ پھر مستغرق ہو جاتے تھے اسی طرح کئی کئی بار سوال وجواب کے بعد نوبت کلام کی پہونچتی تھی۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کیسا ہی پرہیزگار کیوں نہو کتنے ہی کشف وکرامات اس سے ظاہر ہوں لوگوں کے قلوب میں تصرف کر سکتا ہو مگر ہو اُسکے دل میں غرور بس سمجھ لو کہ اُسے کچھ نہیں آتا اسکے بعد یہ قصہ نقل فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کے لئے چار شخص آئے جب خانقاہ کے دروازہ پر پہونچے تو باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص کپڑوں کے پاس بیٹھا رہے اور تین زیارت کو جائیں جب وہ تینوں زیارت کر کے آجائیں تو پھر یہ چلا جائے سبنے اس رائے کو پسند کیا مگر باہمیں جھگڑا ہوا کہ بیٹھے کون ہر ایک نے دوسرے پر رکھا کہ تم بیٹھو آخر جب جھگڑا کرتے دیر ہوگئی تو انہیں میں سے ایک شخص بولا کہ اچھا میاں تم سب زیارت کو جاؤ میں کپڑوں کے پاس بیٹھونگا کیونکہ میں بہت گنہگار اور روسیاہ ہوں حضرت کی زیارت کے قابل ہی نہیں ہوں۔ غرض وہ تو یہاں بیٹھا اور باقی تینوں آدمی شیخ کے پاس حاضر ہوئے حضرت نے انکے پاس آتے ہی جھڑکا اور فرمایا چلے جاؤ تم میں جو شخص کام کا تھا وہ تو آیا ہی نہیں" آخر تینوں شخص لوٹے اور ہمراہی سے کہا بھائی ہمارے ہمراہ چلو کہ تمہارے یہاں چھوڑنے سے ہمکو جھڑکی اور دھتکار ملی جب وہ ساتھ ہوا تو چاروں کو باریابی نصیب ہوئی اسکے بعد فرمایا کہ "حضرت بایزیدؒ نے جو انکو دھمکایا تھا تو شاید کشف ہو گیا ہوگا"

ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہو گیا آپ دعا کیجئے کہ ملجاوے حضرت اُسوقت مثنوی معنوی دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اُسکو کھولکر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو بر سر صفحہ یہ شعر نکلا ؎

گر برو مالت عدوؔ برفتے ۔۔۔ دشمنے را بُردہ باشد دشمنے

ایک دن فرمایا گنگوہ کے لوگوں نے حضرت شیخ عبد القدوسؒ کی خدمت میں بمقام شاہ آباد ضلع انبالہ ایک عریضہ اس مضمون کا بھیجا کہ شاہی عامل گنگوہ میں بغرض بندوبست اراضی آیا ہوا ہے حضور تشریف لاکر اپنی اراضی جو ڈابر کے قریب ہے اپنے نام درج کرالیں حضرت شیخ نے اُسکا جواب لکھا "بندگان خدا را از خلقِ خدا چہ کار"۔

ایک روز فرمایا کہ شاہ ابو سعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بغرض بیعت شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کیخدمت میں

بلخ تشریف لے گئے شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لاتے ہین تو ایک منزل پر آکر استقبال کیا اور بہت اعزاز و احترام کے ساتھ لیکر بلخ پہونچے وہان پہونچکر صاحبزادہ صاحب کی خوب خوب خاطرین کین ہر روز نئے نئے اور لذیذ سے لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے انکو مسند پر بٹھاتے خود خادمون کی جگہہ بیٹھتے آخر جب شاہ ابو سعیدؒ نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہون تو شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی اشرفیان بطور نذر پیش کین اُسوقت شاہ ابو سعیدؒ نے عرض کیا کہ حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہین ہے نہ اسکے لئے مین یہان آیا مجھے تو وہ دولت چاہیئے جو آپ ہمارے یہان سے لیکر آئے ہین" بس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ آنکھ بدل گئے اور جھڑک کر فرمایا جاؤ طویلہ مین جاکر بیٹھو اور کتون کے دانہ راتب کی فکر رکھو غرض یہ طویلہ مین آئے شکاری کتے انکی تحویل مین دیدیئے گئے کہ روز نہلائین دُھلائین اور صاف ستھرا رکھین کبھی حمام جھکوایا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتون کی زنجیر تھامکر ہمراہ چلتے آدمی سے کہدیا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ مین رہتا ہے اسکو دو روٹیان جو کی دونون وقت گھر سے لادیا کرو اب شاہ ابو سعید صاحبؒ جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے چمارون کیطرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نفرماتے کہ کون آیا اور کہان بیٹھا تین چار ماہ بعد ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکھٹی کر کے لیجائے تو اُس دیوانہ کے پاس سے گزریو جو طویلہ مین بیٹھا رہتا ہی چنانچہ شیخ کے ارشاد کے بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گزری کہ کچھ نجاست شاہ ابو سعید پر پڑی شاہ ابو سعید کا چہرہ غصہ سے لال ہوگیا تیوری چڑھا کر بولے "تو گنگوہ ورنہ اچھی طرح مزا چکھاتا غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اسلئے کچھ کر نہین سکتا" بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے عرض کر دیا حضرت نے فرمایا "ہان ابھی بُو ہے صاحبزادگی کی" پھر دو ماہ تک خبر نلی اسکے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابو سعید پر ڈالکر جواب سُنے کہ کیا ملتا ہے چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی اس مرتبہ شاہ ابو سعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہین نکالا ہان تیز اور ترچھی نگاہ سے اُسکو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے۔ بھنگن نے آکر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میان کچھ بولے نہین تیز نظرون سے دیکھکر چپ ہو رہے حضرت شیخ نے فرمایا "ابھی کچھ بو باقی ہے" پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ٹوکرہ سر پر پھینک ہی دیجو کہ پاؤن تک بھر جائین" چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا

مگر اب شاہ ابوسعید بچکے تھے جو کچھ بننا تھا اسلئے گھبرا گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے "مجھے ٹھوکر کھا کر بیچاری گرگئی کہین چوٹ تو نہین لگی" یہ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اُٹھا کر ٹوکرے مین ڈالنی شروع کی کہ لامین بھر دون" بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آ کہا کہ آج تو میانجی غصہ کی جگہہ اُلٹے مجھپر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے مین ڈالدی شیخ نے فرمایا "بس اب کام ہوگیا" اُسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلین گے کتّون کو تیار کرکے ہمراہ ہونا شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے شاہ ابوسعید کتّون کی زنجیر تھامے پا برکاب ہمراہ ہو لئے کتّے تھے زبردست شکاری کھاتے پیتے توانا اور ابوسعید بیچارے سوکھے بدن کمزور اسلئے کتّے انکے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے بتیرا کھینچتے روکتے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے آخر انہون نے زنجیر اپنی کمر سے باندھ لی شکار جو نظر پڑا تو کتّے اُسپر لپکے اب شاہ ابوسعید بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتّون کے کھینچے کھنچتے چلے جاتے تھے کہین اینٹ لگی کہین کنکر چبھی بدن سارا لہولہان ہوگیا مگر انہون نے اُف نہ کی جب دوسرے خادم نے کتّون کو روکا اور انکو اُٹھایا تو یہ تھر تھر کانپتے تھے کہ حضرت خفا ہونگے اور فرمائینگے حکم کی تعمیل نہ کی کتّون کو روکا کیون نہین؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہو لیا اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبد القدوس کو خواب مین دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہین "نظام الدین مین نے تو تجھسے اتنی کڑی محنت لی نہتی جتنی تو نے میری اولاد سے لی" صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگا لیا اور فرمایا خاندان چشتیہ کا فیضان مین ہندوستان سے لیکر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اُس فیضان کو ہندوستان لئے جاتے ہو مبارک ہو وطن جاؤ غرض مجاز طریقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔

ایک روز فرمایا قصبہ لوہاری مین جس جگہہ حضرت میانجیو نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہان ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے اور اتفاقاً اُس جگہہ حضرت حاجی عبد الرحیم صاحب ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہ مجذوب اکثر حضرت حاجی صاحب شہیدؒ کے خدام سے یون کہا کرتے تھے کہ "او تمہارا حاجی بڑا بزرگ ہے" حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ جب بغرض زیارت حرمین شریفین عرب کو گئے تو ایک دن جہاز مین حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سمندر مین گر گیا ذرا سی دیر گزری تھی کہ ایک ہاتھ سمندر مین سے لوٹا تھامے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے

ہاتھ مین پکڑا کر غائب ہوگیا اِدہر لوہاری مین اِن مجذوب صاحب نے حضرت کے خدام سے فرمایا کہ تمہارے حاجی کے ہاتھ مین سے لوٹا چھوٹکر سمندر مین گر گیا تھا مین نے اُنکو لوٹا پکڑا یا" حضرت کے خدام نے سمجھا کہ بڑ ہانک رہے ہین جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور لوہاری مین تشریف لائے تو کسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آگئی اُنہون نے حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا سچ ہے بیشک یہ واقعہ جہاز مین پیش آیا مگر اُسوقت وہ ہاتھ میری شناخت مین نہین آیا کہ کسکا ہے ؟

ایک دن فرمایا کہ جس زمانہ مین علم حاصل کرنے کی غرض سے مین دہلی رہتا تھا دارالبقا مین ایک مجذوب حافظ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے ایک دن وہ راستہ مین جارہے تھے اور مین چند قدم پیچھے پیچھے تھا دفعۃً مڑکر میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ہے قدرت اللہ ہے ؟ مین نے عرض کیا کہ حضرت رشید احمد ہے اسکے بعد چند قدم اُلٹے پاؤن پیچھے ہٹے اور کہا ہتوہ - ہتوہ ہتوہ اور سینہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرکے فرمایا "یہ میرے گولی لگی یہ میرے گولی لگی" یہ چند الفاظ فرماکر بھاگ گئے اِس قصہ سے مہینہ سوا مہینہ بعد ہی غدر کا اثر شروع ہوا اور یہ حضرت گولی سے شہید ہوئے سینہ ہی مین گولی لگی - نیز فرمایا ایک دن مولوی محمد قاسم صاحب بخاری شریف لئے جارہے تھے کہ یہی مجذوب حافظ صاحب راستہ مین ملگئے اور بخاری شریف مولوی صاحب کے ہاتھ مین سے چھین لیکر چلدیئے مولوی صاحب ڈرتے ہوئے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے کہ کہین بخاری شریف ڈال نہ دین راہ مین ایک بھڑبونجہ کی دوکان تھی اُسکی بھٹی پر بیٹھ گئے اور بخاری شریف کی اوراق گردانی شروع کردی اور زبان سے لگے من من بن بن کرنے تھوڑی دیر تک ورقون کو اُلٹ پلٹ کرتے رہے اِسکے بعد کتاب مولوی صاحب کو دیدی

ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا فخرالدین صاحب چشتی اور حضرت مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تینون کا ایک زمانہ تھا اور تینون حضرات دہلی مین تشریف رکھتے تھے ایک شخص نے چاہا کہ تینون حضرات اتفاق سے ایک شہر مین موجود ہین انکا امتحان لینا چاہیے کہ کسکا مرتبہ بڑا ہے ؟ یہ شخص اول شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی خدمت مین حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپکی میرے یہان دعوت ہے قبول فرماوین اور ۹ بجے دن کے غریب خانہ پر خود تشریف لاوین میرے بلانے کے منتظر نہ رہین شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا اِسکے بعد وہ شخص مولانا فخرالدین صاحبؒ کی خدمت مین پہونچا اور عرض کیا کہ ساڑھے ۹ بجے میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لاوین

اور ماحضر تناول فرماوین یہان سے اٹھکر یہ شخص مرزا جان جانان کی خدمت مین حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار
کے سبب حاضر خدمت نہو سکونگا پورے دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لے آوین تینون حضرات
نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقت مقررہ پر اُس شخص کے مکان پر پہونچ گئے اول نو بجے
شاہ صاحب تشریف لائے اِس شخص نے انکو ایک مکان مین بٹھایا اور چلا گیا ساڑھے نو بجے مولانا
تشریف لائے اُنکو دوسرے مکان مین بٹھایا پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے اُنکو تیسرے مکان
مین بٹھایا غرض تینون حضرات علٰحدہ علٰحدہ مکان مین بٹھائے گئے کہ ایک کو دوسرے کی اطلاع بھی نہین
ہوئی۔ جب تینون حضرات بیٹھ لئے تو یہ شخص پانی لیکر آیا ہاتھ دہلائے اور یہ کہکر چلا گیا کہ ابھی کھانا لیکر حاضر
ہوتا ہون کئی گھنٹے گزر گئے اور اس شخص نے خبر نہ لی اگر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون گیا اور کون بیٹھا ہے جب ظہر کا
وقت قریب آگیا اور اس نے سوچا کہ مہمانون کو نماز بھی پڑھنی ہے تو اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت
مین حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بناکر عرض کیا حضرت کیا کہون گھر مین تکلیف ہوگئی تھی اِسلئے کھانے کا
انتظام نہو سکا دو پیسہ نذر کئے اور کہا انکو قبول فرمایئے شاہ صاحب نے خوشی سے دو پیسے لے لئے اور فرمایا
کیا مضائقہ ہے بھائی گھرون مین اکثر ایسا ہو ہی جاتا ہے شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہین یہ فرماکر چلدیئے
پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا اور وہی کہا جو وہان کہا تھا اور دو پیسے
نذر کئے مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گھرون مین ایسے قصے پیش آجاتے ہین اور کھڑے
ہوکر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور رومال مین
باندھ کر روانہ ہوئے دونون کو رخصت کرکے یہ شخص حضرت مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین
پہونچا اور وہی عذر بیان کرکے دو پیسے نذر کئے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو اٹھا کر جیب مین ڈال لئے اور پیشانی
پر بل ڈالکر فرمایا کچھ مضائقہ نہین مگر پھر ہمین ایسی تکلیف مت دیجو" یہ فرماکر تشریف لے گئے اِس شخص نے
یہ قصہ اور بزرگون سے بیان کیا اُنہون نے کہا کہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب فن درویشی مین سب سے
بڑھے ہوئے ہین کہ انہون نے وہ نذر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کھڑے ہوکر قبول فرمائی اور ان سے
کم درجہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے کہ کھڑے تو نہین ہوئے مگر بخوشی نذر کو قبول فرمایا اور تیسرے درجہ پر
مرزا صاحب ہین کہ نذر کی قبولیت کے ساتھ ملال بھی ظاہر فرمایا۔ یہ قصہ نقل فرماکر حضرت امام ربانی نے
ارشاد فرمایا کہ اُس زمانہ کے بزرگون کا یہی خیال تھا مگر میرے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کا درجہ بڑھا ہوا

کہ باوجود اسقدر نازک مزاج ہونے کے اتنا صبر و تحمل فرمایا اور کچھ مضائقہ نہیں" جواب عطا فرمایا۔

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی لطافت طبع اور نفاست و نازک مزاجی کے بہتیرے قصے حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے ایک دن فرمانے لگے کہ مرزا صاحب کی ایک شخص نے دعوت کی اور چونکہ وہ آپکی نازک مزاجی سے واقف تھا اسلئے گھر کو خوب صاف کیا جھاڑو دی قلعی کرائی جب سب طرح اسکو ستھرا اور خوبصورت بنالیا تو مرزا صاحب کو بلایا مرزا صاحب تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے جب کھانا سامنے آیا اور مرزا صاحب نے نظر اٹھائی تو سر ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا "میاں وہ روڑا زمین سے کیسا اٹھا ہوا ہے جب تک یہ صاف نہو گا مجھسے کھانا نہ کھایا جائیگا" چنانچہ اسی وقت روڑا نکالکر زمین کو ہموار کیا جب مرزا صاحب نے نوالہ توڑا۔

بے قاعدہ رکھی ہوئی چیز دیکھکر مرزا صاحب کے سر میں درد ہونے لگتا تھا ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح و التجا کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کے لئے حاضر ہوا موسم تھا گرمی کا بادشاہ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا حضرت نے فرمایا وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالہ میں لیکر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھدیا مرزا صاحب کی نظر جو گھڑے پر پڑی تو پیالہ ذرا ترچھا دھرا ہوا تھا دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے آخر ضبط نہو سکا فرمایا جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہونگے ابھی تک خدمتگاری تو آئی ہی نہیں دیکھو تو گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طور ہے؟ اِسکے بعد مرزا صاحب نے ترشی کے ساتھ فرمایا آیندہ ہمیں ایسی تکلیف ندیجیو۔

ایک رات مرزا صاحب کو سردی کی وجہ سے نیند کم آئی ایک بڑھیا خادمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کرنے لگی اجازت ہو تو رزائی بناؤں حضرت نے فرمایا بہت اچھا۔ بعد نماز عشاء بڑھیا رزائی لیکر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت رضائی حاضر ہے آپ اُسوقت چارپائی پر لیٹ چکے تھے فرمایا مائی میں تو اب لیٹ رہا اٹھنا مشکل ہے تو ہی آکر میرے اوپر ڈالدے بڑھیا نے رزائی حضرت کو اُڑھادی اور چلی گئی صبح ہوئی تو مرزا صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا غلام علی مجھے تو تمام رات نیند نہیں آئی دیکھو تو سہی رزائی میں کوئی جوں تو نہیں ہے؟ شاہ غلام علی صاحب نے خوب غور سے دیکھا نہ رزائی تھی جوں کا کہاں پتہ ہاں جلدی میں نگندے ٹیڑھے پڑے تھے جب پرکار سے خط کھینچکر درست کئے گئے تب مرزا صاحب کو آرام ملا۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ غلام علی حضرت مرزا صاحب کے خاص خادم تھے جب پنکھا کرنے کھڑے ہوتے تو بہت احتیاط رکھتے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا سبج سبج پنکھا ہلتا تو حضرت فرماتے میاں تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے؟ اور جب ذرا تیز جھلتے تو فرماتے تو تو مجکو اڑا دیگا آخر ایک روز شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ ووں بن پڑے حضرت مرزا صاحب کو غصہ آگیا اور جھڑک کر فرمایا "ہمارا پنکھا چھوڑ دو" پھر شاہ غلام علی صاحب روئے اور خطا معاف کرا کر پنکھا جھلنے کی درخواست کی حضرت نے اجازت دیدی۔

ایک بار قاضی صاحب بلباس فاخرہ بغرض زیارت حاضر ہوئے ایک شیخ زادہ ہمراہ تھے شیخ صاحب کو پیاس معلوم ہوئی مرزا صاحب نے گھڑے سے پانی پینے کی اجازت عطا فرمائی شیخ جی نے پانی پیکر گلاس ڈھکدیا مرزا صاحب نے سر پکڑ لیا اور خود کھڑے ہو کر گلاس کو گھڑے پر درست کر کے رکھا۔ اتفاق سے شیخ صاحب کا پاجامہ ایک طرف ڈھلا ہوا اور نیفہ کی چڑیا اپنی جگہ سے سرکی ہوئی تھی حضرت مرزا صاحب کی جو نظر پڑی تو پریشان ہو گئے اور قاضی صاحب سے فرمایا آپکی ان شیخ صاحب کے ساتھ کیونکر نبھتی ہوگی جنہیں پاجامہ پہننے کا بھی سلیقہ نہیں دونوں ٹانگیں ایک ہی پائنچہ میں ڈال لئے۔

حضرت مرزا صاحب کے حجرہ سے باہر تشریف لانے کا جب وقت ہوتا تو پہلے سے شاہ غلام علی صاحب فرش کو صاف کر دیا کرتے تھے ایک دن مرزا صاحب جو حجرہ سے باہر تشریف لائے تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا "غلام علی تجکو ابتک تمیز نہ آئی دیکھ تو سہی وہ فرش پر تنکا پڑا ہوا ہے جلدی اٹھا"۔

ایک مرتبہ کسی اور شخص نے بہت اہتمام سے لوز طیار کر کے نذر گزرانے آپنے رکھ لئے کچھ جواب نہ دیا دوسرے دن اس شخص نے دریافت کیا حضرت لوز پسند بھی آئے؟ آپ خاموش ہو گئے پھر پوچھا پھر کچھ نفرمایا تیسری مرتبہ اس شخص نے پھر بھی سوال کیا اسوقت مرزا صاحب سے ضبط نہو سکا فرمایا لوز تھے یا جوتہ کا تلہ ہاتھ کی تین یا چار انگلیاں اٹھا کر فرمایا اتنے اتنے بڑے بھی لوز کہیں ہونے ہونگے ایسے لوز کھے وز تو آپ طیار کر کے لائے اسپر طرہ یہ کہ داد بھی چاہتے ہیں میاں لوز بادام کو کہتے ہیں بادام ہی کی برابر ہونا چاہیے کہ آدمی کھانے کے بعد ایک دو منہ میں ڈال لے۔

پھر ایک مرتبہ کوئی شخص لوز طیار کر کے لائے تو آپکو پسند آئے اگلے دن شاہ غلام علی صاحب کو بلا کر چند لوز عطا فرمائے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے مرزا صاحب نے غایت کلفت کیساتھ ہائے

کی اور فرمایا "میان کاغذ لاؤ اور اُسمین لو" شاہ صاحب جلدی سے کاغذ لائے مرزا صاحب نے اُسمین لوز رکھدیئے اُنہون نے کاغذ کی پوڑیہ باندھ لی پھر دوبارہ مرزا صاحب منقبض ہوئے اور سر ہاتھ سے تھامکر فرمایا غلام علی تو مجھے مار کر چھوڑیگا بندش کا بھی سلیقہ نہین یہ لوز اس طرح بندھتے ہونگے؟" اسکے بعد خود لیکر سلیقہ کے ساتھ اُنکو لپیٹا اور ہر چہار گوشہ صاف سُتھرے سیدھے سچے موڑکر اُن کے حوالہ کئے اگلے دن دریافت فرمایا کہو غلام علی لوز کھائے انہون نے کہا جی حضرت کھائے بڑے مزے کے تھے آپ نے فرمایا کتنے کھائے؟ شاہ صاحب بولے حضرت سب کھالئے اتنا سنکر مرزا صاحب بے کیف ہوگئے اور بہ تعجب فرمایا این سب کھالئے آدمی ہو یا ڈنگر؟

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست و نزاکت طبع مین تھا ایک عورت تھی نہایت بدمزاج کج خلق مُنہ پھٹ حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ اگر اُس عورت سے نکاح کرو اور اُسکی بدزبانی و ایذادہی پر صبر کروگے تو تمکو نواز لیا جائیگا" حضرت نے فوراً پیام بھیجدیا اور اُس سے نکاح کرلیا وہ عورت اِس درجہ تندخو بدخصلت سخت دل اور فحش گو تھی کہ الامان حضرت مرزا صاحب خوشی خوشی دولتخانہ تشریف لیجاتے اور وہ سٹری سٹری سناتی شروع کرتی چپکے بیٹھے سُنتے رہتے زبان سے اُف نہ نکالتے اندر گھولتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے آپکا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہوکر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام دیا جائے بموجب ارشاد خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہونچاکر مزاج پرسی کرتا وہ نیکبخت بجائے جواب سلام گالیان سُناتی اور وہ وہ مغلظات بکتی تھی کہ سُننے والے شرما جاتے تھے مگر مرزا صاحب کی خادم کو تاکید تھی کہ دیکھو اہلیہ کی شان مین گستاخی نہونے پائے کسی بات کا جواب مت دینا جو کچھ فرماوین سُن لینا۔ ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا ہرچند کہ اسکو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر بیچارہ ضبط نہ کرسکا جب دروازہ پر پہونچکر حضرت کا سلام پہونچایا مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا پیر بنا بیٹھا ہے اُسے یون کرون اور وون کرون ہرچند کہ ولایتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہانتک پیر کو گالیان نہ سُن سکا اور غصہ مین آکر کہا بس چپ رہ ورنہ گردن اُڑادونگا اِس جواب پر وہ نیکبخت اور آگ بگولا ہوگئی اب لگی ہونے تو تو مین مین غل کی آواز جو مرزا صاحب کے کان مین پہنچی تو گھبرا اُٹھے اور جلدی سے ولایتی کو واپس بلا بھیجا اُسکو بٹھایا اور فرمایا تم ناواقف ہو دوسرے خادم کو بھیجا

وہ گالیان سُنکر واپس آگیا۔ حضرت مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مین اِس عورت کا نہایت مشکور و احسانمند ہون اسکے باعث مجھے بہت نفع پہونچا ہے اور حقیقت مین اسکی شدائد اور سختیون کی برداشت کرتے کرتے حضرت مرزا صاحب کے اخلاق نہایت درجہ مہذب ہو گئے اور آپکا سب غیظ و غضب فرو ہو گیا تھا

مرزا صاحب کی نزاکت طبع کا یہ حال تھا کہ ایک شخص زیادہ کھانے والا تھا اُسکو لوگ "اکول" کہتے تھے مرزا صاحب کی خدمت مین جب حاضر ہوتا تو اُسکی صورت دیکھکر زیادہ کھانے کے تصور سے سر مین درد ہو جاتا اور کتنی کتنی دیر تک سر تھامے بیٹھے رہتے تھے۔ فرش کے نیچے کوئی سنگریزہ ہوتا اور بچھونا اُبھرا رہتا اُسپر اگر نظر پڑ جاتی تو بے چین اور متاذّی ہو جاتے تھے۔

ایک شخص نے مرزا صاحب کے کھانے کو لوز طیار کرکے بھیجے اُس بیچارے نے اپنی دانست مین اچھے ہی بھیجے تھے مگر مرزا صاحب نے دیکھا تو فرمایا کیسے لوز ہین جیسے گھوڑے کے نعل ہون۔ اِسکے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ مرزا صاحب کسی کی خدمت اور کسی کا تحفہ پسند نہین فرماتے تھے اِس سے طالبین کی اصلاح منظور تھی یہی سبب ہے کہ شاہ غلام علی صاحب کی بہت اصلاح ہوئی تھی۔

فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب مین عجز و انکسار اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک سید نے شاہ صاحب کی خدمت مین آکر عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے اپنا خادم بنا لین شاہ صاحب گھبرا اُٹھے اور فرمایا "ہا ہا یہ لفظ ہرگز زبان سے نکالنا تم فرزند علی ہو اور مین غلام علی ہون۔

ایک روز ارشاد فرمایا کہ میرے والد مولوی ہدایت احمد صاحب مرحوم شاہ غلام علی صاحب کی خدمت مین رہتے تھے شاہ صاحب میرے والد کے حال پر نہایت شفقت فرمانے لگے حضرت کے ولایتی خدام کو حسد ہوا اور اُنہون نے میرے والد کو سنکھیا دینے کی تجویز کی والد صاحب کو اطلاع ہو گئی والد صاحب حضرت سے رخصت ہو کر گنگوہ تشریف لے آئے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب شہید اور دو شخص انکے ہمراہ ہو کر امروہہ شاہ عبد الہادی صاحب کی خدمت مین بغرض بیعت حاضر ہوئے تین دن تک حضرت کے ہان مسجد مین مہمان رہے حضرت شاہ صاحب نے اِنکے حال پر کچھ توجہ نفرمائی نماز کے لیے مسجد مین آتے اور فارغ ہو کر حجرہ مین تشریف لیجاتے جب اسی طرح تین دن گزر لئے تو دونون ہمراہیون نے حضرت حاجی صاحب شہید سے کہا کہ میان یہ تو ایک امیر آدمی معلوم ہوتے ہین ہماری طرف بالکل بھی توجہ نہین کرتے پھر ہم بھی مرید ہو کر کیا

کرینگے چلو کوئی دوسری جگہہ دیکھیں جہاں فقیری اور درویشی ہو حضرت حاجی صاحب نے جوابدیا بھائی تمہیں اختیار ہے جاؤ میں تو اسی جگہہ کا ہو رہا آخر وہ دونوں چلدیئے اسکے بعد جو حضرت حاجی صاحب شہید شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے چین بجبیں ہو کر آڑے ہاتھوں لیا اور خوب دھمکایا کہ یہاں کیوں پڑے ہو جاتے کیوں نہیں؟ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو سلسلہ خدام میں داخل فرمالیں۔ شاہ صاحب نے ترشی کے ساتھ جواب دیا "میں ایک امیر آدمی ہوں پان چھالیا کھاتا ہوں میں بیعت کے قابل نہیں نہ میں تمکو بیعت کرتا ہوں جاؤ کوئی دوسری جگہہ دیکھو" حاجی صاحب نے گردن جھکالی اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو بیعت فرماہی لیں آخر دو چار دن کے بعد حضرت کو یقین ہوا کہ بدون بیعت جائیں گے نہیں تب ظہر و عصر کے مابین حاجی صاحب کو ہمراہ لیکر دریا پر گئے اور دریا کے کنارہ انکو بیعت کیا حضرت حاجی صاحب شہید پر بے اختیار ہنسی کا غلبہ ہوا اور قہقہے لگانے شروع کیے حضرت شاہ صاحب بھی اسی طرح ہنسنے لگے جب عصر کا وقت ہوا تو شاہ صاحب نماز پڑھانے کھڑے ہوئے حاجی صاحب مقتدی تھے مگر دونوں پر ہنسی اسدرجہ طاری تھی کہ نماز کی نیت نہ باندہ سکے کتنی مرتبہ نماز کی نیت سے کھڑے ہوئے مگر پڑہ ہی نہ سکے آخر جب وقت تنگ ہونے لگا تو بمشکل نماز پڑھی دو چار روز کے بعد حاجی صاحب حضرت شاہ صاحب سے رخصت ہو کر ایک جگہہ اللہ کی یاد میں مصروف ہو گئے چھ ماہ کے بعد جب شاہ صاحب کی زیارت کو امروہہ حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کا وصال ہو لیا تھا یہ ابھی مجاز بھی نہیں ہوئے تھے کہ شیخ کا انتقال ہو گیا۔

اسی طرح حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ اول ہی اول پنجلاسہ میں شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے شاہ صاحب نے انکے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لو یہ لڈو لیکر جاؤ اور کالا آم کے پہاڑ میں بیٹھکر اپنا کام کرو چنانچہ بموجب ارشاد چھ ماہ کالا آم کے پہاڑ میں یاد الٰہی کے اندر مصروف رہے اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا چھ ماہ کے بعد وہ لڈو لیکر پنجلاسہ آئے انکے پہونچنے سے پہلے شاہ صاحب کا بھی انتقال ہو لیا تھا اِن سے بھی مجاز نہوئے۔

آخر سید احمد صاحبؒ بریلوی جب سہارنپور تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحبؒ بھی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت عطا فرماویں میں ذکر شغل حضرات قادریہ و چشتیہ کے کرچکا ہوں سید صاحبؒ نے فرمایا جب تک ہم سے بیعت نہو گے ہم تمہیں اجازت نہ دینگے بموجب ارشاد سید صاحبؒ آخر بیعت

ہوئے اور حضرت سید صاحبؒ نے انکو مجاز فرمایا۔ حضرت حاجی صاحب شہید فرمایا کرتے تھے کہ سید صاحبؒ مین انوار شریعت بہت زیادہ ہین جب دونون حضرات مراقب ہوتے تھے حضرت حاجی صاحب شہید ہنستے تھے اور سید صاحب خاموش رہتے تھے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ خانقاہ گنجلاسہ مین جو تالاب ہے اُسکو حضرت حاجی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھوں سے کھودا ہے پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوری نے عرض کیا کہ حضرت پہلے تمام سال تک اُس تالاب مین بکثرت پانی رہتا تھا دوسرے تالاب سارے سوکھ جاتے مگر اُسکا پانی خشک ہوتا کبھی نہین دیکھا تھا مگر اب دس بارہ برس ہوئے کہ اُس تالاب کو گاؤن والون نے صاف کیا اور مٹی نکالکر اُسکو گہرا کر دیا ہے اُسوقت سے یہ بات جاتی رہی اب تو برسات برسات پانی نظر آتا ہے اور بعد مین سوکھ جاتا ہے برسات کے بعد ایک ماہ پورا بھی اُس تالاب مین پانی نہین رہتا حضرت نے ارشاد فرمایا ہان جو بات اُس تالاب مین تھی وہ جاتی رہی۔

ایک روز فرمایا کہ یہ جبہ جو سجادہ صاحب کے ہان رکھا ہوا ہے حضرت شیخ عبد القدوس نے پچاس سال تک زیب تن رکھا ہے بعض لوگون نے حضرت شیخ کی خدمت مین عرض کیا کہ فقیری کچھ پرانے کپڑے پہنے ہین کہ آپ اسپر پیوند پر پیوند لگائے جاتے ہین حضرت نے فرمایا بخدا مجھے حلال کمائی کا کوئی کپڑا دستیاب نہین ہوتا جسکو پہنون اور اسے اتارون آخر آپ کے چند خدام حضرت جلال تھانیسری وغیرہ نے مزدوری کر کے چوبیس ٹکے اکھٹے کئے اور اُسکا کپڑا مول لیا جس مین سے ایک پاجامہ اور ایک کرتہ بنایا انکو شیخ نے پہن لیا پھر جب یہ پرانے ہوگئے تو انپر پیوند پر پیوند لگانے شروع کر دیے پھر بعد مین کوئی کپڑا نہین بنایا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ مین تحریر فرمایا ہے "الحمد للہ میرے زمانہ مین ایک بزرگ ہین شاید متقدمین مین بھی ایسا مجاہدہ کرنے والا کوئی نہوا ہو چالیس سال سے ہر روز صرف ایک بادام کھاتے ہین اسی پر گزارا ہے اسکے سوا دنیا کی کوئی چیز نہین کھاتے"۔

ایک بار ارشاد فرمایا کہ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر فاقہ پر فاقہ اُٹھائے ہین صاحبزادے بھوک کے مارے بلکتے چیختے اور روتے تھے اُنکی والدہ بہلانے کے واسطے چولھے پر خالی ہانڈی چڑھا دیتین اور جب بچے بھوک سے بیتاب ہوکر کھانے کا تقاضہ کرتے تو انکو چمکارتین اور تسلی دیکر فرماتی تھین دیکھو چولھے پر کیا پڑا ہوا ہے گھبرائے کیون جاتے ہو جب تمہارے والد آئینگے اُنکے ساتھ کھانا کھائیو بچے روتے ہوئے

حضرت کی خدمت مین حاضر ہوتے اور مچلتے کہ جلدی چلو ہمین گھر چلکر کھانا کھلاؤ حضرت اُن کے ہمراہ گھر مین تشریف لاتے اور شبیکر خود بھی اُن کے ساتھ آبدیدہ ہوتے اور یون فرمایا کرتے تھے کہ میرے گناہون کے باعث اِن معصوم بچون پر بھی مصیبت آئی یہی قصہ دن مین دو چار دفعہ ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے بیٹھتے اور صبح تک کرتے تھے سو جسکا ذکر اتنا لمبا ہو اُسکا حال کتنا لمبا ہوگا؟

ایک بار بیت المال مین سلاطین کے اسراف کا تذکرہ تھا فرمانے لگے کہ ہارون رشید عالم تھا اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا جب تخت پر بیٹھا تو علماء صلحاء پر بہت کچھ خرچ کیا حضرت سفیان ؒ اسکے پاس تشریف نہ لے گئے ہارون رشید نے عریضہ لکھا کہ "مین نے علماء و صلحاء پر زر کثیر صرف کیا حضرت تشریف نہین لائے اگر تکلیف فرماتے تو بندہ کی عزت افزائی کا سبب تھا" قاصد عریضہ سلطانی لیکر حضرت سفیان ؒ ثوری کی خدمت مین پہونچا اُسوقت حضرت ؒ حلقہ درس مین مصروف تھے دیکھتے ہی فرمایا خدا خیر کرے ظالم کا قاصد آیا" قاصد نے عریضہ پیش کیا حضرت نے رومال سے پکڑکر شاگرد کے حوالہ کیا کہ پڑھکر سنا دین اور فرمایا "مین ظالم کے خط کو ہاتھ لگانا نہین چاہتا" شاگرد نے عریضہ پڑھکر سنایا فرمایا مین ظالم کو کاغذ دینا بھی نہین چاہتا اسی کی پشت پر جواب لکھدو اور لکھو تمہارے ظلم کی اطلاع پہونچی اور تم نے بذریعہ تحریر اپنی حرکت ظلم کا اقرار بھی کیا اور مجھے گواہ بھی بنالیا بس یاد رکھنا مین قیامت کے دن تمہارے ظلم کی گواہی دونگا اور تمکو اُسکے معاوضہ مین عذاب بھگتنا پڑیگا بھلا تمہین بیت المال مین کیا حق تھا کہ اُسکو لٹانے لگے" کاتب نے جواب لکھکر پرچہ قاصد کے ہاتھ دیا کہ جاؤ لیجاؤ قاصد پر حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کی اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ عرض کرنے لگا مجھے تو اپنی خدمت مین حاضر رہنے کی اجازت دیجئے حضرت نے فرمایا ہمارا کام یہ نہین ہے کہ قاصد کو روک لین جاؤ اول جواب پہونچا آؤ اسکے بعد اگر دل چاہے اور طلب و تمنا ہو تو چلے آنا" قاصد وہان سے اُٹھا اور بازار مین کھڑا ہو کر پکارا کوئی ہے جو میری پوشاک کو اپنے مفلسانہ لباس کے بدلے خریدلے" غرض دو سو روپیہ کا قیمتی جوڑہ دو روپیہ قیمت کے کپڑون سے بدلکر ہارون رشید کا خط اُسکے حوالہ کیا کہ پہونچاؤ اور خود حضرت سفیان ثوری کی خدمت مین حاضر ہو گیا ہارون رشید نامہ شریف پڑھکر رو دیا اور کہا فاز المرسل خاب المرسل اسکے بعد حکم دیا کہ جب مین تخت پر بیٹھا کرون ہمیشہ یہ کرامت نامہ میرے روبرو رکھا جایا کرے۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے جب اپنے شیخ سے بیعت کی اور ذکر شغل کرنے لگے تو بیس ہی روز کے بعد ان کے شیخ انکی خاطر و مدارات اور تعظیم کرنے لگے تھے جب حاضر ہوتے تو ممتاز جگہہ چوکی وغیرہ پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے اور نہایت شفقت و توجہ سے باتین کرتے بعض خادمون کو حسد ہوا اور انکی تکریم ناگوار گذری کہ ہم پندرہ پندرہ بیس بیس برس کے رہتے رہتے اس عنایت سے محروم ہین اور کل کے آئے ہوئے پر یہ لطف و شفقت ہے حضرت شیخ انکے وسوسون پر مطلع ہوئے اور خانقاہ کے سارے درویشون کو مع شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ایک مرغ دیکر حکم فرمایا کہ اسکو ذبح کر لاؤ مگر ہر ایک شخص اپنا مرغ ایسی جگہہ ذبح کرے جہان کوئی موجود نہو چنانچہ سب گئے اور تنہا جنگل مین جہان کوئی آدمی نہ تھا اپنا اپنا مرغ ذبح کر کے لے آئے مگر شیخ شہاب الدینؒ آئے تو زندہ مرغ ہاتھ مین دبائے ہوئے لا کر چپ کھڑے ہو گئے درویشون نے انکا مضحکہ اڑایا کہ اتنا بھی نہو سکا جب سب نے اپنا ذبیحہ شیخ کے سامنے رکھدیا تو مرشد نے حضرت شہاب الدین سہروردی سے دریافت کیا "بھائی تم مرغ کو ذبح کر کے نہین لائے؟" انہون نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ حضرت آپکا حکم تھا کہ جہان کوئی موجود نہو وہان ذبح کیا جاوے اور مجھے کوئی جگہہ ایسی ملی نہین جہان حق تعالیٰ موجود نہون" اُسوقت حضرت شیخ نے طالبین سے فرمایا دیکھو تمہاری اور انکی استعداد مین اتنا فرق ہے پھر بھلا انکی تعظیم کیون نہ کیجائے۔

دوسری مرتبہ حضرت شیخ نے تمام خدام کو حکم دیا کہ صحرا سے ہری گھانس لیکر آؤ سب کے سب حکم پاتے ہی لپکے اور جنگل سے ہری گھاس کھود کھود کر سرون پر رکھکر حاضر ہوئے شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ آئے تو مٹھی مین ذرا سی سوکھی گھاس دبائے لا کر کھڑے ہو گئے پھر لوگون نے انکی ہنسی اڑائی کہ سارے جنگل مین انکو ایک مٹھی ہری گھاس بھی نصیب نہوئی شیخ نے ان سے پوچھا تو عرض کرنے لگے "حضرت کیا عرض کرون جس ہری گھاس کو توڑنا چاہا اُسکو ذکر الٰہی مین شاغل پایا ہمت نہوئی کہ حق تعالیٰ کا ذکر میرے ہاتھون قطع ہو ایک جگہہ اتنی سوکھی گھاس پڑی تھی جو ذکر سے غافل تھی اسلئے اس کو اُٹھا لایا۔"

ایک بار ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الموت مین مبتلا ہوئے اور زندگی سے یاس ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچون کی صغر سنی کا تردد تھا اُسی وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہین تو کاہے کا فکر کرے ہے جیسے تیری

اولاد ویسی ہی ہیری- آپکو اطمینان ہوگیا شاہ صاحب کی اولاد سب عالم ہوئی اور بڑے مرتبون پر پہونچے جیسے بھی صاحب فضل وکمال ہوئے ظاہر ہے- آپ کے چار صاحبزادے تھے اب اُنکی اولاد مین بجز عبدالسلام غیر تعلیم یافتہ اور کوئی بھی نہین-

ایک بار فرمایا کہ جب مولانا اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین کوئی شخص بیعت ہونے حاضر ہوتا تو یون فرماتے کہ ہمین کچھ معلوم نہین مولوی یعقوب صاحب کے پاس جاؤ اُنھون نے نانا صاحب یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب سے یہ سب سیکھا ہے سو باوجودیکہ شاہ اسحٰق صاحب ان باتون سے صاف انکار فرماتے تھے مگر پھر بھی دیکھنے والون نے دیکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحب سے مولانا اسحٰق صاحب ہی درجہ مین بڑھے ہوئے تھے اور اسکی وجہ نشر علم دین ہے-

ایک دن ارشاد فرمایا کہ مولوی محمد یعقوب صاحب کو فن تعبیر مین کمال تھا ایک بار کسی شخص نے دہلی مین خواب دیکھا کہ فلان دروازہ سے جناب رسول اللہ صلی اللہ وسلم کا جنازہ لوگ لئے جاتے ہین اور اُس زمانہ مین مولانا محمد اسحٰق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہجرت کرنے والے تھے مولوی یعقوب صاحب نے فرمایا بھائی صاحب ہجرت کرنے والے ہین آپکے ساتھ علم حدیث کا نکلنا جنازہ کا نکلنا ہے-

ایک بار شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امیرالمومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خواب مین دیکھا اور دریافت کیا کہ مذاہب اربعہ مین کون مذہب آپ کے مذہب کے مطابق ہے؟ فرمایا "کوئی بھی نہین" پھر سلاسل اربعہ کو دریافت کیا اِسکی بابت بھی وہی جواب ارشاد ہوا کہ کوئی بھی نہین جب اِس خواب کی خبر مرزا جان جانان رحمۃ اللہ علیہ کو ہوئی تو آپنے شاہ صاحب سے پوچھ بھیجا کہ یہ خواب اضغاث احلام تو نہین ہے؟ اسکے کیا معنی کہ سلاسل اربعہ اور مذاہب اربعہ مین سے کوئی ایک بھی جناب امیر کے موافق نہو؟ شاہ صاحب نے جواب لکھا کہ یہ خواب رویائے صالحہ ہے اور عدم موافقت کا یہ مطلب ہے کہ من کل الوجوہ اور ہر ہر جزئیات مین کوئی سلسلہ اور کوئی مذہب آپ کے مذہب کے مطابق نہین ہے اِسلئے کہ ہر ایک مذہب مذاہب صحابہ کا مجموعہ ہے کوئی مسئلہ حضرت صدیق رضؓ کے مطابق ہے تو کوئی مسئلہ حضرت علیؓ کے اور کوئی حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور یہی حال سلاسل مشایخ کا ہے-

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا حضرت ملا نظام الدین لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرید ہوئے تو اُنکے پیر محض اُمّی تھے ایکبار پیر صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے اور مولانا کے ہاتھ مین حقہ دیا اور تمام بازار مین پھرایا مگر

مولانا صاحب نے باایں ہمہ کمال اس خدمت سے مطلق انکار فرمایا اسکے بعد ایک اور بزرگ کا تذکرہ فرمایا (غالباً شیخ جلال تھانیسری تھے) اُن کے مرید ایک خانصاحب تھے حضرت شیخ کی گھوڑی کہین باہر سے لائی گئی اتفاقاً گھوڑی نے لات ماردی اسپر خانصاحب کو غصہ آگیا کہنے لگے "تعلیم وارشاد لو اورون کے لئے ہے اور گھوڑون کی لات ہمارے واسطے" شیخ کے کسی مرید نے یہ قصہ حضرت سے جا کہا جب خانصاحب گھوڑی لیکر حاضر ہوئے تو شیخ نے غصہ ظاہر فرمایا اور خانقاہ سے نکالدینے کا حکم دیدیا بموجب حکم حضرت شیخ کے خانصاحب نکال باہر کئے گئے ادہر خانصاحب کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے بیتاب ہوگئے اور جب اندر جانے کی کوئی صورت نہ پائی تو فرط عقیدت ومحبت سے خانقاہ کی بدرو مین گھس پڑے اتفاق سے بارش ہوئی تو خانقاہ کا پانی رُک گیا لوگون نے بانس سے نالی صاف کرنی شروع کی وہ بانس خانصاحب کے سر مین جا کر لگا اور پانی کے ساتھ خون بہنے لگا تب تو لوگون کو تعجب ہوا اور فکر بھی کہ کیا بات ہے نالی کو جو دیکھا تو اُسمین خانصاحب کو سر گھسائے پڑا پایا اسکی خبر حضرت کو دی گئی سُنکر حضرت شیخ کو رحم آگیا اور بکمال شفقت شرف حضوری بخشا۔

ایک دن ارشاد فرمایا ایک بزرگ تھے جُلاہے ایک روز عصر کی نماز مین اُنکو دیر ہوگئی دوڑے ہوئے کنوین پر وضو کے لئے پانی لینے گئے کنوین کے اندر لوٹا یا ڈول جو ڈالا تو پانی کی جگہہ چاندی سے بہرا ہوا نکلا اُس بزرگ نے پھینکدیا اور جناب باری مین عرض کیا کہ مذاق نہ کرو مجھے تو نماز کو دیر ہوتی ہے دوبارہ کنوین مین ڈالا تو سونے سے بہرا ہوا نکلا پھر اُسکو زمین پر دے پٹکا اور عرض کیا مذاق نکرو مجھے تو نماز مین تاخیر ہوئی جاتی ہے اُسوقت الہام ہوا کہ مین نے یہ معاملہ اسلئے کیا کہ لوگ تجکو حقیر نہ جانین۔

ایکبار ارشاد فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی معمولی آدمی نے دریافت کیا کہ حضرت پیر کیسا ہونا چاہئے اور مرید کیسا؟ آپ نے خیال کیا کہ اگر علمی بحث کیجائے تو یہ سمجھیگا نہین اور جواب دینا ضرور ہے اسلئے فرمایا "اچھا کل آنا اُسوقت بتائینگے" اگلے دن جب وہ شخص حاضر ہوا تو آپ نے ایک خط اُسکے حوالہ کیا اور فرمایا لو اسکو فلان شخص کے پاس پہونچادو جب لوٹکر آؤگے اُسوقت تمہاری بات کا جواب ملیگا "مکتوب الیہ وہان سے تیس منزل پر تھا اور اُسکے یہان ایک لڑکا تھا امرد نہایت حسین جمیل۔ شیخ نے خط مین لکھدیا کہ آرندہ نامہ کی خوب خاطر کرنا علیحدہ پر تکلف مکان مین ٹھیرانا اور خاص اپنے لڑکے کو اسکی خدمتگذاری پر مامور کرنا اور اُسکو تاکید کردینا کہ اسکے تعمیل حکم سے سرمو تجاوز نہ کرے حتی کہ گناہ کا مرتکب بھی ہو

تو عذر نہ کرے" اور اس نامہ بر کو فرمایا کہ ٹھیک تیس دن میں مقام مقصود پر پہونچکر اکتیسوین دن واپس پہونچنا" یہ شخص حسب الحکم خط لیکر چلا یا تیس دن مین وہان پہونچا اور خط حوالہ کیا مکتوب لیہ نے کرامت نامہ کی پوری تعمیل کی جب اس شخص کو لڑکے سے خلوت میسر ہوئی اور طبیعت بھٹکی تو مرتکب فعل ہونا چاہا فورًا ایک دھول لگی گویا خاص حضرت بایزیدؒ کا ہاتھ ہے متأثر ہو گیا اور نادم ہوا کہ کیا حرکت ہے اگلے روز وہان سے جواب لیکر چلا شیخ کے پاس پہونچا اور کہا کہ حضرت اب میرے سوال کا جواب دیجیے فرمایا "پیر ایسا ہونا چاہیے جیسے تمہین دھول لگی اور مرید ایسا ہو جیسا مکتوب لیہ یعنی پیر مین لغزش کے موقع سے بچالے اور مرید اپنے مرشد کا اتنا مطیع ہو کہ امتثال سے سرمو تجاوز نہ کرے عام اس سے کہ آبرو دنیوی جائے یا رہے۔

اسکے بعد اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع فرمادیا یہ بھی فرمایا کہ جب مین قید خانہ مین تھا تو میری تین سال کے لئے تین ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی چنانچہ تین شخص ضامن ہوئے لیکن انگریز سخت مزاج تھا اُس نے یہ کہکر کہ تینون گنگوہ کے باشندے نہین ہین ضمانت نامنظور کردی ملعون صاحب نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اسکو نہ چھڑالونگا گنگوہ نہ آؤنگا چنانچہ وہ سامی تھے اسی اثنا مین ہمارے حضرت گنگوہ تشریف لائے اور یہان خبر تھی کہ مین اب رہا ہوا اب رہا ہوا حضرت نے فرمایا کہ اُسکے چھوٹنے مین ابھی دیر ہے ہم اُس سے مل آئے ہین انہین ایام مین کہ مین قید خانہ مین تھا خواب مین آپ تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہین اور تسلی فرماتے ہین پھر حضرت یہان سے تشریف لیگئے اور مین ایک ماہ بعد چھوٹ آیا۔

ایک بار ارشاد فرمایا حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ سپاہی منش اور نہایت خوشمزاج آدمی تھے مجھسے کمال الفت کرتے تھے ایک دفعہ جب وہ گنگوہ مین تشریف فرماتے تھے تو ایک شخص نے اُنکی دعوت کی وہ لکڑہارا تھا آپنے قبول فرمائی کچھ دیر بعد حافظ محمد ابراہیم صاحب ڈپٹی کلکٹر بال کے والد نے بھی التجاء قبول ضیافت کی چنانچہ وہ بھی قبول کرلی ایک شخص نے کہا حضرت وہ پہلا ناراض ہوگا تو حضرت حافظ صاحب نے مُنہ بنا کر فرمایا کہ ہم اُسکا مُنہ توڑ دینگے اور کہا کہ وہ لاویگا کیا پانچ چھ روٹیان اور پیالہ بھر دال سو یہ اتنے آدمیون کو کافی نہوگا ہم اُسکا لایا ہوا بھی رکھ لینگے اور دوسرے کا لایا ہوا بھی اور پھر کھا دینگے۔ چنانچہ وہ لکڑہارا آیا تو پانچ چھ روٹیان جَو کی لایا اور ایک لوٹے مین سیر بھر کے قریب دودھ حافظ صاحب نے اُسکو رکھ لیا اور لکڑہارے کو رخصت کردیا جب دوسرے شخص بھی کھانا لے آئے تو آپ نے

پہلا کھانا بھی نکلوایا اور سب کو ملا کر کھایا۔

حضرت حافظ صاحب کے مزاج اور خوش مزاجی کے بہت قصے بیان فرمایا کرتے تھے ایکبار فرمایا حافظ صاحب کو مچھلی کے شکار کا بہت شوق تھا ایکبار ندی پر شکار کھیل رہے تھے کسی نے کہا "حضرت ہمین آپ نے فرمایا" اب کے مارون تیری"

منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایکبار دریافت کیا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے دیکھنے والون مین سے اب بھی کوئی شخص زندہ ہے یا نہین حضرت نے فرمایا بالفعل تو مجھے یاد نہین بعد فکر بتلاؤن گا مولانا عبد الرحیم صاحب نے فرمایا کہ سہارنپور مین ایک خشت فروش زندہ ہے۔ حضرت نے اسی سلسلہ مین فرمایا کہ حافظ جانی ساکن انبہٹہ نے مجھسے بیان کیا تھا کہ ہم قافلہ مین ہمراہ تھے بہت سی کرامتین وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھین مولوی عبد الحی صاحب لکھنوی مولوی محمد اسمعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد مین شریک تھے سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا سید صاحب نے پہلے اپنا قاصد یار محمد خان کے پاس بھیجا وہ تن تنہا یار محمد خان کے پاس پہونچا اور پیغام سنایا اُس نے جواب دیا سید سے کہدے وہ کیون عبث جنگ پر آمادہ ہے اُسکے لئے بہتر نہوگا اُسکے ہمراہی ایک ایک کرکے مارے جاوینگے اور خود اس قاصد کے کوڑے لگوائے پھر واپس کردیا اور پوچھا پھر بھی اسید تجھے بھیجے گا تو تو آئیگا؟ اُس نے کہا "ہان پھر آؤنگا" غرض قاصد نے واپس ہوکر سارا حال سید صاحب سے عرض کیا سید صاحب نے فرمایا اچھا تم ہی واپس جاکر یار محمد خان سے کہدو کہ ہمکو کیا زک دیگا تو خود پیشاب پیکر مریگا۔ المختصر لڑائی ہوئی اور یار محمد خان کی فوج نے ہزیمت پائی۔ یار محمد خان بھی بھاگا اس اثنا مین اُسے تشنگی لاحق ہوئی جب پانی مانگا اور خادم نے جواب دیا کہ موجود نہین ہے تو کہا "شاشہ بیلد" یعنی پیشاب ہی لا اور پیکر قتل ہوا۔

پھر کچھ عرصہ بعد کھڑک سنگہ پسر رنجیت سنگہ والی لاہور سے لڑائی ہوئی جس مین بہت سے مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی محمد اسمعیل صاحب و مولوی محمد حسن صاحب بھی وہین شہید ہوئے البتہ میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا جب لاشین سنبھالی گئین تو سید صاحب اور اُن کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا لوگ تلاش مین نکلے اور ادہر اُدہر جستجو کرنے لگے چند چند آدمی مختلف دیہات اور پہاڑون مین جاکر ڈھونڈا

کرتے تھے اور کسی کو نہ ملتے تھے۔ گانون مین برابر پتہ ملتا چلا جاتا کہ یہان تھے وہان تھے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے سخت بخار تھا اسی حالت مین مین نے تینون شخصون کو جاتے دیکھا جن مین ایک سید صاحب تھے مین نے غل مچایا کہ حضرت آپ ہمکو کہان چھوڑ گئے اور کیون ہمسے علیحدہ ہو گئے؟ سب لوگ آپکے روبراہ ہین میرے غل مچانے پر حضرت سید صاحب نے منہ پھیر کر مجھے دیکھا کچھ جواب نہ دیا اور چلے گئے مین بوجہ سخت بیماری کے اٹھ نہ سکا غل مچایا کیا۔

دوسرے شخص نے بیان کیا کہ ہم انہین دونون سید صاحب کو ایک پہاڑ مین تلاش کر رہے تھے دفعتہً کچھ فاصلہ پر گرم ٹبراٹ سُنا مین وہان گیا تو دیکھون کیا سید صاحب و اُن کے دو ہمراہی بیٹھے ہین مین نے سلام و مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیون غائب ہو گئے سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہین مجبور ہو کر ہمنے فلان شخص کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہے اور اُن سے بیعت کی ہے آپنے اسپر تحسین کی اور فرمایا ہمکو اب غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اسلئے ہم نہین آسکتے" اِتنا فرما کر قافلہ والون کی خیریت اور حالات پوچھے اور پھر روانہ ہو گئے مین نے بھی ہمراہ ہونے کے لئے عرض کیا تو منع فرمایا اور پھر کوشش کر کے جو مین نے پیچھے چلنا چاہا تو میرے ہاتھ پاؤن وزنی ہو گئے مین تو کھڑا کا کھڑا رہگیا حیران اور مایوس تھا کہ یا اللہ کیسے چلون اور حضرت سید صاحب معہ ہمراہیان نظر سے غائب ہو گئے۔

تیسرے ایک اور شخص نے بیان کیا کہ سید صاحب کو ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ہم ایک گانون مین ایک جگہہ اُترے وہان دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قبر جو ڈھئی ہوئی تازہ پڑی ہے اسکو سید صاحب ابھی ڈھوا گئے ہین کیونکہ اونچی تھی بادہراُدہر دیکھا تو کہین پتہ نہ لگا۔

منشی محمد ابراہیم صاحب نے کہا سید صاحب تیرہوین صدی کے آغاز مین پیدا ہوئے تھے اور اب سنہ ۱۳۰۱ھ مین ممکن ہے کہ حیات ہون انہون نے جب لفظ ممکن کہا تو حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا بلکہ اکمن اور فرمایا کہ سید صاحب انبہٹہ مین بھی تشریف لائے میان صابر بخش سجادہ نشین شاہ ابو المعالی کے یہان دعوت ہوئی تھی مولوی عبد الحی صاحب مولوی محمد سالار سے ملنے کو اُنکے مکان پر گئے تھے مولوی محمد سالار نے قیام کا حال دریافت کیا تو صابر بخش کے مکان پر قیام بتایا گیا مولوی محمد سالار نے کہا " اس کافر کے مکان پر ٹھیرے" مولوی عبد الحی صاحب نے فرمایا وہ کافر نہین ہے اور وجوہات مین کتب فقہ کا حوالہ دیا مولوی محمد سالار نے کہا " مولوی صاحب یہ دہلی نباشد کہ کتاب منہ پر دے ماری یہ انبہٹہ ہے" مولوی عبد الحی صاحب اِدہر اُدہر

کی باتیں کر کے واپس ہوئے۔ گنگوہ بھی سید صاحب تشریف لائے تھے اور مُکلے کی سرائے میں قیام ہوا تھا چند شخص یہاں شرف بیعت سے مشرف بھی ہوئے تھے جن میں سے ایک شخص یہاں کی مسجد میں رہتا تھا بڑا ہی متبع سنت تھا اُسکی عادت تھی جب رمضان شریف گزر چکتا تو لوگوں سے کہہ دیتا بھائیو ایک برس کی مری زندگی اور نکل آئی لوگ ہنسا کرتے کہ ہر رمضان کے بعد یوں ہی کہہ دیتا ہی حتی کہ رمضان کی سات تاریخ کو انتقال کیا۔

سید صاحب نانوتہ بھی تشریف لے گئے تھے وہاں بھی بہت سے لوگ مُرید ہوئے ایک مُرید نے بیان کیا "میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب مسجد جامع کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں نہایت شکیل جمیل تھے اور آپنے اپنی پگڑی اُتار کر ایک سرا اپنے ہاتھ میں لیکر باقی بیعت کرنے والوں کو پکڑا دی لوگ برابر دوسرے سرے تک اُسکو پکڑے ہوئے تھے اور پگڑی کھنکھجورے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف سے اُسکو تھامے ہوئے تھے۔

سید صاحب توحید و رسالت اور اتباع سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور بس۔ سید صاحب اتباع سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعت کے سخت ماحی اور مخالف تھے مولوی عبدالحی صاحب سے ایک دن فرمایا کہ اگر کوئی امر مخالف سنت مجھسے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا" مولوی صاحب نے کہا حضرت جب کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحی دیکھیگا تو وہ آپکے ساتھ ہوگا ہی کہاں؟ یعنی ہمراہی چھوڑ دیگا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے سید صاحب نے شادی کی تھی نماز میں کچھ دیر سے آئے مولوی صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر ہوگئی اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولیٰ ہو چکی تھی مولوی عبدالحی صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کیا پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لانے لگے۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کے لئے پٹنہ عظیم آباد سے کوئی شخص تین سو ساٹھ جوڑے کرتے کے طیار کر کے بھیجا کرتے تھے کہ حضرت ہر روز نیا جوڑہ زیب تن فرماویں لیکن غائب ہونے سے کچھ دن قبل فرمایا کرتے تھے کہ لوگو اگرچہ میں ہر روز جوڑہ بدلتا ہوں لیکن اگر امر خدا یہ ہو کہ میں کملی پہنوں اور بھینس کے گوبر میں دھنس جاؤں تو بندہ کا کام ہے کہ راضی برضا ہو۔ اِس کلمہ کو بار بار کچھ کچھ دنوں میں فرمایا کرتے آخر ایک مرید افغان نے کہا "کیا ہم سے تم جدا ہونا چاہتا ہی یا کیا معاملہ ہے کہ بار بار ایسا کلمہ کہتا ہے" سید صاحب نے فرمایا کہ واقعہ میں بندہ کو خدا کے حکم کی تعمیل میں بہر حالت مستعد رہنا چاہئے۔

ایکبار فرمایا مولوی احمد حسن صاحب امروہی جو سید صاحب کے ہمراہ تھے انکا یہ حال تھا کہ ایام سرما مین جب اُن کے پاس گھر سے رزائی بچھونا جاتا تو اپنے اعضاء سے کہتے کہ تم اِن مین آرام لوگے؟ ان مین رہوگے؟ لیکن مین جب خوش ہونگا کہ تم مین سے ہر عضو خون مین بھرا ہوا خاک مین رُلتا ہو" اور بالآخر یونہی ہو

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کسی شہر مین گذرے ایک کسبی خوبصورت اپنے دروازہ پر کھڑی تھی سید صاحب گھوڑے پر سوار جارہے تھے آپنے جو ایک نظر اُسکی طرف دیکھا اور پھر چلدیئے تو وہ رنڈی بے تحاشا دوڑی اور گھوڑے کے قدمون مین گر پڑی کہ حضرت برائے خدا مجھے افعال ناشائستہ سے توبہ کراؤ اور بیعت کرلو" حضرت نے توبہ کرائی اور اُس سے دریافت کیا کس سے نکاح کرنا چاہتی ہے؟ اُس کا کوئی آشنا تھا اُس نے اُسکی نسبت کہا اُس شخص نے انکار کردیا تب اُسی وقت قافلہ والون مین سے کسی شخص کے ساتھ حضرت نے اُسکا نکاح کردیا اور قیام گاہ پر پہونچکر فرمایا کہ لوگو جو کچھ تم نے دیکھا اسپر تعجب نہ کرنا اگر کوئی شخص اس سے زیادہ بھی اپنا اثر دکھائے مگر ہو خلاف سنت ہرگز ہرگز اُسکا اعتبار نہ کرنا۔

ایک دن ارشاد فرمایا ہنگام قیام نانوتہ مین مسمی غلام حسین شیعون کا مولوی تھا وہ بھی سید صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا آپ ایک مکان مین بیٹھے تھے جب وہ اندر آیا تو آپ متوجہ ہوئے اُسپر جون ہی اثر پڑا تو وہ بدنصیب جوتیان بھی وہین چھوڑکر بھاگا کہ یہ شخص سید بڑا جادوگر ہے اور جب تک سید صاحب نانوتہ مین مقیم رہے وہ جنگل مین رہا کیا شہر مین نہ آیا۔

حضرت مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ مین ایک بار فرمایا کہ لکھنؤ مین شیعون کا مجتہد لباس بدلکر سید صاحب کے پاس آیا مولوی اسمعیل صاحب موجود نہ تھے کہین سیر سپاٹے کو گئے ہوئے تھے مجتہد نے آکر کہا مجھے چند مسئلے دریافت کرتے ہین سید صاحب نے فرمایا پوچھو مولوی عبدالحی صاحب کا قاعدہ تھا کہ سائل کا سوال سُنکر ذرا سکوت فرماتے پھر جواب دیتے تھے چنانچہ حسب عادت مولوی صاحب نے مجتہد کو جواب دیا مجتہد نے کہا اِس بیان سے تو کچھ تسکین نہین ہوئی چلتے ہین مجتہد صاحب سے دریافت کرینگے کیونکہ وہان پورے طور پر تسکین ہوجاتی ہے یہ کہکر فوراً اُٹھکر چلدیا گویا الزام دیگیا کچھ دیر بعد مولوی محمد اسمعیل صاحب آئے اور معاملہ معلوم کیا تو افسوس کرنے لگے کہ ہم نہوئے۔ مولوی اسمعیل صاحب کشیدہ قامت سپاہیانہ وضع پر رہتے تھے ایکدن بلا اطلاع مجتہد صاحب کی مجلس مین جا پہونچے اور کہا "چونکہ سُنیون کی صحبت اکثر رہتی ہے اور وہ لوگ مختلف سوالات پوچھا کرتے ہین

چنانچہ چند سوال وقت طلب تھے انکا جواب دریافت کرنا چاہتا ہون مجتہد صاحب نے نہ پہچانا اور کہا کہ پوچھو مولوی اسمٰعیل صاحب نے سوال شروع کئے مجتہد بیچارا جو جواب دیتا اُسکو رد کر دیتے حتی کہ وہ ساکت ہو رہا مولوی صاحب اُٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ چلیں سید صاحب سے ہی دریافت کرین وہ پورے طور سے تسکین کر دینگے اور تسلی وہین جا کر ہوتی ہے" اتنا کہکر چلدیئے جب باہر نکل آئے تو مجتہد کو معلوم ہوا کہ مولوی محمد اسمٰعیل تھے سخت افسوس کیا اور اپنے لاجواب ہونے پر کمال نادم ہوا۔

ایکبار مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پالکی مین جا رہے تھے ایک طالب علم نے کرہ زمین سے متعلق ہیئت کا مسئلہ دریافت کیا آپ نے بلا تکلف اپنی مٹھی باندھکر کرہ فرض کر کے اُسکو سمجھادیا۔

مولوی محمد حسنؒ صاحب رامپوری کے متعلق فرمایا کہ وہ بہت نازک مزاج تھے اور قافلہ مین نازک مزاج نبہنا مشکل تھا ذراسی کوئی بات اُنکے خلاف مزاج ہو جاتی تو کھانا نہ کھاتے مولوی محمد اسمٰعیلؒ صاحب نے جو یہ حال معلوم کیا تو ایک دن بالعزم انکو اپنے پاس بٹھایا اور جب کھانا آیا تو رومال مین ناک سنک کر رومال کو دبوچ لیا مولوی محمد حسن صاحبؒ فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کھانا نہ کھایا دوسرے وقت پھر کھانا آیا تو مولوی اسمٰعیلؒ صاحب نے انکا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھالیا اور بدستور رومال مین ناک سنکی اور اس مرتبہ اتنا اور زیادہ کیا کہ انکو دکھا کر اُسکو مل بھی دیا اسپر مولوی صاحب نفرت کر کے پھر اُٹھ کھڑے ہوئے اور یہ وقت بھی فاقہ سے گذارا تیسرے وقت پھر وہی صورت پیش آئی مولوی محمد حسنؒ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب اگر آج آپ کھانے مین ملا بھی دینگے تو بھی آج ضبط نہین ہو سکتی" چنانچہ کھانا کھایا مولوی اسمٰعیلؒ صاحب نے فرمایا مولانا قافلہ مین آپکی نازک مزاجی نبھ نہین سکتی اسلئے یہ کیا گیا۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ مولانا اسمٰعیلؒ صاحب شہید اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلہ مین کسی کے قول پر عمل نہ کرے اور جہان حدیث صحیح غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھکر کوئی مذہب محقق نہین" ایکبار یہ دونون حضرات لکھنؤ تشریف لے گئے تھے وہان پہونچکر اہل ہند پر حج کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا لکھنؤ کے علما ان کے مخالف ہوئے اور دلیل پکڑی اُن ضعیف فقہی روایتون کی جن مین دریائے شور (کہ مابین ہند و حجاز حائل ہے) مخل امن طریق لکھا ہے غرض یہ بات ٹھیری کہ شاہ عبد العزیز صاحبؒ کا قول دونون فریق فیصلہ سمجھین چنانچہ اہل لکھنؤ نے شاہ صاحب کو لکھا وہان سے جواب آیا کہ اِن دونون صاحبون کو میرا قائم مقام سمجھو اور فقیر کی رائے بھی یہی ہے کہ اہل ہند پر حج فرض ہے

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا شاہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد اسمعیل صاحب کے صاحبزادے تھے اور مجذوب تھے ایکبار جامع مسجد دہلی مین اکبر خان غیر مقلدی کا بانی وعظ کر رہا تھا جمعہ کے بعد حضرت مولانا محمد عمر صاحب اُسکے پاس وعظ سُننے کو تشریف لیچلے لوگون نے کہا بھی کہ حضرت یہ غیر مقلد ہے آپ نے فرمایا "پھر کیا ہوا قرآن و حدیث رسول ہی تو بیان کرتا ہی" غرض شاہ صاحب مراقب ہوکر وعظ مین بیٹھ گئے جب تک وہ حدیث پڑھتا رہا خاموش بیٹھے سُنتے رہے ایک حدیث کے بعد اکبر خان کی جو شامت آئی تو اُس نے کہا "اگر ابو حنیفہ بھی ہوتے تو اس حدیث کا مطلب ہم انہین سمجھا دیتے" بھلا شاہ صاحب مین کہان تاب تھی آپنے سر اُٹھا کر فرمایا "تو ابو حنیفہ کو مطلب سمجھاتا جنکے مقلد جنید و شبلی جیسے ہوگئے" اُٹھکر ایک دھول اُسکے سر پر ایسی لگائی کہ اُسکا عمامہ اُڑ گیا چند بنگالی طالب علم جو اکبر خان کے معتقد اُسکے ہمراہ تھے شاہ صاحب کے مقابلہ کو طیار ہوئے مگر اکبر خان نے روکا کہ نہین یہ صاحبزادے ہین

ایکبار شاہ محمد عمر صاحب جا رہے تھے اندہیری رات تھی پہرہ والے نے ٹوکا کہ کون جاتا ہی؟ شاہ صاحب نے کچھ جواب نہ دیا پہرہ والے نے پھر پوچھا کون ہی؟ تب فرمانے لگے "تجھے معلوم نہین ہوتا آفتاب نکلا ہوا" اس جواب پر پہرہ والے نے مارنا شروع کیا کسی نے اتفاق سے پہچان لیا اور کہا ارے یہ تو مولانا محمد عمر صاحب ہین اسپر پہرہ والے نے بھی معذرت کی کہ حضرت مین نے پہچانا نہ تھا شاہ صاحب نے فرمایا "کچھ نہین میان کچھ نہین" اور چلے گئے۔

ایک مرتبہ حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا غدر کے زمانہ مین ایک مجذوب صاحب تھانہ بھون مین تھے جب مولوی رحمت اللہ صاحب کی گرفتاری کا حکم ہوا اور انکا ارادہ ہجرت کا ہوا تو لوگون نے کہا کہ مجذوب صاحب سے ذرا مشورہ لینا چاہیے چنانچہ انکی خدمت مین گئے اور عرض کیا انہون نے فرمایا رہجاؤ کچھ نہین ہوگا اسکے بعد مزید اطمینان کیلئے مولوی رحمت اللہ صاحب پھر اُن کے پاس گئے تب مجذوب صاحب فرمانے لگے "چلا جا یہان نہین رہ سکتا فاضل ہو کر ایسی چھچوری بات نہین بھائی اور اپنے والد صاحب کا نام لیکر کہا کہ تین روپیہ اُنکی طرف سے اور چھ روپیہ میری طرف سے تجھے ملتے رہینگے" پس مولوی رحمت اللہ صاحب نے بھی ہجرت کا قصد کر لیا اور اُس تاریخ سے نو روپیہ ماہوار اُنکو برابر ملا کئے اُنمین کبھی فتور واقع نہین ہوا مولوی ولایت حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مجذوب صاحب کے کہنے کے موافق مولوی رحمت اللہ صاحب ہندوستان مین رہجاتے تو کچھ دار و گیر نہین ہوتی؟ حضرت نے ارشاد فرمایا "ہان کوئی صورت برات کی نکل آتی"

ایکبار ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے میری لڑکی کی عمر کوئی تین سال کی تھی حضرت نے اُسکے ہاتھ مین پانچ روپیہ شیرینی کے دیئے میری لڑکی نے وہ روپیہ لیکر حضرت کے قدمون مین رکھدیئے پھر دیئے اُس نے ایسا ہی کیا ہر چند حضرت نے بہلایا کہ تو تو میری بیٹی ہی لے لے مگر اُس نے مانا ہی نہین حضرت نے فرمایا آخر تو فقیر کی بیٹی فقیرن

ہی ہے اسکے بعد یہ دعا فرمائی "این دختر صاحب نصیب است و ہیچ عرے تے در دنیا نہ بیند و الا ازاہل صلاح خواہد شود" اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا الحمد للہ میری لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہین ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب مین اُستاذی مولانا مملوک العلی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین پڑہتا تھا میرے تمام بدن کے اوپر خارش نکل آئی۔ مین ہاتھون مین دستانہ پہنکر سبق پڑہنے کیلئے حضرت مولانا کی خدمت مین حاضر ہوتا اور اُن ایام مین بھی ایک دن سبق ناغہ نہین کیا۔ ایک روز مجکو زیادہ خارش مین مبتلا دیکھکر حضرت اُستاذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میان رشید تمہارا تو وہ حال ہو گیا بقول شخصے ؎

یکتن و خیل آرزو دل بچہ مدعا دہم	تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

ایکبار ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت مین اسم اعظم سیکھنے آیا ہون آپنے اُس سے وعدہ فرمایا اور کہا کہ فلان دن فلان دریا کے کنارہ پر مجھسے ملنا چنانچہ وہ شخص وعدہ پر آیا اور ملتجی سیکھنے اسم اعظم کا ہوا آپنے فرمایا اِس دریا مین جا اور میرا نام لیتا رہ وہ شخص حسب الارشاد دریا مین گھسا اور آپکا نام لیتا رہا یہانتک کہ پانی ناف سے اوپر آگیا اور یہ شخص ہمت کرکے بڑہتا ہی رہا آخر جب بیچ دھار مین پہونچا تو لگا ڈوبنے اُس پریشان حالی مین اُسنے امام کا نام لینا تو چھوڑ دیا اور بے اختیار زبان سے نکلا اللہ اللہ چنانچہ اللہ کو پکارتا ہوا دریا سے پار اُتر گیا اُسوقت حضرت امام جعفر صادقؒ نے ارشاد فرمایا کہ اسم اعظم یہی نام مبارک اللہ اللہ ہے بشرطیکہ اسیطرح دل سے نکلے جیسا ابھی ڈوبتے وقت تیری زبان سے نکلا تھا اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے ارشاد فرمایا تو میان راہ خدا مین خلوص کا ہونا ہی کوئی بات ہے۔

ایکبار ارشاد فرمایا میرے اُستاذ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا سیکڑون مرید تھے اور اُن مین اکثر امرا اور بڑے آدمی تھے مگر آپکے ہان اکثر فاقہ ہوتا تھا ایک روز آپکے ہان کئی روز کا فاقہ تھا خادمہ کسی بچہ کو گود مین لئے ہوئے باہر نکلی بچہ کے چہرہ پر بھی فاقہ کے سبب پژمردگی تھی اتفاق سے مفتی صدرالدین صاحب کہین سے تشریف لاتے تھے بچہ کا چہرہ مرجھایا ہوا دیکھا تو خادمہ سے پوچھا بچہ کیسا ہے اسکا رنگ کیون متغیر ہے؟ اُس نے ٹھنڈا سانس بھرکر کہا حضرت کے ہان کئی وقت سے فاقہ ہے مفتی صاحب کو سخت صدمہ ہوا اُسی وقت گھر پہونچکر خادم کے ہاتھ ڈیڑہ سو روپیہ روانہ کئے اور لکھا کہ یہ آمدنی فیس کی نہین ہے بلکہ تنخواہ ہے قبول فرمالیجئے۔

حضرت شاہ صاحب نے واپس فرمادئے اور کہلا بھیجا آگی تنخواہ ہی کہاں جایز ہے؟ یہ تو ہو لیا اس کے بعد شاہ صاحب کو فکر ہوا کہ فاقہ کا راز کسطرح ظاہر ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے کہدیا تھا آپ نے اُسکو بلایا اور فرمایا نیک بخت اگر فاقہ کی برداشت نہیں ہے تو اور گھر دیکھ لو مگر خدا کیلئے ہمارا راز افشا نکرو۔

ایکبار آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین نے اور میرے گھر کے لوگون نے فاقے اُٹھائے مگر الحمد للہ مین نے کبھی قرض نہین لیا۔

ملفوظات

ہان اے زبان رسیدہ وقت تجارت آمد	در یاست مجلس شاہ دریاب وقت وبشناس

ایک دن حضرت امام ربانی قدس سرہ چارپائی پر لیٹے تھے طبع کچھ ناساز تھی مولانا حکیم مسعود احمد صاحب آئے اور مزاج پرسی فرمائی کسی قدر درد ریح بائین ساق مین بیان فرمایا اور اسی سلسلہ مین ارشاد فرمایا ایک میانجی کو لڑکون نے بیمار بنا دیا تھا لڑکون نے صلاح کی کہ آؤ آج کی چھٹی لین صبح کو ایک لڑکا آیا اِس نے کہا میانجی صاحب آج طبیعت کیسی ہے؟ میانجی نے کہا اچھی ہے کچھ دیر بعد دوسرا آیا اُس نے بھی پوچھا میانجی صاحب آج مزاج کیسا ہے کچھ چہرا اُترا ہوا سا ہے میانجی نے اُسکو بھی جھڑک دیا پھر تیسرا آیا اُس نے بھی ناسازی طبع کے آثار بیان کئے اور مزاج پوچھا تب تو میانجی صاحب کا خیال بدلا چپ ہوگئے پھر تھوڑی دیر بعد چوتھا آیا اُس نے بھی کہا کہ میانجی صاحب آج کچھ چہرہ اُداس ہے طبیعت کیسی ہے پے در پے اِن باتون سے میانجی صاحب اچھے خاصے بیمار ہوگئے اور لیٹ رہے لڑکون نے اُستاد کو صاحب فراش بنکر چھٹی منائی اور خوب کھیلے اب جو کوئی آوے میانجی صاحب فرماوین طبیعت اچھی نہین دوست آشنا نبض دیکھین تو کچھ بھی نہین سب کہین اجی آپ تو اچھے ہین تندرست آدمی خواہ مخواہ کو بیمار کیون بنتے ہین مگر میانجی کو یقین ہی نہ آوے آخر بمشکل یقین آیا اور اُٹھکر بیٹھے۔

اسی سلسلہ مین فرمایا کہ مولوی مظہر حسین صاحب کے دادے ایک بھولے آدمی تھے اُن کے لڑکے عبد الرحمن نے جنکی قبر دیوار غربی احاطہ خانقاہ کے قریب ہے ایک دن کہ رمضان کی ستائیس یا اٹھائیس تھی اپنے والد سے کہا اباجی مین نے چاند دیکھا اُنھین یقین آگیا اور کہتے پھرے لو بھئی

چاند ہو گیا کل کو عید ہے لوگون نے کہا مولوی صاحب غضب کرتے ہو بھلا ستائیس یا اٹھائیس کو بھی چاند دکھائی دیتا ہے؟ وہ بولے کہ میرا عبدالرحمن چھوٹا نہین اُسکی بالی نگاہ ہے دیکھ لیا ہوگا۔

ایکبار اسی طرح حضرت امام ربانی استراحت فرمار ہے تھے اُسدن آپکی داہنی ٹانگ مین درد کی تکلیف تھی منشی ابراہیم خان صاحب حاضر ہوئے اور مزاج پرسی کی فرمایا داہنی ٹانگ مین کسیقدر درد ہے اور دبوانیکی عادت کے سبب جو لوگون نے ڈالدی ہے اور بھی تکلیف ہوتی ہے اسکے بعد ارشاد فرمایا مولوی محمد بخش صاحب امپوری رحمۃ اللہ علیہ میرے اُستاد تھے جب وہ حج سے واپس آئے تو لوگون نے دریافت کیا کہ حضرت ہمارے لئے بھی دعا کی تھی مولانا نے فرمایا کہ ہان گالیان بھی دی تھین اور بد دعا بھی کی تھی لوگون نے کہا کہ حضرت یہ کیون آپ نے فرمایا جب مین واپسی مین جہاز پر بیمار ہوا اور کوئی تم مین سے بدن دبانے والا نہ ملا تو مجھے سخت تکلیف ہوئی ہمراہی سب برابر کے تھے دبواتا کس سے اُسوقت بہت برا بھلا تم لوگون کو کہا کہ نہ عادت ڈالتے نہ ایسا ہوتا۔

ایک شخص نے دریافت کیا کہ بچے جب چارپائی یا مونڈھے پر بیٹھے ہوئے پیر ہلانے لگا کرتے ہین تو انکو منع کرتے ہین کیا یہ کوئی شرعی بات ہے؟ حضرت نے فرمایا نہین کچھ بھی نہین بہتیری باتین محض بے اصل بھی مشہور ہوگئی ہین مثلاً نمک جو گرجاتا ہے تو کہا کرتے ہین کہ پلکون سے چُننا پڑیگا اور یہ ایسی بات ہے کہ قریباً سب ملکون مین مشہور ہے پورب شمال دکھن کی طرف بھی شائع ہے مولانا حکیم مسعود احمد صاحب نے فرمایا اور حضرت یہ جو مشہور ہے کہ مور جب ناچتا ہے تو اُسکی آنکھ سے قطرات ٹپک پڑتے ہین جسے اُسکے گرد کی مورنیان چگ لیتی ہین اور حاملہ ہو جاتی ہین اور اس طرح انڈے دیتی ہین؟ آپنے فرمایا اسکو حضرت علیؓ نے ایک بیان مین غلط فرمایا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کے پوتے صاحبزادہ میان سعید احمد حاضر خدمت ہوئے آپنے بکمال شفقت انکو اپنے پاس بٹھالیا۔ وہ اپنی خواب جو کبھی دیکھی تھی بیان کرنے لگے حضرت نے فرمایا جب خواب پریشان دیکھا کرو تو قل اعوذ برب الناس قل اعوذ برب الفلق پڑھکر اپنے پر دم کرلینا چاہئے اُسکے بعد ارشاد فرمایا منشی خلیل احمد کا لڑکا بہت خوابین دیکھا کرتا تھا اور مجھسے بہت محبت رکھتا تھا چیچک کے مرض مین جب وہ قریب الموت تھا تو ذرا افاقہ ہونے پر اُس نے اپنے والدین سے کہا کہ حضرت کو بلا دو تو مین اچھا ہو جاؤنگا چنانچہ مین طلبہ کو سبق پڑھا رہا تھا کہ گاڑی آئی۔ کھانا کھانے کے بعد مین اُسکے

دیکھنے کو گیا کچھ دیر بیٹھ کر واپس آیا بعد میرے اُس نے کہا کہ مین اب اچھا ہو گیا اور پھر اسی مرض مین مر گیا۔

ایک دن میان سعید احمد سلمہ ربہ کی بکری گولریان چرتی پھرتی تھی حضرت نے ارشاد فرمایا ایک قصبہ مین ایک شخص کے یہان بکرا پل رہا تھا اُسکا نام تھا منگلا لوگ اُسکو باولا خیال کرتے تھے وہ ایسا قوی اور زور آور تھا کہ زمین سے بازارون کی دوکان پر چڑھ جاتا اور دوکانون سے نیچے کود جاتا بازار کی ایک دوکان سے مقابلہ والی دوسری دوکان پر جا کودتا اور منگلا منگلا کر کے بُلانے پر فوراً پاس چلا آتا ذبح کے بعد اُسکے پیٹ سے ایک پتھری نکلی تھی جسکو حجرۃ التیس کہتے ہین اور سمیت امراض مین کام آتی ہے چنانچہ میرے بھورال نے کاٹ کھایا تھا تو اُسمین سے ذراسی استعمال کیگئی اور نافع پایا۔

ایک دن امداد پیر کا ذکر مذکور تھا حضرت نے فرمایا رامپور مین ایک شخص نے اِدہر اُدہر سے چندہ کے طور پر جمع کر کے مسجد بنائی تھی مسجد تو بن گئی لیکن کنوان سار پر نہ بیٹھتا تھا اور برابر کحل نکلتی آتی تھی اس شخص کو بڑا فکر تھا کہ روپیہ تو رہا نہین اور کنوان درست ہوتا نہین یا اللہ کیا کرون؟ ایک روز یہی سوچ کرتے کرتے رو پڑے اور روتے روتے غنودگی سی آگئی تو دیکھا حضرت تشریف رکھتے ہین اور فرماتے ہین کہ تسلی رکھ ایک شخص آکر تیرا کام کر دیگا پھر انکو تشفی سی ہو گئی اگلے روز ایک شخص لمبا جھرٹنگا کسی گانون کا آیا اُس نے دریافت کیا کہ یہان کوئی کنوان بن رہا ہے؟ اُسمین کچھ خرابی ہے؟ انہون نے اُسکو کنوان دکھلایا اور مزدوری کے لئے کہا اُس نے کچھ معمولی سی محنت لی اور جلد سرکنڈے سونج وغیرہ منگا کر بینڈے بنوائے اور خود کنوین مین اُتر کر دو تین جھام لگائے اور بینڈے کام مین لایا اور جلد نکل آیا لوگ کہتے تھے کہ وہ کنوان بالکل سار پر جا بیٹھا اور اچھا خاصہ ہو گیا۔

ایک بار منشی محمد ابراہیم خان صاحب نے سورۂ توبہ کے اول یا بیچ مین بسم اللہ پڑھنے کے لئے دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ کچھ حرج نہین اور بسم اللہ نہ لکھنے کی وجہ بیان فرمائی کہ یہ صحیح طور سے نہین معلوم ہوا کہ یہ سورۃ اپنے ماقبل سورۃ کا جزو ہے یا جداگانہ مستقل صورۃ ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا تو انہون نے بھی یہی جواب دیا تھا۔

حضرت علیؓ سے وہ دعا منقول ہے اعوذ باللہ من عذاب النار الخ پھر ذکر کرتے کرتے ولایت کے باشندون اور وہان کی اشیاء کے قوی ہونیکا ذکر آگیا تو فرمانے لگے کہ علیگڈہ مین ایک سررشتہ دار تھے اُن سے کلکٹر کو محبت تھی سررشتہ دار نے صاحب سے ایک دن برسبیل تذکرہ کہا کہ بہ نسبت گورون کے

افغان زیادہ تر قوی ہوتے ہین صاحب کو اسپر اعتراض ہوا تو سررشتہ دار نے تجربہ کرانے کے لئے ایک افغان کو بلایا جو بازار مین ہینگ بیچتا اور معمولی خرید فروخت کرتا پھر رہا تھا اور اس سے گورے کیساتھ زور آزمائی کے لئے کہا پھر مقابلہ ہونے تک اُسکے کھانے کی غور پرداخت کرتا رہا اور صاحب نے ایک خاص قسم کے گورے کو جو قوت مین اس قوم کے اندر مشہور تھا آمادہ کیا کہ افغان کا مقابلہ کرے غرض دن مقرر ہو گیا وقت مقررہ پر افغان اور گورا مقابل ہوئے افغان نے کہا "تم ہمارے ایک مُکا مارو" گورے نے پوری طاقت سے ایک مُکا افغان کی پیٹری پر مارا لیکن افغان کو وہ کچھ یونہی سا محسوس ہوا افغان نے پھر کہا کہ دوبارا مارو تا کچھ معلوم ہو گورے نے پھر کمال قوت سے ایک اور مُکا مارا جس سے افغان کا چہرہ سُرخ ہو گیا اور اُسکو غصہ آگیا اب افغان نے ایک مُکا گورے کے سر پر اس زور سے مارا کہ سر کی کھوپری بیٹھ گئی اور گورا مر گیا سررشتہ دار نے جلدی سے افغان کو وہان سے رفو چکر کر دیا کہ دار و گیر سے محفوظ رہے۔

ایک اور حکایت بیان فرمائی کہ سہارنپور کی بڑی سرائے مین ایک افغان گھوڑون کا تاجر اُترا ہوا تھا اُسکے پاس ایک جھڑوس سا گھوڑا بدنما سا تھا ایک شخصکو خبر ہوئی تو آئے اور اُس گھوڑے کو ہاتھ پاؤن کا قوی لیکن بھدا سو چکر افغان سے کہا کہ یہ گھوڑا تیس روپیہ تک ہمین دیدو گے یا نہین؟ سوداگر نے کہا کہ جتنے گھوڑے میرے ساتھ آپ دیکھتے ہین یہ گھوڑا ان سب سے قوی ہے اور مین نہ تو اسکو دانہ دیتا ہون اور نہ اچھا گھاس ہی دیتا ہون تب بھی یہ اتنا تیز رو ہے کہ مین یہان سے دیوبند کے پڑاؤ پر سارے گھوڑون کو مع سامان علی الصباح روانہ کر دونگا اور مین خود یہان سے چار پانچ پہر دن چڑھے اسپر سوار ہو کر چلونگا لیکن وہان وہ گھوڑے پہونچے ہی ہونگے کہ مین پہونچ جاؤنگا سو اس قوت و طاقت پر مین اسے تیس روپیہ مین کیونکر بیچ سکتا ہون؟

ایک دن مُلا شمس الدین نے دریافت کیا کہ حضرت جو لوگ آندھی اُتر جانے کے لئے عمل پڑھتے ہین یہ کیسا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جیسے اور امراض کے لئے ادویہ اور اوراد ہین ویسے ہی یہ بھی ہے اور اس مین کوئی حرج نہین جایز ہے۔

منشی محمد یٰسین صاحب نے ایکبار درود تاج کے پڑھنے کی بابت دریافت کیا کہ کیسا ہے حضرت نے فرمایا کہ بہتیرے درود وغیرہ لوگون نے بنا لئے ہین اور خود اُنکی اسنادین لکھ رکھی ہین باقی کچھ نہین تمکو درود شریف کافی ہے

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ شاہ احمد سعید صاحب سے مین سبق حدیث پڑھ رہا تھا شاہ صاحب کی خدمت مین ایک سہارنپوری بغرض سلام حاضر ہوئے شاہ صاحب نے فرمایا میان تم مولوی ہدایت احمد صاحب گنگوہی کو بھی جانتے ہو وہ کہان ہین اُنہون نے عرض کیا کہ حضرت انکا تو انتقال ہو گیا یہ رشید احمد انکا لڑکا موجود ہے حضرت شاہ صاحب نے فرمایا کہ لو یہ تو آج تمسے ہی معلوم ہوا کہ یہ انکا لڑکا ہے اسکے بعد حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالغنی صاحب و شاہ احمد سعید صاحب میرے اوستاذ ہین اور میرے حال پر بمنزلہ اولاد عنایت فرمایا کرتے تھے اور فرمایا کہ میرا ارادہ شاہ عبدالغنی صاحب سے بیعت ہونے کا تھا مگر پھر حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہو گیا۔

ایک دن کسی شخص نے بیعت کی تمنا کی آپنے چارون خاندان مین بیعت فرمایا اور اوسکو نماز کی تاکید فرمائی اور اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ مین صرف درمیانی واسطہ ہون تم حضرت حاجی صاحبؒ کو مرشد جاننا اور لوگون کے حسن ظن کے سبب مجھے بھی اُمید مغفرت ہے پھر علیحضرت حاجی صاحبؒ کی بیعت کا تذکرہ فرمایا کہ حضرت کو خواب مین بشارت ہوئی کہ اس شخص سے مرید ہو جاؤ اور انکی صورت بھی دکھائی گئی حضرت کا عزم اُسوقت شاہ سلیمان صاحبؒ تونسہ شریف والون سے بیعت کا تھا چنانچہ اس خواب پر حضرت رک رہے اور متلاشی ہوئے کہ وہ کون شخص ہین حتی کہ ایک شخص کی راہبری سے حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ کی خدمت مین حاضر ہوئے میانجی صاحبؒ نے فرمایا کہ بھائی خواب وخیال کا کچھ اعتبار نہین کرنا چاہئے۔اس سے حضرت حاجی صاحبؒ کی ارادت اور بھی زیادہ ہو گئی اور خواہش بیعت کرنے پر فوراً میانجی صاحبؒ نے بیعت کر لیا حلیہ ٹھیک وہی ملا جو خواب مین نظر آیا تھا اور مُبشر تھے دادا پیر حضرت عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی ضمن مین حضرت حافظ محمد ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر بھی آیا کہ اُنکو میانجی صاحب نے بہت انتظار دکھا کر اور خوب جانچ پڑتال کر کے عرصہ بعد مرید کیا۔

اس قصہ کے بعد منشی ابراہیم خان صاحب نے مولوی عبدالحق انبہٹوی کا ذکر کیا کہ وہ بھی تو اپنے کو حضرت حافظ صاحب ہی کا مرید بتلاتے ہین حضرت نے ارشاد فرمایا کہ مین نے ہی اُسکو حافظ صاحب سے مرید کرایا اور سفارش کی اور اب وہ ہمارے بزرگون کا منکر اور ہمارا مخالف ہے حضرت حافظ صاحب سے ایک دفعہ وہ کچھ ذکر کا ملتجی ہوا تو فرمایا کہ ہمنے دو تو باتین ہی کمائی ہین ایک

بارہ ﷺ دوسری اور - اور تو ساری رات پڑا گوز مارے جائے اور خواہش کرے وظائف واوراد کے سیکھنے کی

ایکمرتبہ حکیم صدیق احمد صاحب نے دو شخصوں کی نسبت دریافت کیا کہ وہ کس سے بیعت ہیں؟ آپنے فرمایا "بڑے حضرت سے" حکیم صاحب نے عرض کیا کہ انکا آپ سے بیعت ہونا انسب تھا کہ آپ قریب تھے حضرت نے فرمایا "نسبت بڑون سے ہی ہونا بہتر ہے" اسپر منشی محمد ابراہیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ جو مشہور ہے "استاد بیٹھے پاس اور کام آوے راس" پس قریب کو چھوڑ کر بعید سے کیون منتسب ہو؟ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ گو وہ بعید ظاہری طور سے ہون لیکن امداداً قریب ہی ہوتے ہین اور تمثیل مین حضرت بایزید بسطامی کا اور اپنے قید خانہ کا قصہ نقل فرمایا (جنکو حکایات کے عنوان مین درج کیا گیا ہے) اسکے بعد منشی صاحب نے اعلیٰحضرت حاجی صاحب کا پتہ دریافت کیا تو آپنے فرمایا "مکہ معظمہ حارۃ الباب بخدمت حاجی امداد اللہ صاحب" اسی سلسلہ مین یہ بھی فرمایا کہ حضرت کی عمر اب پچاسی یا چھیاسی سال کی ہے اور میری بہتر سال کی میری پیدائش ۱۲۴۴ھ ہجری کی ہے حضرت مین اور مجھ مین تیرہ یا چودہ سال کی کمی بیشی ہے -

ایکبار ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے حضرت پھلاسہ واقع پنجاب مین مقیم تھے اور باغیان غدر کی تفتیش و دار و گیر ہو رہی تھی تو ایک شب کسی نے مخبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے اصطبل مین مقیم ہین کلکٹر ضلع خود سوار ہو کر شب کو قریب نیم شب دروازہ اصطبل پر آموجود ہوا اور کواڑ کھلوانے چاہے - بڑے بھائی نے جو مالک مکان تھے انگریز سے کہا کہ آپنے اسوقت کیون تکلیف فرمائی انگریز نے گھوڑا دیکھنے کا بہانہ کر کے کہا کہ کیواڑ کھولو چنانچہ کواڑ کھولے گئے دیکھا تو بستر لگا ہوا تھا اور سب سامان لیٹنے کا درست تھا لیکن حضرت نہ تھے ادھر اُدھر دیکھا کہین پتہ نہین مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کسکا ہے؟ اُس نے کہا کہ میرے چھوٹے بھائی کا ہے - خوف کے مارے پیشاب خطا ہو گیا لیکن انگریز نے اور کچھ نہین پوچھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہوئے واپس ہو گیا - غالباً حضرت کو کشف سے یہ حال آمد انگریز کا معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلے سے تشریف لے گئے -

ایکمرتبہ ارشاد فرمایا کہ جو لوگ علماء دین کی توہین اور اُنپر طعن و تشنیع کرتے ہین قبر کے اندر اُنکا مُنہ قبلہ سے پھر جاتا ہے بلکہ یہ فرمایا کہ جسکا جی چاہے دیکھ لے - غیر مقلدین چونکہ ائمہ دین کو برا کہتے ہین اسلئے اُنکے پیچھے بھی نماز پڑھنی مکروہ فرمائی -

ایک دن ارشاد فرمایا کہ کسی مسجد مین ایک ولایتی مراقبہ کیا کرتا تھا ایک شخص مسجد مین سوتا تھا اور اُسکی ناک سے خراٹے کی آواز نکلتی تھی ولایتی صاحب نے فرمایا آواز مت نکالو ہمارے مراقبہ کا حرج ہوتا ہے" اُس شخص کی آنکھ کھلگئی آواز موقوف ہوگئی تھوڑی دیر کے بعد پھر نیند غالب ہوئی اور وہی خراٹے کی آواز آنے لگی پھر ولایتی نے منع کیا آخر جب کئی بار ایسا ہوا تو ولایتی کو غصہ آگیا اور چھری سے اوس بیچارے کا گلا کاٹ دیا اور کہا ہمارے مراقبہ مین حرج ڈالتا ہی ساری مسجد خون سے آلودہ ہوگئی۔

ایکبار کوئی مسافر مسجد مین آکر ٹھیرا اگر حضرت سے نہ ملا مغرب کے بعد حضرت کے ایک خادم کی زبانی انہون نے کہلا بھیجا کہ اگر اجازت ہو تو حاضر ہون" حضرت نے جواب دیا "جی چاہے تو آوین" آخر دوسرے دن جبکہ مجمع حاضر خدمت تھا وہ مسافر آئے اور بیٹھ گئے حضرت امام ربانی اُسوقت پہلے مریدون کے خلوص عقیدت و ارادت کا تذکرہ فرمارہے تھے اسی سلسلہ مین ملا نظام الدین لکھنوی اور شیخ جلال کے مرید خان صاحب کا تذکرہ فرمایا اسکے بعد اتباع شریعت کی ترغیب شروع فرمادی اور چند قصے اولیا اللہ کی حکایتین بیان فرمائین بعد مغرب یہ مسافر مولوی ولایت حسین صاحب سے کہنے لگے کہ "مولوی صاحب تو یہ چاہتے ہین کہ مین انکی خدمت کرون مگر خدمت کرون تو کس اُمید پر کرون جب خود ہی فرماتے ہین کہ مجھے کچھ نہین آتا اور مین نے دو خواب دیکھے تھے جنکی وجہ سے مین گنگوہ آیا ایک تو یہ کہ گویا مین مولوی صاحب کو بُرا کہہ رہا ہون کہ مولوی صاحب تشریف لائے اور مجھے چھڑی سے مارا دوسری خواب یہ دیکھی تھی کہ ایک جگہہ مولوی صاحب بھی ہین اور حضرت حاجی صاحب بھی تشریف رکھتے ہین حضرت حاجی صاحب مولوی صاحب سے یون فرمارہے ہین کہ اسکی طرف توجہ کرنا چاہیئے" آخر یہ مسافر بے نیل مرام واپس ہوگئے۔

اگلے دن حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ کل کی باتین اگرچہ سبکو کہی گئین مگر مقصود وہ مسافر ہی تھے اِس مسافر کا ایک مرتبہ اور تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ آدمی تو خوش عقیدہ ہے" اسپر مولوی ولایت حسین صاحب نے اُنکی گفتگو نقل کی تب حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا "میان کوئی سیکھنے کے طور پر آئے تو بتایا جاوے"۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ بعض مشایخ نقشبندیہ نے ذکر خفی کے لئے اسقدر تخلیہ کو ضروری فرمایا ہے کہ اُس جگہہ چڑیون کی آواز بھی نہو اور ذکر جہر کرنے والونکو ان باتونکی حاجت نہین ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ آدمی جب بزرگون کے قصے سُنتا ہے تو اُسکا بھی دل یہی چاہتا ہے کہ

ہم بھی ویسے ہی ہو جاتے اور دل کیوں نہ چاہے آخر مسلمان ہے مگر جب کام کرنے کی نوبت آتی ہے تو کچھ نہیں ہوتا ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی بیوجانی نے ایک مرتبہ حضرت سے کہا کہ آپ کے یہاں اتنے آدمی آتے ہیں کچھ ہمیں بھی تو بتلائیے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا تم سے کچھ نہیں ہونے کا آخر جب اُنہوں نے زیادہ اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جتنی روٹی کھاتی ہو تم میں سے آدھی روٹی چھوڑ دو" ان بیچاری نے ایک دو وقت تو ایسا کیا آخر کہنے لگیں کہ آدھی روٹی تو نہیں چھوڑی جاتی ہاں روزہ کہو تو رکھ لوں" حضرت نے فرمایا کہ جب آدھی نہیں چھوڑی جاتی تو ساری کیونکر چھوٹیگی"۔

ایک دن مولانا محمد حسن صاحب مرادآبادی نے دریافت کیا کہ حضرت کیا ذکر ولادت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بلا رعایت بدعات مروجہ کتاب میں دیکھکر بیان کر دینا جائز ہے؟ حضرت نے فرمایا کیا حرج ہے؟ اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ پیرزادے سلطان جہان نے کہلا کر بھیجا کہ وہ مولود جو جائز ہے پڑھکر دکھلا دیجیے میں نے کہلا بھیجا کہ یہاں مسجد میں چلے آؤ مگر انہوں نے عذر کیا کہ عورتیں بھی سُننے کی مشتاق ہیں اسلئے مکان میں ہو تو مناسب ہے میں نے مولوی خلیل احمد کو تاریخ حبیب الٰہ مصنفہ مفتی عنایت احمد صاحب مرحوم دیکر کہا کہ تم ہی جا کر پڑھ دو وہ تشریف لے گئے تو وہاں دری بچھی ہوئی تھی صاحب مکان نے کہا کہ اگر یہ بھی ممنوع ہو تو اسکو بھی اُٹھا دوں مولوی صاحبؒ نے کہا نہیں آخر مولود شروع ہوا پہلے آیۃ کریمہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ الخ کا بیان فرمایا اور حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و افعال بیان کئے پھر بدعات مروجہ کا بیان فرمایا اور متصوفین زمانہ کی خوب قلعی کھولی اُسکے بعد تاریخ حبیب الٰہ سے واقعات ولادت وغیرہ بیان کر کے ختم کر دیا جن لوگوں کے حق میں مولوی صاحب کی تقریر لاحول کا کام دے رہی تھی وہ تو صاحب مکان سے بہت ناراض ہوئے کہ تمنے اپنے مکان پر بُلا کر ہمیں فضیحت کرایا مگر فی الحقیقت اس مولود سے بہت نفع ہوا بہت سے لوگوں کے دلوں میں یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ منکرین مولود سرے سے مولود ہی کے منکر ہیں بہت سوں کے دلوں سے یہ بات نکلگئی۔

ایک روز حضرت امام ربانی باہر صحن میں چارپائی پر استراحت فرما رہے تھے آنکھ لگ گئی تھوڑی دیر بعد بیدار ہوئے تو فرمایا بڑے بڑے رامپور (یا نانوتہ فرمایا) پہونچگئے دیکھا کہ فلاں صاحب (نام راقم کو یاد نہیں رہا) کھڑے ہیں اور کہہ رہے ہیں چلو دیکھو ہمنے مکان بنوایا ہے" اور مکان بہت بڑا ہے مگر وہ کچھ مضمحل اور سست مریض جیسے ہیں اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے

ماموں تھے دنیا میں بہت منہمک تھے مگر اب انشاء اللہ انکی مغفرت ہو گئی"۔

ایک مرتبہ آپکی مجلس شریف میں رمل کا تذکرہ ہوا مولوی ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت رمل جائز ہے؟ فرمایا اسکی دو قسم ہیں ایک سے تو خواص اشیاء دریافت ہوتی ہیں اور دوسری سے مغیبات کا علم حاصل کیا جاتا ہے اول قسم جائز ہے اور دوسری ناجائز مگر دیکھو کبھی اسمیں پڑنا نہیں اسکے بعد ایک آیت سورۂ رعد کی پڑھی اور فرمایا کہ اِس آیت سے بقاعدہ رمل کیمیا کا نسخہ نکلتا ہے پھر کیمیا کا تذکرہ فرمایا اسی ضمن میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مکہ معظمہ میں سید قاسم صاحب ایک بزرگ سید صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں تھے اچھے بزرگ تھے جب میں اُن سے ملا تو مجھسے وہ فرمانے لگے کہ ہمنے سید صاحب کے شامل دھڑوں سونا بنایا ہے تم سیکھ لو اور میاں صاحب یعنی حضرت حاجی صاحب سے کہکر حافظ احمد حسین یعنی حضرت کے بھتیجے کو لیتے آؤ دونوں کو بتلاویں ہمنے جاکر حضرت سے عرض کیا کہ حافظ احمد حسین کو اُن کے پاس مت بھیجئے کیمیا کے پیچھے خواہ مخواہ تباہ ہو جاوینگے۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے نسبت صلاتی کی تعلیم تھی اور اُن سے مولانا یعقوب صاحب کو پہونچی مکہ معظمہ میں اسکے سیکھنے کے لئے ہمارے حضرت حاجی صاحب مولانا یعقوب کی خدمت میں تشریف لے گئے اور میں اُسوقت حاضر نہ تھا اسلئے حضرت کے شامل نہ گیا اسکے بعد جب میں حضرت سے ملا تو میں نے اُسکی حقیقت بیان کر دی حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تمہیں مولانا یعقوب صاحب کے پاس جانیکی حاجت نہیں۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ حضرت میانجی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں ایک خانصاحب تھے ہمارے حضرت حاجی صاحب کے شامل حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی مرید بھی خانصاحب سے ملنے گئے مگر خانصاحب کو خبر نہ تھی کہ وہ کسکے مرید ہیں حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے خان صاحب پوچھنے لگے کہ "یہ کسکے مرید ہیں انکے ساتھ تو میرے میاں کا ہاتھ معلوم ہوتا ہے" حضرت نے فرمایا یہ حافظ ضامن صاحب کے مرید ہیں اِس قصہ پر بعض خدام نے حضرت امام ربانی سے عرض کیا تو پھر ہمارے ساتھ بھی میانجی صاحب کا ہاتھ ہو گا" فرمایا ہاں کیا عجب ہے آخر تم بھی تو انھیں کے مرید ہو میں تو فقط واسطہ ہوں۔

ایکبار تہذیب اخلاق کا تذکرہ تھا فرمایا حق تعالیٰ جسکے دل سے کبر نکال دے تو سب کچھ ہے

اسکے بعد ارشاد فرمایا مین تھانہ بھون مین تھا اور بہت سے آدمی میرے پاس بیٹھے تھے ایک خانصاحب کا نام لیکر فرمایا کہ وہ بہت سیدھے آدمی تھے اُسی مجلس مین مجھسے پوچھنے لگے کہ مولوی صاحب ٹھیک کہیو اتنے آدمی جو تمہارے پاس بیٹھے ہوئے ہین اس سے کچھ تمہارے دل مین بڑائی تو نہین آئی مین نے کہا خانصاحب سچ کہتا ہون اسکا کچھ بھی خیال نہین" خوش ہو کر خانصاحب فرمانے لگے ہان تب ٹھیک ہے۔

ایک دن کسی شخص نے زیارت قبور کے لئے سفر کا حکم دریافت کیا کہ جایز ہے یا ناجایز؟ آپنے فرمایا اسمین علماء کا اختلاف ہے بندہ فیصلہ نہین کر سکتا مولوی محمد یحیٰی صاحب کا خیال ہوا کہ عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے حضرت نے ارشاد فرمایا آدمی خود جسطرح چاہے عمل کرے مگر دوسرون پر کیون تنگی کیجائے۔

ایک روز مولوی ولایت حسین صاحب نے عشر کا مسئلہ دریافت کیا کہ مالک زمین پر بھی واجب ہے یا صرف کاشتکار یا ٹھیکہ دار پر؟ فرمایا اسمین امام صاحب اور امام محمد رحمہما اللہ کا اختلاف ہے اور مفتی بہ دونون قول ہین دونون مین جسپر چاہے عمل کرے مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضور کے نزدیک کون قول ارجح ہے؟ فرمایا امام کا مذہب کیونکہ مَآ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ تو مالک کے پاس نہین جاتا اسکے بعد عشر کی نسبت یہ بھی ارشاد فرمایا کہ بڑی برکت کی چیز ہے۔

ایک مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب نے دریافت کیا کہ تکفیر روافض کے بارے مین کیا رائے ہے؟ فرمایا ہمارے اساتذہ تو شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وقت سے برابر تکفیر ہی کے قائل ہین بعضون نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے اور بعضون نے مرتد کا مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت کی کیا رائے ہے؟ ارشاد فرمایا میرے نزدیک تو انکے عُلماء کافر ہین اور جُہلا فاسق۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ مین تراویح پڑھ رہا تھا اور پیچھے مولوی محمد یعقوب صاحبؒ اور مولوی محمد مظہر صاحبؒ بھی تھے مجھسے ایک جگہہ غلطی ہو گئی مگر ان دونون مین سے کسی نے بھی نہ ٹوکا ہر ایک اس خیال مین رہا کہ غلط ہوتا تو دوسرے صاحب ٹوکتے۔

جس زمانہ مین فیصلہ ہفت مسئلہ کا ہنگامہ بپا تھا ارشاد فرمایا کہ ہندوستان مین تو کوئی بات بھی نہین تھی عرب سے تو اب عجیب عجیب خبرین آتی ہین اصل یہ ہے کہ جیسا لوگون نے کہا حضرت نے اُسے مان لیا ایک حاجی کا نام لیکر فرمایا وہ بیان کرتے تھے کہ ہم مکہ معظمہ مین حضرت کی خدمت مین حاضر

مولوی ولایت حسین صاحب

ہوئے تو اُسوقت کسی نے ایک استفتا پیش کیا جس مین صعوبات سفر کی بنا پر عورتون سے سقوط حج کا بیان تھا اُسکی وجوہات سُنکر حضرت بھی مُہر کر دینے کو طیار تھے مگر ہمنے روکا اور عرض کیا کہ اس قسم کے واقعات اُن لوگون کو پیش آتے ہین جنکو خسّت وبخل کی وجہ سے ضروری اخراجات مین بھی کمی کرنا مدِنظر ہے اُسوقت حضرت رُکے اور مُہر نہین فرمائی" اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر اسوقت کوئی مُہر کر دیتا تو عورتون سے حج ہی ساقط ہوچکا تھا مثنوی کا درس ہوتا ہے اسمین سب طرح کے لوگ اور سب قسم کی باتین ہوتی ہین اسی مین کچھ کا کچھ ہوجاتا ہے ہمنے کئی بار حضرت کو لکھا کہ مسائل مین آپ گفتگو نفرماوین البتہ حقایق جو اُسکے اہل ہون اُنکے سامنے بیان فرمائے جاوین" اسی ضمن مین حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ رام اور کنہیا اچھے لوگ تھے پچھلون نے کیا کا کیا بنا دیا۔

مولوی حکیم حیات علی صاحب نے ایک مرتبہ خواب عرض کیا کہ مین نے اپنے آپکو بالکل ننگا دیکھا فقط ایک لنگوٹی باندھے ہوئے ہون حضرت نے ارشاد فرمایا بس لنگوٹی ہی کی کسر ہے اسکے بعد ارشاد فرمایا کہ سالک کے لئے دو قسم کا خواب محمود ہے یا تو اپنے آپکو ننگا دیکھے یہ قطع تعلقات پر دال ہے یا خوب لٹکتا ہوا کُرتہ دیکھے۔

کسی شخص نے دریافت کیا کہ اس زمانہ مین امام المسلمین کون ہے جسکا پہچاننا اہل اسلام کو ضروری ہے ارشاد فرمایا سلطان

ایک دن مجلس شریف مین دَین مہر کا تذکرہ تھا مولوی ولایت حسین صاحب نے کہا کہ یہان تو لاکھ لاکھ روپئے مہر کے مقرر ہوتے ہین مگر لینے اور دینے والون مین کسی کو لینا یا دینا مقصود نہین ہوتا حضرت نے ارشاد فرمایا یہان جو کچھ ہو آخرت مین تو بھگتنا پڑیگا اللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُ بِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ۔

ایک مرتبہ کسی شخص نے شکایت کے طور پر کہا کہ مُلّا مراد صاحب مظفر نگری یہان حضرت کی خدمت مین حاضر نہین ہوتے دیوبند حاجی صاحب کے پاس جاتے ہین" حضرت نے ارشاد فرمایا کیا مضائقہ ہے آدمی کو جہان فائدہ معلوم ہوتا ہے وہان جایا ہی کرتا ہے ہان انکار نہونا چاہیئے۔

مولوی حیات علی صاحب فرماتے ہین کہ ایک رات آنکھ کھُلی تو اُٹھتے ہوئے کسل معلوم ہوا اور یہ وسوسہ گذرا کہ خدا جانے قبول ہوتا بھی ہے یا نہین ہے اسی وسوسہ مین آنکھ لگ گئی اور مین سو گیا خواب مین اعلیحضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ایک آیۃ پڑھ رہے ہین اُسی وقت آنکھ کھلگئی اس خواب کو حضرت امام ربانی کی خدمت مین عرض کیا تو فرمایا کہ آدمی جب خدا کیلئے کوئی کام کرتا ہے تو قبول ہوتا ہی ہے

ایکبار آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اول حج کرنے مَیں گیا تو ذی الحجہ کی رویت ہلال انتیس ذیقعدہ کو ہوئی نہین تھی شہادت کی رو سے حج ہوا مجھے اُس شہادت رویت مین شبہ رہا اور ملال ہوا کہ اتنی تو مصیبت سفر اُٹھائی اور پھر بھی حج درست نہوا اتفاق سے اُس سال تیرہ تاریخ کو چاندگرہن ہوا اُسوقت مجھے یقین ہی ہوگیا کہ حج بالکل نہین ہوا کیونکہ چاندگرہن ہمیشہ چودہ یا پندرہ تاریخ مین ہوتا ہے اتفاق سے ایک دفعہ مین رامپور سے آتا تھا کہ چاند اُنتیس کا مین نے دیکھا اور تیرہ کو چاندگرہن ہوا اُسوقت مین نے جانا کہ تیرہ کو بھی چاندگرہن ہوتا ہے اور میرا حج صحیح ہوا۔

ایک دن ارشاد فرمایا کہ دہلی مین شاہ عبدالغنی صاحب کی خدمت مین جب مَیں پڑھا کرتا تھا جہاں پر میرا کھانا مقرر تھا وہاں مین خود لینے جایا کرتا تھا راستہ مین ایک مجذوب پڑے رہا کرتے تھے ہمین پڑھنے کی طرف اسقدر مشغولی تھی کہ درویش کیا کسی چیز کی طرف بھی طبیعت کو التفات نہ تھا ایک روز وہ مجذوب مجھسے بولے کہ "مولوی تو کہان جایا کرتا ہے" مین نے عرض کیا کھانا لینے اُنہون نے کہا مین تجکو دونون وقت اسی طرف جاتا دیکھتا ہون کیا راستہ دوسرا نہین ہے؟ مین نے عرض کیا دوسرا راستہ بازار مین ہوکر ہے وہان ہر قسم کی چیز پر نگاہ پڑتی ہے شاید کسی چیز کو دیکھکر طبیعت کو پریشانی ہو مجذوب نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تجھے خرچ کی تکلیف رہتی ہے مَیں تجکو سونا بنانا بتلادونگا تو میرے پاس کسی وقت آئیو مَیں اُسوقت تو حاضری کا اقرار کرآیا مگر خانقاہ پہونچکر پڑھنے لکھنے مین یاد ہی نہین رہا دوسرے دن وہ مجذوب پھر ملے اور کہا "مولوی تو آیا نہین" مین نے کہا کہ مجھے پڑھنے سے فرصت نہین ہوتی ہے جمعہ کو آؤنگا الغرض جمعہ آیا اور اُسدن بھی کتاب وغیرہ دیکھنے مین مجھے یاد نہ رہا اور وہ پھر ملے پھر اُنہون نے کہا کہ مولوی تو وعدہ کرگیا تھا اور نہین آیا مین نے عرض کیا کہ مجکو یاد نہین رہا آخر دوسرے جمعہ کا وعدہ کیا اور اسی طرح کئی جمعہ بھولا آخر ایک جمعہ کو وہ مجذوب خود میرے پاس خانقاہ مین آئے اور مجھے شاہ نظام الدین صاحب کی درگاہ مین لے گئے وہان ایک گھاس مجھے دکھائی اور مقامات بتائے کہ فلان فلان جگہہ یہ گھاس ملتی ہے اور مجھسے کہا خوب دیکھ لے" مین نے اچھی طرح پہچان لی آخر وہ تھوڑی سی توڑکر لائے اور میرے حجرہ مین آکر مجھے سامنے بٹھاکر اُس سے سونا بنایا۔ سونا بنگیا اور مین بھی بنانا جانگیا وہ مجذوب مجھسے یہ کہکر کہ اسے بیچکر اپنے کام مین لائیو اپنے مقام کو چلے گئے۔ مجھے کتاب کے مطالعہ کے آگے اتنی مہلت کہان

تھی کہ اُسکو بازار مین بیچنے جاؤن آخر دوسرے دن وہ مجذوب پھر ملے اور کہا کہ مولوی تو نے وہ سونا بیچا نہین خیر مین ہی بیچ لادونگا۔ دوسرے وقت آئے اور میرے پاس سے وہ لے گئے اور بیچکر اُسکی قیمت مجکو لادی۔ پھر ایک روز وہی مجذوب ملے اور فرمایش کی کہ مولوی ہمارے واسطے امرود لا مین دو پیسہ کے امرود لیگیا اور اُنکے سامنے رکھدئے اُنھون نے ایک امرود اُنمین سے ہاتھ مین لیا اور ہنسنے لگے امرود کو دیکھتے جاتے اور یون کہتے جاتے تھے کہ تجکو تو مولوی ہی کھاویگا اسکے بعد وہ امرود مجکو دیا مین نے جو ہاتھ مین لیا تو وہ نہایت گرم تھا اُسوقت میرے ذہن مین آیا کہ اگر تو نے یہ امرود کھالیا تو مجذوب ہوجائیگا اسلئے ڈر گیا اور کھایا نہین چپکا ہی امرود کو ہاتھ مین لئے اُٹھکر چلا آیا اور لاکر اپنے حجرہ مین رکھدیا پھر بھول گیا دس پندرہ دن کے بعد جو نگاہ پڑی اور اُٹھاکر دیکھا تو وہ امرود بدستور ویسا ہی تازہ معلوم ہوتا تھا کسی قسم کا تغیر نہ آیا تھا بلکہ وہ گرمی جو اُسوقت تھی اب بھی موجود تھی (اسکے بعد یاد نہین حضرت نے کیا فرمایا شاید یون کہا تھا کہ اُس امرود کو کسی شخص نے کھالیا تھا اور وہ مجذوب ہوگیا تھا) ایک روز وہ مجذوب پھر آئے اور کہنے لگے کہ مولوی مین یہان سے جاتا ہون تو میرے ساتھ چل اور اُس بوٹی کو پھر دیکھ لے غرض پھر مجھے ساتھ لے گئے اور سلطان جی صاحب مین وہ بوٹی پھر دکھائی اسکے بعد کہین چلے گئے۔

ایکبار آپکی داڑھ مین درد تھا فرمانے لگے مین سمجھتا ہون کہ اگر داڑھ اُکھڑوا دون تو تکلیف جاتی رہیگی مگر ہمت نہین پڑتی یہی حال اہل دنیا کا ہے کہ دنیا کی تھوڑی مشقت نہین برداشت کرتی اور آخرت کے مصائب مین مبتلا ہوتے ہین۔

ایکبار فرمایا جیسے جیسے لڑکے بڑے ہوتے ہین آدمی خوش ہوتا ہے اور یہ نہین سمجھتا کہ روز بروز اُسکی زندگی کے دن کم ہوتے جاتے ہین اور موت سے وہ قریب ہوتا جاتا ہے۔

ایکبار ارشاد فرمایا مین نے ایکبار خواب دیکھا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب عروس کی صورت مین ہین اور میرا اُن سے نکاح ہوا ہے سو جسطرح زن و شوہر مین ایک کو دوسرے سے فائدہ پہونچتا ہی اسی طرح مجھے اُن سے اور اُنہین مجھسے فائدہ پہونچا ہے اُنھون نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف کرکے ہمین مرید کرایا اور ہم نے حضرت سے سفارش کرکے اُنہین مرید کرادیا حکیم محمد صدیق صاحب کاندھلوی نے کہا اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَاءِ آپنے فرمایا ہان آخر اُنکے بچونکی تربیت کرتا ہی ہون۔

حضرت مولانا اشرفعلی صاحب مدظلہ نے ایکبار دریافت کیا حضرت قبر مین شجرہ رکھنا جایز ہے؟ حضرت نے فرمایا ہان مگر میت کے کفن مین نہ رکھے طاق کھود کر رکھدے اسپر حضرت مولانا نے عرض کیا اس سے کچھ فائدہ بھی ہوتا ہے؟ حضرت نے ارشاد فرمایا ہان ہوتا ہے اسکے بعد فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی مرید تھے اُنکے پاس شاہ صاحب کا جوتہ تھا انتقال کے وقت اُنھون نے شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو وصیت کی کہ یہ جوتے میری قبر مین رکھدئے جائین چنانچہ حسب وصیت رکھدئے گئے اسپر شاہ صاحب سے مولوی نذیر حسین وغیرہ نے استہزاءً کہا کہئے جوتون مین کتنا غلیظ لگا ہوا تھا؟ اور کوئی پوچھتا کتنا کچڑ تھا؟ اسپر شاہ صاحب نے فرمایا اگر یہ فعل ناجایز تھا تو ہمین دلیل سے سمجھا دیتے استہزاء اور تمسخر کی کیا حاجت تھی سواب تم لوگون کے پاس کبھی نہ بیٹھون گا اور دستور یہ تھا کہ نماز جمعہ کے بعد یہ لوگ مسجد مین بیٹھا کرتے تھے اسکے بعد شاہ صاحب کے کسی شاگرد نے **ضرب النعال علی رؤس الجہال** رسالہ لکھا اُسمین آثار صحابہ وغیرہم رضی اللہ عنہم سے ثابت کیا کہ تبرکات بزرگان کو قبر مین ساتھ لیجانا جایز ہے اس رسالہ کو دیکھکر منکرین نادم ہوئے۔

مولوی ولایت حسین صاحب فرماتے ہین ۱۳۱۷ھ مین بندہ بارادہ تجدید بیعت حاضر آستانہ ہوا مگر عرض کی ہمت نہوئی جب لوگ مرید ہوتے اُن کے ساتھ مین بھی آہستہ آہستہ کلمات توبہ کہتا جاتا تھا ایکدن حضرت ارشاد فرمانے لگے مین نے ایکمرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تجدید بیعت کیلئے عرض کیا تھا مگر منظور نہین فرمایا اسپر بندہ نے عرض کیا کہ مین بھی وطن سے باین ارادہ چلا تھا حضرت نے فرمایا ہان مولویون کے خیالات اسی قسم کے ہوتے ہین۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ مین ہم پڑھتے تھے اُس زمانہ مین عربی پڑھے ہوون کی بڑی قدر تھی منصفی اور صدر الصدوری وغیرہ بڑے بڑے عہدے ملتے تھے چنانچہ ہمارے ساتھ کے پڑھے ہوئے اکثر لوگ بڑے بڑے عہدون پر نوکر ہوئے ماموں صاحب نے میرے لئے بھی سعی کی مگر مین نے منظور نہین کیا اسپر ماموں صاحب ناخوش ہوئے جب وہ سمجھ گئے کہ یہ انگریزی نوکری ہرگز نہ کریگا تو اُنھون نے مجھے بہت ہی مجبور کیا اور ایک رئیس کے ہان تعلیم پر نوکر کرا دیا ماموں صاحب کی سفارش سے وہان خوب قدر و عزت ہوئی مگر ہم چند ہی روز مین نوکری چھوڑ کر چلے آئے آخر ماموں

صاحب سمجھ گئے کہ اسے کچھ کرنا نہیں ہے پھر مجھسے کچھ نفرمایا اور ناخوش بھی نہیں ہوئے اسکے بعد فرمایا اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اسی خانقاہ مین عمر گذر گئی اور حق تعالیٰ نے سب کچھ دیا۔

ایکبار کسی شخص نے سوال کیا کہ کسی قبر پر شیرینی لیجانا اور کسی بزرگ کی فاتحہ دیکر تقسیم کرنا جایز ہے یا ناجایز؟ آپنے ارشاد فرمایا اگر بنام خدا ہے اور ایصال ثواب ہی مقصود ہے تو کچھ قباحت نہین اور اگر پیر کے نام ہے جیسا اکثر جہال کرتے ہین وہ حرام ہے اسپر ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت اگر ایصال ثواب ہی مقصود ہو تو ہر جگہ سے ممکن ہے قبر ہی پر کون ضرورت ہے کہ کوئی چیز بھیجی جاوے آپنے فرمایا خیر وہان خادم رہتے ہین اچھا ہے اُنکو ہی دیدیجائے اسمین کیا قباحت ہے؟ یہ جواب دیکر ارشاد فرمایا کہ ایکبار ایک شخص حضرت شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر کچھ شیرینی لایا اور مجھسے فاتحہ کے واسطے کہا مین نے دریافت کیا کہ یہ مٹھائی اللہ کے نام کی ہے؟ اُس نے کہا نا صاحب پیر کے نام کی ہے۔ مین نے کہا جا مردود چلا جا۔

ایکبار کسی شخص نے طلاق کے متعلق کوئی مسئلہ دریافت کیا تھا اُسکا جواب دیکر یہ قصہ نقل فرمایا کہ ایک واعظ صاحب یہان تشریف لائے بڑے زور شور سے وعظ فرماتے رہے ان کے اہل وعیال بھی انکے ہمراہ تھے ایک روز اپنی بیوی کو طلاق دے بیٹھے اور اس زور سے کہ دور تک آواز پہونچی لیکن اسکے بعد علیحدگی نہین کی اور ساتھ رہتے رہے ایک دن میرے پاس بھی آئے مین نے پوچھا کہ طلاق دینے کے بعد جواز کی صورت آپنے کیا اختیار کی واعظ صاحب بولے مین نے تلاق (ت) سے دی ہے طلاق (ط) سے نہین دی مجھے غصہ آگیا مین نے کہا کہ اگر اخیر مین خ بھی ملادیجائے تو کیا مفتی تمہارے موافق فیصلہ دیسکتا ہے یہ سنکر وہ حضرت گنگوہ ہی سے چلے گئے۔

ایک مرتبہ مولانا ولایت حسین صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت نماز مین درود شریف کے اندر لفظ سیدنا ملانا چاہئے یا نہین؟ حضرت نے فرمایا ہان۔ مولوی صاحب نے عرض کیا کہ کسی روایت مین لفظ سیدنا پایا نہین گیا حضرت امام ربانی نے فرمایا اگرچہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ سیدنا نفرمایا ہو مگر ہمین یہی لایق ہے! ملانا مین اسکی ایسی مثال سمجھو جب مین حضرت سے بیعت ہوا تو بیعت کے وقت حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہو ہمنے امداد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی مین نے کہا جناب حاجی امداد اللہ صاحب کے دست مبارک پر بیعت کی اُسوقت جناب مولوی شیخ محمد صاحب بھی موجود تھے فرمانے لگے آج سمجھدار شخص آیا ہے نہین تو لوگ یونہی کہدیا کرتے تھے ہمنے امداد اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی

عملیات

چونکہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اپنی پریشان حال مصیبت زدہ مخلوق کے لئے پشت پناہ بنا کر بھیجا تھا غوثیت کی خلعت فاخرہ آپ کے زیب تن کیا گیا تھا اسلئے مضطرب و بے چین ہو جانے والے آفت رسیدہ لوگوں اور مایوس و نا امید ہو جانے والے بیماروں اور فکرمندوں کی بھی دستگیری فرمایا کرتے تھے۔ اگرچہ ان امور میں وابستگی آپکو طبعاً مکروہ و ناگوار تھی اسلئے کہ آپکا منصب رفیع ارشاد و تربیت باطنی اور ہدایت و معالجہ روحانی تھا مگر چونکہ اس عالم دنیا میں کالبد خاکی کا روح کے ساتھ عارضی تعلق ایسا وابستہ کیا گیا ہے کہ صحت و ترقی روح کے اسباب میں جسم کی تندرستی و دفع امراض و آلام کو بھی ایک خاص دخل ہے اسلئے جسطرح زمین کی نباتات اور یونانی ادویات کے ذریعے آپکا جسمانی معالجہ فرمانا اور طبیب حکیم بنکر جوشاندہ و خیساندہ پلانا قطع نظر نفع رسانی خلائق کے روحانی تربیت و اصلاح کا ذریعہ بننے کے سبب آپکے منصب ارشاد کا مقدمہ ہے اسی طرح تعویذات و نقوش اور عملیات و اوراد کے واسطے سے مخلوق کو بقدر ضرورت اپنی طرف کھینچنا اور اُن کے قلبی اطمینان و سکون کا سبب بنکر اپنا صحبت شیفتہ بنا کر اصلاح قلب کی فکر کرنا اور باطنی ہمت سے انکو وحدہ لاشریک کے دروازہ پر لا ڈالنا آپ کے مرتبہ رفیعہ اور فریضہ مفوضہ کی تمہید ہے۔

تدبر و قیاس صغیر کی سیاست و سلیقہ شعاری اور انتظام و تدبیر کی خوبی یہی ہے کہ اختیار اسباب میں بھی سعادت و نیابت کا حق پورا کرے اور ذرائع میں اتنا مشغول نہ ہو کہ مقصود سے ذہول و غفلت ہو جائے اسلئے عموماً ایسی درخواستوں پر آپکا جواب یہی ہوتا تھا کہ میں عامل نہیں ہوں مجھے تعویذ لکھنا نہیں آتا مگر جب طالب کا اصرار و الحاح حد سے گزر جاتا یا مخلوق پر شفقت کا غلبہ بالطبع آپکو مجبور بنا دیتا تو جو کچھ اس وقت خیال میں آتا پڑھنے کو فرماتے یا لکھکر بصورت تعویذ عطا فرما دیا کرتے تھے۔

اسمیں شک نہیں کہ آپکی سرتاپا عبدیت کا اقتضا جو آپکے قلب میں جوش مارتا اور اکثر زبان مبارک سے ظاہر بھی ہوتا تھا وہ عملیات سے توحش بلکہ تنفر تھا آپ خوب سمجھتے تھے کہ اس مضمون میں بھی لوگوں کے خیالات حد سے بڑھ چلے اور فساد قلب و اعتقاد کا سبب ہوتے جاتے ہیں اسلئے خود تو احتیاط فرماتے ہی تھے مگر اسکے ساتھ ہی تعویذ یا نقش و عمل طلب کرنے والوں کے ذہن سے

اسکی جانب عقیدت کا غلو رفع فرماتے اور تقدیر پر ایمان جو مقدس مذہب اسلام کا رکن اعظم ہے پختہ بنایا کرتے عملیات کے متعلق آپکا مقتضائے طبع یہ تھا جو ایکمرتبہ آپنے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں آگ سلگانیکو چیتھڑا اور گودڑ ہے اگر قیمتی شال کو جو زینت و عزت کے لئے وضع ہوا ہے کوئی شخص تاپنے کے لئے دیا سلائی دکھائے تو بے وقوف ہے اسی طرح حق تعالیٰ شانہ کا نام اسواسطے نہیں ہے کہ چھچوری دنیا اُس سے کمائی جائے دنیا جیسی حقیر شے ہے اُسکے حاصل کرنے کو ذرائع بھی حقیر ہی ہیں اور حقتعالیٰ کا نام بڑی چیز ہے اُس سے بڑی ہی چیز حاصل کرنی چاہیئے یعنی اُسکی رضا و خوشنودی۔

ایکبار کسی شخص نے وسعت رزق کے لئے سورہ مُزمّل کی آپسے بذریعہ تحریر اجازت چاہی تھی انکو تو آپنے لکھوا دیا جایز ہے پڑھو مگر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ دنیا کیلئے قرآن پڑھنے کو میں پسند نہیں کرتا

بعض مایوس العلاج مرضیٰ اور بعض پریشان حال مبتلائے افکار و آلام اشخاص آپکی خدمت میں حاضر ہوئے مگر آپ نے صاف انکار فرما دیا بلکہ ایسا کورا اور روکھا جواب دیا کہ یہ آخری اُمید بھی اُن کی منقطع ہو گئی ایسے مواقع میں آپکا انکار فرمانا گو کسی کو ناگوار گذرا ہو مگر آپ کے عبد اور فرمانبردار محکوم حکم خداوندی ہونے کے سبب اسکا یقین کرنا لازمی ہے کہ اس محل کے لئے یہی سزاوار و زیبا تھا اب یہی وجہ سو اول تو اُسکے سوال یا جواب کی گنجایش ہی نہیں نہ تتبع اور تلاش کی ضرورت مگر پھر بھی معلوم ہو گیا کہ ایسا انکار یا ایسی جگہ صادر ہوا کہ کامیابی سایل کی تقدیر میں نہ تھی اور یا ایسے مقام پر ہوا کہ اقرار کرنا اُسکے یا دوسرون کے فساد قلب و ر اپنے اوقات عزیز میں اختلال واقع ہونے کا ذریعہ تھا اور بعض جگہ ایسا بھی ہوا کہ نا اُمید بنا دینا ہی اُس طالب کے مطلوب و مقصود کے حصول کا سبب ہو گیا اسلئے کہ حقتعالیٰ شانہ کی رحمت واسعہ مضطرب الحال بندہ کی بے چینی دیکھ نہیں سکتی مگر یون چاہتی ہے کہ ماسوی اللہ سے قطعاً نا اُمید ہو کر ہماری طرف جھکے اُسوقت ظفر و نصرت اُسکی شامل حال ہو پس آپ گو ربانی تھے مگر رب نہ تھے مقبول خدا تھے خود خدا نہ تھے اگر کوئی مصیبت زدہ یا آفت رسیدہ شخص آپکے آستانہ پر بالاستقلال کامیابی کا امیدوار بنکر آیا اور یہی نظر ماسوی اللہ غیر متند رحمت خاصہ کے حجاب کا سبب بنی ہوئی تھی تو آپ کے مایوس کن جواب سے حزین و غمزدہ سائل کا فوراً دل ٹوٹتا اور ایک خدائے لاشریک کا مخلص فقیر بنکر عرض کرتا تھا کہ اب تیرے سوائے کوئی سہارا نہیں اُسی وقت دریائے رحمت میں جوش آتا اور مقصود کا گوہر شہوار دست بدست عطا ہو جاتا تھا یہ رمز

واسرار ہین جو ہمیشہ اہل اللہ کے حالات مختلفہ مین مخفی و دستور رہے اور رہتے ہین جن پر اطلاع و آگاہی ضروری نہین کہ ؏ رموز سلطنت خویش خسروان دانند۔ حق تعالیٰ ان مقدس حضرات کے گوناگون حالات اور مختلف و متنوع احوال کا ادب عطا فرماوین معترض و گستاخ نہ بنائین کہ اپنی ناقص فہم مین طاقت پرواز نہونے کے سبب وہانتک رسائی نہین ورنہ ہر صاحب نسبت شیخ کے قلب مین جسوقت مشکوٰۃ نبوت سے روشن کیا ہوا چراغ رکھا گیا گویا عالم پر یہ بات ظاہر کردی گئی کہ "این ہرچہ گوید دیدہ گوید"۔

اسمین شک نہین کہ اگر امام ربانی عملیات اور نقوش و تعویذات کے مشغلہ سے اپنے آپکو اسدرجہ نہ کھینچتے تو وہ مخلوق جو عام فقرا کو اسکی بدولت اپنا سرتاج سمجھکر حاجت روا و فریادرس خطاب دیکر جوق جوق کھنچی چلی آتی ہے آپکی طرف کتنی کچھ لپکتی اور دوڑ دوڑ کر آتی مگر اس اژدہام لاٹھی اور بیشمار گُھمار کے مجمع مین آپکا وہ خلوت پسند دل جو بعض وقت ایک خادم کے موجود ہونے سے بھی اُکتاتا اور گھبرا جاتا تھا جس ایذا مین مبتلا ہوتا اُسکا اندازہ دوسرے کو ہونا بھی مشکل ہے اور گو یہ تاذی جو باقتضائے بشریت آپکو ہوتی دوسرون کی جانب خطا کے ساتھ منسوب نہو سکے مگر سائل کی محرومیت کے لئے کافی تھی اور اسکے علاوہ آپکی بڑی خدمت یعنی ترقی دین و تربیت روحانی مین جو اختلال اسکی بدولت واقع ہوتا وہ آنے والی حاجتمند مخلوق کو خسر الدنیا والآخرۃ کا مصداق بناتی ؏

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اصلاح دنیا اور راحت اجسام کو طمانینت قلب اور عروج روح مین داخل ہونیکا ثمرہ امام ربانی کے یہان صرف دعا اور توجہ یا ہمت اور باطنی تصرف مین محدود ہو گیا تھا اور حقیقت مین یہ وہ آزمودہ عمل اور مجرب تعویذ تھا جسکو لاکھ نقوش کا ایک نقش کہا جائے تو بجا ہے ہان اسکے ساتھ کبھی کبھی سائل کی تسکین و طمانینت قلب یا اپنی عبدیت کے اظہار کے لئے اتباعاً للسلف آپ وظائف ماثورہ بھی تلقین فرماتے اور نقوش و تعویذات منقولہ بھی تسطیر فرماکر حاجتمند کے حوالہ فرمادیا کرتے تھے مگر چونکہ سنت نبویہ کی محبت آپکی رگون اور پٹھون مین رچی ہوئی تھی اسلئے عموماً وہ وظائف تعلیم فرماتے تھے جو حدیث مین وارد ہین۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے عطا فرمائے ہوئے نقوش و تعویذات کو بجز اسکے کہ آپکی کرامت کہا جائے اور کچھ سمجھ مین نہین آتا ؎

صاحب کمال رکھتے ہین اکسیر کا خواص — چٹکی اُٹھائی خاک کی اور زر بنا دیا

مولوی یعصوب الدین صاحب فرماتے تھے میرے ایک دوست کہ وہ بھی حضرت کے خادم تھے ایک جگہ نسبت قرار پائی وہ لڑکی بھی حسینہ وجمیلہ قبل از نکاح ہی انکو غائبانہ اُسکے ساتھ بیحد محبت ہوگئی تھی اتفاق سے اعزا مین کچھ رنجش ہوئی اور یہ خطبہ قطع ہوگیا۔ نسبت کے ٹوٹتے ہی انکی حالت غیر ہونے لگی جو جس نے بتایا پڑھا اور جو جس نے کہا وہ کیا مگر کچھ کارگر نہوا آخر جب جان پر آبنی تو گنگوہ آئے اور روکر عرض کیا کہ حضرت شرم کے سبب کچھ کہہ نہین سکا مگر جب زندگی سے مایوس ہوگیا تو عرض کئے بغیر چارہ نہین اسکے بعد اپنا قصہ اور حال بیان کیا حضرت نے حسب عادت فرمایا "بھائی مجھے تو عملیات آتے نہین" یہ رو دیئے اور باصرار تمنا کی کہ کچھ لکھکر عطا فرماوین اُسوقت حضرت نے پرچہ پر کچھ لکھا اور فرمایا لو اسے بازو پر باندھ لینا" تعویذ لیکر یہ وطن واپس آئے اور بازو پر باندھا خدا کی شان اسی ہفتہ مین باہمی رنجش رفع ہوگئی اور لڑکی کے ورثا خود بخود راضی ہوکر نکاح پر مصر ہوئے چنانچہ فوراً نکاح ہوا اور اُسی دن لڑکی رخصت ہوکر انکے گھر آگئی لوگون کو نہایت تعجب ہوا کہ اتنی جلدی کسطرح کایا پلٹ گئی آخر یہ سوچکر کہ گنگوہ گئے تھے کوئی مجرب نقش لیکر آئے ہین انکے ہمجولیون نے اصرار کیا کہ بازو سے کھولکر نقش دکھاؤ اُسے نقل کرین ہرچند انہون نے انکار کیا مگر وہ باز نہ آئے اور انکو پکڑ کر چھاتی پر چڑھ بیٹھے جبراً بازو کا تعویذ چھینا اور کھولکر دیکھا تو اسمین یہ عبارت لکھی ہوئی تھی "یا الٰہی مین نہین جانتا اور یہ نہین مانتا یہ تیرا بندہ اور غلام تو جانے اور تیرا کام"۔

حضرت امام ربانی کے مبارک ہاتھون کو حق تعالیٰ شانہ نے وہ خاصہ عطا فرمایا تھا جو کسی شکستہ دل مظلوم اور ماسوی اللہ سے مایوس ہوجانے والے بیچارہ ستم رسیدہ کی زبان مین ہوتا ہے جس کی مقبولیت لوگون کے نزدیک مسلم ہے بقول حافظ ؎

بترس از آہ مظلومان کہ ہنگام دعا کردن — اجابت از در حق بہر استقبال می آید

بہتیرے آفت رسیدہ تباہ حال مضطرب پریشان اور مایوس العلاج بیمار آپکی دعا کو اپنی سپر بنائے اور دوا قرار دئے ہوئے تھے اور چونکہ آپکی شان عبدیت کا اقتضا تھا قبولیت عامہ اس لئے نقش وکتابت محض بہانہ تھا اُس کامیابی کا جو مجیب الدعوات نے آپکا توسل پکڑنے والون کیلئے روز ازل مین مقدر فرمائی تھی کسی کو کیا خبر ہے کہ آپ مستعیذین کو کیا لکھکر دیتے تھے اور کوئی کیونکر سمجھ سکتا ہے

کہ آپ کے لکھے ہوئے نقوش مین حصول مراد و مقصد براری اُس مکتوب کے اثر سے تھی یا کاتب کے ؟ حافظ محمد عبد الحفیظ صاحب تاجر بمبئی کو اُسوقت جبکہ اُنکی عمر پانچ چھہ برس کی تھی مرض لاحق ہوا جسکی صورت دورہ کی تھی رفتہ رفتہ یہانتک نوبت پہونچی کہ دو دو گھنٹہ کامل بیہوش رہتے منہ سے جھاگ جاتے اور بتیسی بند ہو جاتی تھی دس برس کامل ڈاکٹری یونانی علاج ہوئے گنڈہ تعویذ جھاڑ پھونک جو جس نے بتایا سب ہی کچھہ ہوا مگر مرض مین ذرہ برابر کمی نہوئی انکے بھائی حافظ عبد اللہ صاحب مہاجر حضرت سے بیعت تھے جب ہر قسم کے معالجہ سے بیزار اور بد دل ہو گئے تو انکو لیکر گنگوہ حاضر ہوئے اور سب حالت عرض کر کے تعویذ لینے کا اصرار کیا حضرت قدس سرہ نے چند تعویذ عطا فرمادئے کہ انکو پلا دینا اِس قصہ کو اب سولہوان سال ہے اُن تعویذون کے استعمال کے بعد سے آجتک انکو اُس مرض کا دورہ نہین ہوا اور ماشاء اللہ ہر طرح تندرست ہین بلکہ فربہ اور صاحب تن و توش۔

عبد الحمید خان صاحب فرماتے ہین پندرہ سولہ برس ہوئے مین مٹھائی لئے پولیس مین کو آرہا تھا نالہ کے کنارے ایک درخت آم کا تھا جہان جنات کا اثر لوگون مین مشہور تھا چونکہ وہی گندگی تھی اسلئے مین جب اُسکے قریب پہونچا تو ایک کُتا سیاہ مجھے نظر پڑا جو دیر تک بغور مجھے تکتا رہا مین ہمت کر کے نکلا تو چلا آیا مگر گھر پہونچتے ہی گھٹنے مین دفعۃً درد اٹھا اور اتنا شدید کہ مین ضبط نہ کر سکا اِسی تکلیف مین مجھے بخار چڑہ آیا جس نے دس بارہ روز تک ہوش نہ لینے دیا یہ بخار اُترا تو چوتھیا شروع ہو گیا جو کامل دو سال رہا اس دورہ مین اکثر مجھے خوفناک خواب نظر آتین اور کبھی کبھی وہی کُتا جسے درخت کے نیچے دیکھا تھا مجھے اپنے اوپر حملہ کرتا ہوا دکھائی دیتا تھا۔ مرض سے نجات پانیکی جو تدبیر مجھے بن پڑی مین نے کی مگر کچھہ بھی نفع نہوا آخر حضرت کی خدمت مین انکے مفصل حال کی اطلاع دیکر تعویذ کی تمنا ظاہر کی گئی حضرت نے کاغذ پر کچھہ لکھا اور لپیٹکر لفافہ مین بھیجدیا کہ بازو پر باندھین خدا کا ایسا فضل ہوا کہ اُس تعویذ کے باندھتے ہی نہ چوتھیہ بخار کا دورہ ہوا اور نہ کبھی ڈراونی خواب دکھائی دی۔

آپ کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف اور لکھے ہوئے تعویذات و نقوش مین حق تعالیٰ نے جو اثر عطا فرمایا تھا چونکہ اُسمین زیادہ دخل آپکی مقبولیت اور شان عبدیت کو تھا اسلئے جسقدر جلد اور قوی اثر ہو قابل تعجب نہین بمقتضائے مَنۡ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ (جو اللہ کا ہو گیا اللہ اس کا ہو گیا) چونکہ آپ نے ظاہر و باطن اور قلب و جسد دونون کو قادر مطلق جلّ و علیٰ شانہ کا مطیع و فرمانبردار اور خالص و مخلص بندہ بنا دیا

تھا اسلئے قدردان شاہنشاہ کی طرف سے اس صلہ مین آپکو وہ مرتبہ عطا ہوا تھا جس نے آپکا معاذ و ملاذ ہونا مخلوق کو باور کرا دیا تھا آپکا غائبانہ توسل بسا اوقات لوگون کی حاجت روائی کیلئے کافی ہو جاتا اور آپکی ذات بابرکات کا محض واسطہ مصیبت زدہ متوسلین کی کامیابی و مقصد برآری کا کفیل بنجاتا تھا جس زمانہ مین طاعون کا مہلک مرض مظلم گھٹا کی صورت امنڈتا اور تیز اندھیاؤ کیطرح مسلسل و لگاتار شہر بہ شہر چھاتا چلا جاتا تھا مخلوق جس درجہ پریشان تھی وہ محتاج بیان نہین اس مرض لاعلاج کے مبتلا بیمارون اور انکی زندگی سے مایوس ہو جانے والے تیمار دارون نے کبھی آپکی دعا سے اور کبھی محض آپ کے توسل سے نجات و حیات کی وہ کامیابیان حاصل کی ہین جنکی طرف سے بالکل ناامیدی ہو چکی تھی مولوی احمد صاحب سورتی بغرض ذکر و شغل آپکی خدمت مین ٹھیرے ہوئے تھے کہ مکان سے خبر آئی تمہارے گھر مین طاعون کے اندر کئی موتین ہو چکی ہین اور اب تمہاری حقیقی بہن اس مرض مین مبتلا ہے یہ وحشت اثر خبر سنکر مولوی احمد صاحب گھبرائے ہوئے حضرت کی خدمت مین حاضر ہوئے اور دعا کے لئے عرض کیا آپنے دعا کا وعدہ فرما لیا اور ارشاد فرمایا گھبراؤ مت انشاء اللہ شفا ہو جائیگی" چنانچہ یہ گنگوہ ہی رہے اور چند روز بعد مکان سے اطلاع آگئی کہ ہمشیرہ کو بالکل آرام ہے۔

جس زمانہ مین لاہور۔ امرتسر۔ جالندھر وغیرہا اضلاع مین طاعون پھیلتا اور اس جانب بڑھتا چلا آرہا تھا جب انبالہ تک پہونچ لیا تو اہل سہارنپور گھبرائے کیونکہ اِس پٹری پر اب اسی ضلع کا نمبر تھا مگر گھبرائے سے کیا ہوتا تھا آخر ایک مختصر مجمع دربار خداوندی مین حاضر ہو کر اس طرح ملتجی ہوا کہ اے جانون کے پیدا کرنے والے اور جلانے و مارنے والے بادشاہ ہم بے زر و بے پر گناہگارون مین قابل استجابت دعا مانگنے کی بھی اہلیت نہین ہے ہماری شامت اعمال جس عذاب کی باعث ہو بجا اور زیبا ہے مگر ہمارے درمیان آپکا ایک مقبول بندہ موجود ہے جنکا نام مولانا رشید احمد ہے انکو شفیع گردانکر آپ سے التجا ہے کہ اس آفت ناگہانی سے محفوظ رکھئے اور اِس مرجع خلائق مخدوم عالم ذات کے طفیل مین ہماری بستی کو طاعون سے بچا لیجے چنانچہ چند روز بعد انبالہ سے طاعون آگے بڑھکر ضلع مظفر نگر پہونچا اور وہان سے ضلع میرٹھ مین پھیلا سہارنپور کا ضلع باوجود درمیان مین واقع ہونے کے ایسا محفوظ رہا کہ باوجود مرطوب ہونے کے آپکی حیات تک ایک موت بھی طاعون کی اسمین واقع نہین ہوئی۔ ایسے واقعات جہان نہ آپکا لکھا ہوا تعویذ پہونچا نہ تعلیم فرمایا

ہوا وظیفہ یا عمل پڑھا گیا اور خلاف گمان مرادیابی ہوگئی میرے اِس خیال کی تائید کررہے ہین کہ نقوش مین اثر کاتب کی قوت قدسیہ کا تھا اور مکتوب حصول مقصود کا محض بہانہ۔

تاہم جن اوراد و نقوش کا آپکی جانب انتساب تعلیمًا یا کتابۃً ثابت ہے نفع سے خالی نہین بلکہ بالاضافہ قوی اور زود اثر ہون تو کچھ بعید نہین اسلیئے بقدر ضرورت درج سوانح کرنا مناسب ہے

حاجی عبدالعزیز خان بنجلاسوی مرحوم و مغفور ایک زمانہ مین باسدرجہ مبتلائے آلام و افکار ہوئے کہ زندگی سے اُکتا گئے تنگی معیشت جدا بار قرض علیحدہ اور اسپر دشمنون کی عداوتین اور طرح طرح کی ایذار سانیان طُرّہ تھین روز ایک نئی مصیبت کا سامنا تھا یہانتک کہ جمعہ کی نماز کو جامع مسجد مین آنا بند ہوگیا تھا کہ جان کا خطرہ قوی تھا۔ مخالفون نے جب دیکھا کہ بند مکان مین رہنا حفاظت جان کی تدبیر کی گئی ہے تو سحر کا منصوبہ باندھا اور کرہی گذرے۔ اس سراگیگی کی حالت مین جو خط حضرت کی خدمت مین پہونچا تھا اُسکا جواب یہ تھا ادبًا بجنسہ درج کرتا ہون۔

خانصاحب مکرم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ تم اپنی تدبیر ظاہری کرو کہ عالم اسباب مین سامان و تدبیر ظاہر پر مدار رکھا ہے حسبنا اللہ ونعم الوکیل کو پانچسو مرتبہ اوقات مختلف مین پڑھتے رہو اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس تین تین بار اور آیۃ الکرسی ایکبار سوتے وقت ہاتھون پر دم کرکے تمام بدن پر پھیرالیا کرو اور انکو ہی صبح شام بعد نماز پڑھ لیا کرو کسی کا سحر و مکر اثر نہ کریگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور استغفار کثرت سے کرو استغفار کی کثرت پر ادائے قرض و رفع غم و حصول مطلب کا وعدہ ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اپنے راز کی کسی کو دوست جانکر اطلاع مت کرنا۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے کسی کا اعتبار نہین والسلام۔

برائے ادائے قرض و رفع غم

خانصاحب ممدوح کے نام اِنہین ایام مین دوسرا والا نامہ مرسل ہوا جس مین تحریر فرمایا کہ تم صبح شام اعوذ بکلمات اللہ التامات من شر ما خلق کو تین تین بار بہ نیت رد سحر پڑھتے رہو اور قل یا اور قل ہو اللہ اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس سورہ فاتحہ آیۃ الکرسی کو صبح شام ایک ایک بار پڑھکر اپنے دونون ہاتھون پر دم کرکے تمام بدن پر پھیرالیا کرو اور جو ہوسکے تو ایکبار کسی وقت مقرر کرکے حزب البحر پڑھ لیا کرو ورنہ کچھ ضرورت نہین یہی دونون عمل کافی ہوجاوینگے الخ۔

جو ملازم پیشہ ناکردہ گناہ کسی جرم مین پکڑے جاتے یا مقدمہ قائم ہوتا یا اس قسم کی کسی اور

رفع پریشانی و دفع مصیبات

پریشانی مین مبتلا ہوتے اُنکو اکثر آپ یون فرمایا کرتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل پانچسو مرتبہ بعد عشا سوتے وقت پڑھا کرو اور اسوقت نہو سکے تو جسوقت بھی ممکن ہو اور یکدفعہ نہو سکے تو بدفعات اور متفرق اوقات مین اس مقدار کو پورا کر کے دعا مانگا کرو اگر پانچسو بار نہو سکے تو سو مرتبہ ضرور پڑہ لو- اور اگر بہت ہی زیادہ پریشانی مین ابتلا ہوتا تو تعداد اُٹھا دیتے اور یون فرمادیا کرتے تھے کہ چلتے پھرتے اُٹھتے بیٹھتے وضو بے وضو جتنا بھی ہو سکے اسکو پڑہتے رہو" چنانچہ سیکڑون نے اسپر عمل کیا اور عموماً ہمیشہ کامیاب ہوئے-

غنا

تنگدستی و افلاس کے مبتلا کو یا باسط گیارہ سو مرتبہ بعد عشا پڑھنا تعلیم فرماتے تھے اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑہا جائے ادائے قرض اور وسعت رزق دونون فائدے اس سے حاصل ہوتے ہین-

تقویت بصر

جس شخص کی بصارت ضعیف ہو آپ فرماتے تھے کہ اللہ باین ہیئت بخط نسخ کسی کاغذ یا تختی پر خوب جلی لکھکر اسپر نظر جمایا کرے انشاء اللہ نگاہ تیز ہو جاویگی اور نظر کو بہت قوت حاصل ہوگی-

خاوند کی ناراضی

جس عورت کا خاوند اُس سے ناراض ہو اور توجہ نکرتا ہو آپ نے فرمایا کہ ٹھنڈے وقت یعنی صبح یا شب کو بعد عشا قل ھو اللہ پوری سورۃ ستّو مرتبہ مع اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑہکر دعا مانگ لیوے

بانجھ عورت

عقیمہ یعنی اُس عورت کے لئے جس کے اولاد نہوتی تھی ایکبار آپنے دو انڈے منگاکر اُبلوائے اور چھلکا اُتار کر ایک انڈے پر وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَٰهَا بِأَيْيدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ لکھا اور دوسرے پر وَالْأَرْضَ فَرَشْنَٰهَا فَنِعْمَ الْمَٰهِدُونَ تحریر فرمایا اور خاوند کو دیدیئے کہ پہلا مرد کہائے اور دوسرا عورت بعد حیض سے پاک ہونے پر-

جسکی اولاد نہ جیتی ہو

ایسی عورت کے لئے جسکے اولاد زندہ نہ رہتی تھی آپنے اجوائن اور فلفل پر چالیس بار سورہ والشمس پڑہکر دم فرمائی اور دیدی کہ شروع حمل سے برابر کھاتی رہے اور یہ بھی فرمایا اُمید ہے انشاء اللہ اولاد طویل العمر ہوگی-

قرار حمل

قرار حمل کے لئے عموماً نو گرہ کا گنڈہ کردیا کرتے تھے جو قول جمیل مین مذکور ہے-

دردزہ

ولادت کے وقت عورت کو درد کی اگر سخت تکلیف ہوتی تو آپ کاغذ پر وَأَلْقَتْ مَا فِيهَا وَتَخَلَّتْ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ لکھکر عطا فرماتے کہ حاملہ کی ران مین باندہ دیا جائے اور بچہ ہوتے

ہی فوراً کھولدیا جائے ورنہ آنتون کے باہر آجانے کا اندیشہ ہے۔

کمہیڑہ کے مبتلا کو گیارہ تار کے نیلے ڈورے پر اکتالیس بار سورہ فاتحہ معہ بسم اللہ پڑھکر اکتالیس گرہ لگاتے یعنی ہر گرہ پر ایک بار سورہ فاتحہ اور عطا فرمادیتے کہ بچہ کے گلے مین ڈالدیا جائے۔

ایکبار دشمنون کے شر سے محفوظ رہنے اور حاکم کے مہربان ہونے کو بسم اللہ الرحمن الرحیم بعد نماز صبح آٹھ سو مرتبہ اور یاعزیز بلا تعداد جتنا ہو سکے پڑھنے کو فرمایا۔

جملہ مقاصد مین کامیابی اور حصول اطمینان قلب کے لئے ایک صاحب کو لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ تین سو مرتبہ پڑھنے کو تعلیم فرمایا اول آخر درود شریف تین یا پانچ یا سات سات بار۔

تپ کہنہ کے مبتلا کو ایکبار آپنے یون ارشاد فرمایا کہ چینی کی سفید طشتری پر سورہ فاتحہ مع بسم اللہ لکھی جائے اور بکری کا دودہ اُسیر دو ہا جائے اور گھولکر علی الصباح مریض کو پلایا جائے اگر حقتعالٰی کو منظور ہے تو شفا ہوگی

عام امراض خصوصًا اُن لا علاج بیماریون کے لئے جن سے اطباء عاجز آگئے ہون سورہ فاتحہ مع بسم اللہ چینی کی طشتری پر لکھکر پانی مین دھو کر چالیس دن متواتر صبح کے وقت پلانے کا عمل آپ بتلایا کرتے اور یون فرمایا کرتے تھے کہ سورہ فاتحہ کے بعد یہ دعا بھی لکھی جائے یَاحَیُّ حِیْنَ لَاحَیَّ فِیْ دَیْمُوْمَۃِ مُلْکِہٖ وَبَقَآئِہٖ یَاحَیُّ۔

سورہ فاتحہ کا سبب شفا ہونا حدیث مین ثابت ہے اسلئے آپ فرماتے تھے کہ ہر مرض کیلئے اسکا نفع عام ہے یہانتک کہ بدچلنی اور آوارگی کے لئے بھی اسکا کاغذ یا طشتری پر لکھکر پانی مین گھولکر پلانا مفید ہے پھُنسی پھوڑا زخم اسہال استفراغ تپ لرزہ غرض ہر بیماری کو نافع ہے مولوی سراج احمد صاحب کے بائین پاؤن مین چھاجن تھی اور ورم کے سبب درد اور تکلیف مین ایسے بیتاب تھے کہ اُٹھنا اور بیٹھنا مشکل تھا آپنے اُنکے خط کا جواب اسطرح تحریر فرمایا کہ "بحالت مرض پلنگ پر پڑے پڑے سورہ فاتحہ پڑھ پڑھکر موضع مرض پر دم کرتے رہو اور اپنے اوپر بھی دم کرتے رہو اور اس عاجز کے لئے کہ دعا گو تمہارا ہے دعائے خیریت خاتمہ کرتے رہو کہ دعا مرض مین قبول ہوتی ہے۔ بندہ کو یقین دلایا گیا ہے کہ تمکو اس مرض سے شفا ہو جائیگی"۔

آسیب زدہ کے لئے آپنے ارشاد فرمایا کہ اسماء اصحاب کہف بعبارت ذیل کاغذ پر لکھکر جس مکان

مین مریض یا مریضہ ہو اُسکی دیوارون پر جگہ جگہ پر چسپان کردئے جائین اور بتیس کا نقش حسب ذیل ایک کاغذ پر لکھکر مریض کو دکھایا جاوے وہ دیکھنے سے گھبرائے اور انکار کرے گا مگر زبردستی اُسکی نظر اُسپر ڈلوائی جائے اور جبراً نقش کو تعویذ بناکر اُسکے گلے مین ڈالدیا جائے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

٨	٦	۴	٢
٢	۴	٦	٨
٦	٨	٢	۴
۴	٢	٨	٦

اسماء اصحاب کہف یہ ہین۔ اِلٰھی بِحُرمَۃِ یَمْلِیْخَا مَکْسَلْمِیْنَا کَشْفُوْطَطْ طَبْیُوْنَسْ کَشَافَطْیُوْنَسْ اَذَرْفَطْیُوْنَسْ یُوَانِسْ یُوْسُ وَکَلْبُھُمْ قِطْمِیْرُ وَعَلَے اللّٰہِ قَصْدُ السَّبِیْلِ وَمِنْھَا جَآئِرٌ وَلَوْ شَآءَ لَھَدٰکُمْ اَجْمَعِیْنَ۔ وَصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ومولانا محمد والہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم۔

حب کے لئے ایکبار آپنے یہ عمل ارشاد فرمایا کہ بسم اللہ صلی اللہ بسر محمد ہاتھ تیل مُنہ چیکنا بیٹھون سرڈھا و ٹھک باندھون ٹھاکر باندھون باندھون سگرا گانون بیران جن جتی یون کہین من موہن میرا ناؤن بحق لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اکتالیس بار پڑھکر عطر پر دم کرے اور اُس عطر کو دونون انگوٹھون کے ناخن پر لگاکر اپنی ابروون پر پھیر لے اور مطلوب کے سامنے جائے انشاء اللہ اُسکے قلب مین محبت پیدا ہوگی۔ جس زمانہ مین بالزام فساد تھانہ بھون آپ مظفر نگر کے جیلخانہ مین تھے اسی ضلع کے کسی قیدی کو جو نہایت پریشان و ہراسان تھا یہ عمل پڑھکر آپ نے عطا فرمایا تھا صبح کو پیشی تھی بفضل خدا رہا ہوگیا۔

حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب سے بھی یہ عمل منقول ہے مگر اُسمین "بسم اللہ بسر محمد صلی اللہ" مذکور ہے اور نیز یہ کہ ابرو پر عطر لگاکر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتا ہوا مطلوب کے سامنے جائے واللہ اعلم بالصواب۔

دنیا بُری بلا ہے اسکی محبت کچھ ایسی لیسچڑ ہے کہ اچھے اچھے سمجھدار آدمی باوجود اسکے چندروزہ ناپائدار اور فانی ہونے کے والہ و شیدا اور فریفتہ و عاشق زار بنے ہوئے ہین اللہ والون کی بربادی کا جب شیطان قصد کرتا ہے تو عموماً اس محبت کو عملیات کے پردہ مین لاکر اُنکی راہزنی کرتا اور مقصود سے کوسون دور ہٹاکر لیجاتا ہے اِسلئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نہ اس مخمصہ مین خود مشغول رہے اور نہ اپنی روحانی اولاد کو اسمین مبتلا ہونیکی اجازت دی اگر کبھی عملیات کا ذکر آتا تو کچھ بیان فرمادیتے مگر اسکے

ساتھ ہی اُسکا شوق دلون سے نکالنے کی کوشش فرمایا کرتے تھے مولوی محمد سہول صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ میرے والد صاحب چونکہ تعویذ گنڈے کر کرکے لوگون کو دیا کرتے تھے اب اُنکے انتقال کے بعد لوگ مجھے تنگ کرتے اور تعویذ مانگا کرتے ہین آپنے ارشاد فرمایا دیدیا کرو انہون نے عرض کیا کہ مجھے تو کچھ معلوم نہین اس عرض سے مقصود یہ تھا کہ حضرت کسی عمل کی اجازت عطا فرمادین تو نفع زیادہ ہوگا حضرت نے ارشاد فرمایا اُسوقت جو کچھ یاد آجایا کرے لکھکر دیدیا کرو اگر نفع ہوگیا تو تم کو ثواب ملجائیگا اور نفع نہوا تو تمہارا پیچھا چھوٹ جائیگا۔

یہ ہے تعویذ گنڈون کی اصل حقیقت جسکا نام اعتدال ہے مگر چونکہ اسپر قائم رہنا دشوار ہے بصورت نفع لوگون کی تعریف و توصیف کے کلمات سُنکر تفاخر و تکبر کا مضمون پیدا ہوتا اور حب جاہ کی بدولت مرجع خلائق بننا بھلا معلوم ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نفع نہونے کی صورت مین ایک انقباض و ندامت اور حزن و رنج پیدا ہوتا ہے اسلئے اول نفس کی اصلاح ضرور ہے جب یہ قابو مین آجائے اور حب جاہ و شہرت بین الناس سے نجات حاصل ہوجائے اُسوقت نفع رسانی خلق کی نیت سے دوا و دعا کے مثل اللہ کا نام لکھکر کسیکو دیدینا یا پڑھکر دم کردینا بھی مستحسن اور امر نیک بنجاتا ہے مگر اس سے پہلے پہلے نفع رسانی خلق کا حیلہ و بہانہ اپنے نفس کی بدتری و اساءت حال کا سبب ہوتا ہے اِس لئے حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جبسے نائب رسول بنکر امت محمدیہ کی تربیت و کفالت کا بوجھ اپنے سر رکھا اور لوگون کے نفسون سے زیادہ اُن کے شفیق و خیر خواہ بنکر اُن کے ہاتھ اپنے ہاتھ مین تھامے اس اندیشہ و خطرناک شغلہ مین پڑنے سے اُنکو ہمیشہ بچاتے رہے چنانچہ مولوی محمد سہول صاحب کو تعویذات کی علت غائی سمجھانے کے بعد آپنے یہ تقریر فرمائی کہ مگر تعویذ گنڈون کے پیچھے زیادہ پڑنا اچھا نہین ہے اصل مقصود سے انسان رہجاتا ہے اسکے بعد اپنا قصہ نقل فرمایا کہ مجھے ابتدا مین تعویذ گنڈون کا زیادہ شوق تھا ایک شخص نے ایک دفعہ مجھسے حب کا تعویذ مانگا مین نے ایک قلمی پرانی کتاب سے جو میرے گھر مین خاندانی تھی نقل کرکے دیدیا۔ خدا کی شان کہ اُسی روز اُسکا مقصود حاصل ہوگیا۔ کامیابی کے بعد اُس نے مجھسے اپنا حال بیان کیا تب معلوم ہوا کہ اُسکو کسی اجنبی عورت سے تعلق تھا یہ سُنکر مجھے بڑی ندامت ہوئی اُسی وقت گھر مین آکر مین نے اُس کتاب مین آگ لگادی کہ مبادا کوئی اُس سے ناجایز فائدہ نہ اُٹھالے۔

اصلاح خلق کے مرتبہ مین جو طبعی خیالات حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتے ہین اُنکی رفعت شان اور علو مرتبت کا ادراک بڑے ہی لوگون کا کام مجھ جیسے نادان و کم فہم کے لئے اتنا کافی ہے کہ چونکہ اس مضمون کے ساتھ حضرت کی دلچسپی ثابت نہین ہوئی اسلئے یہ عنوان اُس حد پر مین نہین پہنچا سکتا جس سے ناظرین اچھی طرح محظوظ ہو سکین یا انکا جی سیراو خواہش پوری ہو جائے کئی وجوہات ایسی ہین جنکا مقتضیٰ یہ تھا کہ یہ عنوان ہی درج سوانح نہوتا مگر محض اس وجہ سے کہ سوانح پر نقصان کا الزام قائم ہو اسکو شامل کیا گیا اور اس خیال سے کہ اصلاح حال و پختگی ایمان کے بعد تاہم عملیات و نقوش کسی درجہ مین سبب منفعت ہین چند اعمال ہدیہ ناظرین کر دئے گئے خدا کرے کہ یہ اُسی مرتبہ پر قائم رہین جو حقتعالیٰ شانہ کے نزدیک انکے لئے مقرر ہوا اور اہل اللہ نے ظاہر کر دیا ہے ورنہ اسمین مبتلا ہو کر اصل مقصود یعنی اپنے سچّے آقا کی رضا جوئی سے محروم رہنا بڑی خسارہ کی تجارت ہے جسمین شغف و انہماک تو درکنار بچنے کی توفیق اور مشغولیت توجہ سے پناہ مانگنے کی ضرورت ہے

مولوی نظر محمد خان صاحب نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ حضرت میرے دشمن بہت ہین اور خون کے پیاسے ہین کچھ پڑھنے کو بتلا دیجئے جس سے وہ مقہور و ذلیل ہو جائین آپنے ارشاد فرمایا کسی کے مقہور و ذلیل ہونے سے تمہین کیا لینا یا مومن پانچسو بار روزانہ پڑھ لیا کرو انشاء اللہ اُن کے شر و مکر سے محفوظ رہوگے۔

ایکبار آپنے درد کی داڑہ کا جھاڑن ایک شخص کو بتایا ہم ایک تم بتّیس + ہمری تمری کیسا رس" بتّیس کی یار کو آپ نے مجہول پڑہا اور فرمایا کہ بزرگون کی زبان سے جسطرح پر الفاظ نکلتے ہین خدا تعالیٰ اُسی مین اثر دیتا ہے۔

خاص خاص عملیات حضرت امام ربانی سے کہین اور کسی کسی موقع پر ثابت ہین ورنہ عموماً عام امراض کے لئے آپ کاغذ پر بسم اللہ لکھکر اعوذ بکلمات اللہ التامّات من شر ما خلق تحریر فرماتے اور بعد مین حروف سُریانی یعنی ١١١٥ ح ١١١١ ھ ما لکھکر تعویذ بنا کر سائل کے حوالہ فرما دیتے تھے آپکی ظاہری بینائی جانے کے بعد حضرت قدس سرہ کی اجازت سے یہی تعویذ مولوی محمد یحییٰ صاحب لکھکر قلمدان مین رکھ لیا کرتے تھے جو روزانہ پچاس ساٹھ بلکہ سو سوا سو تک تقسیم ہو جاتے تھے جو بھی حاضر آستانہ ہوتا ایک دو چار تعویذ ہمراہ لیجاتا اور جسکی درخواست بذریعہ تحریر ڈاک مین آتی یہی تعویذ انکو

لفافہ مین رکھکر بھیجدیا جاتا باذن اللہ تعالیٰ اسی سے ہزارون مرضیٰ کو شفا حاصل ہوئی اور اسی سے سیکڑون حاجات پوری ہوئین پندرہ کا نقش عاملون کے یہان مشہور ہے جسکو کسی عامل نے ان دو شعرون مین بیان کیا ہے ؎

صفر و سہ الف سائبانے برسر	جیم کج و کور نردبانے بدو در
چہار الف مساوی ہاء واوِ معکوس	اینست ز اسماء الہ اکبر

(عبرانی زبان مین اللہ کا نام ہے)

اُٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے غرض جملہ حرکات وسکنات اور انتقالات وحالات مین وہ اذکار آپکے معمول اور وردِ زبان تھے جو حدیث مین وارد ہوئے ہین احزاب متداولہ مین کوئی حزب آپکا معمول نہین دیکھا گیا۔ آپکی لطیف نسبت عبدیت حق تعالیٰ شانہ کے نازل فرمائے ہوئے قرآن مجید اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی ادعیہ ماثورہ واذکار منقولہ کے ساتھ اسدرجہ مانوس تھی کہ دوسری جانب توجہ ومیلان کی گنجایش بھی نہ تھی ہان خدام مین جو کوئی آپ سے کسی حزب یا ورد کی اجازت مانگتا آپ اُسکی بطریق مناسب اجازت دیدیا کرتے تھے چنانچہ حصن حصین حزب البحر حزب الاعظم صلوة تنجینا وغیرہ کی اجازت آپ کے سیکڑون خدام کو آپکی طرف سے حاصل ہے ایک مرتبہ کوئی طالب حزب البحر کی آپسے اجازت لینے کو سبق ناغہ کرکے پانی پت سے گنگوہ آئے۔ ایک ورد کی اجازت کو اتنا مہتم بالشان بنانا کہ تعلیم دین ودرس چھوڑکر اسکے لئے سفر کیا گیا آپکو پسند نہین آیا بلکہ ناخوشی ظاہر فرمائی مگر اجازت دیدی اور یہ بھی فرمایا کہ مجھے حزب البحر کی اجازت ہے مگر مین پڑھتا نہین اسی مجمع مین مولوی ولایت حسین صاحب نے حزب البحر کی اجازت چاہی آپنے انکو بھی عطا فرما دی۔

احزاب متداولہ مین اگر آپکو کچھ اُنس تھا تو حزب الاعظم سے تھا اور وہ بھی اسوجہ سے کہ اسمین قرآن مجید اور احادیث نبویہ کی دعائین منتخب کرکے جمع کی گئی ہین۔ بعض احزاب کے بعض الفاظ آپ پسند بھی نہین فرماتے تھے چنانچہ ایکبار ارشاد فرمایا کہ جن وردون مین بعدد معلوم للہ لوگ پڑھتے ہین مین اسکو پسند نہین کرتا کیونکہ اس سے معلومات باری تعالیٰ کے متناہی ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے۔ حزب البحر اور حزب الاعظم مع اسماء اہل بدر مناسب تقطیع پر خاص صحت اہتمام خوش کیساتھ زیر طبع ہین

احزاب و اوراد کی اجازت دینے مین آپکو مطلق بخل نہ تھا مگر چونکہ سُنت نبویہ کے ساتھ آپکو بالطبع اُنسیت و محبت تھی اسلئے عملیات کی طرح احزاب مین بھی انہماک کہ تلاوت قرآن مجید و درس احادیث شریفہ سے بے توجہی ہو جائے آپکو مطلق نہین بھاتا تھا ایک مرتبہ آپنے ارشاد فرمایا کہ درود تنجینا کی اجازت مجھے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دی تھی کہ مہمات مین بیک جلسہ ہزار مرتبہ پڑہا جائے چنانچہ بعض مہمات مین ہمنے پڑہا بھی ہے خدا تعالیٰ نے نجات دی اور شاہ عبد الغنی صاحب نے بسکون نون اجازت دی ہے اور غالباً شیخ مخدوم بخش رامپوری رحمۃ اللہ علیہ کا نام لیا کہ اُنہون نے بتشدید نون اجازت دی تھی اسکے بعد عام حاضرین جلسہ کو مخاطب بنا کر فرمایا کہ مین تم سب کو اسکی اجازت دیتا ہون۔

دلائل الخیرات کی جملۃً اجازت آپ اپنے خدام کو باین سند عطا فرماتے تھے کہ عن الشیخ مخدوم بخش رامپوری عن الشیخ الدلایل الشیخ عبد الرحمٰن المدنی الی اخر السند۔

ایکبار آپنے بعض خدام کو دلائل کے اِس ورد کی اجازت عطا فرمائی اللھم صل علی محمد و علی اٰل محمد صلوۃ تکون لک رضیً و لہ جزاءً و لحقہ اداءً و اعطہ الوسیلۃ و الفضیلۃ و المقام المحمود الذی وعدتہ و اجزہ عنا ما ھو اھلہ و اجزہ افضل ما جازیت نبیا عن قومہ و رسولا عن امتہ و صل علی جمیع اخوانہ من النبیین و الصلحین یا ارحم الراحمین کہ جمعہ کو سات مرتبہ پڑہا کرے موجب برکات ہے۔

مبشرات و شہادات

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا مخدوم العالم اور مقتدائے اہل اسلام ہونا آپکے کمال اتباع شرع اور صاحب استقامت فی الدین ہونے سے ایسا ظاہر ہو چکا تھا کہ کسی کو آپ کا دامن پکڑنے سے انحراف و اعراض جائز نہ رہا تھا پھر آپکا مستجاب الدعوات اور معاذ و ملاذ خلق اللہ ہونا آپکے علو مرتبت و رفعت منزلت اور تقدس و تقرب خداوندی کا ظاہر کرنے والا اجلا تھا آپکی دعا دینے والی وہ زبان جسکی حفاظت حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے ہوتی تھی آپکی ولایت و غوثیت کا ہر وقت ثبوت دیتی تھی اور آپکا ظل عاطفت و توسل جسکے ذریعہ سے ہزارہا انسان کی حاجات برآری ہوئی جداگانہ آپکی مقبولیت و محبوبیت کو عالم

آشکارا کر رہا تھا باایں ہمہ آپ سے کرامات وخرق عادات کا صدور اور کشوف کونیہ وزمانیہ کا ظہور علیحدہ آپکے کمالات علمیہ وعملیہ کی تائید کر رہا تھا۔ اسقدر دلائل واضحہ اور بینات ظاہرہ کی شہادت عادلہ کے موجود ہوتے ہوئے حاجت نہ تھی کہ اور کوئی حجت قایم کیجائے مگر چونکہ آپکا منصب جسکا مقتضیٰ اصلاح خلق تھا کمال بداہت کا خواہشمند تھا اسلئے زمانہ کے اکابر وخاصان خدا کی شہادات اور عالم منام وواقعہ کی مبشرات کے ذریعہ سے بھی خود آپکو اور آپکے متوسلین واہل عصر مسلمین کو جتلایا گیا کہ ولایت میں آپکا مرتبہ کیا ہے!

اِس مین شک نہین کہ آپ اپنی وہ مراد جسکی طلب آستانہ امدادیہ پر حاضر ہوتے ہی آپکی رگ وپے مین سرایت کر چکی تھی زاویہ خمول وگوشہ گمنامی مین بیٹھکر بھی اسی عزم وپختگی ہمت کے ساتھ حاصل فرماتے جیسی عالم مین مشہور ومعروف ہو کر آپنے حاصل فرمائی مگر جسطرح اہل حق کی طبائع مختلف رنگہائے نسبت مختلف آثار وثمرات مختلف مین اسی طرح اہل ارشاد کے ذوق مختلف اور خدمات ومناصب جداجدا ہین صناع لم یزل جلت قدرتہ نے جو کام اپنے جس بندہ سے لینا چاہا لیا اور بندہ نواز خدا نے جس مقبول بندہ کو جس خدمت کا اہل اور قابل پایا اُسکے اسباب مہیا فرما کر انجام پر پہونچایا اور چونکہ امام ربانی قدس سرہ کا منصب رفیع نبوت کی نیابت اور اصلاح احوال خلق تھا اسلئے آپکی ولایت وقطبیت کو سہرجہ واضح اور جلی کرنا مناسب تھا کہ عوام وخواص مین کسی شخص کو عذر کی گنجایش باقی نہ رہے اور آپکا حجۃ اللہ فی الارض ہونا کالشمس فی نصف النہار ظاہر ہو کر عالم مین آشکارا ہو جائے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَىٰ مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ

حضرت مولانا اشرف علی صاحب دام مجدہ فرماتے تھے ایک مرتبہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی ولایت ومقبولیت تو ظاہر ہے مگر اولیاء اللہ کے مراتب مختلف ہین خدا جانے حضرت کا مرتبہ کیا ہے؟ ایک دن کچھ سوتا کچھ جاگتا تھا دیکھتا کیا ہون کہ حضرت قدس سرہ مسجد مین تشریف فرما ہین اور مین سامنے بیٹھا ہون ایک بزرگ عصا ہاتھ مین لئے ہوئے تشریف لائے اور حضرت کی طرف اشارہ فرما کر مجھسے مخاطب ہو کر یون ارشاد فرمایا کہ دیکھلو یہ قطب الارشاد ہین" اسکے بعد فوراً آنکھ کھلگئی اور دلکو اطمینان ہوگیا

حضرت مولانا ممدوح نے ایک خواب حضرت کے وصال کے بعد دیکھا کہ کسی موقع پر مولانا نے حضرت کے اسم مبارک کے ساتھ رحمۃ اللہ علیہ کہا تو کسی کہنے والے نے یون کہا کہ نہین قُدِّسَ سِرُّهٗ یا قَدَّسَ اللّٰهُ سِرَّهٗ کہو مولانا مدظلہ نے اسکی تعبیر خود ہی اسطرح تحریر فرمائی ہے کہ اس خواب کا

یہ مطلب نہین کہ رحمۃ اللہ علیہ کہنا ممنوع ہے یا یہ کہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے مفہوم مین قدس سرہ سے گھٹا ہوا ہے بلکہ اصل یہ ہے کہ بعض اوقات الفاظ وعبارات متحدۃ المعنی مین حسب عرف کچھ تغایر اور تمایز بھی ہوا کرتا ہے چنانچہ اسی بنا پر صلی اللہ علیہ وسلم بجز انبیاء علیہم السلام کے کسی پر اطلاق نہین کیاجاتا رضی اللہ عنہ بجز سلف کے کسی کے لئے استعمال نہین ہوتا اسی طرح اسوقت عرفاً رحمۃ اللہ علیہ عموماً صلحاء کے لئے بولاجاتا ہے اور قُدِّسَ سِرُّہٗ اکابر اولیاء کے لئے مستعمل ہوتا ہے پس مقصود اس خواب سے تنبیہ تھی کہ حضرت مولانا اِس درجہ کے اکابرین سے ہین واللہ اعلم۔

حضرت مولانا عزیز الرحمن صاحب مجددی نقشبندی دام مجدہ ایکبار حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے مزار پرانوار پر سرہند شریف حاضر ہوئے تو آپکو معلوم کرایا گیا کہ امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب قطب الارشاد ہین حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبہٹوی مدت فیوضہ جو حضرت امام ربانی قدس سرہ کے خلفاء کاملین مین صاحب حالات عجیبہ وواردات غریبہ ہین تحریر فرماتے ہین کہ اس عاجز کو جو معلوم کرایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے حضرت قدس سرہ اس زمانہ کے قطب الارشاد تھے آپکا لقب عالم بالا مین مخدوم العالم ہے آپ ولایۃ النبوۃ ومقام محمدی مین نہایت راسخ القدم ہین اولیاء اُمت محمدیہ مین بہت کم ایسے ہوئے ہین کہ اِس مقام عالی مین اسقدر رسوخ رکھتے ہین یہ مقام حضرت فخر عالم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم ہے اسی مقام مین عبدیت غالب ہوتی ہے بوجہ غلبہ تجلی ذاتی دائمی کے صاحب اس مقام کا کسی کمال کو اپنی طرف منسوب نہین پاتا بلکہ تمام کمالات کو راجع بحضرت ذوالجلال والکمال دیکھتا ہے اور نقائص بشریہ کو جو لوازم انسان ہین اپنی طرف منسوب دیکھکر نہایت شرمندہ ہوتا ہے اور مجسم عجز واحتیاج ہوتا ہے جسقدر اس مقام عالی مین رسوخ ہوگا اُسی قدر محض بیکار گنہگار محتاج وعاجز اپنے آپکو دیکھیگا۔

مولانا مخلص الرحمن صاحب بنگالی دام مجدہ جب دیوبند مین تحصیل علم سے فارغ ہوئے تو گنگوہ حاضر ہوکر عرض کیا کہ میرے دو ارادے ہین ایک یہ کہ حضرت کے ہاتھ پر بیعت کرکے ذکر شغل کرون اور دوسرا یہ کہ قرآن مجید حفظ کرلون اب جسطرح حضرت ارشاد فرماوین اُسکی تعمیل کرون آپ نے فرمایا اول قرآن شریف حفظ کرلو اسکے بعد دیکھا جائیگا۔ مولوی مخلص الرحمن صاحب اِس مشورہ پر پانی پت آئے اور دو سال محنت کرکے قرآن شریف حفظ کیا اِس سے فارغ ہوکر دوسرے ارادہ کو پورا کرنیکے لئے

لنگوہ آنا چاہا مگر خرچ پاس نہ رہا تھا آخر دس روپیہ قرض لیکر حضرت کے آستانہ پر حاضر ہوئے چونکہ وطن سے آئے ہوئے عرصہ گذر لیا تھا اسلئے یون خیال تھا کہ حضرت سے ذکر شغل پوچھکر اور دو ماہ حاضر خدمت رہکر مکان چلا جاؤنگا یہان پہونچے تو حضرت نے معمولی طور پر بیعت فرما لینے کے بعد نہ ذکر تعلیم فرمایا نہ شغل یہانتک کہ جب کئی مہینے اِس حالت مین گذر گئے تو انکا جی گھبرایا اور دل مین کہنے لگے کہ تیرا قصد تو دو مہینہ یہان رہکر وطن جانے کا تھا اور یہان کئی مہینہ ہو گئے ابھی ذکر بھی تعلیم نہین ہوا اس حساب سے تو عمر یہین گذر جائیگی اِس خیال کے بعد دوسرے دروازہ پر جانے کا وسوسہ پیدا ہوا اور لوگون سے دریافت کرنا شروع کیا کہان اضلاع مین کوئی اور بزرگ بھی ایسے ہین جہان میرا مطلب حاصل ہو جائے؟ بار بار استفسارات پر لوگون سے معلوم ہوا کہ پیلی بھیت مین ایک مشہور بزرگ سُنتے ہین کیا عجب ہے کہ وہان چندروز رہکر کچھ حاصل ہو اور جلد فراغت ملجائے۔ اِس اطلاع پر اِنکا دل خوش ہو گیا اور انہون نے مولانا شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام خط لکھا جس مین مفصل اپنا قصہ اور حال عرض کر دیا۔ یہ لفافہ ناوقت ہونے کی وجہ سے ڈاک مین نہ پڑ سکا اور مولوی مخلص الرحمٰن صاحب سو گئے خواب مین دیکھا کہ ایک بزرگ انہین کو مخاطب بناکر فرما رہے ہین کہ مُخلص الرحمٰن قطب وقت کو چھوڑ کر کہان جاتا ہے؟ اسکے بعد دفعۃً آنکھ کُھل گئی دیکھا کہ طبع کا حال دگرگون تھا اور یون جی چاہتا تھا کہ چاہے عمر گذر جائے مگر پڑا رہونگا یہین"۔

طلب صادق جسکا انتظار تھا چونکہ پختہ ہو گئی تھی اسلئے فضل حق تعالیٰ نے رہبری فرمائی عزم مین استقلال پیدا ہوا اور نہال مراد مین پھول آنے شروع ہوئے طبیب امت شیخ کے تصرفات و توجہ نے دستگیری فرمائی اور اُسی دن حضرت امام ربانی قدس سرہ نے انکو اپنے پاس بُلاکر خود بخود ذکر بالجہر تعلیم فرمایا۔ پہلے ہی دن مولوی مخلص الرحمٰن صاحب ذکر سے فارغ ہو کر سوئے تو خواب مین دیکھا گویا حضرت امام ربانی نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ مین دیدی انکو معلوم ہوا کہ اُسوقت انکے قلب سے اللہ کی آواز اِس زور سے نکلی جیسے اونٹ کی آواز ہوتی ہے یہ خواب دیکھکر آنکھ کھلگئی۔ صبح کو جب حضرت سے خواب عرض کیا تو آپ نے فرمایا بارک اللہ تمہارے قلب مین ذکر کا اثر شروع ہو گیا اسکے بعد آپنے پاس انفاس تعلیم فرمایا ایک روز خانقاہ مین لیٹے ہوئے اپنے شغل مین مشغول تھے کہ کچھ سکر پیدا ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو دیکھا کہ سامنے سے تشریف لئے جا رہے ہین

چلتے چلتے انکو مخاطب بناکر اس طرح امر فرمایا کہ دیکھو جو کچھ چاہو حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے چاہنا

مولوی احمد صاحب سیملک ضلع سورت کے رہنے والے تھے جسوقت دیوبند مین علوم شرعیہ پڑہتے تھے اُسی وقت سے اللہ کا نام سیکھنے کی دلمین طلب تھی۔ اور چونکہ جوان صالح تھے اسلئے اکثر رویا و صالحہ نظر آتی تھین خوابون مین یہ بات انکو معلوم ہو چکی تھی کہ گنگوہ حاضر ہو کر اللہ کا نام سیکھنا چاہیے مگر چونکہ حضرت کی عادت سے واقف تھے کہ طالبعلم کو بیعت نہین فرماتے اسلئے عرض کی جرأت نہ کرسکتے تھے اسی فکر مین تھے کہ ایک شب خواب دیکھا ایک باغ ہے بہت بڑا جس مین طرح طرح کے پھلدار درخت لگے ہوئے ہین یہ باغ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا کہلاتا ہے۔ اِسی باغ مین انہون نے اپنے آپکو دیکھا کہ اندر گئے اور دو تین امرود توڑ کر کھائے" دفعتہً آنکھ کھلگئی تو سمجھ گئے کہ انشاءاللہ حضرت کے فیض سے محروم نہ ہونگا آخر ماہ شعبان مین گنگوہ حاضر ہوئے تو بیعت کی درخواست کی اور حضرت نے منظور فرمالی مگر ذکر شغل کچھ تعلیم نہین فرمایا بلکہ یون ارشاد فرمایا کہ یہان رہو تو کچھ بتاؤن ورنہ نہین چونکہ انکو وطن چھوڑے مدت ہوئی تھی والدہ کی زیارت کو بہت جی چاہتا تھا اسلئے خانقاہ مین ٹھیر نہ سکے اور صرف بیعت ہو کر بحصول اجازت وطن واپس ہو گئے اگرچہ صرف بیعت ہوئے تھے مگر تصرفات کے آثار اور برکت و توجہ کے ثمرات سے محروم نہ تھے حق تعالیٰ کا خوف اور خشیہ دل مین ایسا پیدا ہو گیا تھا جسکا وجود طالبعلمی کے زمانہ مین بھی نہ تھا فرائض کی پابندی کا ایک خیال قایم ہو گیا تھا کہ نماز قضا ہونے پاتی تھی۔ قلب مین ایسی چٹک محسوس ہوتی تھی جو طاعات کی طرف شوق دلاتی اور حصول رضاء خالق جل وعلیٰ شانہ کو دیگر مرغوبات پر ترجیح دیتی تھی مگر چونکہ کچھ کتابین معقول کی پڑہنے سے رہگئی تھین اسلئے اُنکی تکمیل کا خیال مقدم تھا چنانچہ ٹونک پہونچے اور فلسفہ و منطق مین مشغول ہو گئے آٹھوان یا نوان دن تھا کہ خواب مین دیکھا ایک بہت بڑا دریا ہے جسکو انہون نے ایک دم مین عبور کرلیا ہے اُس دریا کے پرلے کنارے پر حضرت مولانا کھڑے تھے اور انکو اپنی طرف بُلا رہے تھے یہ خواب دیکھکر جب اُنکی آنکھ کھلی تو دل مین ایک وحشت اور گھبراہٹ موجود تھی آخر وہان سے چلدیے اور دیوبند آئے یہان ایک سال رہکر ساری بقیہ کتابین ختم کین اور پھر گنگوہ حاضر ہوئے ذکر شغل شروع کیا اور نعمتون سے متمتع ہوئے مگر افسوس چندہی ماہ بعد حضرت قدس سرہ کا وصال ہو گیا اور انکو صرف نو مہینے خانقاہ مین رہکر وطن واپس ہونا پڑا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بُلانے پر گنگوہ پہونچے ضرور مگر بدیر۔ تکمیل معقولات مین ایک سال گذرا اِس مدت مین بہتیری خوابین انکو نظر آئین جو قریب قریب تصریح کے تھین کہ وقت کو غنیمت سمجھو اور گنگوہ جاؤ مگر تقدیر مین جو کچھ لکھا ہوا ہے اُس مین تغیر و تبدل نہین ہو سکتا حق تعالیٰ کی مشیت سب پر غالب ہے وہی ہوا جو کاتب ازل نے لکھا تھا۔ تاہم حضرت قدس سرہ کے فیوضات و تصرفات سے محروم نہ رہے اِس ایک سال مین انکے کئی قریبی رشتہ دارون کا انتقال ہوا جنکی مفارقت دنیاویہ سے دیوبند ہی مین مطلع ہوئے مگر الحمد للہ بیتاب و ازجا رفتہ نہ بنے پورے سال بھر تکمیل علم مین مشغول رہے اور اسکے بعد نَو ماہ گنگوہ مین قیام بھی کیا انکے اکثر عزیزون نے طاعون مین وفات پائی جنکو مولوی احمد صاحب اکثر خواب مین دیکھا کرتے کہ وہ نہایت خوش اور ہشاش بشاش ہین نیز انکو نصیحت کرتے ہین کہ احمد گنگوہ مین حضرت مولانا کے پاس تم جلدی جاؤ اور وہان رہکر ذکر شغل کرو دیکھو پھر ایسا موقع کبھی نہ ملیگا۔

ایک مرتبہ انہون نے اپنی خالہ کو جو نہایت پارسا اور عابدہ زاہدہ عورت تھین خواب مین دیکھا فرماتی ہین کہ احمد تم حضرت مولانا سے فقط مرید ہوئے ہو اِس سے تمہین زیادہ فائدہ نہین ہے اگر تم وہان پہونچکر ذکر شغل کرو تو تمکو بہت نفع ہو۔ ایسے شیخ سے مرید ہونے کا فائدہ تمہین اُسوقت حاصل ہوگا جبکہ اُن سے ذکر شغل حاصل کرو ایک بار خواب دیکھا کہ کوئی بزرگ کھڑے ہین اور خاص انکو مخاطب بناکر یون ارشاد فرماتے ہین کہ گُجرات مین مدرسہ بنانے سے گنگوہ شریف مین حضرت مولانا کے یہان رہنا بہت عمدہ اور تمہارے لئے زیادہ بہتر ہے“۔ ایسی کھلی ہوئی خوابین انکو نظر آتی تھین مگر پھر اس خیال سے کہ ناتمام کتابون کی تکمیل کا وقت دوبارہ ملنا مشکل ہے یہ درس مین مصروف تھے ہان عجلت ضرور کرتے تھے کہ کسی طرح جلد ختم ہو جاوین آخر ایک خواب اور دیکھا کہ انکے اور گنگوہ کے درمیان ایک نہایت عظیم الشان سمندر حائل ہے یہ معہ اپنے چند ہم سبق طلبہ کے اُسکے کنارے پر کھڑے اور گنگوہ پہونچنے کا ارادہ کر رہے ہین چنانچہ ہمت کر کے اُسمین قدم ڈالدیا اور پار اُتر گئے وہان ایک جامن کا درخت کھڑا ہے انکے ہمراہی رفقا تو جامنین کھانے مین مصروف ہو گئے اور یہ سیدھے گنگوہ پہونچے دیکھا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ تشریف فرما ہین آپکے خدام و متوسلین آپکے اردگرد بیٹھے ہوئے ہین اور حضرت قدس سرہ جس مرید کیجانب توجہ فرماتے ہین اُسی طرف استفراغ فرماتے ہین“ یہ دیکھکر انکی آنکھ کھل گئی مولوی احمد صاحب نے سارا خواب لکھکر تعبیر کے لئے طبیب امت حضرت مولانا اشرف علی صاحب کیخدمت مین بھیجا مولانا نے تحریر فرمایا یہ“

دریا علم کا ہے تم اُسکو طے کرکے گنگوہ پہونچو گے اور تمہارے ہم سبق طلبہ اپنے دنیاوی مشاغل مین مشغول ہوجائینگے انشاءاللہ تمہاری اندرونی خرابیان سب نکلجائینگی جو شیخ کے مُنہ سے قے کی صورت مین تمکو نظر آئین حضرت کا مریدین کیجانب متوجہ ہوکر استفراغ کرنا مریدین کے مفاسد باطنیہ کا وہ اخراج ہے جسکو توجہ اور تصرف سے تعلق ہے"۔ اس خواب پر آخر کار مولوی احمد صاحب گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت سے اجازت لیکر خانقاہ مین قیام فرمایا حضرت نے ارشاد فرمایا کہ شام کو آنا تمکو کچھ بتلاؤنگا چنانچہ مغرب کے بعد اس سے قبل کہ یہ حاضر خدمت ہون خود ہی حضرت نے بلا بھیجا اور بارہ تسبیح ذکر بالجہر کی تعلیم فرمائین۔

ذکر کے دوسرے دن اعلیحضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ حضرت حاجی صاحب ایک ایسے عظیم الشان دربار مین تشریف فرما ہین جہان بکثرت علماء موجود ہین اسی حال مین ایک بڑے عالم کے توسط سے یہ بھی حضرت حاجی صاحب تک پہونچائے گئے اُسوقت حضرت حاجی صاحب نے انکو بارہ تسبیح تعلیم فرمائین یہ دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی۔ اس خواب سے انکو اطمینان ہوگیا کہ حضرت مولانا کی تعلیم بجنسہ حضرت حاجی صاحب کی تعلیم ہے اور وہ وسوسہ رفع ہوگیا جو ظلمت فلسفہ کی بدولت دونون حضرات مین تخالف کا پیدا ہوگیا تھا اب انکا قیام خانقاہ مین خالص محبت اور حسن عقیدت کے ساتھ ہوا اور موسلادھار بارش کی طرح برسنے والے فیوضات سے مستفیض ہونے لگے اثناء قیام خانقاہ ہی مین انکو یہ خواب نظر آیا کہ گویا اعلیحضرت حاجی صاحب کی خدمت مین حاضر ہون اور آپ سے ذکر شغل کی تعلیم حاصل کرتا ہون اس قسم کی خوابون سے انکا یقین بڑھتا رہا کہ حضرت کی تعلیم اعلیحضرت کی تعلیم سے ذرہ برابر متجاوز و متفاوت نہین اور حضرت امام ربانی قدس سرہ اعلیحضرت فانی فی اللہ حاجی امداداللہ شاہ مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کے سچے جانشین ہین۔ جو شبہہ مانع استفاضہ تھا ہولیا اور حجاب حائل درمیان سے اُٹھ لیا تھا اسلیے جو کچھ مقدر تھا حاصل کیا اور الحمدللہ سیکڑون سے بہتر۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

منشی رحمت علی صاحب موضع رائے پور گوجران ضلع جالندھر کے سرکاری مدرسہ مین مدرس ہین ابتدا مین بدعات سیئہ و رسومات مخترعہ مین بدرجہ غایت منہمک تھے حضرت حافظ محمد صالح صاحب دام مجدہ کی خدمت مین حاضر ہوکر کچھ پڑھا اور مسائل شرعیہ سے واقفیت پر عقاید کی فی الجملہ اصلاح کی چونکہ منشی صاحب کو ابتداء سے حضرت پیران پیر عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے ساتھ خاص محبت و عقیدت تھی اسکی بدولت انکو شیخ کے ساتھ ایسا تعلق ہوگیا تھا کہ اکثر مہمات کے وقت حضرت شیخ خواب مین تشریف

لاتے اور رہبری فرمایا کرتے تھے نیز اسی محبت کا ثمرہ تھا کہ زمانہ ناواقفیت ہی مین باینکہ تمنا تھی کہ کسی شیخ کا دامن پکڑون اور اللہ کا نام سیکھون حافظ محمد صالح صاحب امام مجدہ کی شاگردی کے زمانہ مین اکثر حضرت مولانا قدس سرہ کے محامد و مناقب انکے کان مین پڑتے مگر یہ متاثر نہوتے اور یون خیال کیئے ہوئے تھے کہ جب تک حضرت پیران پیر رحمتہ اللہ علیہ خواب مین تشریف لاکر خود ارشاد نفرماوینگے کہ فلان شخص سے بیعت ہو اُسوقت تک بطور خود کسی سے بیعت نکرونگا۔ اسی حالت مین ایک مدت گذر گئی کہ یہ اپنے خیال پر جمے رہے آخر ایک شب حضرت پیران پیر قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت شیخ نے یون ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ مین مولانا رشید احمد گنگوہی کو حق تعالی نے وہ علم دیا ہو کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ اُسکے ارادہ سے واقف ہو جاتے ہین اور جو ذکر و شغل اُسکے مناسب ہوتا ہے وہی بتلاتے ہین" اسکے بعد انکی آنکھ کھلگئی دیکھا تو قلب مین ایک سکون اور طمانینہ کا اثر موجود تھا بااین ہمہ حضرت امام ربانی کی طرف وہ میلان طبع نہوا جو حاضری آستانہ پر مجبور بنادیتا چند روز بعد حضرت پیران پیرؒ کی زیارت سے دوبارہ مشرف ہوئے اور پھر سہ بارہ اور چوتھی مرتبہ غرض متواتر کئی بار یہی خواب نظر آیا کہ حضرت پیران پیرؒ ارشاد فرماتے ہین "مولانا رشید احمد صاحب کو حق تعالے نے دونون علم پورے عطا فرمائے ہین" نیز خواب ہی مین حضرت امام ربانی قدس سرہ کی انکو زیارت کرائی گئی اور دکھایا گیا کہ "یہ شخص ہین جنکی خدمت کا بار بار تمکو حکم دیا جاتا ہے" اس سے قبل انکو حضرت کی زیارت کا کبھی اتفاق نہوا تھا آخر ۱۹۰۲ء مین بعد نماز عید جبکہ دہلی مین دربار منعقد ہوا تھا ان کو گنگوہ مین حاضری نصیب ہوئی اور جب حضرت کے چہرہ مبارک پر نظر پڑی تو فوراً پہچان لیا کہ وہی ہین جنکو خواب مین دیکھا تھا حضرت امام ربانی نے بھی انکو بیعت کرنے مین تامل نہین فرمایا توبہ کرائی اور ذکر و شغل تعلیم فرمادیا اسی جلسہ مین انہون نے تصور شیخ کے متعلق دریافت کیا تو حضرت نے ارشاد فرمایا ہمارے مشایخ نے لکھا ہے کہ انجام مین شرک ہو جاتا ہے ہان اگر کوئی شخص ذہین اور سلیم الطبع ہو وہ تصور شیخ رکھے تو کچھ مضائقہ نہین۔

مولوی سراج احمد صاحب گنگوہی حضرت شیخ عبد القدوس قدس سرہ کی اولاد مین ایک شخص ہین باوجودیکہ حضرت امام ربانی سے تلمذ حاصل تھا اور خدمت مین بہت دنون رہے مگر بجائے حسن عقیدت کے بدعقیدگی لئے ہوئے تھے اسکی بڑی وجہ یہ تھی کہ پیرزادگی کے سبب عرس وغیرہ کی طرف میلان تھا اور

حضرت اسکے مخالف تھے غرض مولوی سراج احمد صاحب اِدہر اُدہر اِس تلاش مین پہرا کرتے تھے کہ کوئی باکمال ملجائے تو مرید ہوجاؤن اتفاق سے ایک شخص سہارنپور مین آئے خلاف شرع اور پکے دنیادار مگر لوگ انکی طرف جوق جوق لپکتے اور ولی کامل سمجھتے تھے وجہ یہ تھی کہ پاس بیٹھنے والون کے دلون کی بات بتایا کرتے تھے چونکہ عوام کے نزدیک کمال کا معیار بس ایسی ہی باتین رہگئی ہین اسلئے سیکڑون مرید ہوگئے مولوی سراج احمد صاحب بھی اسبات پر ریجھ گئے اور بیعت کی درخواست کی۔ پیر جی کو معلوم تھا کہ یہ پیرزادے شیخ کی اولاد اور حضرت مولانا کے شاگردون مین ہین اِنکا مرید بنانا اُنکے لئے باعث فخر تھا اِس لئے اُنکے خیال پر مسرت ظاہر کی اور فرمایا کہ جب گنگوہ آؤنگا اُسوقت وہین تمہین بیعت کرونگا اسمین یہ نفع بھی سوچا کہ ادہر گنگوہ کے پیرزادون پر سکہ جم جائیگا اور عزت ہونے لگے گی اُدہر حضرت مولانا پر تفاخر کا موقع ملیگا کہ خاص شاگرد اور برسون خدمت مین رہنے والے کو توڑا اور اپنی طرف کھینچا قصہ مختصر چند روز بعد یہ صاحب گنگوہ آئے اور مولوی سراج احمد کو اطلاع کرائی یہ خوشی خوشی بیعت ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے اتفاق سے اسوقت اُنہون نے یہ جواب دیا کہ شام کو بیعت کرونگا شام نہونے پائی تھی کہ مولوی سراج احمد صاحب کے دفعۃً ایسی وحشت سوار ہوئی کہ کپڑے پھاڑ کر جنگل کی طرف بھاگ گئے تین دن رات اِن کا پتہ نہ لگا کہ کدہر گئے اور کہان رہے تیسرے دن اِس جنون سے کچھ افاقہ ہوا تو گنگوہ واپس آئے اور اُس مسجد مین آئے جہان انکے شاہ صاحب ٹھیرے ہوئے تھے وہان سے اپنے بچے بچائے کپڑے اٹھاکر سیدھے جنگل کو ہولئے اور سائین توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین پہونچے وہان پہونچکر شاہ صاحب سے بیعت کی خواہش ظاہر کی شاہ صاحب نے تسلی دی اور فرمایا عصر کے بعد آنا اُسوقت انشاء اللہ مرید کرلونگا یہ جواب سُنکر مولوی سراج احمد اپنی قیام گاہ پر آئے اور سو گئے آنکھ لگتے ہی خواب مین اپنے جد امجد قطب العالم حضرت شیخ عبد القدوس قدس سرہ کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ حضرت شیخ نے انکا ہاتھ پکڑا اور حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کے پاس لاکر کھڑا کردیا اسکے بعد انکی طرف مُنہ کرکے ذرا غصہ کے ساتھ یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ کمبخت اپنا گھر چھوڑکر اِدہر اُدہر کیون مارا پھرتا ہے؟ یہ ارشاد ختم ہوتے ہی آنکھ کھلگئی آخر سائین توکل شاہ صاحب کی خدمت مین حاضر ہوئے اِس سے قبل کہ خواب یا اپنا حال بیان کرین آپنے انکی صورت دیکھتے ہی اپنی پنجابی زبان مین ارشاد فرمایا بھائی اِدہر اُدہر کیون مارے پھرتے ہو جاؤ اپنے گھر کو جاؤ اُسوقت مولوی سراج احمد صاحب گنگوہ واپس آئے اور حضرت سے بیعت ہوکر حسب نصیب بقدر مستفیض ہوئے۔

اِس قسم کی خوابین ایک دو یا دس بیس نہین بلکہ سیکڑون ہین جو لوگون کو نظر آئین اور چونکہ عام لوگون کو اِس قسم کے واقعات اور منامیہ مبشرات بہت زیادہ تسلی کا سبب بنتے ہین اسلئے جنپر حق تعالیٰ کی رحمت کا سائبان سایہ افگن تھا انکو ایسی رویائے صالحہ سے اطمینان دلاکر آپکی خدمت مین بھیجا جاتا اور شک و تذبذب کا پردہ جو بمنزلۂ آڑ کے استفاضہ سے مانع بنتا تھا اُٹھاکر انکو منافع عظمٰے سے بہرہ یاب کیا جاتا تھا۔

حضرت امام ربانی کے فیوضات ظاہرہ و تاثیرات کے بکثرت شیوع اور سریع الاثر ہونے کا منجملہ دیگر وجوہات کے ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ موثر کے قوی التاثیر ہونے کے ساتھ آپکے متوسلین کی جماعت مین انفعال کی قوت پیدا ہو جاتی تھی اور آپکے امتحان کی بدولت طلب کے پختہ ہو جانے کے بعد اطمینان قلب اور حب شیخ کا مضمون حاصل ہوتا تھا اور پھر جزم اعتقاد جو درحقیقت استفادہ کا رکن اعظم ہے آپکے منتسبین کو عطا ہوتا تھا اِس وہبی امر مین حق تعالیٰ کا فضل و کرم مختلف طور پر مخلوق کی دستگیری فرماتا تھا جن مین زیادہ تر اُن مبشرات منامیہ کا حصہ ہے جنکی تعداد سیکڑون تک پہونچی ہوئی ہے۔

ایک شخص پنجاب کے باشندے نہایت دیندار اور صالح تھے اُنکو بیعت کا خیال ہوا اور کئی دن متفکر رہے کہ کدہر جاؤن اور کہان بیعت کرون ایک شب اسی سوچ مین سو گئے دیکھا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین حاضر ہین اور حضرتؐ ان سے ارشاد فرماتے ہین کہ تم مولوی رشید احمد ہندی سے بیعت کرلو اُن سے بہتر اسوقت کوئی نہین ہے" اسکے بعد آنکھ کھلگئی حضرت امام ربانی کا نام انہون نے سُنا تھا اسلئے فوراً گنگوہ کا ارادہ کردیا مگر بیچارے فقیر آدمی تھے مسافت تھی دور دراز اور پاس خرچ تھا نہین اسلئے خاموش ہو کر بیٹھ رہے دوسری شب پھر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے کہ حضرت دریافت فرماتے ہین تم گئے نہین ؟ خواب ہی مین انہون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرے پاس خرچ نہین ہے آپنے ارشاد فرمایا خرچ تمکو ملجائیگا تم چلے جاؤ یہ سُنکر آنکھ کھلگئی حیران تھے کہ کیا کرون سوال کسی سے کر نہین سکتا قرض کی ہمت نہین اور پاس پیسہ نہین اسی حیرت مین تھے کہ صبح ہوگئی ایک شخص اجنبی آئے اور سفر خرچ کی مقدار اُن کے حوالہ کر کے چلدیئے۔ چونکہ گھر والون کو بھی خرچ کی ضرورت تھی اسلئے اُس رقم مین سے کچھ خرچ انہون نے گھر مین دیدیا باقی رقم کو دیکھا تو سفر کے لئے ناکافی تھی اُسدن بھی نہ چل سکے تیسری شب پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو خواب مین دیکھا اور حضرت نے فرمایا جاؤ چلے جاؤ راستہ مین اور ملجائیگا" اسکے بعد آنکھ کھلگئی صبح کو روانگی کا تہیہ کردیا اور توکلاً علی اللہ نکل کھڑے ہوئے گنگوہ کے قریب پہونچے تو خرچ ختم ہولیا

راستہ ہی مین ایک شخص ملے اور مناسب مقدار دیکر چلے گئے چنانچہ اُسکو لیکر گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت سے بیعت ہوکر ذکر شغل کیا۔ چونکہ بڑی سرکار کے بھیجے ہوئے تھے اسلئے حضرت کی خدمت مین رہنے سے بہ نسبت دوسرون کے انکو نفع بھی زیادہ اور بہت جلد ہوا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو جو رویائے صالحہ نظر آئین وہ خود اس کثرت سے ہین کہ بیان کے لئے دفتر چاہئے مگر چونکہ حضرت کی بھاری بھر کم طبع اور عالی ظرف ذات کو انکا اظہار پسند نہ تھا اسلئے کل مین جز غالب کا بھی کسی کو علم نہو سکا اور حقیقت مین آپکا وہ پاک شغلہ جس نے ایسے مضامین کے آپکو بیان کرنے اور خود ... دریافت کرنے سے بالکل مستغنی و بے نیاز بنا رکھا تھا اسی لایق تھا کہ اپنا بنا کر ہر دوسری حالت سے غافل کردے تاہم کسی گفتگو کے ضمن مین تبعاً آپکی زبان سے وہ منامات بھی ظاہر ہو جاتی تھین جنکو اتباعاً للسنۃ اور بغرض تحدیث نعمت رب بنیت حصول ثواب آپ ذکر فرمادیا کرتے تھے۔

ایکبار آپنے ارشاد فرمایا کہ مین نے حضرت سید صاحب قدس سرہ کو خواب مین دیکھا آدمی بہت وجیہ اور خوش رو مین خواب ہی کے اندر مین نے سید صاحب سے کہا کہ کچھ بتلائیے سید صاحب نے فرمایا کہ "نکاح کرلو" مین نے عرض کیا کہ حضرت مین تارک سنت نہین ہون مگر پھر بھی سید صاحب نے وہی فرمایا اسکے بعد آنکھ کھلگئی مین نے اِس خواب کو حضرت مرشدی حاجی صاحب سے عرض کیا مگر حضرت نے کوئی تعبیر بیان نہین فرمائی آخر مین نے یون سمجھا کہ حضرت سید صاحب کا مطلب یہ ہے کہ انہین اسباب ظاہری مین مشغول ہو اور انقطاع کا خیال چھوڑو

ایک مرتبہ آپ فرمانے لگے کہ مین نے خواب مین حضرت شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور حضرت شیخ نے مجھے کچھ ذکر تعلیم فرمایا اسکے بعد آنکھ کھلگئی اُسوقت تو شیخ کا فرمودہ ذکر مجھے یاد تھا مگر اب بھول گیا ہان اتنا یاد ہے کہ وہ ذکر ہمارے خاندان کا مروج ہے۔

ایک بار آپنے فرمایا کہ مین نے حضرت شیخ داؤد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا کہ ایک سفید چادر بچھونے پر تان رکھی ہے اور اُسپر سفید اُڑد کی دال پڑی ہوئی ہے ایک جانب تو حضرت شیخ خود بیٹھے ہوئے کھا رہے ہین اور دوسری طرف مین

ایک مرتبہ فرمایا کہ مین نے حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمۃ اللہ علیہ کو خواب مین دیکھا کہ مجکو بلاتے ہین اور یون فرماتے ہین کہ ہمارے یہان آکر خوشی کر۔

ایک بار فرمانے لگے کہ عرصہ ہوا مین نے خواب مین حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ حضرت قطب العالم اور مولوی محمد غوث صاحب جو علم فارسی مین میرے اُستاد تھے پہلوانون کی طرح باہم

کشتی کر رہے ہین مین دونون حضرات کو دیکھتا ہوا اور مولانا محمد غوث صاحب کو پچھڑا ہوا دیکھکر بھاگ آیا اسکے بعد آنکھ کھلگئی مین نے اِس خواب کو شرم کے سبب مولوی صاحب سے کبھی ذکر نہین کیا اور نہ اُسوقت خواب کی تعبیر سمجھ مین آئی اب خیال مین آیا کہ حضرت شیخ قدس سرہ مولوی صاحب کو تعلیم فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مین نے خواب مین دیکھا گویا مین لڑکا ہون اور حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے دروازہ پر علامت شروع تعمیر جیسی ہو رہی ہے مین وہان کو بدقت نکلکر خانقاہ مین گیا اسکے بعد آپنے تعبیر کچھ بیان نہین فرمائی اور بات ظاہر ہے محتاج تاویل ہے بھی نہین۔

ایکبار آپ نے فرمایا کہ جب مین حج بیت اللہ کو گیا تو ایک دن جناب حاجی صاحبؒ کے چبوترے پر پڑکر سو گیا دیکھتا ہون کہ مین کسی کوچہ مین ہون اور چند آدمی جو تقریباً چالیس ہون گے مجھسے آگے جا رہے ہین خواب ہی مین میری سمجھ مین یون آیا کہ یہ لوگ ابدال و اقطاب اور یہان کے اہل خدمت ہین مین نے خواب ہی مین دعا مانگی کہ الٰہی مجھے انکے ساتھ لاحق کردے یہ دعا مانگکر مین اُنکے پیچھے دوڑا اور لپک کر اُنمین شامل ہو گیا اسکے بعد آنکھ کھلگئی اور مین اُٹھ بیٹھا جب مرشدنا حضرت حاجی صاحب کی خدمت مین حاضر ہوا تو مین نے یہ خواب عرض کیا حضرت مسکراکر فرمانے لگے لاحق تو ہو گئے اب کیا چاہتے ہو؟

ایک مرتبہ مجلس پر انوار مین خدام و منتسبین کا مجمع حاضر تھا کچھ خوابون کا تذکرہ شروع ہو گیا آپنے فرمایا ایکبار مین نے خواب دیکھا کہ میری چار انگلیون سے خون جاری ہے دُو سے زیادہ اور تیسری سے کم اور چوتھی سے اور کچھ کم خواب ہی مین مین نے کہا کہ تمہاری چارون نسبتین جاری ہونگی اسکے بعد آنکھ کھلگئی ایکبار اتفاق ہوا کہ مین نے اِس خواب کو جناب مولانا مظفر حسینؒ صاحب کاندھلوی سے ذکر کیا تو سنتے ہی مولانا نے فرمایا کہ تمہاری چارون نسبتین جاری ہونگی اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ بکمال تواضع فرمانے لگے کہ اُسوقت سے ابتک منتظر ہون اگر مولانا مظفر حسین صاحبؒ زندہ ہوتے تو عرض کرتا کہ آپنے تعبیر فرمائی تھی الحمد للہ کچھ بھی نہیں۔ ایک بار آپنے ارشاد فرمایا مین نے خواب مین حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ اپنی خانقاہ کی چوکھٹ کو پکڑے ہوئے کھڑے ہین اور درود شریف اس طرح پڑھ رہے ہین جیسے کوئی کسی کو سناتا یا تعلیم کرتا ہے وہ درود شریف یہ ہے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ بِعَدَدِ كُلِّ ذَرَّةٍ اَلْفَ اَلْفِ مَرَّةٍ اسکے بعد آنکھ کھلگئی آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مین نے اس درود شریف کو بکثرت پڑھا اور بہت برکات دیکھین۔

ایکمرتبہ آپ فرمانے لگے مین نے ایک بار خواب مین دیکھا کہ ایک نہر ہے اور اُسکے کنارہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ تشریف رکھتے ہین مین یہ نہین کہتا کہ مین نے انکو دیکھا مگر ہان معلوم ایسا ہی ہوا اور داہنی جانب آپکے مین کھڑا ہون اسکے بعد ارشاد فرمایا آخر مقتدی تو امام کے داہنی ہی طرف کھڑا ہوتا ہے۔

ایکبار آپنے ارشاد فرمایا کہ ایکمرتبہ مجکو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طفولیت کے عالم کی زیارت کرائی گئی اور معصومیت فخر عالم رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجھپر ہویدا کی گئی۔

ایکمرتبہ آپ فرمانے لگے کہ خواب ماوّل بھی ہوتے ہین ایکزمانہ مین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شوق مجھپر اسدرجہ غالب ہوا کہ کھانا پینا کم ہوگیا اور درود شریف کی اتنی کثرت کرنے لگا کہ صبح وشام کی غذا کا کام بھی یہی دیتا تھا چہرہ زرد پڑگیا اور جسم لاغر ہوگیا تھا لوگ پوچھا کرتے کہ میان رشید احمد کیا تم بیمار ہو؟ مین چپ ہو رہتا جواب ہی کسی کو کیا دیتا آخر کچھ دنون بعد حالت جنابتؑ مین کیا دیکھتا ہون کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلَّمْ ایک مونڈھے پر رونق افروز ہین مین جو اُسطرف سے گذرا تو آپنے مجھے حکم فرمایا کہ "فلان افیونی کو بلا لاؤ" بیارشاد سُنکر مین تعمیل کے لئے چلا اُسوقت خواب ہی مین یہ خیال گذرا کہ کپڑے طاہر اور بدن پاک صاف کرکے حضرت کے حضور مین چلنا چاہئے غرض طہارت مین مشغول ہوگیا اتنے مین آنکھ کھلگئی" حاضرین مین سے کسی شخص نے دریافت کیا کہ حضرت اسکی تعبیر کیا ہوئی آپنے فرمایا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے لوگ جو نشہ غفلت مین پڑے ہین یا یون فرمایا کہ جو لوگ دنیا کے نشہ مین پڑے ہین اُنکو نشہ غفلت سے ہوش مین لاکر خدمت اقدس مین پہونچایا کرون۔

ایکبار ارشاد فرمایا کہ ایک روز مین نے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کے ایصال ثواب کو کھانا پکوایا تھا اُس روز حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خواب مین دیکھا کہ مین اُن کے پاس بیٹھا ہون یہ دیکھکر آنکھ کھلگئی اسکے بعد آپنے یہ بھی فرمایا کہ اُسوقت سے مجھے حنفی مذہب کے ساتھ محبت ہوگئی شیخ کے ایصال ثواب کے موقع پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی زیارت کا تناسب حضرت سے کسی نے دریافت نہین کیا ورنہ کیا عجب تھا کہ کوئی جدید فائدہ حاصل ہوتا اپنے ناقص خیال مین یون آتا ہے کہ شاید حضرت شیخ کا حنفی المذہب ہونا اور روحانیت شیخ کے توسل سے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک رسائی جنکا قول مذہب حنفی مین اکثر ماخوذ ومعمول ہے اِس رویائے صالحہ کا مطلب ہو واللہ اعلم۔

اِسی اثنار مین یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مولوی عبد الرحمن صاحب ایک صالح شخص تھے اُنکو حضرت شاہ عبد العزیز صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی روحانیت کے ساتھ بہت مناسبت تھی انکو پڑھنے کا شوق ہوا تو حضرت شاہ صاحب خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ "ہم تمہیں پڑھنے کی بہت اچھی جگہ بتاتے ہیں کانپور میں مفتی عنایت احمد صاحب کے پاس چلے جاؤ" اسکے بعد آنکھ کھلگئی غرض حافظ عبدالرحمن صاحب کانپور روانہ ہوئے اور مفتی صاحب کے یہاں مدتوں پڑھتے رہے جب مفتی صاحب کانپور سے چلے گئے تو مولوی عبدالرحمن صاحب نے پھر شاہ صاحب کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں اس سے بھی اچھی جگہ بتاتے ہیں مولوی نورالحسن صاحب کاندھلوی کے پاس جاؤ اور وہاں پڑھو چنانچہ یہ وہاں پہونچے تھوڑے دن گذرے تھے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ پھر خواب میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم تمہیں اس سے بھی اچھی جگہ بتلاتے ہیں اور حضرت امام کا نام لیکر فرمایا کہ گنگوہ چلے جاؤ چنانچہ وہ یہاں آئے اور حدیث پڑھی۔ مولانا حافظ عبدالرحمن صاحب حدیث اور دینیات سے فارغ ہو کر کچھ ایسے مانوس ہوئے کہ حضرت امام ربانی ہی کی خدمت میں پڑ رہے بیعت ہوئے اور ذکر شغل کرتے رہے حضرت قدس سرہ کو بھی انکی صلاحیت واہلیت کے سبب انکے ساتھ خاص محبت تھی آستانہ علیہ پر حاضری کی بدولت فیوضات سے جلد اور بہت زیادہ متنفع ہوئے چند روز میں صاحب نسبت ہو گئے اور حضرت امام ربانی نے اجازت بیعت عطا فرمائی مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی اور وصال فرما گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ یہی مولانا عبدالرحمن صاحب صاحبزادہ حضرت مولانا حکیم مسعود احمد صاحب کے اُستاد ہیں صاحبزادہ کو پڑھاتے اور شیخ کی خدمت میں پڑے رہنے کو دین اور دنیا سب کچھ سمجھتے تھے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

اِسی تذکرہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ کہیں کے کوئی پیرزادے تھے اُنھوں نے خواب میں دیکھا کہ اُن کے خاندان کے کوئی بزرگ ہیں اُن بزرگ کی وساطت سے یہ شخص جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کے حضور میں پیش کئے گئے اُسوقت حضرت فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ رشید احمد ہندی کے پاس لیجاؤ حضرت نے اِس خواب کو تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا مگر الفاظ چونکہ یاد نہیں رہے اسلئے مختصر تیقن مضمون عرض کر دیا گیا یہ خواب دیکھکر پیرزادہ کی آنکھ کھلگئی اور اُنھوں نے بذریعہ خط کے اپنا قصد اور خواب کا قصہ حضرت سے عرض کیا آپ نے جواب لکھوا دیا کہ "بدعات سے توبہ کرکے آؤ تو مجھے کیا عذر ہے" اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نہایت عجز کے ساتھ فرمانے لگے کہ دنیا میں تو میرے ساتھ یہ معاملے ہو رہے ہیں دیکھئے وہاں بھی کچھ ہے یا یہیں یہ دھوم دھام ہے۔

اِس قسم کے عاجزانہ کلمات حضرت قدس سرہ کی زبان سے اکثر بے تکلف وبلا تصنع نکلتے تھے اور یہ

اثر تھا اُس نسبت عبدیت کا جو آپکی رگ رگ مین سرایت کئے ہوئے تھی اور جسکے سبب آپ کسی کمال کو بھی اپنی جانب منسوب نہ سمجھتے تھے جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ کے زیر قدم جس مقام عالی مین آپکو کمال عبودیت عطا کیا گیا تھا اُسکا اقتضا یہی ہے کہ جتنا مرتبہ بڑھتا اور اوپر چڑھتا جائے اپنے کو ہیچ بیکار محض اور سراپا عجز و احتیاج سمجھتا جائے۔

یہ نمونہ تھا اُن غیبی شہادات اور منامی بشرات کا جنکو جناب رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ نے بارشاد یرٰیھا المسلم او تُریٰ لہ اثر رشد و صلاح اور علامت ولایت و مقبولیت فرمایا ہے اب رہے ارشادات خاصان خدا سو اُنکا پوچھنا ہی کیا جبکہ خلاصہ عالم جماعت اہل اللہ یعنی زمرہ علما و گروہ اصفیا نے متفق اللفظ آپکی سرپرستی کو اپنے سرون کا تاج بنایا اور آپکی نعلین کو چومنا اور آنکھون سے لگانا ذریعہ نجات و سبب حصول برکات سمجھ لیا اطراف عالم کے کئی سو سرداران مذہب اور مقتدایان دین علما کا آپکے وجود باجود کو عطیہ خداوندی سمجھنا اور آپکے سامنے گردن جھکانے کو فلاح و بہبود دین و دنیا مان لینا مستقلاً آپکے قطب وقت ہونے کی شہادت عظمیٰ ہے اور اگر سچ پوچھے تو متضمن ہے فخر عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی گواہی کو آپ فرماتے مین لا یجتمع امتی علے الضلالۃ۔

آپکے منتسبین کا جم غفیر جس مین بڑی تعداد حاملین دین مبین اور متمسکین شریعت مصطفویہ علما اور طلبہ کی ہے جسوقت آپکے محامد و مناقب بیان کرنا شروع کرے تو اس لذیذ تذکرہ مین عمر صرف کردے اور پھر بھی آپ کے کمالات علمیہ و عملیہ کا حق ادا نہو مگر چونکہ ناواقف عوام کے نزدیک انکی شہادت شہادت نہین ہے اسلئے اُن کا ذکر بھی نہین کیا جاتا دیگر مشاہیر اہل اللہ نے جو کلمات آپکی شان مین ارشاد فرمائے ہین چند اقوال ہدیہ ناظرین ہین۔

سب سے زیادہ پایدار و معتبر شہادت وہ الہامی تحریر ہے جو مرشد العرب و العجم اعلیحضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے قلم مبارک سے نکلکر ضیاء القلوب مین طبع ہوئی اور مقبول خاص و عام شیخ کی وصیت نافذہ بنکر انشاء اللہ تا قیامت قایم رہیگی اعلیحضرت نے تحریر فرمایا ہے "ہر کس کہ ازین فقیر محبت و عقیدت و ارادت دارد مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم صاحب سلمہ را کہ جامع جمیع کمالات علوم ظاہری و باطنی اند بجای من راقم اوراق بلکہ بمدارج فوق از من شمارند اگرچہ بظاہر معاملہ برعکس شد کہ او شان بجائے من و من بمقام اوشان شدم و صحبت او شان را غنیمت دانند کہ این چنین کسان درین زمان نایاب اند و از خدمت بابرکت ایشان فیضیاب بودہ باشند و طریق سلوک کہ درین رسالہ نوشتہ شدہ در نظر شان تحصیل نمایند انشاء اللہ بے بہرہ نخواہند ماند۔ اللہ تعالیٰ در عمر شان برکت دہاد و از تمامی نعمائے عرفانی و کمالات قربیت خود مشرف گرداناد و بمراتبات عالیات رسانا د و از نور ہدایت شان عالم را منور گرداناد و تا قیامت فیض او شان جاری داراد بحرمۃ النبی و آلہ الامجاد۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ جب مکہ معظمہ سے چلنے لگے تو اعلیحضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہدینا کہ گو آپکے مخالف لوگ یہان آکر طرح طرح کی باتین لگاتے ہین مگر آپ اطمینان رکھین یہان اُن کا کچھ اثر نہین ہوتا۔ ہماری آپکی محبت اللہ کے واسطے ہے اور حب للہ باقی ہے تو جو محبت اللہ واسطے ہوتی ہے وہ ہمیشہ باقی رہتی ہے اور مین نے جو ضیاء القلوب مین آپکی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بدلجاویگا؟ حضرت مولانا تھانوی فرماتے ہین کہ مین نے ہندوستان واپس آکر اعلیحضرت کا پیام حضرت مولانا کو پہونچا دیا حضرت مولانا قدس سرہ نے فرمایا بھائی ہم تو توکل کئے بیٹھے ہین اس ارشاد سے اعلیحضرت حاجی صاحب کے قلب مین جو گنجایش حضرت مولانا کی تھی وہ ظاہر ہے اور یہی ظاہر ہے کہ ایسے شیخ کامل کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے۔

منشی قادربخش صاحب بلندشہری تحریر فرماتے ہین کہ گنگوہ کے راستہ مین ایکبار میرے ہمراہ ایک دیندار عالم تھے اُن کا نام مجھے یاد نہین رہا وہ یون فرماتے تھے کہ میرے والد جب حج کرکے ہندوستان واپس ہوئے تو ایکدن ذکر کرنے لگے کہ مین مکہ معظمہ مین حضرت حاجی صاحب کیخدمت مین حاضر تھا مولانا رشید احمد صاحب کا تذکرہ تھا اعلیحضرت نے ارشاد فرمایا میان کیا پوچھتے ہو ایک چراغ سے دو مشعل روشن ہو گئی ہین نیز فرمایا کہ اگر حق تعالیٰ مجھسے دریافت فرماوینگے کہ امداد اللہ کیا لیکر آیا تو مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو پیش کردونگا کہ یہ لیکر حاضر ہوا ہون۔

مولوی عبدالمجید صاحب ہزاروی فرماتے تھے کہ جب مین نے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کے پاس حدیث شریف پڑھنی شروع کی تو دل اندر سے گھبراتا تھا اور خواب مین اکثر خنزیر کے بچے نظر آیا کرتے کہ میرے چارون طرف پھرتے ہین ایسی خوابین دیکھکر میرا دل بالکل اُچاٹ ہوگیا اور مین وہان سے روانہ ہوکر سید ہا گنج مرادآباد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین پہونچا وہان حاضر ہوکر مین نے اپنے پڑھنے اور خوابون کی حالت بیان کی۔ مولانا نے دریافت فرمایا پڑھتے کہان ہو؟ مین نے عرض کیا کہ دہلی مین مولانا نذیر حسین صاحب کے پاس آپنے ارشاد فرمایا کہ گنگوہ مولانا رشید احمد صاحب کیخدمت مین جاکر پڑھو وہان حدیث کی دوکان کھلی ہوئی ہے اسکے بعد دیر تک حضرت امام ربانی قدس سرہ کی تعریف کرتے رہے اور فرمایا کہ تم جاؤ تو ہمارا سلام کہنا اور بتادینا کہ مجھے آپکی خدمت مین فضل الرحمن نے بھیجا ہے غرض مولوی عبدالمجید صاحب گنگوہ آئے جسوقت حضرت کی خدمت مین پہونچے تو حضرت وضو کے لئے چوکی پر بیٹھے اور مسواک کر رہے تھے انکو دیکھکر مسکرائے انہون نے سلام

یا اور حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب کا سلام اور پیام پہونچایا اور یہ بھی عرض کیا کہ مولانا نے آپکی بہت تعریف کی ہے اور انہین کا بھیجا ہوا حاضر خدمت ہوا ہون حضرت امام ربانی نے آپکی تقریر سنکر کمال تواضع ارشاد فرمایا چونکہ وہ خود قابل تعریف ہین اسلئے دوسرونکی بھی تعریف فرماتے ہین ورنہ من آنم کہ من دانم" مولوی عبد المجید صاحب فرماتے تھے کہ آخر مین نے حدیث شروع کی اور حضرت کے فیض سے مستفیض ہوا اُسی دن سے روز بروز پریشانی کم ہوتی اور فرحت بڑھتی رہی۔

مولوی محمد سہول صاحب تحریر فرماتے ہین کہ حضرت کے وصال کے بعد مجھے سید طاہر صاحب رئیس مولا نگر ضلع مونگیر سے ملنے کا اتفاق ہوا حضرت امام ربانی قدس سرہ کا کچھ تذکرہ آگیا سید صاحب چشم نم ہوئے اور قسم کھا کر فرمایا کہ ایک دن مین اپنے مرشد حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت مین حاضر تھا بزرگون کا تذکرہ ہو رہا تھا کہ ایک شخص نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کی حالت دریافت کی مجھے خوب یاد ہے حضرت مولانا نے یہ لفظ فرمائے کہ مولانا رشید احمد صاحب کا کیا حال پوچھتے ہو وہ تو دریا پی گئے اور ڈکار تک نہین لیا حضرت کی زبان مبارک سے جسوقت مین نے یہ ارشاد سُنا اُسی وقت سے مین حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے واقف ہون اور بڑا بزرگ سمجھتا ہون۔

مولانا نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو یون فرمایا کرتے تھے کہ مین مفہوم ولی کا قایل ہون مگر مصداق ابتک نہین پایا زمانہ ماضیہ مین ولی کے مصداق بکثرت تھے مگر فی زماننا میری نظر سے بجز حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ کے ولی کا کوئی فرد نہین گذرا مولانا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول یا غلبہ حال تھا یا کوئی بہت اونچا مضمون ذہن مین جما ہوا تھا جسکو ولی مین دیکھنا چاہتے تھے یا ممکن ہے کہ جو بات حضرت امام ربانی قدس سرہ مین دیکھی وہ دوسری جگہہ نہ پانے کے سبب استفار فرمایا ورنہ عالم خالی نہین ہر زمانہ مین اور ہر جگہہ حقتعالے نے اپنے مقبولین کو پھیلا رکھا ہے یہ اور بات ہے کہ مناصب جدا جدا اور مراتب علیحدہ علیحدہ ہین۔

مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ شاہجہانپور مین ایک بزرگ تھے ایک مرتبہ مولوی سہول صاحب نے حضرت امام ربانی کا پورا حلیہ بیان کرکے دریافت کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب کا یہی حلیہ ہے جو مین نے بیان کیا یا کچھ اور ہے؟ انکو بڑا تعجب ہوا کہ مولانا کو گنگوہ جانے اور حضرت سے ملنے کا کبھی اتفاق تو ہوا نہین اور حلیہ بالکل ٹھیک بیان فرما رہے ہین اُسوقت مولانا عبد القادر صاحب نے ارشاد فرمایا میرا عرصہ سے قصد ہے اور جی چاہتا ہے کہ حضرت کی زیارت کرون مگر کیا کرون معذور ہون فرصت نہین ملتی مین کبھی گنگوہ نہین گیا مگر ایک دفعہ

خواب مین دیکھا تھا کہ اس قسم کی مسجد ہے اور اس شکل کے ایک بزرگ مسجد کے اندر تشریف رکھتے ہین لوگون نے
کہا کہ مولانا رشید احمد صاحب یہی ہین چنانچہ مین اندر گیا تو حضرت مولانا نے مجھے بلایا اور ہاتھ بڑھا کر فرمایا کہ
آؤ مرید ہو جاؤ مین اُسی وقت مرید ہو گیا اسکے بعد آنکھ کھلگئی صبح کو مولوی عبید الحق صاحب مرحوم سے مین نے
اپنی خواب بیان کی اور عالم رویا مین دیکھی ہوئی مسجد اور حضرت کے چہرہ کا نقشہ بیان کیا تو اُنھون نے میری
تصدیق کی اور فرمایا کہ بیشک یہی شکل حضرت امام ربانی اور آپکی مسجد کی ہے آج تمسے دریافت کیا تمنے بھی وہی کہا۔

جس زمانہ مین مسئلہ امکان کذب پر آپکے مخالفین نے شور مچایا اور تکفیر کا فتوے شایع کیا ہے سائین توکل شاہ
صاحب انبالوی کی مجلس مین کسی مولوی نے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا ذکر کیا اور کہا کہ امکان کذب باری
کے قایل ہین یہ سُنکر سائین توکل شاہ صاحب نے گردن جھکالی اور تھوڑی دیر مراقب رہکر مُنہ اوپر اُٹھا کر اپنی
پنجابی زبان مین یہ الفاظ فرمائے لوگو تم کیا کہتے ہو مین مولانا رشید احمد صاحب کا قلم عرش کے پرے چلتا ہوا دیکھ رہا ہون۔

فیض محمد خان صاحب بھونگامی فرماتے تھے کہ مدینہ منورہ مین ایک بزرگ ولایتی سے میری ملاقات ہوئی
نہایت خوبصورت جوان شخص نواح کابل کے باشندہ تھے وہ فرمانے لگے کہ مین مدت تک بغداد بصرہ عراق
وشام اور دیگر بلاد اسلامیہ مین سیاحت کرتا اور اہل اللہ کا متلاشی رہا ہون پھرتا پھرتا جب شہر حلب مین پہونچا
تو ایک شیخ کامل یکتائے عصر متبع سنت علامہ زمن مولانا حسام الدین صاحب قادری نقشبندی کی زیارت
نصیب ہوئی اور مین اُن سے بیعت ہو گیا ڈہائی سال اُنھون نے مجکو اپنی خدمت مین رکھا اور مجاہدے کرائے
اس سال یون ارشاد فرمایا ہے کہ تم ہندوستان جاؤ اور حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث کے ہاتھ پر
سلسلہ چشتیہ صابریہ مین بیعت ہو کر آؤ اگر مولانا قیام کو فرمادین تو وہان ٹھیرنا اور فیوض حاصل کرنا مگر جانے مین
عجلت کرو کہ حضرت کا وصال جلد ہونے والا ہے" چنانچہ میرا قصد گنگوہ جانے کا ہے آپ راستہ کی کیفیت اور سفر
کی سہولتون سے مجھے اطلاع دین غرض یہ بزرگ ہندوستان آئے اور گنگوہ مین حاضر ہو کر حضرت سے بیعت
ہوئے یہان سے رخصت ہو کر چلے تو الہ آباد مین اتفاقیہ فیض محمد خان صاحب سے ملاقات ہو گئی بہت ہی خلاق
سے پیش آئے اور اپنا قصہ بیان کیا کہ مین جسوقت سہارنپور پہونچا اتفاق سے موسلا دہار بارش ہو رہی تھی سواری
ملی نہین اور حضرت کی زیارت کا شوق چین لینے نہین دیتا تھا پاپیادہ چل کھڑا ہوا حالانکہ راستہ مین گھٹنون گھٹنون
پانی عبور کرنا پڑا مگر شوق کے سبب اصلا تکلیف نہوئی ظہر کے وقت گنگوہ پہونچا اول مسجد مین جا کر
کپڑے نچوڑے اور سکھائے بعد نماز ظہر حضرت کی خدمت مین حاضر ہوا حضرت مولانا کے اخلاق کی تعریف

نہین ہوسکتی غایت شفقت سے اِس غلام کو نوازا اور خاندان صابریہ مین داخل فرمایا حقیقت مین جو بات اِس آستانہ پر آکر چند روز مین حاصل ہو گئی اُسکے لئے عمر چاہیے تھی اِس دولتِ عظمیٰ کے لئے یہی زیبا تھا کہ اتنی دور دراز کا سفر کیا جائے چند روز حضرت نے شیر اکرام فرمایا کہ حلب کو واپس ہو جاؤ اور اپنے شیخ سے میرا اسلام کہنا غرض وہ ولایتی بزرگ حلب واپس ہو گئے اور اسی سال چند ماہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے وصال فرمایا

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مقبولیت عامہ کا ثمرہ تھا کہ اپنے مذہب کے واقفیت رکھنے والے بعض جوگی اور پنڈت بھی آپ کے کمال کا اعتراف کرتے اور باوجود خود کفر و ضلال مین مبتلا ہونے کے آپ کو بامرتبہ و صاحب شان سمجھتے تھے مولوی محمد سہول صاحب تحریر فرماتے ہین کہ ایک مرتبہ مین گنگوہ سے دیوبند آرہا تھا راستہ مین پیاس معلوم ہوئی تو ایک کھیت کی جانب چلا وہان ایک جوگی پنڈت بیٹھا ہوا تھا مجھے دیکھکر کہنے لگا کیا تم مولوی جی کے پاس سے آتے ہو؟ مین نے کہا ہان اسپر اُس نے حضرت کی بہت تعریف کی اور کہا کہ دلی کی بادشاہت مین انکے جیسا فقیر کوئی نہین ہے مین نے اُس سے پوچھا کہ تمکو کیونکر معلوم ہوا؟ اُس نے جواب دیا کہ مین تمام مین پھرا ہون دنیا دیکھی ہے مجھے مولوی جی کی حالت خوب معلوم ہے مین نے ایسا کامل شخص اپنی عمر بھر مین نہین دیکھا۔

وہ علماء جو مسائل اختلافیہ مین آپ کے طریقہ مرضیہ سے انحراف رکھتے تھے دلون مین آپ کے کمال علو کا اقرار ضرور لئے ہوئے تھے یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ گو پہچانتے سب کچھ تھے مگر کرتے وہ تھے جسپر اُن کا نفس اُنکو مجبور کرتا تھا منشی محمد خسرو صاحب بھاگلپوری فرماتے تھے کہ جب مین مکہ معظمہ حاضر ہوا اتفاق سے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم الہ آبادی وہین تھے ایک دن اتفاق سے حضرت مولانا کا ذکر آگیا مین نے دریافت کیا کہ امکان کذب کے مسئلہ مین بعض مولویون نے حضرت کی تکفیر کی ہے آپ اِس بارے مین کیا فرماتے ہین؟ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ سخت غلطی ہے جب ایسے بڑے بزرگ ہی کافر ہو جاوین تو مسلمان کون رہا؟ سچ ہے ؏ اَلْفَضْلُ مَا شَهِدَتْ بِهِ الْاَعْدَاءُ +

حافظ امیر حسن صاحب کے والد منشی امیر احمد صاحب گنگوہی جس زمانہ مین آگرہ کے ڈپٹی مجسٹریٹ نہر تھے ایک روز حافظ عبد الحی صاحب دیوبندی سررشتہ دار چھاؤنی مجسٹریٹ آگرہ سے فرمانے لگے کہ مجھے بزرگون سے ملنے کا بہت شوق رہا ہے اتفاق سے ایک بزرگ نے مجھے عمل بتایا کہ اگر خواب مین کسی مُردہ کو دیکھو تو اُسی حالت مین اُسکے دونون ہاتھ کے انگوٹھے پکڑ لو اسکے بعد جو کچھ اُس سے دریافت

گے وہ عالم برزخ کی دیکھی بھالی ساری باتین سچ سچ بتلادیگا اسکے ساتھ ہی یہ بھی کہا مگر اکثر خواب مین یاد نہین رہتا کہ یہ شخص جسکو دیکھ رہے ہین مرچکا ہے اور اسکی روح عالم برزخ مین ہے اگر کسی کو یاد آجائے تو وہ اِس عمل سے فائدہ اُٹھا سکتا ہے" ڈپٹی صاحب فرماتے تھے کہ مجھے یہ عمل بہت پسند آیا اور مین نے اُسکو دل مین بٹھالیا اوّل اوّل تو حقیقت مین کسی مُردہ کو خواب مین دیکھا تو یاد ہی نہ آیا کہ یہ شخص مُردہ ہے اور اسکے انگوٹھے پکڑکر کچھ پوچھنا چاہئے مگر چونکہ عمل دل مین بیٹھا ہوا تھا اور ہر وقت اسکا خیال رہتا تھا اسلئے کچھ دنون بعد حافظہ اور ذہن سونے کی حالت مین کام دینے لگا اب میری یہ حالت ہے کہ جب کسی مُردہ کو خواب مین دیکھتا ہون معًا سمجھ جاتا ہون کہ یہ مُردہ ہے اور پھر انگوٹھے پکڑکر جو کچھ پوچھنا چاہتا ہون پوچھ لیتا ہون اتفاق سے گنگوہ کا ایک شخص شیعہ مذہب مرگیا اور مین نے اُسے خواب مین دیکھا فورًا اُسکے ہاتھ کے دونون انگوٹھے مین نے پکڑ لئے وہ گھبرا گیا اور پریشان ہوکر بولا جلدی پوچھو جو پوچھنا چاہو مجھے تکلیف ہے" مین نے کہا اچھا یہ بتاؤ کہ مرنے کے بعد تم پر کیا گذرا اور اب کس حال مین ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ عذاب الیم مین گرفتار ہون حالت بیماری مین مولانا رشید احمد صاحب دیکھنے تشریف لائے تھے جسم کے جتنے حصہ پر مولوی صاحب کا ہاتھ لگا بس اتنا جسم تو عذاب سے بچا ہے باقی جسم پر بڑا عذاب ہے اسکے بعد آنکھ کھلگئی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کی مقبولیت کمال اتباع سنّت کے سبب اس درجہ واضح ہوچکی تھی کہ اگر من اجلی البدیہیات کہین تو زیبا اور کالشمس فی نصف النہار کہین تو بجا ہے مگر جب محروم القسمۃ اصحاب کی ظلمت باطنی و قساوۃ قلبی نے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوۃ باہرہ کے فیوضات ظاہرہ کا اعتراف نہ کیا تو نائب رسول قطب وقت بادشاہ کی ولایت یا قطبیت کے انکار کرنے والون پر کیا افسوس کیا جائے اگر کسی کو حق تعالیٰ بصیرت عطا فرماوین تو معلوم ہوجائے کہ آپکی ولایت پر زمین و آسمان اور اشجار و احجار تک گواہ بنے ہوئے ہین تمام ذی روح مخلوق حتی کہ چیونٹیان اپنے بھٹون مین اور مچھلیان سمندر و آبِ دریا مین آپکی ترقی عمر اور آپ پر بے پایان رحمت کے نازل ہونیکی دعائین مانگتی تھین آپکی بابرکت ذات اور مورد رحمت خاصہ وجود باجود سے صرف نوع انسان ہی متمتع نہین ہوئے بلکہ خوشحالی و فارغ البالی اور کسی درجہ مین اطمینان و راحت کے ساتھ گذران کا نفع ہر جاندار مخلوق کو پونچا بلکہ سرسبزی و شادابی کی منفعت سے زمین کی ہری گھاس اور درختون کے پتے بھی محروم نہ رہے۔ جس قلب کو خالق سبحانہ نے ادراک اور حس عطا فرمایا ہے وہ دیکھ رہا ہے کہ جو نزول سکینہ آج سے تین برس پہلے عالم آشکارا

تھی اب اُسکا وجود نہین اسلئے کہ جس فرشتہ خصلت سرپرست محبوب کے طفیل مین عالم کو نواز جا رہا تھا وہ دنیا سے سدہار چکا اور عالم فانی سے رخصت بعالم جاودانی ہوا رفع اللہ درجاتہ فی اعلی العلیین و حشرنا فی زمرتہ بحرمتہ خاتم النبیین امین یارب العالمین

مرض و وفات

ش دین قبر مین کیا گئے؟ ہمین زیر خاک سُلا گئے ۔ وہ دین سب کو دکھا گئے مگر آگ دل مین لگا گئے
سُنے کون ہائے صدائے دل ملے کس سے آہ شفائے دل ۔ وہ جو بانٹتے تھے دوائے دل وہ دوکان اپنی بڑھا گئے
دل مضطرب کا نہ پوچھ حال کرون کس زبان سے بیان ملال ۔ وہ رشید احمد خوشخصال مجھے آٹھ آنسو رُلا گئے
نہ سکون ہے نہ قرار ہے نہ غم والم کی شمار ہے ۔ یہ نظر جو آتا مزار ہے وہ حبیب اِس مین سما گئے

ایک وقت وہ تھا کہ آفتاب کمالات کے طلوع کا سمان بعنوان **ولادت** دکھلایا گیا تھا اور ایک وقت یہ ہے کہ ماہتاب ولایت کے غروب کا تذکرہ بعنوان **وفات** کیا جاتا ہے زمانہ کا انقلاب اور فلک کی گردش محتاج بیان نہین سچ ہے ؎ ہر آنکہ زاد بناچار بایدش نوشید ٭ زجام دہر مئے کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ ۔

دنیا مین جو کوئی آیا وہ فنا ہونے کے لئے آیا اور جو کچھ پیدا ہوا وہ ایک دن مٹجانے کے لئے پیدا ہوا مگر جو مٹنے سے پہلے اپنے آقائے وحدہ لاشریک کی طاعت مین مرمٹا ہو اُسکی موت موت نہین بلکہ زندگی ہے ؎

زندگانی نتوان گفت حیاتے کہ مراست ۔ زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

اہل اللہ کی وفات جسکا نام وصال ہے اسلئے حسرتناک نہین ہے کہ اُن سے دُنیا اور دنیا کی لذات چھوٹ گئین کیونکہ چھٹی ہوئی چیز کا چھوٹنا کیا مگر اسوجہ سے اندوہناک ضرور ہے کہ اُنکے عالمتاب چہرہ کے نظرون سے غائب ہوجانے پر ہزارہا مخلوق کی آرزوئین ملیامیٹ ہوتی اور لکھوکھا تمنائین بے کفن خاک مین دب جاتی ہین جس محبوب کا رُخ زیبا برسہابرس تماشاگاہ عالم بنارہا ہو اُسکا دفعۃً نظرون سے غائب ہوجانا جیسا حسرتناک منظر ہے اُسکو محبین سے دریافت کرنا چاہئے یون تو ہمیشہ پیدا ہونے والے پیدا ہوتے اور مرنے والے مر چلے جاتے ہین مگر ایک کی پیدائش متضمن ہے ہزارہا پیدائشون کو اور ایک کی موت مشتمل ہے کسی بڑے گروہ کے مرجانے کو پس امام ربانی قدس سرہ کی وفات کا پوچھنا کیا کہ آپ کے دم واپسین پر جم غفیر کی کتنی تمنائین مُردہ ہوگئین اور آپکی نعش کے ساتھ مخلوق کے کیا کیا خیالات زمین مین دفنائے گئے ۔

اکیلا کون کہتا ہے لحد مین نعش حاتم کو ۔۔۔ ہزارون حسرتین مدفون ہین دریا کے پہلو مین

جب ایسے ناز پروردہ لاڈلے بچون کے سرون سے شفیق مہربان باپ کا سایہ اُٹھ جاتا ہے جنہون نے ظلِ عاطفت کی پرورش مین دنیا کا نشیب و فراز جانا ہی نہین کہ کیا ہے اُسوقت جو کچھ صدمہ کا اظہار ہوزیبا ہے اور جن ناتجربہ کار مسافرون کی سفینہ مراد کا کھیون ہارا کہین چلا گیا ہو انکی جو کچھ آہ و واویلا برپا ہو بجا ہے کہ انکی قدر اُن کے سوائے دوسرا نہین جان سکتا ہے ؎

نہ یارے آن چنان محرم کہ از وے یار بیچ آمد ۔۔۔ نہ دلدارے چنان مشفق کہ از حال حسن پرسد

تذکرہ حصہ دوم کا اختتام دیدبان وقت و بلاء روزگار کی ایسے وقت کوچ کے بیان پر ہورہا ہے کہ بتیرے کشتی شکستہ ابھی ساحل نجات پر نہ پہونچنے پائے ہ

کشتی شکستگانیم اے باد شرطہ برخیز ۔۔۔ باشد کہ باز بینم آن یار آشنا را

۱۳۲۳ہجری نبوی جو مخدوم العالم قدس سرہ کے وصال کا سال ہے شروع ہی سے اپنا رنگ بدلے ہوئے تھا آپکی محویت و استغراق کا اسدرجہ بڑھ جانا کہ بعض وقت واقفکار متوسلین کو بھی آپ نہ پہچانتے تھے ظاہر کر رہا تھا کہ آپ دنیا کا ظاہری علاقہ بھی جلد توڑنے والے ہین گر افسوس کہ اُسوقت اسکا کسی کو وسوسہ بھی نہ گذرا۔

اعلیحضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے وصال کی خبر آنے سے چندروز قبل آپکے متوسلین مین کسی شخص نے خواب دیکھا تھا کہ حاجی صاحب دیوبند مین تشریف لائے آپکا چہرہ آفتاب جیسا روشن ہے اور فرمارہے ہین کہ میرا تو انتقال ہوچکا مین مولوی رشید احمد صاحب کو لینے کے لئے آیا ہون ۲۰۔ ذی الحجہ تک لیجاونگا اس خواب پر مخلصین کو پریشانی لاحق ہوئی اور خواب حضرت کی خدمت مین بیان بھی کیا گیا آپنے تاویل اور تعبیر بیان فرماکر پریشانی کو دفع فرمادیا مگر بار ہا یون بھی ارشاد فرمایا "اجی تاویل ہی ہے اتنے دنون مین تو آدمی کتنی بار مرے" اور بعض مرتبہ نہایت بشاشت کے ساتھ یہ بھی کہا "اور جب حضرت لینے آئینگے تو اُمید ہے اچھی ہی طرح لیجائینگے" اس قسم کی تصریحات پر بھی آپکی محبت مین مغلوب ہونیوالی قوم کا آپکے وصال کیطرف ذہن نہ گیا پر نہ گیا

وصال سے مہینون پہلے سے آپکی عادت جاریہ مین سمجھدار افہام کے لئے ایک تغیر خاص نمودار ہوچلا تھا جسکو آپکی رحیل کا پیش خیمہ کہنا چاہئے تھا مخلوق کا اطراف عالم سے جوق جوق آنا اور آپکا بہت کم کسی کو محروم واپس کرنا عبادات مین زیادتی کا ہونا زہد کا بڑھجانا۔ نذرون کے قبول فرمانے سے استکراہ اور بسا اوقات انکار فرمادینا اور اصرار پر بھی واپس لیلینا دنیا کی بے ثباتی کا بار بار وعظ فرمانا طالبین کو ادنیٰ درخواست پر خانقاہ مین قیام

کی اجازت دیدینا بلکہ مبیح اشارات سے خدام کو ذکر اللہ کی رغبت دلانا اور حاضری آستانہ پر آمادہ کرنا یعنی اشارۃً بلانا اور متعلق خاص کو جماعت محبین مین عام فرما دینا رخصت ہونے والون کو بکمال شفقت وداع کرنا اور مفارقت پر بیتاب ہونے والون کو دلاسا دینا کہ اب کے انشاء اللہ جلد آؤگے غرض ہر نرالا انداز بتلا رہا تھا کہ باغ علم کا چشمۂ رواں زمین مین اُترنے والا اور ہدایت باہرہ کا آفتاب عالمتاب اُفق مغرب مین نظرون سے چھپ جانے والا ہے طالبین ومتوسلین کی وحشتناک خوابین اور منتسبین ومحبین کے منامی مرئیات جداگانہ ظاہر کر رہے تھے کہ ضعید بقت کے کوچ کا وقت قریب ہے اور یا یزید عصر کے وصال کا زمانہ بہت نزدیک مگر آپکی موت چونکہ اپنی موت تھی اسلئے باوجود متیقن اور مؤمن بہ ہونے کے عام طبائع مین اُنکی جانب سے ایسا ذہول تھا کہ گویا حضرت امام ربانی ہمیشہ زندہ رہینگے اور وہ سمان نظر ہی نہ آئیگا کہ آپکی چارپائی ہوگی اور ہمارے کاندہے آپکا بے حس و حرکت جسد اطہر ہوگا اور غسل وتجہیز وتکفین خدام کے حوالہ۔

آہ وہ عید الفطر جسکو عید الوداع کہنا چاہئے آپکی شان محبوبیت کو ظاہر کر رہی تھی جبکہ آپ اُس ہوادار پر سوار ہوکر عیدگاہ پہونچے مین جسکے حاملین علماء ربانیین اور خاصان خدا مقبولین کا جم غفیر تھا۔ اِس شان کے ساتھ آپ عیدگاہ پہونچے کہ ہفت اقلیم کے بادشاہ کو بھی یہ بات نصیب نہین ہوسکتی وہ پاکباز گروہ جنکے قدمون کے نیچے فرشتے پر بچھاتے تھے آپکا ہوادار اپنے کاندھون پر رکھے اُس شوق مین جا رہا تھا جسکی نظیر شاید اب نظر نہ آئیگی ایک ہوادار اور سیکڑون اُسکو سرون پر اُٹھانے کے خواہشمند کیے بعد دیگرے کاندہے بدلتے اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے اور اس دولت لازوال کے حصول پر فرحان شادان عیدگاہ کی طرف لپکے چلے جاتے تھے بیسیون ایسے تھے کہ جب باوجود کوشش کے کاندہا نہ دیسکے تو محمل کو ہاتھ ہی لگا دینا غنیمت سمجھے اور یہ بھی نہو سکا تو کسی حامل کو سہارا دیدینا ہی شرکت سمجھکر داخل حسنات ہوگئے کیا خبر تھی کہ عنقریب حزن وقلق کے ساتھ کاندہا دینے کا وقت آنیوالا ہے اور یہ سرور وفرح کا سمان بہت جلد منقلب ہو جانیوالا ہے۔

جسوقت آپ عیدگاہ مین پہونچے اور ممبر پر چڑھے ہین آپکا چہرہ شب چہاردہم کا چاند بنا ہوا تھا ہزارون نظرین آپکی جانب ٹکٹکی باندھے ہوئے محو حال تھین اور سیکڑون دل محبت بھری نظرون سے شیفتہ وار آپکو تکتے اور بار بار بڑھ رہے تھے ؎ ہمین بس است کہ داغ غلامیم زدئی + عسیٰ جمالک یجلوا علی کالبدر +

نماز پڑھانے کے بعد آپنے خطبہ سُنایا احکام ومسائل اُردو مین بیان فرمائے اور اثناء بیان مین ارشاد فرمایا حدیث شریف مین آیا ہے کہ اگر دنیا کی حقیقت اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کی برابر بھی ہوتی تو کافر کو

اُسکا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا“ اسکے بعد حضرت شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کے زہد کا ذکر فرمایا کہ حضرت شیخ کی ترک دنیا کی یہ حالت تھی کہ صرف ایک کرتہ مین تمام عمر گذار دی جہان سے کورتہ پھٹ جاتا گلی کوچہ سے کپڑے وغیرہ کا ٹکڑہ چیتھڑا اُٹھا کر پاک کرتے اور اُسکا پیوند لگا لیا کرتے تھے“ صرف اتنے بیان پر حاضرین کی جو حالت تھی وہ اُنہین سے پوچھنی چاہیے سیکڑون آنکھین آنسو بہانے لگین اور بہتیرون کی چیخین نکل گئین۔

خطبہ کے بعد تھوڑی دیر آپنے عیدگاہ مین قیام فرمایا اور پھر علماء و صلحاء کے کاندھون پر ہوادار مین سوار اُسی آن بان سے خانقاہ مین تشریف لائے جسطرح عیدگاہ تشریف لے گئے تھے۔

ہوادار کی کوئی جگہ ایسی باقی نہ تھی جہان کسی اہل اللہ صاحبدل کا ہاتھ یا کاندھا یا سر لگا ہوا نہو۔ آپ بکمال حسن ظاہری و باطنی محبوبانہ شان سے اُسمین سوار اور بار بار یہ الفاظ فرماتے آرہے تھے کہ ”خداوندا میری کوئی حقیقت نہین مین کچھ نہین مگر ان لوگون کو میرے ساتھ حسن ظن ہے تو انکے ظن کے موافق انکے اور میرے ساتھ معاملہ فرمائیو“ یہ دعا آپکی جامع دعا تھی اور وقت کے مناسب و برمحل اسلئے حاملین و حاضرین کی یہ مقدس جماعت جتنا فخر کرے زیبا ہے اور جسقدر بھی نعمتِ رب کا شکر ادا کرے بجا ہے کہ وقت گذر لیا اور دعا کا ثمرہ و اجر باقی ہے جو کریم کے ہاتھون عنقریب انشاء اللہ ملنے والا ہے۔

جون جون زمانہ گذرتا گیا وون وون آثار وصال ظاہر ہوتے گئے محب کے اپنے محبوب سے لقا کا وقت قریب آتا رہا اور مخلصین کو بذریعہ رویائے صالحہ آپکی مفارقت جسمانی سے اطلاع ملتی رہی اس قسم کی خوابین دس بیس نہین بلکہ سیکڑون ہین جن سے اس امر کا گویا اعلان کر دیا گیا تھا کہ جو خدمت امام ربانی کے سپرد کی گئی تھی اُسکی تکمیل ہو چکی اور جس فریضہ کی انجام دہی کے لئے نائب رسول بنا کر آپکو دنیا مین بھیجا گیا تھا وہ ادا ہو لیا آپکا خشوع و خضوع دن بدن بڑھتا جاتا اور عبادات کی جانب رغبت روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی یہانتک کہ وہ دن آگیا جسکو آپکے مرض الموت کا پہلا دن کہا جاتا ہے۔

جن اللہ والے ذاکر شاغل اہل صفہ کی جماعت سے خانقاہ آباد تھی اُنکو خواب مین صراحۃً جتلا دیا گیا تھا کہ تمہارے اکتساب کا دور اخیر دور ہے مولوی احمد صاحب سورتی جو اسی دورہ کے ذاکر شاغل شخص تھے تحریر فرماتے ہین مین نے خواب مین دیکھا کہ حضرت کے یہان نہایت صاف پانی کے بہتیرے مشکے رکھے ہوئے ہین حاضرین اُسمین سے پانی پی رہے ہین جب سب پی چکے تو مین اُٹھا اور پانی پیا میرے بعد کوئی نہ تھا جو پانی پئے دوسرا خواب دیکھا کہ بہت سے آدمی صفین باندھے بیٹھے ہوئے ہین اور کوئی شخص انپر آب طہور چھڑک

رہا ہے آخر صف مین بندہ بیٹھا ہے مجھپر بھی پانی چھڑکا گیا اور قصہ ختم ہولیا۔

تیسرا خواب دیکھا کہ ایک ریل گاڑی نہایت تیز رفتار ہے جسمین بہتیرے آدمی سوار ہین منجملہ اُن کے مین بھی ہون اِس ریل کے چلانے والے حضرت مولانا رشید احمد صاحب ہین ایک مقام پر ریل رُکی اور تمام سوار نیچے اُتار کر تیز رفتاری کے ساتھ جلدی مین روتا ہوا اُسکے پیچھے دوڑا مگر پکڑ نہ سکا چیختا رہا کہ مجھے ساتھ لیچلئے مگر میری ہائے ہائے پر کسی نے ترس نہ کھایا حضرت مولانا جو ریل کے چلانے والے تھے یہ جواب دیکر روانہ ہو لئے کہ "احمد گھبراؤ مت اپنی طاقت سے چلو اور پیدل چلو ہمین پکڑ لوگے" اِس جواب پر مین پیدل چلنے لگا اور ریل نکلگئی۔

ایک دن خواب دیکھا کہ مین اپنے گھر جا رہا ہون حضرت مولانا مجھے رخصت کرنے کے لئے تھوڑی دور تک آئے اور مصافحہ کر کے یون ارشاد فرمایا "جاؤ اللہ حافظ ہے"۔

مولوی احمد صاحب کی اِن خوابون کا خاتمہ اِس خواب پر تھا جو آپ کے یوم وصال کی شب مین دیکھا کہ ریل سے یہ اُترے اور دوسری جگہہ جانے کو ٹکٹ لینے گئے ٹکٹ بانٹنے والے کچھ عجیب و غریب آدمی تھے یہ اُنکے پاس تک پہونچے کہ ریل چلدی یہ چلّائے کہ "ہائے ہائے مین رہ گیا مجھے جلدی ٹکٹ دو" ٹکٹ بانٹنے والے نے جواب دیا احمد مت روؤ اِس ریل کی میعاد ختم ہو چکی اب یہ ٹھیر نہین سکتی تم اسمین جا نہین سکتے دس بارہ سال بعد ایک ریل اور طیار ہو گی اسمین تم چلے جانا۔

منشی قادر بخش صاحب بلند شہری تحریر فرماتے ہین کہ وصال سے آٹھ یوم قبل مین نے خواب دیکھا گویا حضرت امام ربانی قدس سرہ کے بلند شہر تشریف لانے کی خبر گرم ہے استقبال کے شوق مین شہر سے باہر باغ کی چاردیواری کے قریب جا کھڑا ہوا تھوڑی دیر گذری تھی کہ ایک بہل آئی جس مین حضرت سوار تھے لپک کر اُسکے پاس گیا تو دیکھا حضرت امام ربانی بہل کے اندر سوئے ہوئے ہین اور مُنہ پر ایک باریک سفید کپڑا پڑا ہوا ہے ادب کی وجہ سے جگا نہ سکے بہل کے ساتھ ساتھ ہو لئے چند قدم چلکر بہلبان سے جو نہایت نورانی صورت والے تھے دریافت کیا کہ آپکا نام کیا ہے کہنے لگے محمد علی دفعۃً آنکھ کھلگئی۔

اِس قسم کی خوابین جمع کیجائین تو مستقل دفتر ہو جائے خلاصہ یہ ہے کہ آپکے وصال کی غیبی اطلاع مین بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہین ہوا مگر محبّین کے غلبہ محبت نے اِن مضامین پر بھی آپکے انتقال کا خیال دلون پر جمنے نہ دیا اُسی سکون و اطمینان کے ساتھ وقت پورا ہو تا رہا جمادی الاولیٰ ۱۳۲۳ ہجری کی بارھوین یا تیرھوین شب مین گو نہ خنکی کے سبب حضرت امام ربانی قدس سرہ نوافل ادا فرمانے حجرہ مین تشریف لیگئے

اور تعالیٰ سے مناجات مین مشغول ہو گئے اسی رات آپکی دو انگلیوں یعنی خنصر اور بنصر مین ناخن سے کچھ نیچے کسی زہریلے جانور نے کاٹا مگر حضرت کو صلوٰۃ مین محویت کے سبب احساس بھی نہوا صبح کے وقت حسب معمول جب آپ مسجد مین آنے لگے تو کپڑون پر خون کی سُرخی کسی خادم نے دیکھی اور آپسے عرض کیا کہ کورتہ خون آلود ہے چونکہ اسفار ہو لیا تھا طلوع قریب تھا اسلئے جلدی سے آپنے کپڑے بدلے اور نماز پڑہائی۔

نماز سے فارغ ہو کر جب آپ چارپائی پر تشریف لائے اور کنڑاؤن سے پاؤن نکالکر اوپر رکھا تو انگلیون پر خون جما ہوا نظر پڑا تب تو متوسلین کا فکر بڑہا اندر سے مصلّٰی لاکر دیکھا گیا تو خون مین تر تھا اور دبیز روی جانماز کے نیچے تک اتر پہونچا ہوا تھا۔ آقا کی تکلیف سے خدام کی پریشانی کچھ اختیاری بات نہین ہے جتنے لوگ بھی اُسوقت حاضر تھے سب سراسیمہ تھے کسی کا خیال تھا کہ رگ کا مُنہ کھلکر خود بخود خون جاری ہو گیا اور کسی کی رائے یہ تھی کہ چوہیا نے کاٹا ہے مگر حضرت نے جب فرمایا یہی فرمایا کہ مجھے تو کسی کے کاٹنے کی اطلاع نہ اُسوقت کچھ تکلیف ہوئی اور نہ اب کوئی درد یا تکلیف ہے۔

حضرت کے اِس بے پروائی کے ساتھ اس قصہ کو ٹالدینے سے دوسرون کا خیال بھی ہٹ گیا اور بات آئی گئی ہوئی مگر چونکہ پاؤن سے چھٹانک بھر کے قریب خون نکل لیا تھا اسلئے اگلے ہی دن سے حضرت پر ضعف و کمزوری اور غنودگی و نوم کی حالت زیادہ طاری ہونی شروع ہو گئی اکثر آپ وظیفہ پڑہتے پڑہتے لیٹ جاتے تو معًا سوجاتے اور خرّاٹے لینے لگتے تھے آپکے خدام حاضر ہوتے اور مزاج کا حال دریافت کرتے تو آپ جواب دیتے "بس اب تو سونے سے کام رہگیا ہے بدن مین بلغم ہی بلغم ہو گیا ہے"۔

باوجود غایت ضعف کے سبب غلبہ نیند کے آپکے معمولات اور وظائف و اوراد مین مطلق کمی نہین ہوئی وقت ہو یا نہ وقت جسوقت بھی آپکی آنکھ لگتی آپ بے خبر سوجاتے اور اذان سے دو چار منٹ قبل خود بخود آنکھ کھلجاتی اور اُسوقت آپکی زبان سے پہلا لفظ جو نکلتا تھا وہ یہ ہوتا تھا اذان ہو گئی؟ نماز مین کیا دیر ہے۔

انگلیون کے خفیف زخم کی جانب سے چونکہ آپنے اسقدر استغنا برتا کہ مکھی بیٹھنے کی حفاظت کے لئے لعاب لگے ہوئے کاغذ کے علاوہ کوئی دوا بھی استعمال نفرمائی اسلئے خادمون کے ذہن بھی اِس سے خالی تھے کہ یہی زخم وصال کا مقدمہ اور انتقال کا پیش خیمہ بنیگا یہانتک کہ ۲۷۔ جمادی الاولی ۱۳۲۳؁ ہجری مطابق ۳۱۔ جولائی ۱۹۰۵؁ء یوم دوشنبہ کو بعد نماز عشاء جبکہ آپ چارپائی پر لیٹ رہے اور خدام بدن دبانے لگے یکایک لرزہ محسوس ہوا اور خوب زور شور سے بخار جاڑہ چڑہا۔

تھوڑی دیر بعد جاڑہ تو رفع ہوگیا مگر بخار کی اسدرجہ زیادتی ہوئی کہ جادر کے اوپر سے ہاتھ رکھنا دشوار تھا شنبہ کو تمام دن شدت بخار مین گذرا اور اتفاقی بخار سمجھکر معمولی طور پر دوا استعمال مین آئی لیکن چہار شنبہ کو بھی جب بخار کی وہی حالت رہی تو فکر پڑا اور صاحبزادہ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب ام مجدہ نے مستعدی کے ساتھ تدبیر علاج شروع فرمائی۔

جمعہ کے دن مولوی حکیم محمد اسمعیل صاحب اتفاقیہ بمبئی سے تشریف لائے اُنہون نے اپنے مربی روحانی اُستاذ و شیخ کے مرض کی یہ حالت دیکھکر معالجہ شروع کیا چونکہ اُنگلیون پر جہان خون نظر آیا تھا نیلگون چھالے پڑگئے تھے اسلئے یہ بھی خیال ہوا کہ شاید سانپ نے کاٹا ہو اور بعض کا خیال سحر کی جانب بھی تھا اگر پہلے مرض کی طرح کیا عجب ہے یہ بھی کسی دشمن کا ثمرہ عداوت ہو چنانچہ اسکی بھی تدابیر عمل مین لائی گئین خلاصہ یہ ہے کہ تدبیر و معالجہ مین اور خدمت و تیمارداری مین حتی الامکان کوئی امر فروگذاشت نہین ہوا مگر تقدیری حکم کا کوئی ٹالنے والا نہین اور آئے ہوئے وقت کو کوئی پیچھے ہٹا نہین سکتا اسلئے کوئی تدبیر کارگر اور کوئی دوا نافع و سودمند نہوئی پاؤن پر دن بدن ورم بڑھتا اور اوپر کو چڑھتا رہا مرض جسمانی کا زور زیادہ ہوتا اور کبر ظاہری بلحظ بلحظ ترقی کرتا رہا یہانتک کہ باختلاف رویت ۸ یا ۹ جمادی الثانیہ مطابق ۱۱- اگست ۱۹۰۵ء کو یوم جمعہ بعد اذان یعنی ساڑھے بارہ بجے آپنے دنیا کو الوداع کہا اور اٹھتر سال سات ماہ تین یوم کی عمر مین رفیق اعلیٰ کی جانب ہنستے اور مُسکراتے ہوئے سدھارے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو چھ روز پہلے سے جمعہ کا انتظار تھا یوم شنبہ دریافت فرمایا تھا کہ آج کیا جمعہ کا دن ہے؟ خدام نے عرض کیا کہ حضرت آج تو شنبہ ہے اسکے بعد درمیان مین بھی کئی بار یوم جمعہ کو دریافت کیا حتی کہ جمعہ کے دن جسروز وصال ہوا صبح کے وقت پھر دریافت فرمایا کہ کیا دن ہے اور جب معلوم ہوا کہ جمعہ ہے تو فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

مرض و وصال کا مفصل حال رسالہ **وصل الحبیب** مین شایع ہو چکا ہے اسلئے اعادہ ضروری نہ سمجھا گیا- یہان صرف یہ بات ظاہر کرنی ہے کہ آپکا وصال وہ وصال تھا جسکی تمنا آج ہزارہا مخلوق کر رہی ہے اور آپکی وفات ایسی وفات تھی جسپر ہزارہا زندگیان قربان کرنے کو مخلوق طیار ہے۔

آپ کے وصال کے بعد مبشرات منامیہ مین جو واقعات لوگون کے مشاہدہ مین آئے وہ بھی اس درجہ عجیب و غریب اور بکثرت ہین کہ بیان کرنے کو دفتر چاہیئے۔

محمد شفیع نامی ایک شخص خاص پورٹ بلیر کے رسالہ مین فوجی سپاہی ہین وہ تحریر فرماتے ہین کہ مین نے حضرت مولانا قدس سرہ کو خواب مین دیکھا ایک آیت پڑھکر سنائی اور غائب ہوگئے وہ آیت یہ تھی وَاِنَّا اِلٰی رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (اور بیشک ہم اپنے رب کیطرف لوٹنے والے ہین) اسکے چندروز بعد آپکے وصال کی خبر تمام ملک مین شایع ہوئی اور میرے کانون مین بھی بحالت بیداری پڑی۔

مولوی احمد صاحب سورتی فرماتے ہین کہ وطن پہونچکر بندہ ایک پریشانی مین مبتلا ہوا اور گھبرا کر وطن سے بمبئی چلا گیا اُسی شب خواب مین حضرت تشریف لائے اور قلب و تمام جسد پر آپنے ہاتھ پھیر کر یون ارشاد فرمایا کہ احمد مت گھبرا دنیا مین ہم سب کو ایسی تکلیفین پہونچی ہین اور ایسا ہوا ہی کرتا ہے اس سے گھبراتے نہین۔

نواح سورت مین کسی گاؤن کے مسجد کے امام ایک شخص ہین سلیمان میان انکا نام ہے اُنہون نے خواب دیکھا کہ ایک تخت پر دو بزرگ نہایت پاکیزہ صورت والے بیٹھے ہوئے ہین اور ایک شخص تخت کے نیچے کھڑا ہے اس شخص سے سلیمان میان نے دریافت کیا کہ یہ بڑے شخص کون ہین اور اُنکے پاس تخت پر بیٹھے ہوئے دوسرے بزرگ کون ہین؟ اُس شخص نے جواب دیا کہ بڑے تو فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہین اور دوسرے شخص مولوی احمد کے پیر مولانا رشید احمد صاحب ہین" سلیمان میان نے یہ خواب مولوی احمد صاحب سے بیان کیا اُنہون نے پوچھا کہ یہ خواب تم نے کب دیکھا تھا؟ اُنہون نے سوچکر بتایا کہ جمادی الثانیہ کی آٹھ یا نو تاریخ کو دیکھا تھا۔ وہی تاریخ حضرت امام ربانی کے وصال کی تھی۔

اِن قصّون کے لئے دفتر چاہئین کوئی کہانتک بیان کرے خلاصہ یہ ہے کہ ساقی علوم و معرفت جس نے شریعت و طریقت کی جداجدا سبیلین لگا رکھی تھین دنیا سے اُٹھگیا آفتاب علم و ہدایت چھپ گیا اور ماہتاب ورع و امانت غروب ہوگیا جتنا رونا کوئی دلدادہ روئے بجا ہے اور جسقدر بھی کوئی شیفتہ و شیدائے سنت بیتاب ہو زیبا ہے اب اگر تسلّی ہے تو اس باعی سے ہے۔

اِصْبِرْ لِكُلِّ مُصِيْبَةٍ وَّتَجَلَّدِ ۔ وَاعْلَمْ بِاَنَّ الْمَرْءَ غَيْرُ مُخَلَّدِ

وَاِذَا ذَكَرْتَ مُصِيْبَةً تَسْلُوْ بِهَا ۔ فَاذْكُرْ مُصَابَكَ بِالنَّبِيِّ مُحَمَّدِ

چونکہ آپکے دامان عاطفت سے وابستہ جماعت زیادہ تر علماء کی تھی اور جو علماء نہ تھے وہ بھی اذکیاء و ذوی العقول مین چیدہ و منتخب زمانہ تھے اسلئے آپکے وصال کی تواریخ بھی بکثرت اور عجیب و غریب لکھی گئین عربی۔ فارسی۔ اُردو۔ نظم۔ نثر تعمیہ۔ تخرجہ۔ صوری۔ معنوی ہر قسم کے مادے نکالے گئے انمین سے چند ہدیۂ ناظرین کرتا ہون۔

زبدۃ المحدثین حضرت مولانا الحاج المولوی محمود حسن صاحب دام مجدہ مدرس اول مدرسہ عالیہ دیوبند اِنَّہٗ فِی الْاٰخِرَۃِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ

قدوۃ الاتقیاء حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی عبدالرحیم صاحب دامت فیوضہ رائپوری کُنْتَ حَمِیْدًا اَلْمَیِّتُ شَہِیْدٌ

الطبیب حضرت مولانا الحافظ الحاج المولوی اشرف علی صاحب دام ظلہ تھانوی مَوْلَانَا عَاشَ حَمِیْدًا مَاتَ شَہِیْدًا

حضرت مولانا الحاج المولوی عزیزالرحمن صاحب بفضلہ مفتی مدرسہ دیوبند حَتّٰی دَخَلَ الْخُلْدَ

حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ماموں مولانا محمد شفیع صاحب گنگوہی نے چند اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

مادہ تاریخ یہ مصرعہ ہے ؎ اے وائے نہان شد آفتاب عرفان

دوسرا مادہ تاریخ اس مصرعہ میں نکلتا ہے ؎ گفتند کہ وے شدہ خرامان بجنان

جناب مولانا حکیم رحیم اللہ صاحب بجنوری نے چند اشعار تحریر فرمائے ہیں آخری شعر جسکا مصرعہ ثانیہ مادہ تاریخ ہے

گر سروش غیبم دلکش صدا آمد بگوش
جائے مولانا رشید احمد بفردوس برین

مولوی ابوالحسن صاحب ساکن گلاؤٹھی ضلع بلندشہر کے قلم سے نہایت پُرزور اشعار نکلے ہیں آخری شعر جسکا مصرعہ دوم مادہ تاریخ ہے یہ ہے۔

کیون نہ روئیں سالکان جادۂ قرب الٰہ
ہائے راہ حق کا سچا رہنما جاتا رہا

از حکیم امانت علی صاحب مجبور ساکن بنت ضلع مظفر نگر ؎

بولا ہاتف کہ ہائے آنکھوں سے
آج دیکھا بجھا چراغ دین

چند تاریخ جناب مولانا حکیم قیام الدین صاحب بخت جونپوری نے لکھکر ارسال فرمائی ہیں جنمیں چار بدیہ ناظرین ہیں

تاریخ ولی اللہ

ترک کرد آہ مرشد گنگوہ
در فراقش حزین و نالان شد

عالم پر فتن بآدینہ
بسکہ ہر مرد و زن بآدینہ

چون بر خویش خواند حق او را
بخت برجستہ گفت این تاریخ

رفت روحش ز تن بآدینہ
مُرد شیخ زمن بآدینہ

ایضاً

وہ مولانا رشید احمد وہ مرشد
جو تھے مسترشدوں کے حق میں اکسیر

جلیل القدر و کامل شیخ ممدوہ
کروں کیا اُنکے میں اوصاف تحریر

مناسب ہے یہ لکھدو بخت تاریخ
صحابہ کی تھی اک پاکیزہ تصویر

ایضا صوری و معنوی

مرگ مولانا رشید احمد سے آہ
کسقدر اندوہگین ہے ساری قوم

بخت لکھدے سال صوری معنوی
تیرہ سو تیئیس آدینے کا یوم

جناب مولانا حکیم مختار احمد صاحب باشندہ موضع کرٹھیا صوبہ بہار طبیب مظفر پور دام فضلہ نے چوبیس اشعار موبیہ کی نظم تحریر فرما کر بھیجی ہے جسکے اول بیس شعرون مین ہر مصرعہ سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سال وفات نکلتا ہے اور آخر کے چار شعرون مین ترتیب سوانح کا سنہ برآمد ہوتا ہے حکیم صاحب ممدوح حضرت امام ربانی قدس سرہ کے شاگرد یعنی جناب مولانا نور محمد صاحب پنجابی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید مین جملہ علوم وفنون مین خصوصا فن تاریخ گوئی مین ید طولی رکھتے مین بے تکلف اور بیساختہ جو تاریخی مادے قلم سے نکلے مین وہ حکیم صاحب کے علمی کمال پر دال مین بارک اللہ فی دینہ ودنیاہ وجعل آخرتہ خیرا من اولاہ

بسم اللہ الجلیل العظیم
۲۳ ھ ۱۳

آہ ممن کان خیر الطاہرین	کان مولی الرشد صدر الماہرین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
موتہ یارب موت الاصفیا	فوتہ باللہ فوت الواقفین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
زال اصل الاصفیا تحت السما	بل فنی تعیین فقر الصالحین
۱۲ ۱۳ ف	۱۲ ۱۳ ف
اوہ من ترحیل اہل الاقتدا	قد بکت انفاس جم العاشقین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
عز ربی صاح من رحل الجمیل	صاح جمع الخلق قلب الواصلین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
شاع سر الزہد من تعلیمہ	قد جرت من نفسہ عین الیقین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
فات مولنا الرشید الصالح	فات عز الرشد حب الصالحین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
کان بحر الشرع امر صدر الہدی	کان حب العلم حامی الذاکرین
۲ ۱ ۳ ف	۲۳ ۱۳ ھ
ارشد الابرار امر عین الصفا	صاحب التدوین اصل الشاکرین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ
ماتن الاسرار بل عین العلوم	شرف فن نور عین المومنین
۲۳ ۱۳ ھ	۲۳ ۱۳ ھ

تاج اصحاب العصا صدر الصدور	اعلم الاحیار بدر الطالبین
٢٣ ١٣ ھ	٢٣ ١٣ ھ
عین نفس المجتبی مطر الصفا	مرجع الاقطاب صدر العاشقین
١٢ ١٣ ف	٢٣ ١٣ ھ
مجمع الاسرار فتاح العلوم	محکم الاذکار حامی السائلین
١٢ ١٣ ف	١٢ ١٣ ف
کاشف الآیات مقبول الکریم	فاضل الایام والی الفائقین
٢٣ ١٣ ھ	٢٣ ١٣ ھ
اشرف الابرار مقبول الزمان	دائم التدریس اصل العارفین
٢٣ ١٣ ھ	٢٣ ١٣ ھ
طیب مسک الخلق ریحان العلی	روح مسک الشرع بدر الکاملین
١٢ ١٣ ف	٢٣ ١٣ ھ
عالم القرآن ام بدر الحدیث	ماهر التفسیر حب الصادقین
٢٣ ١٣ ھ	٢٣ ١٣ ھ
صاحب الارشاد نحریر الفنون	کاشف الانوار عین الکاشفین
٢٣ ١٣ ھ	١٣ ١٣ ف
شائق صدر فرید مفرد	محضر الطلاب حب السائلین
٢٣ ١٣ ھ	٢٣ ١٣ ھ
عین عین الشرع ام عین الکرم	سید السادات لمع الشاکرین
٢٣ ١٣ ھ	٢٣ ١٣ ھ
هذه طوبی لاحباب الرشید	دقنت حالات بدر الصالحین
٢٦ ١٣ ھ	٢٦ ١٣ ھ
فصلت آیاته بین الوری	قد سعی فیها رفیق الراشدین
٢٦ ١٣ ھ	٢٦ ١٣ ھ
من سعی للحق فی هذا الکمال	یعطه المحیی مآل الخاشعین
١٦ ١٣ ف	٢٦ ١٣ ھ
انه من عاشقی الباقی الرشید	ربنا وفقه عیش الشائقین
٢٦ ١٣ ھ	٢٦ ١٣ ھ

ختم المراد * بتائید خالق کل العباد

١٦ ١٣ ف — ١٦ ١٣ ف

مختار احمد احبه احبه * الحنفی مذهبا والقاسمی مسلکا

٢٦ ١٣ ھ — ٢٦ ١٣ ھ

باقیات صالحات

امام ربانی قدس سرہ دنیا سے تشریف لیگئے مگر باقیات صالحات کا وہ دریا مخلوق کے لئے بہتا ہوا چھوڑ گئے ہیں جو تشنگان رشد وہدایت کے سیراب کرنے کو کافی ہے جس مقدس مشغلہ مین آپنے پچاس سال گذارے اُسکے فیضان کو ختم ہونیکے لئے زمانہ چاہیئے آپکے لگائے ہوئے درخت بحمداللہ ایسے بارآور اور شمر ہین جنکے فیوضات و عطایا سے عرصہ دراز تک عالم متمتع اور مستفید رہیگا کوئی شخص اپنے بعد ایک ولد صالح چھوڑ جائے تو اپنی مغفرت کا وسیلہ سمجھکر فخر کیا کرتا ہے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے تو کئی ہزار نیکوکار بچے دنیا مین ایسے چھوڑے ہین جو خود ہی آپکو دعا نہین دیتے بلکہ نسلاً بعد نسل آپکے ترقی مراتب کی دعائین کرنے والے افراد طیار کرتے رہتے ہین۔ آپکی نسبت عبدیت کے فیضان اور استقامت علی الشریعہ کے ثمرات سے جو نفع دنیا کو پہنچا ہے چونکہ افادہ بنی آدم ہی تک محدود نہین بلکہ نباتات وجمادات بھی اپنی بقا کا اُس سے فائدہ اُٹھا چکے ہین اسلئے عالم کا ذرہ ذرہ امام ربانی کے لئے ثواب آخرۃ کا سبب بنا ہوا ہے اور جب تک آپکے لگائے ہوئے اشجار طیبہ کا افادہ واستفادہ قائم رہیگا بلاقصد وارادہ آفاق ارض سے آپکی روح کو تحائف پہونچتے رہینگے۔

آپکی صلبی اولاد مین اسوقت ایک صاحبزادہ یعنی حضرت مولانا الحافظ الحکیم مسعود احمد صاحب سلمہ ربہ موجود ہین۔ اور ایک صاحبزادی صفیہ خاتون سلمہا ربہا حق تعالیٰ نے جو صلاحیت دونون بہن بھائی کو عطا فرمائی ہے اُسکے بیان کرنے کو جداگانہ سوانح کی حاجت ہے صاحبزادہ صاحب حضرت امام ربانی قدس سرہ کے ساتھ صورت وشباہت مین بھی بہت مناسبت رکھتے ہین اور بمقتضائے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِيْهِ ایک خاص جھلک باپ کی آپ مین موجود ہے آواز اور لہجہ مین بھی مناسبت غالب ہے حضرت قدس سرہ کو حکیم صاحب کے ساتھ خاص محبت تھی اور سچ پوچھئے تو مولانا محمود احمد مرحوم کے انتقال کے بعد حکیم صاحب گویا دو میٹون کا مجموعہ ایک بیٹے تھے دونون آنکھون کا نور ایک آنکھ مین قائم تھا اور کیون نہو آخر جگر گوشہ ہین اور ثمرۃ الفواد جب پہلے مرض سے حضرت امام ربانی تندرست ہوئے اور آپکے متوسلین نے جگہہ جگہہ شکریہ مین کھانے پکائے تو برخوردار عبدالمجید حسن صاحب نے بھی گنگوہ مین صحت یابی کی طبعی مسرت ظاہر فرمائی اور کھانا پکواکر احباب کو مدعو کیا بعض لوگ جنکو حکیم صاحب سے ملال تھا شریک طعام نہین ہوئے اسپر حضرت امام ربانی نے رنج ظاہر فرمایا اور یہ حدیث پڑھکر کہ اَنَا سِلْمٌ لِمَنْ سَالَمْتُمْ وَحَرْبٌ لِمَنْ حَارَبْتُمْ یہ امر ظاہر فرمایا کہ جسکو مسعود احمد سے عداوت ہے اُسے

مجھسے عداوت ہے اور جو انکو دوست سمجھے وہ میرا دوست ہے۔

صاحبزادی صاحبہ یعنی عفت مآب صفیہ خاتون سلمہا کے محامد زیادہ تر اِس وجہ سے بھی بڑھے ہوئے ہین کہ آپ حکیم صاحب سے چار سال بڑی ہین اور اتنی مدت باپ کے فیضان سے زیادہ مستفیض ہوئین ایک بار حضرت نے فرمایا تھا کہ اگر عورتون کو بیعت کی اجازت ہوتی تو میری صفیہ مرید کیا کرتی" اس مضمون سے آپکی استعداد اور قوت روحانیت ظاہر ہورہی ہے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مدظلہ نے ایک بار فرمایا تھا کہ "بہن کے لطائف ستہ جاری ہین مگر زبان سے کبھی کچھ ظاہر نہین فرماتین" صاحبزادی صاحبہ کو اس زمانہ کی رابعہ بصریہ کہا جائے تو حقیقت مین نازیبا نہین جو خوبیان حق تعالیٰ نے آپکو عطا فرمائی ہین اُنکا اظہار چونکہ خود آپکو پسند نہین اسلیئے بیان مین تامل ہے حضرت قدس سرہ نے ایک بار بڑی مسرت کے ساتھ ارشاد فرمایا تھا "الحمد للہ میری بیٹی کو دنیا کی محبت بالکل نہین" اور انصاف سے دیکھیئے تو یہی اصل ولایت ہے آپکے شوہر جناب حافظ محمد ابراہیم صاحب ایک مدت تک نہر کے ضلعدار رہے مگر کبھی ایک پیسہ رشوت کا گھر مین نہین آیا ایسا گوشت و پوست جو ابتداء ولادت سے آج تک ناجائز کسب کی ماشہ برابر غذا سے کبھی مخلوط نہوا ہو دعوے کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ صفیہ خاتون کا ہے اور وہ صاحب نصیب عورت جسنے ضلعدار کی بی بی بنکر پونے دوسو روپیہ ماہوار ہاتھ مین لیئے اور مہینے کے مہینے خرچ کردیئے ہون جسکا یہ نتیجہ ہو کہ عمر بھر مین آج تک زکوٰۃ فرض نہین ہوئی اگر کوئی ہے تو صفیہ خاتون ہین باپ کے ساتھ باوجود عشق ہونے کے صبر و استقلال کا یہ عالم ہے کہ وصال کے دن ساری مخلوق جمعہ کی نماز مین مشغول تھی اور آپ سہ دری مین پردہ کے پیچھے باپ کے جنازہ سے لگی ہوئی تلاوت کلام اللہ مین مشغول تھین کفن اپنے ہاتھ سے سیا اور چیخ یا ہائے کی آواز کسی ایک متنفس نے بھی نہ سُنی۔

صاحبزادی صاحبہ کے تین صاحبزادے یعنی حضرت کے نواسے ہین بڑے حافظ محمد یعقوب صاحب جنکی ولادت ماہ رجب ۱۲۹۵ھ سنہ ہجری مین ہوئی اور منجھلے حافظ محمد یوسف صاحب جنکی ولادت ۲۸ محرم ۱۳۰۰ سنہ ہجری مین ہوئی اور چھوٹے محمد زکریا جو ماہ ربیع الاول ۱۳۰۲ سنہ ہجری مین پیدا ہوئے سب سے بڑے صاحبزادہ حافظ محمد اسحٰق مرحوم جو نانا کے گویا جان نثار تھے بیوم جمعہ ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۰۹ ہجری وصال فرماگئے۔ حافظ محمد یعقوب صاحب سے چھوٹی ایک بہن تھین حمیدہ مرحومہ جنکا انتقال بعمر تین سال ہوچکا اور حافظ محمد یوسف سے چھوٹے ایک بھائی اور تھے محمد یونس مرحوم وہ پانچ سال زندہ رہکر راہی دار البقا ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ؀

تینون نواسے الحمد للہ اپنے نانا کی یادگار اور مان کی آنکھون کا نور ہین خصوصًا حافظ محمد یعقوب صاحب مین

اخلاص للّٰہیت تعبد خشیہ رفق استقامت فہم فراست تحفظ مراتب ضبط اور کظم غیظ کا مضمون بہت بڑھا ہوا ہے حق تعالیٰ ان حضرات کی عمرون مین برکت عطا فرمائے اور اُس صلاحیت مین ترقی عطا فرمائے جسکی بنا پر تذکرہ رشیدیہ مین انکے مبارک نام درج ہوئے۔

صاحبزادہ محمود احمد مرحوم کی یادگار ایک صاحبزادہ یعنی حضرت قدس سرہ کے پوتے سعید احمد اطال اللہ عمرہ ہین جنکی ولادت ۲۶ ربیع الاوّل ۱۳۱۱ھ ہجری کو ہوئی باپ کا جسدن انتقال ہوا ہے انکی عمر ایک ماہ بیس یوم کی تھی حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو انکے ساتھ خاص الفت اسوجہ سے بھی تھی کہ ہونہار مرحوم کی نشانی تھی اور تیئس سالہ جوان بیٹے کے بدلہ پونے دو ماہ کی جان حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی ۱۵ ربیع الاول ۱۳۱۲ھ ہجری کو جبکہ سعید احمد دس دن کم دو برس کے تھے انکی والدہ نے بھی رحلت فرمائی حق تعالیٰ عمر و علم مین برکت دے اسوقت سولہ برس کی عمر ہے اور دیوبند مین عربی پڑھتے ہین۔

حکیم صاحب کی ایک صاحبزادی تھین کلثوم مرحومہ جنکی ولادت ماہ جمادی الاول ۱۳۰۳ھ ہجری مین ہوئی تھی ایکسال کی بچی تھین کہ مان کا انتقال ہوگیا تھا ۲۸ رجب ۱۳۱۸ھ ہجری کو بعمر پندرہ سال پھوپھی زاد بھائی حافظ محمد یعقوب کے ساتھ بیاہی گئین ایک صاحبزادی پیدا ہوئین مگر افسوس عمر نے وفا نہ کی ۲۱ ذیقعدہ ۱۳۲۱ھ ہجری کو دنیا سے کوچ کیا صاحبزادی کا نام رقیہ ہے خدا کرے جیتی رہے اور دنیا و دین کی دولت سے مالامال ہو۔

امام ربانی قدس سرہٗ کی روحانی اولاد کا شمار مجھسے ہو نہین سکتا کہ بیان کرون تین سو سے زیادہ علماء جو آپسے حدیث و دینیات پڑھکر آفاق عالم مین منتشر ہوئے اُن مین ڈیڑھ سو سے زیادہ جو اسوقت زندہ ہین اور اکثر درس و تدریس مین مشغول ہین سب آپکی باقیات صالحات مین شامل ہین اور باطنی افاضہ سے مستفیض ہونے والونکی تو تعداد پر قدرت ہی نہین تیئس سے زیادہ آپکے خلفاء صاحب نسبت مشائخ طریقت ہین جنکے فیوض انشاء اللہ اسوقت تک قایم رہینگے جو وقت کاتب ازل نے اُن کے بقا کا مقرر فرما دیا ہے خصوصاً آپکے اجلہ خلفاء اربعہ حضرت مرشدنا مولانا خلیل احمد صاحب و مولانا محمود حسن صاحب اور مولانا عبدالرحیم صاحب و مولانا صدیق احمد صاحب متعنا اللہ بطول بقائہم کے کمالات علمیہ و عملیہ اور فیوضات ظاہرہ و باطنیہ کو ہر صاحب بصیرت شخص ہندوستان مین پھیلا ہوا دیکھ رہا ہے۔

خلفاء کے علاوہ ہزاران ہزار جماعت آپکے ان عام متوسلین کی بھی باقیات صالحات مین محسوب ہے جنمین سیکڑون ذاکر شاغل اپنے سچے خدا کی طلب مین بدستور لگے ہوئے ہین اور جو اس امر مستحب سے غافل ہین وہ بھی قلب مین رضاء محبوب کی محبت ضرور لئے ہوئے ہین بغض فی اللہ اور بدعات سے تنفر جو شعبہ ہے سنت کی محبت کا

آپکے متوسلین کی وہ علامت شناخت ہی جسکو اس جماعت کا خاصۂ لازمہ کہنا چاہیے سادگی بے تکلفی مخلصانہ میل جول اور باہم نصح و خیر خواہی کا مضمون عموماً اس گروہ کے افراد مین موجود ہے اسکا یہ مطلب نہین کہ انمین باہمی رنجش نہین ہوتی شکر رنجی کا وجود تو اکابر مین پایا جاتا ہے پھر یہ فرقہ حقہ اس سے کیونکر خالی رہ سکتا ہے چھوٹون مین کیا اور بڑون مین کیا اجتہادی غلطیون اور جانبین کی فہم کے اُس اختلاف پر جسکا مبنی مستحسن ہے اکثر اختلاف ہوتے اور رنج و کشیدگی کے درجہ پر پہونچ جاتے ہین مگر الحمد للہ اختلاف درجۂ خلاف پر نہین پہونچتا اور باہم دودہ شریک بھائیون کی طرح چاہے کیسا ہی لڑین مگر غیر کے مقابلہ پر ایسے ایک ہین کہ گویا خون مین خون ملا ہوا ہے اور یہ ثمرہ ہی اُسی روحانیت کا جو امام ربانی نے سبکے اجسام مین پھونکدی ہے اور تجری بھذہ مجاری الدم اُسپر صادق آرہا ہے یہ اختلاف اگر بڑون مین نظر آئے تو یقیناً سبب ترقی مراتب ہے اور چھوٹون مین ہو تو اُمید ہی انشاء اللہ یہین رفع ہو جائے ورنہ حشر کے دن ایک شیخ کا دامن تھامتے وقت غلبۂ اخوت کے سامنے دبکر ضرور محو ہو جائیگا۔ ان خصائل کو بھی اتباعاً للسلف باقیات صالحات مین شمار کرنا بیجا نہین ہے۔

امام ربانی قدس سرہ کے لگائے ہوئے نونہالان چمن ٹھنڈی ہواؤن کے کچھ ایسے دلدادہ ہو چکے ہین کہ یتیم بننے کے بعد بھی احتیاج تربیت سے غافل نہین ہوئے انہون نے سمجھا کہ آزاد ہونے سے پابند بنا رہنا زیادہ نافع اور شتر بے مہار بننے سے اپ محکوم ہونا زیادہ راحت کا سبب ہے اسلئے زمام اختیار امام ربانی کے وصال پاتے ہی آپکے خلفاء کے ہاتھ مین دینے کی تمنا کی اور الحمد للہ جملہ اجلۂ خلفاء مین جسکی طرف طبع کا میلان ہوا غلامی کا اظہار کر کے منسلک ہو گئے۔

پھلے اور پھولے درختون اور ہرے بھرے مہکنے والے پھول کچ پودون کا نگران جب دُنیا سے اُٹھ جاتا اور بہار پر آئے ہوئے باغ کا باغبان جسوقت بانقطاع تام اپنے محبوب کے جمال مین مستغرق ہو جاتا ہے تو عالم الاسباب مین کلیون پھولون اور خام پھلون کی نگرانی کے لئے دوسرے باغبان کی ضرورت پیش آتی ہے اور کریم و قدردان آقا سابق باغبان کی قابل اور لائق اولاد ہی پر اُس خدمت کو تقسیم فرما دیتا ہے جو انکے باپ کے لگائے ہوئے پودون اور سینچے ہوئے درختون کو اندھیاؤ کے جھونکون سے محفوظ رکھے اور راہزنون کی دست بُرد سے بچائے اسلئے نونہالان چمن کا یہ کہنا کہ ہمین باغبان کی حاجت نہین گویا اپنے کمال پر پہونچ جانے اور پختہ ہو جانیکا اظہار کرنا ہے جو تکبر کہلاتا ہے الحمد للہ کہ حضرت امام ربانی جو نسبت بیرنگ لیکر تشریف لائے تھے اُسکے اثر سے آپکی جماعت کا اکثر حصہ ایسا مستفیض ہوا کہ جتنا بڑھتا جاتا ہے اُسی قدر اپنے کو مربی کا محتاج سمجھتا جاتا ہے

مقتدی بننے سے مقتدی بنا رہنا سب جانتے ہین کہ بے خطر اور راحت کا سبب ہے مگر بعض مشایخ کے متوسلین کو راہزن شیطان یون دھوکہ دیدیتا ہے کہ "ہمارے شیخ کی تربیت ایسی تام تھی کہ وصال کے بعد دوسرے کا دامن پکڑنے کی ضرورت نہین" اِس خیال پر تجدید بیعت کو جو اکابر سے برابر معمول چلی آئی ہے اپنے شیخ کا ہتک سمجھنے لگتے ہین مگر خدا کا شکر ہے کہ اس خوش نصیب متبع سنت گروہ نے اسکو شیطانی دھوکہ سمجھا - حق تعالی کی عادت جاریہ کا خرق نہ چاہا عالم اسباب مین اسباب کا متلاشی بنکر بندۂ خالقِ اسباب بنا رہا اور یون سمجھکر کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر صحابہ کرام حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے جب مستغنی نہوئے تو ہم بے سروسامان مسافر اور ناتجربہ کار بچے کس شمار مین ہین - حق تعالی کا یہ احسان کیا تھوڑا ہے کہ یتامی کی تربیت باپ کے بعد بڑے بھائیون کے ہاتھ مین آئی دربدر بھیک مانگتے پھرنے سے بڑے بھائی کو باپ کا قایم مقام سمجھکر حلقہ غلامی پہن لینا کتنا اچھا ہوا زہے نصیب اُس اولاد کے جو گھر کا مالک اُٹھ جانے کے بعد بھی بڑے بھائیونکی بدولت بکھری نہوئی اور زہے قسمت اُس باپ کی جسکے بالغ لڑکون نے نابالغ بھائی بہنون کا سارا بوجھ بطوع ورغبت اُٹھالیا اور اِن نادان کج فہم نازک مزاج لاڈلون کو طالب بنکر چھاتی سے لگالیا کہ ایسا نہو آوارہ پھرین اور انگلیان اُٹھین کہ فلان بادشاہ کے شاہزادے خانمان برباد غیرون کی دوکانون پر ہاتھ پھیلاتے پھر رہے ہین -

امام ربانی قدس سرہ کے اکثر متوسلین کے ذہنون مین قدرت کی طرف سے اِس مستحسن خیال کا عزم بنکر جم جانا اور حضرت کے خلفار کا باوجودیکہ حضرت کی حیات مین بیعت کرنے سے شرماتے جھجکتے اور گریز فرمایا کرتے تھے دفعۃً طبیعت کا پلٹ دینا اور بسعی و کوشش سمیٹ سمیٹ کر چھوٹے بھائیون کو اپنے پرون مین چھپالینا سب کچھ حضرت کی روحانیت کا طفیل اور آپکے کمال قوت باطنیہ کا اثر ہے اور باقیات صالحات مین وہ صدقہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ صدہا برس قایم رہکر امام ربانی کے مراتب عالیہ مین ترقی کا سبب بنتا رہیگا اس سلسلہ مبارکہ کے اس روش پر چلنے سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کی روح پر فتوح جسدرجہ مسرور ہے وہ بہتیرے رویائے صادقہ اور جزو النبوۃ مبشرات منامیہ سے ظاہر ہے مگر بدیہی امر کی بداہت محتاج دلیل ہی نہین کہ بیداری کے محاسن خواب سے ثابت کئے جائین ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم
چو غلام آفتابم ہمہ زا فتاب گویم

امام ربانی قدس سرہ کی باقیات صالحات مین آپکی وہ تصانیف ہین جو تحقیق مسائل شرعیہ اور حقائق مضامین اختلافیہ مین آپکے قلم سے نکلین اور مطبوع ہو کر عالم مین شائع ہوئین - خیال ہے کہ جملہ تصانیف بصورت

کلیات یکجا طبع کردیجائین اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو انشاءاللہ یہ بھی ہو جائیگا باقی اسوقت آپکی تصنیفات جدا جدا رسائل کی صورت مین طبع شدہ ہین اور مولوی محمد یحییٰ صاحب سے ملسکتی ہین احقر کے پاس بھی موجود ہین جنکا طالب خرید کرے

(۱) تصفیۃ القلوب ۔ اعلیحضرت حاجی صاحبؒ کی مصنفہ ضیاء القلوب کا اُردو ترجمہ قیمت ۴مر (۲) امداد السلوک تصوف کے رسالہ مکیہ کا ترجمہ جو اوائل شباب مین بارشاد حضرت حافظ ضامن صاحبؒ شہید ہوا قیمت ۴ر (۳) ہدایۃ الشیعہ ۔ ہادی علی شیعی لکھنوی کے اعتراضات کے جوابات قیمت ۴ر (۴) زبدۃ المناسک ۔ حج کے متعلق تمام مسائل ضروریہ قیمت ۳۰ر (۵) لطائف رشیدیہ ۔ چند آیات قرآنی کے نکات اور پردہ مروجہ شرفاء ہند کا حدیث سے ثبوت قیمت ۱۰ر (۶) فتاویٰ میلاد و عرس وغیرہ معہ مواہیر دیگر علماء قیمت ۱ر (۷) رسالہ تراویح ۔ بیس رکعت تراویح کا احادیث سے ثبوت قیمت ۱ر (۸) قطوف دانیہ ۔ محلہ کی مسجد مین جماعت ثانیہ کی کراہت کا فقہ سے ثبوت قیمت ۱۰ر (۹) جمعہ فی القریٰ ۔ اہلحدیث کے اُس فتوے کا جواب ہے جس مین اُنہون نے گاؤن مین جمعہ جایز ہونے کا ثبوت دیا ہے قیمت ۱ر (۱۰) رد الطغیان ۔ کلام مجید کے اوقاف کو اہلحدیث نے بدعت ثابت کیا تھا اُسکا جواب قیمت ۱ر (۱۱) احتیاط الظہر ۔ اسکا ثبوت ہے کہ جہان جمعہ ہو جاتا ہے وہان احتیاط ظہر کی حاجت نہین قیمت ۳ر (۱۲) ہدایۃ المعتدی ۔ قرءۃ فاتحہ خلف الامام کے جوابات قیمت ۲۰ر (۱۳) سبیل الرشاد ۔ رد عدم تقلید قیمت ۱ر

اِس حیثیت سے کہ براہین قاطعہ حضرت امام ربانی کے حکم سے لکھی گئی اور آپنے اسکو من اولہ الی آخرہ بغور ملاحظہ فرماکر تقریظ تحریر فرمائی اسکو بھی من وجہٍ حضرت کی تصنیف مین شمار کرسکتے ہین یہ انوار ساطعہ کا جواب اور رد بدعات و تحقیق سنت مین وہ لاثانی کتاب ہے جسکو حضرت کے رنگ نسبت اور کمالات علمیہ و عملیہ کا مظہر کہین تو بجا ہے سنت کے عشق مین جو غصیلا انداز اور شان جلالی کا اظہار اس مین نظر آتا ہے وہ دیگر تصانیف مین کم ہی اسکی قیمت ۱۲ر ہے کل رسائل قیمتی ۱۲ یکمشت خریدار کو عہ مین دئے جاتے ہین۔

حضرت امام ربانی کی باقیات صالحات مین وہ وصیت بھی شامل ہے جسکو وصال سے کئی سال قبل آپ تحریر مین لاچکے اور قلمبند فرماکر اسلئے رکھ لیا تھا کہ آپ کے بعد نکالی جاوے اور اُسپر عمل کیا جائے۔ مکمل وصیت وصل الحبیب مین طبع ہوئی ہے خالص دین کی اطاعت کے متعلق آپکی جو وصیت تمام متوسلین کو ہے اُسکو یہان دوبارہ درج کرتا ہون وھو ہذا ہ۔

حامداً و مصلیاً ۔ یہ وصیت عام ہے سب دیکھین اور سناوین اور عمل کرین اپنی اولاد اور زوجہ اور سب

دوستون کو بتاکید وصیت کرتا ہون کہ اتباع سنت کو بہت ضروری جانکر شرع کے موافق عمل کرین تھوڑی مخالفت کو بہت سخت دشمن اپنا جانین اور رسوم دنیا کو سرسری جانکر کرنا نہایت خرابی کی بات ہے اور لذت کھانے اور کپڑے کی قید نہایت خرابی ڈالنے والی دین اور دنیا کی ہے اُس سے بہت اجتناب کرین۔ اپنے مقدور سے بڑہکر کام کرنا مآل کار ذلیل ہونا ہے۔ اسکی رسوائی دین و دنیا مین اُٹھانی ہوتی ہے۔ بدمزاج و کج خلقی سخت نامرضی حق تعالےٰ کی ہے۔ دنیا مین ایسا آدمی خوار رہتا ہے اور آخرت مین نہایت ذلت اُٹھاتا ہے۔ نرمی سب کے ساتھ لازم ہے اور برا کام قلیل بھی برا ہے اور اطاعت و اچھا کام اگرچہ تھوڑا ہو بہت بڑا رفیق ہے۔ تکلفات شادی و غمی کے بدعت سے خالی نہین ہین اُسکو سرسری نہ جانین طعن و تشنیع خلق و برادری کے سبب سے اپنے مقدور سے زیادہ کام کرنا یا خلاف شرع یا بدعت کو کرنا عقل کی بات نہین۔ دنیا و دین مین اسکا خمیازہ برا ہے۔ اسراف کی مذمت اور بُرائی شریعت مین سخت آئی ہے کہ شیطان کا بھائی اُسکو قرآن مین فرمایا ہے۔ اگر میرا انتقال ہو جاوے تو حسب مقدور ثواب پہنچاوین اندازہ سے زیادہ ہرگز نہ کرین نہ کوئی تکلف غیر مشروع کرین جو کچھ ہو موافق سنت کے ہو باہم اتفاق سلوک سے رہین میرے ذمہ کسی کا ایک پیسہ تک قرض نہین اسکا کچھ فکر نہ کرین الخ۔

امام ربانی قدس سرہٗ کی باقیات صالحات مین مسائل شریعت و طریقت کے متعلق وہ تحریرات ہین جو اطراف عالم مین پھیلی ہوئی لوگون کے پاس موجود ہین ان تحریرات کے مورد گو خاص ہین مگر چونکہ حکم عام ہے اسلئے رفع شبہات احقاق حق رہبری راہ سلوک ترغیب و اعانت علی الطاعۃ کا سبب ہو کر تادیر صدقہ جاریہ بنی رہینگی۔ شریعت کے متعلق آپکے کچھ فتاوی مراد آباد مین مولوی علی نظر صاحب نے طبع بھی کئے ہین اور مین بھی اس ذخیرہ کی فراہمی کا تہیہ کر رہا ہون کیا عجب ہے کہ کبھی کچھ کامیابی ہو جائے۔ البتہ طریقت کے متعلق تقریبًا ڈیڑہ سو۱۵۰ خطوط جنکو حضرت کے ہاتھ کی لکھی ہوئی سوانح کہنا بجا ہے بنام مکاتیب رشیدیہ طبع ہو گئے ہین یہ دریا جسکو ۱۰۰ صفحات کے کوزہ مین بند کیا گیا ہے عام نفع رسانی کے خیال سے ۲؍ مین ہدیہ ہو رہا ہے اس سال مین اگر حق تعالیٰ قبول فرماوین تو یہ سوانح جو تذکرۃ الرشید کے نام سے شایع ہو کر آپکے ہاتھ مین اسوقت موجود ہے امام ربانی کی باقیات صالحات مین داخل ہوئی ہے چونکہ اہل اللہ کے ساتھ محبت رکھنا اپنے ہی لئے ذخیرہ آخرت جمع کرنا ہے اسلئے اگر کسی کو امام ربانی کے ساتھ حیات مین کوئی تعلق اُنس پیدا نہین ہوا اور اس تذکرہ کی بدولت پیدا ہو جاوے تو اُس شخص کی خوش قسمتی یون ظاہر ہے کہ بعد ہی مین سہی مگر کچھ کما ضرور لیا اور حضرت کے ایصال ثواب کا سبب اسلئے ہے کہ اُس آستانہ کے ناکارہ منتسب و گمنام غلام ہی کی تصنیف کی ہوئی کتاب

اُس شخص کی صلاحیت وصول ثواب کا سبب بنی اس ننگ خدام کے پاس جو کچھ بھی ہے چونکہ اُسی دربار کا عطیہ ہے اور حقیقت میں اپنی لیاقت و استعداد سے بڑھکر اس تذکرہ کا شیوع بعد الوصال حضرت ہی کی روحانیت تصرف ہے اسلئے نہ مجھے ناز ہے نہ افتخار یوں سمجھتا ہوں کہ حیات میں آپنے مخلوق کو اپنی طرف ایک زور سے کھینچا اور اب اُسکا اسلوب بدلکر دوسرے طرز پر عالم کی رہبری ہو رہی ہے اور چونکہ آپکی طرف میلان طبعی پیغمبر کی سنت کی طرف جھکنا ہے اسلئے مطاوعت شریعت اور بندگی حق تعالیٰ کے جو اسباب بھی آپکے متوسلین سے پیدا ہونگے وہ آپ ہی کی باقیات صالحات کہلائے اور سمجھے جائینگے۔

دینی بھائیو عزیزو دوستو! میں اب رخصت ہوتا ہوں حق تعالیٰ کو جو کام اس سیہ کار ذلیل ترین مخلوقات سے لینا تھا وہ ختم ہو چکا۔ ۸ر جمادی الثانیہ سنہ ۱۳۲۳ ہجری میں حضرت نے الوداع کہا نورانی جسم زیر زمین گیا اور پاک روح بالائے آسمان آج ۳۰ر ذی الحجہ سنہ ۱۳۲۶ ہجری کو آپکا شیریں تذکرہ ختم ہوا ذہنی مضامین صفحہ قرطاس پر آئے اور آنکھوں کے واسطہ سے آپکے قلوب تک پہونچے ہر ابتدا کے لئے انتہا ہے اور ہر مبتدا کے واسطے خبر ایکدن وہ تھا کہ سوانح کی بسم اللہ ہوئی تھی اور ایک دن آج کا ہے کہ تمت مسطور ہوئی عالم کا یہی رنگ ہے کہ کبھی ولادت کی خوشی کبھی موت کا غم کسی دن آمد کا غلغلہ اور کسی روز روانگی کا گریہ و شور بقول شاعر ؎ رہا گر کوئی تا قیامت سلامت۔ پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت۔ مگر ایک مرنا ہمارا ہے کہ چلے اور کچھ ساتھ لیکر نہ چلے اور ایک وصال امام ربانی کا ہے کہ سب کچھ لیکر گئے اور ایسی کرنی چھوڑ گئے کہ اعمال صالحہ بلا عامل و مکتسب ہمیشہ درج نامۂ عمل ہوتے رہینگے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاۗءُ یاد رکھو گھر وہی ہے جسکا نام گور ہے اور حیات وہی ہے جسکو آخرۃ کہتے ہیں اُٹھو جاگو اور آنکھیں کھولو جب تک سانس ہے ہر قسم کی آس ہے غفلت میں پڑکر کیا لوگے جو کرنا ہے کر گذرو آخر قبر میں سونا ہے اور جو کمانا ہو امام ربانی کی زندہ مثال کو انکا دامن پکڑ کر کما لو آخر مرنا اور پھر زندہ ہو کر احکم الحاکمین کی کچہری میں پیش ہونا ہے میں نے تو امام ربانی کے بعد مرشدنا و مولانا الحافظ الحاج المولوی خلیل احمد صاحب دام مجدہٗ کا دامن پکڑا ہے اور میری پیاس بجھانیکو یہ توسل بحمد اللہ کافی ہے مگر میں یہ نہیں کہتا کہ تم بھی مجھ جیسے بنجاؤ ہاں بمقتضای الدین النصح یہ ضرور کہونگا کہ اس سلسلہ میں منسلک ضرور ہو جاؤ جدہر طبع کا میلان بڑھے اُدھر لپکو کہ یہ باغ سارا نور علیٰ نور ہے خدا کرے کہ آسمان ہدایت کے یہ آفتاب دیر زندہ قایم رہیں حسن لوم کہ تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے اور مثل مشہور ہے کہ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں۔ ایسا نہو کہ پھر پچھتانا پڑے یاد رہے ٹھوکریں کھانا فَسَتَذْكُرُوْنَ مَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ ؕ وَاُفَوِّضُ اَمْرِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ حق تعالیٰ

مجھے اور تمہین سب کو اتباع سنت مرضیہ کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے محبین کے قدمون مین جگہہ دے آمین یارب العلمین والسلام مع الاکرام +

مَن لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہ

جی چاہتا ہے کہ اپنے دین و دنیا کے آقا اور مربی روحانی شیخ حضرت مولانا الحاج الحافظ مولوی خلیل احمد صاحب انبہٹوی دام مجدہ کا شکریہ ادا کرون جنکے خاص لطف و کرم کی بدولت مجھ ناکارہ کے نامہ عمل مین اس مبارک تذکرہ کی خدمت درج ہوئی کیونکہ اس تالیف کا سبب پہلا محرک حضرت ممدوح کا ایما تھا اسکے بعد دوسرے حضرات کے ارشادات۔ مگر وہ زبان کہان جس سے اس بار گران کی مکافات ہو چونکہ امام ربانی کی حیات ہی مین حضرت ممدوح کی اس ناکارہ پر وہ شفقت تھی جسکو آج یاد کرتا ہون تو بے اختیار رو دیتا ہون مولانا نے یتیم ہونے سے قبل ہی مجھ ننگ خدام کو اپنے دامن مین ڈھانپ لیا تھا اسکے بعد جو دن گذرتا گیا وہ آقائے نامدار کی اپنے خادم پر توجہ مین بیشی کا سبب بنتا رہا مین کیا کہون کہ کیا تھا اور اب کیا ہون ہر چند کہ تہیدست و نامراد ہون مگر الحمد للہ بہتیری نعمتون کا منتظر و امیدوار ہون۔ حضرت ممدوح کا مجھپر ایک احسان نہین ہے جسکا شکریہ ادا کردون میرا رواں رواں اور بال بال آپکے احسانات مین جکڑا ہوا ہے میری رگ رگ اور پٹھے پٹھے پر خادم نواز آقا کی شفقت بندھی ہوئی ہے اور اب تو پوچھنا ہی کیا جبکہ انتساب ظاہری بھی اسی کریم ذات کے نعلین سے وابستہ ہے۔ حضرت ممدوح نے اُسی بندہ نوازی کی بنا پر تذکرہ کے تقریبًا جملہ اوراق قبل طبع ملاحظہ فرمائے اور باوجود کثرت مشاغل اس بوجھ کا بھی تحمل فرمایا۔ مجھے یاد نہین پڑتا کہ میری کوئی درخواست اس آستانہ سے مردود ہوئی ہو الحمد للہ مین نے جو کچھ مانگا وہ مجھے ملا اور جو چاہت کی وہ پوری ہوئی اسلئے میرے خیال مین ایسے محسن بادشاہ کا جو بجائے شکریہ سننے کے احسان کرنے سے مسرور ہو شکریہ بھی یہی ہے کہ احسان مزید کی درخواست کرون اور وہ نعمت مانگون جسکی اب مجھے ضرورت ہے یعنی اپنے دامن سے لگائے رکھنا اور قدیم بندہ نوازی کا ثبات و بقا ؎ آرزو دارم کہ خاک آن قدم + توتیائے چشم سازم دمبدم + بس اسکے علاوہ اب کوئی تمنا بھی نہین اور دنیا یا دین جو کچھ بھی ہے اسی مین متضمن و مشتمل ہے حق تعالیٰ شانہ بحر فنا کے کشتی شکستہ رہ نوردون کے کھیون ہار ملاح کو تادیر قائم رکھے اور مراتب قرب مین جلد جلد پیچھے ترقی فرمائے ؎ بقا بادا چو عمر نوح بل بیش + کہ شاد است از درش بیگانہ و خویش + امین بحرمۃ سید المرسلین

ہان اخوان طریقت مین اُن مخلص احباب و برادران دینی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون جنہون نے تالیف سوانح کی گونجی ہوئی پہلی صدا پر قلم سے میری اعانت فرمائی اور تذکرہ شیخ کے معاونین و محبین کی جماعت مین اپنے نام کا اندراج سبب اجر و ثواب سمجھکر جو کچھ اُن سے ہو سکا تھوڑا یا بہت لکھکر ارسال فرمایا مین اُن سے معافی چاہتا ہون کہ انکی تحریرات مین انتخاب ہوا اور بعض مضامین چھوڑ بھی دئے گئے۔ تغییر و ترمیم محض بضرورت ہوئی اور ضرورت چونکہ عذر ہے اسلئے اُمید ہے کہ گرفت نہوگی تذکرہ چونکہ تاریخی کتاب ہے اور یگانون بیگانون سب ہی کے ہاتھون مین جائیگی اسلئے وہ جوش جو باقتضائے محبت آپکی تحریرات مین تھا مین نے علیحدہ کر دیا ہے وہ ولولہ محبت چونکہ دل ہی مین رہنے کے قابل ہے اسلئے بہتر ہوا کہ صفحات کاغذ مین نہ آیا قلوب ہی مین اُسکو دبائے رکھئے اور قیامت کے دن انشاء اللہ ثمرات کے امیدوار بنے رہئے اس تذکرہ کے متعلق آخری ہدیہ یعنی امام ربانی قدس سرہ کی خوابگاہ کا نقشہ یعنی روضہ من ریاض الجنۃ شمر قبر کا عکسی فوٹو پیش کرکے رخصت ہوتا ہون والسلام نعم الختام + محمد عاشق الٰہی عفی عنہ سابق مہتمم خیر المطابع میرٹھ